وَجَآءَکَ فِیْ ہٰذِہِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَۃٌ وَّذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ

سلسلہ مطبوعات صوفی نمبر ۵۹

تاریخ اسلام

سنہ ۱۳۴۳ھ

جلد دوم

مصنفہٗ

مولٰنا اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی

باہتمام

ملک محمد اشرف خان صاحب اعوان

منیجر رسالہ صوفی و صوفی دارالاشاعت ڈاکخانہ پنڈی بہاؤالدین

باحقاظ جملہ حقوق

بزیور انطباع محلی شدہ اشاعت پذیرفت

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

Lecture_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

تاریخ اسلام

حصہ دوم

تاریخ اسلام

حصہ دوم

مصنفہ

مؤرخ اسلام مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی

نفیس اکیڈمی

س اسٹریٹ ——— کراچی (پاکستان)

قیمت فی حصہ:- بارہ روپے

مکمل ۳ حصے مجلد چھتیس روپے

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

مالک نفیس اکیڈیمی و مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی

نے تاریخ اسلام (مکمل تین حصہ) کے جملہ حقوق طباعت و اشاعت

دائمی جناب ملک محمد الدین صاحب مالک صوفی بک ڈپو

منڈی بہاؤالدین سے باضابطہ خرید کر شائع کیا

طبع سوم ——— جون ۱۹۵۹ء

قیمت فی حصہ ——— بارہ روپے | پاکستان و ہندوستان سے

مکمل تین حصے ——— چھتیس روپے

صفحات ——— حصہ اول ——— ۵۹۳

صفحات ——— حصہ دوم ——— ۴۷۲

ممالک غیر سے

فی حصہ ——— ایک اسٹرلنگ پاؤنڈ

مکمل تین حصے ——— تین پونڈ

نوٹ :- یہ مکمل ہی مہیا کی جا سکتی ہے۔ علیحدہ علیحدہ حصے نہیں فروخت کئے جاتے۔

[illegible]

مسلمانوں کی علمی و تمدنی قیادت

از محمد اقبال سلیم گاہندری

[illegible] مولانا محمد اکبر شاہ خان نجیب آبادی مرحوم کی مشہور عالم تاریخ اسلام کی یہ [illegible] آپ کے سامنے پیش کر رہی ہے [illegible] یعنی خلافت بنی عباس مصر کے اختتام تک ہے۔ کتاب کا یہ حصہ [illegible] تمدن و تہذیب نے نشوونما پائی۔ اسلامی علوم نے دنیا کو [illegible] دنیا کی اجتماعی و ذہنی قیادت کا فرض انجام دیا۔

[illegible] ادوار کی تقسیم [illegible] میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے ہاتھ پر [illegible] کے بعد سے [illegible] تک جب کہ بنی عباس کے اولین فرمانروا [illegible] اس پوری مدت کو دور بنی امیہ سے تعبیر کیا جاتا [illegible] کی نسبت اپنی ضروری بھی جائے تو یقیناً یہ سب فرماں روا [illegible] کہ یزید بن معاویہ کے بعد حضرت معاویہ کی [illegible] سال کے یزید کے فرزند نے خود ہی خلافت و امارت [illegible] کو عوام کے سپرد کر دیا کہ وہ اپنے لیے حاکم کا انتخاب

[illegible] تسلط حاصل کر لیا۔ اور مروان کے بعد سے [illegible] تک [illegible] کے خلفاء حکمران رہے۔ جن میں حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے نیکوکار، عادل [illegible] عمر بن الخطاب بھی تھے۔ [illegible] جیسا اولوالعزم فاتح اور ولید ثانی منتظم بھی تھا [illegible] جیسا بے تدبیر اور ناکارہ آدمی بھی۔ اس لئے [illegible] سکتا ہے کہ [illegible] تک معاویہ و یزید اور اس کے بعد سے مروانی خاندان کی [illegible] اسی طرح بنی عباس کی حکومت کے دور کو بھی جنہیں بدقسمتی سے ایک دن کے لئے [illegible] عالم اسلام پر حکمرانی نصیب نہ ہو سکی کئی ادوار میں تقسیم کر کے واقعاً مصنف نے سر دور

کی خصوصیت، تمدنی ارتقاء کو نہایت سہل انداز میں واضح کیا ہے۔

تلخ حقیقت

حقیقت یہ ہے کہ اولادِ مروان کی ساری نالائقیوں کے باوجود جب تک حکمرانی ان کے ہاتھوں میں رہی سارا عالمِ اسلام ایک ہی جھنڈے کے نیچے رہا۔ ایک ہی مرکزی حکومت کام کرتی رہی۔ اور تمام قومی و ملی قوتیں ایک جگہ اور ایک نقطہ پر مرکوز رہیں لیکن جیسے ہی حکومت کی باگ ڈور بنی عباس کے ہاتھوں میں گئی مشرق و مغرب کے دور افتادہ علاقوں میں مرکز گریز قوتوں نے فوراً آزاد حکومتیں قائم کرلیں۔ اور وہ اتحاد جو ترقی و سربلندی کی ضمانت تھا۔ پارہ پارہ ہو گیا۔ اندلس میں جدا حکومت قائم ہو گئی۔ سندھ اور ماوراء النہر میں علیحدہ علیحدہ حکومتیں بن گئیں۔

اسباب و علل

اس صورتِ حال کے پیدا کرنے میں کن اسباب و علل نے کام کیا۔ اور کس طرح یہ صورت پیدا ہوئی۔ پھر ایک ہی صدی کے اندر خود بنی عباس کا اثر ختم ہو گیا۔ دوسرے لفظوں میں یہیں سے طوائف الملوکی کی ابتدا ہو گئی۔ کون کون سی حکومتیں بنیں اور ان سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا؟ یہ سب خود آپ ہی کی تصویریں ہیں جو ماضی کے آئینہ میں صاف اور واضح نظر آتی ہیں۔ ان تصویروں کو مصنف مرحوم نے بڑی علمی محنت و تحقیق اور قوتِ قلم سے بڑے واضح طور پر ان صفحات میں پوری تفصیل و تشریح کے ساتھ پیش کیا ہے۔ انھیں پڑھئے اور غور کیجئے کہ شاید آپ اسی مرض میں اب بھی تو مبتلا نہیں ہیں۔

جس فرد یا قوم نے ماضی سے سبق نہیں لیا اور اپنی پچھلی غلطیوں کی اصلاح نہیں کی۔ اس کے مستقبل کے سنورنے کی کیا صورت ممکن ہو سکتی ہے۔ یاد رکھئے

ماضی سے حال اور حال سے مستقبل کا گہرا تعلق ہوتا ہے انھیں ایک
دوسرے سے الگ کر کے نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔

غرض یہ کہ تاریخ اسلام کی یہ جلد مسلمانوں کے دورِ کشورکشائی، تمدنی، مذہبی اور سیاسی و علمی ترقی کی مکمل تاریخ بھی ہے۔ اور زوال و اسباب زوال کی ایک عبرتناک داستان بھی۔ اسی جلد میں آپ کو وہ محرکات واضح طور پر مل سکتے ہیں جن سے کسی قوم کی زندگی بنتی اور تابناک ہو جاتی ہے اور کسی قوم کی وہ غلطیاں اور فروگذاشتیں بھی دکھائی دے سکتی ہیں جن سے فرد، قومیں اور جماعتیں بام ترقیات سے گر کر ادبار و ماندگی کی پستیوں میں جا پڑتی ہیں۔

اب اس کے بعد تیسری جلد کا مرحلہ سامنے ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ یہ مرحلہ بھی بڑی حد تک سر ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی ہم اسے بھی ہدیہ ناظرین کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

تاریخ اسلام حصہ دوم

باب ۳

خلافت عباسیہ

باب ۴

باب ۹

باب ۶

فصل اوّل

تاریخِ اسلام

جلد دوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

باب ۱

خلافتِ بنو اُمیہ

تمہید خلافتِ راشدہ کے بعد اب سلطنتِ بنو اُمیہ کے حالات ہم کو شروع کرتے ہیں خلافتِ راشدہ میں پہلے دو خلیفہ نہ بنی اُمیہ تھے نہ بنی ہاشم۔ ان دونوں کا عہدِ خلافت، خلافتِ راشدہ کا بہترین زمانہ تھا۔؟ تیسرے بنو اُمیہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور چوتھے بنو ہاشم سے۔ خلافتِ راشدہ کے آخری نصف زمانہ میں بنو اُمیہ اور بنو ہاشم دونوں قبیلوں کے خلیفہ تختِ پر متمکن رہے۔ یہ آخری نصف زمانہ، پہلے نصف زمانہ کے مقابلے میں ناکام زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ بعد کی خلافتوں سے یقیناً اچھا تھا کیونکہ صحابہ کرام ہی برسرِ حکومت تھے اور اکثر صحابہ کرام دنیا میں زندہ موجود تھے۔ اسلام دنیا میں شرک کو مٹانے اور توحید قائم کرنے کے لئے آیا۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل توحید اور حقیقی کامرانی کا راستہ نسلِ انسان کو دکھایا۔ شرک سے بڑھ کر کوئی نقصان و زیان اور توحید سے بڑھ کر کوئی سعادت و کامیابی انسان کے لئے نہیں ہو سکتی۔ شرک درحقیقت ایک ناانصافی اور ظلم کا نام ہے اسی لئے قرآن کریم میں اُس کو ظلمِ عظیم کہا گیا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے حقیقی معبود کو چھوڑ کر اُن مجبور ہستیوں کو معبود ٹھہرائے جو معبودِ حقیقی

کی مخلوق اور غلام ہیں۔ پس شرک میں وہی شخص مبتلا ہو سکتا ہے جو عدل کے خلاف ناانصافی اور ظلم کو اپنا شعار بنائے۔ اس ظلم و ناانصافی میں مبتلا کرنے والی سب سے بڑی چیز جہالت اور بے جا عصبیت ہے جس کو اصطلاحِ قرآنی میں ضلال اور گمراہی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اب غور کرو اور سوچو کہ اپنے خاندان اور قبیلے کے بزرگوں کی بے جا عصبیت میں ان کے نمونے، ان کی تصویروں، ان کے مجسموں، ان کی قبروں کی بے جا تعظیم کے ذریعہ دنیا میں سب سے زیادہ شرک نے رواج پایا اور اسی گمراہی کے ذریعہ نوعِ انسان نے اپنے خالق و مالک و معبود کو فراموش کر کے اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں گرایا۔ آنحضرت صلعم نے موجودہ شرک چونکہ جہاں شرک سے اور امکانات کو مٹا دیا، وہاں اس بے جا خاندانی عصبیت اور عدل و انصاف سے دور مجبور کرنے والی گمراہ کن محبتِ بے جا سے نوعِ انسان کو بچایا۔ دوسری چیز جو انسان کو ظلمِ عظیم میں مبتلا کر سکتی ہے اور کرتی رہی ہے تکبر اور بے جا تفاخر ہے۔ اسی نے ابلیس کو ابلیس بنا کر شیطان الرجیم بنایا اور اسی کے ذریعہ اس نے اکثر انسانوں کو صراطِ مستقیم سے ہٹا کر ہلاکت آفرین راہوں پر چلایا۔ یہ تفاخرِ بے جا جب محبتِ بے جا کے ساتھ مل جاتا ہے تو گمراہی اور ہلاکت کا نہایت زود اثر معجون نوعِ انسان کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہلاکت آفرین سامانِ شرک کو مٹانے اور دور کرنے کے لئے فتحِ مکہ کے روز خانہ کعبہ کے دروازہ میں کھڑے ہو کر تمام باشندگانِ مکہ اور شرفائے عرب کے اجتماعِ عظیم کو مخاطب فرمایا کہ

یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالآباء الناس من آدم و آدم خلق من تراب قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکرٍ و انثیٰ و جعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا اِنّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

اے گروہِ قریش اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا کے فخر کو دور کر دیا تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگو! ہم نے تم کو نر و مادہ سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبائل بنائے تاکہ الگ پہچان ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ تم میں وہی ہے جو متقی ہے

نسلی و قبائلی تفاخر کو مٹانا درحقیقت شرک کے امکانات کو مٹا کر توحید کی استعداد کا پیدا کرنا تھا۔ ساتھ ہی قبیلوں اور شعبوں کے وجود اور ان کے امتیازات سے کبھی انکار نہیں ہے۔ لیکن بزرگی اور فضیلت کو نسل و خاندان سے متعلق نہیں رکھا گیا۔ بزرگی و برتری صرف خدا شناسی

وخدا ترسی سے تعلق رکھتی ہے۔ ہر ایک شخص متقی و باخدا بن کر مستحقِ کرامت بن سکتا اور ہر ایک قبیلہ کا ہر ایک شخص اپنی بداعمالیوں کے ذریعہ رذالت و ذلّت کما سکتا ہے۔ اس صحیح روش اور جادۂ مستقیم پر گام زن کر کے آنحضرت صلعم نے لوگوں کو فلاحِ دارین اور سعادتِ انسانی تک پہنچایا۔ خلافتِ راشدہ کے ابتدائی نصف زمانہ میں مسلمانوں کو ترک کردہ سامانِ گمراہی اور فراموش شدہ عصبیتِ خاندانی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلال حبشی کو اکابر قریش سیدی کہہ کر پکارتے اور اعمالِ نیک کی بنا پر اُن کو اپنے آپ سے زیادہ مکرم و معظم جانتے تھے۔ اُسامہ بن زیدؓ کی سپہ سالاری میں بڑے بڑے خاندانی مہاجرین و انصار کو محکوم بنا کر بھیجنے میں یہی حکمت تھی کہ کسی کے گوشۂ قلب میں یہ خیال باقی نہ رہ سکے کہ محض قوم یا نسل یا خاندان کی وجہ سے کوئی مکرم و معظم بن سکتا ہے۔ حکومت و خلافت اگر کسی خاص قبیلہ اور خاص خاندان کا حق ہوتا تو آنحضرت صلعم صوبوں اور ولایتوں کی حکومت بنی ہاشم کے سوا کسی دوسرے کو عامل بنا کر نہ بھیجتے اور فوجوں کی سپہ سالاری سوائے بنی ہاشم کے کسی دوسرے کو عطا نہ فرماتے لیکن آپ نے بہت ہی کم کسی ہاشمی کو فوج کی سپہ سالاری یا کسی ولایت کی حکومت پر مامور فرمایا۔ آپ نے ہمیشہ ذاتی قابلیت کے موافق لوگوں کو سرداریاں اور حکومتیں عطا فرمائیں اور کسی خاندان یا قبیلہ سے تعلق رکھنے کو حکومت و سرداری کے لئے جائز استحقاق نہیں سمجھا۔ یہی سبب تھا کہ دربارِ نبوی سے غلاموں تک کو قابلیت کے سبب اکابرِ قریش کی سرداری اور عظیم الشان فوجوں کی سپہ سالاری حاصل ہو سکتی تھی۔ توحید کامل سکھانے والے استادِ کامل سے اس کے سوا کسی دوسرے طرزِ عمل کی توقع بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

قبیلۂ بنی اُمیہ اور بنی ہاشم میں پہلے سے ایک رقابت اور مسابقت چلی آتی تھی۔ یعنی ان دونوں میں ہر ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی (جو بنو ہاشم میں سے تھے) بنو اُمیہ نے ابتداءً زیادہ مخالفت کی اور بنو ہاشم سے نسبتاً آپ کو امداد پہنچی جب ملکِ عرب سے مشرکوں کا استیصال ہو گیا اور ان دونوں قبائل کے عنادی مشرک بھی قتل ہو کر بقیہ خوش نصیب اسلام میں داخل ہو گئے تو اُن مسلمان ہو جانے والے بنو اُمیہ میں ایک کافی تعداد ذی حوصلہ اور قابل آدمیوں کی موجود تھی۔ جن کی قدر دانی آنحضرت صلعم نے علیٰ قدرِ قابلیت ضروری سمجھی چنانچہ فتح مکہ کے روز ابو سفیان کے گھر کو امان کے معاملہ میں کعبہ کا ہمسر ٹھہرا کر انھیں خوش کر دیا۔ حضرت عثمان غنی جو بنو اُمیہ میں سے تھے۔ آنحضرت صلعم کے داماد تھے۔ اُن کے لئے بیعتِ رضوان ہوئی۔ اُم المومنین اُم حبیبہؓ بھی بنو اُمیہ کے قبیلہ سے یعنی

ابو سفیان کی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ آپ کی بیوی تھیں۔ ابو سفیان کو آنحضرت صلعم نے نجران کا عامل مقرر
فرمایا تھا۔ عثمان بن ابی العاص حضرت عثمان غنی کے چچا تھے ان کو آنحضرت صلعم نے طائف
کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ فاروق اعظم نے ان کو عمان و بحرین کا حاکم مقرر فرما
دیا تھا۔ عتاب بن اسید ابو سفیان کے چچا ابو العیص کے پوتے تھے مکہ کی فتح کے دن مسلمان ہوئے اور
آنحضرت صلعم نے ان کو مکہ کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ خالد بن سعید ابو سفیان کے چچا عاص کے پوتے تھے ان کو آنحضرت
صلعم نے یمن کا عامل مقرر فرمایا تھا یہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ ابان بن سعید کو
اور ان کے بھائی ابان کو بحرین کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ اگر آنحضرت
صلعم کے دل میں ذرا بھی بنو امیہ اور بنو ہاشم کی قدیمی رقابت کا کوئی شائبہ ہوتا اور آپ ذاتی
تعلقات کو ترجیح دیتے تو بنی امیہ کے افراد کو اس طرح عہدوں
پر ہرگز مقرر نہ فرماتے۔ مگر نسلی امتیازات کو ذاتی قابلیت پر آپ ہرگز ترجیح نہیں
دیتے تھے۔ ہاں نسلی امتیازات کو آپ تسلیم کرتے تھے اور اسی حد تک کہ جن خاندانوں میں نظم کی
قابلیت اور سرداری کی لیاقت بیشتر زیادہ پائی گئی۔ آپ نے بھی انتظامی کاموں اور سپہ
سالاریوں کے لئے انہیں خاندانوں کے افراد میں سے قابل آدمیوں کو زیادہ منتخب کیا
بنو امیہ اور بنو ہاشم دونوں قبیلوں کی پرانی رقابت اسلام نے ابھی نئی نئی مٹائی تھی لہٰذا
احتیاط اسی کی متقاضی تھی کہ ان کو خلافت کے معاملہ میں اور کچھ دنوں ایسا موقع نہ دیا جائے
کہ وہ اپنی فراموش شدہ رقابت کو پھر تازہ کر سکیں چنانچہ آنحضرت صلعم نے اس خطرہ کا بخوبی
احساس فرمایا اور اپنے بعد محض قابلیت کی بنا پر حضرت ابو بکر صدیق کو نمازوں کا امام بنا کر
ان کی خلافت کے لئے اشارہ فرمایا جس پر صحابہ کرامؓ کی فہم و فراست والی جماعت نے بخوبی
عمل کیا۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی اپنے بعد ایسا جانشین مقرر فرمایا جو قابلیت
کے اعتبار سے سب پر فائق اور مذکورہ بالا دونوں قبیلوں میں سے کسی ایک سے بھی تعلق نہ
رکھتا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کے بعد اگر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ یا سالم مولیٰ
ابو حذیفہ زندہ ہوتے تو ان میں سے کوئی ایک خلیفہ ہوتا جیسا کہ عمر فاروقؓ کی آرزو تھی تو یہ مردہ رقابت دوبارہ زندہ نہ
ہو سکتی مگر یہ دونوں بزرگ فاروق اعظمؓ سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ پھر اگر مجلس شوریٰ
شوریٰ اپنے آپ میں سے کسی کو انتخاب کرنے میں صرف اس اصول کو مد نظر رکھتے کہ کوئی بنی
امیہ اور کوئی بنی ہاشم خلیفہ نہ بنایا جائے تو آئندہ پیش آنے والے حضرات ممکن ہے کہ پیش نہ

آتے اور کم از کم ان دونوں قبیلوں کو اپنی فراموش شدہ رقابت یاد نہ آتی۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عمرؓ کے بعد خلیفہ ہوتے تب بھی بہت زیادہ ممکن تھا کہ یہ آتشِ رقابت خاموش دوبارہ مشتعل نہ ہوتی کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ بنو ہاشم کی اس طرح غیر معمولی اور قابلِ احساس رعایت کرتے جیسی کہ حضرت عثمانؓ غنی کے ہاتھوں بنو اُمیہ کی ہوئی۔ بہرحال ہم کو یہ ایمان رکھنا چاہیے۔ جو کچھ ہوا مشیتِ ایزدی کے ماتحت ہوا اور یہی ہونا چاہیے کیونکہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے۔ کہ ہم وقوع یافتہ اعمال و افعال کے نتائج پر اپنی نابودہ و غیر واقع شدہ تجاویز کے نتائج کو یقینی طور پر ترجیح دے سکیں۔ ہاں ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کی رقابت کا عہد اسلامی میں دوبارہ پیدا ہو کر تا دیر باقی رہنا اسلام کے لئے بے حد نقصان رساں تھا اور آج اُس رقابت کے قائم اور باقی رکھنے والے اور کسی خاندان یا قبیلہ کے تعلق کو خلافت کے لئے ضروری سمجھنے والے لوگ تعلیم اسلامی کے سخت مخالف اور اسلام کے لئے بے حد نقصان رساں ثابت ہو رہے ہیں۔

بنو اُمیہ اپنی ذاتی قابلیتوں کی وجہ سے پہلے ہی خلافتِ اسلامیہ کے ایک ضروری جزو بنے ہوئے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے خلیفہ مقرر ہو جانے کے بعد اُن کی نرم مزاجی اور مروان بن الحکم کے اقتدار سے فائدہ اٹھا کر بنی اُمیہ نے اپنی طاقت اور اثر کو یک لخت اس قدر بڑھایا کہ تمام عالمِ اسلامی پر چھا گئے۔ اور اپنی سیادت تمام ملکِ عرب پر قائم کرنے کی تدبیروں میں مصروف ہو گئے۔ جس کو وہ عہدِ جاہلیت میں بنو ہاشم کے مقابلہ میں قائم نہ کر سکے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت نیز منافقوں اور مسلم نما یہودیوں کی سازشوں نے اُن کو اور بھی امداد پہنچائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے عہدِ خلافت میں زیادہ پریشانیوں اور دقتوں کا سامنا اس لئے بھی کرنا پڑا کہ وہ بنی ہاشم تھے۔ تمام اہلِ عرب کی نگاہوں میں بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کی رقابتوں کے نقشے گھومنے لگے انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہر اُس کوشش کو جو معاویہؓ اور بنو اُمیہ کے خلاف وہ کرتے تھے، اُسی رقابت پر محمول کر کے اُن کا پورے طور پر ساتھ نہ دیا۔ کیونکہ وہ ان دونوں قبیلوں کی پُرانی رقابتوں کو دوبارہ زندہ کرنے میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتے تھے۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جگہ کوئی دوسرا غیر ہاشمی شخص خلیفہ ہوتا تو یقیناً اُس کو عرب قبائل کی زیادہ امداد حاصل ہوتی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اگر خود خلیفہ نہ ہوتے تو حضرت امیر معاویہؓ کے شکست دینے اور بنی اُمیہ کو نیچا دکھانے میں

زیادہ کام کر سکتے۔ اور اُس غیر ہاشمی خلیفہ کو کامیاب بنانے میں اپنی قوت اور اثر کو بہت زیادہ پاتے۔

اس موقع پر بے اختیار حضرت امام حسن علیہ السلام کے وہ آخری الفاظ یاد آجاتے ہیں جو انھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو فوت ہوتے وقت بطورِ وصیت سنائے تھے کہ "آنحضرت محمد صلعم کے بعد حضرت علیؓ تک خلافت پہنچی تو تلواریں میانوں سے نکل آئیں اور یہ معاملہ طے نہ ہوا۔ اب میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ نبوت اور خلافت ہمارے خاندان میں جمع نہیں رہ سکتیں"

حضرت امام حسن علیہ السلام کے ان الفاظ کی صداقت پر مستقبل جو آج تک ماضی بن چکا ہے۔ اپنی مُہرِ صداقت ثبت کر چکا ہے۔ خلافتِ راشدہ کے بعد قریباً نوے سال تک بنو اُمیہ نے دمشق کو دار الخلافہ بنا کر تمام عالم اسلام پر حکومت کی۔ اندلس میں کبھی کئی سو سال تک اُن کی شان دار خلافت و حکومت قائم رہی۔ خاندانِ بنو عباس کی حکومت بغداد میں پانچ سو برس سے زیادہ عرصہ تک قائم رہی۔ بنو عباس بنو ہاشم تو ضرور ہیں۔ لیکن وہ آنحضرت صلعم کے چچا کی اولاد ہیں آنحضرت صلعم کی بیٹی کی اولاد نہیں ہیں یعنی سادات کو خاندانِ نبوت کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اُن میں آنحضرت صلعم کا خون حضرت فاطمہؓ کے ذریعہ شامل ہے لیکن عباسیوں میں خاص آنحضرت صلعم کے خون کی آمیزش نہیں ہے۔ لہٰذا اُن کو خاندانِ نبوت نہیں کہا جا سکتا۔ مصر کے ایک حکمران خاندان نے اپنے آپ کو فاطمی کہا۔ لیکن محققین نے اُن کو اپنے اس دعوے میں جھوٹا پایا۔ ہندوستان میں بھی ایک حکمران خاندان گذرا ہے جس کو خاندانِ سادات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مگر یہ حقیقت عالم آشکارا ہے۔ کہ خضر خاں حاکم ملتان جو اس خاندان کا مورثِ اعلیٰ تھا۔ ہرگز سید نہ تھا۔ اُس کے سید مشہور ہونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ ایک بزرگ صوفی نے اُس کو "سید (سردار) کہہ کر پکارا تھا۔ آج کل بھی لوگ مغل اور پٹھان سرداروں کو "سیدی" کہہ کر مخاطب کر لیتے ہیں۔ غرضکہ آج تک کسی مُلک میں سادات کی کوئی قابل تذکرہ خود مختار حکومت اور بادشاہت کبھی قائم نہ ہو سکی۔ ایک طرف یہ حقیقت ہمارے سامنے ہے دوسری طرف ہم امام حسن علیہ السلام کے اُن آخری الفاظ کو دیکھتے ہیں۔ تو بے اختیار ہمارا دل اُن الفاظ کی پُر عظمت صداقت کا مقر اور اُن الفاظ کی ہیبت و شوکت سے مرعوب ہو جاتا ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السّلام نے اپنی وفات کے وقت جو کچھ اپنے بھائی حسین علیہ السلام سے فرمایا یہ صرف انھیں کا اجتہاد یا الہام نہ تھا بلکہ صحابۂ کرام کی تمام اُس جماعت کا جس کو آنحضرت صلعم کی صحبت میں زیادہ رہنے کا موقع ملا تھا یہی خیال تھا کہ آنحضرت صلعم نے کسی ہاشمی کو نہ کسی صوبہ کی مستقل حکومت عطا فرمائی، نہ کسی بڑی فوج کا خود مختار و ذمہ دار سپہ سالار بنایا۔ جنگِ موتہ میں آپ نے جعفر بن ابی طالب کو سپہ سالار نامزد فرمایا مگر اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثؓ کو اُن پر مقدم اور فائق رکھا۔ حضرت علیؓ کو چند روز کے لئے یمن کے خراج کی وصولی پر مامور فرمایا۔ مگر یمن کی اعلیٰ حکومت افسری معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو تفویض کی۔ اسی طرح ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے بنو ہاشم کو ذمہ دارانہ عہدوں اور صوبوں کی حکومتوں پر مامور نہیں فرمایا حالانکہ یہ دونوں اولین خلیفہ بنو ہاشم کی بڑی تعظیم و تکریم بجا لاتے اور اُن کی راحت و خوشنودی کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ اپنے کاموں میں انھیں سے مشورہ طلب کرتے۔ اور عموماً انھیں کے مشوروں پر عمل بھی کرتے تھے۔ فاروقِ اعظمؓ نے ایک موقع پر صاف فرما دیا تھا کہ اگر شرفِ نبوت کے ساتھ ان لوگوں کو حکومت بھی مل گئی تو وہ لوگوں کو اپنا حد سے زیادہ محکوم و مغلوب پاکر غرور قومی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور اس طرح اسلام کی حقیقی روح کو ضائع کر کے خود بھی ضائع ہو جائیں گے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص عہدِ جاہلیت کی عصبیت کی طرف ترغیب دلائے وہ واجبُ القتل ہے۔ پھر ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی قرابت داری یا دوستی کی وجہ سے کسی کو امیر یا حاکم بنا دیا حالانکہ مسلمانوں میں اُس سے بہتر شخص مل سکتا تھا تو اُس نے خدا و رسول اور تمام مسلمانوں کی خیانت کی۔ غرض صرف حضرت امام حسن علیہ السلام ہی کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ خاندان نبوت کے لئے شرفِ نبوت ہی کافی ہے اور اس کے ساتھ شرفِ حکومت کو جمع نہیں ہونا چاہیئے بلکہ یہی عقیدہ اکثر دوسرے صحابۂ کرام کا بھی تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا سے شرک کے مٹانے اور شرک کے امکانات کا استیصال کرنے کے لئے ساداتِ عظام کو جو سردار دو جہاں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں دنیا کی حکومت اور مادی دولت کا خواہش مند بھی نہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ فرزندیٔ محمد اور اپنے آلِ رسولؐ ہونے کا پورا پورا ثبوت پیش کر سکیں۔ اگر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حکم نہ فرماتے کہ ساداتِ عظام کے لئے صدقہ حرام

زیادہ۔ تو ہم کو یہ توقع ہو سکتی تھی کہ سادات یعنی خاندانِ نبوی ہی مستحقِ خلافت اور شہنشاہی کی وارث ہے۔ لیکن آپؐ کا خاندان نبوت کے لئے یہ انتظام فرمانا سب سے بڑی دلیل اس امر کی ہے کہ دنیوی حکومت وسلطنت اور مادی دولت سے بے تعلق ہونا اپنے خاندان میں ان کے لئے آپ پہلے تجویز فرما چکے، یا الہام الٰہی سے معلوم کر چکے تھے۔ سادات عظام کے لئے یہ اتنا بڑا فخر ہے اور ان کے مرتبہ کو اس قدر بلند کر دیتا ہے کہ دنیا کی دوسری قومیں جو شریعت اسلام سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان پر جس قدر رشک کریں کم ہے۔ دنیوی دولت اور حکومت بھی وہ چیز ہے جو انسان کو خدا سے دور کر دیتی ہے اور اسی لئے قرآن و حدیث میں دولتِ دنیا کو حقارت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ چونکہ دولت وحکومت کی وجہ سے علم صحیح بھی اعمالِ صالحہ پر لوگوں کو آمادہ نہیں کر سکا لیکن شریعتِ حقہ کی حفاظت انھیں لوگوں نے کی ہے جو دولت وحکومت سے کچھ زیادہ تعلق نہ رکھتے تھے اور اسی قسم کے لوگ قیامت تک اسلام کی حفاظت کا کام کرتے رہیں گے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اسلام غریبوں ہی سے جاری ہوا اور غریبوں ہی میں انجام کار پہنچے گا۔ اب اس کے بعد اس حدیث پر غور کرو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ تم میں قرآن اور اپنی آل یعنی سادات کو چھوڑتا ہوں۔ پس یہ حدیث بھی دلیل اس بات کی ہو جاتی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے عین منشائے حدیث کے موافق فرمایا تھا کہ

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ نبوت اور خلافت ہمارے خاندان میں جمع نہیں رہ سکتیں"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ابتدائی حالات

حضرت امیر معاویہؓ ہجرت سے سترہ سال پہلے پیدا ہوئے تھے یعنی وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چھ سال چھوٹے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی ماں ہند بنت عتبہ کی شادی اوّل فاکہ بن مغیرہ قریشی سے ہوئی تھی۔ فاکہ کو ایک مرتبہ اپنی بیوی ہند کی عصمت و پاک دامنی کے متعلق شبہ گذرا اس نے ہند کو ٹھوکریں مار کر گھر سے نکال دیا۔ اس کا لوگوں میں چرچا ہوا اور ہند کے باپ عتبہ نے بیٹی سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے صاف بتاؤ۔ اگر فاکہ تم کو متہم کرنے میں سچا ہے تو ہم کسی شخص سے کہہ دیں گے وہ فاکہ کو قتل کر دے گا اور ہم بدنامی سے بچ جائیں گے لیکن اگر وہ جھوٹا ہے اور بلاوجہ بدنام کرتا ہے تو ہم اس معاملہ کو کسی کاہن کی طرف رجوع کریں گے۔ ہند نے اپنی برات وبے گناہی ثابت کرنے کے لئے قسمیں کھائیں اور الزام سے قطعی انکار کیا۔ عتبہ کو جب بیٹی کی بے گناہی کا یقین آگیا تو اس نے فاکہ بن مغیرہ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی قوم بنی مخزوم کے لوگوں کو ہمراہ لے کر یمن کے کسی کاہن کے پاس چلے اسی طرح عتبہ بن ربیعہ بھی اپنے ہمراہ عبد مناف کے چند لوگوں اور ہند کو معہ اس کی ایک سہیلی کے لے کر روانہ ہوا۔ کاہن کے پاس ان لوگوں نے پہنچ کر کہا کہ ان دونوں عورتوں کے معاملہ کی طرف توجہ کیجئے۔

کاہن اوّل ہند کی سہیلی کے پاس گیا۔ اور اس کے دونوں مونڈھوں پر کچھ ضربیں لگا کر کہا کہ اٹھ، پھر ہند کے پاس آیا اور اس کو بھی مار کر کہا اٹھ نہ تجھ سے کوئی بدی سرزد ہوئی ہے نہ تو نے زنا کیا ہے اور تو ایک پادشاہ کو جنے گی جس کا نام معاویہؓ ہوگا۔ فاکہ نے یہ سن کر ہند کا ہاتھ پکڑ لیا۔ مگر ہند نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا کہ اگر میرے پیٹ سے کوئی بادشاہ ہونے والا ہے تو وہ تیرے نطفہ سے نہ ہوگا۔ چنانچہ اس تصدیق بے گناہی کے بعد ہند نے فاکہ سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ اس کے بعد ابوسفیان بن حرب نے ہند سے شادی کر لی اور معاویہؓ پیدا ہوئے۔

یا معاویہؓ کی پیدائش کے وقت ابوسفیان کی عمر چالیس سال سے کچھ زیادہ تھی ابوسفیان
آنحضرت صلعم سے دس سال عمر میں بڑے تھے۔ امیر معاویہؓ میں لڑکپن ہی سے ایسے علامات
پائے جاتے تھے جس سے لوگ اُن کو کسرائے عرب کہتے تھے۔ اُن کی دانائی، خوش تدبیری
شائستہ روی اور اعتدال پسندی کی خاص طور پر شہرت تھی۔ وہ طویل القامت۔ سرخ و
سفید رنگ۔ خوبصورت اور رعب دار آدمی تھے۔ حضورؐ نے امیر معاویہؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ
عرب کے کسریٰ ہیں جس روز معاویہؓ تم میں سے اُٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ بہت سے
سر جسموں سے جُدا کئے جائیں گے۔ آخر عمر میں امیر معاویہؓ کا پیٹ کسی قدر بڑھ گیا تھا اور منبر
پر بیٹھ کر خطبہ سُناتے تھے۔ بیٹھ کر خطبہ سُنانے کی ابتدا امیر معاویہؓ ہی سے ہوئی۔ امیر معاویہؓ
خوب پڑھے لکھے آدمی تھے فتح مکہ کے روز اپنے باپ ابوسُفیان کے ہمراہ آکر پچیس سال
کی عمر میں مسلمان ہوتے اور پھر وفاتِ نبوی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، جنگ حنین اور محاصرہ
طائف میں بھی شریک تھے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں تشریف لاکر عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ
منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو امیر معاویہؓ بھی آپ کے ہمراہ مدینہ میں آئے اور کاتب وحی مقرر ہوئے کتابت وحی کی خدمت
کے علاوہ باہر سے آئے ہوئے وفود کی مدارات اور اُن کے قیام و طعام کا اہتمام بھی آنحضرت صلعم کی
طرف سے امیر معاویہؓ کو سپرد تھا۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ
نے جب امیر معاویہؓ کے بھائی یزیدؓ بن ابی سفیان کو ایک لشکر کے ساتھ شام کی طرف
بھیجا تو امیر معاویہؓ کو ایک دستہ فوج دے کر اُن کا کمکی مقرر کیا۔ فتوحاتِ شام میں انھوں
نے اکثر لڑائیوں کے اندر بطور مقدمۃ الجیش کارہائے نمایاں انجام دیئے اور اپنی شجاعت و مردانگی
کا سکہ دلوں پر بٹھایا۔ فاروقِ اعظمؓ نے ان کو علاقہ اردن کا مستقل حاکم مقرر کیا۔ طاعون
عمواس میں جب حضرت ابو عبیدہؓ اور یزید بن ابی سفیانؓ وغیرہ صحابی فوت ہوگئے تو فاروقِ
اعظمؓ نے اُن کو اُن کے بھائی یزید کی ولایت دمشق کا والی مقرر فرمادیا۔ علاقہ اردن اور
دوسرے اضلاع بھی ان کی حکومت میں شامل رہے۔ فاروقِ اعظمؓ جب بیت المقدس
تشریف لے گئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے بھی ان کا استقبال کیا۔ اور فاروقِ اعظمؓ کے ہمرکاب
رہے۔ فاروقِ اعظمؓ نے امیر معاویہؓ پر اعتراض کیا کہ تم نے شاہانہ شان و شکوہ اختیار کی ہے
اور سُنا ہے کہ تم نے دربان بھی مقرر کئے ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا کہ ملکِ شام
کی سرحدوں پر قیصر کی فوجوں کا اجتماع اور حملہ آوری کا ہمیشہ خطرہ رہتا ہے۔ قیصر کے

جاسوس ملکِ شام میں پھیلے ہوتے ہیں۔ قیصر اور عیسائیوں کو مرعوب رکھنے کے لئے ظاہری شان و شوکت اور قیصر کے جاسوسوں سے محفوظ رہنے کے لئے دربانوں کو ضروری سمجھتا ہوں۔

فاروق اعظمؓ نے اس جواب کو معقول سمجھ کر پھر کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فاروق اعظمؓ سے بحری حملے کی اجازت طلب کی کہ قسطنطنیہ پر بحری حملہ کیا جائے اور بحرِ روم کے جزیروں کو بھی فتح کر لیا جائے۔ لیکن فاروق اعظمؓ نے اُن کو اس کی اجازت نہیں دی۔ فاروقِ اعظمؓ کے بعد جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو اُنھوں نے امیر معاویہؓ کو تمام ملک شام اور اُس کے متعلقات کا حاکم بنا دیا۔ بحری فوج کے تیار کرنے کی بھی اجازت دے دی۔ اُن کے اختیارات کو بھی وسیع کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے تمام مُلکِ شام پر قابض و متصرف ہو کر اُس مُلک میں حکومتِ اسلامیہ کو خوب مضبوط و مستحکم کیا اور ہمیشہ قیصر روم کو اپنی طرف سے خائف و مرعوب رکھ کر اس امر کا موقع نہیں دیا کہ عیسائی لوگ اسلامی ممالک پر حملہ آوری کی جرأت کر سکیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں جو جو کچھ کیا اُس کا ذکر پہلی جلد میں آ چکا ہے۔ ربیع الاول ۴۱ھ کے آخر عشرہ میں حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے درمیان مصالحت ہوئی اور تمام عالم اسلامی نے امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اُن کو خلیفۂ وقت تسلیم کیا۔ اس وقت یعنی ربیع الاول ۴۱ھ تک امیر معاویہؓ بیس سال سے ملکِ شام کے حاکم چلے آتے تھے۔ اس کے بعد سے وہ تمام عالم اسلامی کے خلیفہ اور شہنشاہ ہو کر بیس سال اور زندہ رہے۔ اُن کی حکمرانی کا کُل زمانہ چالیس سال ہے۔ اس چالیس سال کے نصف اوّل میں وہ ایک صوبہ دار یا گورنر تھے اور نصفِ آخر میں خلیفہ یا شہنشاہ۔ نصفِ اوّل کے مجمل حالات اور اہم واقعات پہلی جلد میں بیان ہو چکے ہیں اس جگہ ہم کو اُن کے حالات بحیثیت خلیفہ یعنی نصفِ آخر کے واقعات بیان کرتے ہیں اور اُن کا نام بطور خلیفہ زیبِ عنوان کیا گیا ہے۔

فضائل و خصائل

حضرت امیر معاویہؓ سے ایک سو تریسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ جن کو بعد میں ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، ابو الدرداءؓ وغیرہ صحابہ اور ابن المسیب و حمید بن عبد الرحمٰن وغیرہ تابعین

نے روایت کیا ہے۔ آپ کے فضائل میں بھی بہت سی حدیثیں مشہور ہیں۔ ترمذی نے احادیث
حسن کی ذیل میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے امیر معاویہؓ کی نسبت فرمایا کہ "الٰہی معاویہؓ کو
ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا کر دے"۔ مسند امام احمد حنبل میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم
نے فرمایا کہ "الٰہی معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھا اور عذاب سے بچا"۔ خود امیر معاویہؓ کہتے
ہیں کہ مجھ کو خلافت کی اُس وقت سے اُمید تھی جب کہ آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ
جب تو بادشاہ ہو جائے تو لوگوں سے اچھی سلوک پیش آنا۔ حضرت امیر معاویہؓ کا حلم اور اُن کی
دانائی ضرب المثل کے طور پر مشہور تھی۔ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ اپنے عہد خلافت میں
حج سے فارغ ہو کر مدینہ میں آئے اور یہاں چند روز ٹھہرے ایک روز عبداللہ بن محمدؓ بن عقیل
بن ابی طالب امیر معاویہؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ابو قتادہؓ انصاری بھی اُس طرف آ نکلے۔
امیر معاویہؓ نے اُن کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھ سے ملنے کے لئے تمام لوگ آئے مگر انصار نہیں آئے۔
ابو قتادہؓ نے فرمایا کہ ہمارے پاس سواری نہیں ہے اس لئے نہیں آسکے امیر معاویہؓ نے کہا
کہ تمہارے اُونٹ کیا ہوئے انھوں نے جواب دیا کہ تمہارے اور تمہارے باپ کے تعاقب
میں ہمارے سارے اونٹ تھک گئے ہیں۔ پھر کہنے لگے ہم نے آنحضرت صلعم سے سُنا ہے کہ
میرے بعد ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ حق دار کے مقابلہ میں غیر حق دار کو ترجیح دیں گے۔
امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ پھر ایسی حالت کی نسبت آنحضرت صلعم نے کچھ فرمایا ہے کہ کیا کرنا چاہیئے!
ابو قتادہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس حالت کی نسبت ارشاد فرمایا
ہے کہ صبر کرنا چاہیئے۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ بس پھر تم صبر کرو۔

قریش میں سے ایک جوان آدمی امیر معاویہؓ کے پاس گیا اور اُن کو بُرا بھلا کہنے لگا۔
امیر معاویہؓ نے اُس کی بدزبانی سُن کر فرمایا کہ اے میرے بھتیجے اس حرکت سے باز آجا۔ کیونکہ
بادشاہ کا غصہ بچے کا سا ہوتا ہے اور اُس کا مواخذہ شیر کا سا۔ شعبی کا قول ہے کہ عاقلانِ عرب
چار ہیں۔ معاویہؓ۔ عمروؓ بن العاص۔ مغیرہؓ بن شعبہؓ۔ زیادؓ۔ معاویہؓ حلم و خرد مندی کی وجہ
سے۔ عمرو بن العاصؓ مشکلات پیش آمدہ کے سلجھا لینے کی قابلیت کے سبب۔ مغیرہؓ اوسان
خطا نہ ہونے کی وجہ سے اور زیاد ہر چھوٹی بڑی بات میں۔ نیز قاضی بھی چار ہیں۔ عمرؓ۔ علیؓ۔
ابن مسعودؓ۔ زیدؓ بن ثابتؓ جابرؓ کا قول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر قرآن و
فقہ کا عالم اور طلحہؓ بن عبیداللہ سے بڑھ کر بغیر سوال کے عطا کرنے والا اور معاویہ سے بڑھ کر

حلیم و عقیل اور عمرو بن العاصؓ سے بڑھ کر خالص دوست میں نے نہیں دیکھا۔ حضرت عقیل بن ابی طالب ایک روز امیر معاویہؓ کے پاس گئے۔ امیر معاویہؓ نے ان کو دیکھ کر ازراہِ خوش طبعی کہا کہ دیکھو یہ عقیل ہیں ان کے چچا ابولہب تھے۔ حضرت عقیلؓ نے فوراً جواب میں کہا کہ دیکھو یہ معاویہؓ ہیں ان کی پھوپھی حمالۃ الحطب تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے حضرت امیر معاویہؓ کی نسبت دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اُن کا حلم غصہ کے لئے تریاق تھا اور اُن کی سخاوت زبانوں پر قفل لگا دیتی تھی۔ اُن کو دلوں کا جوڑنا خوب آتا تھا اور یہی سبب اُن کے استحکامِ حکومت کا ہوا۔ ایک روز امیر معاویہؓ نے خود فرمایا کہ حضرت علیؓ کے مقابلے میں مجھ کو جو کامیابی حاصل ہوئی اُس کے چار سبب ہیں:۔

اوّل۔ یہ کہ میں اپنے راز کو مخفی رکھتا تھا اور حضرت علیؓ تمام باتیں لوگوں پر ظاہر کر دیتے تھے۔

دوم۔ یہ کہ میرے پاس فرماں دار فوج تھی اور علیؓ کے پاس نافرمان لوگ تھے۔

سوم۔ یہ کہ میں نے جنگِ جمل میں مطلق حصہ نہیں لیا۔

چہارم۔ یہ کہ میں قریش میں مقبول تھا اور علیؓ سے لوگ ناراض تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے اہم واقعات

حضرت امیر معاویہؓ تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تو عالمِ اسلام میں عقائد و اعمال کے اعتبار سے تین قسم کے لوگ موجود تھے۔ پہلا گروہ شیعانِ علیؓ کا تھا یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مستحق خلافت سمجھتے اور اب اُن کے بعد اُنھیں کی اولاد کو منصبِ خلافت کا حق دار مانتے تھے۔ یہ گروہ عراق و ایران وغیرہ میں زیادہ آباد تھا اور مصر میں بھی اس خیال کے لوگ بکثرت پائے جاتے تھے۔ مگر حضرت امام حسن علیہ السلام کے خلافت چھوڑ دینے اور امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لینے سے اس گروہ کی تعداد پہلے سے بہت کم ہو گئی تھی۔ دوسرا گروہ شیعانِ معاویہؓ یا شیعانِ بنو اُمیہ کا تھا۔ اس گروہ میں تمام ملکِ شام اور بنو کلب وغیرہ بعض حجازی قبائل بھی شامل تھے۔

یہ لوگ حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کی وجہ سے امیر معاویہؓ اور بنو اُمیہ ہی کو مستحق

خلافت سمجھتے اور اُن کی امداد و اعانت کے لئے ہر طرح آمادہ تھے۔ تیسرا گروہ خوارج کا تھا یہ لوگ شیعانِ علیؓ اور شیعانِ بنی اُمیہ دونوں کو گمراہ اور کافر یقین کر کے ان کے مقابلہ میں ہر قسم کی قوت و شدت کام میں لاتے تھے۔ انھیں میں منافق اور سازشی لوگ بھی جو متفقہ طور پر عالمِ اسلامی کے دشمن تھے ملے جلے رہتے تھے۔ ان خوارج کی تعداد زیادہ تر ملکِ عراق یعنی بصرہ و کوفہ و ایران میں موجود تھی۔ ان تینوں گروہوں کے علاوہ ایک چوتھا گروہ بھی ایسے لوگوں کا موجود تھا۔ جو ان تمام جھگڑوں اور ہنگاموں سے الگ تھلگ رہنا اور خاموشی و گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ ان لوگوں میں اکثر جلیل القدر صحابہ شامل تھے یہ لوگ زیادہ تر مدینۂ منورہ اور مکۂ معظمہ میں پائے جاتے اور حجاز کے دیہات یا اونٹوں کی چراگاہوں میں زندگی بسر کرتے تھے امیر معاویۃؓ کو خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلے خوارج کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جب ربیع الاوّل ۴۱ھ کے آخر عشرہ میں صلح نامہ تحریر ہوا اور کوفہ میں حضرت امیر معاویۃؓ کے ہاتھ پر بیعتِ عام ہوئی تو فروہ بن نوفل اشجعی خارجی پانچ سو خارجیوں کی جمعیت لے کر علانیہ مخالفت پر آمادہ اور کوفہ سے نکل کر مقامِ نخلیہ میں جا کر خیمہ زن ہوا امیر معاویۃؓ نے ان لوگوں کے ساتھ زیادہ سختی و تشدد کو مناسب نہ سمجھ کر تدبیر سے کام لیا۔ اہلِ کوفہ کو جمع کر کے نصیحت کی اور کہا کہ یہ لوگ تمھارے ہی بھائی بند ہیں۔ تم ہی ان کو سمجھاؤ اور جنگ و مخالفت کے بد نتائج سے آگاہ کرو۔ قبیلۂ اشجع کے لوگوں پر یہ اثر ہوا کہ وہ گئے اور فروہ بن نوفل اشجعی کو پکڑ کر باندھ لائے۔ خارجیوں نے عبداللہ بن ابی الحوساء کو اپنا سردار بنا لیا اور صلح کی طرف قطعاً اپنا میلان ظاہر نہ کیا۔ آخر کوفیوں نے اُن کا مقابلہ کیا اور عبداللہ لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے بعد اُن کی تعداد صرف ڈیڑھ سو رہ گئی اور حوثرہ اسدی کو انھوں نے اپنا سردار بنایا۔ ان بقیہ لوگوں کو بھی مصالحت کی دعوت دی گئی۔ لیکن اُنھوں نے لڑ کر مر جانا پسند کیا اور مصالحت کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ آخر ابو حوثرہ اور اُس کے ہمراہی لڑ کر مارے گئے۔ اور کچھ لوگ عراق و ایران کے مختلف شہروں میں چلے گئے۔ یہ پہلا مقابلہ امیر معاویۃؓ کو خلیفہ مقرر ہوتے ہی کوفہ میں پیش آیا اور ساتھ ہی خارجیوں کی اسی قسم کی جمعیت کا حال معلوم ہوا کہ ہر شہر میں موجود اور تمام عراق میں پائی جاتی ہیں۔

عُمّال کا تقرر

حضرت امیر معاویۃؓ نے مصر کی حکومت تو پہلے ہی حضرت عمرو بن العاصؓ کو دے دی تھی۔ اب تمام عالمِ اسلام کے خلیفہ ہونے پر سعید بن

عاص کو مکہ کا اور مروان بن حکم کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ سعید و مروان دونوں اُن کے رشتہ دار تھے۔ اس لئے مکہ و مدینہ میں اُنھوں نے ان دونوں کو مامور و مقرر فرمایا تاکہ عالم اسلامی کے ان دونوں مرکزی شہروں میں اُن کے خلاف کوئی گروہ پیدا اور کوئی سازش کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ ہر سال حج کے لئے خود نہیں جاتے تھے اس لئے انھیں دونوں میں سے کوئی ایک امیر حج بھی ہوتا تھا۔ اُن کو اس بات کا بھی خیال تھا کہ مکہ و مدینہ کی مرکزیت سے فائدہ اٹھا کر ان دونوں میں سے کوئی ایک اگر چاہے تو اُن کے خلاف طاقت و اثر پیدا کر سکتا ہے لہٰذا وہ ان دونوں کو ہر سال ایک دوسرے کی جگہ تبدیل کرتے رہتے تھے۔ کوفہ میں بیعت خلافت لینے کے بعد ہی حضرت امیر معاویہؓ نے مغیرہ بن شعبہؓ کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ اور سمجھایا کہ خوارج کے فتنے کو جس طرح ممکن ہو دُور کرو۔ باقی صوبوں اور ولایتوں کے حاکموں کے نام پروانے بھیجے اور اُن کو لکھا کہ لوگوں سے ہمارے نام پر بیعت لے لو اور اپنے آپ کو ہماری جانب سے منصوب و مامور سمجھو۔ فارس کی حکومت پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زیاد بن ابی سفیان کو مقرر و مامور کر رکھا تھا۔ زیاد شیعانِ علیؓ میں سے سمجھا جاتا تھا۔ زیاد کی عقل و دانائی تمام ملکِ عرب میں مشہور تھی۔ فارس کے صوبہ پر زیاد کی حکومت نہایت عمدگی سے قائم تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ اگر زیاد منحرف ہو کر حضرت علیؓ کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ بنا کر اُس کی بیعت کر لے اور مجھ سے باغی ہو جائے تو بڑی مشکل پیش آئے گی اِس لئے اُنھوں نے زیاد کو قابو میں لانے کی تدبیر سب سے مقدم سمجھی۔

زیاد بن ابی سفیان

زیاد کی ماں سمیہ حارث بن کلات ثقفی کی لونڈی تھی۔ زیاد کے باپ کی نسبت لوگوں کو کچھ شبہ تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ سُمیہ کے ساتھ ابو سفیان نے زمانۂ جاہلیت میں نکاح کیا تھا اور ابو سُفیان کے نُطفہ سے زیاد کی پیدائش ہوئی تھی۔ زیاد کی شکل و صورت بھی ابو سفیان سے بہت مشابہ تھی۔ لیکن ابو سفیان کے خاندان والے اور امیر معاویہؓ زیاد کو ابو سفیان کا بیٹا تسلیم نہ کرتے تھے۔ زیاد نے جب یہ سُنا کہ امیر معاویہؓ کو خلیفہ وقت تسلیم کر لیا گیا تو اُنھوں نے بیعت کرنے اور امیر معاویہؓ کے خلیفہ تسلیم کرنے میں تامل کیا۔ امیر معاویہؓ

نے اس موقع پر یہی مناسب سمجھا کہ مغیرہ بن شعبہؓ کو جو زیاد کے دوست بھی تھے۔ امان نامہ دے کر زیاد کے پاس بھیجیں اور اُن کو ابو سفیان کا بیٹا تسلیم کر کے اپنے خاندان اور نسب میں شامل کر لیں چنانچہ مغیرہ بن شعبہؓ امان نامہ لے کر زیاد کے پاس فارس گئے اور وہاں کے تمام حساب و کتاب اور خزانہ کی تصدیق کر کے زیاد کو اپنے ہمراہ امیر معاویہؓ کے پاس لے آئے۔ امیر معاویہؓ نے زیاد کی خوب آؤ بھگت کی اُن کو اپنا بھائی تسلیم کیا۔ تمام تحریروں میں اُن کا نام ابی سفیان لکھا جانے لگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ زیاد کو ابی سفیان کا بیٹا یقین کرتے تھے کیونکہ اُن کے سامنے ابی سفیان نے خود ایک موقع پر فاروق اعظمؓ کی مجلس میں تسلیم کیا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔ اسی لئے انھوں نے زیاد کو فارس کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اب امیر معاویہؓ نے زیاد کی عزت اور مرتبہ بڑھا کر زیاد کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ اور اہل بصرہ کے درست کرنے اور درست رکھنے کی فرمائش کی۔ زیاد نے بصرہ میں پہنچ کر اہل بصرہ کو جامع مسجد میں مخاطب کر کے ایک نہایت زبردست تقریر کی۔ اہل بصرہ اس زمانے میں زیادہ ناہموار ہو گئے تھے اور چوریوں ڈکیتیوں اور بغاوتوں کا بہت زور تھا۔ زیاد نے بصرہ میں جاتے ہی مارشل لا جاری کر دیا اور حکم دیا کہ جو شخص رات کو اپنے گھر سے باہر راستے یا میدان میں دیکھا جائے گا وہ فوراً بلا سماعت عذر قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اس حکم کی بڑی سختی سے تعمیل ہوئی اور چند روز کے بعد اہل بصرہ کے تمام بل نکلے کی طرح نکل گئے۔

حضرت امیر معاویہؓ بصرہ میں زیاد کو اور کوفہ میں مغیرہؓ کو مقرر فرما کر عراق و فارس کی طرف سے بہت مطمئن ہو گئے تھے کیونکہ ایران کے تمام صوبے کوفے اور بصرے کے ماتحت تھے۔ زیاد کی حکومت امیر معاویہؓ نے براہِ راست فارس، جزیرہ اور سجستان تک وسیع کر دی تھی اور یہ تمام علاقے گورنر بصرہ کی حکومت میں شامل کر کے مشرقی فتنوں کا سدِ باب اُنھوں نے کر دیا تھا۔ خوارج کے فتنے آئے دن عراق و فارس میں برپا ہوتے رہتے تھے لیکن زیاد و مغیرہؓ دونوں نے اِن فتنوں کو بڑی قابلیت اور ہمت کے ساتھ فرو کیا اور کوئی ایسی نازک حالت پیدا نہ ہونے دی جس سے امیر معاویہؓ کی پریشانیوں میں اضافہ ہو۔ زیاد نے اپنے متعلقہ علاقوں میں صرف سختی ہی سے کام نہیں لیا بلکہ جہاں کہیں نرمی اور محبت کی ضرورت ہوتی تھی وہاں نرمی اور رعایت سے بھی کام لیتے تھے۔ ایک مرتبہ اُن کو معلوم ہوا کہ ابو الخیر جو ایک بہادر اور عقلمند شخص ہے خوارج کا ہم خیال ہو گیا ہے۔ اُنھوں نے فوراً ابو الخیر کو بلایا اور جندی سابور کا عامل

مقرر کرکے بھیج دیا اور اس طرح پیش آنے والے خطرہ کا نہایت عمدگی کے ساتھ سدِّ باب ہو گیا۔

مصر کے حاکم حضرت عمرو بن العاصؓ ۴۳ھ میں فوت ہوئے اُن کی جگہ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو کو مصر کا حاکم مقرر کیا۔ اسی سال کوفہ میں خوارج نے یہ دیکھ کر کہ مغیرہ بن شعبہ زیاد بن ابی سفیان کی طرح زیادہ سختی نہیں کرتے اور چشم پوشی سے بہت کام لیتے ہیں بغاوت کے لئے ایک سازش شروع کی۔ مغیرہ بن شعبہ کی جگہ اگر کوفہ میں زیاد بن ابی سفیان ہوتے تو خوارج کو اس سازش کی جُرأت نہ ہوتی زیاد بن ابی سفیان خوارج کی نبض کو خوب پہچانتے تھے۔ اور بصرہ والوں کو انھوں نے اچھی طرح سیدھا کر دیا تھا۔ مستورد بن علقمہ کی سرداری میں تین سو سے زیادہ خوارج یکم شوال ۴۳ھ کو عین عیدالفطر کے روز کوفہ سے نکلے۔ مغیرہ نے ان تین سو کی گرفتاری کے لئے تین ہزار کا لشکر بھیجا، مقابلہ ہوا اور تین سو خوارج نے تین ہزار کے لشکر کو شکست دی۔ اس کے بعد اور فوج بھیجی گئی۔ اُس کو بھی شکست ہوئی۔ بالآخر معقل بن قیس کی سرداری میں ایک زبردست لشکر مغیرہ نے روانہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معقل بن قیس اور مستورد بن علقمہ دونوں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے اور خوارج کے پانچ آدمیوں کے سوا سب کے سب کھیت رہے۔ اس واقعہ کا یہ اثر ہوا کہ خوارج کی طرف سے مغیرہ بن شعبہ زیادہ چوکس رہنے لگے۔

قیصر روم کی طرف سے ملک شام کی شمالی سرحدوں کو ہمیشہ خطرہ رہتا تھا۔ شام کے ساحل پر بحری حملوں کا بھی اندیشہ تھا۔ مصر و افریقہ پر بھی رومیوں کی بحری چڑھائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے مشرقی مسائل کی طرف سے مطمئن ہو کر رومی خطرہ کی طرف اپنی تمام تر ہمت صرف کی۔ بحری فوج تیار کی۔ بحری فوج کے سپاہیوں کی تنخواہیں زیادہ مقرر کیں تاکہ بحری فوج میں داخل ہونے کی لوگوں کو ترغیب ہو۔ تقریباً دو ہزار جنگی کشتیاں تیار کرائیں جنادہ بن اُمیہ کو بحری فوج کا سپہ سالار یا امیر البحر مقرر فرمایا۔ بری فوجوں کو پہلے سے زیادہ مضبوط کیا۔ انتظامی فوج کے علاوہ مصافی فوج اور جارحانہ پیش قدمی کرنے والی فوج کا جداگانہ انتظام کیا اس فوج کے دو حصے بنائے ایک کا نام شاتیہ یعنی سرمائی فوج رکھا دوسری کا نام صائفہ یعنی گرمائی لشکر تجویز کیا۔ گرمی و سردی دونوں موسموں میں بری فوج سرحدوں پر رومی لشکر کو ہٹانے اور دبانے میں مصروف رہنے لگی اُدھر بحری لشکر نے تعرض

روڈس وغیرہ جزیروں کو اپنا مستقر و مرکز بنا کر قدیمہ کے جہازوں کو بحر روم سے بے دخل کرکے ...ت وشام کے ساحلوں کو بحری حملے سے محفوظ کر دیا۔ ۴۳ھ میں سجستان کے ملحقہ علاقے ...بج وغیرہ فتح ہوئے اسی سال برقہ و سوڈان کی طرف اسلامی لشکر نے پیش قدمی کی اور ان علاقوں میں حکومت اسلامیہ کا رقبہ بہت وسیع ہوا۔

قسطنطنیہ پر حملہ

۴۸ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے قیصر کی طاقتوں کا اندازہ کرنے کے بعد مناسب سمجھا کہ اب قیصر کے دار السلطنت قسطنطنیہ پر بحری حملہ کرکے قیصری رعب کو مٹا دیا جائے اور آئندہ کے لیے عیسائیوں کے حوصلوں کو ایسا پست کیا جائے کہ وہ اسلامی حدود کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکیں۔ انھوں نے قسطنطنیہ پر فوج کشی کرنے کا ارادہ مصمم فرما کر مکہ و مدینہ میں بھی اعلان کرا دیا کہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا حملہ ہونے والا ہے۔ صحابہ کرام میں چونکہ آنحضرت صلعم کی یہ حدیث مشہور تھی اور سب کو معلوم تھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ

"پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا وہ مغفرت یافتہ ہے۔"

لہٰذا صحابہ کرام میں سے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، حسینؓ بن علیؓ، ابو ایوب انصاریؓ وغیرہم وعدہ مغفرت کے شوق میں آ آ کر شریک لشکر ہوتے۔ ایک عظیم الشان لشکر مرتب ہو گیا۔ تو سفیان بن عوف کی سپہ سالاری میں قسطنطنیہ کی جانب روانہ کیا۔ سفیان بن عوف کی ماتحتی میں اپنے بیٹے یزید کو بھی جو صاف فوج کا افسر تھا۔ ایک حصہ فوج کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔ یہ لشکر بحری راستے سے روانہ ہوا اور ایک حصہ بری راستے سے بھی قسطنطنیہ کی جانب روانہ کیا گیا۔ مسلمانوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ چونکہ فصیل شہر مضبوط اور شہر کا محل وقوع قدرتی طور پر بے حد محفوظ تھا۔ لہٰذا یہ محاصرہ اور مسلمانوں کا حملہ کامیاب نہ ہو سکا۔ بعض بڑے بڑے جاں باز شیر مرد اسلامی لشکر کے شہید ہوئے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے اثنائے محاصرہ ہی میں وفات پائی اور فصیل شہر کے نیچے دفن کیے گئے۔ سردی کی شدت اور قدرتی موانع کے سبب مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کیے بغیر واپس چلے آئے۔ بظاہر یہ حملہ ناکام ثابت ہوا کیونکہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا قبضہ نہ ہو سکا۔ لیکن نتائج کے اعتبار سے مسلمانوں کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی یعنی

قیصر اور قیصری لشکر نے مسلمانوں کے واپس چلے جانے کو بہت ہی غنیمت سمجھا اور اس کے بعد قیصر کی طرف سے کسی حملہ آوری کا خطرہ بالکل دور ہو گیا۔ وہ تمام علاقے جو اب تک مسلمانوں اور عیسائیوں کے متنازعہ فیہ چلے آتے تھے۔ مستقل طور پر مسلمانوں کے قبضہ و تصرف میں آ گئے۔

۵۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے عقبہ بن نافع کو مصر و برقہ و سوڈان کا سپہ سالار بنا کر بھیجا اور بعد میں دس ہزار کا لشکر اُن کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ مغرب کی جانب برّاعظم افریقہ کو فتح کرتے ہوئے چلے جائیں۔ بربری لوگوں کی اب تک یہ حالت رہی تھی کہ جب کبھی اسلامی لشکر اُن کے علاقے میں پہنچتا وہ مسلمانوں کے فرماں بردار بن جاتے جب مسلمانوں کو غافل اور دوسری طرف مصروف دیکھتے باغی ہو کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیتے۔ عقبہ بن نافع نے مصر و برقہ سے گذر کر مغرب الادنیٰ یعنی ٹیونس و طرابلس پر حملہ کیا اور اس تمام علاقہ کو فتح کرنے کے بعد مغرب الاوسط یعنی تلمسان و الجزائر (الجیریا) کی طرف بڑھے۔ اسی سال مکران و بلوچستان کے عامل عبداللہ بن سوار نے سندھیوں کی تادیب کے لئے سندھ پر حملہ کیا اور سندھیوں نے جو پہلے سے جنگ کی تیاری کئے ہوئے تھے مقام کیکان میں جم کر مقابلہ کیا۔ عبداللہ بن سوار میدان جنگ میں شہید ہوئے اُن کے بعد مہلب بن ابی صفرہ نے سندھ پر انتقاماً چڑھائی کی اور سندھ کا ایک بڑا حصہ فتح کیا۔

یزید کی ولیعہدی

اسی سال یعنی ۵۰ھ میں مغیرہ بن شعبہ کوفہ سے دمشق گئے اور انھوں نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ میں نے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا واقعہ مدینہ میں دیکھا ہے۔ اور تمام نظارے میری آنکھوں میں گھوم رہے ہیں کہ خلافت کے متعلق مسلمانوں میں کیسی کیسی ہنگامہ آرائیاں ہوئی ہیں۔ پس میرے نزدیک مناسب یہ ہے۔ کہ آپ اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد خلیفہ نامزد فرما دیں۔ اسی میں مسلمانوں کی بہتری اور رفاہیت ہے۔ امیر معاویہؓ کو اب تک اس کا خیال بھی نہ گذرا تھا کہ اپنے بیٹے کو خلیفہ بنانے کی تمنا کریں۔ مغیرہ بن شعبہ سے یہ الفاظ سُن کر پہلی مرتبہ اُن کی توجہ اس طرف مائل ہوئی۔ انھوں نے مغیرہ سے کہا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ لوگ میرے بعد میرے بیٹے کی خلافت کے لئے بیعت کر لیں؟

مغیرہ نے کہا کہ یہ بات بڑی آسانی سے ممکن ہے۔ کوفہ والوں کو میں آمادہ کرلوں گا بصرہ والوں کو زیاد بن ابی سفیان مجبور کردیں گے۔ مکہ و مدینہ میں مروان بن حکم اور سعید بن عاص لوگوں کو ہموار کرسکیں گے۔ ملک شام میں کسی قسم کی مخالفت کا امکان ہی نہیں یہ سن کر امیر معاویہؓ نے مغیرہ کو کوفہ کی جانب واپس بھیجا کہ وہاں جاکر اس کام کو انجام دو۔ اسی واقعہ کو ایک دوسری روایت میں اس طرح لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے مغیرہ بن شعبہ حاکم کوفہ کو لکھا کہ تم میرا یہ خط پڑھتے ہی اپنے آپ کو معزول سمجھو مگر جب یہ خط مغیرہ کے پاس پہنچا تو انھوں نے اس کی تعمیل میں دیر کی۔ جب وہ امیر معاویہؓ کے پاس گئے تو انھوں نے تعمیل حکم میں دیر کرنے کی وجہ دریافت کی۔ مغیرہ نے کہا کہ دیر کی وجہ یہ تھی کہ میں ایک خاص کام کی تیاری میں مصروف تھا۔ امیر معاویہؓ نے پوچھا کہ وہ کیا کام تھا۔ مغیرہ نے کہا کہ میں لوگوں سے تمھارے بیٹے یزید کی آئندہ خلافت کے لئے بیعت لے رہا تھا۔ امیر معاویہؓ یہ سن کر خوش ہوگئے اور انھوں نے مغیرہ کو پھر بحال کرکے کوفہ کی جانب روانہ کردیا۔ جب دمشق سے کوفہ میں واپس آئے تو کوفہ والوں نے پوچھا کہ کہئے کیا گذری؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں معاویہؓ کو ایک ایسی دلدل میں پھنسا آیا ہوں کہ وہ اس سے قیامت تک نہیں نکل سکتا بہرحال اس میں شک نہیں کہ امیر معاویہؓ کو مغیرہ بن شعبہ ہی نے ایک ایسے کام پر آمادہ کیا جس سے آئندہ مسلمانوں میں باپ کے بعد بیٹا بادشاہ ہونے لگا۔ اور مشورہ و انتخاب کا دستور جاتا رہا۔ یزید امیر معاویہؓ کا بیٹا تھا۔ باپ کو بیٹے کے ساتھ محبت ہونا اور باپ کا بیٹے کی حکومت و عزت بڑھانے کے لئے کوشش کرنا ایک نظری تقاضا ہے۔ اس سے امیر معاویہؓ کچھ نہ کچھ معذور بھی سمجھے جاسکتے ہیں۔ لیکن مغیرہ بن شعبہ کی طرف سے کوئی معذرت پیش نہیں ہوسکتی۔

مغیرہ نے کوفہ میں آکر وہاں کے شرفاء و رؤساء کو بلاکر اس بات پر آمادہ کیا کہ یزید کی ولی عہدی پر رضامند ہوجائیں۔ جب کوفہ کے بااثر لوگ اس بات پر رضامند ہوگئے اور انھوں نے اس بات کو تسلیم کرلیا کہ آئندہ مسلمانوں کو فتنہ و فساد اور خون ریزی سے اسی طرح نجات مل سکتی ہے کہ امیر المومنین اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد نامزد فرمادیں تو مغیرہ نے اپنے بیٹے موسیٰ کے ہمراہ اکابر کوفہ کا ایک وفد امیر معاویہؓ کے پاس روانہ کیا۔ ان لوگوں نے دمشق میں حاضر ہوکر امیر معاویہؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم اس رائے کو پسند کرتے ہیں کہ یزید کی ولی عہدی

کے لئے بیعت لے لی جائے۔ اس وفد کے آنے سے امیر معاویہؓ کے ارادے اور خواہش میں جو مغیرہ پیدا کرگئے تھے اور بھی قوت پیدا ہو گئی۔ انھوں نے وفدِ مذکور کو عزت کے ساتھ رخصت کیا اور کہا کہ جب وقت آئے گا تو تم لوگوں سے بیعت لے لی جائے گی۔ امیر معاویہؓ بہت دور اندیش اور احتیاط کو کام میں لانے والے شخص تھے۔ وہ یہ اندازہ کرنا چاہتے تھے کہ عالم اسلام کی کثرت آراء اُن کی خواہش کے موافق ہے یا نہیں۔ اب انھوں نے ایک طرف مروان بن حکم والیٔ مدینہ کو دوسری طرف زیاد بن ابی سفیان والیٔ بصرہ کو لکھا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں مجھ کو خوف ہے کہ میرے بعد مسلمانوں میں خلافت کے لئے فتنہ وفساد برپا نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں کسی شخص کو نامزد کر دوں کہ وہ میرے بعد خلیفہ ہو۔ بوڑھے لوگوں میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا نوجوانوں میں میرا بیٹا یزید سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ لوگوں سے احتیاط کے ساتھ اس معاملہ میں مشورہ کرو۔ اور اُن کو یزید کی آئندہ خلافت کے لئے بیعت کرنے پر آمادہ کرو۔ زیاد بن ابی سفیان والیٔ بصرہ کے پاس خط پہنچا تو انھوں نے بصرہ کے ایک رئیس عبید بن کعب نمیری کو بُلا کر امیر معاویہؓ کا خط دکھایا اور کہا کہ میرے نزدیک امیر المومنینؓ نے اس معاملہ میں عجلت سے کام لیا ہے اور اچھی طرح غور نہیں فرمایا کیونکہ یزید ایک لہو ولعب میں مصروف رہنے والا نوجوان ہے۔ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ سیر وشکار میں بہت مشغول رہتا ہے۔ وہ ضرور اُس کی بیعت میں پس وپیش کریں گے۔ عبید بن کعب نے کہا کہ آپ کو امیر المومنینؓ کی رائے کے خلاف اظہار رائے کی ضرورت نہیں آپ مجھ کو دمشق بھیج دیجئے۔ میں یزید سے جا کر ملوں گا۔ اور اُس کو سمجھاؤں گا کہ تم اپنی حالت میں اصلاح پیدا کرو تاکہ تمھاری بیعت میں کوئی دقت اور رُکاوٹ پیدا نہ ہو یقین ہے کہ یزید ضرور اس نصیحت کو مان لے گا۔ جب اُس کی حالت میں خوش گوار تبدیلی پیدا ہو گی تو پھر لوگوں کو بھی بیعت میں کوئی تامل نہ ہو گا اور امیر المومنینؓ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ زیاد نے اس رائے کو پسند کر کے فوراً عبید کو دمشق کی جانب روانہ کر دیا۔ عبید نے یزید کو تمام نشیب فراز سمجھائے اور یزید نے اپنی حالت میں نمایاں تبدیلی پیدا کر کے لوگوں کی زبانوں کو بند کیا۔

مدینہ منورہ میں جب مروان کے پاس یہ خط پہنچا تو اُس نے شرفائے مدینہ کو جمع کر کے اوّل صرف اس قدر سُنایا کہ امیر المومنین کا ارادہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مسلمانوں کو فتنہ وفساد سے محفوظ رکھنے کے لئے کسی شخص کو اپنے بعد خلافت کے لئے نامزد فرما دیں۔ یہ سُن کر سب نے

کہا کہ یہ رائے بہت پسندیدہ ہے ہم سب اس کے موید ہیں۔ چند روز کے بعد مروان بن حکم نے پھر لوگوں کو جمع کیا اور سنایا کہ دمشق سے امیر المومنینؓ کا دوسرا خط آیا ہے انھوں نے لکھا ہے کہ ہم نے مسلمانوں کی بہتری کو مدنظر رکھتے ہوئے یزید کو ولی عہدی کے لئے منتخب کیا ہے۔ یہ سن کر عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور حسین بن علیؓ نے سخت مخالفت کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ انتخاب مسلمانوں کی بہتری کے لئے نہیں بلکہ بربادی کے لئے کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس طرح تو خلافت اسلامیہ قیصر وکسریٰ کی سلطنت سے مشابہ ہو جائیگی کہ باپ کے بعد بیٹا تخت نشین ہوا کرے۔ یہ انتخاب منشائے اسلام کے مخالف ہے۔

اس جگہ جملۂ معترضہ کے طور پر اس طرف توجہ دلانی ضروری ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مروان بن حکم نے امیر معاویہؓ کے منشاء کا اعلان کیا ہے تو حضرت امام حسنؓ کے انتقال کو چند ہی مہینے گذرے تھے۔ لوگوں کو عام طور پر اس بات کا بھی علم تھا کہ امام حسنؓ سے مصالحت کرتے وقت عبداللہ بن عامر کی کوشش کے موافق امیر معاویہؓ معاہدۂ صلح میں اس اقرار کو اپنی طرف سے درج کرانے پر آمادہ تھے کہ اُن کے بعد امام حسنؓ خلیفہ بنائے جائیں لیکن حضرت امام حسنؓ نے یہ بات صلح نامہ میں درج نہیں کرائی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اگرچہ امام حسن علیہ السلام کی آئندہ خلافت کا کوئی تذکرہ عہد نامہ میں نہیں ہوا مگر عالم اسلام حضرت امام حسنؓ کی خلافت پر متفق ہو جائے گا۔ مروان بن حکم نے مدینہ میں جب پہلی مرتبہ امیر معاویہؓ کے خط کا مضمون سنایا تو اکثر کا خیال اسی طرف گیا کہ امام حسنؓ کی وفات کے سبب حضرت امیر معاویہؓ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ کسی کو خلافت کے لئے نامزد کریں کیونکہ جب تک امام حسنؓ زندہ تھے اُس وقت تک وہ امام حسنؓ ہی کو نامزد شدہ آئندہ خلیفہ سمجھتے تھے۔ اس تصور میں ایک طرف حضرت امیر معاویہؓ کی پاک طینتی وانصاف پسندی مضمر تھی تو دوسری طرف اُن لوگوں کے دلوں میں جو اپنے آپ کو تختِ خلافت کا مستحق سمجھتے تھے اُمید کی جھلک پیدا ہو گئی تھی۔ مروان نے جب دوسری مرتبہ یزید کی نسبت اعلان کیا تو وہ دونوں باتیں جو پہلے اعلان سے پیدا ہوئی تھیں یک لخت منہدم ہو گئیں۔ اور حسن علیہ السلام کی وفات کے بعد ہی اس کارروائی کے متعلق قسم قسم کے شبہات پیدا ہونے لگے۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک مضمون آفرینی کی کہ حضرت امیر معاویہؓ ہی نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا تھا۔ یزید کی ولی عہدی کے ابتدائی اعلان سے پیشتر کسی قسم کا وہم وگمان بھی اس طرف منتقل نہیں ہوا تھا

کہ امام حسنؓ کی وفات اور امیر معاویہؓ کی خواہش و کوشش میں کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ اس جگہ قارئین کرام کو اس طرف توجہ دلانی مناسب ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کا دامن زہر خورانی امام حسنؓ سے قطعاً پاک ہے اور مغیرہ بن شعبہؓ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو یزید کی ولی عہدی کے متعلق توجہ دلائی تھی خود اُن کو تو پہلے کوئی خیال ہی نہ تھا۔

مغیرہ بن شعبہؓ جس طرح یزید کی ولی عہدی میں محرک تھے۔ اسی طرح وہ اس کام کے سرانجام دلانے کے مہتمم اور سب سے زیادہ کوشش کرنے والے بھی تھے۔ حضرت امیر معاویؓ اہلِ مدینہ اور اہلِ حجاز کی مخالفت کا حال مروان بن حکم کے خط سے معلوم کرنے کے بعد کچھ خاموش تھے اور سوچ رہے تھے۔ کہ اہلِ مدینہ کو کس طرح رضامند کیا جائے کہ اتنے میں خبر پہنچی کہ کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ نے وفات پائی۔ یہ ۵۱ھ کا واقعہ ہے۔ مغیرہ بن شعبہ کی خبر وفات سُن کر اُنھوں نے زیاد بن ابی سفیان کو کوفہ کی حکومت بھی سپرد کردی اور زیاد حاکم عراقین کہلائے۔

زیاد بن ابی سفیان کوفہ میں

زیاد بن ابی سفیان کو بصرہ و کوفہ دونوں جگہ کی حکومت سپرد کرنے میں یہ بھی مصلحت تھی کہ جس طرح وہ تمام اہلِ عراق کو بیعتِ یزید پر آمادہ کرنے کی خدمت انجام دے سکتے تھے کوئی دوسرا اس کام کو بہ حسن و خوبی پورا نہیں کرسکتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہؓ کے مزاج میں کسی قدر نرمی اور درگذر بھی تھی لیکن زیاد بن ابی سفیان عراقیوں کے مزاج سے خوب واقف تھے وہ جانتے تھے کہ جب تک اِن کے ساتھ سختی نہ برتی جائے۔ یہ راہ راست پر قائم نہیں رہ سکتے اسی لئے اُن کی حکومت کا زمانہ بہت کامیاب رہا اور وہ سب سے پہلے شخص ہیں جو کوفہ و بصرہ دونوں کے حاکم مقرر ہوئے اور بعد میں تمام ایران و خراسان بھی ترکستان تک اُن کے سپرد کردیا گیا تھا۔ زیاد بن ابی سفیان نے بصرہ میں سمرہ بن جندب کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اور خود کوفہ کو دو ہزار آدمی لے کر روانہ ہوئے۔ کوفہ کی جامع مسجد میں جاکر جب پہلی مرتبہ اُنھوں نے خطبہ سُنانا شروع کیا تو اہلِ کوفہ نے جو اپنے حاکموں کی تحقیر اور حکومت وقت کی خلاف ورزی کے عادی تھے۔ اُن کے ساتھ بھی تمسخرانہ برتاؤ شروع کیا یعنی چاروں طرف

سے اُن کی جانب سنگریزے آنے لگے ۔ زیاد نے فوراً خطبہ ختم کرکے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ مسجد کا محاصرہ کرکے کسی شخص کو باہر نہ نکلنے دیں پھر مسجد کے دروازے پر کرسی بچھا کر بیٹھ گئے اور چار چار شخصوں کو بُلا کر قسمیں لینے لگے کہ اُنھوں نے سنگریزے پھینکے ہیں یا نہیں کُل تیس آدمی ایسے نکلے جنھوں نے سنگریزے پھینکے تھے باقیوں کو چھوڑ کر ان تیس کے ہاتھ کٹوا دیئے ۔ اسی طرح اور بعض سخت سزائیں اہلِ کوفہ کو ان کی غلطیوں پر دی گئیں تو چند روز میں وہ بالکل سیدھے ہو گئے ۔ زیاد چھ مہینے کوفے میں اور چھ مہینے بصرے میں رہنے لگے ۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عُمّال کے نام ایک حکمِ عام جاری کیا کہ لوگوں سے یزید کی خوبیاں بیان کرو ۔ اور اپنے اپنے علاقوں کے بااثر لوگوں کا ایک ایک وفد میرے پاس بھیجو کہ میں بیعتِ یزید کی نسبت لوگوں سے خود بھی گفتگو کروں ۔ چنانچہ ہر صوبے سے ایک ایک وفد دمشق میں آیا ۔ امیر معاویہؓ نے ان سے الگ الگ بھی گفتگو کی ۔ پھر ایک مجلس ترتیب دے کر سب کو اس میں جمع کیا اور کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا ۔ جس میں حمد و ثنا کے بعد اسلام کی خوبیاں ۔ خلفاء کے فرائض و حقوق حکام کی اطاعت اور عوام کے فرائض بیان فرما کر یزید کی شجاعت ، سخاوت ، عقل و تدبر اور انتظامی قابلیت کا ذکر کرکے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ یزید کی ولی عہدی پر بیعت کر لینی چاہیئے ۔ ان وفود میں مدینے سے محمد بن عمرو بن حزم گئے تھے ۔ اُنھوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ امیر المومنین ! آپ یزید کو خلیفہ تو بنائے جاتے ہیں لیکن ذرا اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ قیامت کے دن آپ کو اپنے اس فعل کا خدائے تعالیٰ کی جناب میں جواب دہ ہونا پڑے گا ۔ امیر معاویہؓ نے سُن کر فرمایا کہ میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے اپنی رائے کے موافق میری خیر خواہی کی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس وقت لڑکے ہی لڑکے رہ گئے ہیں ۔ اور میرا بیٹا اُن میں زیادہ مستحق ہے ۔ اس کے بعد ضحاک بن قیس کھڑے ہوئے اُنھوں نے اپنی زبردست تقریر میں حضرت امیر معاویہؓ کے خیال کی خوب زور شور سے تائید کی اُن کے بعد اور لوگ یکے بعد دیگرے کھڑے ہوئے اور سب نے تائید ہی کی ۔ مصر سے احنف بن قیس گئے تھے اور وہ خاموش تھے ۔ جب سب کی تقریریں ہو چکیں تو امیر معاویہؓ نے احنف بن قیس کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ آپ کیوں خاموش ہیں ۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر جھوٹ بولوں تو خدا سے ڈر لگتا ہے ۔ اور سچ بولوں تو آپ کا خوف ہے ۔ آپ ہم سے اس معاملہ میں مشورہ کیوں لیتے ہیں ۔ آپ ہم سے زیادہ یزید کی حالت کے واقف ہیں آپ کی ذمہ داری پر ہم بیعت

کرنے کو تیار رہیں حضرت امیر معاویہؓ نے احنف بن قیس کے ان الفاظ کو بھی بہت غنیمت سمجھ اور بعد میں اُن کو بھاری انعام دے کر خوش کیا۔ اسی طرح باہر سے آتے ہوئے وفود کو خوب انعام واکرام سے مالا مال و خوش حال کر کے واپس بھیجا۔ امیر معاویہؓ کو سب سے زیادہ حجاز یعنی مکہ و مدینہ کے لوگوں کا خیال تھا اور وہیں ایسے لوگ موجود تھے جو جرأت کے ساتھ اظہار مخالفت کر سکتے تھے۔ انھوں نے ۵۱ھ کے آخر ایام میں حج بیت اللہ کا ارادہ کیا مصلحت اس میں یہ بھی تھی کہ وہ اہلِ حجاز کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہوں چنانچہ وہ اوّل مدینہ منورہ پہنچے۔ اُن کی آمد کی خبر سُن کر عبداللہ بن زبیرؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ اور حسین علیہ السلام مدینہ سے مکہ کو چلے گئے۔ انھوں نے مدینہ میں پہنچ کر لوگوں کو خوب انعام واکرام دیتے۔ اور اُن کے دلوں پر قبضہ پاکر اپنا ہم خیال بنایا اور مروان بن حکم کو سمجھایا کہ مدینہ والوں کے روزینے بڑھا دو۔ ان کو قرض کی ضرورت ہو تو بلا دریغ بیت المال سے قرض دو اور قرض کی وصولی کا تقاضا نہ کرو جس سے مخالفت کا زیادہ اندیشہ ہو۔ اس طرح ان کو زیر بار احسان بناؤ۔ اس کے بعد مکہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں مذکورہ بالا چاروں حضرات کو اپنے پاس بلایا اور یزید کی بیعت کے معاملہ میں گفتگو کی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ میں صرف اس قدر اقرار کر سکتا ہوں کہ تمھارے بعد جس شخص کی خلافت پر لوگ متفق ہو جائیں گے میں اس کو خلیفہ تسلیم کر لوں گا۔ اگر ایک حبشی غلام کو بھی لوگ خلیفہ بنالیں گے تو میں اس کی بھی اطاعت کروں گا اور جماعت کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ ہم آپ کے سامنے چند باتیں پیش کرتے ہیں۔ آپ ان میں سے جس کو چاہیں اختیار فرمالیں۔ اوّل یہ کہ آپ آنحضرت صلعم کی سنت پر عمل کریں اور خلافت کے معاملہ کو ویسے ہی بلا نامزدگی مسلمانوں کے انتخاب پر چھوڑ جائیں کہ وہ جس کو چاہیں خلیفہ بنالیں اور اگر آپ کو یہ پسند نہیں ہے تو سنتِ صدیقی پر عمل کریں کہ ایسے شخص کو اپنا قائم مقام مقرر فرما جائیں جو نہ آپ کی قوم کا ہو نہ خاندان کا۔ یہ بھی پسند نہ ہو تو پھر آپ سنتِ فاروقی پر عامل ہوں کہ ایسے چھ شخصوں کو نامزد کر جائیں، جو نہ آپ کے خاندان و قبیلے کے ہوں، نہ اُن میں آپ کا بیٹا ہو۔ وہ چھ شخص اپنے آپ میں سے جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں۔ ان تینوں صورتوں کے سوا اور کوئی چوتھی صورت نہیں جس پر ہم رضا مند ہو سکیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی ان باتوں کی تائید باقی صاحبوں نے بھی کی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حج سے فارغ ہو کر مذکورہ حضرات کے سوا باقی تمام اہلِ مکہ سے یزید کی ولی عہدی

کے متعلق بیعت لی اور لوگوں کو اپنی جود و عطا سے مالا مال کیا۔ اس میں شک نہیں کہ لوگوں کو یزید کے معاملے میں اپنا ہم خیال و ہم نوا بنانے کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے مال و دولت سے زیادہ کام لیا اور ممکن ہے کہ وہ یزید کی نامزدگی و ولی عہدی کو حقیقتاً عالمِ اسلام کے لئے زیادہ مفید اور مسلمانوں کی فلاح و صلاح کا موجب یقین کرتے ہوں اور اس کے مضر پہلو قطعاً اُن کی نگاہ کے سامنے نہ آئے ہوں حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر وہ واپس دمشق میں آئے تو خبر سُنی کہ کوفہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فوت ہو گئے۔ امیر معاویہؓ نے زیاد کو بصرہ و کوفہ کا حاکم تو پہلے ہی بنا دیا تھا۔ اور سجستان تک کا علاقہ اُن کے ماتحت تھا۔ اب اُنھوں نے مناسب سمجھا کہ سندھ و کابل و بلخ و جیحون و ترکستان تک کے تمام مشرقی ممالک زیاد کے ماتحت مقرر کر دیئے جائیں۔ چنانچہ زیاد کا مرتبہ اب اس قدر بلند ہو گیا کہ وہ خود فارس و خراسان وغیرہ صوبوں کے گورنر اپنے اختیار سے مقرر کرتے اور جس کو چاہتے معزول کر دیتے۔ زیاد نے ان تمام مشرقی ممالک کا انتظام بڑی قابلیت اور خوبی کے ساتھ قائم رکھا اور خوارج کو کبھی سر اُبھارنے کا موقع نہیں دیا۔ امیر معاویہؓ کو زیاد کی وجہ سے بہت بڑی امداد ملی اور ایسے لائق اور قابل شخص کا ہاتھ آ جانا اُن کی خوش قسمتی تھی۔ اگر زیاد ان مشرقی ممالک میں امن و امان قائم نہ رکھ سکتے تو خوارج کے خروج اور منافقوں کے فتنے برپا ہو ہو کر امیر معاویہؓ کو اتنا ہوش ہی نہ لینے دیتے کہ وہ یزید کی بیعت کے اہتمام و انصرام میں اطمینان سے مصروف ہو سکتے۔ اُدھر مشرقی ممالک کے ہنگاموں کا مغربی ممالک پر بھی بہت برا اثر پڑتا اور قیصری حملوں سے کبھی حضرت امیر معاویہؓ کو اطمینان و سکون حاصل نہ ہوتا۔

مصر و افریقہ وغیرہ کا حاکم حضرت امیر معاویہؓ نے مسلمہ بن مخلد کو عبداللہ بن عمرو کے بعد مقرر فرمایا تھا عقبہ بن نافع فہری جو طرابلس الغرب اور الجیریا و مراکو کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ اور جن کو حضرت امیر معاویہؓ نے خود اس مہم پر نامزد و مامور فرما کر روانہ کیا تھا۔ اب مسلمہ بن مخلد گورنر مصر کے ماتحت کر دیئے گئے تھے۔ مدینہ میں مروان بن حکم اور مکہ میں سعید بن العاص حاکم تھے۔ شام و فلسطین براہ راست حضرت امیر معاویہؓ کے زیر انتظام تھے۔ اُدھر عقبہ بن نافع فہری نے شمالی افریقہ کی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر شہر قیروان کی آبادی کا سنگ بنیاد ایک جنگل کو صاف کر کے رکھا۔ افریقہ کے لئے قیروان کی فوجی چھاؤنی ایسی ہی ضروری تھی جیسی عراق کے لئے بصرہ و کوفہ۔ ۵۵ھ میں قیروان کی آبادی پایۂ تکمیل کو پہنچی تھی کہ مسلمہ بن مخلد نے عقبہ بن نافع کو معزول

کرکے اُن کی جگہ اپنے ایک غلام ابوالمہاجر کو سپہ سالار مقرر کر دیا۔ عقبہ بن نافع دمشق میں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس چلے آئے۔ مروان وسعید و عقبہ وغیرہ کئی صاحب الرائے اور صاحبِ عزم و ہمت سرداروں کے دمشق میں موجود ہو جانے اور زیاد بن ابی سفیان کے اکثر بلادِ اسلامیہ پر مستولی ہو جانے کے بعد ۵۲ھ میں یزید کی ولی عہدی کے لئے تمام عالم اسلام میں عاملوں کی معرفت بیعتِ عام لی گئی۔ صرف تین چار شخص یعنی عبداللہ بن زبیرؓ وحسینؓ بن علیؓ وغیرہ نے بیعت نہیں کی۔ ان لوگوں کو حضرت امیر معاویہؓ نے اُن کے حال پر چھوڑ دیا اور زیادہ مجبور کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

زیاد بن ابی سفیان کی موت

۵۳ھ میں زیاد بن ابی سفیان مرضِ طاعون سے فوت ہوئے اور حضرت امیر معاویہؓ کو اُن کے فوت ہونے کا سخت ملال ہوا۔ زیاد نے امیر معاویہؓ سے فرمائش کی تھی کہ مجھ کو عراق وفارس کے علاوہ حجاز وعرب کی حکومت سپرد کی جائے۔ امیر معاویہؓ نے اس فرمائش اور خواہش کو منظور کر لیا تھا۔ لیکن اہلِ حجاز اس خبر کو سُن کر خائف ہوئے اور عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گئے کہ زیاد کی حکومت سے کس طرح محفوظ رہیں اُنھوں نے قبلہ رُو ہو کر دعا کی سب نے آمین کہی اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ زیاد کی اُنگلی میں ایک دانہ نکلا اور اُسی میں وہ فوت ہوئے زیاد نے کوفہ کے اندر ماہ رمضان المبارک میں وفات پائی۔ زیاد نے کوفہ کی حکومت اپنی طرف سے عبداللہ بن خالد بن اسید کو سپرد کر رکھی تھی۔ زیاد کی وفات کے بعد اُن کا بیٹا عبیداللہ بن زیاد کی عمر پچیس سال کی تھی امیر معاویہؓ نے کہا کہ تمھارے باپ نے کس کس کو کہاں کہاں کی حکومت عطا کی۔ عبیداللہ نے کہا کہ بصرہ کی حکومت سمرہ بن جندب کو اور کوفہ کی حکومت عبداللہ بن خالد بن اسید کو۔ امیر معاویہؓ نے کہا تمھیں کہاں کی حکومت دی تھی۔ عبیداللہ نے کہا مجھ کو کہیں کی حکومت سپرد نہیں کی۔ معاویہؓ نے فرمایا کہ جب تمھارے باپ نے تم کو کہیں کی حکومت نہیں دی تو پھر میں بھی تم کو کہیں کا حاکم مقرر نہ کروں گا۔ عبیداللہ نے کہا کہ میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت وبدنامی ہوگی کہ میرے باپ نے بھی مجھ کو کہیں کا حاکم مقرر نہیں فرمایا اور اب آپ میرے چچا ہیں آپ بھی مجھ کو کوئی سرداری عطا نہیں فرماتے۔ امیر معاویہؓ نے کچھ سوچ کر اور عبیداللہ کو قابل پا کر بصرہ وخراسان وفارس کا اعلیٰ حاکم مقرر فرما دیا سعید بن

عثمان بن عفانؓ نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت کر لی تھی۔ جب اُن کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زبیرؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ حسین بن علیؓ وغیرہ نے بیعت نہیں کی تو انھوں نے کہا کہ میرا باپ ان لوگوں کے باپ سے کم نہ تھا۔ میں نے ناحق یزید کے لئے بیعت کی پھر انھوں نے امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے باپ نے آپ کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی تھی۔ آپ بتائیے کہ آپ نے مجھ پر کیا احسان کیا۔ امیر معاویہؓ نے خراسان کا صوبہ عبیداللہ بن زیاد سے نکال کر سعید بن عثمانؓ کو دے دیا اور مہلب بن ابی صفرہ کو سعید کا کمکی اور سپہ سالار مقرر کیا۔ زیاد کے بعد انھوں نے مروان و سعید کو پھر مدینہ و مکہ کی حکومت پر بھیج دیا۔

زیاد بن ابی سفیان کے فوت ہوتے ہی خارجیوں نے پھر سر اُٹھایا اور عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کا حاکم مقرر ہوتے ہی اوّل خارجیوں سے معرکہ آرا ہونا پڑا۔ خارجیوں کی جماعتوں نے متواتر خروج شروع کر دیا اور امیر معاویہؓ کی وفات تک عبیداللہ بن زیاد خارجیوں کی سرکوبی میں مصروف رہا۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی وفات

۵۸ھ میں حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہؓ فوت ہو کر جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ آپ مروان کی مخالفت کیا کرتی تھیں کیونکہ اُس کے اعمال اچھے نہ تھے۔ مروان نے ایک روز دھوکے سے دعوت کے بہانے بُلا کر ایک گڑھے میں جس میں ننگی تلواریں اور خنجر وغیرہ رکھ دیئے تھے آپ کو گرا دیا آپ بہت ضعیف اور بوڑھی تھیں زخمی ہوئیں اور انھیں زخموں کے صدمہ سے فوت ہو گئیں۔

۵۹ھ میں حضرت ابوہریرہؓ نے وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی میں لڑکوں کی حکومت اور ۶۰ھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ چنانچہ اُن کی یہ دعا قبول ہوئی اور وہ ۶۰ھ سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔

شروع ماہ رجب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ بیمار ہوئے اس بیماری میں جب اُن کو

یقین ہونے لگا۔ کہ اب آخری وقت قریب آگیا ہے تو اُنھوں نے یزید کو بُلوایا۔ یزید اُس وقت دمشق سے باہر شکار میں یا کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ فوراً قاصد روانہ ہوا اور یزید کو بلا کر لایا۔ یزید حاضر ہوا تو اُنھوں نے اُس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، کہ

"اے بیٹے میری وصیت کو توجہ سے سُن اور میرے سوالوں کا جواب دے اب خدائے تعالیٰ کا فرمان یعنی میری موت کا وقت قریب آچکا ہے۔ تو بتا کہ میرے بعد مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتا ہے۔"

یزید نے جواب دیا کہ

"میں کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہؐ کی پیروی کروں گا۔"

حضرت معاویہؓ نے کہا کہ

"سنّتِ صدیقی پر بھی عامل ہونا چاہیئے کہ اُنھوں نے مُرتدین سے جنگ کی اور اس حالت میں فوت ہوئے کہ اُمّت اُن سے خوش تھی۔"

یزید نے کہا کہ

"نہیں صرف کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہؐ کی پیروی کافی ہے۔"

امیر معاویہؓ نے پھر کہا کہ:۔

"اے بیٹے سیرتِ عمرؓ کی پیروی کر کہ اُنھوں نے شہروں کو آباد کیا اور فوج کو قوی کیا کہ اور مالِ غنیمت فوج پر تقسیم کیا۔"

یزید نے جواب دیا کہ:۔

"نہیں صرف کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہؐ کی پیروی کافی ہے۔"

امیر معاویہؓ نے کہا کہ:۔

"اے بیٹے سیرتِ عثمان غنیؓ پر عامل ہونا کہ اُنھوں نے لوگوں کو زندگی میں فائدہ پہنچایا اور سخاوت کی۔"

یزید نے کہا کہ:۔

نہیں صرف کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہؐ ہی میرے لئے کافی ہے۔"

امیر معاویہؓ نے یہ سُن کر فرمایا کہ:۔

"اے بیٹے! تیری ان باتوں سے مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ تو میری باتوں پر

عمل درآمد نہ کرے گا بلکہ میری وصیت اور نصیحت کے خلاف ہی کرے گا۔
اے یزید تو اس بات پر مغرور نہ ہونا کہ میں نے تجھ کو اپنا ولی عہد بنا دیا ہے
اور تمام مخلوق نے تیری فرماں برداری کا اقرار کر لیا ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کی
طرف سے تو زیادہ اندیشہ نہیں ہے کیونکہ وہ دنیا سے بیزار ہیں حسین بن علیؓ
کو اہلِ عراق ضرور تیرے مقابلے کے لئے میدان میں نکالیں گے تو اگر اُن پر
فتح پائے تو اُن کو قتل ہرگز نہ کرنا اور قرابت و رشتہ داری کا پاس و لحاظ رکھنا
عبداللہ بن زبیرؓ بھی روباہ باز شخص ہیں اُن پر اگر تو قابو پائے تو اُن کو قتل کر دینا
مکہ اور مدینہ کے رہنے والوں پر ہمیشہ احسان کرنا اور اہلِ عراق اگر ہر روز عامل کے
تبدیل کرنے کی فرمائش کریں تو ہر روز عامل کو اُن کی خوشی کے لئے تبدیل کرتے
رہنا۔ اہلِ شام کو ہمیشہ اپنا مددگار سمجھنا اور اُن کی دوستی پر بھروسہ کرنا"

اس کے بعد یزید پھر شکار میں چلا گیا۔ امیر معاویہؓ کی حالت دم بدم نازک ہوتی گئی۔ آخر
بروز جمعرات بتاریخ ۲۲ رجب ۶۰ھ کو اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی جانب رخصت
ہوئے ستتر سال کی عمر پائی۔

اُن کے پاس آنحضرت صلعم کے بال اور ناخن تھے۔ مرتے وقت اُنھوں نے وصیت کی کہ
یہ بال اور ناخن میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دینا۔ ضحاک بن قیس نے جنازہ کی نماز پڑھائی
دمشق میں باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان مدفون ہوئے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت پر ایک نظر

حضرت امیر معاویہؓ کی سلطنت کو جس کا زمانہ بیس سال ہے، ضرور کامیاب سلطنت کہا
جا سکتا ہے۔ کیونکہ اُن کے زمانۂ خلافت میں کوئی مدعی سلطنت اور اُن کا رقیب اُن پر خروج نہیں
کر سکا۔ اُن کے زمانے میں مشرق، مغرب، شمال، جنوب ہر طرف اسلامی حکومت کے رقبہ نے
وسعت پائی۔ کوئی مُلک اور کوئی علاقہ سلطنتِ اسلامیہ سے خارج نہیں ہوا کوئی ایسی بغاوت
اس عرصہ میں چھوٹی جو قابلِ تذکرہ ہو۔ ملک میں شورش اور شورش جیسی کہ حضرت علیؓ
کے زمانے میں عراق و ایران کے اندر پائی جاتی تھی باقی نہیں رہی مسلمانوں نے بحری لڑائیاں لڑنی
شروع کیں اور مسلمانوں کی بحری طاقت کا لوہا بھی رومیوں اور عیسائیوں نے مانا۔ اُن کے زمانے

میں زیاد بن ابی سفیان اور بعض دوسرے عاملوں نے عراقیوں اور ایرانیوں پر کسی قدر سختی اور تشدد کو روا رکھا لیکن ان عراقیوں اور ایرانیوں پر اگر یہ سختی اور تشدد نہ ہوتا تو ظلم تھا اور امیر معاویہؓ کی حکومت کا ایک نقص سمجھا جاتا۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے بر ید مقرر کئے اور ان کے لئے ایک نظام اور آئین مقرر فرمایا جس کو محکمۂ ڈاک کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے احکام پر مُہر لگانے اور ہر حکم کی نقل دفتر میں محفوظ رکھنے کا طریقہ انھوں نے ایجاد کیا اور امیر معاویہؓ کی مُہر پر لِکُلِّ عَمَلٍ ثَوَابٌ کندہ تھا خانہ کعبہ پر اب تک غلاف پہلے غلافوں کے اُوپر ہی چڑھائے جاتے تھے۔ اُنھوں نے تمام غلافوں کو اُتروایا اور حکم دیا کہ جب نیا غلاف چڑھایا جائے تو پُرانا غلاف اُتار لیا جائے۔ اسلام میں سب سے پہلے امیر معاویہؓ ہی نے پہرہ دار و دربان مقرر کئے۔ اُنھوں ہی نے سب سے پہلے محکمہ رجسٹری قائم کیا۔ سب سے پہلے اُنھوں ہی نے جہازات بنوائے اور بحری فوج تیار کی۔

حضرت امیر معاویہؓ اپنی حکومت قائم کرنے اور اپنی قوم اور خاندان کے اقتدار کو بنو ہاشم پر فائق کرنے کے ضرور خواہشمند تھے لیکن ساتھ ہی وہ اپنی اس خواہش کے پورا کرنے میں کسی ایسے شخص کو چیرہ دستی کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے جو بنو اُمیہ اور بنو ہاشم یا معاویہؓ اور علیؓ دونوں کا یکساں دشمن ہو یا سلطنتِ اسلامیہ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان مخالفت کی آگ مشتعل تھی۔ عیسائیوں کی ایک زبردست فوج نے ایران کے شمالی صوبوں پر جو حضرت علیؓ کی حکومت میں شامل تھے حملہ کرنا اور مسلمانوں کی نااتفاقی سے خود فائدہ اٹھانا چاہا۔ حضرت علیؓ اُس علاقے کو جس پر عیسائیوں کا حملہ ہونے والا تھا۔ بچانے کی کوئی کوشش نہیں کر سکتے تھے اگر عیسائیوں کا یہ حملہ ہوتا تو سلطنتِ اسلامیہ کا ایک وسیع ٹکڑا کٹ کر عیسائی حکومت میں شامل ہو جاتا۔ عیسائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مشکلات سے واقف اور امیر معاویہؓ کی طرف سے مطمئن تھے کیونکہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی مخالفت اور ایک دوسرے کے خلاف زور آزمائی بھی وہ دیکھ رہے تھے اُن کو توقع تھی کہ امیر معاویہؓ ہماری حملہ آوری سے خوش ہوں گے جو حضرت علیؓ کے خلاف کی جائے گی۔ لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے اس خبر کے سُنتے ہی عیسائی قیصر کی توقع کے خلاف ایک خط قیصر کے نام بھیجا جس میں لکھا تھا کہ ہماری آپس کی لڑائی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے اگر تم نے علیؓ کی طرف رُخ کیا تو علیؓ کے جھنڈے کے نیچے سب سے پہلا سردار جو تمھاری گوشمالی کے لئے آگے بڑھے گا وہ معاویہؓ ہوگا۔ اس خط کا اثر اُس سے بھی زیادہ ہوا جو ایک زبردست فوج کے بھیجنے

سے ہوتا اور عیسائیوں نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہؓ کی مخالفتوں کی وہ حیثیت اور وہ حقیقت ہرگز نہ تھی جو آج کل جہالت کی وجہ سے مسلمانوں میں مشہور ہے اُس کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے ہم کو یہ بات فراموش نہیں کر دینی چاہیئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھائی حضرت عقیلؓ بن ابی طالب امیر معاویہؓ کے مصاحب تھے اور امیر معاویہؓ کے بھائی زیاد بن ابی سفیان حضرت علی کی طرف سے فارس کے گورنر مقرر تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو زیاد بن ابی سفیان پر پورا اعتماد تھا اور امیر معاویہؓ کو عقیل بن ابی طالب سر دربار بُرا بھلا کہہ سکتے تھے اور ہمیشہ امیر معاویہؓ کی طرف سے مورد الطاف رہتے تھے۔

ایک خدشہ کا جواب

حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کا تذکرہ ختم کرنے سے پیشتر ایک خدشہ کا جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ "حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلعم کے تربیت کردہ آپ کے اہلِ بیت میں شامل آپ کے ساتھ ہمیشہ رہنے والے اور آپ کے چچا زاد بھائی اور داماد

تھے حضرت امیر معاویہؓ آنحضرت صلعم کے کاتبِ وحی۔ آپ کے دوست، آپ کے سالے یعنی حضرت ام حبیبہؓ کے بھائی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابی تھے۔ ان دونوں یعنی علیؓ و معاویہؓ میں مخالفت اور لڑائی کیوں ہوئی۔ پھر عمرو بن العاصؓ طلحہؓ، زبیرؓ، حضرت عائشہؓ وغیرہ صحابہؓ کی ایک معقول تعداد نے ان آپس کی مخالفتوں اور لڑائی جھگڑوں میں کیوں حصہ لیا۔ صحابہ کرام کے ان مشاجرات اور آج کل کے دنیاداروں کی لڑائیوں میں بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا پس کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ ان لوگوں پر صحبتِ نبویؐ کا وہ اثر نہیں ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔" اس خدشہ کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک صحابیؓ یقیناً نجمِ ہدایت ہے اور اس بزرگ و برتر پاک جماعت پر صحبتِ نبویؐ کا بے شبہ شک و ریب وہی اثر ہوا ہے جو ہونا چاہیے تھا۔ ہماری کوتاہ فہمی اور تنگ نظری ہے کہ ہمارے قلوب اس قسم کے شکوک و شبہات کا مقام و مسکن بن جاتے ہیں۔ سنو اور غور سے سنو کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو شریعت لے کر آئے اس میں نوعِ انسان کی بہبود و فلاح کے جمیع اصول اتم و اکمل طور پر موجود ہیں۔ آپ نے اس کامل و مکمل شریعت کی تعلیم و تبلیغ کا فرض پورے طور پر انجام دیا۔ اس شریعت کے بعد اب قیامت تک کوئی دوسری شریعت نازل ہونے والی نہیں جب کہ اس شریعت کا دامن قیامت کے دامن سے ملا ہوا ہے اور نوعِ انسان کو اپنی سعادت اور صلاح و فلاح تک پہنچنے کے لئے اسی شریعت کی احتیاج ہے تو اس جیسی عظیم الشان اور کامل شریعت کو دوسری شریعتوں کی مانند بگڑنے اور خراب ہونے سے بچانے کے لئے کوئی ایسا ہی عظیم الشان سامان اور بندوبست بھی ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ نوعِ انسان کی تسکینِ خاطر اور اطمینانِ قلب کے لئے خدائے تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون پس معلوم ہوا کہ اس شریعت کی حفاظت کے سامان خدائے تعالیٰ خود ہی حسبِ ضرورت پیدا کرتا رہے گا اور اس ساڑھے تیرہ سو سال کے عرصہ میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے شریعتِ حقہ کی حفاظت کے سامان خود ہی پیدا کئے ہیں جس طرح ہم نے رحمِ مادر میں اپنی حفاظت کے سامان ہم نے خود تجویز اور فراہم نہیں کئے تھے۔ جس طرح اپنی کھیتیوں کو سرسبز رکھنے کے لئے سمندر سے بخارات اٹھانے۔ بادل بنانے، ہوائیں چلانے اور مینہ برسانے کا مشورہ ہم نے خدائے تعالیٰ کو نہیں دیا تھا اسی طرح ہمارا کیا حق ہے کہ ہم شریعتِ اسلام کی حفاظت کے سامان اور طریقے خود تجویز کریں اور خدائے تعالیٰ کو مجبور کرنے کی جرأت کریں کہ وہ فلاں طریقہ استعمال کرے اور فلاں سامان کو کام میں نہ لائے۔ ہمارا تو جی چاہتا ہے کہ آسمان سے پکی پکائی روٹیاں برس جایا کریں اور

سالن کی پکی پکائی دیگچیاں زمین سے خود بخود اُبل پڑا کریں۔ لیکن خدائے تعالیٰ ہماری اس خواہش کا پابند و ماتحت نہیں بن سکتا۔ اُس نے تمازتِ آفتاب سے سمندروں کے پانی کو بھاپ بنایا۔ کرۂ ہوائی کی بلندیوں نے بادلوں کو اپنے کاندھوں پر اُٹھایا۔ ہواؤں نے چل کر ان بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا۔ طبقاتِ ہوا کی حرارت و برودت نے تغیرات پیدا کر کے بادلوں کو برسایا۔ کاشت کاروں نے زمین کو اپنے بیلوں اور آلاتِ کشاورزی کے ذریعہ نرم کیا۔ بیج بکھیرا۔ بادلوں سے بارش ہوئی۔ درخت اُگے۔ اُن کی حفاظت کی گئی۔ پک جانے کے بعد کھیتی کاٹی گئی۔ غلہ اور بھوس الگ کیا گیا۔ غلہ کو چکی میں پیس کر آٹا تیار ہوا۔ پھر اُس کو گوندھا گیا۔ پھر خاص صنعت کے ذریعہ روٹی پک کر تیار ہوئی۔ غور کرو اور سوچو کہ ایک روٹی کے مہیا کرنے میں خدائے تعالیٰ نے کس قدر طویل و پیچیدہ سلسلہ کاموں کا پسند فرمایا ہے۔ مگر یہ ہماری حماقت اور کج فہمی ہوگی اگر ہم خدائے تعالیٰ کو ملزم ٹھہرائیں اور اپنے مجوزہ اختصار کو ترجیح دیں۔ خدائے تعالیٰ کے کاموں کو طوالت پسندی سے متہم کرنا حقیقتاً ہماری نابینائی و بے بصیرتی ہے کیونکہ وہ لاتعداد حکمتیں جو اس سلسلہ کار و پیچیدہ راہِ عمل میں مضمر ہیں ہماری چشمِ کوتاہ و فہمِ نا تمام سے مستتر ہیں۔

اس تمہید کو ذہن میں رکھ کر سوچو گے تو یقیناً تسلیم کرو گے کہ صحابہ کرام کے مشاجرات درحقیقت خدائے تعالیٰ کی طرف سے ایک سامان تھا حفاظتِ شریعت کا اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اختلاف اُمتی رحمۃٌ ایک بابِ تھا حق و حکمت کا۔ لیکن ہم نالائقوں نے رحمت کو اپنے لئے زحمت بنا لیا اور بجائے اس کے کہ بصیرت اندوز و عبرت آموز ہوتے گمراہی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ امیر معاویہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ اور دوسرے صحابہ کرام کے تمام اختلافات اُن کے اجتہادات پر مبنی تھے۔ اُن میں سے اگر کسی سے غلطی بھی ہوئی تو وہ اجتہادی غلطی تھی نیت اور ارادے پر مبنی نہ تھی۔ اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو دیدہ و دانستہ شریعت اسلام اور احکام خداوندی و ارشاداتِ نبویؐ کی مخالفت پر آمادہ ہو سکتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو کچھ کیا اپنے نزدیک حق سمجھ کر کیا۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ جو کچھ کرتے تھے اپنے آپ کو حق و راستی پر سمجھ کر کرتے تھے۔ یہی حالت دوسرے صحابہ کرام کی تھی۔ جس نے جس کو حق پر سمجھا وہ اُسی کا طرف دار و حامی بن گیا اور یہ سب کچھ منشاءِ الٰہی کے ماتحت ہوا۔ خدائے تعالیٰ نے یہ اندرونی جھگڑے پیدا کر کے صحابہ کرام کی ایک

جماعت کو تو اِن کاموں میں مصروف کر دیا اور دوسری جماعت نے ان آپس کے تنازعات سے بددل ہو کر حکومت و سلطنت کے کاموں سے بالکل بے تعلقی اختیار کر کے تنہائی و گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ جب تک یہ اندرونی اختلافات پیدا نہیں ہوئے تھے صحابہ کرام کی تمامتر کوشش و ہمت کفار کا مقابلہ کرنے اور جنگ و پیکار کے میدانوں میں کامیابی حاصل کرنے میں صرف ہوتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافتوں کا تمام زمانہ ایسی معرکہ آرائیوں اور جنگ آزمائیوں سے پُر ہے کہ صحابہ کرام کے تمام طبقات کی نگاہیں میدانِ کارزار اور فتوحاتِ مُلکی کی طرف لگی رہتی تھیں۔ ان دونوں متبرک خلافتوں کے زمانہ میں بھی اگرچہ جمع قرآن کا کام انجام دیا گیا۔ جو اسی ابتدائی زمانہ میں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن یہ ممکن نہ تھا کہ صحابہ کرام کی کوئی معقول تعداد اور بزرگ جماعت یک سُو ہو کر اور فارغ بیٹھ کر اپنی تمامتر توجہ اور پوری ہمت فقہی مسائل کی ترتیب و تنظیم اور احادیثِ نبوی کی حفاظت و تبلیغ میں صرف کر سکے۔ مدینہ منورہ ایک ایسا فوجی کیمپ بنا ہوا تھا۔ جس کے شہنشاہ نشین خیمہ میں گویا میدانِ جنگ کے نقشے ہر وقت کھلے رہتے اور بڑے بڑے مدبر جنگی پالیسی متعین کرنے اور سردارانِ لشکر کی نقل و حرکت کے پروگرام تیار کرنے میں مصروف نظر آتے تھے۔ جوں جوں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا تھا یہ جنگی مصروفیت بڑھتی جاتی تھی اور وہ لوگ جو ایک اُستاد کی حیثیت سے درسِ شریعت دیتے اور نکاتِ حکمت سمجھاتے تلواروں کے گھاٹ اور تیروں کے پر درست کرنے میں مصروف اور تیروں کی اَنی کے مقابلے میں اپنے سینوں کو سپر بنانے میں زیادہ مشغول ہوتے جاتے تھے۔ اس جنگی مظاہرہ کی بھی اُس زمانے کی دنیا میں اسلام کو قائم رکھنے اور مسلمانوں کو بے خوف بنانے کے لئے بے حد ضرورت تھی۔ خلافتِ عثمانی میں وہ مطلوبہ حالت پیدا ہو گئی اور اسلام تمام دنیا میں ایک غالب مذہب اور زبردست طاقت تسلیم کر لیا گیا۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ اسلام کا مکمل نظام اور شریعت کے تمام پہلو محفوظ و مامون ہو جائیں اور صحابہ کرام کی ایک محترم جماعت کو موقع و فراغت میسر ہو کہ وہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لئے تابعین کی ایک ایسی جماعت تیار کر سکیں جو اُن کے بعد اوروں کو تعلیم دے سکے اور یہ سلسلہ آئندہ جاری رہ کر اسلام کی حفاظت کا موجب ہو لیں خدائے بزرگ و برتر نے اپنی قدرت کاملہ سے عبداللہ بن سبا اور اُس کے اتباع یعنی مسلم نما یہودیوں کی ایک جماعت پیدا کر کے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت۔ جنگ جمل اور جنگ صفین کے سامان یکے بعد دیگرے مہیا کر دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے

صحابیؓ جو میدانِ جنگ میں مستقیم و مستعد یا ... کے کارناموں کو تیغ ثابت کر رہے تھے۔ اپنی اپنی کمانوں اور تلواروں کو توڑ کر گھروں میں آ بیٹھے اور سپہ سالاری کے کام سے جدا ہو کر معلمی کے کام میں مصروف ہو گئے۔ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران جن کی سپہ سالاری میں جنگ قادسیہ کا خوں ریز میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا تھا ان اندرونی اختلافات کے وقت گوشہ نشینی و گم نامی کی زندگی اپنے لئے پسند کر کے اونٹوں بکریوں کے ریوڑ کی نگہداشت میں مصروف ہو گئے تھے۔ یہی حالت اور بھی بہت سے صحابہؓ کی تھی۔ فتوحات کا سلسلہ رُکنے اور اندرونی مخالفتیں برپا ہونے کے بعد بہت سے صحابہؓ شمشیر و تیر کے استعمال کو بُرا سمجھنے لگے۔ حالانکہ اور کوئی صورت ایسی ممکن ہی نہ تھی کہ ان کو میدانِ جنگ کی صف اوّل سے ہٹا کر پیچھے لایا جا سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہ شخص تھے جن کو خلیفہ وقت تسلیم کرنے کے لئے تمام عالم اسلام متفق اور ہم آہنگ ہو سکتا تھا۔ لیکن ان اندرونی جھگڑوں نے اُن کو بالکل گوشہ گزین و زاویہ نشین بنا دیا تھا۔ اس کتاب میں جن لوگوں کے نام اب تک تم بار بار پڑھ چکے ہو ان میں زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو کسی نہ کسی حیثیت سے اندرونی اختلافات میں شریک تھے لیکن صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی بھی تھی جنھوں نے ان جھگڑوں میں کوئی حصہ نہیں لیا اور اسی لئے اُن کا نام ان واقعات میں نہیں لیا جا سکا اس عظیم الشان جماعت نے ان اختلافات کے زمانے میں اُن لوگوں کو جو ادب و عقیدت سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے شریعتِ اسلام کی حقیقت سمجھائی اور سیرتِ نبوی سے اُن کو آگاہ کیا ان میں سے ہر ایک شخص ایک مدرس اور لوگوں کو حقیقتِ شرع سمجھانے میں مصروف تھا۔

مدینہ منورہ مہاجرین و انصار کا گہوارہ اور اس کے بعد خانہ کعبہ کی وجہ سے مکہ معظمہ دوسرا مرکزِ اسلام تھا۔ جب تک صحابہ کرامؓ کو تعلیم و تدریس کی فرصت میسر نہ تھی مدینہ منورہ دارالخلافہ رہا لیکن جب خدائے تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ سے تعلیم اسلام کا کام لینا چاہا تو مدینہ منورہ سے مرکزِ خلافت ہٹا دیا اور وہ مدینہ جو کچھ دنوں پہلے جنگی طاقت کا مرکز اور فوجی کیمپ بنا ہوا تھا ایک دارالعلوم کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ حدیث اور فقہ کی کتابوں کو تحقیق و تدقیق کی نگاہ سے دیکھو تو یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ حدیث و فقہ و تفسیر کا تمام تر مواد صرف اُسی زمانہ کا رہینِ منت ہے جس زمانہ میں کہ بعض صحابہ کرامؓ کے درمیان مشاجرات برپا تھے۔

اگر یہ مشاجرات برپا نہ ہوتے اگر حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی معرکہ آرائیاں نہ ہوتیں تو ہم آج شریعتِ اسلام کے ایک بڑے اور ضروری حصّے سے محروم و تہی دست ہوتے۔ مگر یہ کیوں ہونے لگا تھا۔ خدائے تعالیٰ خود اس دین کا محافظ و نگہبان ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کے سامان پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اُس نے وہ سامان یعنی حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں اختلاف پیدا کیا۔ اب اسی مذکورہ مدعا کے ایک دوسرے پہلو پر نظر کرو —
ہر ایک حکومت۔ ہر ایک سلطنت اور ہر ایک نظامِ تمدن کے لیے جس جس قسم کی رکاوٹیں دقتیں اور پیچیدگیاں پیدا ہونی ممکن ہیں اور آج تک دنیا میں دیکھی گئی ہیں اُن سب کے نمونے حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشاجرات میں موجود ہیں۔ ان مشکلات کے پیدا ہونے پر عام طور پر حکمرانوں، حکمران خاندانوں اور بادشاہوں نے آج تک جن اخلاق اور جن کوششوں کا اظہار کیا ہے اُن سب سے بہتر اور قابلِ تحسین طرزِ عمل وہ ہے جو صحابہ کرامؓ نے ایسی حالتوں میں ظاہر کیا۔ سلطنتوں کے بننے اور بگڑنے، قوموں کے گرنے اور اُبھرنے، خاندانوں کے ناکام رہنے اور بامراد ہونے کے واقعات سے اس دنیا کی تمام تاریخ لبریز ہے۔ چالاکیوں۔ ریشہ دوانیوں اور فریب کاریوں کے واقعات سے کوئی زمانہ اور کوئی عہدِ حکومت خالی نظر نہیں آتا۔ ان سب چیزوں کے متعلق ہم جب تلاش کرتے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہؓ کی مخالفتوں کی روئداد ہمارے سامنے یک جا سب کے نمونے پیش کر دیتی ہے اور ہم اپنے لیے بہترین طرزِ کار اور اعلیٰ ترین راہِ عمل تجویز کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ یہ ہماری نابینائی اور بدنصیبی ہے کہ ہم نے صحابہ کرام کی اجتہادی مخالفتوں اور حضرت امیر معاویہؓ و حضرت علیؓ کے مشاجرات کو بجائے اس کے کہ اپنے لیے موجبِ عبرت و بصیرت اور باعثِ خیر و نفع بناتے اپنی نااتفاقی و درندگی اور اپنی فلاکت و نکبت کا سامان بنا لیا ؎

ہر چہ گیرد علّتی علّت شود
آنچہ گیرد کاملے ملّت شود

مندرجہ بالا سطور کی نسبت شاید اعتراض کیا جائے کہ تاریخ نویسی کی حدود سے باہر قدم رکھا گیا ہے لیکن میں پہلے ہی اقرار کر چکا ہوں کہ میں لا مذہب مورخ بن کر اس کتاب کو نہیں لکھ رہا۔ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں ہی کے مطالعہ کی غرض سے میں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا ہے لہٰذا اس اظہارِ خیال سے کوئی چیز مجھ کو روک نہیں سکتی تھی۔

اب حضرت امیر معاویہؓ کے حالات ختم کرنے سے پیشتر اُن الفاظ کا نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جو آنریبل سید امیر علی صاحب سابق جج ہائی کورٹ کلکتہ نے جن کو شیعہ اور معتزلی کہا جاتا ہے اپنی کتاب تاریخِ اسلام میں مسعودی کے حوالے سے درج کئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر معاویہؓ روزانہ نماز فجر کے بعد مقامی فوج دار یا کپتان پولس کی رپورٹ سنتے اس کے بعد وزرا اور مشیران و مصاحبینِ خاص امورِ سلطنت اور مہمات ملکی کی سرانجام دہی کے لئے حاضر ہوتے۔ اسی مجلس میں پیش کار دربار اور محکمہ جات نے ناظم صوبجات سے آئی ہوئی رپورٹیں اور تحریریں سناتے۔ ظہر کے وقت نماز ظہر کی امامت کے لئے وہ محل سے باہر نکلتے اور نماز پڑھا کر مسجد ہی میں بیٹھ جاتے وہاں لوگوں کی زبانی فریادیں سنتے۔ عرضیاں لیتے۔ اس کے بعد محل میں واپس آکر رئیسوں کو شرفِ ملاقات بخشتے۔ پھر دوپہر کا کھانا کھاتے اور تھوڑی دیر قیلولہ کرتے۔ نماز عصر سے فارغ ہوکر وزیروں، مصاحبوں اور مشیروں سے ملاقات کرتے۔ شام کے وقت سب کے ساتھ دربار میں کھانا کھاتے اور ایک مرتبہ لوگوں کو ملاقات کا موقع دے کر آج کا کام ختم کر دیتے۔

بہ حیثیت مجموعی حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں سلطنت کے اندر اور باہر فتوحات کا سلسلہ قائم رہا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کا قول ہے کہ میں نے امیر معاویہؓ سے بڑھ کر مستقل مزاج بردبار شخص نہیں دیکھا ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ میں امیر معاویہؓ کی مجلس میں موجود تھا اور وہ مسند پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے اُن کے پاس تحریری رپورٹ پہنچی کہ قیصرِ روم اپنی پوری فوج کے ساتھ حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ امیر معاویہؓ نے اس کاغذ کو پڑھ کر میری طرف ڈال دیا۔ میں نے پڑھا اور منتظر رہا کہ دیکھوں اب یہ کیا کہتے ہیں مگر وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور کچھ نہ کہا۔ تھوڑی دیر میں ایک اور تحریر پہنچی کہ نائل بن قیس جو خوارج کا ایک سردار ہے اس نے ایک جمعیت فراہم کرلی ہے اور فلسطین پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

امیر معاویہؓ نے اس تحریر کو بھی پڑھ کر میری طرف پھینک دیا اور کچھ نہ کہا۔ میں اس تحریر کو پڑھ کر اور بھی زیادہ منتظر ہوا کہ اب یہ کیا کہتے ہیں۔ مگر وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور اُن کے چہرہ سے کوئی تغیر محسوس نہ ہوا۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک تیسرا خط پہنچا کہ موصل کے جیل خانہ کو توڑ کر خوارج قیدی فرار ہوگئے۔ اور موصل کے قریب اُن کا اجتماع ہو رہا ہے۔ امیر معاویہؓ نے

یہ تحریر پڑھ کر بھی میری طرف پھینک دی اور اسی طرح تکیہ لگائے بیٹھے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک اور خط پہنچا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک بڑی فوج کے ساتھ شام پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اس خط کو بھی پڑھ کر میری طرف پھینک دیا اور اسی طرح بیٹھے رہے۔

مجھ سے صبر نہ ہو سکا میں نے کہا کہ چار طرف سے غم کی خبریں آئی ہیں آپ اب کیا کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ قیصر اگرچہ بڑی فوج رکھتا ہے لیکن وہ مجھ سے صلح کرکے واپس چلا جائے گا نائل بن قیس اپنے مذہب اور عقیدہ کی وجہ سے جنگ کرتا ہے وہ جس ایک شہر پر قابض ہو گیا ہے چاہتا ہے کہ اس کو اپنے قبضے میں رکھے میں اس کو چھوڑ دوں گا تاکہ وہ اسی میں مشغول رہے وہ خوارج جو جیل خانہ توڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کے قید خانے سے کہاں بھاگ کر جائیں گے لیکن حضرت علیؓ کے معاملہ میں ہم کو سوچنے اور تدبیر کرنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح اُن سے خونِ عثمانؓ کا بدلہ لیا جائے۔ اس کے بعد وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اسی وقت ہر ایک معاملہ کے متعلق بندوبست کرکے احکام جاری کر دیئے اور پھر بدستور سابق تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملکِ شام میں امیر معاویہؓ کے شان و شکوہ کو دیکھکر فرمایا تھا کہ جس طرح ایران میں کسریٰ اور روم میں قیصر ہے اسی طرح عرب میں معاویہؓ ہے۔

صحابہ کرامؓ کی حکومت کا سلسلہ اب ختم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت صحابہ کرام کی سب سے آخری حکومت و سلطنت ہوگی جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آنے والا ہے۔

یزید بن معاویہؓ

ابو خالد یزید بن معاویہؓ بن ابی سفیان ۲۵ھ یا ۲۶ھ میں جب کہ حضرت امیر معاویہؓ تمام ملک شام کے حاکم تھے پیدا ہوا۔ اس کی ماں کا نام میسون بنت بحدل تھا جو قبیلہ بنو کلب میں سے تھی۔ نہایت موٹا تازہ آدمی تھا اور اس کے جسم پر بال بہت تھے۔ یزید نے پیدا ہوتے ہی حکومت و امارت کے گھر میں آنکھیں کھولی تھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ بہت ذی ہوش و مآل اندیش شخص تھے انھوں نے یزید کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص طور پر اپنی توجہ منعطف رکھی تھی۔ ایک یا دو مرتبہ اس کو امیر حج بھی بنا کر بھیجا گیا تھا فوج و لشکر کی سرداری بھی اس کو دی تھی قسطنطنیہ کے حملے اور محاصرے میں بھی وہ ایک حصہ فوج کا سردار تھا۔ اس کو شکار کا بہت شوق تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے مرض الموت میں وہ دمشق

نہ اندر موجود نہ تھا۔ آدمی بھیج کر اُس کو بلوایا گیا اور امیر معاویہؓ نے اُس کو وصیت کی لیکن مرض وصیت کے بعد بھی وہ باپ کے مرض کو خطرناک نہ سمجھ کر شکار میں چلا گیا۔ چنانچہ جب حضرت امیر معاویہؓ فوت ہوئے تو وہ دمشق میں موجود نہ تھا کئی دن کے بعد واپس آیا اور ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ شعر و شاعری میں بھی اُس کو دستگاہ کامل حاصل تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں اس کے لئے بیعت ہو چکی تھی۔ لیکن اکثر لوگ اسی وجہ سے اور بھی زیادہ اُس کی طرف سے منقبض اور دل سے ناراض تھے۔ مدینہ منورہ کے بعض اکابر نے تو بیعت سے قطعی انکار ہی کر دیا تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کا اپنی زندگی میں یزید کے لئے بیعت لینا ایک سخت غلطی تھی یہ غلطی غالباً محبت پدری کے سبب اُن سے سرزد ہوئی لیکن مغیرہ بن شعبہ کی غلطی ان سے بھی بڑی ہے کیونکہ اس غلطی کا خیال اور اُس پر عامل ہونے کی جرأت مغیرہ بن شعبہؓ ہی کی تحریک کا نتیجہ تھا۔ اسی لئے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے مسلمانوں میں ایک ایسی رسم جاری ہونے کا موقع پیدا کر دیا جس سے مشورہ جاتا رہا اور باپ کے بعد بیٹا بادشاہ ہونے لگا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے بعد اہل شام نے تو بلا تامل بطیب خاطر یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دوسرے صوبوں کے لوگوں نے بھی عمال کے ذریعہ بیعت کی اور جب سلطنت کے مقابلہ میں انکار کی جرأت نہ کر سکے۔ یزید نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی صوبوں اور ولایتوں کے عاملوں کو لکھا کہ لوگوں سے میرے نام پر بیعت لو۔ اس زمانہ میں مدینہ کے والی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان اور کوفہ کے والی نعمان بن بشیرؓ تھے۔ یہ دونوں عامل نیک طینت اور صلح جو انسان تھے ان دونوں کے مزاج میں سختی و درشتی دوسرے عاملوں کے مقابلہ میں بالکل نہ تھی۔

جب یزید کا حکم مدینہ میں ولید بن عتبہ کے پاس پہنچا ولید نے اکابر مدینہ کو جمع کر کے یزید کا خط سنایا۔ امام حسینؓ نے امیر معاویہؓ کی وفات کا حال سن کر اظہار افسوس کیا اُن کے لئے دعائے مغفرت کی اور ولید سے کہا کہ ابھی میری بیعت کے لئے جلدی نہ کیجئے۔ میں سوچ کر فیصلہ کروں گا مروان بن حکم جو پہلے مدینہ کا عامل اور اب ولید بن عتبہ کی ماتحتی میں بطور مشیر موجود تھا اُس نے ولید کو ترغیب دی کہ امام حسینؓ سے اسی وقت بیعت لے لی جائے اور ان کو جانے نہ دیا جائے۔ لیکن ولید نے مروان کے مشورہ کو قبول نہ کیا اور اُن کی بیعت کو اگلے دن پر

ملتوی رکھا۔

عبداللہ بن زبیرؓ ولید کے پاس نہیں آئے تھے اُن کو بُلوایا گیا انھوں نے آنے سے انکار کیا اور ایک شب کی مہلت طلب کی اُن کو بھی ولید نے مہلت دے دی۔ رات کو موقع پاکر عبداللہ بن زبیرؓ معہ اہل و عیال مدینہ سے نکل گئے اور مدینہ کے معروف راستہ کو چھوڑ کر کسی غیر معروف راستے سے روانہ ہوئے۔ اگلے دن اُن کی گرفتاری کے لئے مروان اور ولید نے آدمیوں کا ایک دستہ لے کر نکلے مگر کہیں سُراغ نہ ملا، شام کو واپس آگئے۔ یہ تمام دن چونکہ عبداللہ بن زبیرؓ کے تجسس میں گذرا لہٰذا امام حسینؓ کی طرف کوئی توجہ نہ ہو سکی اُس دوسری شب میں امام حسینؓ بھی موقع پاکر مدینہ سے معہ اہل و عیال روانہ ہو گئے۔ صبح کو اُن کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو ولید نے کہا کہ میں امام حسینؓ کا تعاقب نہ کروں گا ممکن ہے کہ وہ مقابلہ کریں اور مجھ کو ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑیں جو مجھ کو کسی طرح گوارا نہیں۔ ولید بن عتبہ نے ان دونوں صاحبوں کی روانگی کے بعد اہلِ مدینہ سے خلافت یزید کی بیعت لی عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی خطرہ ہی نہ تھا کیونکہ اُنھوں نے کبھی خلافت کی خواہش ہی نہیں کی، اُدھر یزید نے بھی لکھ دیا تھا کہ اگر عبداللہ بن عمرؓ بیعت نہ کریں تو اُن سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ لہٰذا عبداللہ بن عمرؓ سے بیعت کے لئے کسی نے کچھ نہ کہا۔

عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ چند روز کے بعد مکہ کی طرف چلے گئے تھے۔ مکہ میں حارث بن حزمؓ کو یزید نے عامل بنا کر بھیج دیا تھا۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور حسین بن علیؓ دونوں مکہ میں ساتھ ہی داخل ہوئے ان کو دیکھتے ہی عبداللہ بن صفوان بن اُمیہ نے جو شرفائے مکہ میں سے تھے ان کے ہاتھ پر بیعت کی پھر اس کے بعد مکہ کے دو ہزار آدمیوں نے جو شرفا و عمائدین شمار ہوتے تھے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے حارث کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور مکہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حضرت امام حسینؓ بھی مکہ میں موجود تھے نہ انھوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی نہ عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت امام حسینؓ یا اُن کے اہلِ خاندان سے بیعت لینی چاہی، اسی طرح جب عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ مکہ میں تشریف لے آئے تو اُن سے بھی عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی بیعت کے لئے کوئی خواہش ظاہر نہیں کی۔ عبداللہ بن زبیرؓ اپنا زیادہ وقت خانہ کعبہ میں مصروفِ عبادت رہ کر بسر کرتے تھے۔ ان چند حضرات کے سوا تمام اہلِ مکہ اُن کے ہاتھ

بر بیعت ہو گئے تھے۔

امام حسینؓ سے عبداللہ بن زبیرؓ اکثر ملتے اور مشورہ بھی کرتے رہتے تھے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے لوگوں سے خلافت کی بیعت نہیں لی تھی بلکہ اس بیعت کا منشا صرف یہ تھا کہ یزید کو خلیفہ تسلیم نہ کیا جائے اور جب تک خلیفہ عالم اسلام کے لئے متفقہ طور پر متعین نہ ہو اُس وقت تک امن و امان اور انتظام قائم رکھنے کے لئے عبداللہ بن زبیرؓ مکہ کے حاکم تسلیم کئے جائیں۔ لیکن امام حسینؓ کو یہ بات کچھ گراں گذرتی تھی کہ عبداللہ بن زبیرؓ کو حکومتِ مکہ کیوں حاصل ہے اِس لئے کہ وہ اور اُن کے اہلِ خاندان عبداللہ بن زبیرؓ کے پیچھے نماز پڑھتے اور شریکِ جماعت نہ ہوتے تھے۔

اُدھر عبداللہ بن زبیرؓ اور حسین بن علیؓ کے مدینہ سے چلے جانے اور اہلِ مدینہ کے بیعت کر لینے کی کیفیت مروان نے یزید کے پاس لکھکر بھیجی۔ یزید نے فوراً ولید بن عتبہ کو معزول کر کے اُن کی جگہ عمرو بن سعید بن عاص کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ عمرو بن سعید نے آکر مدینہ کی حکومت سنبھالی اور ولید بن عتبہ مدینہ سے یزید کے پاس چلے گئے۔ اُدھر مکہ پر عبداللہ بن زبیرؓ کے قابض ہو جانے اور حارث کے قید ہونے کی کیفیت حارث بن خالد نے جو مکہ میں موجود تھے اور اپنے گھر سے باہر نکلتے تھے لکھ کر یزید کے پاس روانہ کی مکہ کی حالت سے واقف ہو کر یزید نے عمرو بن سعید کو لکھا کر مکہ جا کر عبداللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کرو اور پا بزنجیر میرے پاس روانہ کردو۔ عمرو نے ایک زبردست فوج مکہ کی جانب بھیجی وہاں لڑائی ہوئی۔ عبداللہ بن زبیرؓ کو فتح حاصل ہوئی اور مدینہ سے آئی ہوئی فوج کا سپہ سالار گرفتار ہو کر قید ہوا۔

کوفہ والے حضرت امیر معاویہؓ ہی کے زمانے میں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ خط و کتابت رکھتے اور بار بار لکھتے رہتے تھے کہ آپ کوفہ میں چلے آئیں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے۔ کوفہ والوں کی ان خفیہ کارروائیوں اور ریشہ دوانیوں سے امیر معاویہؓ بھی واقف تھے۔ حضرت امام حسنؓ کوفہ والوں کی عادات کا نہایت صحیح اندازہ رکھتے تھے اسی لئے انھوں نے فوت ہوتے وقت امام حسینؓ کو وصیت کی تھی کہ تم کو کوفہ والوں کے فریب میں نہیں آنا چاہیے۔ اُدھر امیر معاویہؓ یزید کو بتا گئے تھے کہ کوفہ والے امام حسینؓ کو ضرور خروج پر آمادہ کریں گے۔ اگر ایسی صورت پیش آئے اور تم امام حسینؓ پر قابو پاؤ تو اُن کے ساتھ رعایت کا برتاؤ کرنا۔ چونکہ مکہ کی حکومت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ میں آ گئی تھی لہٰذا حضرت امام حسینؓ کی توجہ اب کوفہ کی طرف زیادہ مبذول رہتی تھی۔ کوفہ میں جب وہاں کے حاکم نعمان بن بشیرؓ کے پاس یزید کا خط پہنچا اور عام طور پر امیر معاویہؓ کے انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو شیعانِ بنو اُمیہ نے

فوراً نعمان بن بشیرؓ کے ہاتھ پر خلافت یزید کی بیعت کی لیکن شیعانِ علیؓ اور شیعانِ حسینؓ نے جو پہلے ہی سے امام حسینؓ کو کوفہ میں بلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ بیعت میں تامّل کیا اور سلیمان بن صرد کے مکان میں جمع ہوئے سب نے اس قرار داد پر اتفاق کیا کہ یزید کو خلیفہ تسلیم نہ کیا جائے اور امام حسینؓ کو کوفہ میں بلایا جائے۔ ابھی یہ خفیہ مشورے ہو ہی رہے تھے کہ انھوں نے سُنا کہ امام حسینؓ مدینہ سے مکہ چلے گئے ہیں مگر وہاں اہلِ مکہ نے امام حسینؓ کو نہیں بلکہ عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنا حاکم بنا لیا ہے اور امام حسینؓ مکے میں ہی موجود ہیں۔
اور امام حسینؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر اب تک بیعت نہیں کی ہے چنانچہ انھوں نے امام حسینؓ کے پاس ایک خط روانہ کیا کہ

"ہم آپ کے اور آپ کے والد بزرگوار کے شیدائی اور بنو اُمیہ کے دشمن ہیں ہم نے آپ کے والد ماجد کی حمایت میں طلحہؓ اور زبیرؓ سے جنگ کی۔ ہم نے میدانِ صفین میں ہنگامۂ کارزار گرم کیا اور شامیوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ ہم اب آپ کے ساتھ مل کر بھی جنگ کرنے کو تیار ہیں آپ فوراً اس خط کے دیکھتے ہی کوفہ کی طرف روانہ ہو جایئے یہاں آیئے تاکہ ہم نعمان بن بشیر کو قتل کر کے کوفہ آپ کے سپرد کر دیں۔ کوفہ عراق میں ایک لاکھ سپاہ موجود ہے وہ سب کی سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہے۔ ہم آپ کو حق دار خلافت یقین کرتے ہیں یزید تو کسی طرح بھی آپ کے مقابلے میں خلافت کا استحقاق نہیں رکھتا۔ یہ موقع ہے دیر مطلق نہ کیجئے ہم یزید کو قتل کر کے آپ کو تمام عالمِ اسلام کا تنہا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہمارے سربرآوردہ لوگوں نے یزید کے عامل یعنی نعمان بن بشیر کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھنی بھی ترک کر دی ہے۔ کیونکہ ہم امامت کا مستحق آپ کو اور آپ کے نائبین کو سمجھتے ہیں۔"

حضرت امام حسینؓ کے پاس مکہ میں اس مضمون کے خطوط مسلسل پہنچنے شروع ہوئے تو انھوں نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو بلایا (یہ مسلم انھیں عقیل بن طالب کے بیٹے ہیں جو حضرت امیر معاویہؓ کے مصاحبِ خاص اور مشیر باخلاص تھے) اور فرمایا کہ تم میرے نائب بن کر کوفہ میں جاؤ۔ پوشیدہ طور پر جاؤ۔ پوشیدہ طور پر کوفہ میں رہو اور میرے نام پر لوگوں سے پوشیدہ طور پر بیعت لو۔ جو لوگ تمھارے ہاتھ پر بیعت کریں اُن کی تعداد اور خاص خاص کے

نام خط میں لکھ کر میرے پاس روانہ کرو۔ تم اپنے آپ کو پنہاں رکھنے کی بہت کوشش کرو اور ان لوگوں کو جو بیعت میں داخل ہوں سمجھا دو کہ جب تک میں وہاں نہ پہنچوں ہرگز لڑائی نہ کریں۔
مسلمؓ نہایت احتیاط کے ساتھ کہ عبداللہ بن زبیرؓ کو اطلاع نہ ہو سکے مکہ سے روانہ ہوئے راستہ میں انھوں نے کچھ سوچا اور ایک خط امام حسینؓ کو لکھا کہ مجھ کو اس کا انجام کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا آپ مجھ کو معاف رکھیں اور بجائے میرے کسی دوسرے شخص کو کوفہ کی طرف بھیجیں۔ لیکن امام حسینؓ نے ان کو خط لکھا کہ تم بزدلی کا اظہار نہ کرو اور تم ہی کوفہ میں جاؤ چنانچہ مسلم بن عقیلؓ روانہ ہوئے۔ اور کوفہ میں پہنچ کر مختار بن عبیدہ کے مکان پر اترے اسی وقت یہ خبر شیعانِ علی میں پھیل گئی لوگ جوق درجوق آ آکر بیعت ہونے شروع ہوئے پہلے ہی دن بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی مسلمؓ نے حضرت امام حسینؓ کے نام اپنے بخیریت پہنچنے اور لوگوں کے بیعت کرنے کا حال لکھا اور ان کو اطلاع دی کہ پہلے دن بارہ ہزار آدمی بیعت میں داخل ہوئے جن میں سلطان بن صرو مسیب بن ناجیہ۔ رفاعہ بن شداد۔ ہانی بن عروہ بھی شامل ہیں۔ آپ جب آئیں گے اور علانیہ بیعت لینا شروع کریں گے تو لاکھوں آدمی بیعت میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ خط امام حسینؓ کے پاس قیس و عبدالرحمٰن دو شخص لے کر روانہ ہوئے امام حسین علیہ السلام اس خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور دونوں نامہ بروں کو فوراً واپس کر دیا۔ اور کہلا بھجوایا کہ میں بہت جلد کوفہ پہنچتا ہوں۔ اب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ خیال کرکے کہ بصرہ میں حضرت علیؓ کے گروہ کی کافی تعداد موجود ہے۔ اپنے ایک معتمد کو احنف بن مالک اور دوسرے شرفاء بصرہ کے نام خطوط دے کر بصرہ کی جانب روانہ کیا۔ ان خطوط میں لکھا تھا کہ آپ لوگوں کو میرے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے اور فوراً کوفہ پہنچ جانا چاہیے۔

کوفہ میں مسلم بن عقیل کے پہنچنے اور لوگوں کے بیعت کرنے کا حال جب عام طور پر مشہور ہو گیا تو عبداللہ بن مسلم الحضرمی نعمان بن بشیرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر خلیفہ وقت کے کام میں ایسی سستی نہیں کرنی چاہیے آج کئی روز ہوئے مسلم بن عقیلؓ کوفہ میں آکر لوگوں سے حسینؓ بن علیؓ کی خلافت کے لئے بیعت لے رہے ہیں آپ کو چاہیے کہ مسلم کو قتل کردیں یا گرفتار کرکے یزید کے پاس بھیج دیں اور جن لوگوں نے بیعت کی ہے ان کو بھی قرار واقعی سزا دیں۔ نعمان بن بشیرؓ نے کہا کہ یہ لوگ جس کام کو مجھ سے چھپا کر کر رہے ہیں میں اُس کو

آشکارا کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ جب تک یہ لوگ مقابلہ کے لئے نہ نکلیں گے میں اُن پر حملہ نہ کروں گا۔ عبداللہ یہ جواب سُن کر باہر آیا اور اُسی وقت یزید کو ایک خط لکھا کہ:۔

"مسلم بن عقیلؓ کوفہ میں آکر حسین بن علیؓ کی خلافت کے لئے بیعت لے رہے ہیں اور لوگ اُن کے ہاتھ پر کثرت سے بیعت کر رہے ہیں حسین بن علیؓ کے بھی آنے کی خبر ہے نعمان اس معاملہ میں بڑی کمزوری دکھا رہے ہیں آپ اگر ولایتِ کوفہ کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے ہیں تو کسی زبردست گورنر کو فوراً کوفہ میں بھیجیں تاکہ وہ آکر مسلم کو گرفتار کرے اور لوگوں سے بیعت فسخ کرائے اور حسین بن علیؓ کو کوفہ میں داخل ہونے سے روکے اس کام میں اگر دیر ہوئی تو آپ کوفہ کو اپنے قبضہ سے نکلا ہوا سمجھئے"۔

اسی مضمون کے خطوط عمارہ بن عقبہ اور ابی معیط نے بھی یزید کے نام روانہ کئے ان خطوط کو پڑھ کر یزید بہت پریشان و فکر مند ہوا۔ سرجون نامی حضرت امیر معاویہؓ کا ایک آزاد کردہ غلام تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ بھی بعض پیچیدہ باتوں اور اہم معاملات میں اُس سے مشورہ لیا کرتے اور اُس کے مشورہ سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ یزید نے اُس کو بلایا اور عبداللہ بن الحضرمی کا خط دکھا کر مشورہ طلب کیا۔ اس جگہ جملۂ معترضہ کے طور پر یہ بات قابلِ تذکرہ ہے کہ یزید ہمیشہ زیاد بن ابی سفیان سے ناراض رہتا تھا زیاد کے بعد وہ عبیداللہ بن زیاد سے بھی بہت ناخوش اور متنفر تھا۔ عبیداللہ بن زیاد کو امیر معاویہؓ نے بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ یزید یہ ارادہ کر رہا تھا کہ بصرہ کی حکومت سے عبیداللہ بن زیاد کو معزول کرے اور کسی دوسرے شخص کو بصرہ کا حاکم بنائے۔ اب کوفہ سے یہ وحشت ناک خبریں آنے پر یزید نے جب امیر معاویہؓ کے آزاد کردہ غلام سے مشورہ طلب کیا تو اُس نے عرض کیا کہ اس وقت عراق آپ کے قبضے سے نکلا چاہتا ہے اگر آپ عراق کو بچانا چاہتے ہیں تو عبیداللہ بن زیاد کے سوا کوئی دوسرا شخص آپ کی مدد نہیں کر سکتا میں جانتا ہوں کہ آپ کو یہ میرا مشورہ ناگوار گذرے گا مگر عبیداللہ بن زیاد کے سوا جس شخص کو بھی آپ کوفہ کی حکومت پر بھیجیں گے وہ کوفہ کو بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ ساتھ ہی میرا مشورہ یہ بھی ہے کہ جس طرح حضرت امیر معاویہؓ نے عبیداللہ کے باپ زیاد کو بصرہ و کوفہ دونوں ولایتوں کی حکومت سپرد کر رکھی تھی۔ اسی طرح آپ بھی عبیداللہ کو بصرہ و کوفہ دونوں ولایتیں سپرد کر دیں بصرہ کے لئے کسی دوسرے حاکم کو انتخاب کرنے کی ضرورت نہیں۔ یزید نے

یہ مشورہ سُن کر تھوڑی دیر تامل کیا پھر فوراً عبیداللہ بن زیاد کے نام حکم نامہ لکھا کہ:۔

"ہم نے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی ولایت بھی تم کو سپرد کی۔ اب تم کو چاہیئے کہ اس حکم کے پہنچتے ہی بصرہ میں کسی کو اپنا نائب بنا کر چھوڑ دو اور خود بلا توقف کوفہ میں پہنچو وہاں مسلم بن عقیلؓ آئے ہوئے ہیں اور امام حسینؓ کے لئے بیعت لے رہے ہیں اُن کو پکڑ کر قید یا قتل کرو اور جن لوگوں نے اُن کی بیعت کی ہے اُن کو بھی اگر فسخ بیعت سے انکار کریں تو تلوار کے گھاٹ اُتار دو اور اس قسم کے ہر ایک خطرہ کا بندوبست کر دو۔"

عبیداللہ بن زیاد کو یقین تھا کہ یزید مجھ کو بصرہ کی حکومت سے معزول و برطرف کئے بغیر نہ رہے گا۔ اس کو پڑھ کر وہ حیران رہ گیا پھر خوش بھی ہوا اور رنجیدہ بھی کیونکہ اس حکم کے پڑھنے سے اُس کے دل میں یہ خطرہ بھی پیدا ہوا تھا کہ یزید اس بہانہ سے مجھ کو بصرہ سے نکالنا چاہتا ہے تاہم اُس نے اس حکم کی تعمیل کو مناسب سمجھا اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے خود اگلے دن کوفہ کی طرف روانہ ہونے کا عزم کیا اتنے میں منذر بن الحارث اُس کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ حسین بن علیؓ کا فرستادہ ایک شخص آیا ہے اور آپ سے چھپا کر خفیہ طور پر لوگوں سے امام حسینؓ کے لئے بیعت لے رہا ہے۔ عبیداللہ بن زیاد نے یہ سُن کر اسی رات میں دھوکے سے حضرت امام حسینؓ کے قاصد کو گرفتار کر لیا اور اگلے دن لوگوں کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور کہا کہ:۔

"حسین بن علیؓ کا ایک قاصد بصرہ میں آیا اور بہت سے لوگوں کے نام خطوط لایا ہے میں نے اُس قاصد کو گرفتار کر لیا ہے بصرہ میں جن جن لوگوں کے نام وہ خطوط یا پیغام لایا ہے میں نے سب کے نام اُس سے دریافت کر لئے ہیں اور جن جن لوگوں نے بیعت اُس کے ہاتھ پر کی ہے اُن کی فہرست بھی تیار کر لی ہے آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں زیاد بن ابی سفیان کا بیٹا ہوں مُسلم بن عقیل کوفہ میں آئے ہوئے ہیں میں اب کوفہ کو جا رہا ہوں وہاں مُسلم بن عقیل اور جن لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی ہے سب کو قتل کر ڈالوں گا اور تمام کوفہ بیعت کر چکا ہے تو ایک شخص کو بھی وہاں زندہ نہ چھوڑوں گا . . . تمہارے ساتھ اس وقت یہ رعایت کرتا ہوں کہ بجز حسین بن علیؓ کے قاصد کے اور کسی کو کچھ نہیں کہتا لیکن یہاں سے میرے جانے کے بعد اگر

کسی نے ذرا بھی کان ہلایا تو پھر اُس کی خیر نہ ہوگی "۔

یہ کہکر امام حسینؓ کے قاصد کو بُلوایا اور اُس کو تمام مجمع کے روبرو قتل کرادیا کسی نے اُف تک نہ کی اس کارروائی کے بعد مطمئن ہوکر وہ کوفہ کی طرف روانہ ہوا حضرت امام حسینؓ مکۂ معظمہ میں بیٹھے ہوئے یہ خیال کر رہے تھے کہ بصرہ میں بھی ہمارے نام پر بیعت ہو رہی ہوگی لیکن یہاں اُن کا فرستادہ قتل کیا جا رہا تھا۔ عبیداللہ بن زیاد نے قادسیہ کے مقام پہ پہنچ کر اپنی رکابی فوج کو وہیں چھوڑا اور خود اپنے باپ کے آزاد کردہ غلام کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار ہوکر کوفہ کی جانب تیز رفتاری سے روانہ ہوکر مغرب وعشا کے درمیان کوفہ میں داخل ہوا عبیداللہ بن زیاد نے عمامہ حجازیوں کی وضع کا باندھ رکھا تھا یہاں لوگوں کو حضرت امام حسینؓ کی آمد کا انتظار تھا۔ شیعانِ علیؓ وحسینؓ کا یہاں تک زور ہو گیا تھا کہ نعمان بن بشیرؓ شام ہی سے اپنے دیوان خانے کے احاطے کا دروازہ بند کر لیتے اور اپنے خاص خاص آدمیوں کے ساتھ مجلس گرم کرتے۔ دروازے پر غلام کو بٹھا دیتے کہ ہر آنے والے کا نام و پتہ معلوم کرنے کے بعد اگر وہ اندر آنے کے قابل ہو تو دروازہ کھولے ورنہ انکار کر دے۔ عبیداللہ بن زیاد جب کوفہ میں داخل ہوا تو لوگوں نے یہ سمجھا کہ امام حسینؓ جن کا انتظار تھا کوفہ میں آگئے۔ جس طرف عبیداللہ کا اونٹ گذرتا لوگ کہتے اسلام علیک یا ابن رسول اللہؐ۔ عبیداللہ اپنا اونٹ لئے سرکاری دیوان خانے تک پہنچا، وہاں دیکھا تو دروازہ بند ہے۔ عبیداللہ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور زبان سے کچھ نہ کہا۔ نعمان بن بشیرؓ اپنے دوستوں کے ساتھ چھت پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اُٹھے اور چھت کے کنارے پر آکر دیکھا تو چونکہ امام حسینؓ کا تمام شہر میں انتظار کیا جا رہا تھا عبیداللہ کو یہی سمجھے کہ امام حسینؓ آگئے ہیں چنانچہ اُنھوں نے اوپر ہی سے کہا کہ " اے ابنِ رسول اللہؐ آپ واپس چلے جائیے اور فتنہ برپا نہ کیجئے یزید ہرگز کوفہ آپ کو نہ دے گا "۔ نعمان کے دوستوں نے جو چھت پر بیٹھے تھے نعمان سے کہا کہ امام حسینؓ کے ساتھ اتنی بے مروتی تو نہ کیجئے کم از کم دروازہ کھول کر اُن کو اندر آنے دیجئے کیونکہ وہ سفر سے آرہے ہیں اور سیدھے آپ کے پاس مہمان بن کر آئے ہیں۔ نعمان نے کہا کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ لوگوں کو یہ کہنے کا یہ موقع ملے کہ نعمان کے عہدِ حکومت میں کوفہ کے اندر امام حسینؓ قتل کئے گئے۔ عبیداللہ نے اپنا عمامہ اُتارا اور کہا کمبخت دروازہ تو کھول۔ عبیداللہ کی آواز سُن کر لوگوں نے اُس کو پہچانا دروازہ کھولا سب ادھر اُدھر منتشر ہوگئے۔ عبیداللہ اندر داخل ہوا

اور تھوڑی ہی دیر کے بعد عبید اللہ کا لشکر کوفہ میں داخل ہونا شروع ہوا۔ اس کو پہنچے ہوئے بہ تھا۔ اسی وقت مسلم بن عقیل کو خبر پہنچی کہ ابن زیاد معہ لشکر آگیا ہے۔ وہ جس مکان میں مقیم تھے اور لوگوں کو عام طور پر اس کا علم تھا اسے چھوڑ دیا اور ہانی بن عروہ کے مکان میں جا پناہ گزیں ہوئے اس وقت تک مسلم کے ہاتھ پر بیعت ہونے والوں کی تعداد کوفہ میں تیس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ عبید اللہ بن زیاد نے اگلے دن صبح کو مجمع عام کر کے ایک تقریر کی اور یزید کا حکم نامہ جو اس کے پاس بصرہ میں پہنچا تھا سنایا۔ عبید اللہ نے کہا کہ:

"تم لوگ میرے باپ زیاد بن ابی سفیان کو خوب جانتے ہو اور تم کو معلوم ہے کہ وہ کس قسم کی سیاست برتنے کے عادی تھے مجھ میں اپنے باپ کی تمام عادات موجود ہیں تم لوگ مجھ سے بھی خوب واقف ہو اور میں تمہارے ایک ایک شخص کا نام جانتا اور ہر ایک کا گھر اور محلہ پہچانتا ہوں مجھ سے تم کوئی چیز چھپا نہیں سکتے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ کوفہ میں خون کے دریا بہاؤں اور تم کو قتل کروں مجھ کو معلوم ہے کہ تم نے حسینؓ بن علیؓ کے لیے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے میں تم سب کو امان دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم اس بیعت سے رجوع کر لو اور جو شخص بغاوت پر آمادہ ہے اس کو کوئی شخص اپنے مکان میں پناہ نہ دے ورنہ ہر ایک پناہ دہندہ کو اسی کے دروازہ پر قتل کیا جائے گا۔"

اس تقریر کے بعد عبید اللہ نے مسلم بن عقیلؓ کا پتہ دریافت کیا مگر کسی جگہ سے کسی نے پتہ نہ بتایا۔ آخر عبید اللہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ وہ ہانی بن عروہ کے مکان میں چھپے ہوئے ہیں۔ عبید اللہ نے معقل نامی ایک شخص کو جو تمیم کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا اور اس کو کوفہ میں کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا بلا کر تنہائی میں تین ہزار درہم کی ایک تھیلی دی اور کہا کہ فلاں محلہ میں ہانی بن عروہ کے مکان پر جاؤ جب ہانی بن عروہ سے ملاقات ہو جائے تو اس سے کہو کہ مجھ کو آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا ہے۔ جب تنہائی میں پہنچو تو ہانی سے کہو کہ مجھ کو بصرہ کے فلاں فلاں شخصوں نے بھیجا ہے اور تین ہزار درہم دیئے ہیں کہ کوفہ میں جا کر مسلم بن عقیلؓ کے پاس پہنچا دو اور ان سے کہو کہ ہمارے پاس مکہ سے حسین علیہ السلام کا خط آیا ہے۔ انھوں نے ہم کو لکھا ہے کہ تم فلاں تاریخ کوفہ پہنچ جاؤ تاکہ امام حسینؓ

بھی کوفہ میں پہنچیں گے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں ہم سب تاریخ مقررہ کو کوفہ میں امام حسینؓ کے ساتھ داخل ہوں گے یہ تین ہزار درم اپنی ضروریات میں صرف کرو اور ہماری طرف سے بطور ہدیہ قبول کرو۔ لہٰذا آپ مجھ کو مسلم بن عقیلؓ کے پاس پہنچا دیجئے تاکہ میں تمام پیغامات اور یہ روپیہ اُن کی خدمت میں پہنچا دوں اور فوراً کوفہ سے چلا جاؤں کیونکہ عبیداللہ بن زیاد آگیا ہے اور وہ مجھ کو پہچانتا ہے ایسا نہ ہو کہ میں گرفتار ہو جاؤں۔ معقل تین ہزار درم کی تھیلی لے کر ہانی کے پاس پہنچا وہ مکان کے دروازہ پر بیٹھا تھا معقل کی باتیں سُن کر فوراً مسلم بن عقیلؓ کے پاس لے گیا۔ مسلم بن عقیلؓ نے خوش ہو کر وہ تھیلی لے لی اور پیغامات سُن کر معقل کو رخصت کر دیا۔ معقل وہاں سے چل کر سیدھا عبیداللہ کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں تھیلی مسلم بن عقیل کو دے آیا ہوں اور خود اُن سے باتیں کی ہیں وہ ہانی کے مکان میں موجود ہیں۔ عبیداللہ بن زیاد نے ہانی بن عروہ کو بُلا کر پوچھا کہ مسلم کہاں ہیں، ہانی نے لاعلمی بیان کی۔ عبیداللہ نے معقل کو بُلوا کر سب کے سامنے اُس کا بیان سُنوایا۔ ہانی شرمندہ ہو کر کہنے لگا کہ ہاں میرے پاس مسلم بن عقیل پناہ گزیں ہیں لیکن میں اپنی یہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا کہ اب اُن کو آپ کے سپرد کر دوں عبیداللہ نے ہانی کو وہیں گرفتار کر لیا۔ شہر میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ہانی کو عبیداللہ نے قتل کر دیا ہے۔ ہانی بن عروہ کے گھر کی عورتیں یہ سُن کر رونے لگیں۔ مسلم بن عقیلؓ نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ ضبط نہ کر سکے اور فوراً شمشیر بدست ہانی کے گھر سے نکل کر اُن لوگوں کو آواز دی جنھوں نے مسلمؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اٹھارہ ہزار میں سے صرف چار ہزار آدمی اُن کے گرد جمع ہوئے۔ مسلمؓ نے باقیوں کو بھی بُلایا۔ لیکن ہر ایک نے یہ جواب دیا کہ ہم نے تو بیعت کے وقت یہ اقرار لیا گیا ہے کہ جب تک امام حسینؓ نہ آجائیں کسی سے جنگ نہ کریں گے اُن کے آنے تک آپ کو بھی صبر کرنا چاہیئے۔ مسلم بن عقیل چونکہ اب باہر آچکے تھے۔ لہٰذا دوبارہ نہیں چھُپ سکتے تھے۔ انھیں چار ہزار آدمیوں کو لے کر مُسلم بن عقیلؓ نے عبیداللہ بن زیاد کا محاصرہ کیا۔ عبیداللہ اُس وقت دارالامارۃ میں تیس چالیس آدمیوں کے ساتھ تھا۔ چھتوں پر چڑھ کر محاصرین پر تیروں کی بارش شروع کی مُسلمؓ کے ہمراہیوں کو اُن کے رشتہ داروں اور دوستوں نے آ آکر سمجھانا شروع کیا کہ اپنے آپ کو کیوں ہلاکت میں ڈالتے ہو غرض رفتہ رفتہ سب جدا ہو گئے اور مُسلم بن عقیلؓ کے ساتھ صرف تیس چالیس آدمی رہ گئے۔

مسلم بن عقیل اور ہانی کا قتل

اس حالت میں مسلم بن عقیلؓ وہاں سے بھاگے اور اہلِ کوفہ میں سے کسی شخص کے گھر میں پناہ گزین ہوئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن حریث مخزومی کو اُن کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ مسلم بن عقیلؓ نے کوئی مفر نہ دیکھ کر تلوار کھینچی لیکن عمرو بن حریث نے کہا کہ آپ اپنی جان ناحق کیوں ضائع کرتے ہیں آپ اپنے آپ کو میرے سپرد کر دیں۔ میں اپنی ذمہ داری پر آپ کو امیر عبیداللہ بن زیاد کے پاس لئے چلتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اُس سے آپ کی جان بخشی کرا دوں گا۔ مسلم بن عقیل نے تلوار ہاتھ سے رکھ کر اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دے دیا وہ مسلم کو عبیداللہ کے پاس لے گیا۔ عبیداللہ نے مسلمؓ کو بھی اُسی کمرہ میں قید کر دیا۔ جس میں ہانی بن عروہ پہلے سے قید تھے۔ اگلے روز بیعت کرنے والوں میں سے دس ہزار آدمی جمع ہوئے اور عبیداللہ بن زیاد کے مکان کو جا کر گھیر لیا۔ اور مسلم و ہانی دونوں کی رہائی کا مطالبہ کیا کہ اگر رضامندی سے دونوں کو رہا کر دو تو بہت اچھا ہے۔ نہیں تو ہم زبردستی چھین کر لے جائیں گے۔ عبیداللہ بن زیاد نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ چھت پر لے جا کر مسلم اور ہانی دونوں کو ان لوگوں کے سامنے قتل کر دو۔ چنانچہ دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ یہ دیکھ کر سب کے سب منتشر ہو گئے گویا وہ ان دونوں کو قتل ہی کرانے آئے تھے۔ عبیداللہ نے حکم دیا کہ محل کا دروازہ کھول دیں اور ان دونوں کے جسموں کو دار پر لٹکا دیں اور سروں کو یزید کے پاس دمشق لے جائیں۔ یزید نے عبیداللہ کو لکھا کہ امام حسینؓ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور بہت جلد کوفہ پہنچنے والے ہیں تم اچھی طرح اپنی حفاظت کرو اور فوجیں متعین کر دو کہ وہ امام حسینؓ کو پہلے ہی راستہ میں روک دیں اور کوفہ تک نہ پہنچنے دیں۔

امام حسینؓ کی مکہ سے روانگی

حضرت امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے روانگی کی تیاری کی۔ جب سامانِ سفر درست ہو گیا اور مکہ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ حسین بن علیؓ کوفہ کو جانے والے ہیں۔ تو امام حسینؓ سے محبت و ہمدردی رکھنے والوں نے آ آ کر اُن کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہا اور سمجھایا کہ آپ کا کوفہ کی طرف روانہ ہونا خطرہ سے خالی نہیں۔ اول عبدالرحمٰن بن حارث نے

آکر عرض کیا کہ آپ کوفہ کا عزم ترک کردیں کیونکہ وہاں عبیداللہ بن زیاد حاکم عراق موجود ہے کوفہ والے لالچی لوگ ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ جن لوگوں نے بلایا ہے وہی آپ کے خلاف لڑنے کے لئے میدان میں نکلیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آکر کہا کہ تم بیعت لینے اور امارت حاصل کرنے کے لئے مکہ سے باہر نہ جاؤ آنحضرت صلعم کو خدائے تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں سے ایک کے اختیار کرنے کی آزادی دی تھی۔ آپ نے آخرت کو اختیار کیا تم بھی خاندانِ نبوت سے ہو دنیا کی طلب نہ کرو۔ اپنے دامن کو دنیا کی آلائش سے آلودہ نہ ہونے دو۔

یہ نصیحت کرکے عبداللہ بن عمرؓ رو پڑے حضرت امام حسینؓ بھی رونے لگے، مگر اُنھوں نے عبداللہ بن عمرؓ کی رائے پر عمل کرنے سے انکار کیا، مجبوراً عبداللہ بن عمرؓ رخصت ہوکر چلے گئے۔ پھر عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ مکہ کو نہ چھوڑو اور خانۂ خدا سے دوری اختیار نہ کرو۔ تمھارے والدِ محترم نے مکہ اور مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو ترجیح دی تھی مگر تم نے دیکھا کہ ان کے ساتھ کوفہ والوں نے کس قسم کا سلوک کیا یہاں تک کہ اُن کو شہید ہی کرکے چھوڑا تمھارے بھائی حسنؓ کو بھی کوفیوں نے لوٹا۔ قتل کرنا چاہا۔ آخر زہر دے کر مار ہی ڈالا۔ اب تم کو اُن پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے نہ اُن کی بیعت پر اور قسم کا کوئی بھروسہ ہے نہ اُن کے خطوط اور پیغامات قابلِ اعتماد ہیں۔ ابنِ عباسؓ سے یہ باتیں سُن کر حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سب درست ہے لیکن مسلم بن عقیلؓ کا خط آگیا ہے بارہ ہزار آدمی اُس کے ہاتھ پر بیعت کرچکے ہیں اور اس سے پہلے شرفائے کوفہ کے ڈیڑھ سو خطوط میرے پاس آچکے ہیں اب کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے میرا وہاں جانا ہی مناسب ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ نے یہ جواب سُن کر کہا کہ اچھا کم از کم اس ذوالحجہ کے مہینے کو ختم اور نئے سال کو شروع ہو لینے دو پھر عزمِ سفر کرنا۔ اب حج کے دن آگئے ہیں سارے جہان کے لوگ دور دور سے مکہ میں آرہے ہیں اور تم مکہ کو چھوڑ کر باہر جارہے ہو محض اس لئے کہ دنیا اور دنیا داروں پر تم کو حکومت حاصل ہو اور متاعِ دنیا تمھارے قبضہ میں آئے۔ مناسب یہ ہے کہ تم بھی حج میں شریک ہو اور لوگوں کو حج سے فارغ ہوکر واپس ہو لینے دو پھر اگر ضروری ہی سمجھتے ہو تو روانہ ہوجاؤ۔ حضرت امام حسینؓ نے کہا کہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ اب میں تاخیر نہیں کرسکتا مجھ کو فوراً روانہ ہی ہوجانا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ اچھا اگر تم میرا کہنا نہیں مانتے ہو تو کم از کم عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لے جاؤ کیونکہ کوفہ والوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بارہ ہزار شخص جب کہ تمھاری خلافت کے لئے بیعت کرچکے ہیں تو اُن کا فرض تھا کہ وہ اوّل یزید کے عامل کو

کوفہ سے نکال دیتے۔ خزانہ پر قبضہ کرتے اور پھر آپ کو بلاتے۔ لیکن موجودہ صورت میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یزید کے عامل یعنی کوفہ کے حاکم کے خلاف وہ کچھ نہیں کر سکتے جب کہ ان کے پاس خزانہ بھی نہیں اور عامل کو نکال دینے کی جرأت بھی نہیں تو یقیناً کوفہ کا عامل اُن کو خوف دلاکر اور لالچ دے کر اپنے حسبِ منشا۔ جب چاہے گا استعمال کر سکے گا اور ہو سکتا ہے کہ یہی لوگ جو آپ کو بلا رہے ہیں آپ سے لڑنے کے لئے یزید کی طرف سے میدان میں آئیں۔ ان حالات پر غور کرنے سے آپ کی جان کا خطرہ نظر آتا ہے اگر عورتیں اور بچے بھی آپ کے ساتھ ہوئے تو جس طرح عثمان غنیؓ اپنے اہل و عیال کے روبرو قتل کئے گئے اسی طرح آپ کے اہل و عیال کو بھی آپ کا قتل ہونا دیکھنا پڑے گا اور دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر لونڈی غلام بننے کا اندیشہ رہے گا۔ جب امام حسینؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کی بات کو بھی نہ مانا تو انھوں نے کہا کہ آپ کو اگر امارت و خلافت کا ایسا ہی شوق ہے تو آپ اوّل یمن کے ملک میں جایئے وہاں آپ کے بہت سے ہمدرد بھی موجود ہیں وہاں پہاڑی سلسلہ بھی حفاظت کے لئے خوب کام آ سکتا ہے۔ حجاز کی حکومت بھی اگر آپ چاہیں تو بڑی آسانی سے آپ کو مل سکتی ہے۔ آخر عبداللہ بن عباسؓ مجبور ہو کر رہ گئے اور حضرت امام حسینؓ نے اُن کے کسی مشورہ کو بھی نہ مانا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آئے اور انھوں نے امام حسینؓ سے کہا کہ آپ ہرگز کوفہ کا عزم نہ فرمائیں آپ کی روانگی کے عزم کا حال جب سے مکہ میں مشہور ہوا ہے میں بعض شخصوں سے یہ بھی سن رہا ہوں کہ عبداللہ بن زبیرؓ حسین بن علیؓ کے چلے جانے سے بہت خوش ہوگا کیونکہ مکہ میں اُس کا کوئی رقیب باقی نہ رہے گا لہٰذا میں اِن بدگمان لوگوں کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے آپ سے نہایت خلوص کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ آپ مکہ کی حکومت قبول فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں اور آپ کے حکم کی تعمیل میں شمشیر زنی کے لئے میدان میں نکلوں۔ امام حسینؓ نے کہا کہ میں اب اطلاع دے چکا اور روانگی کا عزم مصمم کر چکا ہوں کسی طرح رُک نہیں سکتا۔

آخر ۳ ماہ ذالحجہ ۶۰ھ بروز دوشنبہ حضرت امام حسینؓ مکہ سے معہ اہل خاندان روانہ ہوئے۔ اسی تاریخ یعنی بروز دوشنبہ بتاریخ ۳ ذالحجہ کوفہ میں مسلم بن عقیلؓ قتل کئے گئے۔ امام حسینؓ جب مکہ سے روانہ ہونے لگے تو عمرو بن سعد بن العاصؓ اور بعض دوسرے اہلِ مکہ نے آ کر اُن کو روکنا چاہا اور کہا کہ اگر آپ ویسے نہیں مانتے ہیں تو ہم آپ کو زبردستی

روکیں گے اور آپ کا مقابلہ کریں گے۔ امام حسینؓ نے کہا کہ جو کچھ تم سے ہو سکے کر گذرو اور لڑائی کا ارمان بھی نکال لو۔ یہ سُن کر سب لوگ اُن کے سامنے سے ہٹ گئے اور وہ روانہ ہوئے۔ رُخصت کرتے وقت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ میں اُس وقت تمھارے اونٹ کے آگے لیٹ جاتا کہ وہ مجھ کو بغیر کچلے ہوئے آگے نہ بڑھ سکے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم پھر بھی نہ رُکو گے اور عزیمتِ کوفہ سے باز نہ رہو گے آخر آپ مکّہ سے روانہ ہوئے مقام تنعیم میں ایک قافلہ ملا جو یزید کے پاس عاملِ یمن کی طرف سے تحائف لئے جا رہا تھا آپ نے اس قافلہ کو گرفتار کر لیا اور کچھ سامان اس قافلہ سے لے کر آگے روانہ ہوئے۔ مکّہ اور کوفہ کے درمیان مقام صفاح میں عربی کے مشہور شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی جو کوفہ سے آ رہا تھا۔ فرزدق جب کوفہ سے چلا تھا تو اُس وقت تک عبیداللہ بن زیاد کوفہ میں داخل نہ ہوا تھا۔ امام حسینؓ نے فرزدق سے کوفہ اور کوفیوں کا حال پوچھا تو اُس نے کہا کہ اہلِ کوفہ کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن اُن کی تلواریں آپ کی حمایت میں عَلَم نہیں ہو سکتیں۔ کچھ دُور آگے بڑھے تھے کہ عبداللہ بن جعفر کا خط جو اُنھوں نے مدینہ سے اپنے بیٹوں عونؔ اور محمّد کے ہاتھ روانہ کیا تھا پہنچا۔ عبداللہ بن جعفر نے لکھا تھا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ کوفہ کے ارادے سے باز رہئے اور مدینہ میں آ جائیے۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ آپ قتل نہ ہو جائیں برائے خدا آپ اس معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ ساتھ ہی مدینہ کے والی کا خط بھی انھیں قاصدوں نے دیا جس میں لکھا تھا کہ آپ مدینہ میں آ کر رہنا چاہیں تو آپ کو امان ہے۔ مگر امام حسینؓ نے واپسی سے قطعاً انکار کیا محمّد اور عونؔ کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا اور اپنے دلیلِ راہ سے جو بصرہ کا ایک شخص تھا کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو ہم کو کوفہ میں پہنچاؤ تاکہ ہم عبیداللہ بن زیاد کے پہنچنے سے پہلے کوفہ میں داخل ہو جائیں وہاں لوگ ہمارے سخت منتظر ہوں گے۔ اتفاقاً اسی روز عبیداللہ بن زیاد کے پاس یزید کا خط پہنچا تھا کہ اپنی حفاظت کرو اور چونکہ امام حسینؓ مکّہ سے روانہ ہو چکے ہوں گے لہٰذا ہر ایک راستے پر فوجیں متعین کر دو کہ اُن کو کوفہ تک نہ پہنچنے دیا جائے امام حسینؓ اپنے دل میں یہ خیال کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر ہر روز لوگ بیعت کرتے ہوں گے اور جماعت اب بہت زیادہ ہو چکی ہو گی لیکن کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد اُن کی گرفتاری یا قتل کے لئے فوجیں نامزد کر رہا تھا۔ اور چند منزلیں طے کرنے کے بعد عبداللہ بن مطیع سے مُلاقات ہوئی۔ اُنھوں نے حضرت امام حسینؓ کے ارادے سے واقف ہو کر نہایت

اصرار کے ساتھ روکا اور مکہ کی طرف واپس چلنے کے لیے قسمیں دلائیں اور ان کو سمجھایا کہ آپ کوفیوں کے فریب میں نہ آئیں۔ اگر آپ بنو امیہ سے خلافت چھیننے کی کوشش کریں گے تو وہ آپ کو ضرور قتل کر دیں گے اور ہر ایک ہاشمی ہر ایک عرب اور ہر ایک مسلمان کے قتل پر دلیر ہو جائیں گے آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال کر اسلام، عرب اور قریش کی حرمت کو نہ مٹائیں۔ مگر امام حسینؓ پر ان کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ بدستور کوفہ کی جانب گرم سفر رہے۔ مقام حاجر سے آپ نے قیس بن مسہر کے ہاتھ اہل کوفہ کے پاس ایک خط بھیجا کہ ہم قریب پہنچ گئے ہیں ہمارے منتظر رہو قیس قادسیہ میں پہنچے تھے کہ گرفتار ہو کر ابن زیاد کے پاس بھیجے گئے۔ ابن زیاد کے روبرو حاضر ہونے پر اس نے قصر امارت کی چھت پر چڑھا کر اوپر سے گرا دیا اور قیس گرتے ہی فوت ہو گئے۔ اس سے پہلے کی منزل سے آپ نے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کو اسی طرح خط دے کر بھیجا وہ بھی اسی طرح گرفتار ہو کر اسی طرح قصر امارت سے گرا کر قتل کیے گئے۔ یہ قافلہ جب مقام ثعلبیہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں قتل کر دیے گئے اور اب کوئی شخص کوفہ میں امام حسینؓ کا حامی نہیں ہے۔ اس خبر کے سننے سے تمام قافلہ پر مایوسی چھا گئی اور یہی ارادہ ہوا کہ مکہ کی طرف واپس چلیں قوی احتمال تھا کہ جو سلوک مسلم کے ساتھ ہوا ہے وہی ہمارے ساتھ ہوگا۔ یہ سن کر مسلم بن عقیل کے بیٹوں نے کہا کہ ہم کو ہرگز واپس نہیں جانا چاہیئے۔ اب تو ہم مسلم کا قصاص لیں گے ورنہ انہیں کی طرح جان دے دیں گے۔ حسین بن علیؓ مسلم بن عقیل کی طرح نہیں ہیں ان کو جب کوفہ والے دیکھیں گے تو ضرور ان کے شریک حال ہو جائیں گے اور ابن زیاد کو گرفتار کر لیں گے۔ اس قافلے میں کل سو آدمی شامل تھے اور راستے میں لوگ شامل ہو ہو کر اس کی تعداد کو دم بدم بڑھا رہے تھے لیکن ثعلبیہ میں اس خبر کو سن کر جب قافلہ آگے بڑھا تو دوسرے قبائل کے لوگ بتدریج جدا ہونے شروع ہوئے یہاں تک کہ خاص اپنے خاندان اور قبیلے کے لوگ باقی رہ گئے۔ جن کی تعداد بہتر اسی کے قریب بیان کی جاتی ہے۔ بعض روایتوں میں ڈھائی سو کے قریب بیان کی گئی ہے۔

حادثۂ کربلا

عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد بن ابی وقاص کو رے کی حکومت پر نامزد کیا۔

اور فی الحال چار ہزار فوج دے کر مامور کیا کہ صحرا میں نکل کر تمام راستوں اور سڑکوں کی نگرانی
حسین بن علیؓ کا کھوج لگاؤ کہ وہ کس طرف سے آرہے ہیں اور کہاں ہیں اور ایک ہزار آدمی
یزید تمیمی کے سپرد کر کے اس کو بھی گشت وگرداوری پر مامور کیا۔ عمرو بن سعد مقام قادسیہ
میں ہو کر ہر سمت کی خبریں منگانے کا انتظام کرنے لگا۔ حضرت امام حسینؓ ایک عجیب شان
پہنچ کے عالم میں مقام شراف تک پہنچے اس سے آگے بڑھے تو حُر بن یزید تمیمی مع اپنی
ہزار فوج کے سامنے آیا۔ امام حسینؓ نے آگے بڑھ کر حُر سے کہا کہ میں تم ہی لوگوں کے بلانے
یہاں آیا ہوں اگر تم لوگ اپنے عہد و اقرار پر قائم ہو تو میں تمھارے شہر میں داخل ہوں
جس طرف سے آیا ہوں اسی طرف واپس چلا جاؤں گا۔ حُر نے کہا ہم کو عبیداللہ بن زیاد کا
ہے کہ آپ کے ساتھ ساتھ رہیں اور آپ کو اس کے سامنے زیر حراست لے چلیں۔ امام حسین
نے کہا کہ یہ ذلت تو ہرگز گوارا نہیں ہو سکتی کہ ابنِ زیاد کے سامنے گرفتار ہو کر جاؤں۔ اس
بعد انھوں نے واپس ہونے کا ارادہ کیا تو حُر نے ابنِ زیاد کے خوف سے اُن کو واپس ہونے
سے روکا اور واپسی کے راستے میں اپنی فوج لے کر کھڑا ہو گیا۔ امام حسینؓ نے وہاں سے شمال کی
جانب کوچ کیا اور قادسیہ کے قریب پہنچ گئے وہاں معلوم ہوا کہ عمرو بن سعد ایک بڑی فوج کے
ساتھ مقیم ہے۔ حُر آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ قادسیہ کے قریب پہنچ کر امام حسین علیہ السلام
وہاں سے لوٹے اور دس میل چل کر مقام کربلا میں آکر مقیم ہوئے۔ عمرو بن سعد آپ کی خبر سُن کر
مع فوج روانہ ہوا اور سُراغ لیتا ہوا اگلے روز کربلا پہنچ گیا۔ قریب پہنچ کر عمرو بن سعد اپنی فوج
سے جُدا ہو کر آگے آیا اور امام حسین علیہ السلام کو آواز دے کر اپنے قریب بُلایا۔ سلامُ علیک
کے بعد ابن سعد نے کہا کہ

بے شک آپ یزید کے مقابلے میں زیادہ مستحق خلافت ہیں لیکن خدائے تعالیٰ
کو یہ منظور نہیں کہ آپ کے خاندان میں حکومت و خلافت آئے۔ حضرت علیؓ
اور حضرت حسنؓ کے حالات آپ کے سامنے گذر چکے ہیں۔ اگر آپ اس سلطنت
و حکومت کے خیال کو چھوڑ دیں تو بڑی آسانی سے آزاد رہا ہو سکتے ہیں نہیں
تو پھر آپ کی جان کا خطرہ ہے اور ہم لوگ آپ کی گرفتاری پر مامور ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ

"میں اس وقت تین باتیں پیش کرتا ہوں تم ان تین میں سے جس کو چاہو میرے

سے منظور کرلو۔

اوّل تو یہ کہ جس طرف سے میں آیا ہوں اُسی طرف مجھ کو واپس جانے دو تاکہ میں مکۂ معظمہ میں پہنچ کر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہوں۔

دوم یہ کہ مجھ کو کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو کہ وہاں کفار کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں۔

سوم یہ کہ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھ کو سیدھا یزید کے پاس دمشق کی جانب جانے دو۔ میرے پیچھے پیچھے اپنے اطمینان کی غرض سے تم بھی چل سکتے ہو۔ میں یزید کے پاس جاکر براہِ راست اُس سے اپنا معاملہ اسی طرح طے کرلوں گا جیسا کہ میرے بڑے بھائی حضرت امام حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے طے کیا تھا۔

عمرو بن سعد یہ سُن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ میں بطورِ خود کوئی پختہ جواب آپ کو اس وقت ان باتوں کے متعلق نہیں دے سکتا میں ابھی عبیداللہ بن زیاد کو اطلاع دیتا ہوں تو یقین ہے کہ وہ ضرور ان میں سے کسی ایک بات کو منظور کرے گا۔ عمرو بن سعد بھی اسی میدان میں خیمہ زن ہوگیا اور ابنِ زیاد کو یہ تمام کیفیت لکھ بھیجی۔ ۲ محرم ۶۱ھ کو کربلا میں عمرو بن سعد امام حسینؓ کے پہنچنے سے اگلے دن جاکر مقیم ہوا تھا اور اسی روز یہ گفتگو ہوئی تھی۔ عبیداللہ بن زیاد عمرو بن سعد کا خط پڑھ کر بہت خوش ہوا اور اُس نے کہا کہ امام حسینؓ نے وہ بات پیش کی ہے۔ جس سے فتنہ کا دروازہ بالکل بند ہو جائے گا اور وہ یزید کے پاس جاکر بیعت کرلیں گے تو پھر کوئی خطرہ باقی ہی نہ رہے گا لیکن شمر ذی الجوشن اُس وقت اُس کے پاس موجود تھا اُس نے کہا کہ اے امیر اس وقت تجھ کو موقع حاصل ہے کہ تو امام حسینؓ کو بلا تکلف قتل کرے تجھ پر کوئی الزام عائد نہ ہوگا لیکن اگر امام حسینؓ یزید کے پاس چلے گئے تو پھر اُن کے مقابلہ میں تیری کوئی عزت وقدر باقی نہ رہے گی اور وہ تجھ سے زیادہ مرتبہ حاصل کرلیں گے یہ سُن کر ابنِ زیاد نے عمرو بن سعد کو جواب میں لکھا کہ

"یہ تینوں باتیں کسی طرح منظور نہیں ہو سکتیں ہاں صرف ایک صورت قابلِ پذیرائی ہے وہ یہ کہ امام حسینؓ اپنے آپ کو ہمارے سپرد کردیں اور یزید کی بیعت نیا بتًا اوّل میرے ہاتھ پر کریں پھر میں اُن کو یزید کے پاس اپنے اہتمام سے

روانہ کردوں گا۔"

اس جواب کے آنے پر عمرو بن سعد نے حضرت امام حسینؓ کو اطلاع دی اور کہا کہ میں مجبور ہوں ابنِ زیاد خلافت یزید کی بیعت اوّل اپنے ہاتھ میں چاہتا ہے اور کسی دوسری بات کو منظور نہیں کرتا۔ امام حسینؓ نے کہا کہ اس سے تو مرجانا بہتر ہے، کہ میں ابنِ زیاد کے ہاتھ پہ بیعت کروں۔

ابن سعد اس کوشش میں مصروف تھا کہ کسی طرح کشت و خون نہ ہو یا تو امام حسینؓ ہی ابنِ زیاد کی شرط کو مان لیں یا ابنِ زیاد امام حسینؓ کے منشا کی موافق اُن کو جانے کی اجازت دے دے۔ اسی خط و کتابت اور انکار و اصرار میں ایک ہفتہ میں امام حسینؓ اور ابنِ سعد دونوں اپنے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کربلا کے میدان میں خیمہ زن رہے۔ امام حسینؓ کے ساتھی ابن سعد کے لشکریوں کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھتے اور حضرت امام حسین علیہ السلام صفوں کو درست کرتے۔ ابنِ زیاد کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو اُس کو فکر پیدا ہوئی کہ کہیں ابنِ سعد امام حسینؓ سے سازش نہ کرے اُس نے فوراً ایک چوب دار جویرہ بن تمیمی کو بلایا اور ابنِ سعد کے نام ایک خط لکھ کر دیا کہ

"میں نے تم کو حسین بن علیؓ کی گرفتاری پر مامور کیا تھا تمھارا فرض تھا کہ اُن کو گرفتار کر کے میرے پاس لاتے یا گرفتار نہ کر سکتے تو اُن کا سر کاٹ کر لاتے۔ میں نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم اُن کی مصاحبت اختیار کر کے دوستانہ تعلقات بڑھاؤ۔ اب تمھارے لئے بہتر یہی ہے کہ فوراً بلا تامل اس خط کو پڑھتے ہی یا تو حسینؓ بن علیؓ کو میرے پاس لاؤ ورنہ جنگ کر کے اُن کا سر کاٹ کر بھیجو اگر ذرا بھی تامل تم سے سرزد ہوا تو میں نے اپنے سرہنگ کو، جو یہ خط لے کر آرہا ہے حکم دیا ہے کہ وہ تم کو گرفتار کر کے میرے پاس پہنچائے اور لشکر وہیں مقیم رہ کر دوسرے سردار کا منتظر رہے جس کو میں تمھاری جگہ مامور کر کے بھیجوں گا۔"

جویرہ یہ خط لے کر جمعرات کے دن ۹ محرم ۶۱ھ کو ابن سعد کے پاس پہنچا۔ ابن سعد اُس وقت اپنے خیمہ میں بیٹھا تھا خط کو پڑھتے ہی کھڑا ہوگیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور جویرہ بن بدر سے کہا کہ تم گواہ رہنا کہ میں نے امیر کا حکم پڑھتے ہی اس کی تعمیل

کی ہے پھر صفوف جنگ آراستہ کر کے جویرہ کو ہمراہ لے کر آگے بڑھا اور امام حسینؓ کو سامنے بلوا کر کہا کہ امیر ابن زیاد کا یہ حکم آیا ہے اگر میں اس کی تعمیل میں ذرا بھی دیر کروں تو یہ قاصد موجود ہے جس کو حکم دیا گیا ہے کہ فوراً مجھ کو قید کرلے۔ امام حسینؓ نے کہا کہ مجھ کو کل تک کے لئے اور سوچنے کی مہلت دو۔ ابن سعد نے جویرہ کی طرف دیکھا کہ اس نے کہا کہ کل کچھ دُور نہیں ہے اتنی مہلت دے دینی چاہیے۔ ابن سعد میدان سے واپس آیا اور فوج کو حکم دیا کہ کمر کھول دو آج کوئی لڑائی نہ ہوگی۔

عبیداللہ بن زیاد نے جویرہ بن بدر کے ہاتھ یہ حکم روانہ کرنے کے بعد سوچا کہ اگر ابن سعد نے سستی کی اور جویرہ نے اس کو قید کر لیا تو فوج بغیر افسر کے رہ کر منتشر ہو جائے گی اور ممکن ہے کہ امام حسینؓ ہی سے جا ملے اس صورت میں ضرور وقت و پریشانی کا سامنا ہوگا اور امام حسینؓ کو موقع مل جائے گا کہ وہ مکہ کی طرف فرار ہو جائیں اور قابو میں آتے ہوئے نکل جائیں چنانچہ اس نے فوراً شمر ذی الجوشن کو بلوایا اور کہا کہ میں جویرہ کو بھیج چکا ہوں اور اس کو حکم دے دیا ہے کہ اگر ابن سعد لڑائی میں تامل کرے تو اس کو گرفتار کر کے لے آئے ابن سعد کی طرف سے مجھ کو منافقت کا شبہ ہے اگر ابن سعد نے جویرہ کو گرفتار کر لیا تو فوج جو میدان میں پڑی ہوئی ہے سب آوارہ اور ضائع ہو جائے گی میں تجھ سے بہتر اس کام کے لئے دوسرا شخص نہیں پاتا تو فوراً میدان کربلا کی طرف جا اور اگر ابن سعد گرفتار ہو چکا ہو تو فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے اور امام حسینؓ سے لڑ کر ان کا سر کاٹ لا۔ اگر ابن سعد گرفتار نہ ہوا ہو اور لڑائی میں تامل کر رہا ہو تو فوراً جاتے ہی لڑائی چھیڑ دے اور تمام کو جلدی ختم کر دے۔ شمر ذی الجوشن نے کہا کہ میری ایک شرط ہے وہ یہ کہ آپ کو معلوم ہے کہ میری بہن ام البنین بنت حزام حضرت علیؓ کی بیوی تھی جس کے بطن سے حضرت علیؓ کے چار بیٹے عبیداللہؓ، جعفرؓ، عثمانؓ، عباسؓ پیدا ہوئے میرے یہ چاروں بھانجے بھی اپنے بھائی حسینؓ کے ہمراہ میدان کربلا میں موجود ہیں آپ ان چاروں کو جان کی امان دے دیں۔ عبیداللہ بن زیاد نے اسی وقت کاغذ منگا کر چاروں کے لئے امان نامہ لکھ کر اور مہر لگا کر شمر ذی الجوشن کے سپرد کیا اور اسی وقت اس کو رخصت کر دیا۔

جویرہ رات کے وقت روانہ ہوا تھا اور جمعرات کے دن علی الصباح لشکر گاہ کربلا میں پہنچ گیا تھا۔ شمر صبح کے وقت روانہ ہوا اور عصر کے وقت پہنچا۔ شمر کے آنے پر تمام کیفیت

جو پیش آئی تھی سُنا دی۔ شمر نے کہا کہ میں تو ایک لمحہ کی بھی مُہلت نہ دوں گا یا تو اُسی وقت لڑائی کے لئے مستعد ہو جاؤ ورنہ لشکر میرے سپرد کرو۔ ابنِ سعد اُسی وقت سوار ہوا اور شمر کو ہمراہ لے کر امام حسینؓ کے پاس آیا اور کہا کہ عبید اللہ بن زیاد نے یہ دوسرا قاصد بھیجا ہے اور مہلت آپ کو بالکل دینا نہیں چاہتا۔ حضرت امام حسینؓ نے کہا کہ سبحان اللہ اب مُہلت کے دینے یا نہ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ آفتاب تو غروب ہو رہا ہے کیا رات کے وقت بھی تم لوگ جنگ کو کل کے لئے ملتوی نہ رکھو گے۔ یہ سُن کر شمر ذی الجوشن نے بھی کل صبح تک کا انتظار مناسب سمجھا اور دونوں اپنے لشکر گاہ کو واپس چلے آئے۔

پانی بند کرو

رات کے وقت عبید اللہ بن زیاد کا حکم پہنچا کہ "اگر ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی ہے تو اسی وقت جب کہ یہ حکم پہنچے پانی پر قبضہ کر لو اور حسین بن علیؓ اور اُن کے ساتھیوں کے لئے پانی بند کر دو۔ اگر سپاہ شمر کے زیر کمان آگئی ہے تو شمر کو اس حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے۔"

عمرو بن سعد نے اس حکم کے پہنچتے ہی عمرو بن الحجاج کو پانچ سو سوار دے کر ساحلِ فرات پر متعین کر دیا۔ اتفاقاً دن میں امام حسینؓ کے ہمراہیوں نے پانی اپنے لئے نہیں بھر رکھا اُن کے تمام برتن خالی ہو گئے تھے رات کو جب پانی بھرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ دشمنوں نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے۔ امام حسین بن علیؓ نے اپنے بھائی عباس بن علیؓ کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ پانی لینے کو بھیجا کہ زبردستی پانی لائیں مگر ان ظالموں نے پانی نہ لینے دیا۔ اب دم بدم پیاس کی شدت نے تکلیف پہنچانی شروع کی۔ یہ ایسی اذیت تھی جو تیر و شمشیر کی اذیت سے زیادہ سوہانِ روح تھی۔ امام حسین علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے علی بن حسینؓ بیمار تھے اور خیمے میں پڑے رہتے تھے وہ اور اُن کی بہن امِ کلثوم یہ دیکھ کر کہ صبح کو دشمنوں کا حملہ ہوگا اور تمام عزیز و اقارب جو اس وقت موجود ہیں قتل و شہید ہوں گے رونے لگے۔ ان دونوں کے رونے کی آواز سُن کر حضرت امام حسینؓ خیمہ کے اندر آئے اور کہا کہ دشمن ہمارے قریب ہی خیمہ زن ہے تمھارے رونے کی آواز سُن کر وہ خوش ہوں گے اور ہمراہیوں کے دل تھوڑے ہوں گے تم کو ہرگز ہائے وائے کچھ نہیں کرنی چاہیئے اُن کو بہ مشکل خاموش کیا اور باہر آکر فرمایا کہ واقعی بچوں اور عورتوں کے ہمراہ لانے میں ہم سے بڑی غلطی ہوئی ہے ان کو ہرگز ہمراہ نہ

لانا چاہیے تھا۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؓ نے اپنے تمام ہمراہیوں کو اپنے سامنے بلاکر کہا کہ تم لوگ یہاں سے جس طرف کو مناسب سمجھو چلے جاؤ تم کو کوئی بھی کچھ نہ کہے گا کیونکہ دشمنوں کو صرف میری ذات سے بحث ہے تمہارے چلے جانے کو تو وہ اور بھی غنیمت سمجھیں گے۔ میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ اپنی اپنی جان بچالو۔ ہمراہیوں نے یہ سن کر کہا کہ ہم ہرگز ہرگز آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم سب آپ کے اوپر قربان ہو جائیں گے اور جب تک ہمارے دم میں دم ہے آپ کو آزار نہ پہنچنے دیں گے۔ اسی شب تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص طرماح بن عدی جو اس نواح میں آیا ہوا تھا حضرت امام حسینؓ اور ابن سعد کے لشکروں کا حال سن کر امام حسینؓ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ تنہا میرے ساتھ چلیں میں آپ کو ایک ایسے راستے سے لے چلوں گا کہ کسی کو مطلق اطلاع نہ ہو سکے گی اور اپنے قبیلہ بنی طے میں لے جاکر بیس ہزار آدمی اپنے قبیلے کے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ آپ ان پانچ ہزار سے جو چاہیں کام لیں۔ امام حسینؓ نے کہا کہ میں نے ابھی ان سب سے کہا تھا کہ مجھ کو تنہا چھوڑ کر تم سب چلے جاؤ تو انھوں نے اس بات کو گوارا نہیں کیا۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ میں ان سب کو چھوڑ کر تنہا اپنی جان بچاکر نکل جاؤں اُن کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو تو وہ کچھ کہیں گے نہیں جیسا کہ آپ ابھی فرما چکے ہیں وہ تو تنہا آپ کے دشمن ہیں لہٰذا آپ اپنی جان بچانے کے لئے نکل جائیں۔ امام حسینؓ نے کہا کہ عزیزوں اور قریبی رشتہ داروں کے بغیر کوئی چیز بھی گوارا نہیں ہو سکتی میں بغیر آپ لوگوں کی معیت کے اپنی جان بچانے کے لئے ہرگز نہ جاؤں گا۔ چنانچہ اُس شخص کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔

جب صبح ہوئی تو شمر ذی الجوشن اور عمرو بن سعد صفوف لشکر کو آراستہ کر کے میدان میں آئے۔ حضرت امام حسینؓ نے بھی اپنے ہمراہیوں کو مناسب ہدایات کے ساتھ متعین کیا۔ شمر ذی الجوشن نے عبیداللہ۔ جعفر، عثمان عباس کو میدان میں بلوا کر کہا کہ تم کو امیر ابن زیاد نے امان دی ہے انھوں نے کہا کہ ابن زیاد کی امان سے خدا کی امان بہتر ہے شمر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ بعض روایات کے موافق آپ کے ہمراہ اس وقت جب کہ لڑائی ۱۰ محرم ۶۱ھ کی صبح کو شروع ہوئی ہے بہتر آدمی موجود تھے۔ بعض روایات کے موافق ایک سو چالیس اور بعض کے موافق دو سو چالیس تھے۔ بہرحال اگر بڑی سے بڑی تعداد یعنی دو سو چالیس بھی تسلیم کرلیں تو دشمنوں کی ہزارہا جرار افواج کے مقابلے میں امام حسینؓ کے ساتھی کوئی حقیقت نہ رکھتے تھے۔

امام حسین علیہ السلام اپنے ہمراہیوں کو مناسب مقامات پر کھڑا کرکے اور ضروری وصیتیں فرماکر اُونٹ پر سوار ہوئے اور کوفی لشکر کی صفوف کے سامنے تنہا گئے اُن لوگوں کو بلند آواز سے مخاطب کرکے ایک تقریر شروع کی اور فرمایا کہ اے کوفیو! میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تقریر کوئی نتیجہ میرے لئے اس وقت پیدا نہ کرے گی اور تم کو جو کچھ کرنا ہے تم اس سے باز نہ آؤ گے لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کی حجت تم پر پوری ہوجائے اور میرا عُذر بھی ظاہر ہوجائے۔ ابھی اسی قدر الفاظ کہنے پائے تھے کہ آپ کے خیمے سے عورتوں اور بچوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ ان آوازوں کے سننے سے آپ کو سخت ملال ہوا اور سلسلہ کلام کو روک کر اور لاحول پڑھ کر آپ نے کہا کہ عبداللہ بن عباسؓ مجھ سے سچ کہتے تھے کہ عورتوں اور بچوں کو ہمراہ نہ لے جاؤ، مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے اُن کے مشورے پر عمل نہ کیا پھر لوٹ کر اپنے بھائی اور بیٹے کو پکار کر کہا کہ ان عورتوں کو رونے سے منع کرو اور کہو کہ اس وقت خاموش رہو کل خوب دل بھر کر رو لینا، اُنھوں نے عورتوں کو سمجھایا اور وہ آوازیں بند ہوئیں حضرت حسین علیہ السلام نے پھر کوفیوں کی طرف متوجہ ہوکر اپنی تقریر اس طرح شروع کی کہ

"لوگو! تم میں سے ہر ایک شخص جو مجھ سے واقف ہے اور ہر ایک وہ شخص بھی جو مجھ کو نہیں جانتا اچھی طرح آگاہ ہوجائے کہ میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیٹا ہوں۔ حضرت فاطمہؓ میری ماں اور جعفر طیارؓ میرے چچا تھے۔ اس فخر نسبی کے علاوہ مجھ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ آنحضرت صلعم نے مجھ کو اور میرے بھائی حسنؑ کو جوانانِ اہلِ جنت کا سردار بتایا ہے اگر تم کو میری بات کا یقین نہ ہو تو ابھی تک آنحضرت صلعم کے بہت سے صحابی زندہ ہیں تم اُن سے میری اس بات کی تصدیق کرسکتے ہو۔ میں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ میں نے کبھی نماز قضا نہیں کی اور میں نے کسی مومن کو قتل نہ کیا نہ آزار پہنچایا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا بھی باقی ہوتا تو تمام عیسائی قیامت تک اُس گدھے کی پرورش اور نگہداشت میں مصروف رہتے تم کیسے مسلمان اور کیسے اُمتی ہو کہ اپنے رسولؐ کے نواسے کو قتل کرنا چاہتے ہو نہ تم کو خدا کا خوف ہے نہ رسولؐ کی شرم ہے میں نے جبکہ ساری عمر کسی شخص کو بھی قتل نہیں کیا

تو ظاہر ہے کہ مجھ پر کسی کا قصاص بھی نہیں۔ پھر بتاؤ کہ تم نے میرے خون کو کس طرح حلال سمجھ لیا ہے۔ میں دنیا کے جھگڑوں سے آزاد ہو کر مدینہ میں آنحضرت صلعم کے قدموں میں پڑا تھا تم نے وہاں بھی مجھ کو نہ رہنے دیا پھر مکہ معظمہ کے اندر خانۂ خدا میں مصروفِ عبادت تھا تم کوفیوں نے مجھ کو وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور میرے پاس مسلسل خطوط بھیجے کہ ہم تم کو امامت کا حق دار سمجھتے اور تمھارے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنا چاہتے ہیں۔ جب تمھارے بُلانے کے موافق میں یہاں آیا تو اب تم مجھ سے برگشتہ ہو گئے۔ اب بھی اگر تم میری مدد کرو تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھ کو قتل نہ کرو اور آزاد چھوڑ دو، تاکہ میں مکہ یا مدینہ میں جا کر مصروفِ عبادت ہو جاؤں اور خدائے تعالےٰ خود اس جہان میں فیصلہ کر دے گا کہ کون حق پر تھا اور کون ظالم تھا۔"

اس تقریر کو سُن کر سب خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ

"خدا کا شکر ہے کہ میں نے تم پر حجت پوری کر دی اور تم کوئی عذر پیش نہیں کر سکتے۔"

پھر آپ نے ایک ایک کا نام لے کر آواز دی کہ "اے شبث بن ربعی۔ اے حجاج بن الحسن۔ اے قیس بن الاشعث۔ اے حُر بن یزید تمیمی۔ اے فلاں وفلاں کیا تم نے مجھ کو خطوط نہیں لکھے تھے اور مجھ کو باصرار یہاں نہیں بلوایا تھا؟ اور اب جب کہ میں آیا ہوں تو تم مجھ کو قتل کرنے پر آمادہ ہو۔"

یہ سُن کر اُن سب لوگوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا اور نہ آپ کو بُلایا۔ حضرت امام حسینؓ نے وہ خطوط نکالے اور الگ الگ پڑھ کر سُنائے کہ یہ تمھارے خطوط ہیں۔ انھوں نے کہا کہ خواہ ہم نے یہ خطوط بھیجے یا نہیں بھیجے مگر اب ہم علی الاعلان آپ سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ سُن کر امام حسین علیہ السلام اونٹ سے اُترے اور گھوڑے پر سوار ہو کر لڑائی کے لئے مستعد ہو گئے۔ کوفی لشکر سے اوّل ایک شخص میدان میں مقابلہ کی غرض سے نکلا مگر اُس کا گھوڑا ایسا بِدکا کہ وہ گھوڑے سے گِرا اور گر کر مر گیا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر حُر بن یزید تمیمی اس انداز سے جیسے کوئی حملہ آور ہوتا ہے اپنی ڈھال سامنے کر کے اور گھوڑا دوڑا کر امام

حسینؓ کے پاس آیا اور ڈھال پھینک دی۔ حضرت حسینؓ نے پوچھا تو کس لئے آیا ہے اُس نے کہا کہ میں وہ شخص ہوں جس نے آپ کو ہر طرف سے گھیر کر اور روک کر واپس نہ جانے دیا اور اس میدان میں قیام کرنے پر مجبور کیا۔ میں اپنی اس خطا کی تلافی میں اب آپ کی طرف سے کوفیوں کا مقابلہ کروں گا۔ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ امام حسینؓ نے اُس کو دعا دی اور بہت خوش ہوئے۔

شمر ذی الجوشن نے عمرو بن سعد سے کہا کہ اب دیر کیوں کر رہے ہو۔ عمرو بن سعد نے فوراً ایک تیر کمان جوڑ کر حضرت حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف پھینکا اور کہا کہ تم گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے۔ اس کے بعد کوفیوں کے لشکر سے دو آدمی نکلے امام حسینؓ کی طرف سے ایک بہادر نے مقابلہ پر جا کر دونوں کو قتل کر دیا پھر اسی طرح لڑائی کا سلسلہ جاری ہوا۔ دیر تک مبارزہ کی لڑائی ہوتی رہی اور اس میں کوفیوں کے آدمی زیادہ مارے گئے۔ پھر اس کے بعد امام حسینؓ کی طرف سے ایک ایک آدمی نے کوفیوں کی صفوں پر حملہ کرنا شروع کیا اس طرح بہت سے کوفیوں کا نقصان ہوا۔ حضرت امام حسینؓ کے ہمراہیوں نے آلِ ابی طالب کو اُس وقت تک میدان میں نہ نکلنے دیا۔ جب تک کہ وہ ایک ایک کر کے سب کے سب نہ مارے گئے۔ آخر میں مسلم بن عقیل کے بیٹوں نے آلِ علیؓ پر سبقت کی اُن کے بعد حضرت امام حسینؓ کے بیٹے علی اکبرؓ نے دشمنوں پر رستمانہ حملے کئے اور بہت سے دشمنوں کو ہلاک کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گئے اُن کے قتل ہونے کے بعد امام حسین علیہ السلام سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ رونے لگے۔ پھر آپ کے بھائی عبداللہ و محمد و جعفر و عثمان نے دشمنوں پر حملہ کیا اور بہت سے دشمنوں کو مار کر خود بھی ایک ہی جگہ ڈھیر ہو گئے آخر میں امام حسنؓ کے ایک نوعمر بیٹے محمد قاسم نے حملہ کیا اور وہ بھی مارے گئے۔ غرضکہ امام حسینؓ کے لئے کربلا میں اپنی شہادت اور دوسری تمام مصیبتوں سے بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو شہید ہوتے ہوئے اور اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو ان روح فرسا نظاروں کا تماشا دیکھتے ہوئے دیکھا۔ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہیوں اور خاندان والوں نے ایک طرف اپنی بہادری کے نمونے دکھائے تو دوسری طرف وفاداری و جاں نثاری کی بھی انتہائی مثالیں پیش کر دیں نہ کسی شخص نے کمزوری و بزدلی کا اظہار کیا نہ بے وفائی و تن آسانی کا الزام اپنے اوپر لیا حضرت امام حسین علیہ السلام سب سے آخر تنہا رہ گئے تھے خیمہ میں عورتوں کے سوا صرف علی اوسط

معروف بہ زین العابدین جو بیمار اور چھوٹے بچے تھے باقی رہ گئے تھے۔ عبید اللہ بن زیاد ظالم نے یہ بھی حکم بھیج دیا تھا کہ امام حسینؓ کا سر مبارک کاٹ کر اُن کی لاش گھوڑوں سے یہاں تک پامال کرائی جائے کہ ہر ایک عضو ٹوٹ جائے۔

حضرت امام حسینؓ کی شہادت

حضرت امام حسینؓ نے تنہا رہ جانے کے بعد بہت بہادری اور جواں مردی کے ساتھ دشمنوں پر حملے کئے ہیں۔ ان حملوں کی شان دیکھنے والوں نے ہزاروں میں سے اول ہی تھا۔ مگر عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم نے آج تک ایسا بہادر و جری انسان نہیں دیکھا۔ اس غم کی داستان اور روح کو مضمحل کر دینے والی کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم پر بہت سے زخم تیر کے تھے مگر آپ برابر دشمنوں کا مقابلہ کئے جا رہے تھے ایک دوسری روایت کے موافق ۳۳ زخم نیزے کے اور ۳۴ زخم تلوار کے تھے اور تیروں کے زخم ان کے علاوہ تھے۔ شروع میں آپ گھوڑے پر سوار ہو کر حملہ آور ہوتے رہے تھے لیکن جب گھوڑا زخمی ہو گیا تو پیدل لڑتے رہے۔ دشمنوں میں کوئی شخص کبھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ امام حسین میرے ہاتھ سے شہید ہوں۔ بلکہ ہر شخص آپ کے مقابلہ سے بچتا اور طرح دیتا تھا۔ آخر شمر ذی الجوشن نے چھ شخصوں کو آمادہ کر کے آپ پر حملہ کیا اُن میں سے ایک نے شمشیر کا ایسا وار کیا کہ امام حسین علیہ السلام کا بایاں ہاتھ کٹ کر الگ گر پڑا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُس پر جوابی وار کرنا چاہا لیکن آپ کا داہنا ہاتھ بھی اس قدر مجروح ہو چکا تھا کہ تلوار نہ اُٹھا سکے پیچھے سے سنان بن انس نخعی نے آپ کے نیزہ مارا جو شکم سے پار ہو گیا۔ آپ نیزہ کا یہ زخم کھا کر گرے اُس نے نیزہ کھینچا اور اُس کے ساتھ ہی آپ کی روح بھی کھینچ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔

اس کے بعد شمر نے یا شمر کے حکم سے کسی دوسرے شخص نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر جسم سے جدا کیا اور عبید اللہ بن زیاد کے حکم کی تعمیل کے لئے بارہ سوار متعین کئے گئے۔ انھوں نے اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے آپ کے جسد مبارک کو خوب کچلا۔ پھر خیمہ کو لوٹا۔ آپ کے اہلِ بیت کو گرفتار کیا۔ زین العابدین جو لڑکے تھے شمر ذی الجوشن کی نظر پڑی تو ان کو اُس نے قتل کرنا چاہا مگر عمرو بن سعد نے اُس کو اس حرکت سے باز رکھا۔ حضرت امام حسینؓ

کا سرِ مبارک اور آپ کے اہلِ بیت کوفہ میں ابنِ زیاد کے پاس بھیجے گئے۔ کوفہ میں ان کو تشہیر کیا گیا۔ ابن زیاد نے دربار کیا اور ایک طشت میں رکھ کر امام حسینؓ کا سر اُس کے سامنے پیش ہوا اُس نے اس سر کو دیکھ کر گستاخانہ کلمات کہے۔ پھر تیسرے روز شمر ذی الجوشن کو ایک دستۂ فوج دے کر اُس کی نگرانی میں یہ قیدی اور سرِ مبارک یزید کے پاس دمشق کی جانب روانہ کیا۔ علی بن حسینؓ یعنی امام زین العابدین اور تمام عورتیں جب یزید کے پاس پہنچے اور امام حسینؓ کا سر اُس نے دیکھا تو وہ سر در بار رو پڑا اور عبیداللہ بن زیاد کو گالیاں دے کر کہنے لگا کہ اس پسرِ سمیّہ کو میں نے یہ حکم کب دیا تھا کہ حسین بن علیؓ کو قتل کر دینا پھر شمر ذی الجوشن اور عراقیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ کہ میں تو تمھاری اطاعت و فرماں داری سے ویسے ہی خوش تھا تم نے حسین بن علیؓ کو کیوں قتل کر دیا۔ شمر ذی الجوشن اور اُس کے ہمراہی اِس توقع میں تھے کہ یزید ہم کو انعام دے گا اور ہماری عزت بڑھائے گا مگر یزید نے کسی کو کوئی انعام وصلہ نہیں دیا اور اپنی ناخوشی و ناراضی کا اظہار کر کے سب کو واپس لوٹا دیا۔ پھر درباریوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ امام حسینؓ کی ماں میری ماں سے اچھی تھیں اُس کے نانا آنحضرت صلعم تمام رسُولوں سے بہتر اور اولادِ آدم کے سردار ہیں لیکن ان کے باپ علیؓ اور میرے باپ معاویہؓ میں جھگڑا ہوا۔ اسی طرح میرے اور حسین بن علیؓ کے درمیان نزاع ہوا۔ علیؓ اور حسینؓ دونوں کہتے تھے کہ جس کے باپ دادا اچھے ہوں وہ خلیفہ ہو اور قرآن شریف کی اُس آیت پر انھوں نے غور نہیں فرمایا کہ قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء آخر سب کو معلوم ہو گیا کہ خدائے تعالےٰ نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا یا اُن کے حق میں۔ اس کے بعد ان قیدیوں کو آزادی دے کر بطور معزز مہمان اپنے محل میں رکھا۔ عورتیں اندر عورتوں میں گئیں تو انھوں نے دیکھا کہ یزید کی محل سرا میں بھی اسی طرح ماتم برپا ہے اور سب عورتیں رو رہی ہیں جس طرح امام حسینؓ کی بہن اپنے بھائی اور عزیزوں کے لئے رو رہی تھیں۔ چند روز شاہی مہمان رہ کر یہ برباد شدہ قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ یزید نے ان کو ہر قسم کی مالی امداد دی اور علی بن حسینؓ سے ہر قسم کی امداد کا وعدہ کیا کہ جب تم لکھو گے تمھاری فرمائش کی ضرور تعمیل کی جائے گی۔

عبیداللہ بن زیاد کی مایوسی

عبیداللہ بن زیاد کو توقع تھی کہ قتلِ امام حسینؓ کے بعد میری خوب قدردانی ہوگی لیکن یزید نے واقعۂ کربلا کے بعد سلم بن زیاد کو خراسان کا حاکم مقرر کر کے ایران کے بعض وہ صوبے بھی جو بصرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ سلم کے ماتحت کر کے اُس کو کوفہ کی جانب روانہ کیا اور ایک خط عبیداللہ بن زیاد کے نام لکھ کر دیا کہ تمہارے پاس عراق کی جس قدر فوج ہے اُس میں سے چھ ہزار آدمی جن کو سلم پسند کرے اس کے ساتھ کر دو۔ عبیداللہ کو یہ بات ناگوار گذری اور امام حسینؓ کے قتل پر افسوس کرنے لگا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو یزید کو میری احتیاج رہتی اور وہ میری عزت و مرتبہ کے بڑھانے میں کمی نہ کرتا۔ لیکن اب وہ بے فکر ہوگیا ہے اسی لئے اُس نے ملک اور فوج دونوں میرے تصرف سے نکالنی شروع کر دیں۔ سلم نے جب لشکر کوفہ کی موجودات لے کر سردارانِ لشکر سے کہا کہ تم میں سے کون کون میرے ہمراہ خراسان کی طرف چلنا چاہتا ہے۔ تو ہر ایک شخص نے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ عبیداللہ بن زیاد نے رات کے وقت سردارانِ لشکر کے پاس اپنا آدمی بھیجا اور کہا کہ تعجب ہے تم سلم کو میرے اوپر ترجیح دیتے ہو۔ سردارانِ لشکر نے جواباً کہلا بھجوایا کہ آپ کے پاس رہ کر تو ہمیں اہلِ بیت نبوی کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑتے ہیں لیکن سلم کے ساتھ جا کر ہم کو ترکوں اور مغلوں کے ساتھ جہاد کرنے کا موقع ملے گا۔ اگلے دن سلم چھ ہزار چیدہ آدمی لشکر کوفہ سے لے کر خراسان کی جانب روانہ ہوا اور عبیداللہ بن زیاد کو واقعۂ کربلا کے بعد ندامت و افسوس کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

مکّہ و مدینہ کے واقعات

یزید نے جب عمرو بن سعد کو مدینہ سے کوفہ کی جانب عبیداللہ بن زیاد کے پاس روانہ ہونے کا حکم دیا تو عمرو بن سعد کی جگہ پھر ولید بن عتبہ کو مدینہ کا عامل بنا کر بھیج دیا تھا۔ یہی ولید بن عتبہ عامل مدینہ تھا۔ جس نے عبداللہ بن جعفر کی فرمائش سے ایک تحریر اس امر کی لکھ دی تھی کہ اگر امام حسینؓ مدینہ میں آجائیں تو ان کو امان ہے۔ یہ تحریر اپنے خط کے ساتھ عبداللہ بن جعفر نے امام حسینؓ کے پاس اپنے بیٹوں عون و محمد کے ہاتھ بھیجی تھی جب کہ وہ کوفہ کو جا رہے تھے۔ مکہ سے یزید کی حکومت اُٹھ چکی تھی وہاں عبداللہ بن زبیرؓ حکمران تھے۔ جب امام حسینؓ کے شہید ہونے کی خبر مکہ میں پہنچی تو عبداللہ بن زبیرؓ نے لوگوں کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور کہا کہ :

"لوگو! دنیا میں عراق کے آدمیوں سے بڑے کہیں کے آدمی نہیں ہیں اور عراقیوں میں سب سے بدتر کوفی لوگ ہیں کہ انھوں نے بار بار خطوط بھیج کر باصرار امام حسینؓ کو بلایا اور اُن کی خلافت کے لئے بیعت کی لیکن جب ابن زیاد کوفہ میں آیا تو اُسی کے گرد ہوگئے اور امام حسینؓ کو جو نماز گذار روزہ دار، قرآن خواں اور ہر طرح مستحقِ خلافت تھے قتل کردیا اور ذرا بھی خدا کا خوف نہ کیا۔"

یہ کہکر عبداللہ بن زبیرؓ رو پڑے۔ لوگوں نے کہا کہ اب آپ سے بڑھ کر کوئی مستحقِ خلافت نہیں ہے آپ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور آپ کو خلیفۂ وقت مانتے ہیں چنانچہ تمام اہلِ مکہ نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی بیعتِ خلافت کی یہ خبر یزید کو پہنچی تو اُس نے ایک چاندی کی زنجیر بنوا کر دو آدمیوں کے ہاتھ ولید بن عتبہ کے پاس مدینہ میں بھیجی اور لکھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے گلے میں یہ زنجیر ڈال کر اور مکہ سے گرفتار کرکے میرے پاس بھیجو۔ لیکن بعد میں وہ اپنی اس حرکت پر خود ہی متاسف ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ آسانی سے اپنے گلے میں زنجیر ڈلوانے والے نہیں ہیں چنانچہ ولید بن عتبہ نے اس حکم کی کوئی تعمیل نہیں کی۔ یزید بھی سوچتا رہا کہ کس طرح عبداللہ بن زبیرؓ کو قابو میں لایا جائے اور خانۂ کعبہ کی حُرمت کو بھی کشت وخون سے نقصان نہ پہنچایا جائے۔ ماہ ذوالحجہ ۶۱ھ میں حج کے لئے مکہ میں اطراف وجوانب سے لوگ آنے شروع ہوئے۔ یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ عاملِ مدینہ امیرِ حج ہوکر مکہ میں گیا۔ اُدھر عبداللہ بن زبیرؓ جُدا امیرِ حج تھے۔ غرض دونوں نے جُدا جُدا اپنے گروہ کے ساتھ حج کیا اور کسی نے کسی کی مخالفت نہ کی۔ ولید بن عتبہ نے ایسی تدبیریں شروع کردیں کہ کسی طرح عبداللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کرکے یزید کی خوشنودی حاصل کرسکے ــــ عبداللہ بن زبیرؓ ولید کے ارادوں سے واقف ہوگئے اور انھوں نے ایامِ حج کے بعد مطمئن ہوکر یزید کو ایک خط لکھا کہ:-

"ولید اگرچہ تیرا چچا زاد بھائی ہے لیکن بہت ہی بیوقوف ہے اور اپنی بیوقوفی سے کاموں کو تباہ کر رہا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ کسی دوسرے کو مدینہ کا عامل بنا۔"

اس خط کے پڑھنے سے یزید بہت متاثر ہوا۔ اُس نے سمجھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کا دل میری طرف سے صاف ہے اور وہ ہرگز میرے مخالف نہیں ہیں۔ اس سے پیشتر چونکہ مروان بن حکم بھی ولید کی شکایت میں اس قسم کے الفاظ لکھ چکا تھا۔ اس لئے عبداللہ بن زبیرؓ کے اس خط کی نسبت یزید کو کسی بدگمانی کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ لہٰذا اُس نے فوراً ولید بن عتبہ کو معزول کرکے اُس جگہ اپنے

دوسرے چچازاد بھائی عثمان بن محمد ابی سفیان کو مدینہ کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔

عثمان بن محمد نے مدینہ میں آکر بے خواری شروع کردی جس سے لوگ بہت ہی ناخوش اور بد دل ہوئے۔ عثمان محرم ۶۲ھ میں مدینہ کا عامل مقرر ہو کر آیا۔ چندروز کے بعد اُس نے شرفائے مدینہ میں سے دس شخص انتخاب کر کے یزید کے پاس دمشق کی جانب بھیجے۔ اس وفد میں منذر بن زبیرؓ اور عبداللہ بن حنظلہ عبداللہ بن عمرو بن حفص بن مغیرہ بھی شامل تھے۔ یہ لوگ جب دمشق میں پہنچے تو یزید نے ان کی خوب خاطر مدارات کی اور اوّل الذکر دونوں شخصوں کو ایک ایک لاکھ اور باقی آٹھ شخصوں کو دس دس ہزار درم انعام کے دے کر رخصت کیا۔ اُنھوں نے دمشق میں یزید کو بھی گانے بجانے کی محفلیں برپا کرتے اور خلافِ شرع کاموں میں مصروف دیکھا تھا۔ واپسی میں سب نے ارادہ کیا کہ یزید کی خلافت کے خلاف کوشش کرنی چاہیے۔ دمشق سے نو شخص تو مدینہ کی طرف واپس آئے تھے اور ایک شخص منذر بن زبیر کوفہ کی طرف چلے گئے تھے کیونکہ عبیداللہ بن زیاد اور منذر بن زبیر کے درمیان دوستی تھی اُنھوں نے عبیداللہ کی ملاقات کے لئے کوفہ کا عزم کیا تھا۔ جب عبداللہ بن حنظلہ معہ ہمراہیوں کے مدینہ میں آئے تو لوگ حالات معلوم کرنے کی غرض سے اُن کے گرد جمع ہوئے۔

خلافتِ یزید کی مخالفت

عبداللہ نے کہا کہ یزید ہرگز مستحق خلافت نہیں کیونکہ وہ خلافِ شرع کاموں میں مصروف دیکھا جاتا ہے۔ اُس کے مسلمان ہونے میں بھی کلام ہے اُس سے تو مسلمانوں کو جہاد کرنا چاہیے۔ اہلِ مدینہ نے کہا کہ ہم نے تو سُنا ہے یزید نے آپ کو خوب انعام واکرام دیا ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ ہم نے اس لئے قبول کر لیا کہ ہم میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی ان باتوں کو سُن کر لوگ یزید سے بے حد متنفر ہو گئے۔ عبداللہ بن حنظلہ نے تجویز پیش کی کہ یزید کو معزول کر دیا جائے۔ چنانچہ قریش نے عبداللہ بن مطیع کو اور انصار نے عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا اپنا سردار منتخب کر کے یزید کی خلافت وحکومت کا انکار کیا۔ عثمان بن محمد و مروان بن حکم اور تمام بنی اُمیہ جن کی تعداد مدینہ میں ایک ہزار کے قریب ہو گی یہ رنگ دیکھ کر کچھ تو مدینہ سے باہر چلے گئے اور کچھ مروان بن حکم کی حویلی میں پناہ گزین ہوئے۔ اہلِ مدینہ نے تمام بنواُمیہ کو جو اُن کے ہاتھ آئے گرفتار و قید کر لیا صرف مروان کے بیٹے عبدالملک کو جو حضرت سعید بن المسیب فقیہ مدینہ کی خدمت میں ہمہ وقت موجود رہتا اور مسجد سے باہر کم نکلتا تھا اور بہت ہی عابد زاہد اور

نیک سمجھا جاتا تھا کچھ نہیں کہا۔ ان حالات کی اطلاع بنو اُمیہ نے یزید کے پاس دمشق پہنچائی یزید نے فوراً ایک خط عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ منذر بن زبیر تمھارے پاس کوفہ میں گیا ہوا ہے فوراً اُس کو گرفتار کر کے قید رکھو اور مدینہ کی طرف ہرگز نہ جانے دو۔ عبیداللہ بن زیاد چونکہ یزید سے خوش نہ تھا کیونکہ اُس کی کوئی قدر دانی اور عزت افزائی قتلِ حسینؓ کے صلہ میں یزید نے نہیں کی تھی لہٰذا اُس نے منذر کو فوراً مدینہ کی طرف رخصت کر دیا اور یزید کو لکھ دیا کہ آپ کا خط آنے سے پہلے منذر مدینہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ منذر نے مدینہ میں پہنچ کر عبداللہ بن حنظلہ اور عبداللہ بن مطیع سے کہا کہ تم کو چاہیئے کہ علی بن حسینؓ (امام زین العابدین) کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کرو۔ چنانچہ یہ سب مل کر علی بن حسینؓ کے پاس گئے اُنھوں نے صاف انکار کیا اور کہا کہ میرے باپ اور دادا دونوں نے خلافت کے حصول کی کوشش میں اپنی جانیں گنوائیں میں اب ہرگز ایسے خطرناک کام کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں اپنے آپ کو قتل کرانا پسند نہیں کر سکتا۔ یہ کہکر وہ مدینے سے باہر ایک موضع میں چلے گئے۔

مروان جو معہ دیگر بنی اُمیہ اپنی حویلی میں قید تھا اُس نے عبدالملک کے ہاتھ علی بن حسینؓ کے پاس کہلا بھجوایا کہ آپ نے جو کچھ کیا بہت ہی اچھا کیا۔ ہم اس قدر امداد کے اور خواہاں ہیں ہمارے بعض قیمتی اموال اور اہل وعیال جن کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے۔ آپ کے پاس بھجوائے دیتے ہیں۔ آپ اُن کی حفاظت کریں۔ علی بن حسینؓ نے اس کو منظور کر لیا اور مروان بن حکم نے رات کی تاریکی میں پوشیدہ طور پر اپنے اہل وعیال اور قیمتی اموال علی بن حسینؓ کے پاس اُس کے گاؤں میں بھیج دیئے علی بن حسینؓ نے مدینہ کے حالات یزید کو لکھ کر بھیجے اور اپنی نسبت لکھا کہ میں آپ کا وفادار ہوں اور بنو اُمیہ کی حمایت وحفاظت میں ممکن کوششیں بجا لا رہا ہوں۔ یزید نے مدینہ کے حالات سے واقف ہو کر نعمان بن بشیرؓ انصاری کو بُلا کر کہا کہ "تم مدینہ جا کر لوگوں کو سمجھاؤ کہ ان حرکات سے باز رہیں اور مدینہ میں کُشت* وخون کے امکانات پیدا نہ کریں۔ نیز عبداللہ بن حنظلہ کو بھی نصیحت کرو کہ تم یزید کے پاس گئے اور وہاں سے انعام واکرام حاصل کر کے خوش وخرم رخصت ہوئے لیکن مدینہ میں آکر یزید کے مخالف بن گئے اور بیعت فسخ کر کے یزید پر کفر کا فتویٰ لگا کر لوگوں کو برانگیختہ کیا یہ کوئی مردانگی اور دانائی کا کام نہیں کیا۔ علی بن حسینؓ (امام زین العابدین) سے مل کر میری طرف سے پیغام پہنچاؤ کہ تمھاری وفاداری وکارگذاری کی ضرور قدر کی جائے گی۔ بنو اُمیہ سے جو وہاں موجود ہیں کہو کہ تم سے اتنا

بھی کام نہ ہوا کہ مدینہ میں فتنہ پیدا کرنے والے دو شخصوں کو قتل کر کے اِس فتنے کو دبا دیتے۔
یہ باتیں سُن کر نعمان بن بشیرؓ ایک سانڈنی پر سوار ہوئے اور مدینہ کی طرف چلے۔ مدینہ میں آکر اُنھوں نے ہر چند کوشش کی اور سب کو سمجھایا مگر کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا مجبورًا وہ مدینہ سے دمشق واپس گئے اور تمام حالات یزید کو سُنائے۔ یزید نے مطلع ہو کر مُسلم بن عقبہ کو طلب کیا اور کہا کہ ایک ہزار چیدہ جنگ جُو ہمراہ لے کر مدینہ پہنچو۔ لوگوں کو اطاعت کی طرف بُلاؤ، اگر وہ اطاعت اختیار کر لیں تو بہتر ہے نہیں تو جنگ کر کے سب کو سیدھا کر دو۔

مسلم نے کہا کہ میں فرماں بردار ہوں لیکن آج کل بیمار ہوں۔ یزید نے کہا کہ تو بیمار بھی دوسرے تندرستوں سے بہتر ہے اور اس کام کو تیرے سوا دوسرا انجام دینے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ مجبورًا مُسلم نے فوج انتخاب کر کے اپنے ہمراہ لی اور تیسرے روز دمشق سے روانہ ہو گیا۔ یزید نے رُخصت کرتے وقت مسلم کو نصیحت کی کہ جہاں تک ممکن ہو نرمی اور درگذر سے کام لے کر اہلِ مدینہ کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنا لیکن جب یہ یقین ہو جائے کہ نرمی اور نصیحت کام نہیں آسکتی تو پھر تجھ کو اختیارِ کامل دیتا ہوں کہ کشت وخون اور قتل وغارت میں کمی نہ کرنا مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ علی بن حسینؓ کو کوئی آزار نہ پہنچے کیونکہ وہ میرا وفادار اور خیر خواہ ہے اور اس کا خط میرے پاس آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ مجھ کو اس شورش اور بغاوت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یزید نے مسلم بن عقبہ سے یہ بھی کہا کہ اگر تیری بیماری بڑھ جائے اور تو فوج کی سپہ سالاری خود نہ کر سکے تو میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حصین بن نمیر تیرا قائم مقام ہو تو بھی اُس کو اپنا نائب مقرر کر دے۔ اس فوج کو رخصت کرنے کے بعد اُسی روز یزید نے عبیداللہ بن زیاد کے پاس ایک قاصد خط دے کر بھیجا۔ خط میں لکھا تھا کہ تو کوفہ سے فوج لے کر مکہ پر حملہ کر اور عبداللہ بن زبیرؓ کے فتنے کو مٹا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جوابًا لکھا کہ دو کام مجھ سے نہیں ہوں گے میں امام حسینؓ کے قتل کرنے کا ایک کام کر چکا ہوں اب خانہ کعبہ کے ویران کرنے کا دوسرا کام مجھ سے نہ ہو گا۔ یہ کام کسی دوسرے شخص کو سپرد کرنا چاہیے۔ مُسلم بن عقبہ جب فوج لئے ہوئے مدینہ کے قریب پہنچا تو مدینہ والوں نے عبداللہ بن حنظلہ سے کہا کہ بنی اُمیہ جو مدینہ میں موجود ہیں یہ دمشق کی فوج آنے پر سب دشمنوں سے جا ملیں گے اور ہم کو اندرونی لڑائی میں مبتلا کر کے سخت نقصان پہنچائیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ ان سب کو مسلم کے پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا جائے۔ عبداللہ بن حنظلہ نے کہا کہ اگر ہم نے بنی اُمیہ کو قتل کیا تو یزید تمام شامیوں کو اور

عبیداللہ بن زیاد تمام عراقیوں کو لے کر چڑھ آئیں گے اور ہم سے اُن کا قصاص طلب کریں گے۔ مناسب یہ ہے کہ ہم تمام بنی اُمیہ کو بُلا کر اُن سے اقرار لیں اور اس بات کی قسم دیں کہ وہ ہم سے نہ لڑیں گے اور ہمارے خلاف کسی قسم کی مدد حملہ آور فوج کو نہ دیں گے۔ یہ عہد و اقرار لے کر ہم اُن کو مدینہ سے باہر نکالے دیتے ہیں۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا اور عبداللہ بن حنظلہ نے تمام بنی اُمیہ سے مذکورہ عہد و اقرار لے کر مدینہ سے رُخصت کر دیا بجز عبدالملک بن مروان کے کہ اُس کو مدینہ میں رہنے کی آزادی حاصل رہی۔ ان لوگوں کی وادی القریٰ میں مُسلم بن عقبہ کے لشکر سے ملاقات ہوئی۔ مُسلم نے ان سے پوچھا کہ ہم کو مدینہ پر کس طرف سے حملہ آور ہونا چاہیئے؟ اُنھوں نے اپنے عہد و اقرار کا لحاظ کر کے مسلم کو جواب دینے سے انکار کیا۔ اور اپنے عہد و اقرار کا عذر پیش کیا مسلم نے پوچھا کہ تم میں کوئی ایسا بھی ہے جس نے کوئی عہد نہ کیا ہو اور اُس سے قسم نہ لی گئی ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ ہاں عبدالملک بن مروان ایک ایسا شخص ہے اور وہ مدینہ میں موجود ہے۔ مسلم نے کہا کہ وہ نوجوان ہے ہم کو تجربہ کار بوڑھے شخص کی ضرورت ہے جو ضروریاتِ جنگ سے واقف ہو اُنھوں نے کہا کہ وہ نوجوان بوڑھوں سے بہت بہتر ہے۔ چنانچہ مُسلم نے کسی کو بھیج کر مدینہ سے عبدالملک کو بُلوایا اور اُس کے مشوروں کو سُن کر حیران رہ گیا اور اُنھیں پر عامل ہوا۔ اُس نے مدینہ کے قریب پہنچ کر اہلِ مدینہ کے پاس پیغام بھیجا کہ "امیرالمومنین یزید تم کو شریف سمجھتے اور تمھاری خون ریزی کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تم اطاعت اختیار کرو ورنہ مجبوراً مجھ کو شمشیر نیام سے نکالنی پڑے گی" یہ پیغام بھیج کر تین دن مُسلم نے انتظار کیا۔ مگر اہلِ مدینہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ آخر مُسلم نے حُرّہ کی جانب سے مدینہ پر حملہ کیا۔ اہلِ مدینہ نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اور لشکرِ شام کا منہ پھیر پھیر دیا۔ لیکن مُسلم بن عقبہ کی بہادری و تجربہ کاری سے اہلِ مدینہ کو شکست ہوئی۔ عبداللہ بن حنظلہ۔ فضیل بن عباس بن عبدالمطلب۔ محمد بن ثابت بن قیس۔ عبداللہ بن زید بن عاصم۔ محمد بن عمرو بن حزم انصاری۔ وہب بن عبداللہ بن زمعہ۔ زبیر بن عبدالرحمٰن بن عوف۔ عبداللہ بن نوفل بن حرث بن عبدالمطلب وغیرہ بہت سے سردارانِ مدینہ جنگ میں کام آئے فتح مند فوج مدینہ میں داخل ہوئی۔ مسلم بن عقبہ نے تین دن تک قتلِ عام اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس لڑائی اور قتلِ عام میں ایک ہزار کے قریب آدمی مارے گئے جن میں تین سو سے زیادہ شرفائے قریش و انصار شامل تھے چونکہ

روز مسلم نے قتل عام کو موقوف کر کے بیعت کا حکم دیا۔ جس نے مسلم کے ہاتھ پر آ کر بیعت کی وہ بچ گیا۔ جس نے بیعت سے انکار کیا وہ قتل ہوا۔ ۲۷ ذوالحجہ ۶۳ھ مسلم بن عقبہ فاتحانہ مدینہ میں داخل ہوا اور قتل عام کا حکم دیا۔ اسی روز محمد بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب پیدا ہوا۔ یہی وہ محمد بن عبداللہ ہے جو محمد ابوالعباس سفاح کے نام سے مشہور ہے اور عباسیوں کا پہلا خلیفہ ہے۔ منذر بن زبیر کو مسلم نے بہت تلاش کرایا مگر وہ بچ کر مکہ کی طرف نکل گئے تھے۔

مکہ کا محاصرہ اور یزید کی موت

مدینہ سے فارغ ہو کر مسلم بن عقبہ اپنی فوج کو لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ مسلم بیمار تو تھا ہی راستے میں بیماری نے اور ترقی کی اور مقام ابوا میں اس کی حالت نازک ہو گئی تو اس نے حصین بن نمیر کو بلا کر اپنی جگہ فوج کا سپہ سالار مقرر کیا اور خود مر گیا۔ مدینہ سے جو لوگ فرار ہوئے تھے وہ بھی مکہ میں آ کر جمع ہو گئے تھے اُدھر خوارج نے بھی عبداللہ بن زبیرؓ کی مدد کرنی مناسب سمجھی اور وہ بھی مکہ میں آ گئے تھے۔ اس سال حج کے موقعہ پر تمام اہلِ حجاز نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی تھی۔ حصین بن نمیر لشکر شام کو لئے ہوئے مکہ کے قریب پہنچا اور عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ یزید کی اطاعت کر لو ورنہ مکہ پر حملہ ہو گا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے مقابلہ کی تیاری کی۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی منذر بن زبیرؓ جو مدینہ سے مکہ میں آ گئے تھے عبداللہ بن زبیرؓ کی فوج کے ایک حصہ کے سردار مقرر ہوئے۔ سب سے پہلے انھوں نے میدان میں نکل کر لشکرِ شام کو للکارا اول مبارزہ کی جنگ میں منذر بن زبیرؓ کے ہاتھ سے کئی شامی مارے گئے۔ پھر جنگ مغلوبہ شروع ہوئی، شام تک لڑائی جاری رہی اور کوئی فیصلہ شکست و فتح کا نہ ہوا۔ یہ لڑائی ۲۷ محرم ۶۴ھ کو شروع ہوئی تھی۔ اگلے روز حصین بن نمیر نے کوہ ابوقبیس پر منجنیق نصب کر کے خانہ کعبہ پر سنگ باری شروع کر دی اور مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ سنگ [illegible] ماہ ربیع الاول ۶۴ھ تک جاری رہی۔ ۳ ربیع الاول کو شامیوں نے روئی اور گندھک اور رال کے گولے بنا بنا کر اور جلا جلا کر پھینکنے شروع کئے جس سے خانہ کعبہ کا تمام غلاف جل گیا اور دیواریں سیاہ ہو گئیں۔ وہ منجنیقیں رات دن سنگ باری اور گولہ باری میں مصروف تھیں۔ مکہ والوں کے لئے گھر سے باہر نکلنا دشوار تھا۔ پتھروں کے صدمہ سے خانۂ کعبہ کی دیواریں شکستہ ہو گئی تھیں اور چھت گر گئی تھی۔ اہل شام کے اس محاصرے نے بہت شدت اور سختی اختیار کی اور کل تعداد بعد کی امدادی فوج کے آجانے سے اہلِ شام کی پانچ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ یہاں اہلِ شام خانۂ

کعبہ اور شہر مکہ پر سنگ باری کر رہے تھے وہاں ۱۰ ربیع الاوّل کو یزید نے مقام حوران میں تین سال اور آٹھ ماہ کی حکومت اور ۳۸ یا ۳۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ یزید کے مرنے کی خبر اوّل حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پہنچی۔ اُنھوں نے بلند آواز سے شامیوں سے کہا کہ "بدبختو! تم اب کیوں لڑ رہے ہو تمھارا گمراہ سردار مرگیا۔"

حصین بن نمیر نے اعتبار نہ کیا اور اس بات کو عبداللہ بن زبیرؓ کی فریب وہی پر محمول کیا لیکن تیسرے دن جب اُس کے پاس ثابت بن قیس نخعی نے کوفہ سے آکر یزید کے مرنے کی خبر پہنچائی تو اُس نے فوراً فوج کو محاصرہ اٹھانے اور کوچ کرنے کا حکم دیا۔ روانگی سے پیشتر حصین بن نمیر نے عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ آج شب کو بطحٰی میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں چنانچہ قرارداد کے موافق دس آدمی عبداللہ بن زبیرؓ نے ہمراہ لئے اور دس آدمی حصین بن نمیر کے ہمراہ گئے۔ مقام مقررہ میں پہنچ کر حصین بن نمیر نے عبداللہ بن زبیرؓ کو ہمراہ لے کر تنہا ایک گوشہ میں جاکر باتیں کیں۔ حصین بن نمیر نے کہا کہ میں آپ کو خلیفہ تسلیم کرنے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ میرے ساتھ پانچ ہزار جنگ جو لشکر شام کا موجود ہے یہ بھی میری تقلید کریں گے۔ آپ میرے ساتھ شام کے ملک میں چلیں! میں تمام اہل شام کو آپ کی بیعت کے لئے آمادہ کروں گا۔ حجاز والے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر ہی چکے ہیں۔ اہل شام کے بعد تمام عالم اسلام بلا اختلاف آپ کو خلیفہ تسلیم کرلے گا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ سمجھا کہ مجھ کو فریب دیا جارہا ہے چنانچہ انکار کیا اور کہا کہ میں جب تک اہل شام سے انتقام نہ لے لوں گا ہرگز اُن کو معاف نہ کروں گا۔ حصین بن نمیر آہستہ کلام کرتا تھا اور عبداللہ بن زبیرؓ بلند آواز اور درشتی سے جواب دیتے تھے حصین نے کہا کہ میں آپ کو خلافت دینا چاہتا ہوں اور آپ مجھ سے لڑتے اور سختی سے جواب دیتے ہیں۔ غرض حصین بن نمیر وہاں سے جُدا ہوکر اپنے لشکر میں آیا اور کوچ کا حکم دیا۔ بعد میں عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اُنھوں نے قاصد کے ہاتھ کہلا کر بھجوایا کہ مجھ کو شام کے ملک میں جانے کے لئے مجبور نہ کیا جائے یہیں آکر بیعت کرلو حصین نے کہا کہ بغیر آپ کے شام میں جاتے ہوئے کام نہ چلے گا۔ غرض عبداللہ بن زبیرؓ مکہ سے جُدا نہ ہوئے اور حصین بن نمیر مکہ سے مدینہ کے قریب پہنچا تو وہاں معلوم ہوا کہ یزید کے انتقال کی خبر سُن کر اہل مدینہ نے پھر بنی اُمیہ کے خلاف کھڑے ہوکر یزید کے عامل کو مدینہ سے نکال دیا ہے جس کو مسلم بن عقبہ مدینہ میں مامور و متعین کر آیا تھا۔ حصین مدینہ کے باہر جاکر خیمہ زن ہوا تو مدینہ کی شورش و ہنگامہ آرائی کم ہوگئی اور جس قدر بنی اُمیہ مدینہ میں موجود تھے وہ سب حصین بن نمیر کے لشکر میں چلے آئے اور کہا کہ ہم کو اپنے ساتھ ملکِ شام کی طرف لے چلو۔ حصین نے کہا کہ آج

رات کو تم یہیں ٹھہرو صبح تم کو ساتھ لے کر کوچ کریں گے۔ جب رات ہوئی تو حصین بن نمیر تنہا علی بن حسینؓ کی تلاش میں نکلا اُن سے ملا اور کہا کہ یزید فوت ہوگیا اس وقت عالم اسلام کا کوئی امام نہیں ہے تم میرے ساتھ ملک شام کی طرف چلو میں تمام جہان کو تمہاری بیعت پر آمادہ کر دوں گا اور تم خلیفۂ وقت ہو جاؤ گے۔ اہلِ شام کو تم اہلِ عراق کی طرح نہ سمجھو وہ تم کو ہرگز دھوکہ نہ دیں گے اور نہ تمہارے در پئے آزار ہوں گے۔ علی بن حسینؓ نے کہا کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ ساری عمر کسی سے بیعت نہ لوں گا۔ تم مجھ کو اسی حال میں رہنے دو اور کسی دوسرے کو خلافت کے لئے تلاش کر لو یہ کہہ کر وہ حصین سے جُدا ہو گئے۔ حصین اپنے لشکر میں آیا اور صبح بنی اُمیہ کو ہمراہ لے کر شام کی طرف روانہ ہوا۔

عہدِ یزیدی کی فتوحات

سلسلۂ کلام میں ہم یزید کی وفات تک پہنچ گئے لیکن یہ تذکرہ رہ گیا تھا کہ عقبہ بن نافع بانیٔ شہر قیروان افریقہ سے دمشق میں امیر معاویہؓ کے پاس چلے آئے تھے اور ابوالمہاجر کی شکایت تھی۔ امیر معاویہؓ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم تم کو پھر افریقہ کی سپہ سالاری پر بھیج دیں گے ابھی یہ وعدہ پورا نہ ہوا تھا کہ امیر معاویہؓ فوت ہو گئے۔ یزید نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی عقبہ کو افریقہ کی سپہ سالاری پر نامزد کرکے افریقہ کی طرف روانہ کیا۔ عقبہ نے قیروان پہنچ کر ابوالمہاجر کو گرفتار کرکے قید کر دیا اس قید و بند کا سبب یہ تھا کہ ابوالمہاجر نے اپنے عہدِ حکومت میں عقبہ کو ناجائز طور پر بُرا کہنے اور بدنام کرنے کی کوشش کی تھی اسی حالتِ قید میں ابوالمہاجر فوت ہوا اور مرنے سے پہلے عقبہ بن نافع کو وصیت کر گیا کہ ایک بربری نومسلم مسمی کسیلہ سے ہوشیار رہنا۔ کسیلہ کو ابوالمہاجر نے مسلمان کیا تھا وہ اُس کے مزاج و عادات سے واقف ہونے کی وجہ سے جانتا تھا کہ عقبہ نے چونکہ مجھ کو قید کیا ہے اس لئے کسیلہ موقع پا کر ضرور عقبہ سے انتقام لے گا۔ عقبہ بن نافع نے اس بات کی طرف کچھ زیادہ توجہ نہ کی اور کسیلہ کو بدستور اپنی فوج کے ایک چھوٹے حصے پر سردار رہنے دیا۔ ۶۲ھ میں عقبہ بن نافع نے اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی اور کہا کہ میں راہِ خدا میں جہاد کی غرض سے روانہ ہوتا ہوں اور دل سے خواہش مند ہوں کہ مجھ کو درجۂ شہادت حاصل ہو۔ اس کے بعد زہیر بن قیس بلوی کو مختصر فوج کے ساتھ قیروان کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر اور خود مجاہدین کا لشکر لے کر مغرب کی جانب روانہ ہوئے۔ شہر باغانہ پر رومی لشکر سے مقابلہ ہوا سخت لڑائی کے بعد رومی فرار ہوئے پھر شہر اربہ پر رومیوں نے دوبارہ سخت مقابلہ کیا اس لڑائی میں

بھی اُن کو ہزیمت ہوئی مسلمانوں کی فتوحات کے سیلاب کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر رومیوں نے بربریوں کو جو ابھی تک عیسائی مذہب میں بھی داخل نہ ہوئے تھے اپنے ساتھ ملایا اور مسلمانوں کی تھوڑی سی جمعیت کے مقابلے میں رومیوں اور بربریوں کی افواج کثیر نے میدان میں قدم جمایا خوں ریز جنگ کے بعد مسلمانوں کو فتح کامل حاصل ہوئی آخر شہر طنجہ پر رومی بطریق سے آخری مقابلہ ہوا جس میں اُس رومی گورنر نے اپنے آپ کو عقبہ بن نافع کے حوالے کر دیا۔ عقبہ نے اُس کو آزاد کر دیا اور شہر طنجہ کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر آگے بڑھے تمام ملک مراقش کو فتح کرتے ہوئے بحر ظلمات یعنی بحر اطلانطک کے ساحل تک پہنچ گئے ساحل سمندر پر پہنچ کر عقبہ نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال کر کہا کہ

"الٰہی یہ سمندر اگر میرے راستے میں حائل نہ ہو جاتا تو جہاں تک زمین ملتی میں تیری راہ میں جہاد کرتا ہوا چلا جاتا"

عقبہ کی شہادت

ساحلِ سمندر سے ہٹ کر عقبہ نے قیروان کی جانب واپسی کا ارادہ کیا۔ اب تمام شمالی افریقہ فتوحاتِ اسلامی میں شامل ہو چکا تھا۔ واپسی میں عقبہ نے فوج کے کئی حصے کر کے الگ الگ روانہ کئے اور ایک حصہ اپنی معیت میں رکھا۔ اثناء سفر میں ایک مقام ایسا آیا کہ وہاں پانی دستیاب نہ ہوا لوگ پیاس کے مارے مرنے لگے۔ عقبہ بن نافع نے جناب الٰہی میں دُعا کی اُسی وقت اُن کا گھوڑا اپنا پاؤں زمین پر مارنے لگا اور وہیں سے چشمہ پھوٹ کر پانی بہنے لگا۔ تمام لشکر سیراب ہوا اور اُس چشمہ کا نام ماءالفرس مشہور ہوا جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ وہاں سے جب عقبہ اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ روانہ ہو کر مقام تہوذا میں پہنچے۔ تو رومیوں اور بربریوں نے ان کے ساتھ تھوڑی سی جمعیت دیکھ کر مقابلہ کا ارادہ کیا حالانکہ یہ سب مطیع و منقاد ہو چکے تھے۔ کسیلہ نے جو عقبہ کے ساتھ تھا اس موقعہ کو مناسب سمجھ کر اور جُدا ہو کر رومیوں کی شرکت اختیار کی اپنی قوم کی ہمت کو بھی بڑھایا اور ایک لشکرِ عظیم چڑھا لایا اور چاروں طرف سے اس قلیل جمعیت کو گھیر لیا۔ مٹھی بھر مسلمانوں نے تلواریں سونت لیں اور دشمنوں کے قتل کرنے میں مصروف ہو گئے بہت سے رومیوں اور بربریوں کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے اور خود بھی ایک ایک کر کے شہید

ہو گئے اور عقبہ بن نافع کی آرزوئے شہادت پوری ہوئی۔

کسیلہ عقبہ کی شہادت کے بعد اپنا لشکرِ عظیم لئے ہوئے قیروان کی طرف بڑھا۔ قیروان میں جب عقبہ کے شہید ہونے اور لشکرِ عظیم کے قریب پہنچنے کی خبر پہنچی تو زہیر بن قیس نے مقابلہ کی تیاری کی لیکن فوج کے اندر آپس میں اختلاف اور نااتفاقی پیدا ہوگئی۔ زہیر بن قیس مشکلات پر غالب نہ آسکے مجبوراً مسلمانوں کو قیروان چھوڑ کر برقہ کی طرف آنا پڑا اور کسیلہ قیروان پر قابض و متصرف ہوگیا۔

یزیدی سلطنت پر ایک نظر

یزید کی سلطنت قریباً پونے چار سال رہی، اس کے دورِ حکومت میں مسلمانوں کو کوئی فتح و کامیابی حاصل نہیں ہوئی، بلکہ امیر معاویہؓ کی بست سالہ حکومت و خلافت کے بعد اندرونی جھگڑوں اور بیرونی اقوام کی طرف سے غافل ہونے کا زمانہ شروع ہوگیا، یزید کے دامن پر سب سے بڑا داغ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا ہے، جس نے اُس کے اور دوسرے معائب کو بھی نمایاں کر دیا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اگر ہمیں تحقیقِ حق منظور ہے تو سکونِ قلب کے ساتھ واقعات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش میں ہمت نہیں ہارنی چاہیئے، اور اس پر غور کرنا چاہیئے کہ ان تمام مظالم اور ناشدنی برتاؤ کے جو حضرت امام حسینؓ کے ساتھ میدانِ کربلا میں ہوئے اصل محرکات کیا تھے۔

اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مغیرہ بن شعبہؓ کی تحریک پر امیرِ معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد بنایا، ورنہ اس سے پہلے ان کو اس کا خیال بھی نہ گذرا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کے خلیفہ بنانے کی تمنا کریں۔ سب سے پہلے اس تجویز کو مغیرہ ہی نے کوفہ میں پروان چڑھایا، لیکن بنیادی طور پر یہ تجویز چونکہ خلافتِ راشدہ کی سنّت کے خلاف اور اسلامی جمہوریت کی روح کے منافی تھی، اس لئے اُسی وقت مدینۂ منورہ میں اُس کی مخالفت شروع ہوئی، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیر اور حضرت امام حسینؓ نے اس کی شدت سے مخالفت کی، مروان نے جب اس مسئلہ کو مدینہ میں

صائب الرائے اور سنجیدہ حلقوں کے سامنے رکھا تو ہر طرف سے اس کی مخالفت شروع ہوئی، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے صاف لفظوں میں کہا کہ ہمارے لئے خلیفہ کے انتخاب میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کے طریقہ کے سوا اور کوئی طریقہ پسندیدہ نہیں ہو سکتا، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے اس پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ امیر معاویہؓ نے جو انتخاب کا طریقہ اختیار کیا ہے، یہ سنتِ خلفاءِ راشدین نہیں بلکہ یہ تو قیصر و کسریٰ کا طریقہ ہے جو ہمارے لئے قابلِ قبول نہیں ہو سکتا، حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ یہ انتخاب مسلمانوں کی بہتری کے لئے نہیں بلکہ بربادی کے لئے کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس طرح تو خلافتِ اسلامیہ قیصر و کسریٰ کی سلطنت سے مشابہ ہو جائے گی کہ باپ کے بعد بیٹا تخت نشین ہو۔

امیر معاویہ نے ان صاحبانِ بصیرت کو راضی کرنے کے لئے یہاں تک کہلایا کہ آپ حضرات محض اس کو خلیفہ مان لیں، باقی ملک کا نظم و نسق، عہدہ داروں کا تقرر و تبدل اور دوسرے انتظامِ مملکت وہ سب آپ حضرات ہی کے مشورے سے ہوگا، لیکن اس پر بھی ان میں سے کوئی تیار نہیں ہوا۔

اس دور کے عوام کے جذبات اور یزید کے کیرکٹر کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عمال کے نام ایک عام حکم جاری کیا کہ لوگوں سے یزید کی خوبیاں بیان کرو، اور اپنے اپنے علاقوں کے بااثر لوگوں کا ایک ایک وفد میرے پاس بھیجو کہ میں بیعتِ یزید کے متعلق لوگوں سے خود بھی گفتگو کروں، چنانچہ ہر صوبے سے جو وفد آیا، امیر معاویہ نے ان سے الگ الگ بھی گفتگو کی اور پھر سب کو ایک مجلس میں جمع کر کے ایک خطبہ دیا، جس میں خلفا کے فرائض اور حقوق، حکام کی اطاعت اور عوام کے فرائض بیان کر کے، یزید کی شجاعت، سخاوت، عقل و تدبیر اور انتظامی قابلیت کا تذکرہ کر کے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ یزید کی ولی عہدی پر بیعت کر لینی چاہیے، لیکن اس کے جواب میں مدینہ کے وفد کے ایک رکن محمد بن عمرو بن حزم نے کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین آپ یزید کو خلیفہ تو بناتے ہیں، لیکن ذرا اس بات پر بھی خیال فرمالیں کہ قیامت کے دن آپ کو اپنے اس عمل کا خدائے تعالیٰ کی جناب میں جواب دہ ہونا پڑے گا، محمد بن عمرو بن حزم کے ان الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عوام بھی یزید کی خلافت سے خوش نہ تھے اور اس کی خلافت کے جوئے کو اپنی گردن پر رکھنے کے لئے تیار نہ تھے۔

خود آخر وقت میں امیر معاویہؓ کے سامنے یزید نے جس قسم کی سرکشی کا اظہار کیا تھا۔ اس سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے کہ وہ کہاں تک خلافت کا اہل تھا۔

شروع ماہ رجب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ بیمار ہوئے' اس بیماری میں جب انھیں یقین ہونے لگا کہ اب آخری وقت قریب آگیا ہے تو انھوں نے یزید کو بلوایا' یزید اس وقت دمشق سے باہر شکار میں یا کسی مہم پر گیا ہوا تھا' فوراً قاصد گیا اور یزید کو بلا کر لایا' یزید حاضر ہوا تو انھوں نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

" اے بیٹے! میری وصیت کو توجہ سے سن' اور میرے سوالوں کا جواب دے' اب خدائے تعالیٰ کا فرمان یعنی میری موت کا وقت قریب آچکا ہے' تو بتا کہ میرے بعد مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتا ہے' یزید نے جواب دیا کہ میں کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی پیروی کروں گا"

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ سنت صدیقیؓ پر بھی عامل ہونا چاہیے کہ انھوں نے مرتدین سے جنگ کی' اور اس حالت میں وفات پائی کہ امت ان سے خوش تھی' یزید نے کہا' نہیں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی کافی ہے۔

امیر معاویہؓ نے پھر کہا کہ :۔ اے بیٹے! سیرت عمرؓ کی پیروی کر کہ انھوں نے شہروں کو آباد کیا' فوج کو قوی کیا اور مال غنیمت فوج پر تقسیم کیا۔ یزید نے کہا نہیں۔ صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی کافی ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا:۔ اے بیٹے سیرت عثمان غنیؓ پر عامل ہونا کہ انھوں نے لوگوں کو زندگی میں فائدہ پہنچایا اور سخاوت کی۔

یزید نے کہا کہ

نہیں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میرے لئے کافی ہے۔

امیر معاویہ نے یہ سن کر فرمایا

اے بیٹے تیری ان باتوں سے مجھ کو یقین ہو گیا کہ تو میری باتوں پر عمل در آمد نہیں کرے گا بلکہ میری وصیت و نصیحت کے خلاف ہی کرے گا۔

بہرحال مغیرہ بن شعبہؓ اور امیر معاویہؓ کی کوشش سے یزید عالم اسلامی کا خلیفہ ہوا' حضرت امیر معاویہؓ کا اپنی زندگی میں یزید کے لئے بیعت لینا ایک سخت غلطی تھی' اور یہ غلطی ان سے غالباً محبت پدری کی وجہ سے سرزد ہوئی' مگر مغیرہ بن شعبہؓ کی غلطی ان سے بھی بڑی ہے' کیونکہ امیر معاویہ کو یہ خیال مغیرہ بن شعبہ ہی کی تحریک پر پیدا ہوا تھا' لیکن یزید نے اس منصب کو حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو خلافت کا اہل ثابت نہیں

کیا، وہ خوب جانتا تھا کہ اُس کے زمانے میں ایسے بزرگ موجود ہیں جو اپنی پاکیزہ سیرت، بلند اخلاق، عبادت و ریاضت اور عملی زندگی اور قوتِ ایمانی کی وجہ سے آفتاب سمجھے جاتے ہیں، بجائے اس کے کہ وہ اپنی حکومت کا نظم و نسق ان بزرگوں کے مشورے سے چلاتا، اُس نے خلافت کے حاصل کرتے ہی اپنی ظلم و استبداد کی چکی کو تیزی سے تیز تر کر دیا، اُس نے مدینے اور مکے میں اُس وقت جتنے بزرگ موجود تھے، مثلاً حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت امام حسین اور دوسرے بزرگوں سے بیعت لینے کے لئے وہاں کے عاملوں کے نام احکام جاری کیے کہ ان سب سے میرے لئے بیعت لی جائے، حضرت امام حسین کو جب اس کا یہ پیغام پہنچا تو امام عالی مقام جیسی مقدس شخصیت اُس کے ہاتھ پر کیسے بیعت کر سکتی تھی، کیونکہ اول تو اُس کا انتخاب ہی غیر شرعی طریقہ پر ہوا تھا، اور اُس کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی، دوسرے یہ کہ وہ اپنے اعمال و کردار کے اعتبار سے بھی اس قدر گرا ہوا تھا کہ وہ ہمیشہ لہو و لعب سیر و شکار میں مصروف رہتا تھا، خواجہ سراؤں کو اُس نے اپنی خدمت گذاری پر مامور کیا تھا، رقص و سرود کی محفلوں میں وہ بے محابا شریک ہوتا تھا، یا اور اس قسم کے بہت سے عیوب اُس میں تھے، وہ کسی طرح بھی اس قابل نہیں تھا کہ اُسے ایک منٹ کے لئے بھی مسلمانوں کا خلیفہ یا سردار تسلیم کیا جائے تو ان حالات میں حضرت امام حسین اُس کو کیسے خلیفہ تسلیم کر کے اُس کے ہاتھ پہ بیعت کر سکتے تھے۔

یہ تھے وہ محرکات جس کی وجہ سے حضرت امام حسین نے یزیدی حکومت کے نظامِ باطل کی مخالفت کی، اور ظلم و استبداد اور باطل حکومت کے خلاف آپ نے اپنے عمل سے ایک ایسی شمع روشن کی کہ جس کی روشنی میں تا قیامت تک حق پرستوں کے قافلے آگے بڑھتے رہیں گے، چنانچہ حضرت امام حسینؓ نے اس حقیقت کو اپنے مختلف خطبوں میں بھی جو آپ نے میدانِ کربلا اور دورانِ سفرِ کربلا میں دیئے تھے بیان فرمایا۔ مقامِ بیضہ میں آپ نے حُر کے ساتھیوں اور اپنے ہمراہیوں کے سامنے ایک خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

> لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جس نے ایسے بادشاہ کو دیکھا جو ظالم ہے، خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتا ہے، خدا کے عہد کو توڑتا ہے، سنتِ رسول اللہ کی مخالفت کرتا ہے، خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرتا ہے، اور دیکھنے والے کو اس پر اپنے عمل اور قول سے غیرت نہ آئی تو خدا کو یہ حق ہے کہ اُس بادشاہ کی بجائے اس دیکھنے والے کو جہنم میں داخل کر دے۔ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت قبول کر لی ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے، اور زمین پر فتنہ و فساد پھیلا رکھا ہے، حدودِ الٰہی کو معطل کر دیا ہے اور مالِ غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں، خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اُس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے، اس لئے مجھے ان باتوں پر غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔

یہ تھے وہ اسباب جو حضرت امام حسین کو میدانِ کربلا میں لائے، آپ اور آپ کے اہلِ بیتِ اطہار اعلائے کلمۃ الحق کرتے ہوئے، ایک نظامِ باطل کے مٹانے کی سعی میں شہید ہوئے۔

عام نقطۂ نظر سے بھی یزید امیر معاویہؓ کا کوئی اچھا جانشین نہ تھا اس کو مذہب اور روحانیت سے بہت ہی کم تعلق تھا اس نے حکومت اور سیاست میں کبھی کسی قابلیت کا اظہار نہیں کیا۔ وہ اگر کسی قابلِ ہوتا تو سب سے پہلی کوشش اور پوری ہمت اس کی اس کام میں صرف ہوتی کہ لوگ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے تنازعات کو بھول جائیں لیکن اس نے یا تو اس طرف توجہ ہی کم کی یا وہ اپنی ناقابلیت کے سبب کامیاب نہیں ہو سکا یزید نے اپنی عملی زندگی کا جو نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کیا اس میں چونکہ فسق و فجور اور خلاف احکام شرع اعمال بھی تھے لہٰذا عام طور پر مسلمانوں کی مذہبی خصوصیات اور عملی زندگی کو نقصان پہنچا اور ضعیف الایمان لوگ گناہوں کے ارتکاب میں شاہی نمونہ دیکھ کر دلیر ہو گئے۔ یزید ہی کے بدنما نمونہ نے مسلمانوں کو گانے بجانے اور شراب پینے کی بھی ترغیب دی ورنہ اس سے پہلے عالمِ اسلام ان خرابیوں سے بالکل پاک تھا۔ یزید کے زمانے تک بھی حکومت و خلافت میں وراثت کے اصول کو مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ امیر معاویہؓ کے بعد یزید کا خلیفہ مقرر ہو جانا ایک سخت غلطی ہے اور اس غلطی کی اصلاح ہونی چاہیے چنانچہ حصین بن نمیر اسی لئے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ بنانے کا خواہش مند تھا۔ لیکن یزید کے بعد بتدریج اس وراثت کے خیال کو بنی اُمیہ کی کوششوں کے سبب تقویت پہنچی اور بالآخر اس رسم بد نے ایسی جڑ پکڑی کہ آج تک مسلمانوں کو اس سے رستگاری حاصل نہ ہوئی۔

یزید کا پہلا نکاح اُمِ ہاشم بنت عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ ہوا تھا جس سے دو بیٹے معاویہ اور خالد پیدا ہوئے۔ یزید کو خالد کے ساتھ زیادہ محبت تھی۔ لیکن معاویہ کو اس نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ دوسرا نکاح اس کا اُمِ کلثوم بنت عبداللہ بن عامر سے ہوا۔ جس کے بطن سے عبداللہ بن یزید پیدا ہوا۔ جو تیراندازی کی قابلیت میں کمال اور شہرت رکھتا تھا۔ ان کے علاوہ چند بیٹے یزید کے لونڈیوں کے پیٹ سے بھی پیدا ہوئے تھے۔

معاویہ بن یزید

معاویہ بن یزید کی کنیت ابو لیلیٰ اور ابو عبد الرحمٰن تھی۔ معاویہؓ کی وفات کے وقت اس کی عمر بیس سال اور چند ماہ تھی۔ یہ جوان صالح اور عابد زاہد شخص تھا۔ اہل شام نے یزید کی وفات کے بعد اس کے ہاتھ پر بیعت کی حصین بن نمیر جب لشکر شام اور بنی اُمیہ کو لئے ہوئے دمشق پہنچا ہے تو معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی۔ معاویہ اپنی خلافت اور لوگوں سے بیعت لینے کا خواہشمند نہ تھا۔ وہ کچھ بیمار بھی تھا اور اس حالت بیماری ہی میں اس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اس نے لوگوں کے اصرار سے مجبور ہو کر بیعت لی اور صرف چالیس روز یا دوسری روایت کے موافق دو ماہ، تیسری روایت کے موافق تین ماہ خلافت کر کے فوت ہوا۔ اس قلیل مدت میں کوئی قابل تذکرہ کام نہیں کرسکا۔ معاویہ کے مرض نے جب ترقی کی تو لوگوں نے کہا کہ اپنے بعد کسی کو خلافت کے لئے نامزد کر دو۔ معاویہ نے کہا کہ میں پہلے ہی اپنے اندر خلافت کی طاقت نہیں پاتا تھا۔ تم لوگوں نے زبردستی مجھ کو خلیفہ بنایا۔ میں نے سوچا کہ کوئی شخص عمر فاروقؓ کی مانند مل جائے تو اس کو خلافت سپرد کر دوں۔ لیکن نہیں ملا۔ پھر میں نے چاہا کہ جس طرح حضرت عمر فاروقؓ نے چند شخصوں کو نامزد کر دیا تھا کہ ان کے بعد وہ خلیفہ کو منتخب کریں۔ اسی طرح میں بھی چند شخصوں کو نامزد کر دوں۔ لیکن میری نگاہ میں ایسے اشخاص بھی نہیں آتے۔ لہٰذا میں اب اس معاملہ میں کچھ نہیں کہتا تم کو اختیار ہے جس کو چاہو خلیفہ بناؤ مجھے کوئی سروکار نہیں۔ یہ کہہ کر معاویہ نے لوگوں کو باہر نکلوا کر اپنی محل سرائے کا دروازہ بند کرا لیا اور اس کے بعد اس کا جنازہ ہی محل سرائے سے نکلا۔

بصرہ میں ابن زیاد کی بیعت

معاویہ بن یزید کی خلافت کو صرف اہل شام اور اہل مصر نے تسلیم کیا تھا۔ اہل حجاز نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یزید کے مرنے کی خبر جب عراق میں پہنچی تو اس وقت عبید اللہ بن زیاد بصرہ میں تھا اس نے اہل بصرہ کو جمع کر کے کہا کہ امیر المومنین یزید کا انتقال ہو گیا ہے اب کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو خلافت کے کام وہ ک

چلانے کی قابلیت رکھتا ہو۔ میں اسی ملک میں پیدا ہوا اور یہیں میں نے پرورش پائی۔ میرا باپ بھی اس ملک کا حاکم تھا اور اب میں بھی اسی ملک کا حاکم ہوں۔ آمدنی پہلے سے زیادہ ہے خزانہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہے۔ لوگوں کی تنخواہیں اور وظیفے بھی اب پہلے سے زیادہ ہیں۔ مُفسد اور شریر لوگوں سے ملک پاک و صاف ہے۔ تم لوگ اگر چاہو تو اپنی خلافت الگ قائم کر سکتے ہو کیونکہ تم اہلِ شام کے محتاج نہیں ہو۔ یہ تقریر سُن کر سب نے کہا کہ بہت مناسب ہے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں چنانچہ اہلِ بصرہ نے عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کرلی مگر دل سے وہ عبیداللہ کو ناپسند کرتے تھے اہلِ بصرہ سے بیعت لے کر عبیداللہ کوفہ کی طرف گیا کہ وہاں کے لوگوں سے بھی بیعت لے لیکن کوفہ والوں نے صاف انکار کردیا۔ اہلِ بصرہ کو جب معلوم ہوا کہ اہلِ کوفہ ابنِ زیاد سے منحرف ہوگئے تو انھوں نے بھی اپنی بیعت فسخ کردی ابنِ زیاد مجبور اور مایوس ہوکر عراق سے بھاگا اور دمشق پہنچا۔ یہ دمشق میں اُس وقت پہنچا تھا جب کہ معاویہ بن یزید فوت ہوچکا تھا۔ اور انتخابِ خلیفہ کے متعلق ملکِ شام میں جھگڑا اور نزاع برپا تھا۔

عراق میں ابنِ زبیرؓ کی خلافت

اہلِ کوفہ کی حالت یہ تھی کہ حادثۂ کربلا کے بعد اُن لوگوں کے دلوں میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت نے اندر ہی اندر ایک اثر پیدا کیا۔ جنھوں نے امام حسینؓ کو خطوط بھیج کر بلایا اور پھر اُن کے قتل میں شریک ہوئے۔ اپنی اس حرکت سے اُن کے دلوں میں پشیمانی پیدا ہوئی۔ اودھر ابنِ زیاد کو بھی کوئی انعام وصلہ نہ ملا بلکہ خراسان کا علاقہ اس کی ماتحتی سے جُدا کردیا گیا لہٰذا وہ بھی قتلِ حسینؓ سے پشیمان ہوا اور اہلِ کوفہ کو اظہارِ پشیمانی سے نہ روکا۔ کوفہ کے ان لوگوں نے جو شیعانِ حسینؓ کہلائے جاتے تھے سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہوکر ایک خفیہ جلسہ کیا اور اپنی خطاؤں کا اقرار کرنے کے بعد اُن کی تلافی کے لئے اس تجویز پر اتفاق کیا کہ اب ہم کو خونِ حسینؓ کا معاوضہ ضرور لینا چاہیئے۔ چنانچہ سب نے سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سلیمان نے لوگوں کو سمجھایا کہ تم اپنے اس اقرار اور ارادے پر قائم رہو لیکن اس کے اظہار سے ابھی پرہیز کرو۔ اور لوگوں کو رفتہ رفتہ اپنا ہم خیال بناتے رہو جب موقع آئے گا تو ہم خروج کریں گے اور خونِ حسینؓ کا قصاص لے کر

چھوڑیں گے۔

جب عبیداللہ بن زیاد نے اہل کوفہ کو اپنی بیعت کی طرف متوجہ کرنا چاہا تو لوگوں نے اسی لئے انکار کیا کہ وہ سلیمان بن صرد کی ہدایت و تجویز کے ماتحت ابن زیاد سے انتقام لینے کی تیاریاں کر رہے تھے اُس کے ہاتھ پر بیعت کیوں کرنے لگے تھے۔ یزید کی وفات کا حال سُن کر شیعان علیؓ نے سلیمان بن صرد سے کہا کہ اب مناسب موقع ہے آپ خروج کیجئے لیکن سلیمان نے اُن کو اس ارادے سے باز رکھا اور کہا کہ ابھی تک اہل کوفہ کی ایک بڑی تعداد ایسی باقی ہے جو ہماری ہم خیال اور شریک کار نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ ابھی چند روز تک اور اندر اندر اپنی کوششوں کو جاری رکھو اور اپنی جمعیت اور طاقت کو بڑھاؤ۔

ابن زیاد کو صاف جواب دینے کے بعد اہل کوفہ نے عمرو بن حرث کو جو ابن زیاد کی طرف سے کوفہ کا حاکم تھا نکال دیا اور عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے عبداللہ بن یزید انصاری کوفہ کے گورنر اور ابراہیم محمد بن طلحہ محصل خراج مقرر ہو کر آ گئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے گورنر کی آمد سے ایک ہفتہ پیشتر مختار بن ابو عبید بھی جو محمد بن الحنفیہ کے پاس گیا ہوا تھا واپس کوفہ میں آیا یہ رمضان ۶۴ھ کا واقعہ ہے بصرہ والوں نے بھی ابن زیاد کے چلے جانے پر عبداللہ بن حارث کو اپنا سردار بنا لیا اور پھر اہل کوفہ کی تقلید میں اپنا ایک وفد بھیج کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ اس طرح تمام ملک عراق پر بھی عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت مسلّم اور قائم ہو گئی۔

مصر میں ابن زبیرؓ کی خلافت

مصر کا حاکم عبدالرحمٰن بن حجدم تھا اُس نے جب معاویہ بن یزید کے انتقال کی خبر سُنی تو فوراً بذریعہ وفد عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کی۔ حمص کے گورنر نعمان بن بشیر اور قنسرین کے حاکم ظفر بن حارث تھے ان دونوں نے بھی معاویہ بن یزید کی وفات کا حال سُن کر عبداللہ بن زبیرؓ ہی کی خلافت کو تسلیم کر لینا مناسب سمجھا۔ معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد چونکہ جلد خلیفہ کا انتخاب نہیں ہو سکا لہٰذا اہل دمشق نے ضحاک بن قیس کے ہاتھ پر اس اقرار کے ساتھ بیعت کی تھی کہ جب تک مسلمانوں کا کوئی امیر اور خلیفہ منتخب و متعین ہو اُس وقت تک ہم آپ کو اپنا امیر امام مانیں گے اور آپ کے احکام کی فرماں برداری کریں گے۔ یہ ضحاک بن قیس بھی خلافت کے لئے عبداللہ

بن زبیرؓ ہی کو سب سے بہتر سمجھتے تھے۔ فلسطین کا گورنر حسان بن مالک تھا وہ البتہ اس امر کا خواہاں تھا کہ آئندہ بھی جو خلیفہ منتخب ہو وہ بنی امیہ ہی سے ہو۔

غرض معاویہ بن یزید کی وفات پر تمام عالم اسلام حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت پر متفق ہو چکا تھا اور بنی امیہ کے سوا باقی تمام بااثر اشخاص وراثت کو خلافت سے مٹانے اور عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ بنانے پر آمادہ پائے جاتے تھے۔

عبیداللہ بن زیاد کی یزید کے بعد عراق میں جو حالت ہوئی اوپر پڑھ چکے ہو۔ اب اس کے بھائی مسلم بن زیاد کا حال سنو جو خراسان کا گورنر تھا۔

خراسان میں جب یزید کے مرنے کی خبر پہنچی تو مسلم بن زیاد نے اہل خراسان سے کہا کہ یزید کا انتقال ہو گیا ہے جب تک کوئی دوسرا خلیفہ مقرر ہو کر احکامات جاری کرے اس وقت تک کے لئے تم میرے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ اہل خراسان نے خوشی سے بیعت کر لی لیکن چند روز کے بعد انھوں نے اس بیعت کو فسخ کر دیا۔ مسلم بن زیاد کا بھی قریباً وہی حشر ہوا۔ جو عبیداللہ بن زیاد اس کے بھائی کا عراق میں ہوا تھا۔ مسلم بن زیاد نے اپنی جگہ مہلب بن ابی صفرہ کو حاکم خراسان مقرر کر کے خود دمشق کا قصد کیا۔ راستے میں اس کو عبداللہ بن حازم ملا۔ اس نے عبداللہ بن حازم کو اپنی طرف سے حاکم خراسان مقرر کر دیا اور مہلب بن ابی صفرہ بدستور سپہ سالار افواج رہا۔ عبداللہ بن حازم نے خراسان پہنچ کر تمام سرکشوں اور باغیوں کو درست کر دیا۔ ادھر دمشق میں خلافت کا فیصلہ ہو رہا تھا۔ ادھر عبداللہ بن حازم ترکوں اور مغلوں کو شکستیں دے کر اسلامی حکومت کا سکہ دلوں پر بٹھا رہا تھا۔

اگر عبداللہ بن زبیرؓ حصین بن نمیر کا مشورہ قبول کر لیتے اور شام کے ملک میں تشریف لے آتے تو یقیناً ان کی خلافت کے قیام و استحکام میں کوئی شک و شبہ باقی نہ تھا اور وہ تنہا عالم اسلامی کے خلیفہ بن کر ضرور ان برائیوں کو جن کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ کلیتہً مٹا دینے میں کامیاب ہو جاتے مگر قسمتی امور اس کے خلاف تھے جو ہو کر رہے۔

مروان بن حکم

مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی پیدائش کا زمانہ

سنہ ھ ہے ۔ ماں کا نام آمنہ بنت علقمہ بن صفوان ہے ۔ حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں میر منشی اور وزارت کا عہدہ حاصل رہا ۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں کئی مرتبہ مدینہ کی حکومت حاصل رہی ۔ معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد چھ سات مہینے تک تنہا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہی خلیفہ تھے اُن کے سوا اور کوئی شخص بنی اُمیہ میں سے مدعیِ خلافت نہ تھا ۔ تمام عمال و حکام نے عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا ۔ چھ سات مہینے کے بعد مروان اپنی کوشش میں کامیاب ہو کر ملکِ شام پر قابض ہوا لہٰذا مروان کی حیثیت ایک باغی کی قرار دی جا سکتی ہے اور چونکہ خلافتِ بنو اُمیہ سے بالکل نکل چکی تھی لہٰذا مروان کو بنو اُمیہ کی خلافت کا مجدد بھی کہا جا سکتا ہے ۔

بیعتِ خلافت اور جنگِ مرجِ راہط

معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ملکِ شام میں بھی دو گروہ ہو گئے تھے ایک تو بنو اُمیہ تھے جو اپنے ہی قبیلے میں خلافت کو رکھنا چاہتے تھے دوسرے ضحاک بن قیس حاکمِ دمشق اور اُن کے ہم خیال عُمال تھے جو دل سے عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے مؤید مگر علانیہ زبان سے کچھ نہ کہتے تھے ۔ سب سے پہلے نعمان بن بشیرؓ نے حمص میں عبداللہ بن زبیرؓ کے نام پر لوگوں سے بیعت لینا شروع کی ۔ قنسرین کے حاکم ظفر بن حارث نے بھی اُن کی تقلید کی ۔ دمشق میں بنو امیہ اور بنو کلب کی کثرت تھی یہ دونوں قبیلے ہم خیال اور عبداللہ بن زبیرؓ کے مخالف تھے لہٰذا ضحاک بن قیس جو دل سے ابنِ زبیرؓ کے طرفدار تھے ۔ زبان سے کچھ نہ کہتے اور دمشق پر حکومت کرتے تھے ۔ دمشق والوں کو اس کی اطلاع نہ تھی کہ حمص اور قنسرین کی افواج عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت پر بیعت کر چکی ہیں ۔ سب سے پہلے حسان بن مالک کلبی جو فلسطین کا عامل اور اپنی رشتہ داری کی وجہ سے بنو اُمیہ کا طرفدار تھا اس خبر سے مطلع ہوا اُس نے روح بن زنباع کو اپنا قائم مقام بنا کر کہا کہ سردارانِ لشکر ابنِ زبیرؓ کی بیعت کرتے جاتے ہیں میری قوم کے آدمی اردن میں ہیں میں وہاں جا کر اُن کو خبردار کرتا ہوں تم یہاں خوب چوکس رہنا جو کوئی مخالفت کرے اُس کو فوراً قتل کر دینا ۔ یہ سمجھا کر حسان بن مالک اردن کی طرف روانہ ہوا اُس کے جاتے ہی ناتل بن قیس نے عبداللہ بن زبیرؓ کا طرفدار ہو کر روح بن زنباع کو فلسطین سے نکال دیا تھا ۔ روح بھی اردن میں حسان بن مالک کے پاس پہنچ گیا اور فلسطین کا علاقہ

بھی عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت میں شامل ہو گیا۔ حسان بن مالک نے اہل اُردن کو جمع کر کے عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف آمادہ کیا اور اُن سے وعدہ لیا کہ ہم خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کو خلیفہ بنانے کی کوشش کریں گے۔ حسان بن مالک کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ ضحاک بن قیس امیر دمشق بھی درپردہ عبداللہ بن زبیرؓ کا طرف دار ہے مگر علانیہ اس طرف داری کا اظہار ابھی تک نہیں ہوا ہے لہٰذا حسان نے ایک خط ضحاک بن قیس کے نام لکھا اس خط میں عبداللہ بن زبیرؓ کی برائیاں لکھیں اور خاندانِ معاویہؓ کا حق دارِ خلافت ہونا بیان کر کے لکھا کہ جا بجا لوگ عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کرتے جاتے ہیں جلد اس کا تدارک کرو۔ یہ خط جس قاصد کے ہاتھ دمشق کی جانب روانہ کیا اُس کو سمجھا دیا کہ یہ خط جامع مسجد میں جمعہ کے دن جب کہ تمام رؤسا شہر اور بنواُمیہ موجود ہوں ضحاک بن قیس کو پڑھ کر سُنا دینا۔ چنانچہ یہ خط سب کی موجوگی میں جمعہ کے دن پڑھا گیا۔

یہاں پہلے ہی سے ضحاک بن قیس کے ہم خیال لوگوں کی کافی تعداد موجود تھی اس خط کے سُنتے ہی لوگوں کے دو گروہ ہو گئے ایک بنواُمیہ اور اُن کے طرف دار۔ دوسرے عبداللہ بن زبیرؓ کے طرف دار، دونوں گروہ آپس میں اُلجھنے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہتھیار لے لے کر ایک دوسرے پر حملہ آوری کے لئے مستعد ہو گئے مگر خالد بن یزید بن معاویہؓ نے بیچ میں آکر دونوں کو سمجھایا اور لڑائی سے باز رکھا۔ ضحاک بن قیس خاموش مسجد سے اُٹھ کر دارالامارۃ میں آئے اور تین دن تک باہر نہ نکلے۔ انھیں ایام میں عبیداللہ بن زیاد جو عراق سے مایوس و بے دخل ہو کر شام کی طرف بھاگا تھا دمشق میں پہنچا۔ عبیداللہ بن زیاد کے دمشق پہنچنے سے بنی اُمیہ اور اُن کے طرف داروں کو بہت تقویت پہنچی۔ ضحاک بن قیس اور بنواُمیہ سب مل کر جابیہ کی طرف نکلے۔ ثور بن معن سلمی ضحاک کے پاس پہنچا اور کہا کہ تم نے ہم کو عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کے لئے مشورہ دیا اور ہم نے اُس کو تسلیم کیا۔ اب تم حسان بن مالک کلبی کے کہنے سے اُس کے بھانجے خالد بن یزید کی بیعت کے لئے کوشش کرنا چاہتے ہو۔ ضحاک کچھ شرما سے گئے اور ثور بن معن سے کہا کہ اچھا اب تمھاری کیا رائے ہے اُس نے کہا کہ اب تک تم نے جس چیز کو پوشیدہ رکھا ہے اُسے ظاہر کر دو اور علانیہ عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کے لئے لوگوں کو دعوت دو۔ چنانچہ ضحاک اپنے ہم خیال لوگوں کو لے کر الگ ہو گئے اور مقام مرج راہط میں جا کر قیام کیا۔ بنواُمیہ اور اُن کے طرف دار بنو کلب مقام جابیہ میں مقیم رہے۔ یہیں حسان بن کلبی بھی اردن سے معہ اپنی جمعیت کے پہنچ گیا۔ جابیہ میں پانچ ہزار بنواُمیہ اور بنو کلب جمع ہو گئے تھے۔ مرج راہط میں ضحاک بن قیس کے پاس کل ایک ہزار بنو قیس تھے۔ ضحاک بن قیس نے دمشق میں جو اپنا نائب

چھوڑا تھا اُس کو یزید بن انیس نے بے دخل کر کے بیت المال پر قبضہ کر لیا۔ یہ درحقیقت ایک بڑی شکست ضحاک کو پہنچی۔ اگر دمشق اور بیت المال ضحاک کے قبضہ میں رہتا تو اُن کی طاقت کو اس قدر صدمہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ضحاک نے مرج راہط سے فوراً نعمان بن بشیرؓ۔ ظفر بن حارث اور نائل بن قیس کو حمص، قنسرین اور فلسطین میں حالات سے اطلاع دی ان لوگوں نے ضحاک کی امداد کے لئے مرج راہط کی طرف فوجیں روانہ کیں۔ ادھر جابیہ میں حسان بن مالک نے امامت کی خدمات انجام دینی شروع کیں اور یہ مسئلہ پیش ہوا کہ پہلے اپنا ایک امیر اور خلیفہ منتخب کر لو عام طور پر خالد بن یزید ہی کا نام لیا جاتا تھا اور اسی کی طرف زیادہ لوگ مائل تھے۔

مروان نے در پردہ لوگوں کو اپنی خلافت کے لئے ترغیب دینی شروع کی اور روح بن زنباع نے مروان کے حسب منشاء آمادہ ہو کر ایک روز مجمع عام میں کھڑے ہو کر اپنی رائے اس طرح پیش کی کہ:-

"خالد بن یزید ابھی نوعمر ہے ہم کو ایک تجربہ کار اور ہوشیار خلیفہ کی ضرورت ہے لہٰذا مروان بن حکم سے بہتر کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہے وہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ سے لے کر آج تک برابر خلافت و حکومت کے کاموں کا تجربہ رکھتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ہم مروان بن حکم کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ مروان کے بعد خالد بن یزید خلیفہ بنایا جائے اور خالد بن یزید کے بعد عمرو بن سعید عاص کو خلافت سپرد کی جائے۔"

غرض انتخاب خلیفہ کا مسئلہ چالیس روز تک مقام جابیہ میں زیر بحث رہا بالآخر روح بن زنباع کی مذکورہ تجویز عبیداللہ بن زیاد کی تائید و کوشش سے منظور ہوئی اور ۳ ذیقعدہ ۶۴ھ کو مقام جابیہ میں مروان کے ہاتھ پر بنو اُمیہ۔ بنو کلب اور غسان وطے وغیرہ قبائل نے بیعت کر لی۔ اس بیعت کے بعد مروان بن حکم اپنی جمعیت کو لے کر مرج راہط کی طرف بڑھا اور ضحاک بن قیس کے مقابل جا کر خیمہ زن ہوا۔ مروان کے پاس کل تیرہ ہزار جنگ جو تھے اُدھر ضحاک کے پاس اس سے چوگنی جمعیت فراہم ہو چکی تھی۔ طرفین نے اپنے اپنے میمنہ و میسرہ کو درست کر کے لڑائی کا سلسلہ شروع کیا۔ بیس روز تک لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا مگر کوئی فیصلہ کن جنگ نہ ہوئی آخر عبیداللہ بن زیاد نے مروان بن حکم کو اپنی فوج کی قلت کی طرف توجہ دلا کر مشورہ دیا کہ دشمنوں پر شب خون مارنا چاہیئے۔ چونکہ بیس روز سے طرفین برابر صف آرا ہوتے رہے تھے اور کسی نے

کسی پر شب خوں مارنے کا ارادہ نہیں کیا تھا لہٰذا ضحاک اور اُن کی فوج بے فکر تھی اس پر مستزاد یہ کہ مروان نے دن میں ضحاک کے پاس صلح کا پیغام بھیج کر استدعائی کہ لڑائی کو بند کر دیجئے اور شرائط صلح کے طے ہونے تک کوئی کسی پر حملہ آور نہ ہو۔ اسی قرار داد کے موافق لڑائی بند ہو گئی۔ غروب آفتاب کے بعد جب رات شروع ہوئی تو ابن زیاد کی تجویز کے موافق یہاں شبخوں کی تیاری ہونے لگی اور وہاں بالکل فارغ و مطمئن ہو کر ضحاک اور اُن کی فوج مصروف خواب ہوئی۔ آدھی رات کے وقت انھوں نے حملہ کئی جانب سے شروع کیا۔ اس اچانک حملہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنو قیس کے اسی سردار اور بنو سلیم کے چھ سو آدمی مقتول ہوئے۔ ضحاک بن قیس بھی کام آئے اور بقیۃ السیف جس طرف کو منہ اٹھا بھاگ نکلے۔

یہ لڑائی درحقیقت بنو کلب اور بنو قیس کی لڑائی تھی۔ ان دونوں قبیلوں میں عہد جاہلیت سے رقابت چلی آتی تھی اسلام نے اس رقابت کو بھلا دیا تھا اور امیر معاویہؓ نے ان دونوں قبیلوں سے بڑی قابلیت کے ساتھ کام لیا اور ان کی آپس کی رقابتوں کو دبائے رکھا تھا۔ یزید کی شادی بھی انھوں نے بنو کلب میں اسی لئے کی تھی کہ ایک زبردست قبیلہ کی حمایت حاصل رہے۔ بنو قیس کی تعداد بنو کلب سے بھی زیادہ تھی اُن کی عزت و دلجوئی کا بھی خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا تھا۔ یہی دونوں قبیلے ملک شام کی سب سے بڑی طاقتیں سمجھے جاتے تھے۔ جس طرح حضرت فاروق اعظمؓ کی وفات کے بعد بنو امیہ اور بنو ہاشم کی دیرینہ رقابت پھر تازہ ہو گئی تھی۔ اسی طرح امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد بنو قیس اور بنو کلب کی فراموش شدہ رقابت ازسرنو بیدار ہو گئی اور جنگ مرج راہط نے اس رقابت کو تازہ اور ہمیشہ باقی رہنے والی عداوت و دشمنی کی شکل میں تبدیل کر کے مقاصد اسلامی کو عالم اسلام میں سخت نقصان پہنچایا۔

جس زمانے میں معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد دمشق میں انتخاب خلیفہ کے متعلق اختلاف آراء اور بنو کلب و بنو قیس کے درمیان رقابتیں آشکارا ہونے لگی تھیں تو مروان بن حکم نے یہ دیکھ کر کہ عراق و مصر اور شام کا بھی بڑا حصہ عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر چکا ہے ارادہ کیا تھا کہ دمشق سے روانہ ہو کر مکہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کرے اور خلافت تسلیم کرنے میں زیادہ دیر نہ لگائے۔ چنانچہ جامع دمشق میں جب لوگوں کے اندر فساد برپا ہوا تو مروان بن حکم بنو امیہ کی خلافت سے قطعاً مایوس ہو کر مکہ کے

سفر کا سامان درست کر چکا تھا کہ اتنے میں عبید اللہ بن زیاد دمشق میں وارد ہوا اور مروان بن حکم کے ارادے سے واقف ہو کر اُس نے مروان کو باصرار روانگی سے باز رکھا اور اُسی کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ مروان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوئی اور اُسی کی تدبیر سے مرج راہط میں ضحاک بن قیس قتل اور بنو قیس کو شکست ہوئی۔

مرج راہط کی فتح کے بعد مروان دمشق میں آیا اور یزید بن معاویہ کے محل میں فروکش ہوا۔ یہاں آتے ہی اُس نے ابنِ زیاد کے مشورے کے موافق سب سے پیشتر خالد بن یزید کی ماں کے ساتھ نکاح کیا تاکہ بنو کلب کی حمایت حاصل رہے اور آئندہ خالد بن یزید کی ولی عہدی کے اندیشے سے نجات حاصل ہو سکے۔ اس کے بعد اُس نے فلسطین و مصر کی جانب کوچ کیا اور ۶۵ھ کے ابتدائی ایام میں عبد اللہ بن زبیرؓ کے تمام ہوا خواہوں کو شکست دے کر قتل یا ملک سے خارج کر دیا۔

عبد اللہ بن زبیرؓ سے اس معاملہ میں بڑی غلطی ہوئی کہ اُنھوں نے مُلکِ شام کے اُن واقعات و حالات سے جو اُن کے موافق پیدا ہو چکے تھے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا اور عین وقت پر اپنے ہوا خواہوں کو کوئی امداد روانہ نہ کر سکے۔ اُنھوں نے اپنے بھائی مصعب بن زبیرؓ کو شام کے ملک پر حملہ کرنے کی ہدایت کی لیکن اُس وقت جب کہ موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا تھا اور اُن کے طرف داروں کی ہمتیں شام میں پست ہو چکی تھیں۔

جنگِ توابین

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ رمضان ۶۴ھ میں عبد اللہ بن یزید انصاری عبد اللہ بن زبیرؓ کی طرف سے کوفہ کا حاکم مقرر ہو کر آیا اور انھیں ایام میں مختار بن ابو عبیدہ بھی کوفہ میں آیا۔ مختار نے کوفہ میں آکر لوگوں کو خونِ حسینؓ کا معاوضہ لینے کے لئے اُبھارنا شروع کیا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی اس کام کے لئے سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں لیکن ابھی اس کام کے لئے مناسب موقع نہیں آیا ہے۔ مختار نے کہا کہ سلیمان ایک پست ہمت آدمی ہے وہ لڑائی سے جی چُراتا ہے۔ مجھ کو امام مہدی محمد بن الحنفیہ برادر امام حسینؓ نے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کر دو اور خونِ حسینؓ کا معاوضہ اُن کے قاتلین سے لو۔ لوگ یہ سُن کر مختار کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے یہ خبر جب عبد اللہ بن یزید کوفہ کو پہنچی تو انھوں نے اعلان کیا کہ مختار اور اُس کے معاونین اگر

خونِ حسینؓ کا بدلہ قاتلین حسینؓ سے لینا چاہتے ہیں تو اس کام میں ہم بھی اُن کی مدد کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن اگر وہ کوئی کارروائی ہمارے خلاف کرنے کا عزم رکھتے ہیں تو ہم اُن کا مقابلہ کر کے اُن کو قرار واقعی سزا دیں گے۔ اس اعلان کا اثر یہ ہوا کہ سلیمان بن صرد اور اُس کے ہمراہیوں نے علانیہ ہتھیار خریدنے شروع کر دیئے اور جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور یکم ماہ ربیع الثانی ۶۵ھ کو سلیمان بن صرد نے کوفہ سے نکل کر مقام نخیلہ میں قیام کیا اور سترہ ہزار آدمی اُس کے گرد جمع ہو گئے۔ عبداللہ بن یزید گورنر کوفہ نے مخالفت نہیں کی۔ مختار چونکہ الگ اپنی جماعت کے تیار کرنے میں مصروف تھا حالانکہ مقصد سلیمان بن صرد کا بھی وہی تھا جو مختار ظاہر کرتا تھا لہٰذا بعض شرفائے کوفہ کی تحریک سے عبداللہ بن یزید نے مختار کو پکڑ کر قید کر دیا۔ سلیمان بن صرد ۵ ربیع الثانی کو نخیلہ کو سترہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ حدودِ شام کی طرف روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت عبداللہ بن سعد بن نفیل نے سلیمان سے کہا کہ قریباً تمام قاتلینِ حسینؓ تو کوفہ میں موجود ہیں ان کو چھوڑ کر اور کہاں قاتلینِ حسینؓ کی تلاش میں جا رہے ہو۔ سلیمان بن صرد نے کہا کہ یہ لوگ تو سپاہی تھے جن کو حکم دینے والا سردار ابنِ زیاد تھا لہٰذا اصل قاتل وہی ہے اور سب سے پہلے ہم کو اُسی کی گردن مارنی چاہیئے اُس سے فارغ ہو کر باقی لوگوں کو دُرست کرنا بہت آسان کام ہے۔ نخیلہ سے روانہ ہو کر یہ لوگ کربلا پہنچے وہاں مقتلِ حسینؓ اور مدفنِ حسینؓ پر جس میں حضرت امام حسینؓ کی لاش بے سر مدفون تھی، خوب روئے دھوئے اور ایک دن رات قیام کرنے کے بعد روانہ ہوئے۔ کوچ و مقام کرتے ہوئے عین الوردہ کے مقام پر پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ ان لوگوں کی خبر سُن کر عبیداللہ بن زیاد نے جو موصل میں بحیثیت گورنر موصل مقیم تھا۔ حصین بن نمیر کو بارہ ہزار فوج دے کر مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ سلیمان بن صرد ۲۱ رجمادی الاول ۶۵ھ کو عین الوردہ کے مقام پر پہنچا تھا۔ پانچ روز کے انتظار کے بعد ۲۶ رجمادی الاول کو حصین بن نمیر بھی عین الوردہ پہنچ گیا۔ اسی روز لڑائی شروع ہوئی۔ شام تک کی لڑائی میں شامیوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن رات نے حائل ہو کر اُن کا پردہ رکھ لیا۔ اگلے دن صبح کو آٹھ ہزار کا ایک کمکی لشکر شامیوں میں اور آ ملا جو ابنِ زیاد نے بھیجا تھا۔ آج بھی نمازِ فجر کے وقت سے مغرب کے وقت تک خوب زور شور کی لڑائی جاری رہی اور کوئی فیصلہ نہ ہوا رات دونوں لشکروں نے اُمید و بیم میں بسر کی صبح ہوتے ہی ابن زیاد کا بھیجا ہوا دس ہزار کا ایک لشکر شامیوں کی مدد کے لئے آ گیا اور آج بھی صبح سے شام تک لڑائی جاری رہی۔ لیکن سلیمان بن صرد اور تمام بڑے بڑے سردار کوفیوں

کے کام آئے۔ بہت ہی تھوڑے سے آدمی باقی رہ گئے تھے بقیتہ السیف سردار اپنے بچے ہوئے آدمیوں کو لے کر رات کی تاریکی میں وہاں سے چل دیئے حصین بن نمیر نے اُن کا تعاقب نہیں کیا۔ سلیمان بن صرد اور اُس کے ہمراہیوں کو توابین کے نام سے پکارتے تھے۔ یعنی ان لوگوں نے امام حسینؓ کے ساتھ بے وفائی کر کے اُن کو قتل کرانے کا جرم کیا۔ پھر اُس سے تائب ہو کر تلافی کے درپے ہوئے۔ اسی لئے جنگ عین الوردہ کو جنگ توابین بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ کسی سلطنت کی باقاعدہ فوج نہ تھے بلکہ بطور خود جمع ہو کر ابنِ زیاد کے قتل کرنے کو گئے تھے اور خود بہت سے قتل اور تھوڑے سے بچ کر واپس آتے تھے۔

جنگِ خوارج

ادھر مقام عین الوردہ میں گروہ توابین مصروفِ جنگ تھا اُدھر بصرہ میں خوارج جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے بصرہ کا گورنر عبداللہ بن حرث تھا۔ بصرہ اور بصرہ سے باہر کے خوارج نے مقام دولاب علاقہ اہواز میں مجتمع ہو کر خروج کیا۔ عبداللہ بن حرث نے مُسلم بن عبیس بن کریز بن ربیعہ کو خوارج کی سرکوبی پر مامور کیا۔ مسلم بن عبیس اپنا لشکر لے کر مقام دولاب میں پہنچا۔ خوارج نے نافع بن ارزق کو اپنا سردار اور سپہ سالار بنایا۔ ماہ جمادی الثانی ۶۵ھ میں نافع بن ارزق اور مسلم بن عبیس کا مقابلہ دولاب میں ہوا۔ مسلم و نافع دونوں سپہ سالار مارے گئے۔ اہلِ بصرہ نے مُسلم کی جگہ حجاج باب کو اور خوارج نے نافع کی جگہ عبداللہ بن ماحوز تمیمی کو سردار بنایا۔ بڑے زور کی لڑائی جاری تھی کہ اہلِ بصرہ کا امیر مارا گیا۔ اُنھوں نے حارثہ بن زید کو امیر بنایا۔ آخر خوارج کو فتح ہوئی اور حارثہ بن زید بقیتہ السیف لشکر بصرہ کو لئے ہوئے لڑتا بھڑتا اہواز کی طرف روانہ ہوا۔ خوارج اس میدان میں چیرہ دست ہو کر بصرہ کی طرف چلے۔ خوارج کی اس فتح اور لشکر بصرہ کی تباہ حالی کا حال اہل بصرہ کو معلوم ہوا تو اُن کو سخت ملال ہوا۔ فوراً ایک تیز رفتار قاصد نے یہ خبر مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پہنچائی۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے مہلب بن ابی صفرہ کو امیر خراسان اور عبداللہ بن حرث کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر کے حرث بن ربیعہ کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ جب حرث بن ربیعہ نے بصرہ کی امارت کا کام سنبھالا اور مہلب بن ابی صفرہ دیکھے از رؤسا بصرہ، نے خراسان کی طرف جانے کا عزم کیا تو خوارج کا

لشکر اور بغاوت کا سیلاب بصرہ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ حرث بن ربیعہ نے احنف بن قیس کو خوارج کی روک تھام اور مقابلہ کے لئے فوج کا سپہ سالار بنانا چاہا۔ احنف نے کہا کہ اس کام کے لئے مہلب بن ابی صفرہ سب سے بہتر شخص ہے۔ مہلب نے کہا کہ میں خراسان کی حکومت پر مامور ہو کر جا رہا ہوں لیکن اس خدمت کی انجام دہی سے بھی مجھ کو انکار نہیں ہے بشرطیکہ بیت المال سے ضروریات جنگ کے لئے مجھ کو کافی روپیہ اور سامان دیا جائے اور جو علاقہ میں خوارج سے چھینوں وہ میری جاگیر قرار دیا جائے۔

حرث بن ربیعہ نے اس شرط کو منظور کر لیا اور مہلب اہل بصرہ سے بارہ ہزار انتخابی جنگ جو ہمراہ لے کر خوارج کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔ خوارج نے خوب جم کر اور جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ کئی مرتبہ خوارج نے اہل بصرہ کے منہ پھیر پھیر دیئے۔ لیکن مہلب کی ذاتی بہادری و تجربہ کاری نے اہل بصرہ کو سنبھال سنبھال لیا۔ خوارج کو بھی شکستیں ہوتیں مگر وہ پھر اپنے آپ کو سنبھال سنبھال کر مقابلہ پر مستعد ہو جاتے۔ بالآخر کئی لڑائیوں کے بعد خوارج پسپا ہوئے اور کرمان و اصفہان کی طرف چلے گئے۔

محاصرہ قرقیسا

اوپر پڑھ آئے ہو کہ مروان بن حکم کی امارت و خلافت سے پہلے قنسرین کی حکومت ظفر بن حارث کے ہاتھ میں تھی۔ مروان کی کامیابی کے بعد ظفر بن حارث حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس گیا اور مصر پر مروان کے قابض ہونے کی خبر سنائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کو قرقیسا کا عامل بنا کر بھیج دیا جو شام و عراق کے درمیان سرحدی ضلع تھا۔ مروان نے جنگ عین الوردہ کے بعد عبیداللہ بن زیاد کو مامور کیا کہ ظفر بن حارث کو قرقیسا سے بے دخل کر دے۔ عبیداللہ بن زیاد نے قرقیسا کا محاصرہ کیا اور ظفر بن حارث نے پوری ہمت و استقامت کے ساتھ مدافعت کی۔ اس محاصرہ اور مدافعت نے اس وقت تک طول کھینچا کہ جب عبیداللہ بن زیاد مروان کے مرنے کی خبر سن کر اور محاصرے سے مایوس ہو کر دمشق کی طرف واپس ہوا۔

پسرانِ مروان کی ولی عہدی

عبیداللہ بن زیاد کو قرقیسیا کے محاصرے کا حکم دے کر مروان بن حکم نے اپنے بیٹے عبدالملک اور عبدالعزیز کی ولی عہدی کے لئے اس طرح کوشش شروع کی کہ لوگوں میں اس بات کو شہرت دلائی کہ عمرو بن سعید بن عاص کہتا ہے کہ مروان کے بعد خالد بن یزید کو ہرگز تخت نشین نہ ہونے دوں گا بلکہ میں اپنی خلافت کے لئے لوگوں سے بیعت لوں گا اس کے مشہور ہونے سے لوگوں میں چہ می گوئیاں ہونے لگیں۔ مروان نے اس موقع کو مناسب دیکھ کر حسان بن مالک کلبی کو جو خالد بن یزید کا سب سے بڑا طرف دار تھا لالچ اور فریب دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہی یہ تحریک پیش کرے کہ مروان کے بعد عبدالملک بن مروان اور اس کے بعد عبدالعزیز بن مروان خلیفہ بنائے جائیں چنانچہ حسان بن مالک نے جامع دمشق میں مجمع عام کے روبرو کھڑے ہو کر کہا کہ ہم سن رہے ہیں کہ لوگ امیرالمومنین مروان کے بعد خلافت کے معاملے میں ضرور جھگڑا کریں گے لہٰذا میں اس خطرہ سے محفوظ رہنے کی ایک تجویز پیش کرتا ہوں اور امید ہے کہ امیرالمومنین اور کافۂ مسلمین اس کو پسند فرمائیں گے وہ تجویز یہ ہے کہ امیرالمومنین اپنے بعد اپنے بیٹے عبدالملک کو اور اس کے بعد عبدالعزیز کو خلافت کے لئے نامزد فرما دیں اور لوگوں سے اس امر کے لئے بیعت لے لیں۔ یہ بات سن کر کسی کو بھی مخالفت کی جرأت نہ ہوئی سب نے اظہار پسندیدگی کیا اور اسی وقت عبدالملک و عبدالعزیز کی ولی عہدی کے لئے لوگوں نے بیعت کر لی۔

مروان بن حکم کی وفات

یہ بیعت چونکہ خالد بن یزید کے خلاف تھی اور خالد بن یزید کے طرف داروں کو مروان نے پہلے ہی اپنی طرف مائل کر لیا تھا لہٰذا خالد بن یزید کو سخت صدمہ ہوا اور وہ کچھ نہ کر سکا۔ اس کے بعد مروان نے خالد بن یزید کے اثر و قبولیت کو نقصان پہنچانے کی کوششیں جاری رکھیں اور اس کی تذلیل و تخفیف کے درپے رہا۔ پھر اس پر صبر نہ کر کے اس کے قتل کی تدبیریں کرنے لگا۔ خالد نے اپنی ماں یعنی مروان کی بیوی سے شکایت کی کہ مروان میرے قتل پر آمادہ ہے۔ اُم خالد نے کہا کہ تم بالکل خاموش رہو۔ میں مروان سے پہلے ہی انتقام لے لوں گی۔ چنانچہ اس نے اپنی چار پانچ باندیوں کو آمادہ کیا۔ رات کو مروان محل سرائے میں آکر لیٹ گیا۔ اُم خالد کے حکم کے موافق عورتوں نے

مروان کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر کہ آواز بھی نہ نکال سکے، اور بے قابو کر کے گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۳ رمضان المبارک ۶۵ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ اسی روز دمشق میں عبدالملک کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعتِ خلافت کی اور عبدالملک نے مروان کے قصاص میں اُمِ خالد کو قتل کیا۔ مروان بن حکم کی عمر ۶۳ سال کی ہوئی اور ساڑھے نو مہینے خلافت و حکومت کی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور اُن کی خلافت کے حالات اوپر بیان ہوتے چلے آئے ہیں۔ مروان بن حکم کی وفات چونکہ عبداللہ بن زبیرؓ کے عہدِ خلافت میں ہوئی اور اُس کی وفات کے بعد بھی، بہت دنوں عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت قائم رہی لہٰذا مناسب یہی سمجھا گیا کہ یزید بن معاویہ اور معاویہ بن یزید کے بعد مروان بن حکم کے حالات قلم بند کئے جائیں۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بقیہ حالاتِ خلافت ختم کر دیئے جائیں عبدالملک بن مروان اب تخت نشین ہو چکا ہے۔ لیکن اُس کی خلافت و سلطنت کا زمانہ عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے بعد بھی چونکہ باقی رہے گا۔ لہٰذا عبدالملک کے عنوان سے اُس کی حکومت کے حالات حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بعد لکھے جائیں گے۔ حادثۂ کربلا کے بعد سے جو زمانہ شروع ہوتا ہے وہ آئندہ بیس سال تک عالمِ اسلام کے لئے ایسا ہی پُرآشوب زمانہ ہے جیسا کہ ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک کا زمانہ گذر چکا ہے۔ ہم اس وقت ایک نہایت خطرناک زمانہ کے حالات کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس زمانہ کے حالات لکھنے میں کسی تسلسل زمانی کا قائم رکھنا بھی بے حد دُشوار ہے۔ حالات کچھ ایسے پیچیدہ و ژولیدہ ہیں کہ اگر ترتیب زمانی کا لحاظ ترک کر کے اُن کی الگ الگ تقسیم کی جاتے تو یہ بھی ممکن نہیں ہے۔ تاہم میں نے کوشش کی ہے کہ دوسری تاریخوں کے مقابلہ میں اِس کتاب کے اندر ربط اور ترتیب زیادہ پائی جائے۔ پڑھنے والے کے دماغ پر بوجھ کم پڑے اور حقیقت کا عکس دماغ میں عمدگی سے قائم ہو سکے۔

ابتدائی حالات اور خصائل

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ عبداللہؓ بن زبیرؓ بن عوام بن خویلد بن اسد

بن عبدالعزیٰ بن قصیؔ۔ آپ کی کنیت ابوخبیب ہے۔ خود بھی صحابی ہیں اور صحابی کے بیٹے ہیں۔ آپ کے والد زبیرؓ بن عوام عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ حضرت اسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صدیق اکبرؓ کی بیٹی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن تھیں۔ آپ کی دادی صفیہؓ تھیں جو آنحضرت صلعم کی پھوپھی تھیں۔

آنحضرت صلعم کے مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لانے سے بیس مہینے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے آپ مدینہ منورہ میں مہاجرین کی سب سے پہلی اولاد ہیں۔ آپ کے پیدا ہونے سے مہاجرین میں غیر معمولی طور پر بہت خوشیاں منائی گئیں کیونکہ یہود ان ناسعود نے جب دیکھا کہ ایک مدت تک مہاجرین کے کوئی اولاد مدینہ میں پیدا نہیں ہوئی تو انھوں نے مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے اب مہاجرین کے کوئی اولاد پیدا نہ ہوگی اسی لئے آپ کے پیدا ہونے سے جس طرح مسلمانوں کو خوشی ہوئی اسی طرح یہودیوں کو رنج و ملال اور ذلت و ندامت حاصل ہوئی۔ پیدا ہونے کے بعد ہی آپ کو آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش کیا گیا آنحضرت صلعم نے کھجور اپنے منہ میں چبا کر آپ کو چٹائی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ روزے بہت رکھتے اور نمازیں بھی بہت پڑھتے تھے کبھی ساری ساری رات قیام میں کبھی ساری ساری رات رکوع میں کبھی ساری ساری رات سجدے میں رہتے تھے۔ صلۂ رحمی کا آپ کو بہت خیال تھا۔ آپ بہت بڑے بہادر اور زبردست سپہ سالار تھے۔ آپ کی شہسواری قریش میں ضرب المثل اور موجب افتخار تھی۔ آپ نہایت مستقل مزاج اور مصائب کے وقت قائم رہنے والے شخص تھے۔ آپ نہایت خوش تقریر اور جہیر الصوت تھے۔ آپ کی آواز پہاڑوں سے جا کر ٹکرایا کرتی تھی۔

عمر بن قیس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس سو غلام تھے جن میں سے ہر ایک کی زبان جدا جدا تھی اور عبداللہ بن زبیرؓ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اسی کی زبان میں باتیں کیا کرتے تھے۔ انھیں کا قول ہے کہ میں جب عبداللہ بن زبیرؓ کو کوئی دین کا کام کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو خیال کرتا تھا کہ ان کو کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی دنیا یاد نہ آتی ہوگی۔

ایک روز عبداللہ بن زبیر اسدی عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ امیرالمومنین! میں اور آپ فلاں سلسلہ سے رشتہ دار ہیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ ہاں درست ہے لیکن اگر غور کرو تو تمام بنی آدم آپس میں رشتہ دار ہیں کیونکہ سب آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ عبداللہ اسدی نے کہا کہ میرا

نفقہ تمام ہو چکا ہے یعنی میرے پاس اب خرچ کرنے کو کچھ نہیں رہا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا میں نے تمھارے نفقہ کی کوئی ضمانت نہیں کی تھی۔ عبداللہ اسدی نے کہا میرا اونٹ سردی سے مرا جاتا ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ تم اُس کو کسی گرم مقام میں پہنچا دو اور اُس پر کوئی گرم کپڑا اسندہ یا کمبل وغیرہ ڈال دو۔ عبداللہ اسدی نے کہا کہ میں آپ سے مشورے لینے نہیں آیا تھا بلکہ کچھ مانگنے آیا تھا اس اونٹ پر لعنت ہے جس نے مجھے آپ تک پہنچایا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا اس اونٹ کے سوار پر بھی تو لعنت کہو۔

خلافت ابنِ زبیرؓ کے اہم واقعات

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومتِ مکہ معظمہ میں امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد ہی سے قائم تھی اور اُنھوں نے یزید کے عہدِ حکومت میں مکہ پر کبھی یزید کی حکومت قائم نہیں ہونے دی یزید کے مرنے پر اُنھوں نے لوگوں سے بیعتِ خلافت لی اور بہت جلد شام کے بعض مقامات کے سوا تمام عالمِ اسلام میں وہ خلیفہ تسلیم کر لئے گئے۔ اس زمانے میں اُن کو مُلکِ شام کی اُس حالت کا جو اُن کے موافق پیدا ہو چکی تھی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا اور وہ بنی اُمیہ کی طاقت و قبولیت کا جو امیر معاویہؓ کے زمانے سے شام میں اُن کو حاصل تھی اندازہ کرنے میں غلطی کر گئے اگر اُن کو بنو قیس اور بنو کلب کی نا اتفاقی و رقابت اور اپنی قبولیت کا جو مُلکِ شام میں پیدا ہو چکی تھی صحیح اندازہ ہو جاتا تو وہ ضرور مُلکِ شام کا ایک سفر کرتے اور یہ سفر ایسا ہی مفید ثابت ہوتا جیسا کہ حضرت فاروقِ اعظمؓ کا سفرِ شام عالمِ اسلام کے لئے مفید ثابت ہوا تھا۔ اس کے بعد مروان کی خلافت اور بنو اُمیہ کے اثر و اقتدار کی واپسی ہرگز ظہور میں نہ آتی اگر وہ بجائے مکہ معظمہ کے مدینہ منورہ کو دارالخلافہ بنانے اور وفاتِ یزید کے بعد ہی مدینے میں چلے آتے تب بھی نسبتاً مُلکِ شام سے قریب ہونے کے سبب شام کو اپنے قابو سے نہ نکلنے دیتے اور ضحاک بن قیس ظفر بن حارث۔ نعمان بن بشیرؓ اور عبدالرحمٰن بن جحدم کو اس طرح مغلوب نہ ہونے دیتے۔ ان لوگوں کو اگر عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے ذرا سا سہارا اور تھوڑی سی مدد پہنچ جاتی تو یہ مروان اور حسان بن مالک اور عبیداللہ بن زیاد سے دبنے اور مغلوب ہونے والے ہرگز نہ تھے۔ بہر حال اس غلطی یا غلط فہمی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر اور شام معہ فلسطین

ان کے تبینے سے جاتے رہے اور مروان نے آل مروان کے لئے خلافت کی بنیاد قائم کردی۔

فتنۂ مختار

مختار بن عبیدہ بن مسعود ثقفی کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ جب سلیمان بن صرد توابین کے گروہ کو لے کر خونِ حسینؓ کا بدلہ لینے کے لئے کوفہ سے نکلا تو کوفہ کے گورنر نے احتیاطاً مختار کو قید کردیا تھا توابین کے بقیۃ السیف جب کوفہ میں واپس آئے تو مختار نے جیل خانہ سے تعزیہ کے طور پر ایک خط لکھ کر بھیجا کہ تم لوگ بالکل غم نہ کرو اور مطمئن رہو اگر میں زندہ رہا تو ضرور تمھارے تمام شہدا اور حضرت امام حسینؓ کے خون کا عوض قاتلین سے لوں گا۔ ایک کو بھی نہ چھوڑوں گا اور ایسا خون بہاؤں گا کہ لوگوں کو بخت نصر کا زمانہ یاد آجائے گا کہ اس نے بنی اسرائیل کو کس طرح قتل کیا تھا پھر لکھا تھا کہ کیا دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی ہے جو خونِ حسینؓ کا قصاص لینا چاہتا ہو اور وہ اس کام کے لئے مجھ سے عہد کرے۔

اس خط کو رفاعہ بن شداد۔ مثنیٰ بن مخربہ عبدی۔ سعد بن حذیفہ بن الیمان۔ یزید بن انس۔ احمر بن شمیط حمسی۔ عبداللہ بن شداد بجلی۔ عبداللہ بن کامل وغیرہ توابین نے پڑھا اور بے حد مسرور ہوئے کہ خدا کا شکر ہے ابھی ایک ایسا شخص موجود ہے جو خونِ حسینؓ کے لئے اپنے دل میں اس قدر جوش اور اولوالعزمی رکھتا ہے۔ چنانچہ رفاعہ بن شداد چار پانچ آدمیوں کو لے کر جیل خانہ میں گیا اور اجازت حاصل کرنے کے بعد مختار سے ملا اور کہا کہ ہم آپ کو جیل خانہ توڑ کر نکال لے جائیں گے اور قید سے آزاد کردیں گے۔ مختار نے کہا کہ نہیں آپ بالکل تکلیف نہ فرمائیں میں خود جب چاہوں آزاد ہو سکتا ہوں اور کوفہ کا گورنر عبداللہ بن یزید مجھ کو آپ ہی رہا کرے گا۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا تم چند روز اور صبر کرو۔

توابین کے ہزیمت خوردہ واپس آنے سے پہلے مختار ایک خط جیل خانہ ہی سے کسی کے ہاتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس روانہ کرچکا تھا اس میں لکھا تھا کہ مجھ کو عبداللہ بن یزید حاکمِ کوفہ نے قید کر رکھا ہے آپ عبداللہ بن یزید کو میری سفارش کا خط لکھ دیں میں مظلوم ہوں آپ کو خدائے تعالیٰ سفارش کا ثواب عطا کرے گا۔ مختار کو یقین تھا کہ عبداللہ بن عمرؓ ضرور سفارش فرمادیں گے اور میں قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔ اس حقیقت کو چھپا کر رفاعہ سے اس نے اس انداز میں اپنی رہائی کی نسبت باتیں کیں جس سے اس کی کرامت کا سکہ

بیٹھے۔ چنانچہ چند روز کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا سفارشی خط عبداللہ بن یزید کے پاس آیا اور اس نے ان کی سفارش کی تکریم میں مختار بن عبیدہ کو جیل خانہ سے بلا کر کہا کہ میں تم کو قید سے آزاد کرتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم کسی قسم کی شورش کوفہ میں نہ پھیلاؤ اور اپنے گھر ہی میں بیٹھے رہو۔ مختار نے اقرار کر لیا اور قید سے آزاد ہو کر اپنے گھر آ بیٹھا۔ شیعانِ حسینؓ نے اس کی اس اچانک آزادی کو اس کی کرامت پر محمول کیا اور اس کے پاس عقیدت و نیازمندی کے ساتھ آنے جانے لگے۔ عقیدت مندوں کی یہ آمد و رفت پوشیدہ طور پر ہوتی تھی کچھ دن اسی حالت میں گزرے کہ اتنے میں امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن یزید کو معزول کر کے عبداللہ بن مطیع کو کوفہ کی حکومت پر بھیج دیا۔ عبداللہ بن مطیع ۲۵ رمضان ۶۵ھ کو کوفہ پہنچا اس عزل و نصب کو بھی مختار نے اپنی کرامت پر محمول کیا اور پرانے حاکم کے کوفہ سے چلے جانے کے بعد اپنی پابندی کو توڑ کر اور بھی آزادی برتنی شروع کی۔ لوگوں کی آمد و رفت اس کے پاس زیادہ ہونے لگی اور اس کے متبعین کی جماعت حیرت انگیز طور پر ترقی کر گئی۔ عبداللہ بن مطیع نے ایاس بن ابی مضارب کو کوتوال شہر مقرر کیا تھا۔ ایاس نے ایک روز عبداللہ بن مطیع گورنر کوفہ سے کہا کہ مختار کی جماعت خطرناک اور بہت طاقتور ہو گئی ہے مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ خروج نہ کرے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختار کو بلا کر قید کر دیا جائے جیسا کہ وہ پہلے بھی قید تھا۔

عبداللہ بن مطیع نے مختار کے چچا زید بن مسعود ثقفی کو حسین بن رافع ازدی کے ہمراہ بھیجا کہ مختار کو میرے پاس ذرا بلا لاؤ مجھ کو اس سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ یہ دونوں مختار کے پاس گئے اور امیر کوفہ کا پیغام پہنچایا۔ مختار فوراً کپڑے پہن کر چلنے کے لیے تیار ہونے لگا۔ زید نے اس وقت یہ آیت پڑھی وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ الی آیتہ۔ مختار اس آیت کو سنتے ہی سمجھ گیا کہ زید کا مطلب کیا ہے فوراً بولا جلدی لحاف لاؤ مجھ کو جاڑا چڑھ آیا ہے اور لحاف اوڑھ کر پڑ گیا کہ مجھ کو سردی معلوم ہوتی ہے پھر حسین بن رافع کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھتے ہیں تو چلنے کے لئے تیار تھا مگر کیا کروں مجھ پر مرض کا حملہ یکایک ہوا اور اب میں حرکت نہیں کر سکتا میری تمام حالت آپ دیکھ رہے ہیں امیر سے بیان کر دیں کل صبح جب حالت درست ہو جائے گی تو حسب حکم تعمیل میں ضرور حاضر ہوں گا۔ یہ دونوں شخص وہاں سے رخصت ہوئے راستے میں حسین بن رافع نے زید سے کہا کہ تم نے یہ آیت اسی لئے پڑھی تھی کہ مختار امیر کے پاس نہ جا سکے ورنہ وہ جانے

کے لئے تیار تھا تمھارے روکنے سے رُک گیا ہے اور اُس نے محض بہانا بنایا ہے یہ کہہ کر پھر حسین نے زید سے کہا کہ تم اطمینان رکھو اس کا تذکرہ عبد اللہ بن مطیع سے نہ کروں گا کیونکہ ممکن ہے مختار کے ہاتھوں سے مجھ کو کوئی فائدہ پہنچے۔ عبد اللہ بن مطیع کے پاس دونوں نے جاکر کہہ دیا کہ مختار سخت بیمار ہے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے ہیں وہ اس وقت آنے کے قابل نہیں ہے کل انشاء اللہ تعالیٰ حاضر ہو جائے گا۔

مختار نے زید اور حسین کے جاتے ہی اپنے مریدوں یعنی بیعت شدہ لوگوں میں سے خاص خاص اور بااثر لوگوں کو بُلوایا اور کہا کہ اب زیادہ توقف اور انتظار کا موقع باقی نہیں ہے ہم کو فوراً خروج پر آمادہ ہونا چاہیئے ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے تابع فرمان ہیں جو حکم ہو اُس کی تعمیل کے لئے آمادہ ہیں لیکن ہم کو ایک ہفتہ کی مُہلت ملنی چاہیئے تاکہ ہم اپنے ہتھیاروں کو درست کرلیں اور اپنی جنگی تیاریوں سے فارغ ہو جائیں۔

مختار نے کہا کہ عبد اللہ بن مطیع مجھ کو ایک ہفتہ تک کہاں مُہلت دینے لگا ہے۔ سعد بن ابی سعد نے کہا کہ آپ مطمئن رہیں اگر عبد اللہ بن مطیع نے آپ کو بلا کر قید کر دیا تو ہم بلاتکلف آپ کو جیل خانے سے نکال لائیں گے۔ مختار یہ سُن کر خاموش ہو گیا اور لوگوں نے اُس کو اُس مکان سے لے جاکر ایک دوسرے غیر معروف مکان میں روپوش کر دیا۔ اس کے بعد سعد بن ابی سعد نے اپنے ہم خیال لوگوں سے کہا کہ ہم کو خروج کرنے سے پیشتر یہ تحقیق کر لینا چاہیئے کہ آیا محمد بن حنفیہؒ نے مختار کو اپنا نائب اس کام کے لئے بنایا ہے یا نہیں؟ اگر واقعی یہ محمد بن حنفیہؒ کی طرف سے بیعت لینے کے لئے مامور ہے تو ہم کو بلاتکلف مختار کی ماتحتی میں خروج کرنا چاہیئے اور اگر محمد بن حنفیہ نے مامور نہیں کیا ہے اور اس نے ہم کو دھوکا دینا چاہا ہے تو پھر ہم کو اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ اُسی وقت سعد بن ابی سعد تین چار آدمیوں کو اور ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر محمد بن حنفیہ سے دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا کہ ہاں ہم نے مختار کو خونِ حسینؓ کا بدلہ لینے کی اجازت دی ہے۔ یہ سُن کر سعد بن ابی سعد مع ہمراہیوں کے کوفہ میں آیا اور سب کو یہ حال سنایا۔ اس خبر کے سنتے ہی لوگ مختار کی بیعت اور متابعت پر آمادہ ہو گئے۔ مختار کو جب معلوم ہوا کہ میری بات کی تصدیق ہو گئی ہے تو وہ بہت خوش ہوا کہ لوگوں کا شک بھی دور ہو گیا۔ مختار نے کہا کہ ہم کو کامیابی حاصل کرنے کے لئے ابراہیم بن مالک بن اشتر کو بھی جو کوفہ کے رؤسا

ہیں شمار ہوتا ہے ۔ضرور شامل کر لینا چاہیے ۔ چنانچہ مختار کے مریدوں میں سے عامر بن شرجیل فوراً ابراہیم بن مالک کے پاس گیا اور کہا کہ تیرے باپ نے حضرت علیؓ کی حمایت میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اب لوگوں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ خونِ حسینؓ کا معاوضہ طلب کریں چنانچہ ایک معقول جمعیت اس ارادہ پر متفق ہو چکی ہے تجھ کو تو سب سے پہلے اس کام میں شریک ہونا چاہیے تھا۔

ابراہیم نے کہا کہ میں اس شرط پر لوگوں کا شریک ہو سکتا ہوں کہ مجھ کو امیر بنایا جائے ۔عامر نے کہا کہ محمد بن حنفیہؓ درحقیقت ہمارے امام ہیں اور انھوں نے مختار کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے لہٰذا ہم نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کی ہے ۔ ابراہیم نے کہا اچھا میں خود ہی مختار سے ملوں گا عامر نے واپس آکر یہ حال مختار کو سنایا مختار اگلے دن پندرہ آدمیوں کو ہمراہ لے کر خود ابراہیم مالک کے مکان پر پہنچا اس وقت ابراہیم مصلے پر بیٹھا تھا مختار نے جاتے ہی کہا کہ تیرا باپ شیعانِ علیؓ میں سے بہت نامور شخص تھا ہم تجھ کو بھی اپنی جماعت میں سے سمجھتے ہیں ۔ امام مہدی محمد بن الحنفیہ نے مجھ کو اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے تجھ کو میرے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کامیابی کے بعد جو منصب اور عہدہ تو پسند کرے گا تجھ کو دیا جائے گا ۔ ہمراہیوں نے اس وعدہ کی ضمانت اور تصدیق کی ۔ ابراہیم فوراً اپنے مصلے سے اٹھا اور مختار کو اپنی جگہ بٹھا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور مختار بیعت لے کر واپس چلا آیا ۔ اگلے روز ۱۴ ربیع الاول ۶۶ھ کو رات کے وقت مختار نے ابراہیم بن مالک کے پاس آدمی بھیجا کہ اس وقت ہم خروج کا ارادہ کر چکے ہیں تم بھی اپنی جمعیت لے کر ہمارے پاس پہنچو ۔ ابراہیم کے پاس آدمی رات تک اس کی جماعت کے لوگ آ آکر جمع ہوئے ۔

ایاس بن مضارب کو جاسوسوں نے یہ خبر پہنچا دی تھی کہ آج شب میں بغاوت ہونے والی ہے اس نے عبداللہ بن مطیع کو اطلاع دی ۔ عبداللہ بن مطیع نے تدبیر پوچھی تو اس نے مشورہ دیا کہ کوفے کے سات محلے ہیں ہر محلہ میں پانچ سو آدمیوں کا ایک دستہ متعین کر دیا جائے کہ جب اس محلہ میں کسی کو رات کے وقت نکلتے دیکھے گرفتار یا قتل کر دے ۔ چنانچہ اس رائے پر عمل ہوا اور ہر محلہ میں ایک ایک سردار بھیج دیا گیا کہ راستوں اور سڑکوں پر لوگوں کو جمع نہ ہونے دیں ۔ اتفاقاً جب ابراہیم اپنی جمعیت کو لے کر مختار کی طرف چلا ہے تو راستے میں ایاس بن مضارب ہی سے مقابلہ ہو گیا طرفین سے ایک دوسرے پر حملے ہوتے اور ایاس بن مضارب ابراہیم کے

ہاتھ سے مارا گیا اُدھر مختار کے مکان پر بھی چار ہزار آدمی اُس کے گروہ کے جمع ہو چکے تھے وہاں سرکاری فوج کے دوسرے دستے سے جنگ چھڑ گئی۔ ادھر سے ابراہیم لڑتا بھڑتا مختار کے مکان کے قریب پہنچا اُدھر ہر محلے کی فوجیں آگئیں اور مختار کی قیام گاہ کے سامنے جنگ ہونے لگی ابراہیم نے سرکاری فوج کو شکست دے کر بھگایا اُدھر سے عبداللہ بن مطیع اور تازہ دم فوج لے کر آیا۔ کبھی ابراہیم و مختار عبداللہ بن مطیع کو دھکیل کر دارالامارۃ میں داخل کر دیتے کبھی عبداللہ بن مطیع ان کو پیچھے ہٹاتا ہوا کوفہ سے باہر نکال دیتا۔ رات بھر یہ لڑائی جاری رہی۔ جوں جوں لڑائی نے طول کھینچا۔ مختار کی جماعت ترقی کرتی رہی یعنی لوگ آآکر شامل ہوتے رہے۔ بالآخر عبداللہ بن مطیع کو دارالامارۃ میں محصور ہونا پڑا۔ مختار نے تین دن تک دارالامارۃ کا محاصرہ جاری رکھا چونکہ اندر آدمی زیادہ تھے جگہ تنگ تھی اور کھانے پینے کا سامان بھی نہیں تھا لہٰذا عبداللہ بن مطیع کسی پوشیدہ راستے سے نکل کر ابوموسیٰ اشعری کے مکان میں جاکر چھپ گیا اور باقی لوگوں نے امان طلب کر کے دارالامارۃ کا دروازہ کھول دیا۔ مختار نے دارالامارۃ اور بیت المال پر قبضہ کر کے بہت سا روپیہ اپنے آدمیوں میں تقسیم کیا۔ جامع کوفہ میں اہلِ کوفہ جمع ہوئے مختار نے خطبہ دیا اور محمد بن حنفیہ کی بیعت و امامت تسلیم کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ اہلِ کوفہ نے کتاب وسنّت کی پیروی اور اہلِ بیت کی ہمدردی کا بیعت کے ذریعہ اقرار کیا مختار نے بھی اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کا وعدہ کیا۔ اس بیعتِ عام کے بعد مختار نے سُنا کہ عبداللہ بن مطیع ابوموسیٰ کے مکان میں روپوش ہے اُس نے ایک لاکھ درہم اُس کے پاس بھجوائے اور کہلا بھیجا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ تم سامانِ سفر کے نہ ہونے کی وجہ سے ابوموسیٰ کے مکان میں ٹھہرے ہوئے ہو۔ لہٰذا یہ ایک لاکھ درہم قبول کرو اور تین دن کے اندر اپنا سامان دُرست کر کے کوفہ سے روانہ ہو جاؤ۔

عبداللہ بن مطیع شرم کی وجہ سے مکہ معظمہ کی طرف نہیں گیا بلکہ کوفہ سے بصرہ چلا آیا۔

جس زمانہ میں سلیمان بن صرو کے ہمراہی ہزیمت خوردہ کوفہ میں آئے تھے۔ انھیں میں مثنیٰ بن مخرمہ عبدی نامی ایک شخص بصرہ کا رہنے والا تھا۔ مختار کے خط کو پڑھ کر یہ لوگ جیل خانہ میں اُس سے ملنے گئے تھے اوپر اس کا ذکر آچکا ہے اُسی وقت مثنیٰ نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور مختار نے اُس کو یہ وصیت کر کے بصرہ کی طرف رخصت کیا تھا کہ تم وہاں جاکر شیعانِ علیؓ سے میری نیابت میں بیعت لو اور اپنی جمعیت کو بڑھاؤ جس وقت میں کوفہ میں

خروج کروں گا اسی وقت تم بھی بصرہ میں خروج کرنا۔ چنانچہ مثنیٰ بن مخرمہ نے بصرے میں لوگوں سے خفیہ بیعت لینی شروع کی ایک گروہ کو اپنے ساتھ شامل کرلیا۔ مختار نے جب کوفہ میں خروج کا ارادہ کیا تو بصرہ میں مثنیٰ کے پاس بھی اطلاع بھیج دی تھی۔ اس نے بھی وہاں تاریخ مقررہ پر خروج کیا۔ لیکن بصرہ میں اس وقت عبداللہ بن زبیر کی طرف سے حرث بن ابی ربیعہ امیر بصرہ تھا۔ حرث بن ابی ربیعہ نے ان باغیوں کے منصوبوں کو پورا نہ ہونے دیا اور سب کو ایک محلہ میں گھیر کر محصور کر لیا۔ پھر سب کو بصرہ سے نکال دیا یہ لوگ بصرہ سے نکل کر کوفہ میں مختار کے پاس چلے آئے۔ اس طرح بصرہ تو بچ گیا مگر کوفہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت سے نکل گیا۔ کوفہ میں مختار نے اپنا تسلط قائم کر کے شرفائے کوفہ کو اپنا مددگار بنایا اور دوسرے بلاد اسلامیہ پر قبضہ کرنے کے لئے چند جھنڈے بنائے۔ ایک علم عبداللہ بن حرث بن اشتر کو دے کر ادینیا کی طرف بھیجا۔ ایک علم محمد بن عمیر بن عطارد کو دے کر آذربائیجان کی طرف روانہ کیا۔ ایک علم عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس کو دے کر موصل کی طرف رخصت کیا اسحٰق بن مسعود کو مدائن کا علم اور سعد بن حذیفہ بن الیمان کو حلوان کا علم سپرد کیا۔ عبداللہ بن کامل کو کوفہ کا کوتوال اور شریح کو قاضی کوفہ بنایا۔ بعد میں شریح کو معزول کر کے عبداللہ بن مالک طائی کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔ ہر طرف مختار کے فرستادہ سرداروں کو کامیابی حاصل ہوئی اور لوگوں نے مختار کی حکومت کو تسلیم کر کے بیعت کر لی۔ صرف موصل پر عبدالرحمٰن بن سعید کو کوئی قابو نہ ملا کیونکہ وہاں عبدالملک بن مروان کی طرف سے عبیداللہ بن زیاد بطور گورنر مامور تھا۔ عبدالرحمٰن بن سعید نے بجائے موصل کے تکریت میں جا کر قیام کیا اور مختار کو حالات سے اطلاع دی مختار نے موصل کی مہم یزید بن انس کو سپرد کی اور تین ہزار سوار دے کر موصل کی جانب رخصت کیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جب یزید بن انس کے آنے کی خبر سنی تو ربیعہ بن مختار غنوی کو یزید بن انس کے مقابلہ پر روانہ کیا بابل کے مقام پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔

یہ لڑائی ۹ ذالحجہ ۶۶ھ کو ہوئی ربیعہ مارا گیا اور شامی لشکر کو شکست ہوئی شکست خوردہ شامی واپس جا رہے تھے کہ راستہ میں عبداللہ بن حملہ خثعمی تین ہزار کی جمعیت سے آتا ہوا ملا جس کو عبیداللہ بن زیاد نے ربیعہ کی امداد کے لئے روانہ کیا تھا۔ عبداللہ خثعمی نے ان کو روک کر اپنے ساتھ لیا اور اگلے دن ۱۰ ذالحجہ بروز عید الاضحیٰ کوفی لشکر پر حملہ کیا۔ اس لڑائی میں بھی کوفیوں کو فتح اور شامیوں کو شکست ہوئی کوفیوں نے کئی ہزار شامیوں کو گرفتار

کیا اور یزید بن انس کے حکم سے وہ قتل کئے گئے۔ اسی روز شام کے وقت یزید بن انس بھی جو پہلے سے بیمار تھا فوت ہوگیا اور مرتے وقت ورقا بن عازب کو امیر لشکر بنا گیا۔ اگلے روز ورقا بن عازب کے جاسوس نے آکر خبر دی کہ عبید اللہ بن زیاد خود مقابلہ پر آنے والا ہے۔ ورقا نے عبید اللہ کا نام سنتے ہی بابل سے کوچ کیا اور عراق کی حدود کے اندر واپس آکر قیام کیا اور مختار کو لکھا کہ میرے پاس تھوڑی فوج تھی۔ لہٰذا میں پیچھے ہٹ آیا ہوں اس خبر کو سن کر کوفہ میں لوگوں نے ورقا کو ملامت سے یاد کیا کہ فتح مند ہو کر شکست خوردوں کا طرز عمل کیوں اختیار کیا مختار نے کوفہ سے سات ہزار فوج دے کر ابراہیم بن مالک بن اشتر کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ یزید بن انس کا تمام لشکر بھی ورقا کی سرداری سے نکال کر تم اپنے ماتحت کر لینا۔

ابراہیم کے رخصت ہونے کے بعد اہل کوفہ نے شیث بن ربعی کے پاس آکر شکایت کی کہ مختار ہماری پوری پوری قدر دانی نہیں کرتا اور ہمارے حقوق غصب کرتا ہے۔ شیث بن ربعی نے کہا کہ میں ذرا مختار سے مل کر گفتگو کر لوں اور دیکھوں کہ وہ کیا جواب دیتا ہے شیث جب مختار کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ میں ہر ایک کام اہل کوفہ کی مرضی کے موافق کرنے کو تیار ہوں اور مال غنیمت میں سے بھی ان کو حصہ دینے کا اقرار کرتا ہوں۔ بشرطیکہ وہ مجھ سے اس بات کا اقرار کریں کہ ہم بنو امیہ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑیں گے یہاں تک کہ دونوں کی طاقت کو نابود کر دیں۔ شیث بن ربعی نے کہا اچھا میں اہل کوفہ سے دریافت کر لوں۔ شیث بن ربعی مختار کے پاس سے اٹھ کر آیا۔ کوفہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو مختار کے ہاتھ پر اس کی حکومت کے پہلے ہی بیعت کر چکے تھے وہ اس کے ہم عقیدہ و ہم خیال تھے ان کے ساتھ مختار بڑی بڑی رعایتیں کرتا تھا کچھ ایسے تھے جنھوں نے صرف اس کی حکومت کو تسلیم کر کے بیعت اطاعت کی تھی وہ اس کے ہم خیال اور خون حسینؓ کے مطالبے میں اس کے ہم نوا نہ تھے۔ انھیں کو مختار سے شکایات تھیں۔ چنانچہ شیث بن ربعی کے واپس آنے پر ان لوگوں نے مختار کے خلاف ہجوم کیا اور دارالامارۃ میں پہنچ کر مختار سے کہا کہ ہم نے تم کو معزول کر دیا۔ تم حکومت چھوڑ کر الگ ہو جاؤ کیونکہ تم محمد بن حنفیہ کے نائب اور خلیفہ نہیں ہو۔ مختار نے اس وقت بڑی چالاکی اور دور اندیشی سے کام لیا لوگوں کو سمجھایا کہ میں تم پر کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے تم سب کو خون حسینؓ بھی معاف کر دیا۔ ہر قسم کی رعایت بھی تم کو دی جائے گی۔ اس وقت بنو امیہ کا مقابلہ درپیش ہے تم کو چاہیے کہ ایسے وقت میں فتنہ و فساد برپا نہ کرو ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ جاؤ سوچو اور خوب غور

کرو کہ تم جس کام پر آمادہ ہوتے ہو وہ تمھارے لئے اچھا نتیجہ پیدا نہ کرے گا۔

ان لوگوں کے سرداروں نے اس وقت مختار کی ان باتوں کو منظور کر لیا اور کہا کہ اچھا ہم غور کریں گے۔ اُن کا مدعا یہ تھا کہ ابراہیم بن مالک جو کوفہ سے روانہ ہوا ہے دور چلا جائے اور ہمارے لئے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ اُدھر مختار نے بھی ابراہیم کی غیر موجودگی میں اپنی بے بسی کو محسوس کر لیا تھا۔ لہٰذا اُس نے فوراً ایک تیز رفتار سانڈنی پر اپنا قاصد ابراہیم کے پاس بھیجا کہ فوراً اپنے آپ کو کوفے میں واپس پہنچاؤ۔ اور خود دارالامارۃ میں مضبوطی کر کے بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اگلے روز دارالامارۃ کا محاصرہ کر لیا۔ تیسرے روز ابراہیم راستے سے لوٹ کر کوفہ میں مع اپنی فوج کے داخل ہوا اور اُن لوگوں کو جو مختار کی مخالفت میں اٹھے تھے قتل کرنا شروع کیا۔ تمام کوفہ میں کوئی گھر ایسا نہیں بچا جس میں سے ایک دو یا زیادہ آدمی قتل نہ کئے گئے ہوں۔ مختار نے لوگوں کو جمع کر کے اُن تمام لوگوں کی فہرستیں مرتب کرائیں جو ابن زیاد کے لشکر میں شامل حسین کے وقت موجود تھے یا جنھوں نے کسی قسم کا کوئی حصہ میدان کربلا میں لیا تھا۔ عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن بھی گرفتار ہو کر مقتول ہوئے۔ عمرو بن سعد نے مختار سے امن حاصل کر لیا تھا لیکن مختار نے اپنے قول و قرار کا لحاظ نہ کر کے اُس کا سر اتروا لیا۔ عمرو بن سعد کا لڑکا حفص بن عمرو مختار کی مصاحبت میں تھا۔ جس وقت عمرو بن سعد کا سر دربار میں آیا تو مختار نے حفص بن عمرو سے کہا کہ تم اس کو پہچانتے ہو کس کا سر ہے۔ حفص نے کہا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں لیکن اب اس کے بعد زندگی کا لُطف جاتا رہا۔ مختار نے اُسی وقت حکم دیا کہ حفص کا سر بھی کاٹ لو۔ چنانچہ حفص کا سر بھی اُتار لیا گیا۔ غرض اس قتل و گرفتاری کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ لوگ گھروں سے گرفتار ہو ہو کر آتے تھے اور قتل کئے جاتے تھے۔ عمرو بن سعد اور شمر وغیرہ کے سر مختار نے محمد بن الحنفیہ کے پاس مدینہ میں بھجوا دیئے تھے۔

مختار بہت ذی ہوش اور چالاک آدمی تھا اُس نے کوفہ پر قابض و متصرف ہو کر ایک خط حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو لکھا کہ میں دارالامارۃ کوفہ میں آج کل مقیم ہوں مجھ کو دل سے آپ کی اطاعت منظور اور آپ کی خلافت تسلیم ہے آپ کوفہ کی گورنری مجھ کو عطا کر دیجئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ سمجھ گئے کہ یہ مجھ کو دھوکہ دے کر اور اپنی طرف سے غافل رکھ کر حکومت و سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ انھوں نے مختار کی اطاعت کا امتحان لینے کی غرض سے عمر بن عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام مخزومی کو کوفہ کی گورنری کا پروانہ دے کر کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ مختار کو جب یہ بات

معلوم ہوئی تو اُس نے زائدہ بن قدامہ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ ستر ہزار درہم دے کر روانہ کیا کہ راستے ہی میں عمر بن عبدالرحمٰن کو روک کر اور یہ رقم دے کر واپس کر دو اگر وہ واپس ہونے سے انکار کرے تو تم اپنے پانچ سو سواروں سے اُس کو گرفتار کر لینا۔ عمر بن عبدالرحمٰن نے اوّل تو انکار کیا لیکن پھر پانچ سو سواروں کی جمعیت کو دیکھ کر منا سب سمجھا کہ ستر ہزار درہم قبول کر لئے جائیں چنانچہ ستر ہزار درم لے کر بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عبداللہ بن مطیع بھی بصرہ ہی میں چلا گیا تھا۔ اب عمرو بن عبدالرحمٰن نے بھی بصرہ ہی کا رُخ کیا جہاں حرث بن ابی ربیعہ (قباع)، حکومت کر رہا تھا۔

مختار کا دعوائے نبوّت اور کرسئ علیؓ

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ جب کوفہ میں تشریف رکھتے تھے تو آپ کی ایک کرُسی تھی اُسی پر بیٹھ کر اکثر حکم احکام جاری کیا کرتے تھے۔ اُن کا ایک بھانجا جعدہ بن ہبیرہ جو اُم ہانی بنت ابی طالب کا بیٹا تھا کوفہ میں رہا کرتا تھا وہ کرُسی اُسی کے قبضہ میں تھی مختار نے کوفہ میں اپنا سکہ بٹھا کر اُس کرُسی کے حاصل کرنے کی کوشش کی جعدہ نے کہا اچھا مجھ کو ایک ہفتہ مہلت دیجئے کہیں اُس کو تلاش کر کے آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ مختار نے کہا کہ میں تین دن سے زیادہ کی مہلت ہرگز نہ دوں گا اگر اس عرصہ میں تم نے کرُسی نہ پہنچائی تو سختی و تشدد کا برتاؤ شروع کیا جائے گا۔

جعدہ کے محلہ میں ایک روغن فروش رہتا تھا اُس کے پاس بھی اُسی قسم کی ایک کرُسی تھی۔ جعدہ نے وہ کرُسی اُس سے خریدی اور پوشیدہ طور پر اپنے گھر میں لے گیا۔ اُس کو خوب صاف کیا اور بڑے تکلف و احتیاط کے ساتھ غلافوں میں لپیٹ کر مختار کے پاس لے گیا۔ مختار نے کرُسی لے کر جعدہ کو خوب انعام و اکرام دیا۔ کرسی کو بوسہ دیا۔ اُس کو سامنے رکھ کر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اپنے مُریدوں کو جمع کر کے کہا کہ جس طرح خدائے تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے تابوتِ سکینہ کو موجب نصرت و برکت بنایا تھا۔ اسی طرح شیعانِ علیؓ کے لئے اس کرُسی کو نشانی قرار دیا ہے۔ اب ہم کو ہر جگہ فتح و نصرت حاصل ہو گی۔ اُس کے مریدین نے اُس کرُسی پر آنکھیں ملیں، بوسے دیئے اور اُس کے آگے سر جھکائے۔ پھر مختار نے حکم دیا کہ ایک تابوت بنایا جائے چنانچہ نہایت خوبصورت تابوت تیار ہوا اُس کے اندر وہ کرسی رکھی گئی۔ چاندی کا

ایک قفل اُس تابوت میں لگایا گیا اور اُس تابوت کی حفاظت کے لئے آدمی متعین کئے گئے۔ جامع مسجد کوفہ میں وہ تابوت رکھا گیا ہر شخص نماز پڑھنے کے بعد اس تابوت کو بوسہ دیتا تھا۔ مختار نے کوفہ کی حکومت کرنے سے پہلے ہی اپنے مکر و تزویر کا جال پھیلانا اور اپنی غیر معمولی روحانی طاقتوں کا لوگوں کو معتقد بنانا شروع کر دیا تھا۔ حکومتِ کوفہ حاصل کرنے کے بعد اس کی چالاکی و ہوشیاری کو اور بھی زیادہ کامیابی کے مواقع میسر ہونے لگے اور رفتہ رفتہ وہ نبوت کے دعووں تک پہنچنے لگا۔

جس زمانے میں مختار نے کوفہ پر قبضہ کیا اور عبداللہ بن زبیرؓ کو مذکورہ خط لکھا اُسی کے قریب زمانہ میں چند روز کے بعد عبدالملک بن مروان نے عبدالملک بن حرث بن ابی الحکم بن ابی العاص کو ایک لشکر دے کر وادی القریٰ کی طرف روانہ کیا۔ یہ گویا عبدالملک بن مروان کی طرف سے عبداللہ بن زبیرؓ پر پہلی چڑھائی تھی اس چڑھائی کا حال سن کر مختار نے دوسرا خط حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو لکھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کے لئے فوج کوفہ سے روانہ کروں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے لکھا کہ اگر تم میرے فرماں بردار و مطیع ہونے کی حیثیت سے فوج روانہ کرتے ہو تو فوراً ایک فوج وادی القریٰ کی طرف بھیج دو۔ مختار نے شرجیل بن ورس ہمدانی کو تین ہزار کی جمعیت سے یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تم سیدھے اوّل مدینہ میں جا کر قیام کرو پھر وہاں سے مجھ کو حالات لکھ کر بھیجو اس کے بعد میں جو حکم بھیجوں اس کی تعمیل کرو۔ مدعا اس سے مختار کا یہ تھا کہ میں اس بہانے سے مدینہ میں فوج بھیج کر محمد حنفیہ کی خوشنودی اس طرح حاصل کر سکوں گا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا اور میرا اثر شیعانِ علیؓ میں ترقی کر سکے گا۔

عبداللہ بن زبیرؓ مختار کی ان چالاکیوں کو سمجھتے تھے اُنھوں نے مذکورہ جواب مختار کے پاس بھیج کر فوراً عباس بن سہل بن سعد کو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ متعین کیا کہ اگر کوفہ سے مختار کوئی لشکر بھیجے تو اوّل یہ معلوم کرو کہ وہ محکوم ہو کر آیا ہے یا خود مختار ہے۔ اگر محکوم ہو تو اس سے کام لو اور اگر وہ محکوم ہو کر نہیں آیا تو اُس کو واپس کر دو۔ واپس ہونے سے انکار کرے تو اس کا مقابلہ کرو۔ مقام رقیم میں عباس و شرجیل کی ملاقات ہوئی۔ عباس نے کہا تم لوگ مقام وادی القریٰ کی طرف ہمارے ساتھ دشمن کے مقابلہ کو چلو۔ شرجیل نے کہا ہم کو تو سیدھے مدینے جانے کا حکم ہے وہاں ہم دوسرے حکم کا انتظار کریں گے تب کہیں جا سکیں گے۔ عباس

نے اول اُن کوفیوں کو کھانے پینے کا سامان دے کر تواضع کی پھر تعمیلِ حکم سے انکار کرنے کی پاواش میں حملہ کرکے اپنے دو ہزار آدمیوں سے اِن تین ہزار کو مجبور کر دیا اور ستر آدمی قتل کرکے کوفہ کی طرف زبردستی لوٹا دیا مختار نے اس سے بھی فائدہ اٹھایا اور محمد بن حنفیہ کو خط لکھ کر عبداللہ بن زبیر کی شکایت کی کہ اُنھوں نے میری فوج کو آپ تک نہ پہنچنے دیا جو آپ کی حفاظت کے لئے میں نے روانہ کی تھی۔ اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے ایک معتمد خاص کو بھیج دیجئے تاکہ میں اُس کے ساتھ ایک زبردست فوج روانہ کردوں اور لوگوں کو بھی آپ کے فرستادے کی زیارت سے اطمینان حاصل ہو۔ محمد بن حنفیہؒ نے مصلحتاً جواب لکھا کہ میں تمہاری حق پسندی سے واقف ہوں تم مجھ کو گوشۂ عافیت میں بیٹھا رہنے دو اور مخلوقِ خدا کی خوں ریزی سے پرہیز کرو۔ میں اگر حکومت و امارت کا خواہاں ہوتا تو تم سے زیادہ لوگوں کو اپنے گرد جمع کرسکتا تھا۔ لیکن میں نے اپنے تمام دوستوں اور ہوا خواہوں کو معطل کر رکھا ہے خدائے تعالیٰ خود ہی جو چاہے گا فیصلہ کرے گا۔

عبیداللہ بن زیاد کا قتل

اوپر ذکر ہو چکا ہے بابل کے میدان میں بروز عید الاضحیٰ ۶۶ھ کوفیوں کے مقابلہ میں شامیوں کو شکست ہوئی تھی مگر کوفی سپہ سالار ابن زیاد کے آنے کی خبر سُن کر پیچھے ہٹ آیا تھا۔ اس خبر کو سُن کر مختار نے اپنے سپہ سالارِ اعظم ابراہیم بن مالک بن اُشتر کو سات ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ لیکن راستے ہی سے ابراہیم کو کوفہ کی طرف واپس لوٹنا پڑا تھا کوفہ میں نہایت کثرت سے لوگ قتل کئے گئے اور شیعانِ علیؓ کی مخالف جماعت یا شیعانِ علیؓ کے سوا جو لوگ تھے اُن کو اچھی طرح کچل دیا گیا جس سے آئندہ کے لئے اس قسم کے خطرے کا سدِباب ہوگیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر ۲۲ ذالحجہ ۶۶ھ کو مختار نے کوفہ سے ابراہیم بن مالک کو پھر اُسی مہم پر ابنِ زیاد کے مقابلہ کی غرض سے روانہ کیا۔ اس مرتبہ چونکہ کوفہ کی بغاوت کا کوئی خطرہ قطعاً باقی نہ رہا تھا اور لوگ بہت زیادہ خائف ہو چکے تھے لہٰذا ابراہیم کے ساتھ تمام بڑے بڑے سردار اور بہادر لوگ بھیج دیئے گئے۔ ساتھ ہی وہ تابوت بھی بھیجا گیا جس میں وہ کرسی رکھی تھی۔ اس تابوت کے بھیجنے سے یہ مدعا تھا کہ فوج کو پہلے ہی سے اپنی فتح کا یقین ہو جائے۔

ابراہیم نہایت تیزی سے سرحدِ عراق کو عبور کر کے حدودِ موصل میں داخل ہوا۔ جہاں عبیداللہ بن زیاد عبدالملک بن مروان کی طرف سے بطور گورنر مامور تھا۔ عبیداللہ بن زیاد اس لشکر کے آنے کی خبر سُن کر موصل سے روانہ ہوا اور نہر خازر کے متصل دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل خیمہ زن ہوئے۔ رات بسر کرنے کے بعد نماز فجر پڑھتے ہی دونوں لشکر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے بڑی سخت و خوں ریز جنگ ہوئی۔ اوّل کوفیوں کی طرف آثار شکست نمایاں ہوئے مگر ابراہیم بن مالک کی جرأت اور استقامت سے کوفیوں کے پاؤں جم گئے۔ دونوں طرف کے سرداروں نے بڑی بڑی بہادریاں دکھائیں آخر لشکرِ شام کو شکست ہوئی اور اُن کا سپہ سالار اعظم عبیداللہ بن زیاد بھی مارا گیا۔ عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ شامیوں کا دوسرا زبردست سردار حصین بن نمیر بھی شریک بن جدیر تغلبی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ لڑائی کے ختم ہونے اور شامیوں کے مقتول و مفرور ہونے کے بعد ابراہیم بن مالک نے کہا کہ نہر کے کنارے عَلَم کے نیچے میں نے ایک شخص کو قتل کیا ہے جس کے لباس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی میری تلوار نے اس کے دو حصے کر دیئے ہیں جا کر دیکھو کہ وہ کون شخص تھا لوگ اُس طرف گئے اور دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہی عبیداللہ بن زیاد ہے چنانچہ اُس کا سر کاٹ کر جسم کو جلا دیا گیا فتح کی خوشخبری کے ساتھ عبیداللہ بن زیاد کا سر بھی مختار کے پاس کوفہ کی جانب روانہ کیا گیا۔

یمامہ پر نجدہ بن عامر کا قبضہ

نجدہ بن عامر بن عبداللہ بن ساد بن مفرح نے یمامہ کے علاقہ میں شورش و بغاوت کا سلسلہ ۶۵ھ سے شروع کر دیا تھا لیکن اُس نے مصلحتاً اپنی جمعیت کی سرداری خود نہیں قبول کی تھی۔ بلکہ ابو طالوت نامی ایک شخص کو سردار بنایا تھا۔ ۶۵ھ میں اس جماعت کو کوئی زیادہ اہمیت حاصل نہ تھی بجز اس کے کہ قافلوں پر چھاپے مارتے اور مسافروں کے لئے راستوں کو پُرخطر بناتے تھے۔ ۶۶ھ ان لوگوں کو یہاں تک تقویت حاصل ہوئی کہ وہ شہروں کو لوٹنے اور غارت کرنے لگے۔ اب ابو طالوت کو معزول کر کے نجدہ بن عامر خود امیر جماعت بنا اور ۶۶ھ کے آخری ایام میں وہ علاقہ اور اس کے نواحی علاقہ کا مستقل حکمراں بن گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر ان ایام میں یمامہ کی طرف اپنی فوج نہ بھیج سکے کیونکہ اُن کے لئے اس سے زیادہ ضروری اور اہم کام شام و عراق کے متعلق درپیش تھے۔ لہٰذا نجدہ بن عامر کی فرمانروائی یمامہ پر ۶۹ھ یا ۷۰ھ تک قائم رہی۔

کوفہ پر حملہ کی تیاری

۶۴ھ میں عبداللہ بن زبیر قریبًا تمام عالم اسلام میں خلیفہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ اسی سال مصر، فلسطین، اور تمام شام کا ملک اُن کے دائرہ خلافت سے خارج ہوگیا اور بنو اُمیہ کی خلافت دوبارہ دمشق میں قائم ہوگئی۔ ۶۵ھ میں بعض صوبوں کے اندر بغاوتیں ہوئیں لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ ضرور تسلیم کیا جاتا رہا اور کوئی صوبہ قبضے سے نہیں نکلا۔ ۶۶ھ میں کوفہ اور یمامہ دونوں قبضے سے نکل گئے۔ کوفہ میں مختار کی حکومت اور یمامہ میں نجدہ بن عامر کی حکومت خودمختارانہ طور پر قائم ہوگئی۔ بصرہ کو حرث بن ربیعہ نے اور فارس کو مہلب بن ابی صفرہ نے سنبھالے رکھا اور خوارج کے فتنوں کو سر اُبھارتے ہی دبا دیا۔ مختار کی طرف سے بصرہ پر ڈورے ڈالے جارہے تھے اور بصرہ میں عبداللہ بن مطیع سابق گورنر کوفہ اور عمرو بن عبدالرحمٰن نامزد شدہ گورنر کوفہ بھی موجود تھے ان دونوں کو عبداللہ بن زبیرؓ سے ندامت و شرمندگی تھی اس لئے بصرہ میں ان دونوں کی موجودگی موجب خطر بھی ہوسکتی تھی کہ کہیں کسی سازش میں شریک نہ ہوجائیں۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ سُنا کہ عبیداللہ بن زیاد ابراہیم بن مالک کے مقابلے میں مقتول ہوچکا ہے تو اُن کو اہلِ شام اور عبدالملک بن مروان کی طرف سے تو گونہ اطمینان ہوا کہ اُن کی طاقت کو ایک بڑا صدمہ پہنچا تھا اور وہ جلد حجاز پر حملہ آور ہونے کا ارادہ نہیں کرسکتے تھے۔ لیکن بصرہ کے متعلق خطرات بڑھ گئے کیونکہ مختار بن عبیدہ کی توجہ اس فتح کے بعد بصرہ ہی کی طرف مبذول ہونے والی تھی لہٰذا انھوں نے فوراً بصرہ کے عامل حرث بن ربیعہ کو معزول کرکے اپنے بھائی مصعب بن زبیرؓ کو بصرہ کی گورنری پر مامور کرکے بھیجا۔

بصرہ میں آج کل کوفہ کے بہت سے آدمی مختار کے خوف سے بھاگ بھاگ کر چلے آتے تھے یہ وہ سب لوگ تھے جن کو اندیشہ تھا کہ قتلِ حسینؓ کے معاوضہ میں مختار ہم کو بھی کہیں قتل نہ کردے۔ کوفہ کے انھیں مفرورین میں شبث بن ربعی اور محمد بن الاشعث بھی تھے مصعب بن زبیرؓ نے بصرہ کی حکومت و امارت اپنے ہاتھ میں لے کر حالات کا پُرغور مطالعہ شروع کیا۔ کوفہ سے آئے ہوئے لوگوں نے جن میں بعض بہت معزز اور تجربہ کار شخص بھی تھے مصعب بن زبیرؓ کو مشورہ دیا کہ کوفہ پر حملہ کرد مصعب نے کہا کہ مجھ کو امیرالمومنین عبداللہ بن زبیرؓ نے حکم دیا ہے کہ مہلب بن ابی صفرہ کو ہمراہ لئے بغیر کوفہ پر حملہ نہ کروں، لہٰذا سب سے پہلے فارس سے مہلب کو بُلوانا چاہیے۔ چنانچہ مصعب نے ایک خط

مہلب کے نام لکھا اور محمد بن الاشعث کے ہاتھ مہلب کے پاس روانہ کیا۔ مہلب نے محمد بن الاشعث کو دیکھ کر کہا کہ مصعب کو آپ کے سوا اور کوئی قاصد نہیں ملا انھوں نے کہا کہ میں قاصد نہیں ہوں بلکہ خود اپنی غرض کو آیا ہوں کہ کوفہ کے حالات آپ کو سناؤں۔ ہمارے غلام زادوں نے ہمارے اموال اور مکانات پر قبضہ کرکے ہم کو بے دخل کر دیا ہے اور مصیبت کے مارے بصرہ کی طرف بھاگ کر آتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں کہ خدا کے لئے ہماری مدد کرو اور مصیبت سے ہم کو نجات دلاؤ۔

مہلب بن ابی صفرہ خراسان کے صوبہ کی حکومت اپنے بیٹے مغیرہ بن مہلب کے سپرد اور ملک کا قابل اطمینان بندوبست کرکے بصرہ کی طرف کافی سامان اور لشکر لے کر روانہ ہوا اور مصعب بن زبیرؓ سے بصرہ میں آکر ملا۔ مہلب بن ابی صفرہ کے پاس حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا خط بھی براہ راست پہنچ چکا تھا کہ تم بصرہ میں مصعب بن زبیرؓ سے آکر ملو اور کوفہ پر حملہ کرو۔ مہلب کو کسی قدر توقف ہوا تو مصعب کو بصرہ سے قاصد بھیجنا پڑا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شاید کوفہ پر چڑھائی کرنے میں ابھی اور تامل فرماتے لیکن مختار نے جب کوفہ میں لوگوں کو بڑی کثرت سے قتل کیا اور یہ بھی مشہور کیا کہ میرے پاس جبرئیل امین آتا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی لاتا ہے اور میں بطور نبی مبعوث ہوا ہوں تو لوگ شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگے کچھ تو بصرہ کی طرف گئے۔ بعض سیدھے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پہنچے اور مختار کی نبوت کا حال بھی علاوہ مظالم کے سنایا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ سن کر کہ مختار نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اُس کے استیصال میں توقف کرنا کسی طرح مناسب نہ سمجھا اور مہلب کو خط لکھا اور مصعب کو تاکید کی کہ بصرہ میں جا کر بغیر مہلب کے آتے ہوئے کوفہ کی طرف حملہ آور نہ ہونا۔

مختار کا قتل اور کوفہ پر قبضہ

جب مہلب آگیا تو مصعب بن زبیرؓ نے اُس کو حکم دیا کہ جسر اکبر پر اپنے لشکر کو مرتب کرو۔ عبدالرحمٰن بن اخنف کو کوفہ کی طرف روانہ کیا کہ وہاں جا کر قیام کرو اور پوشیدہ طور پر لوگوں سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے نام پر بیعت لو۔ عباد بن حصین حنظلی تمیمی کو مقدمۃ الجیش کا افسر بنایا۔ میمنہ پر عمر بن عبیداللہ بن معمر کو اور میسرہ پر مہلب بن ابی صفرہ کو مامور کیا۔ اور قلب لشکر کی سرداری خود مصعب بن زبیرؓ نے اپنے پاس رکھی۔ اس طرح یہ لشکر مرتب ہو کر بصرہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوا۔

مختار کو جب اس فوج کشی کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی فوج لے کر کوفہ سے نکلا۔ ابراہیم بن مالک اس زمانے میں موصل کی حکومت پر مامور تھا اور وہ بصرہ نہیں آسکا تھا۔ بصرہ کی فوج میں ایک دستہ فوج اُن لوگوں کا بھی تھا جو کوفہ سے بھاگ کر بصرہ پہنچے تھے اس دستہ فوج کی سرداری محمد بن الاشعث کو دی گئی تھی۔ دونوں فوجوں کا مدار نامی گاؤں کے قریب مقابلہ ہوا خوب زور شور کی لڑائی ہوئی آخر مختار کو شکست ہوئی اور وہ فرار ہو کر کوفہ میں داخل ہوا۔ قصرِ امارت کی مضبوطی کر کے محصور ہو بیٹھا۔

میدانِ جنگ سے جب کوفی لشکر بھاگا تو محمد بن الاشعث نے فراریوں کا تعاقب کیا اور بھاگتے ہوؤں کو دور تک قتل کرتا چلا گیا۔ مصعب بن زبیرؓ نے دارالامارۃ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ کئی روز تک جاری رہا۔ مختار کے ساتھ ایک ہزار آدمی قصر کے اندر محصور تھے۔ آخر سامان رسد کی کمی سے مجبور ہو کر مختار نے قلعہ کا دروازہ کھولنے اور مقابلہ کر کے مرنے کا ارادہ کیا اُس کے ہمراہیوں نے اُس کو منع کیا اور مشورہ دیا کہ مصعب سے جان کی امان طلب کر کے دروازہ کھولو یقین ہے کہ مصعب ضرور امان دے دیگا لیکن مختار نے اس مشورہ کو ناپسند کیا۔ سر میں خوشبودار تیل ڈالا۔ کپڑوں کو عطر ملا اور ہتھیار لگا کر قصر سے نکلا۔ صرف اُنیس آدمیوں نے اُس کا ساتھ دیا باقی قصر کے اندر ہی رہے۔ مختار نے نکل کر حملہ کیا اور طرفہ و طراف پسرانِ عبداللہ بن دجاجہ حنیفی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

مختار ۱۴ رمضان المبارک ۶۷ھ کو مقتول ہوا۔ مختار کے ہمراہیوں میں عبیداللہ بن علی بن ابی طالب بھی مقتول ہوئے۔ مصعب بن زبیرؓ نے اُن لوگوں کو جو قصرِ امارت کے اندر محصور تھے گرفتار کیا۔ تمام وہ لوگ بھی جو میدانِ جنگ میں گرفتار ہوئے تھے کوفہ کے اندر لائے گئے اور ایک وسیع مقام پر ان تمام قیدیوں کو فراہم کر کے ان کی نسبت مشورہ لیا گیا۔ مہلب بن ابی صفرہ نے کہا کہ ان سب کو چھوڑ دینا چاہیے لیکن محمد بن الاشعث اور تمام دوسرے کوفیوں نے یہ سن کر مصعب بن زبیرؓ کو اس رائے پر عمل کرنے سے منع کیا۔

مصعب بن زبیرؓ حیران تھے کہ میں کیا کروں۔ کوفی کہتے تھے کہ ان لوگوں نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کر کے کوفہ میں کوئی گھر ایسا نہیں چھوڑا جس میں کوئی نہ کوئی آدمی قتل نہ کیا ہو۔ اگر یہ لوگ اب چھوڑ دیئے گئے تو اسی وقت تمام کوفہ باغی ہو جائے گا۔ ان لوگوں کی کل تعداد چھ ہزار تھی جن میں صرف سات سو عرب اور باقی ایرانی لوگ تھے مصعب بن زبیرؓ

نے آخر سوچ کر یہی فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے چنانچہ وہ سب قتل کر دیئے اور اہل کوفہ کو اطمینان میسر ہوا۔ مصعب نے مختار کے دونوں ہاتھ کٹوا کر جامع مسجد کوفہ کے دروازے پر لٹکا دیئے جو حجاج کے عہد امارت تک وہاں لٹکے رہے۔

مصعب بن زبیرؓ نے کوفہ پر قابض ہو کر ابراہیم بن مالک کو جو موصل پر قابض اور مختار کی طرف سے مامور تھا ایک خط لکھا کہ تم کو اب میری اطاعت کرنی چاہیئے میں تم کو ملک شام کی سند دیدوں گا ساتھ ہی وعدہ کرتا ہوں کہ شام سے مغرب کی جانب جس قدر ممالک پر تم قبضہ کرتے چلے جاؤ گے وہ سب تمہاری جاگیر سمجھے جائیں گے۔ اُدھر مختار کے مارے جانے کی خبر سُن کر عبدالملک بن مروان نے دمشق سے ابراہیم کے پاس خط بھیجا کہ تم میری اطاعت اختیار کرو میں تم کو عراق کی سند دیدوں گا اور جس قدر ممالک تم مشرق کی طرف فتح کرتے چلے جاؤ گے وہ سب تمہاری حکومت میں شامل رہیں گے۔ دونوں طرف سے ایک ہی قسم کے خطوط ابراہیم کے پاس پہنچے اُس نے عبدالملک پر مصعب کو ترجیح دی اور کوفہ میں آکر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت تسلیم کر کے مصعب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مصعب نے موصل وجزیرہ کی حکومت پر مہلب بن ابی صفرہ کو مامور کر کے بھیج دیا اور ابراہیم کو اپنے پاس مہلب کی جگہ سپہ سالاری پر رکھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو جب مختار کے مارے جانے اور کوفہ پر قبضہ ہونے کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے مصعب کو کوفہ کی گورنری پر نامزد کر کے بصرہ کی گورنری پر اپنے بیٹے حمزہ بن عبداللہ کو بھیجا۔ حمزہ نے اہل بصرہ کو ناراض کر دیا اور انھوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خطوط لکھے کہ حمزہ کو معزول کر کے مصعب کو بصرہ کی حکومت پر بھیج دیجئے آخر ۶۸ھ میں مصعب کو بصرہ کی حکومت بھی عبداللہ بن زبیرؓ نے سپرد کر دی۔

عمرو بن سعید کا قتل

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عبیداللہ بن زیاد ابن حرث کے مقابلہ اور محاصرہ میں ناکام رہ کر قرقیسیا سے واپس گیا تھا جب ابن زیاد مارا گیا تو عبدالملک نے فوج مرتب کر کے عراق پر حملہ آوری کا قصد کیا اور سب سے اوّل زفر بن حرث کلبی والیٔ قرقیسیا پر حملہ کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ عبدالملک نے اپنے ہمشیر زادے عبدالرحمٰن بن ام حکم کو دمشق میں اپنا نائب

مقرر کیا۔ اور خود عمرو بن سعید بن عاص کو ہمراہ لے کر قرقیسیا کی جانب مع لشکر روانہ ہوا۔ اوپر یہ بھی ذکر آچکا ہے کہ مروان بن حکم کو اس شرط پر تخت نشین کیا گیا تھا کہ اُس کے بعد خالد بن یزید اور اُس کے بعد عمرو بن سعید تخت نشین ہوں گے۔ مروان نے بجائے ان دونوں کے اپنے بیٹوں عبدالملک و عبدالعزیز کو ولی عہد بنا کر خالد و عمرو دونوں کو ولی عہدی سے معزول کر دیا تھا۔

عمرو بن سعید بنو امیہ کے اندر ہر دل عزیز اور بہت ذی عزت تھا۔ اُس کے پاس حشم و خدم کی بھی کثرت تھی اور سرداری و افسری کی قابلیت بھی رکھتا تھا۔ مروان کے بعد جب عبدالملک تخت نشین ہوا تو عمرو بن سعید کے ساتھ اُس نے ایسا سلوک کیا جس سے اُس کے دل کا انقباض دور ہو گیا۔ اب جب کہ عبدالملک فوج لے کر قرقیسیا کی جانب روانہ ہوا تو عمرو بن سعید نے اُس سے راستے میں کہا کہ آپ اپنے بعد میرے لئے تخت خلافت کی وصیت کر دیں مجھ کو اپنا ولی عہد مقرر فرمائیں۔ اس قسم کے وعدے عمرو بن سعید کے ساتھ شروع ہی میں کر لئے گئے تھے وہ صرف اُن کا باقاعدہ اعلان چاہتا تھا۔ عبدالملک نے عمرو بن سعید کی خواہش کے پورا کرنے سے صاف انکار کیا۔ عمرو بن سعید کو اس سے دل گرفتگی ہوئی وہ راستے ہی سے موقع پاکر دمشق کی جانب واپس چلا آیا اور یہاں آتے ہی عبدالرحمن کو نکال دیا اور خود دمشق پر قابض ہو کر اپنی خلافت و حکومت کا اعلان کیا۔ لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور وظائف مقرر کرنے اور بحُسنِ سلوک پیش آنے کا وعدہ کیا۔

یہ خبر سُن کر عبدالملک بھی فوراً دمشق کی جانب واپس ہوا اور دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ مدتوں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا اور عبدالملک کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو سکا بالآخر لوگوں نے بیچ میں پڑ کر دونوں میں صلح کرا دی۔ عہد نامہ لکھا گیا اور عمرو بن سعید نے شہر سے نکل کر عبدالملک کے خیمے میں آکر ملاقات کی اور دمشق اُس کے سپرد کیا۔ عبدالملک کو ہمیشہ عمرو بن سعید بن عاص کی طرف سے اندیشہ رہتا تھا۔ اب اُس نے مناسب سمجھا کہ اس خدشہ کو بھی مٹا دیا جائے چنانچہ اُس نے دھوکے سے عمرو بن سعید کو ملاقات کے لئے دربار میں بلا بھیجا۔ عمرو بن سعید آیا۔ اور حسب دستور عبدالملک کے برابر تخت پر جا بیٹھا۔ عبدالملک نے پہلے سے اس کام کے لئے آدمیوں کو جمع کر رکھا تھا۔ چنانچہ عمرو بن سعید کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا۔

عمرو بن سعید کے بھائی یحییٰ کو خبر لگی تو وہ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ دارالامارۃ پر چڑھ آیا

اور اُس کا محاصرہ کر لیا۔ عبدالملک نے عمرو بن سعید کا سر کاٹ کر اوپر سے اُن لوگوں کی طرف پھینک دیا اور ساتھ ہی روپیوں اور اشرفیوں کی بکھیر بھی شروع کر دی۔ لوگ روپے اور اشرفیوں کے اٹھانے میں مصروف ہو گئے اور یحییٰ تنہا کھڑا رہ گیا۔ آخر یحییٰ کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور عمرو بن سعید کے لڑکوں کو بھی یحییٰ کے پاس جیل خانے میں بھیج دیا گیا۔ یہ لوگ اُس وقت تک قید رہے جب کہ مصعب بن زبیرؓ قتل ہوئے اور عبدالملک کا عراق پر قبضہ ہوا عمرو بن سعید کے قتل کا واقعہ ۶۹ھ کا ہے۔

مصعب بن زبیرؓ کی بے احتیاطی

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ بصرہ پر چند مہینے یا ایک سال حمزہ بن عبداللہ بن زبیرؓ نے حکومت کی اُس کے بعد بصرہ کا انتظام بھی مصعب بن زبیرؓ کے ماتحت کر دیا گیا۔ مصعب بن زبیرؓ نے خود بصرہ جا کر عمر بن عبیداللہ بن معمر کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور حکم دیا کہ ضرورت پڑے تو خوارج کے مقابلہ کی غرض سے خود فارس جائیے اور بصرہ میں اپنی طرف سے کسی کو نامزد کر جائیے۔ اسی طرح اُس نواح کے تمام عاملوں اور صوبہ داروں کا مناسب تغیر و تبدیل کر کے چند روز قیام کے بعد مصعب بن زبیر بصرہ سے پھر کوفہ میں چلے آئے۔ لیکن ۷۰ھ میں ایسی صورت پیش آئی کہ فارس میں خوارج کے فتنے نے بہت زور پکڑا اور مغیرہ بن مہلب اور عمر بن عبیداللہ بن معمر دونوں خوارج کے فتنے کو نہ دبا سکے۔ مصعب بن زبیرؓ نے موصل کی حکومت سے مہلب بن ابی صفرہ کو تبدیل کر کے پھر فارس کی حکومت پر مامور کیا اور حکم دیا کہ وہاں جا کر خوارج کے فتنے کو فرو کرو۔ اس میں شک نہیں کہ مہلب بن ابی صفرہ سے بہتر کوئی دوسرا شخص خوارج کا علاج نہیں کر سکتا تھا مہلب بن ابی صفرہ نے کہا کہ میں تو فارس جانے سے خوش ہوں مگر فی الحال مجھ کو موصل سے جدا کرنا آپ کے لئے بے حد مضر ثابت ہو گا۔ اس لئے کہ عبدالملک بن مروان نے خفیہ سازشوں کا ایک جال عراق میں پھیلانا شروع کیا ہے میں اُس کی تدابیر کو خوب غور سے مطالعہ کر رہا ہوں ایسا نہ ہو کہ میرے یہاں سے جدا ہونے کے بعد وہ اپنی تدابیر میں کامیاب ہو جائے۔

مصعب بن زبیرؓ نے فارس کی ضرورت کو اس موہوم ضرورت پر ترجیح دی اور مہلب بن ابی صفرہ کو فارس کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ مصعب بن زبیرؓ کے پاس ابراہیم و مہلب دو زبردست سپہ سالار اور تجربہ کار افسر تھے انھوں نے ان دونوں میں سے ایک کو اپنے پاس سے جدا کر دیا۔ ساتھ ہی عبداللہ بن خازم کو خراسان کی حکومت پر بھیج دیا۔ عباد بن حصین کو مہلب کے ساتھ مامور کر دیا۔ یہ دونوں بھی بڑے زبردست سپہ سالار اور جنگی تجربہ کار تھے۔ اس طرح مصعب بن زبیرؓ نے کام کے آدمیوں کو اپنے پاس سے جدا کر کے دُور دراز

کے مقامات پر بھیج دیا تھا کوفہ میں اُن کے پاس صرف ابراہیم بن مالک اور بصرہ میں عمرو بن عبداللہ بن معمر باقی رہ گئے تھے۔

عبدالملک بن مروان نے عمرو بن سعید کے قتل سے فارغ ہوتے ہی سازشی تدابیر شروع کر دی تھیں اس نے فارس کی طرف اپنے آدمیوں کو بھیج کر وہاں خوارج کو توقعات دلائیں اور اُن کو خروج پر آمادہ کر دیا۔ ادھر کوفہ اور بصرہ میں بھی اپنے آدمیوں کو بھیج کر ہوا خواہانِ بنو اُمیہ کے ذریعہ سازشوں کا ایک جال پھیلایا اور مصعب بن زبیرؓ کے فوجی سرداروں کو بھی خفیہ طور پر خط بھیج بھیج کر بڑے بڑے لالچ دینے شروع کئے حتیٰ کہ مہلب اور ابراہیم کو بھی اس نے توڑنا اور اپنی طرف ملانا چاہا۔ مگر یہ دونوں ایسے نہ تھے کہ مصعب بن زبیرؓ سے بے وفائی کرتے اسی لئے مہلب فارس کی طرف روانہ ہوتے وقت فکرمند تھا۔

عبدالملک کی جنگی تیاریاں

عبدالملک نے خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید کو خفیہ طور پر بصرہ میں بھیجا کہ وہاں جا کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف اور بنو اُمیہ کے موافق لوگوں کو اپنا ہم خیال بنائے چنانچہ خالد نے بصرہ میں آکر بنو بکر بن وائل اور قبیلہ ازد میں اپنا سازشی کام شروع کیا اور ایک بڑی جماعت اپنے ہم خیال بنا لی۔ اس کا حال عمر بن عبداللہ بن معمر کو معلوم ہوا تو اُس نے فوج بھیجی۔ خالد کے ہمراہیوں نے مقابلہ کیا اور بالآخر خالد کو بصرہ سے نکال دیا گیا۔

بصرہ کی یہ پریشان کن خبریں جب کوفہ پہنچیں اور حالات کا صحیح علم ہوا تو ناممکن تھا کہ مصعب بن زبیر خاموش بیٹھے رہتے۔

بصرہ کی ایسی تشویشناک حالت سُن کر مصعب بن زبیرؓ کوفے سے بصرے آئے اور وہاں خالد کے ہمراہیوں اور ہم خیالوں کو سزائیں دیں جرمانے کئے بعض کے مکانات منہدم کرا دیئے۔ اسی طرح کوفہ میں بھی اندر ہی اندر عبدالملک کے لوگ اپنا کام کر رہے تھے سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ فوجی سردار مثلاً عتاب بن ورقاء وغیرہ بھی اندرونی طور پر عبدالملک سے ساز باز کر چکے تھے۔

ایک طرف عبدالملک نے فوجی تیاریاں شروع کیں تو دوسری طرف کوفہ و بصرہ کی فوجوں میں بغاوت کی سازشیں بڑے بڑے لالچ دے کر پھیلا دیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابراہیم بن اشتر کے پاس عبدالملک بن مروان کا ایک سربمہر خط آیا۔ ابراہیم جانتا تھا کہ اس میں کیا لکھا ہوگا اُس نے اُس خط کے لفافے کو کھولے بغیر بجنسہٖ مصعب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مصعب نے اُس کو کھول کر پڑھا تو

اُس میں عبدالملک نے ابراہیم کو لکھا تھا کہ

"تم میرے پاس چلے آؤ میں تم کو تمام ملک عراق کا گورنر مقرر کر دوں گا"

مصعب نے ابراہیم سے کہا کہ کیا تم جیسا شخص بھی ایسے فقروں میں آ سکتا ہے ابراہیم نے کہا کہ میں تو کبھی غدر و خیانت نہ کروں گا۔ لیکن عبدالملک نے آپ کے تمام سرداروں کو اسی قسم کے خطوط لکھے ہیں۔ اگر آپ میری رائے مانتے ہیں تو ان تمام سرداروں کو قتل یا قید کر دیں۔ مصعب نے اس رائے کو ناپسند کیا۔ اور اپنے کسی سردار سے نہ کچھ دریافت کیا نہ کچھ مواخذہ کیا۔

مصعب بن زبیرؓ کا قتل

آخر عبدالملک اپنی مکمل تیاریوں کے بعد شام سے عراق کی جانب فوج لے کر چلا۔ عبدالملک دمشق سے اُس وقت روانہ ہوا ہے جب کہ اُس کے پاس روسائے کوفہ کے بہت سے خطوط پہنچ چکے تھے کہ آپ کو فوراً عراق پر حملہ آور ہونا چاہیئے عبدالملک کے مشیروں نے روانگی کے وقت اُس کو روکا کہ کہیں اہلِ عراق اور اہلِ کوفہ کے یہ خطوط اُسی قسم کے نہ ہوں جیسے انھوں نے امام حسینؓ کو لکھے تھے۔ عبدالملک نے کہا کہ امام حسینؓ تو محض کوفہ کے بھروسے پر چل دیئے تھے۔ اور میں ایک زبردست فوج کے ساتھ جا رہا ہوں مجھ کو اُن کی بد عہدی یا بے وفائی سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور مجھ کو یقین ہے کہ وہ جب مجھ کو ایک طاقتور فوج کے ساتھ دیکھیں گے تو ہرگز اپنے اِن وعدوں سے جو وہ خطوط میں کر رہے ہیں نہ پھریں گے۔

آخر عبدالملک فوج لے کر چلا۔ ادھر سے اُس کے آنے کی خبر سُن کر مصعب بن زبیرؓ بھی روانہ ہوئے۔ جس زمانے میں عبدالملک کی فوج کشی کی خبر کوفہ میں پہنچی اُس سے پہلے مصعب بن زبیرؓ عمر بن عبداللہ بن معمر کو خوارج کے مقابلہ کے لئے بصرہ سے فارس کی طرف بھیج چکے تھے۔ لہٰذا عمر بن عبداللہ بھی اس لڑائی میں موجود نہ تھا۔ دار جاثلیق کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ مصعب بن زبیرؓ کی فوج بہت تھوڑی تھی۔ کیونکہ عین روانگی کے وقت بہت سے لوگوں نے حیلے بہانے کر کے جانے سے انکار کر دیا تھا جو لوگ میدان میں ساتھ آئے تھے اُن میں سے بھی زیادہ حصہ دشمن سے ملا ہوا تھا اور اس

بات کا منتظر تھا کہ لڑائی شروع ہو تو دشمن سے جا ملیں۔ غرض لڑائی شروع ہوئی، عبدالملک نے پوری طاقت سے اوّل اُسی حصۂ فوج پر حملہ کیا جو ابراہیم بن مالک کی ماتحتی میں تھی کیونکہ اُس کو ابراہیم بن مالک کی طرف سے بہت خوف تھا۔ یہ حملہ عبدالملک کے بھائی محمد بن مروان نے کیا تھا طرفین سے خوب خوب دادِ شجاعت دی گئی آخر ابراہیم نے محمد بن مروان کو پیچھے دھکیل دیا۔ محمد بن مروان کو ہزیمت ہوتے ہوئے دیکھ کر عبدالملک نے عبیداللہ بن یزید کو ایک تازہ دم فوج کے ساتھ محمد کی مدد پر بھیجا۔ اب جم کر مقابلہ ہونے لگا اسی معرکہ میں مسلم بن عمرو باہلی (قتیبہ بن مسلم کا باپ) بھی کام آیا۔

ابراہیم پر دشمنوں کا ہجوم دیکھ کر مصعب بن زبیرؓ نے عتاب بن ورقا کو ابراہیم کی مدد کے لئے بھیجا عتاب بن ورقا پہلے ہی در پردہ عبدالملک کی بیعت کر چکا تھا وہ قرار داد کے موافق فوراً میدان سے فرار ہو گیا۔ ابراہیم دشمنوں کے نرغہ میں گھر کر بڑی بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا ابراہیم بن مالک کے مارے جاتے ہی عبدالملک اور اہلِ شام کا دل بڑھ گیا اور اُن کو اپنی فتح کا کامل یقین ہو گیا۔

مصعب بن زبیرؓ نے دوسرے سرداروں اور اپنے ہمراہیوں سے آگے بڑھنے اور حملہ کرنے کے لئے کہا مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا سب نے اِس کان سُنا اور اُس کان پر اُڑا دیا۔ معدودے چند آدمی تھے جو میدان میں لڑ رہے تھے۔ باقی تمام فوج کوفیوں کی کھڑی ہوئی تماشا دیکھ رہی تھی۔

کوفیوں کی یہ غداری درحقیقت اُس غداری سے جو انھوں نے امام حسین علیہ السلام سے کی۔ بہت بڑھی ہوئی تھی۔ کیونکہ امام حسینؓ کا ساتھ نہ دینے میں اُن کو ابنِ زیاد اور اُس کے لشکر نے مجبور کر دیا تھا اور خوف وہراس اُن پر غالب ہو گیا تھا۔ لیکن مصعب بن زبیرؓ کا ساتھ نہ دینا سراسر اُن کی شرارت و غداری اور محسن کشی تھی۔ عبدالملک یہ نہیں چاہتا تھا کہ مصعب بن زبیرؓ قتل کئے جائیں اس لئے اُس نے اپنے بھائی محمد بن مروان کو مصعب کے پاس بھیجا اور کہلا بھجوایا کہ آپ کی طرف سے اب لڑائی کی شکل بگڑ چکی ہے آپ کو کسی طرح فتح نہیں ہو سکتی۔ میں آپ کو امان دیتا ہوں آپ میری امان قبول کر لیں مصعب نے اس کا انکاری جواب دیا اور کہا کہ مجھ کو صرف خدا کی امان کافی ہے اس کے بعد مصعب بن زبیرؓ کے بیٹے عیسیٰ سے محمد بن مروان نے کہا کہ تم کو اور تمہارے باپ مصعب دونوں کو

امیر المومنین عبدالملک نے امان دی ہے۔ عیسیٰ نے یہ سن کر باپ سے آکر کہا۔ مصعب نے کہا کہ ہاں یہ تو مجھ کو بھی یقین ہے کہ اہلِ شام تمھارے ساتھ وعدہ پورا کریں گے اگر تمھارا جی چاہے تو تم اُن کی امان میں چلے جاؤ۔ عیسیٰ نے کہا میں قریش کی عورتوں کو یہ کہنے کا موقع ہرگز نہ دوں گا کہ عیسیٰ اپنی جان بچانے کے لئے باپ سے جدا ہوگیا۔ مصعب نے کہا اچھا تم اپنے چچا عبداللہ بن زبیرؓ مکہ کی جانب روانہ ہو جاؤ اور اُن کو اہلِ عراق کی غداری کا حال سُناؤ مجھ کو یہیں چھوڑ جاؤ میں نے اپنے آپ کو مقتول سمجھ لیا ہے۔ عیسیٰ نے کہا میں یہ خبر جا کر نہ سُناؤں گا۔ مناسب یہ ہے کہ آپ اس میدانِ جنگ سے واپس چلیں اور بصرے پہنچیں، وہاں کے لوگ آپ سے بہت خوش ہیں اور آپ کے ہر طرح مطیع ہیں بصرہ پہنچ کر کچھ تدارک کیا جا سکے گا یا پھر مکہ کی طرف چلیے۔

مصعب نے کہا بیٹا مرادِ سے یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ تمام قریش میں میرے میدان سے بھاگنے کا چرچا ہو جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ تم ہر ایک خیال کو چھوڑو اور دشمن پر حملہ کرو۔ عیسیٰ یہ سُنتے ہی اپنے چند ہمراہیوں سمیت دشمن پر حملہ آور ہوا اور سینکڑوں کو خاک و خون میں لٹا کر مصعب بن زبیرؓ کی آنکھوں کے سامنے خود بھی ہمیشہ کے لئے سو گیا۔ اس کے بعد عبدالملک آگے بڑھ کر آیا اور مصعب بن زبیرؓ سے بڑی منت اور اصرار کے ساتھ کہا کہ آپ اب میدان سے واپس چلے جائیں یا امان قبول کر لیں۔ یہاں تک کہ اس نے اس اصرار میں الحاح و عاجزی سے کام لیا مگر مصعب نے اُس کی طرف مطلق التفات نہ کیا۔ یہ وقت بھی عجیب و غریب وقت ہوگا کہ عبدالملک اپنی خفیہ تدابیر کے نتائج دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا ہوگا۔

کوفیوں کا لشکر میدان میں موجود ہے مگر اپنے امیر کا ساتھ نہیں دیتا اور دور سے تماشہ دیکھ رہا ہے۔ دوسری طرف مصعب بن زبیرؓ حیران ہوں گے کہ جو لشکر میرے اشارہ دل پر کام کرتا اور گردنیں کٹواتا تھا وہ میری مدد نہیں کرتا۔ کوفیوں نے مصعب بن زبیرؓ اور امام حسینؓ دونوں کے قتل کرانے میں ایک ہی درجہ کا جرم کیا۔ لیکن یہ دونوں جرم دو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئے۔ وہاں امام حسین علیہ السلام اپنے دشمنوں سے چاہتے تھے کہ وہ اُن کو میدانِ جنگ سے مکہ یا دمشق یا کسی اور طرف کو بچ کر جانے دیں۔ یہاں مصعب بن زبیرؓ کے دشمن خود چاہتے تھے کہ مصعب بن زبیرؓ میدان سے نکل جائیں۔ وہاں امام حسینؓ کے دشمنوں نے اُن کی بات قبول نہیں کی اور یہاں مصعب بن زبیرؓ نے اپنے دشمنوں کی بات نہیں مانی۔ نتیجہ

دونوں کا ایک ہی ہوا۔

مصعب بن زبیرؓ اپنے بیٹے عیسیٰ کے مارے جانے کے بعد اپنے خیمہ میں گئے۔ سر میں تیل ڈالا۔ خوشبو لگائی اور باہر آ کر شمشیر بدست دشمن پر حملہ آور ہوئے اس حملہ میں آپ کا ساتھ دینے والے صرف سات آدمی باقی تھے جو اُن کے ساتھ ہی مارے گئے۔ مصعب بن زبیرؓ نے ایسا سخت حملہ کیا کہ شامیوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ آخر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے چور چور ہو کر بیہوش ہو گئے۔ اُن کے گرتے ہی شامیوں نے اُن کا سر کاٹ لیا اور ۷۱ھ میں دس برس کے بعد کربلا کا تماشا دار جاثلیق میں دوہرایا گیا۔

عبدالملک نے اُسی میدان میں تمام لشکرِ کوفہ سے اپنی خلافت کی بیعت لی اور وہاں سے روانہ ہو کر کوفہ کے قریب مقام نخیلہ میں چالیس دن ٹھہرا رہا۔ جب اہلِ کوفہ کی طرف سے بہر طور اطمینان حاصل ہو گیا تو شہر میں داخل ہوا جامع مسجد میں خطبہ دیا۔ لوگوں سے حسنِ سلوک کا وعدہ کیا۔ انعام واکرام سے خوش کیا۔ فارس وخراسان و بصرہ و اہواز وغیرہ کے عاملوں کو لکھا کہ رعایا سے ہمارے نام پر بیعت لے لو۔ مُہلب بن ابی صفرہ کو بھی اُس کی جگہ پر بدستور قائم رکھا سب نے عبدالملک کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ اور بجز تسلیم کرنے کے اب اُن کے لئے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ صرف عبداللہ بن حازم نے کہ وہ بھی ایک حصۂ خراسان کے حاکم تھے بیعت سے انکار کیا۔ اور بحرین بن ورقاء صریمی کے ہاتھ سے چند ہی روز کے بعد مارے گئے۔

بصرہ کی گورنری عبدالملک نے خالد بن اسید کو سپرد کی اور اپنے بھائی بشیر بن مروان کو کوفہ کا گورنر بنایا۔ مصعب بن زبیرؓ کا سر عبدالملک نے کوفہ سے دمشق کی جانب بھیج دیا تھا۔ یہ سر جب دمشق میں پہنچا تو لوگوں نے اس کی تشہیر کا ارادہ کیا۔ لیکن عبدالملک کی بیوی عاتکہ بنت یزید بن معاویہؓ نے لوگوں کو ممانعت کی اور اُس سر کو لے کر غسل دینے کے بعد دفن کر دیا۔ مُہلب بن ابی صفرہ نے بھی عبدالملک کی اطاعت اختیار کر کے لوگوں سے بیعت لے لی۔

زفر بن حرث اور عبدالملک

محاصرۂ قرقیسیا کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے عبیداللہ بن زیاد اور دوسرے سردار زفر بن حرث کو مغلوب نہیں کر سکے اور ہر ایک حملہ میں اہلِ شام کو ناکامی حاصل ہوئی۔ اب جبکہ

عبدالملک بن مروان فوج لے کر عراق کی طرف متوجہ ہوا تھا تو اُس نے اپنی روانگی سے پیشتر ابان بن عقبہ بن ابی معیط گورنر حمص کو ایک فوج دے کر آگے روانہ کر دیا تھا کہ قرقیسا میں پہنچ کر زفر بن حارث کو مغلوب کرے۔ ابان نے پہنچ کر لڑائی چھیڑ دی مگر ابھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہونے پایا تھا کہ خود عبدالملک بھی مع فوج گراں پہنچ گیا اور بڑی سختی سے قرقیسا کا محاصرہ شروع کیا۔ زفر بن حارث نے اپنے بیٹے ہذیل کو حکم دیا کہ اہلِ شام پر دھاوا کرو اور جب تک عبدالملک کے خیمے کو نہ گرا لو واپس نہ آؤ۔ ہذیل نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور اس سختی سے حملہ کیا کہ عبدالملک کے خیمے کو جا کر گرا دیا اور واپس چلا آیا۔ عبدالملک نے یہ دیکھ کر کہ قرقیسا کی فتح اور زفر بن حرث کا مغلوب کرنا آسان نہیں ہے۔ زفر بن حرثؒ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم کو اور تمہارے لڑکے کو امن دی جاتی ہے اور جو علاقہ یا عہدہ تم پسند کرو وہ لے لو۔

زفر بن حرث نے کہلا بھیجا کہ میں اس شرط پر صلح کرنے کو تیار ہوں کہ ایک سال تک مجھ سے بیعت کرنے کی خواہش نہ کی جائے اور عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف کسی قسم کی اعانت طلب نہ کی جائے۔ قریب تھا کہ صلح نامہ تحریر ہوا تنے میں عبدالملک کو یہ خبر پہنچی کہ شہر پناہ کے چار بُرج منہدم ہو چکے ہیں۔ عبدالملک نے فوراً صلح سے انکار کر کے شہر پر حملہ کیا مگر یہ حملہ سراسر ناکام رہا اور زفر بن حرث نے عبدالملک کی فوج کو پسپا کر کے اُس کے مورچوں میں پہنچا دیا۔ عبدالملک نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ ہم آپ کی تمام شرائط کو منظور کرتے ہیں۔ زفر بن حارث نے کہا کہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی زندگی میں کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہ کروں گا نیز یہ وعدہ بھی لوں گا کہ مجھ سے اور میرے ہمراہیوں سے کسی قسم کا کوئی مواخذہ یا قصاص طلب نہ کیا جائے۔

عبدالملک نے سب کچھ منظور کر لیا۔ اور عہد نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ تاہم زفر بن حارث عبدالملک کے پاس نہیں آیا کیوں کہ عمرو بن سعید کا واقعہ سب کو معلوم تھا۔ آخر عبدالملک نے آنحضرت صلعم کا عصا جو اُس کے پاس تھا زفر بن حرث کے پاس بھیج دیا زفر بن حرث اس کو کافی ضمانت سمجھ کر فوراً عبدالملک کے پاس چلا آیا۔ عبدالملک نے زفر بن حرث کو اپنے برابر تخت پر جگہ دی اور بڑی عزت وتکریم سے پیش آیا۔ اور اپنے بیٹے مسلمہ بن عبدالملک سے زفر بن حرث کی لڑکی کا عقد کیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر مصعب بن زبیرؓ کی طرف بڑھا تھا۔

.. ..

مصعبؓ بن زبیرؓ کے قتل کی خبر مکہ میں

جب مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ اُن کے بھائی مصعب بن زبیرؓ عراقیوں کی بے وفائی سے قتل ہو گئے اور تمام ملک عراق پر عبدالملک بن مروان کا قبضہ ہو گیا تو اُنھوں نے اہل مکہ کو جمع کر کے اس طرح تقریر فرمائی کہ

"الحمد للہ الذی لہ الخلق والامر یوتی الملک من یشاء و ینزع الملک ممن یشاء و یعز من یشاء و یذل من یشاء۔ آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ اُس شخص کو ذلیل نہیں کیا کرتا جو حق پر ہو چاہے وہ اکیلا ہی کیوں نہ ہو اور اُس کو عزت عطا نہیں کرتا جس کا ولی شیطان ہو۔ چاہے اُس کے ساتھ بہت سے آدمی کیوں نہ ہوں۔ اور آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے پاس مُلکِ عراق سے ہم کو غمگین اور خوش کرنے والی خبر آئی ہے۔ یعنی ہمارے پاس مصعب رحمۃ اللہ کے قتل کی خبر آئی ہے ہم خوش اس لئے ہوتے ہیں کہ اُس کا قتل ہونا شہادت ہے اور ہم رنجیدہ اس لئے ہیں کہ دوست کی جُدائی مصیبت کے وقت ایک سوزش ہوتی ہے جس کا دوست کو احساس ہوتا ہے۔ صاحبِ عقلِ سلیم صبر و استقامت ہی سے کام لیتا ہے مصعب کیا تھا؟ وہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ اور میرے مددگاروں میں سے ایک مددگار تھا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اہلِ عراق بڑے بے وفا اور منافق ہیں اُنھوں نے اُن منافع کو جو مصعب کے ذریعہ اُن کو حاصل تھے بڑی ہی کم قیمت پر بیچ ڈالا۔ مصعب اگر قتل ہوا تو اُس کے باپ بھائی اور ابنِ عمر بھی تو قتل ہی ہوئے تھے جو نہایت نیک اور صالح تھے۔ اور خدا کی قسم ہم اپنے بستروں پر اس طرح نہ مریں گے جیسے کہ ابوالعاص کی اولاد اپنے بستروں پر مر رہی ہے۔ خدا کی قسم ان لوگوں میں سے کوئی شخص نہ کبھی جاہلیت میں مارا گیا نہ اسلام میں اور ہم نیزوں کے زخم کھا کر تلواروں کے نیچے دم دیا کرتے ہیں اور بھائیو آگاہ رہو کہ دنیا اُس عظیم الشان شہنشاہ سے اُدھار لی گئی ہے جس کی حکومت ہمیشہ رہے گی اور جس کا مُلک کبھی زائل نہ ہوگا، پس

اگر دنیا ہمارے پاس آئے گی تو ہم اُس کو کمینہ وگمراہ اور رذیل و ناہنجار لوگوں کی طرح نہ لیں گے اور اگر وہ ہم سے پُشت پھیر کر بھاگے گی تو ہم اُس پر کمزور و ناتواں اور ضعیف و بے اوسان لوگوں کی طرح نہ روئیں گے۔ بس مجھ کو یہی کہنا تھا اور میں اپنے اور تمہارے لئے خدائے تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔"

عبدالملک اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

عبدالملک نے عراق پر قابض و متصرف ہونے کے بعد عروہ بن انیف کو چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ مدینہ کے باہر قیام کرنا، جب تک میرا دوسرا حکم نہ پہنچے مدینہ میں ہرگز داخل نہ ہونا، مدینہ میں حرث بن حاطب بن حرث بن معمر جمحی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے حاکم و عامل مقرر تھے۔ عروہ کے قریب پہنچنے کی خبر سُن کر حرث مدینہ سے چل دیئے۔ عروہ ایک مہینے تک مدینہ کے باہر مقیم رہا اور بلا کسی چھیڑ چھاڑ کے عبدالملک کے حکم کے موافق دمشق کو واپس گیا اور حرث پھر مدینہ میں واپس آ گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے سلیمان بن خالد کو خیبر و فدک کا عامل مقرر فرما کر روانہ کیا تھا۔ عبدالملک نے عبدالملک بن حرث بن حکم کو چار ہزار فوج دے کر روانہ کیا کہ حجاز پر تصرف کرتا ہوا چلا جائے اُس نے وادی القریٰ میں پہنچ کر مقام کیا اور وہاں سے ابن قمقام کو ایک دستہ فوج کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ کیا۔ سلیمان پر شب خون مارا۔ سلیمان گرفتار ہو کر مقتول ہوا اور ابن قمقام نے خیبر میں قیام کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حجاز پر حملہ آوری کی خبر سُن کر حرث بن حاطب کو مدینہ منورہ کی حکومت سے معزول کر کے جابر بن اسود بن عوف زہری کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔ جابر نے مدینہ منورہ پہنچ کر ابوبکر بن ابوقیس کو چھ سو آدمیوں کی جمعیت سے خیبر کی طرف روانہ کیا۔ ابن قمقام اور ابوبکر کی جنگ ہوئی۔ ابن قمقام شکست کھا کر بھاگا اور اس کے ہمراہی کچھ میدان جنگ میں مارے گئے۔ کچھ فرار ہو کر اپنی جان سلامت لے گئے۔

عبدالملک بن مروان کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے طارق بن عمر کو حجاز کی مہم کا افسر بنا کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ وادی القریٰ اور ایلہ کے درمیان قیام کرے جہاں تک ممکن ہو ابن زبیرؓ

کے عاملوں کو تصرف سے روکو اور حجازیوں میں ہمارے خلاف جو تحریک پیدا ہو اُس کو کامیاب ہونے سے پہلے مٹانے کی کوشش کرو۔ طارق نے عبدالملک کے حکم کے موافق حجاز میں پہنچ کر قیام کیا اور ایک زبردست دستہ فوج خیبر کی طرف روانہ کیا وہاں جنگ ہوئی اور ابو بکر بن ابو قیس مع دو سو ہمراہیوں کے میدانِ جنگ میں مقتول ہوا۔ طارق نے خیبر میں جا کر قیام کیا۔ جابر بن اسود نے یہ خبر سُن کر مدینہ منورہ سے دو ہزار آدمیوں کا ایک لشکر طارق سے لڑنے کے لئے خیبر کی طرف روانہ کیا۔ خیبر کے قریب دونوں لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی طارق نے فتح پائی اور میدانِ جنگ کے قیدیوں اور زخمیوں کو قتل کر ڈالا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جابر بن اسود کو مدینہ منورہ کی حکومت سے معزول کر کے ۷۰ھ میں طلحہ بن عبداللہ بن عوف معروف بہ طلحۃ الندار کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد خیبر کا علاقہ عبدالملک بن مروان کی حکومت میں شامل رہا اور طلحہ بن عبداللہ مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے مدینہ میں حکومت کرتا رہا۔ دو برس تک طرفین میں کوئی قابل تذکرہ معرکہ آرائی نہیں ہوئی۔ اور عبدالملک کی توجہ عراق و ایران کی طرف مبذول رہی۔

محاصرۂ مکّہ

عبدالملک بن مروان نے سردارانِ شام کو مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کرنا چاہا مگر سب نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ پر جانے اور خانہ کعبہ کو رزم گاہ بنانے سے انکار کیا۔ عبدالملک بن مروان دمشق سے کوفہ گیا۔ وہاں اُس نے حجاج بن یوسف ثقفی کو اس کام پر آمادہ کیا۔ حجاج تین ہزار آدمی ہمراہ لے کر جمادی الاوّل ۷۲ھ میں کوفہ سے روانہ ہوا اور مدینہ منورہ کو چھوڑتا ہوا عبدالملک کی ہدایت کے موافق طائف میں پہنچ کر قیام کیا یہاں سے وہ اپنے سواروں کو عرفہ کی طرف روزانہ روانہ کرتا اور وہ عبداللہ بن زبیرؓ کے سواروں سے لڑ بھڑ کر واپس آ جاتے۔ کئی مہینے اسی حالت میں گذر گئے تو حجاج نے عبدالملک کو لکھا کہ میری امداد کے لئے کچھ فوج اور بھیجی جائے۔ نیز مجھ کو اجازت دی جائے کہ آگے بڑھ کر مکہ کا محاصرہ کر لوں۔

عبدالملک نے حجاج کی درخواست کو منظور کر کے پانچ ہزار آدمی اُس کی امداد کے

لئے اور روانہ کر دیئے اور طارق کو لکھا کہ مدینہ منورہ پر حملہ کرو اور مدینہ سے فارغ ہو کر مکہ کی طرف جاؤ اور حجاج کی مدد کرو۔ حجاج نے بماہ رمضان المبارک مکۂ معظمہ کا محاصرہ کر لیا اور کوہِ ابو قبیس پر منجنیق لگا کر سنگ باری شروع کر دی۔ اہلِ مکہ کے لئے یہ رمضان کا مہینہ اس سنگ باری کے عالم میں بڑی مصیبت کا مہینہ تھا۔ لوگ محاصرہ کی شدت سے تنگ آکر مکہ سے نکل نکل کر بھاگنا شروع ہوئے رمضان و شوال کے بعد ذیقعدہ کا مہینہ بھی آگیا اور اہلِ مکہ کی مصیبت اور محاصرہ کی شدت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ روزانہ مقابلہ پر جاتے اور محاصرین کو پسپا کرنے کی کوششیں عمل میں لاتے لیکن روزانہ اُن کے ساتھیوں کی تعداد کم ہو رہی تھی اس لئے اُن کی تدابیر کوئی ایسا نتیجہ پیدا نہ کر سکیں۔ جس سے کامیابی کی اُمید ہوتی۔

اہلِ مکہ ایک طرف مکہ سے باہر نکلے چلے جا رہے تھے دوسری طرف سامان خورد و نوش کی نایابی و گرانی نے محصورین کے حوصلوں کو پست کر رکھا تھا۔ ماہ ذیقعدہ ۷۲ھ میں طارق نے مدینہ منورہ سے عبداللہ بن زبیرؓ کے عامل طلحۃ الندار کو نکال دیا اور ایک شامی کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے خود مکۂ معظمہ کی طرف پانچ ہزار فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس زبردست امداد کے پہنچنے پر حجاج کی طاقت بہت زیادہ بڑھ گئی اور اہلِ مکہ کی رہی سہی امیدیں بھی منقطع ہو گئیں۔ اسی حالت میں ماہ ذوالحجہ شروع ہو گیا اور دور دور سے لوگ حج کے لئے آنے شروع ہوئے عبداللہ بن زبیرؓ نے حجاج کو حج کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ مگر اُس نے نہ طواف کیا نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے میدانِ عرفات میں جانا چاہا تو حجاج نے روک دیا چنانچہ انھوں نے مکہ ہی میں قربانی کی میدانِ عرفات میں کوئی امام نہ تھا۔ غرض اس سال لوگ ارکانِ حج ادا نہ کر سکے۔ ایامِ حج میں بھی حجاج نے سنگباری کو بند نہ کیا اس لئے خانہ کعبہ کا طواف بھی خطرہ سے خالی نہ تھا۔ حاجیوں کی آمد سے مکہ میں قحط اور بھی زیادہ بڑھ گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اس سال حج کے لئے تشریف لائے تھے اُنھوں نے یہ حالت دیکھ کر حجاج کے پاس پیغام بھیجا کہ "بندۂ خدا اتنا تو خیال کر کہ لوگ دور دور سے حج کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ اُن کو طواف کرنے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے کا تو موقع مل جائے اس سنگ باری کو حج کے ختم ہونے تک بند کرا دے"۔ اس پیغام کا یہ اثر ہوا کہ حجاج نے سنگ باری بند کرا دی۔ مگر خود طواف نہیں کیا اور نہ عبداللہ بن زبیرؓ کو میدانِ عرفات میں جانے دیا۔ ایامِ حج کے گذرتے ہی حجاج کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ

باہر سے آئے ہوئے تمام اشخاص فوراً اپنے اپنے شہروں کو روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ ابنِ زبیرؓ پر سنگ باری شروع ہونے والی ہے۔ اس آواز کو سنتے ہی لوگوں کے قافلے روانہ ہو گئے اور ساتھ ہی بچے ہوئے مکّہ والوں میں سے بھی بہت سے لوگ اپنی اپنی جان بچا کر نکل گئے۔

حجاج نے پھر سنگ باری شروع کر دی۔ ایک بڑا پتھر خانہ کعبہ کی چھت پر آ کر گرا اور چھت ٹوٹ کر گر گئی۔ اس پتھر کے آتے ہی آسمان سے ایک سخت کڑک کی آواز آئی، بجلی چمکی اور زمین و آسمان پر تاریکی چھا گئی۔ حجاج کی فوج کے لوگ ڈر گئے اور پتھر پھینکنے بند کر دیئے۔ حجاج نے لوگوں کو تسلی و تشفی دی اور کہا کہ یہ بجلی اور یہ کڑک میری امداد کے لئے آئی ہے اور یہ میری فتح کا نشان ہے تم لوگ مطلق خوف و ہراس کو اپنے دلوں میں راہ نہ دو۔ دو روز تک یہ تاریکی چھائی رہی اور کڑک کی آواز کے خوف سے کئی آدمی حجّاج کی فوج کے مر گئے۔ حجاج کی فوج میں بڑی تشویش پھیلی ہوئی تھی اتفاقاً اگلے روز پھر بجلی گری اور دو آدمی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی فوج کے بھی اس کے صدمے سے فوت ہو گئے۔ اس سے حجاج کو بڑی خوشی ہوئی اور اُس کے لشکر والوں کو بھی کچھ اطمینان ہوا۔ حجاج نے خود اپنے ہاتھ سے منجنیق میں پتھر رکھ رکھ کر پھینکنے شروع کئے اس کے بعد تمام لشکر کا خوف جاتا رہا اور زور شور سے سنگ باری شروع ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے تھے اور بڑے بڑے پتھر اُن کے اردگرد آ آ کر گرتے تھے لیکن اُن کی توجہ الی اللہ اور نماز کے خشوع و خضوع میں رتی برابر فرق نہ آتا تھا۔

یہ محاصرہ اسی شدت سے برابر جاری رہا۔ مکۂ معظمہ میں باہر سے کسی قسم کی امداد اور سامان رسد نہیں پہنچ سکتا تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنا گھوڑا ذبح کر کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس غلّہ اور کھجوروں کا ایک ذخیرہ موجود تھا وہ اس ذخیرہ میں سے صرف اس قدر لوگوں کو تقسیم کرتے تھے جس سے حیات باقی رہے مدعا اُن کا یہ تھا کہ ہم دیر تک محاصرین کے مقابلہ پر قائم رہ سکیں۔ حجاج نے جب یہ دیکھا کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی ہے تو اُس نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہمراہیوں کے پاس امان نامے لکھ لکھ کر بھیجنے شروع کر دیئے یہ امان نامہ والی تدبیر کارگر ثابت ہوئی اور بہت سے آدمی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر حجاج کے پاس چلے آئے۔

بہت ہی تھوڑے سے آدمی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس رہ گئے۔ حتیٰ کہ اُن کے دو لڑکے حمزہ و حبیب بھی باپ کو چھوڑ کر حجاج کے پاس آ گئے تیسرا لڑکا باپ کے ساتھ رہا اور آخر وقت تک داد مردانگی دیتا رہا حتیٰ کہ عین معرکۂ کارزار میں کام آیا۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس سے ہزاروں آدمی حجاج کے پاس آ گئے اور معدودے چند شخص باقی رہ گئے تو حجاج نے اپنے لشکر کو ایک جگہ جمع کر کے اس طرح تقریر کی کہ

"تم لوگ عبداللہ بن زبیرؓ کی طاقت کا اندازہ کر چکے ہو اُن کے ہمراہی اس قدر تھوڑے ہیں کہ اگر تم میں سے ہر شخص اُن پر ایک ایک مٹھی کنکریاں پھینکے تو وہ سب کے سب مر جائیں۔ پھر لطف یہ کہ وہ بھوکے پیاسے ہیں۔ اے شامی و کوفی دلاورو بڑھو عبداللہ بن زبیرؓ چند ساعت کا مہمان ہے۔"

اس تقریر سے پیشتر حجاج عبداللہ بن زبیرؓ کی خدمت میں ایک خط بھیج چکا تھا۔ اُس میں لکھا تھا کہ "اب آپ کے پاس کوئی طاقت نہیں رہی آپ ہر طرح مجبور ہو چکے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ ہماری امان میں آجائیں اور امیرالمومنین عبدالملک کی بیعت اختیار کر لیں آپ کے ساتھ انتہائی عزت و تکریم کا برتاؤ کیا جائے گا اور آپ کی ہر ایک خواہش پوری کر دی جائے گی مجھ کو امیرالمومنین نے یہی حکم دیا ہے۔ کہ میں جہاں تک ممکن ہو آپ کو صلح و آشتی کی طرف متوجہ کروں اور آپ کے قتل میں حتی الامکان عجلت سے کام نہ لوں۔"

شہادت ابن زبیرؓ

عبداللہ بن زبیرؓ اس خط کو پڑھ کر اپنی ماں حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیقؓ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ

"میرے پاس اب کوئی آدمی نہیں رہا برائے نام صرف پانچ آدمی باقی ہیں جو میرا ساتھ دینے پر بظاہر اب تک آمادہ ہیں۔ لوگوں نے میرے ساتھ اسی طرح دھوکے کا برتاؤ کیا جیسا کہ حسین بن علیؓ کے ساتھ کیا تھا لیکن اُن کے بیٹے جب تک زندہ رہے باپ کے سامنے تلوار لے کر دشمنوں

سے لڑتے رہے۔ میرے بیٹے بھی اُس فاسق کی امان میں چلے گئے۔ اب حجاج کہتا ہے کہ تم بھی امان میں آجاؤ اور جو کچھ مانگو ہم دینے کو تیار ہیں، پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں۔"

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ

"تم اپنے معاملے کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہو۔ اگر تم حق پر ہو اور حق کی طرف لوگوں کو بلاتے ہو تو اس کام میں برابر مصروف رہو تمھارے ساتھی بھی راہِ حق میں شہید ہوئے اور تم بھی اسی راہ پر گامزن رہ کر شہادت حاصل کرو۔ اگر تم نے دنیا حاصل کرنے کا قصد کیا تھا تو تم بہت ہی نالائق آدمی ہو تم خود بھی ہلاکت میں پڑے اور تم نے اپنے ہمراہیوں کو بھی ہلاکت میں ڈالا میری رائے یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو بنواُمیہ کے حوالے نہ کرو۔ موت اپنے وقت پر ضرور آجائے گی تم کو مردوں کی طرح جینا اور مردوں کی طرح مرنا چاہئے۔ تمھارا یہ کہنا کہ میں حق پر تھا اور لوگوں نے مجھ کو دھوکہ دے کر کمزور کر دیا۔ ایک ایسی شکایت ہے جو نیک آدمیوں کی زبان پر نہیں آیا کرتی۔"

عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ

"مجھ کو اس بات کا خوف ہے کہ وہ لوگ قتل کرنے کے بعد مجھ کو مُثلہ کریں گے اور صلیب پر لٹکائیں گے۔"

حضرت اسماءؓ نے جواب دیا کہ

"بیٹا! بکری جب ذبح کر ڈالی گئی تو پھر اُسے اس کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے کہ اُس کی کھال کھینچی جاتی ہے۔ تم جو کچھ کر رہے ہو بصیرت کے ساتھ کئے جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرتے رہو۔"

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ماں کے سر کا بوسہ لیا اور عرض کیا کہ

"میری بھی یہی رائے تھی جو اپنی رائے آپ نے ظاہر فرمائی۔ مجھ کو دنیا کی خواہش اور حکومت کی تمنا بالکل نہ تھی۔ میں نے اس کام کو صرف اس لئے اختیار کیا تھا کہ خدائے تعالیٰ کے احکام کی پابندی نہیں کی جاتی تھی اور ممنوعات سے لوگ بچتے نہ تھے جب تک میرے دم میں دم ہے میں حق

کے لئے لڑتا رہوں گا میں نے آپ سے مشورہ لینا ضروری سمجھا اور آپ کی باتوں نے میری بصیرت کو بہت کچھ بڑھا دیا اور اماں جان! میں آج ضرور مارا جاؤں گا تم زیادہ مغموم نہ ہونا، تم مجھ کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کر دو میں نے کبھی کسی ناجائز کام کا قصد نہیں کیا اور نہ کسی سے بدعہدی کی، نہ کسی پر ظلم کیا نہ ظالم کا معاون بنا حتی الامکان خدائے تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ الٰہی میں نے یہ باتیں فخر کی راہ سے نہیں کہیں، بلکہ صرف اس لئے کہ میری ماں کو تسکینِ خاطر حاصل ہو۔"

حضرت اسماءؓ بولیں

"مجھ کو اُمید ہے کہ خدائے تعالیٰ تم کو اس کا اجر عطا فرمائے گا تم اللہ کا نام لے کر دشمنوں پر حملہ کرو۔"

بیٹے کو رُخصت کرتے وقت حضرت اسماءؓ نے گلے سے لگایا تو ہاتھ زرہ پر پڑا۔ پوچھا تم نے یہ زرہ کس ارادے سے پہن رکھی ہے، کہا صرف اطمینان و مضبوطی کی غرض سے۔ اسماءؓ نے کہا اس کو اُتار دو اور معمولی کپڑے پہنے ہوئے دشمنوں سے لڑو۔ حضرت ابنِ زبیرؓ نے وہیں زرہ اُتار کر پھینک دی۔ قمیص کے دامن اُٹھا کر کمر سے باندھے دونوں آستینیں چڑھائیں اور گھر سے باہر نکل آئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ

"اے آلِ زبیرؓ! تم تلوار کی جھنکار سے خوف زدہ نہ ہونا کیونکہ زخم میں دوا لگانے کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے بمقابلہ اُس تکلیف کے جو زخم کے پیدا ہونے سے ہوتی ہے تم لوگ اپنی اپنی تلواریں تول لو جس طرح اپنے چہروں کو بچاتے ہو اسی طرح ان کو بھی خونِ ناحق سے بچاؤ۔ اپنی آنکھیں نیچی کر لو کہ تلواروں کی چمک سے چکاچوند نہ ہو جاؤ۔ ہر شخص اپنے مقابل پر حملہ آور ہو۔ تم مجھے ڈھونڈتے نہ پھرنا اور اگر میری تلاش ہی ہو تو میں سب سے آگے دشمنوں سے لڑتا ہوا ملوں گا۔"

یہ کہہ کر شامیوں پر ایک سخت حملہ کیا۔ صفوں کو چیرتے لوگوں کو مارتے اور گراتے ہوئے شامیوں کی پچھلی صفوں تک پہنچ گئے اور پھر اسی طرح لشکرِ شام کے سمندر میں تیرتے ہوئے واپس آ گئے۔

حجاج ہر چند لوگوں کو ترغیب دے رہا تھا۔ مگر کوئی شخص حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابل ہونے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ آخر حجاج نے خود پیدل فوج لے کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے علَم بردار کو گھیر لیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فوراً حملہ کر کے اپنے علَم بردار کو دشمنوں کے نرغہ سے نکالا اور حجاج کو پیچھے ہٹا دیا۔ واپس آ کر مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کی۔ حجاج نے پھر حملہ کیا اور بابِ بنو شیبہ پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا علَم بردار مارا گیا۔ مسجدِ حرام کے کُل دروازوں پر شامی ڈٹے ہوئے تھے۔ مکۂ معظمہ کی بھی اُنھوں نے ناکہ بندی کر لی تھی۔ حجاج وطارق نے ابطح کی جانب مروہ تک گھیر لیا تھا۔ ابن زبیرؓ کبھی ایک طرف کبھی دوسری طرف حملہ کر رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر لڑنے لگے تھے۔ بابِ صفا کی طرف آپ نے حملہ کیا اور شامیوں کو ہٹاتے ہوئے دُور تک لے گئے۔ کوہِ صفا کے اوپر سے ایک شخص نے تیر مارا پیشانی پر لگا۔ خون بہنے لگا۔ آپ اسی حالت میں برابر لڑتے رہے۔ غرض آپ نے اور آپ کے ہمراہیوں نے صبح سے بعد ظہر تک شامیوں کے قتل کرنے میں وہ چابک دستی اور حیرت انگیز شجاعت دکھائی کہ چشمِ فلک نے آج تک نہ دیکھی تھی۔ آخر ایک ایک کر کے تمام ہمراہی کام آئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر دشمنوں نے چاروں طرف سے پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کر دی۔ حالانکہ نیزے اور تلواریں اس سے پیشتر اپنی اپنی کاٹ دکھا چکے تھے۔ بالآخر یوم سہ شنبہ ماہ جمادی الثانی ۷۳ھ کو یہ دنیا کا عظیم الشان، بہادر و متقی انسان شہید ہوا۔ بہادری و شجاعت۔ زہد و عبادت اور ہمت و شرافت وغیرہ کے سوا کوئی انسان اُس میدان میں اُن کی لاش پر کفِ افسوس ملنے والا نہ تھا۔ لشکرِ شام نے اس مُردہ شیرِ ببر کا سر کاٹنے میں بڑی عجلت و چابک دستی سے کام لیا۔ حجاج کے سامنے لے گئے تو اُسی وقت اُس نے سجدۂ شکر ادا کیا اور لشکر سے نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔ لاش اُسی جگہ یعنی مقام حجون میں دار پر لٹکا دی گئی اور سر عبدالملک کے پاس بھیجا گیا۔ ایک دوسری روایت کے موافق سر عبدالملک کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ خانۂ کعبہ کی دیوار یا پرنالہ پر لٹکا دیا گیا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے لاش کے دفن کرنے کی اجازت چاہی مگر اُن کو حجاج نے اس کی اجازت نہ دی۔ عبدالملک کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے حجاج کو ملامت کی۔ اور لاش دفن کرنے کی اجازت دی۔ چند روز کے بعد حضرت اسماءؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔ حجاج شہادتِ ابن زبیرؓ کے بعد خانۂ کعبہ میں داخل ہوا۔ پتھروں کی بڑی کثرت تھی

جو باہر سے خانۂ کعبہ پر پھینکے گئے تھے۔ فرش مبارک پر خون کے جا بجا نشانات تھے پتھروں کو اٹھوایا اور خون کو دھلوایا۔ اہلِ مکہ سے خلافت عبدالملک کی بیعت لی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کو واپس ہوا وہاں دو مہینے تک ٹھہرا رہا وہاں تمام اہلِ مدینہ کو حضرت عثمان غنیؓ کا قاتل سمجھ کر سختیاں شروع کیں۔ صحابہ کرام کو سخت آزار پہنچائے۔ وہاں سے پھر مکۂ معظمہ کی جانب آیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بنائے ہوئے خانہ کعبہ کو ڈھا کر پھر از سرِ نو خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ عبدالملک بن مروان نے حجاج کو ملکِ حجاز کا گورنر مقرر کیا اور اس نے طارق کی جگہ مدینہ منورہ میں رہنا شروع کیا۔

خلافت ابنِ زبیرؓ پر ایک نظر

حضرت امیر معاویہؓ کے بعد اُن کا بیٹا یزید اس بات کا مستحق نہ تھا کہ مسلمانوں کا خلیفہ بنایا جائے کیونکہ اُس کے سوا بہت سے ایسے لوگ مسلمانوں میں موجود تھے جو یزید سے زیادہ حکومت و خلافت کی قابلیت رکھتے تھے۔ اُنھیں میں ایک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھے۔ یزید کی عملی زندگی بہت ہی قابلِ اعتراض تھی اور اسی لئے بعض حضرات نے اُس کی بیعت سے انکار کیا تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے بعد اگر حضرت امام حسن علیہ السلام زندہ ہوتے تو بہت زیادہ ممکن تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلیفہ یا شہنشاہ تسلیم کر لئے جاتے۔ یزید کے مقابلے میں اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدعیِ خلافت بن کر کھڑے ہوتے تو نہ صرف تمام دوسرے طبقات اہلِ اسلام اُن کے شریک ہوتے بلکہ خود بنو اُمیہ میں سے بھی ایک بڑی جماعت اُن کی حمایت میں سرگرم نظر آتی۔ مگر اُنھوں نے کبھی اس طرف توجہ ہی نہ کی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے خود خلافت کے حصول کی بہت کوشش کی مگر اُن کو کوفہ والوں نے دھوکا دیا۔ مکہ و مدینہ کے لوگوں کا مشورہ اُنھوں نے قبول نہ کیا اور اہلِ حجاز اُن کی کوئی امداد نہ کر سکے۔ اب اُن کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بہتر کوئی شخص نہ تھا جو مستحقِ خلافت ہو۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے صحیح خلافت ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تمام عالمِ اسلام میں لوگوں نے اپنی آزاد مرضی سے اُن کو خلیفہ تسلیم کیا اور جہاں جہاں لوگوں کو آزادی حاصل تھی کسی نے بھی اُن کی خلافت سے انکار نہیں کیا۔ ہاں بنو اُمیہ جو خلافت کے معاملے میں اُن کے رقیب تھے اُن کی

مخالفت پر آمادہ ہوئے اور شام و فلسطین و مصر وغیرہ میں جبر و قہر کے ساتھ انھوں نے اپنی حکومت دوبارہ قائم کی اور پھر اسی جبر و قہر کے ساتھ وہ تمام عالم اسلامی پر اپنی حکومت قائم کر سکے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے بالمقابل مروان بن حکم اور عبدالملک بن مروان کی حکومت کو باغیوں کی حکومت کہا جا سکتا ہے۔ پس عبدالملک بن مروان کی حکومت کا وہ زمانہ جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد شروع ہوتا ہے اُس کو باقاعدہ حکومت اور جائز خلافت سمجھنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنے عہدِ حکومت میں کوئی ایسا موقع نہیں ملا کہ وہ لڑائیوں اور چڑھائیوں کی فکر سے مطمئن بیٹھے ہوں اس لیے اُن کے عہدِ حکومت میں اگر جدید فتوحات اور اندرونی اصلاحیں ہم کو نظر نہ آئیں تو کوئی تعجب کا مقام نہیں۔ وہ بہت بڑے سپہ سالار اور جنگی شہ سوار تھے۔ ساتھ ہی وہ بڑے مدبر اور حکمران بھی تھے۔ یہ ایک اتفاقی بات تھی کہ اُن کے حریفوں کی تدبیریں اُن کے خلاف کامیاب ثابت ہوئیں اور اُن کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ اُن کی زندگی کا عملی نمونہ زہد و عبادت کے اعتبار سے بہت ہی قابلِ تعریف تھا۔

بنو اُمیہ کے خلفاء میں یہ بات خصوصیت سے نمایاں تھی کہ وہ اپنی خلافت و حکومت کے قیام و استحکام کے لیے روپیہ سے خوب کام لینا جانتے تھے۔ وہ روپیہ کے حاصل کرنے میں بھی خوب مستعد تھے اور اُس روپیہ کو اپنے حصولِ مقصد کے لیے خرچ بھی خوب سلیقہ کے ساتھ کرتے تھے۔ اگر لوگوں میں روپیہ کی محبت پیدا نہ ہو گئی ہوتی تو وہ ہرگز کامیاب نہ ہو سکتے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اُن کے مقابلے میں ہرگز ناکامی حاصل نہ ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اگر عبدالملک بن مروان کی طرح بیت المال کو اپنے دوستوں اور مددگاروں کے لیے وقف کر دیتے اور کمزوروں کا لحاظ نہ رکھتے تو اُن کے گرد بھی بہت سے شمشیر زن جمع ہو جاتے اور بنو اُمیہ کو نیچا دیکھنا پڑتا۔ لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس خلافِ تقویٰ راہِ عمل کو ہمیشہ ناپسند کیا اور اُن کے لیے یہی موزوں بھی تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہدِ خلافت میں مختار بن عبیدہ کا کوفہ میں قتل ہونا ایک بڑا کارنامہ تھا۔ فارس کے فتنۂ خوارج کو بھی اُنھوں نے خوب دبایا اور حتی الامکان اُن کو سر نہیں اُٹھانے دیا۔ اگر بنو اُمیہ کے ساتھ اندرونی معرکہ آرائی اور زور آزمائی جاری نہ ہوتی وہ بہترین

خلیفہ ثابت ہونے اور شریعتِ اسلام کو دنیا میں بہت رواج دینے اُن کی شہادت کے بعد صحابہ کرام کی حکومت و فرماں روائی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ وہ سب سے آخری صحابی تھے جنہوں نے مُلکوں پر حکومت کی۔ اُن کی زاہدانہ و عابدانہ زندگی ایک مشعلِ راہ اور نجمِ ہدایت تھی۔ وہی ایک ایسے خلیفہ تھے جن کا دارالخلافہ مکۂ معظمہ تھا۔ نہ اُن سے پہلے مکۂ معظمہ کبھی دارالخلافہ بنا نہ اُن کے بعد آج تک کسی نے مکۂ معظمہ کو دارالخلافہ بنایا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اُن کے بھائی حضرت مصعب بن زبیرؓ اور اُن کے باپ حضرت زبیرؓ بن العوام کی بہادریوں کے کارنامے پڑھ کر اور اُن کی والدہ حضرت اسماء بنتِ صدیق اکبرؓ کی شجاعت و حوصلہ مندی دیکھ کر انسان کا دل مرعوب ہو جاتا اور دنیا کے شجاعت پیشہ لوگوں کو بے اختیار اس بہادر خاندان کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ خاک و خون میں لوٹنا۔ حمایتِ حق میں سینے پر برچھیوں اور تیروں کے زخم کھا کر آگے بڑھنا اور دشمنانِ حق کو تہِ تیغ کرنا جیسا دشوار اور مشکل کام ہے اُس سے زیادہ مزے دار اور خوش گوار بھی ہے۔ تذبذب کی قوت ارادے کی پختگی اور ہمت و حوصلے کی بلندی کے اظہار کا موقع تلواروں کی چمک برچھیوں کی انی اور تیروں کی بارش میں ہی سب سے بہتر میسر آسکتا ہے۔ ہمارا زمانہ بھی کیسا منحوس زمانہ ہے کہ صفحاتِ تاریخ میں مومنوں کی بہادری اور بہادروں کی جاں فروشی کے افسانے تھوڑی دیر کے لئے ہماری رگوں میں خون کے دوران کو بڑھا دیتے ہیں۔ لیکن ہم اپنی آنکھوں سے کوئی ایسا میدان نہیں دیکھ سکتے۔ جہاں سر تلواروں سے کٹ کٹ کر گر رہے ہوں۔ نیزے سینوں کو چھید چھید کر کر کے پار نکل رہے ہوں۔ گردنوں سے خون کے فوارے نکل رہے ہوں لاشیں خون کی کیچڑ میں تڑپ رہی ہوں گھوڑوں کی ٹاپوں میں کچل کچل کر لاشوں کے قیمے بن رہے ہوں۔ کٹے ہوئے سر فٹ بال کی طرح سے گھوڑوں کی ٹھوکروں سے اِدھر اُدھر لڑھک رہے ہوں گردوغبار میں آفتاب چھُپ گیا ہو۔ تکبیر کے نعرے بلند ہو رہے ہوں۔ مردانِ باخدا اپنے محبوبِ حقیقی کا بول بالا کرنے کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہتے ہوں اور خدائے تعالیٰ کی رحمت نے اُس خوش فضا نظارہ کا احاطہ کر لیا ہو یہ مسرت افزا اور دل فریب نظارے طلحہؓ و زبیرؓ۔ خالدؓ و ضرارؓ شرجیلؓ و عبدالرحمنؓ۔ حسین بن علیؓ و عبداللہ بن زبیرؓ طارق بن زیاد و محمد بن قاسم۔ محمد خان ثانی و سلیمان اعظم۔ صلاح الدین ایوبی و نورالدین زنگی۔ محمود غزنوی و شہاب الدین غوری کے حصے میں آئے تھے۔ ہم ضعیف الایمان و بزدل

لوگوں کی ایسی قسمت کہاں تھی۔ اسی لئے خدائے تعالیٰ نے تلواروں، نیزوں اور تیروں کو بیکار کرکے اُن کی جگہ توپوں، بندوقوں اور ہوائی جہازوں کو دنیا میں بھیج دیا ہے۔ کیونکہ قلب کی قوت۔ ارادے کی پختگی۔ ہمت و حوصلے کی بلندی۔ یعنی ایمانِ کامل کے اظہار کا مظہر جس خوبی سے تلوار کی دھار بن سکتی تھی۔ بارود کا شعلہ نہیں بن سکتا۔

کوفہ اب تک جس قدر حالات بیان ہو چکے ہیں اُن سب کے مطالعے سے کوفہ اور اہلِ کوفہ کی نسبت قلب میں عجیب عجیب قسم کے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں اور کوفہ روئے زمین کی ایک عجیب محیرالعقول بستی نظر آنے لگتی ہے عبداللہ بن سبا اور ہر ایک سازشی گروہ کو کوفہ میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اہلِ کوفہ ہی حضرت عثمان غنیؓ کے قتل میں پیش پیش تھے اہلِ کوفہ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سب سے زیادہ فدائی و شیدائی نظر آتے تھے۔ پھر اہلِ کوفہ ہی نے سب سے زیادہ حضرت علیؓ کو پریشان کیا اور وہی اُن کی بہت سی ناکامیوں کا باعث بنے۔ اہلِ کوفہ ہی نے حضرت امام حسنؓ کو آزار پہنچایا پھر اہلِ کوفہ ہی خونِ علیؓ کے مطالبہ اور خلافتِ حسینؓ کے لئے آمادہ ہوئے۔ آخر اہلِ کوفہ ہی حضرت حسینؓ کی شہادت کا باعث بنے اور اُنھوں ہی نے بڑی بے دردی سے کربلا کے میدان میں اُن کو قتل کرایا۔ اس کے بعد اہلِ کوفہ ہی نے خونِ حسینؓ کا معاوضہ لینے پر سب سے بڑھ کر آمادگی و استادگی اختیار کی اور حیرت انگیز طور پر اپنی محبت کا ثبوت پیش کیا۔ پھر اہلِ کوفہ ہی تھے جنھوں نے اہلِ بیت کے سب سے بڑے حامی مختار بن عبیدہ کے خلاف کوشش کی اور مصعب بن زبیرؓ کو کوفہ پر حملہ آور کراکر مختار کو قتل کرایا۔ اس کے بعد اہلِ کوفہ ہی تھے جو مصعب بن زبیرؓ کے قتل کا باعث ہوئے۔ اہلِ کوفہ نے اپنی انتہائی شجاعت اور حیرت انگیز بہادریوں کے نمونے بھی دکھاتے اور ساتھ ہی اُن کی انتہائی بُزدلی و نامردی کے واقعات بھی ہم مطالعہ کر چکے ہیں۔ کبھی اُنھوں نے اپنے آپ کو نہایت بے جگری کے ساتھ قتل کرایا اور کوفہ کے حاکموں کی علی الاعلان مخالفت کی۔ لیکن کبھی اس طرح مرعوب و خوف زدہ ہوتے کہ عبیداللہ بن زیاد وغیرہ اُمرائے کوفہ کے ہر ایک جابرانہ حکم کی تعمیل بلاچون وچرا کرنے لگے۔

اس قسم کی متضاد کیفیت کا سبب دریافت کرنے کے لئے ہم کو کوفہ کے باشندوں کی حالت و حقیقت سے آگاہ ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ فاروقِ اعظمؓ کے عہدِ خلافت میں کوفہ اُن لوگوں کی چھاؤنی بنائی گئی تھی جو مجوسی سلطنت کے مقابلے میں برسرِ پیکار تھے۔ اس فوج میں ایک حصہ اُن لوگوں کا تھا جو حجاز و یمن اور حضرموت وغیرہ صوبوں کے رہنے والے تھے۔ یہ لوگ فاروقِ اعظمؓ کے اعلانِ عام

پر مدینۂ منورہ میں آکر جمع ہوتے اور اُن کے حکم کے موافق عراق کی طرف بھیج دیئے گئے تھے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو عرب کے اُن صوبوں کے باشندے تھے جو عراق کی سرحد پر واقع اور بمقابلہ مدینہ کے کوفہ یا بصرہ سے قریب تر تھے۔ یہ لوگ صحابۂ کرام کے ہاتھ پر مسلمان ہو ہو کر اسلامی لشکر میں شریک ہو گئے تھے اور مدینۂ منورہ سے کوئی خصوصی تعلق اُن کو حاصل نہ ہو سکا تھا نہ انھوں نے کبھی مدینہ دیکھا تھا۔ کچھ لوگ ایسے تھے کہ اُن کی زبان تو عربی تھی مگر وہ مجوسی سلطنت کی رعایا تھے اور اب مسلمان ہو کر اور مسلمانوں کے طرزِ حکومت کو بہتر پا کر دل سے مسلمانوں کے حامی ہو گئے تھے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایرانیوں سے لڑتے تھے۔ کچھ وہ سردار تھے جو مدینہ کے رہنے والے مہاجرین و انصار میں سے تھے۔ جب اس لشکر کی چھاؤنی کوفہ قرار پائی اور خلیفۂ وقت کا نائب اور عراقی لشکر کا سپہ سالار کوفہ میں رہنے لگا تو ایرانی شہروں کے بہت سے شہریوں کو اُن کی ضرورتوں نے دار الصدر کوفہ سے تعلقات قائم رکھنے پر مجبور کیا اور ایرانیوں کی بھی ایک جماعت کوفہ میں رہنے لگی۔ عرب کے ریگستانوں کی زاہدانہ زندگی کے مقابلے میں کسریٰ و نوشیروان اور کیکاؤس و کےخسرو کے ملکوں کو فتح کرنے والے لشکریوں کی فاتحانہ و حاکمانہ زندگی جو کوفہ میں بسر ہوئی تھی۔ یقیناً بہت خوش گوار ہو گی مالِ غنیمت کی فراوانی بھی ضرور محرک ہوئی ہو گی۔ لہٰذا اس عطرِ مجموعہ لشکر کا اکثر و بیشتر حصہ کوفہ ہی میں رہائش پذیر ہو کر رہ گیا۔ اور کوفہ نہ صرف ایک فوجی چھاؤنی اور عارضی قرار گاہ رہا بلکہ بہت جلد ایک عظیم الشان شہر بن گیا اور بالآخر اُس نے دار السلطنت اور دار الخلافہ کی صورت اختیار کر لی۔ اس شہر کی آبادی میں چونکہ فوجیوں کا بڑا عنصر شامل تھا۔ اور علم و تعلّم۔ درس و تدریس اور تہذیبِ اخلاق و تہذیبِ نفس کے سامان بہت ہی کم تھے لہٰذا مجموعی طور پر شہر کا مزاج متلوّن اور اخلاقی حالت متغیر رہی ظاہر ہے کہ ایسی بستی میں علوم و معقولات اور فہم و تدبر کو تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جذبات سے خوب کام لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اہلِ کوفہ ہمیشہ جذبات کے محکوم و مغلوب رہے اور انھوں نے جو کچھ کیا جذبات سے مغلوب و متاثر ہو کر ہی کیا۔ یہی وجہ تھی کہ جس شخص نے اُن کو مشتعل کرنا چاہا مشتعل کر دیا جس شخص نے اُن کو رضا مند کرنا چاہا وہ رضا مند ہو گئے۔ جب کبھی اُن کو ڈرایا گیا وہ ڈر گئے جب کبھی اُن کو کسی کا مخالف بنایا گیا وہ فوراً مخالفت پر آمادہ ہو گئے جب اُن کو بہادر بنا گیا وہ بہادر ہو گئے۔ جب اُن کو بے وفائی پر آمادہ کیا گیا وہ بے وفا بن گئے اور جب وفاداری یاد دلائی تو وہ وفاداری کے شرائط پورے کرنے لگے۔

کوفہ کے اندر جذبات تھے دماغ نہ تھا۔ جوش تھا مگر عقل نہ تھی۔ خروش تھا مگر غور و فکر کا سکون نہ تھا۔ ایسی حالت میں کوفہ سے انھیں باتوں کی توقع ہو سکتی تھی جو ظہور میں آئیں۔ جب چند نسلیں گذر گئیں اور زمانے کے حوادث نے اس مختلف الاجزا مجموعے کو کیمیاوی امتزاج سے ایک خاص مزاج دے دیا تو پھر کوفہ کی یہ متلون مزاجی بھی رفتہ رفتہ دور ہو گئی۔

عبدالملک بن مروان

عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابوالعاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مُناف بن قصی بن کلاب ماہِ رمضان ۲۳ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی کنیت ابوالولید تھی اور ابوالملوک کے نام سے بھی مشہور ہے کیونکہ اس کے کئی بیٹے یکے بعد دیگرے تختِ سلطنت پر بیٹھے۔ یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ عبدالملک اکثر ام الدرداء صحابیہؓ کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اُنھوں نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے تو عبادت گذار ہونے کے بعد شراب خور ہو گیا ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ میں تو خوں خوار بھی ہو گیا ہوں۔ نافع کہتے ہیں کہ مدینہ میں کوئی جوان عبدالملک کی مانند چست و چالاک اور قرآن و حدیث کا واقف اور عابد زاہد نہ تھا۔ ابوالزناد کہتے ہیں کہ سعید بن المسیب۔ عبدالملک بن مروان ۔عروہ بن زبیر اور قبیصہ بن ذویب فقہائے مدینہ ہیں عبادہ بن نُسّی نے حضرت ابنِ عمرؓ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے بعد ہم مسائل کس سے دریافت کریں اُنھوں نے فرمایا کہ مروان کا بیٹا فقیہ ہے اُس سے دریافت کرنا۔

ایک روز عبدالملک حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ شخص ایک دن عرب کا بادشاہ ہو جائے گا۔ ام الدرداء نے بعد از خلافت ایک روز عبدالملک سے کہا کہ میں پہلے ہی سمجھتی تھی کہ تو ایک روز بادشاہ ہو جائے گا۔ عبدالملک نے پوچھا کہ کس طرح؟ اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے تجھ سے بہتر نہ کوئی بات کرنے والا دیکھا، نہ بات سننے والا۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں جس شخص کی صحبت میں بیٹھا وہ میرے علم کا قائل ہو گیا۔ مگر میں عبدالملک کے علم و فضل کا قائل ہوں میں نے اُس سے جب کبھی کوئی حدیث بیان کی تو اُس نے اس میں کچھ نہ کچھ اضافہ کر دیا اور جب کبھی کوئی شعر پڑھا تو اُس نے بھی اُس کے ہم مضمون بہت سے اشعار پڑھ دیئے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ عبدالملک نے عثمانؓ۔ ابوہریرہؓ۔ ابو سعیدؓ۔ اُم سلمہؓ

بریرہؓ۔ ابن عمرؓ اور معاویہؓ سے حدیث سنی اور اُس سے عروہ ۔ خالد بن سعدان ۔ رجا بن حیوۃ زہری ۔ یونس بن میسرہ ۔ ربیعہ بن یزید ۔ اسمعیل بن عبید اللہ ۔ جریر بن عثمان وغیرہ نے روایت کی ۔ یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ جب مسلم بن عقبہ مدینہ میں پہنچا تو میں مسجد نبوی میں گیا ۔ اور عبد الملک کے پاس جا بیٹھا اُس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو بھی اسی فوج میں ہے میں نے کہا ہاں عبد الملک نے کہا کہ تو نے ایسے شخص کے خلاف ہتھیار اُٹھائے ہیں جو ظہورِ اسلام کے بعد سب سے پہلے پیدا ہوا ۔ آنحضرت صلعم کے صحابی اور ذات النطاقین کی اولاد ہے جس کو آنحضرت صلعم نے تحنیک کی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں جب کبھی اُس سے دن میں ملا ہوں تو اُس کو روزہ دار پایا ہے اور جب رات کو اُسے دیکھا تو نماز ہی پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ، یاد رکھ جو اُس سے مخالف ہو کر لڑے گا ، خدائے تعالیٰ اُس کو اوندھے منہ دوزخ میں گرائے گا ۔ لیکن جب عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اُس نے حجاج کو عبد اللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کو بھیجا اور اُس نے اُن کو قتل کر ڈالا ۔

جریج کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبد الملک نے خطبہ پڑھا اُس میں حمد و ثنا کے بعد کہا کہ

"میں نہ خلیفۂ ضعیف یعنی عثمانؓ ہوں نہ خلیفۂ سست یعنی معاویہؓ ہوں نہ خلیفۂ ضعیف الرائے یعنی یزید ہوں ۔ مجھ سے پہلے جو خلیفہ تھے وہ اس ال سے کھاتے پیتے رہے ہیں ۔ مجھ سے سوا تلوار کے اُس کا علاج اور کچھ نہ ہوگا چاہیئے کہ تمھارے نیزے میری مدد کے لئے بلند ہو جائیں ۔ تم مہاجرین کے اعمال سے ہمیں تو مکلف کرتے ہو اور خود اُن کی مانند عمل نہیں کرتے ۔ یاد رکھو میں تمہیں سخت عذاب سے ہلاک کروں گا اور تلوار ہمارے تمھارے درمیان فیصلہ کرے گی ۔ تم ذرا دیکھتے جاؤ میری تلواریں کیا حالی کرتی ہیں ۔ میں تمھاری تمام باتیں گوارا کرلوں گا مگر حاکم سے جنگ کرنا برداشت نہیں کر سکتا ۔ میں اُن کے تمام افعال اُن کی گردنوں میں ڈال دوں گا ۔ کچھ چاہے کوئی خوفِ خدا سے ڈرایا کرے "

سب سے پہلے عبد الملک ہی نے کعبہ پر دیباج کے پردے ڈالے ۔ عبد الملک سے کسی نے کہا کہ امیر المومنین آپ پر بڑھاپا بہت ہی جلد آگیا تو اُس نے کہا کیسے نہ آتا میں

ہر جمعہ کو اپنی بہترین غلل لوگوں پر خرچ کرتا ہوں۔ عبدالملک سے کسی نے پوچھا کہ آدمیوں میں سب سے بہتر کون ہے اُس نے کہا کہ جس شخص نے بلند رُتبہ ہو کر تواضع کی اور بحالتِ اختیار زُہد کو ترجیح دی۔ اور بحالتِ قوت عدل و انصاف سے کام لیا۔ جب عبدالملک کے پاس باہر سے کوئی شخص آتا تو وہ اُس سے کہا کرتا کہ دیکھو چار باتوں کا لحاظ رکھنا ایک تو جھوٹ نہ بولنا کیونکہ مجھ کو جھوٹ سے سخت نفرت ہے دوسرے جو کچھ میں پوچھوں اُسی کا اُسی کا جواب دینا۔ تیسرے میری مدح نہ کرنا کیونکہ اپنا حال میں خود ہی خوب جانتا ہوں چوتھے مجھ کو میری رعیت پر برانگیختہ و مشتعل نہ کرنا کیونکہ اُن کو میری عنایات کی زیادہ ضرورت ہے۔

مدائنی کہتے ہیں کہ جب عبدالملک کو اپنے مرنے کا یقین ہو گیا تو اُس نے کہا کہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں اُس وقت سے لے کر اب تک مجھے یہ آرزو رہی کہ کاش میں حمال ہوتا۔ پھر اپنے بیٹے ولید کو بلایا اور خوفِ خدا کی وصیت کی آپس کی مخالفت سے منع کیا اور کہا کہ

لڑائی میں نہایت سرگرمی دکھانا۔ نیک کاموں میں ضرب المثل بننے کی کوشش کرنا کیونکہ لڑائی قبل از وقت موت کو نہیں بلاتی۔ نیک کام کا اجر ملتا ہے اور مصیبت میں خدا مددگار ہوتا ہے۔ سختی میں نرمی اختیار کرنی چاہیے۔ آپس میں رنجشیں نہ بڑھانا کیوں کہ ایک تیر کو جو چاہے توڑ سکتا ہے اور جب بہت سے تیر جمع ہو جائیں تو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ اے ولید میں جس معاملہ میں تجھے خلیفہ کرتا ہوں اُس میں خدا کا خوف کرنا۔ حجاج کا خیال رکھنا اسی نے گویا تجھ کو خلافت تک پہنچایا ہے اُس کو اپنا داہنا بازو اور اپنی تلوار سمجھنا وہ تجھ کو تیرے دشمنوں سے پناہ میں رکھے گا اُس کے حق میں کسی کا قول مت سُننا اور یاد رکھنا کہ تجھ کو حجاج کی زیادہ ضرورت ہے۔ حجاج کو تیری اتنی ضرورت نہیں۔ جب میں مر جاؤں تو لوگوں سے اپنی بیعت لے اور جو شخص انکار کرے اُس کی گردن اُڑا دے۔

نزع کے وقت ولید اُس کے پاس آیا اور رونے لگا۔ عبدالملک نے کہا کہ لڑکیوں کی طرح رونے سے کیا فائدہ ہے میرے مرنے کے بعد تیار ہو کر اور جرأت کو کام میں لا کر اپنی تلوار کندھے پر رکھ اور جو شخص ذرا بھی سر اُٹھائے اُس کا سر کاٹ لے جو چُپ رہے اُسے چھوڑ دے

کہ وہ اپنے مرض میں آپ ہی مرجائے گا۔

عبدالملک ماہِ شوال ۸۶ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ ثعلبیؔ کا قول ہے۔ کہ عبدالملک کہا کرتا تھا کہ میں رمضان میں پیدا ہوا۔ رمضان ہی میں میرا دودھ چھڑایا گیا۔ رمضان ہی میں میں نے قرآن شریف ختم کیا۔ رمضان ہی میں بالغ ہوا۔ رمضان ہی میں ولی عہد ہوا۔ رمضان ہی میں خلیفہ بنا۔ مجھے خوف ہے کہ میں رمضان ہی میں مروں گا۔ لیکن جب رمضان گذر گیا اور عبدالملک کو اطمینان ہوگیا تو وہ ماہِ شوال میں فوت ہوگیا۔

ایک روز عبدالملک کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مرا ہے تقسیم میراث میں مجھ کو صرف ایک دینار دیا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ تجھے اسی قدر حق پہنچتا ہے۔

عبدالملک نے اُسی وقت شعبی کو بُلایا اور دریافت کیا اُنھوں نے کہا کہ یہ تقسیم بالکل درست ہے متوفی دو بیٹیاں چھوڑ کر مرا اُن دونوں کو دو تہائی یعنی چار سو دینار ملیں گے اور ماں کو چھٹا حصہ یعنی ایک سو دینار۔ بیوی کو آٹھواں حصہ یعنی پچھتر دینار اور بارہ بھائیوں کو چوبیس دینار پس اس حساب سے اس کے حصے میں ایک ہی دینار آئے گا۔

خلافتِ عبدالملک کے اہم واقعات

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک نے حجاج کو ملکِ حجاز کا حاکم بنا دیا تھا۔ حجاج نے خانۂ کعبہ کو ڈھا کر اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ کی تعمیر میں سے ایک حصہ کم کر کے خانۂ کعبہ کو از سرِ نو تعمیر کیا حجاج نے مکہ و مدینہ میں صحابہ کرام پر بڑے بڑے ظلم روا رکھے۔ حضرت انسؓ وغیرہ جلیل القدر صحابیوں کی مُشکیں کسوائیں اور کوڑے پٹواتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے۔ جو بڑے جلیل القدر اور بزرگ صحابی تھے حجاج کو محض اس لئے عداوت تھی کہ وہ ہمیشہ صاف گو اور حق پسند تھے۔ حجاج کی حکمرانی اُن کو مرعوب نہیں کر سکتی تھی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کوئی چیز اُن کو روک نہ سکتی تھی۔ حجاج نے ایک شخص کو تعینات کر دیا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو زخمی و ہلاک کرے چنانچہ حج کے موقع پر خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے لوگوں کی بھیڑ میں اُس شخص نے اپنا برچھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے

پاؤں میں مارا۔ یعنی پاؤں کے پنجے کو برچھے کی نوک سے چھید دیا۔ برچھے کی نوک پنجے کو چھیدتی ہوئی تلوے کے پار ہوگئی اور فرش زمین پر جا کر رُکی۔ اس زخم کے صدمے سے چند روز کے بعد آپ فوت ہوگئے۔ حجاج کے یہ مظالم جو اُس نے صحابۂ کرام پر روا رکھے جس طرح حجاج کو ظالم و ملزم ثابت کرتے ہیں۔ اسی طرح عبدالملک کو بھی مجرم ٹھہراتے ہیں کیونکہ اُسی نے ایسے ظالم اور سخت گیر شخص کو مکہ و مدینہ کی حکومت سپرد کی تھی۔ عبدالملک اور حجاج دونوں میں بعض خوبیاں بھی تھیں جن کے بالمقابل اُسی درجہ کی بعض بُرائیاں بھی نظر آتی ہیں۔

فتنۂ خوارج

جس زمانہ میں خلافت ابن زبیرؓ میں انحطاط کے آثار نمایاں ہوئے اور عبدالملک بن مروان کے کارندوں نے عراق و فارس میں حضرت ابن زبیرؓ کے خلاف اشاعتی اور سازشی کام شروع کیا تو خوارج کے گروہ جو ایرانی صوبوں میں خاموش زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ پھر کروٹیں بدل کر ہوشیار اور مستعد کار ہونے لگے۔ مصعب بن زبیرؓ کے قتل اور عبدالملک کے تسلط سے عراق کے اندر باغیانہ خیالات کے لوگ سرگوشیاں کرنے لگے عبدالملک نے عراق پر قابض ہو کر بصرہ کی حکومت خالد بن عبداللہ کو سپرد کی تھی۔ عراق سے دمشق میں جا کر عبدالملک کی تمامتر توجہ خوارج کی طرف مبذول نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ اُس کو حجاز اور عبداللہ بن زبیرؓ کا بھی خیال دامن گیر تھا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل سے فارغ ہو کر عبدالملک نے بصرہ و کوفہ کے عاملوں کو معزول کر کے اپنے بھائی بشیر بن مروان کو بصرہ و کوفہ دونوں مقامات کی حکومت عطا کی اور حکم دیا کہ مُہلب بن ابی صفرہ کو جنگِ خوارج پر مامور کر کے فارس کی طرف بھیج دیا جائے کہ وہ جہاں کہیں ان کو پائے ان کا استیصال کرے ساتھ ہی حکم دیا کہ مُہلب کو اختیار دیا جائے کہ وہ بصرہ سے جن جن لوگوں کو انتخاب کرے اور اپنے ساتھ لے جانا چاہے۔ لے جائے اور ایک زبردست فوج کوفہ سے بھی تیار کر کے مُہلب کی کمک کے لئے بھیجی جائے تاکہ اس فتنہ کا کُلّی استیصال و انسداد ہو جائے۔ یہ حکم مہلب کے نام بھی براہ راست بھیج دیا گیا۔ بشیر بن مروان کو یہ بات ناگوار گذری کہ امیرالمومنین نے براہ راست مہلب کی تعیناتی کیوں کی۔ وہ چاہتا تھا کہ خوارج سرکوبی کا کام میرے زیر اہتمام انجام پذیر ہونا چاہیئے تھا۔ میں اپنے اختیار سے جس کو چاہتا اس کام پر مامور کرتا۔ مہلب بن ابی صفرہ عبدالملک کے حکم کی تعمیل میں بصرہ

سے ایک جمعیت لے کر روانہ ہوا ادھر بشیر بن مروان نے بھی کوفہ سے عبدالرحمن بن مخنف کی سرکردگی میں ایک لشکر مہلب کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ مگر روانگی کے وقت عبدالرحمن بن مخنف سے کہا کہ میں تم کو مہلب سے زیادہ قابلِ سرداری سمجھتا ہوں تم اپنے آپ کو بالکل مہلب کا ماتحت ہی بنا کر نہ رکھنا بلکہ اپنی رائے سے بھی کام لینا۔ عبدالرحمن بن مخنف دارہرمز میں مہلب سے جا کر ملا لیکن وہ اپنی فوج الگ لے کر خیمہ زن ہوا اور اپنی خود مختاری کے علامات ظاہر کرنے لگا۔ چند ہی روز کے بعد اسی مقام پر خبر پہنچی کہ بشیر بن مروان فوت ہوا اور مرتے وقت خالد بن عبداللہ کو اپنا قائم مقام بنایا گیا ہے۔ اس خبر کو سنتے ہی اہلِ بصرہ بھی اور اہلِ کوفہ بھی اپنے اپنے شہروں کو واپس چل دیئے۔ خالد بن عبداللہ نے ہر چند ان لوگوں کو سمجھایا اور ڈرایا۔ لیکن کوئی بھی مہلب کی طرف واپس جانے پر آمادہ نہ ہوا۔ ادھر خراسان کی یہ حالت تھی کہ عبداللہ بن خازم کے قتل کے بعد سے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ترکستان و مغولستان کے بادشاہ رتبیل نامی نے خراسان کی سرحدوں پر فوج کشیاں شروع کر دی تھیں اور عبداللہ بن خازم کے بیٹے موسیٰ بن عبداللہ بن خازم نے اپنے باپ کے ہمراہیوں کو لے کر اور مرو سے فرار ہو کر مقام قلعہ ترمذ میں اقامت اختیار کی اور اپنی ایک خود مختار ریاست قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔

موسیٰ بن عبداللہ ایک طرف ترکوں سے لڑ کر کامیابی حاصل کرتا تھا تو دوسری طرف عبدالملک کے مقرر کئے ہوئے عاملِ خراسان سے برسرِپیکار رہتا تھا۔ خراسان میں بکیر بن وشاح عامل تھا اس کو معزول کر کے عبدالملک نے اُمیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید کو خراسان کا عامل بنا کر بھیجا اُمیہ بن عبداللہ کے پہنچنے پر بکیر بن وشاح خراسان ہی میں بعد معزولی مقیم رہا۔ اور اُمیہ بن عبداللہ نے اس کو مرو کا کوتوال شہر بنا دیا۔ اُمیہ نے خراسان پہنچ کر رتبیل بادشاہِ ترکستان پر چڑھائی کی اور اس کو مجبور کر کے اس شرط پر صلح کی کہ آئندہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہوگا۔ اُمیہ شاہ ترکستان سے یہ صلح نامہ کئے ہوئے بلخ سے مرو کی طرف واپس آ رہا تھا کہ موسیٰ بن عبداللہ بن خازم نے اس پر حملہ کیا مگر وہ بہزار خرابی اس حملہ سے بچ کر مرو کے قریب پہنچ گیا اور موسیٰ بن عبداللہ واپس چلا گیا۔ مرو کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ بکیر بن وشاح مرو پر قابض و متصرف ہو کر برسرِمقابلہ ہے یہاں بھی معرکہ ہوا اور بکیر بن وشاح شہر کی مضبوطی کر کے بیٹھ گیا آخر چند روز کے بعد صلح ہوئی اور اُمیہ بن عبداللہ

نے بکیر بن وشاح کو خراسان کے کسی صوبہ کی حکومت دینے کا وعدہ کرکے مرو کو اُس کے قبضہ سے نکالا۔

اُدھر دارہرمز میں مہلب بن ابی صفرہ اور عبدالرحمٰن بن مخنف بہت تھوڑی تھوڑی جمعیت کے ساتھ خوارج سے برسرِ پیکار تھے اور فوج کے واپس چلے جانے سے اُن کی حالت بہت نازک ہو رہی تھی۔ ان تمام حالات سے واقف و مطلع ہو کر عبدالملک بن مروان نے یہی مناسب سمجھا کہ حجاج بن یوسف ثقفی کو حجاز کی گورنری سے تبدیل کرکے عراق کی حکومت پر مامور کرے چنانچہ ۷۵ھ میں عبدالملک نے حجاج کو بصرہ و کوفہ کی سندِ حکومت عطا کرکے کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ ماہِ رمضان ۷۵ھ میں کوفہ میں داخل ہوا۔ جامع مسجد میں جا کر ممبر پر بیٹھا اور لوگوں کو مجتمع ہونے کا حکم دیا۔

کوفہ کے لوگ عموماً گستاخ اور اپنے امیروں اور حاکموں کی توہین و گستاخی کرنے کے عادی تھے چنانچہ وہ سنگریزے مٹھیوں میں لے کر آئے کہ دورانِ خطبہ میں سنگریزے اس جدید امیر کی طرف پھینکیں گے۔ لیکن جب حجاج نے اپنی تقریر شروع کی تو اُس کا یہ اثر ہوا کہ لوگ سہم گئے اور ڈر کے مارے وہ سنگریزے اُن کے ہاتھوں سے گر گئے۔ حجاج نے اپنی تقریر میں کہا کہ:۔

"بہت سے عمامے اور ڈاڑھیاں یہاں نظر آ رہی ہیں کہ اب وہ خون میں تر بتر ہونے والی ہیں۔ بہت سے سر اس مجمع میں نظر آ رہے ہیں کہ اُن کے کٹنے کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ امیر المومنین عبدالملک نے اپنے ترکش کے تمام تیروں کو دیکھا جو اُن تیروں میں سب سے زیادہ سخت اور کاری تھا۔ وہ تم پر چلایا یعنی مجھ کو تم پر حاکم بنا کر بھیجا۔ میں تمھاری تمام شرارتوں کا علاج کرکے تم کو اچھی طرح سیدھا کر دوں گا۔ تم ایک عرصہ سے شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں کے مرکز بنے رہے۔ ہو اب وقت آگیا ہے کہ تم کو تعلیم دی جائے اور تمھاری آنکھیں کھول دی جائیں۔ امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ تمھاری تنخواہیں تقسیم کر دی جائیں اور تم لوگ مہلب کے پاس خوارج کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ تنخواہ تقسیم ہونے کے بعد تم کو صرف تین دن کی مہلت ہے اگر چوتھے روز کوئی شخص کوفہ میں نظر آیا تو اُس کی گردن اڑا دی

جائے گی۔ یہ بھی یاد رکھو کہ یہ محض دھمکی نہیں ہے بلکہ تم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھو لوگے جو کچھ میں کہتا ہوں وہی کرتا بھی ہوں۔"

حجاج جامع مسجد سے اٹھ کر دارالامارۃ میں آیا اور لوگوں کو تنخواہیں تقسیم کرنی شروع کیں۔ ایک بوڑھے شخص نے جس کے جسم میں بوڑھاپے کی وجہ سے رعشہ پیدا ہو گیا تھا۔ آکر کہا کہ میں بوڑھا ضعیف شخص ہوں میرا لڑکا مجھ سے زیادہ توانا ہے میری جگہ اس کو بھیج دیجئے۔ حجاج نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا کہ عمیر بن ضابی برجمی۔ حجاج نے کہا تم وہی عمیر بن ضابی ہو جس نے حضرت عثمان بن عفان کے مکان پر حملہ کیا اس نے کہا ہاں۔ حجاج نے کہا تجھے کس چیز نے اس کام پر آمادہ کیا تھا۔

اس نے کہا کہ عثمانؓ نے میرے بوڑھے باپ کو قید کر دیا تھا۔ حجاج نے کہا میں تیرا زندہ رہنا پسند نہیں کرتا یہ کہکر اس نے عمیر بن ضابی کے قتل کرنے اور اس کے گھر بار کے لوٹ لینے کا حکم دیا۔ تیسرے روز حجاج کے منادی نے ندا کی کہ آج رات جو شخص اپنے گھر میں رہے گا اور مہلب کے لشکر کی طرف روانہ نہ ہو جائے گا وہ قتل کر دیا جائے گا۔ اس آوازے سنتے ہی لوگ مہلب کے لشکر کی طرف روانہ ہونے شروع ہوئے اور بہت جلد مہلب کے پاس ایک طاقتور لشکر خوارج کا مقابلہ کرنے کے لئے جمع ہو گیا۔

اس کے بعد حجاج نے حکم بن ایوب ثقفی کو اپنی طرف سے بصرہ کا امیر مقرر کر کے روانہ کیا۔ اس کے بعد حجاج نے سندھ پر سعید بن اسلم بن زرعہ کو متعین کیا۔ معاویہ بن حرث کلابی اور اس کا بھائی محمد بھی جہاد کی غرض سے نکل کھڑے ہوتے۔ اکثر شہروں پر قبضہ کیا جنگ آوروں کو قید و قتل کیا اور اس کام سے فارغ ہو کر خود سعید پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ اس خبر کو سن کر حجاج نے بجائے اس کے مجاعہ بن سعید تمیمی کو مامور کیا۔ زرعہ نے اس سرحد پر بزور و قوت قبضہ حاصل کر کے اپنی حکومت کے ایک برس کے بعد مکران وقابیل کے اکثر شہروں کو فتح کیا۔

حجاج نے کوفہ کا انتظام کر کے وہاں عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود بصرہ کی طرف آیا۔ بصرہ میں آکر ایک ایسا ہی خطبہ دیا جیسا کہ کوفہ میں دیا تھا اور مہلب کا ساتھ چھوڑ دینے والوں کو خوب دھمکایا۔

شریک بن عمرو یشکری حجاج کے پاس آیا اور کہا کہ میں فتق کے عارضہ میں مبتلا ہوں

میری اس معذرت کو بشر بن مروان نے بھی قبول کر لیا تھا آپ بھی قبول کریں اور مجھ کو مہلب کے لشکر کی طرف جانے سے معاف رکھیں۔ حجاج نے اُسی وقت اُس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر تمام اہلِ بصرہ ڈر گئے اور فوراً بصرہ سے نکل نکل کر مہلب کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔ لوگوں کو کوفہ و بصرہ سے نکال کر حجاج خود بھی مہلب کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ جب مہلب کے لشکرگاہ وار ہرتز کا اٹھارہ فرسخ کا فاصلہ رہ گیا تو ڈیرے ڈال دیئے اور کہا کہ اے اہلِ کوفہ و بصرہ تم لوگ اب اُس وقت تک یہاں مقیم رہو گے جب تک کہ خوارج کا بکلی استیصال نہ ہو جائے اس جگہ حجاج نے خود اپنے لئے ایک نیا فتنہ برپا کر لیا۔

مصعب بن زبیرؓ کے زمانے میں لشکریوں کے وظائف میں سو سو درہم کا اضافہ کیا گیا تھا۔ یہ اضافہ آج تک برابر چلا آتا تھا اور کسی نے اس کے کم کرنے کی طرف توجہ نہیں کی تھی حجاج نے اس مقام پر حکم دیا کہ ہر ایک لشکری کو وظیفہ وہی دیا جائے گا جو مصعب بن زبیرؓ سے پہلے مقرر تھا یعنی سو سو درہم ہر شخص کی تنخواہ سے کم کئے جاتے ہیں۔ عبد اللہ بن جارود نے اس حکم کو سُن کر کہا کہ ہمارے یہ وظیفے عبد الملک اور اُس کے بھائی بشر بن مروان نے بھی جائز رکھے ہیں تم اس کو کم کرنے کی غلطی کا ارتکاب نہ کرو۔

حجاج نے عبد اللہ بن جارود کی بات پر کچھ التفات نہ کیا۔ عبد اللہ بن جارود نے پھر با صرار حجاج کے اس حکم کی مخالفت میں آواز بلند کی۔ مصقلہ بن کرب عبدی نے عبد اللہ بن جارود سے کہا کہ امیر نے جو حکم دیا ہے اُس کی تعمیل کرنا ہمارا فرض ہے مخالفت کرنا ہمارے لئے شایاں نہیں۔ عبد اللہ بن جارود مصقلہ کو گالیاں دیتا ہوا حجاج کے دربار سے اُٹھ آیا۔ اور حکیم بن مجاشعی کے پاس آ کر تمام کیفیت بیان کی وہ بھی ہم نوا ہو گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے اکثر لشکری عبد اللہ بن جارود کے مؤید ہو گئے اور سب نے مل کر عبد اللہ بن جارود کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی کہ ہم حجاج کو گورنری سے معزول کر کے عراق سے نکال دیں گے۔ چنانچہ سب نے عبد اللہ بن جارود کی افسری میں حجاج کے خیمہ کا محاصرہ کر لیا۔

حجاج کے ساتھ بہت ہی تھوڑے سے آدمی تھے۔ مقابلہ ہوا قریب تھا کہ حجاج مقتول یا گرفتار ہو جاتے۔ لیکن شام ہو جانے کی وجہ سے اس کام کو کل پر ملتوی رکھ کر سب اپنے اپنے خیموں کی طرف واپس ہوئے اُن کا اصل مقصد حجاج کو قتل کرنا تھا۔ یہی نہیں بلکہ وہ

اُس کو عراق سے نکال دینا چاہتے تھے۔ رات کو حجاج کے دوستوں نے اُس کو مشورہ دیا کہ تم یہاں سے بھاگ کر عبدالملک کے پاس چلے جاؤ۔ حجاج اسی شش و پنج میں تھا کہ اسی رات مخالفین کے درمیان پھوٹ پڑ گئی اور عباد بن حصین حبطی ابن جارود سے ناراض ہو کر حجاج کے پاس چلا آیا۔ اُس کی دیکھا دیکھی قتیبہ بن مسلم بھی اپنی جماعت کو لے کر حجاج کے پاس آ گیا پھر سبرہ بن علی کلابی۔ سعید بن اسلم کلابی۔ جعفر بن عبدالرحمٰن بن مخنف ازدی بھی آ گئے غرض صبح ہوتے ہوتے حجاج کے پاس چھ ہزار کی جمعیت فراہم ہو گئی۔ صبح کو دونوں گروہوں میں خوب جم کر مقابلہ ہوا۔

حجاج اور اُس کے ساتھیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے تھے اور عبداللہ بن جارود کو فتح حاصل ہو چکی تھی کہ ایک تیر عبداللہ بن جارود کے گلے میں آ کر لگا اور اُس کا کام تمام کر گیا۔ عبداللہ بن جارود کے مرتے ہی حجاج کی شکست فتح سے تبدیل ہو گئی۔ ابنِ جارود کے ہمراہی بہت سے مقتول ہوئے۔ بہت سے امان طلب کر کے پھر حجاج کے لشکر میں آ کر شریک ہو گئے۔ حجاج نے عبداللہ بن جارود اور اُس کے ہمراہی سرداروں کے اٹھارہ سر کاٹ کر مہلب کے پاس بھجوائے مہلب نے اُن کو نیزوں پر نصب کرا دیا تا کہ خوارج دیکھ کر مرعوب ہوں اِدھر ابنِ جارود کے ساتھ حجاج کی معرکہ آرائی ہو رہی تھی اُدھر بصرہ کی طرف سے خبر آئی کہ سودان کا ایک قبیلہ زنج نامی جو بصرہ اور اُس کے نواح میں سکونت پذیر تھا باغی ہو گیا ہے۔

ابن جارود کے قتل سے فارغ ہو کر حجاج نے اپنے بیٹے حفص نامی کو ایک مختصر فوج دے کر اُن کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور کوفہ کے نائب کو لکھا کہ کوفہ سے اس جدید بغاوت کے فرو کرنے کے لئے فوج روانہ کرے چنانچہ کئی معرکہ آرائیوں کے بعد اس بغاوت کو بھی فرو کر دیا گیا۔

خوارج کی جمعیتیں ایران و خراسان اور عراق کے شہروں سے کھچ کھچ کر مقام دار ہرمز میں مہلب کے مقابلہ پر آ گئی تھیں اور نہایت سختی و شدت کے ساتھ لڑ کر مہلب کو پسپا کرنے اور بصرہ تک پہنچ کر اُس پر قبضہ کر لینے کی کوشش میں یہ لوگ مصروف تھے۔ جب کوفہ و بصرہ سے پیہم امدادی فوجیں روانہ ہوئیں تو مہلب اور عبدالرحمٰن بن مخنف کو جو خوارج کے مقابلہ پر ڈٹے ہوئے تھے بہت قوت حاصل ہو گئی اس سے پہلے تو وہ اپنی فوج کے کم ہونے کی وجہ سے صرف مدافعت میں مصروف تھے اور خوارج کو آگے بڑھنے

سے روک رکھا تھا لیکن اب تقویت پاکر ان دونوں نے خوارج پر جارحانہ حملے شروع کر دیئے۔ اور خوارج کی فوج کو پیچھے دھکیلتے ہوئے گازرون تک لے گئے۔ گازرون کے قریب پہنچ کر خوارج جم گئے اور مورچے جما کر مقابلہ کرنے لگے۔

مہلب نے یہ رنگ دیکھ کر حفاظت کی غرض سے اپنے لشکرگاہ کے گرد خندق کھدوائی اور دمدمے بنالئے۔ عبدالرحمٰن بن مخنف شروع ہی سے اپنا لشکر مہلب کے لشکر سے جدا رکھتا اور الگ ہی خیمہ زن ہوتا تھا۔ یہاں بھی عبدالرحمٰن نے تھوڑے فاصلہ پر اپنی لشکرگاہ قائم کی۔ مہلب نے عبدالرحمٰن کے پاس کہلا بھجوایا کہ اس جگہ شب خون کا سخت خطرہ ہے مناسب یہ ہے کہ تم بھی اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوالو۔ عبدالرحمٰن نے جواباً کہلا بھجوایا کہ تم اطمینان رکھو ہماری تلواریں خندق کا کام دیں گی۔ یہ کہکر وہ کھلے میدان میں خیمہ زن رہا۔

ایک روز خوارج نے مہلب پر شب خون مارا۔ لیکن خندق کی وجہ سے وہ آگے نہ بڑھ سکے وہاں سے ناکام رہ کر وہ عبدالرحمٰن بن مخنف کی طرف متوجہ ہوئے میدان صاف تھا۔ برابر بڑھتے چلے گئے اور قتل کرنا شروع کر دیا۔ عبدالرحمٰن بن مخنف کی فوج والے سوتے ہوئے اس اچانک حملے کی تاب نہ لاکر گھبراہٹ میں جدھر کو منہ اٹھا بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے بہت تھوڑے سے آدمیوں کو ہمراہ لے کر مقابلہ کیا اور مع ہمراہیوں کے خوارج کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ مہلب و عبدالرحمٰن دو سردار تھے۔ مہلب کی فوج میں تمام بصری لوگ شامل تھے اور عبدالرحمٰن کی فوج کوفیوں پر مشتمل تھی۔ کوفی لشکر کا اس معرکہ میں سخت نقصان ہوا۔ اس کی اطلاع حجاج کے پاس پہنچی تو اُس نے عبدالرحمٰن بن مخنف کی جگہ عتاب بن ورقاء کو کوفی لشکر کا سردار مقرر کرکے صاف حکم دیا کہ عتاب مہلب کا ماتحت رہے گا اور مہلب کے ہر ایک حکم کی تعمیل کرنا اُس کا اوّلین فرض ہوگا۔ عتاب کو یہ بات گراں گذری اور اس لئے مہلب و عتاب میں ناچاقی و شکررنجی پیدا ہوتی۔

عتاب نے حجاج کو لکھا کہ مجھ کو واپس بُلوا لیجے۔ حجاج نے اُس کی یہ درخواست منظور کرکے اُسے واپس بُلا لیا اور تمام کوفی لشکر براہ راست مہلب کی سرداری میں دے دیا گیا۔ مہلب نے اس کوفی حصۂ فوج پر اپنی طرف سے اپنے بیٹے حبیب بن مہلب کو سردار مقرر کیا۔ اور قریب ایک سال نیشاپور میں ٹھہرا خوارج کا مقابلہ کرتا رہا آخر خوارج کے اندر

خود پھوٹ پڑی اور دو گروہ ہو کر آپس میں لڑنے لگے مہلب نے اس حالت میں اُن پر کوئی حملہ نہیں کیا جب ایک فرقہ نے دوسرے کو مغلوب کر کے طبرستان کی طرف نکال دیا تو مہلب نے غالب فرقہ پر حملہ کر کے اُس کو قتل کیا اور اس طرح خوارج کے فتنے سے ۷۷ھ میں مہلب نے فراغت پائی۔ خوارج اس قدر بہادر اور ایسی بے جگری سے لڑنے والے لوگ تھے کہ انھوں نے بسا اوقات دس دس اور بیس بیس گنی فوج کو شکست دے دے کر بھگا دیا ہے۔ ایک مرتبہ ایک ہزار خوارج نے کوفہ کے قریب پچاس ہزار کے لشکر کو شکست فاش دے کر بھگا دیا۔ خوارج کے مقابلے میں صرف مہلب بن ابی صفرہ ہی ایک ایسا سردار تھا جو پورے طور پر کامیاب ہوا۔ جس وقت مہلب خوارج کی جنگ سے فارغ ہو کر کوفہ میں حجاج کے پاس آیا ہے تو حجاج نے ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا اور مہلب کو اپنے برابر مسند پر بٹھایا۔ مہلب کے سات بیٹے تھے اُنھوں نے بھی خوارج کے مقابلے میں انتہائی بہادری کے نمونے دکھائے تھے۔ لہٰذا اُن کی تنخواہوں میں دو دو ہزار درہم سالانہ کا اضافہ کیا گیا۔

خوارج کا جو مغلوب گروہ طبرستان کی طرف بھاگا تھا اُس کے سر پر بھی حجاج نے فوج روانہ کی اور اُنھیں ایام میں وہ لوگ بھی برباد کر دیئے گئے۔ ۷۶ھ میں خوارج کے ایک گروہ نے صالح بن مسرح کی سرداری میں موصل کے اندر شورش برپا کی تھی اُن کے مقابلہ کے لئے محمد بن مروان برادر عبدالملک امیر موصل نے فوج متعین کی، بہت سے مقابلوں اور معرکوں کے بعد صالح مارا گیا اُس کی جگہ شبیب خوارج کا سردار بنا وہ اپنی جمعیت کو لے کر مدائن کی طرف چلا گیا۔ حجاج نے اُن کے تعاقب میں بھی فوجیں بھیجنی شروع کیں مگر اُن کو مغلوب نہ کیا جا سکا۔ شبیب کے ہمراہ کل ایک ہزار آدمی تھے۔ ایک مرتبہ وہ انھیں ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ کوفہ میں مقیم رہ کر چلا گیا۔ انھیں ایک ہزار کے مقابلہ پر حجاج نے پچاس ہزار کوفیوں کی فوج بھیجی اور خوارج نے ان پچاس ہزار کو شکست دے کر بھگا دیا آخر یہ ایک ہزار کی جمعیت بھی مع اپنے سردار شبیب کے غارت و برباد ہو گئی۔

حجاج و مہلب کی عزت افزائی

عبدالملک بن مروان کے لئے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بعد سلطنت بلا خطر تا

خوارج کا فتنہ تھا اگر عبدالملک خوارج کی طرف سے چند روز اور بے فکر رہتا اور ان کے استیصال کی تدبیروں میں مصروف نہ ہو جاتا تو یقیناً خراسان و فارس و عراق وغیرہ صوبے اُس کے قبضے سے نکل گئے ہوتے اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے حجاج کے سوا کوئی دوسرا شخص عراق کی گورنری کے لئے موزوں نہ تھا۔ حجاج نے اپنے فرائض کو عراق میں آکر نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ مہلب بن ابی صفرہ کا انتخاب بھی خوارج کی سرکوبی کے لئے بہت عمدہ اور صحیح انتخاب تھا۔ اب جبکہ کئی برس کی کوششوں کے بعد خوارج کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا تو عبدالملک نے ۷۸ھ میں کوفہ و بصرہ یعنی عراق کے سوا خراسان و سجستان بھی براہِ راست حجاج کی حکومت و انتظام میں دے دیا۔ اس طرح گویا حجاج کو تمام مشرقی ممالک اسلامیہ کا حاکم بنا دیا۔ حجاج نے اسی سال مہلب بن ابی صفرہ کو خراسان کا امیر اور عبیداللہ بن ابوبکرہ کو سجستان کا امیر بنا کر روانہ کیا۔ مہلب اب تک ایک مشہور سپہ سالار تھا لیکن اب وہ امیر خراسان بن گیا۔

مُہلب ۷۹ھ تک خود بصرہ ہی میں مقیم رہا اور اپنی طرف سے اپنے بیٹے حبیب کو خراسان کا امیر بنا کر بھیجا۔ حبیب نے باپ کی ہدایت کے موافق خراسان میں جا کر اُمیہ بن عبداللہ اور اُس کے اہل کاروں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا نہ اُن کی تعظیم و تکریم میں کسی قسم کا فرق آنے دیا۔ مہلب کی بیٹی ہند بنت مُہلب سے حجاج نے شادی کی اور اس طرح مُہلب کو حجاج کے ساتھ رشتہ داری کا بھی تعلق حاصل ہو گیا۔

۸۰ھ میں مہلب نے خود خراسان میں آکر ملک کا اہتمام و انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور پانچ ہزار کی جمعیت لے کر ماوراء النہر کی طرف بڑھ کر مقام کش کا محاصرہ کیا۔ یہاں بادشاہ ختن کے چچازاد بھائی نے آکر مدد کی درخواست کی۔ مُہلب نے اپنے بیٹے یزید کو اُس کے ساتھ بھیج دیا۔ یزید نے شاہ ختن کو قتل کیا اور ختن کا مُلک اُس کے بھتیجے کو سپرد کر کے حسب منشاء عہدنامہ لکھوا کر واپس آیا۔ انھیں ایام میں مُہلب نے اپنے بیٹے حبیب کو چار ہزار فوج دے کر بخارا پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ والیِ بخارا نے چالیس ہزار فوج سے مقابلہ کیا۔ مگر انجام کار حبیب کو فتح اور بخارا والوں کو شکست حاصل ہوئی۔ حبیب بہت سا مالِ غنیمت لے کر مُہلب کی خدمت میں واپس آیا۔ کش کا محاصرہ دو برس تک جاری رہا آخر اہلِ کش نے جزیہ دینا منظور کر لیا اور مہلب بعد صلح قلعۂ کش سے واپس ہوا۔

اہلِ کش اور حریث بن قطنہ کی غدّاری

مہلب جب خراسان کے دارالسلطنت مرو میں آکر وہاں سے ماوراء النہر یعنی شہر کش کی طرف روانہ ہوا تو مرو میں اپنے بیٹے مغیرہ کو اپنی طرف سے امیر مقرر کر گیا تھا۔ ابھی کش کا محاصرہ جاری تھا کہ مہلب کے پاس مغیرہ کے فوت ہونے کی خبر پہنچی۔ مہلب نے اپنے بیٹے یزید کو جو مہلب کے پاس موجود تھا: مرو کا حاکم مقرر کر کے تیس آدمیوں کے ساتھ مرو کی طرف روانہ کیا۔ یزید جب بست کے ایک درے میں پہنچا تو وہاں پانچ سو ترکوں سے مڈبھیڑ ہوگئی اُنھوں نے تمام مال و اسباب جو اُن کے ہمراہ تھا طلب کیا یزید نے انکار کیا۔ آخر یزید کے کسی ہمراہی نے کچھ تھوڑا سا مال دے کر اُن ترکوں کو رضامند کر لیا لیکن وہ یہ مال لے کر کچھ دور چلے گئے اور پھر لوٹ کر آئے کہ ہم تمام مال و اسباب لئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

یزید نے انھیں تیس آدمیوں سے اُن کا مقابلہ کیا اُن کے سردار کو مار ڈالا اور سب کو بھگا دیا۔ مرو میں پہنچ کر یزید اپنے بھائی کی جگہ حکومت کرنے لگا۔ اس واقعہ کے چند ہی روز کے بعد مہلب اہل کش سے صلح کر کے لوٹا۔ اس مصالحت میں یہ بات بھی طے ہوگئی تھی کہ اہل کش اپنے بادشاہ کے لڑکوں کو مسلمانوں کے سپرد کر دیں اور یہ لڑکے بطور ضمانت اُس وقت تک مسلمانوں کے زیرِ حراست رہیں جب تک مقررہ رقمِ جزیہ اہلِ کش مسلمانوں کی خدمت میں حاضر کریں۔ مہلب اپنی طرف سے حریث بن قطنہ کو وہاں زرِ فدیہ یا جزیہ وصول کرنے اور لڑکوں کو واپس دینے کی غرض سے چھوڑ آیا تھا مہلب جب کش سے روانہ ہو کر بلخ پہنچا تو اُس نے حریث بن قطنہ کو ایک قاصد کے ذریعہ اطلاع دی کہ تم زرِ فدیہ لے کر لڑکوں کو اُس وقت تک نہ چھوڑنا جب تک کہ تم خود سرزمینِ بلخ میں نہ پہنچ جاؤ۔

مدعا اس سے مہلب کا یہ تھا جو وقت راستے میں یزید کو پیش آئی تھی وہی مصیبت حریث کو پیش نہ آئے۔ حریث نے فوراً یہ خط اہلِ کش کو دکھا دیا اور کہا کہ اگر تم فوراً زرِ جزیہ مجھ کو دے دو تو میں تمھارے لڑکوں کو یہیں تمھارے سپرد کر دوں گا اور امیر مہلب سے کہہ دوں گا کہ آپ کا خط آنے سے پہلے میں روپیہ لے کر لڑکے واپس دے چکا تھا۔ اہلِ کش نے فوراً روپیہ ادا کر دیا۔ اور لڑکے واپس لے لئے۔

راستے میں ترکوں نے حریث کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جو یزید کے ساتھ کیا تھا۔ لڑائی ہوئی

بہت سے آدمی حریث کے مارے گئے بہت سے ترکوں نے گرفتار کرلئے اور پھر ان گرفتاروں کو زرِ فدیہ لے کر واپس کیا۔ جب مہلب کے پاس حریث بن قطنہ پہنچا تو اُس نے اپنے حکم کی خلاف ورزی کی سزا میں بیس کوڑے لگوائے۔ اس سزا کے بعد حریث نے لوگوں کے سامنے مہلب کے مار ڈالنے کی قسم کھائی۔ مہلب کو اس کا حال معلوم ہوا تو اُس نے حریث کے بھائی ثابت بن قطنہ کو بُلا کر نرمی کے ساتھ سمجھایا اور حریث کو اپنے سامنے بُلوایا۔ حریث نے مُہلب کے سامنے بھی اپنی گستاخانہ قسم کا اعادہ کیا۔ مہلب نے چشم پوشی کی راہ سے رخصت کر دیا۔ حریث و ثابت اب اپنے دل میں ڈرے اور اپنے تین سو ہمراہیوں کو لے کر مہلب کے پاس سے بھاگ گئے اور سیدھے موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کے پاس مقام ترمذ میں پہنچ گئے۔ موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کا حال اوپر پڑھ چکے ہو کہ اُس نے اپنی الگ ایک خود مختار حکومت قائم کر لی تھی۔ اور خراسان کے امیروں سے برسرِ پرخاش رہتا تھا۔ یہ واقعہ ۸۲ھ کا ہے۔

مُہلب کی وفات اور بیٹوں کو وصیّت

مُہلب کو اپنے بیٹے مغیرہ کی وفات کا سخت صدمہ ہوا تھا۔ مرو میں واپس آکر وہ بہت دنوں نہیں جیا اور ۸۲ھ کے آخری مہینوں میں بیمار ہو کر مرو میں فوت ہوا۔ امیر مہلب کی بہادری نیک طینتی اور وفاداری خاص طور پر مشہور ہے۔ مہلب کا چال چلن کبھی بدعہدی۔ بے وفائی اور غدر و بغاوت سے ملوث نہیں ہوا۔ اُس نے ہمیشہ خلیفۂ وقت کی اطاعت اور اُس کے ہر ایک حکم کی تعمیل کو ضروری سمجھا۔ مرتے وقت اپنے بیٹے یزید کو اپنی جگہ خراسان کا امیر اور دوسرے بیٹے حبیب کو نمازوں کا امام مقرر کر گیا۔ اور تمام بیٹوں کو جمع کر کے اس طرح وصیّت کی کہ

> میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور صلۂ رحم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اس سے عُمر کی درازی مال کی زیادتی اور نفوس کی کثرت ہوتی ہے خوفِ خدا اور صلۂ رحم کے ترک کرنے سے میں تم کو منع کرتا ہوں کیونکہ ان کے ترک کرنے سے دوزخ میں جانے کا سامان ہوتا ہے۔ ذلت حاصل ہوتی ہے اور نفوس کی کمی ہو جاتی ہے تم ہر امیر کی اطاعت اور جماعت

مسلمین سے اتفاق کرنا فرض ہے ۔مناسب یہ ہے کہ تمھارے افعال تمھارے اقوال سے بہتر ہوں جلد جواب دینے سے پرہیز کرو اور زبان کو لغزش سے بچاؤ کیونکہ آدمی پاؤں کی لغزش سے سنبھل جاتا ہے اور زبان کی لغزش سے مارا جاتا ہے ۔جن لوگوں کے حقوق تم پر ہوں اُن کو ادا کرو ۔لوگوں کے حقوق ادا کرنا صبح وشام بیٹھ کر باتیں بنانا اور فضول بکنے سے بہتر ہے ۔خوشامدیوں کی خوشامد میں نہ آجانا ۔سخاوت کو کنجوسی پر ترجیح دینا ۔نیکی کو زندہ رکھو اور ہمیشہ نیک کام کرنے کی کوشش کرو ۔لڑائی میں چوکس اور ہوشیار رہنے کا زیادہ خیال رکھنا کیونکہ یہ شجاعت زیادہ مفید ہے جس وقت مقابلہ ہوتا ہے اُس وقت آسمان سے قضا نازل ہوتی ہے ۔اگر آدمی نے ہمت باندھ لی اور ہوشیاری سے کام لیا تو کامیاب ہوگیا اور اگر بدحواسی چھاگئی تو ناکام رہا ۔لیکن سب پر حکم الٰہی غالب ہے ۔قرأتِ قرآن تعلیم سُنن اور آداب صالحین اپنے اوپر فرض کرلو ۔اپنی مجلسوں میں زیادہ گفتگو کرنے سے پرہیز کرو۔"

حجاج بن یوسف اور عبدالرحمٰن بن محمد

اوپر ذکر آچکا ہے کہ ۷۸ھ میں حجاج نے مُہلب کو خراسان کا اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو سجستان وسندھ کا امیر مقرر کیا تھا ۔سندھ وسجستان (سیستان)، پر مشرق کی طرف سے ہندیوں کے اور شمال کی طرف سے ترکوں اور مغلوں کے حملے ہوتے رہتے تھے اس لیے حجاج نے ہمیان بن عدی اسدی کو ایک چست وچالاک اور خوب مسلح دستہ فوج دے کر مقام کرمان میں مقیم کردیا تھا اور حکم دیا تھا کہ جس وقت سجستان وسندھ کے عامل کو ضرورت پیش آئے اُس کی مدد کرو ۔عبیداللہ بن ابی بکرہ اپنے صوبہ میں پہنچ کر انتظام مُلکی میں مصروف ہوا ۔اور ہمیان بن عدی کرمان میں ایک زبردست فوج اپنے ماتحت دیکھ کر باغی ہوگیا اور بجائے مدد دینے کے خود عبیداللہ بن ابی بکرہ کے علاقہ پر حملے کرنے لگا۔

حجاج نے اس واقعہ سے واقف ہوکر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو ہمیان بن عدی کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا عبدالرحمٰن بن محمد نے ہمیان بن عدی کو ہزیمت دے کر آوارہ

کر دیا اور خود چند روز کرمان میں مقیم رہ کر واپس چلا آیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ شاہ ترکستان مسمّٰی رتبیل نے خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے مسلمانوں سے صلح کر لی تھی۔ عبید اللہ کے آنے پر وہ چند روز عبید اللہ کو خراج ادا کرتا رہا لیکن پھر سرکشی پر آمادہ ہو گیا۔ عبید اللہ نے اُس کے ملک پر چڑھائی کی۔ رتبیل کے قبضہ میں بدخشاں و کافرستان وافغانستان وغیرہ کا علاقہ تبت تک تھا۔ عبید اللہ نے اُس کے علاقہ پر فوج کشی کی وہ سامنے سے فرار ہوتا ہوا عبید اللہ بن ابی بکرہ کو ایسے مقام تک لے گیا جہاں سے عبید اللہ کے لئے واپس ہونا سخت دشوار تھا۔ آخر مسلمانوں کی فوج دروں میں گھر گئی۔ بہت سے آدمی ضائع ہوئے شریح بن ہانی بھی اسی جگہ کام آئے بقیہ جو واپس آئے بڑی بُری حالت میں اپنے مقام تک پہنچے۔ سجستان کے لشکر کی اس تباہی و بربادی کا حال حجاج بن یوسف ثقفی کو معلوم ہوا تو اُس نے عبد الملک کو اطلاع دے کر رتبیل کے علاقہ پر چڑھائی کرنے کی اجازت طلب کی عبد الملک نے اجازت دے دی۔ حجاج نے بیس ہزار سوار کوفہ سے اور بیس ہزار پیدل بصرہ سے مرتب کر کے اس چالیس ہزار کے لشکر آزمودہ کار پر عبد الرحمٰن بن محمد اشعث کو سردار بنایا۔ اسی عرصہ میں خبر پہنچی کہ عبید اللہ بن ابی بکرہ نے سجستان میں وفات پائی۔

حجاج نے عبد الرحمٰن بن محمد بن اشعث کو سجستان کی سندِ گورنری بھی عطا کی اور رتبیل کے ملک پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کیا۔ عبد الرحمٰن بن محمد جب عساکر اسلام کے ساتھ سجستان پہنچا اور رتبیل کو معلوم ہوا کہ اب میرے مُلک پر حملہ ہونے والا ہے تو بہت گھبرایا مگر کچھ نہ کر سکا۔ عبد الرحمٰن نے اُس کے ملک کو فتح کرنا شروع کیا اور اس بات کا لحاظ رکھا کہ جوں جوں آگے کو بڑھے پہاڑوں کے دروں اور گھاٹیوں میں چوکی پہرے قائم کرتا جائے غرض رتبیل کے مُلک کا آدھے سے زیادہ حصہ فتح کر کے پیش قدمی کو آئندہ سال کے لئے روک دیا۔ اور حجاج کو فتح نامہ کے ساتھ اطلاع دی کہ باقی حصہ ہم نے آئندہ سال کے لئے چھوڑ دیا ہے تاکہ اس مفتوحہ علاقہ کا انتظام عمدگی سے کر لیں اور فوج بھی تازہ دم ہو جائے۔

حجاج اس عرض داشت کو پڑھ کر سخت ناراض ہوا اُس نے فوراً حکم بھیجا کہ تم اپنی پیش قدمی کو جاری رکھو۔ رتبیل کی فوج کے لوگوں کو جو تمہاری قید میں ہیں قتل کر دو اور قلعوں کو منہدم کر دو۔ اس حکم کے پہنچنے سے پہلے ہی فوراً دوسرا اور تیسرا حکم بھی اسی مضمون

کا روانہ کیا۔ تیسرے حکم میں یہ بھی لکھا کہ اگر تو نے ہمارے اس حکم کی تعمیل کی تو بہتر ورنہ تو اپنے آپ کو معزول سمجھ اور تیری جگہ تیرا بھائی اسحٰق بن محمد بن اشعث امیر لشکر ہے۔ یہ تینوں حکم عبدالرحمٰن بن محمد کے پاس یکے بعد دیگرے پہنچے۔ عبدالرحمٰن نے حجاج کے احکام کو پڑھ کر تمام لشکر کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور کہا کہ "میں نے تم سب لوگوں کے مشورے سے یہ بات قرار دی تھی کہ ہم ترکوں کے مفتوحہ ملک کا انتظام کریں اور اس سال اپنی مضبوطی اور تیاری مکمل کر کے آئندہ سال بقیہ ملک کو فتح کریں لیکن حجاج ترکوں سے لڑنے اور بلا توقف حملہ آور ہونے کو لکھتا ہے اُسے تمہارے تھک جانے اور آرام کرنے کا بھی خیال نہیں ہے یہ وہی ملک ہے جہاں تمہارے بھائی پچھلے دنوں برباد ہو چکے ہیں۔ میں بھی تمہارا بھائی اور تم ہی جیسا ایک شخص ہوں۔ اگر سب لوگ لڑنے اور آگے بڑھنے پر آمادہ ہیں تو میں سب کے ساتھ ہوں۔"

اس تقریر کو سُن کر تمام کوفی و بصری یک لخت برافروختہ ہو گئے۔ اور یک زبان ہو کر کہنے لگے ہم حجاج کی اطاعت ہرگز نہ کریں گے اور ہرگز اُس کا کہنا نہ مانیں گے۔ عامل بن واثلہ کنانی کہنے لگا کہ حجاج تو خدا کا دشمن ہے اُس کو امارت سے معزول کر کے عبدالرحمٰن بن محمد کے ہاتھ پر امارت کی بیعت کر لو۔ ہر طرف سے لوگ بول اُٹھے کہ ہاں ہاں ہمیں یہ بات بدل منظور ہے۔ عبدالرحمٰن بن شیبت ربعی نے اُٹھ کر کہا چلو دشمنِ خدا حجاج کو اپنے شہر سے نکال دو۔ یہ سُنتے ہی تمام لشکری عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو ٹوٹ پڑے اور اُنھوں نے عہد کیا کہ ہم حجاج کو عراق سے نکال کر چھوڑیں گے اُسی وقت عبدالرحمٰن بن محمد نے رتبیل کے پاس پیغام بھیجا اور اُس شرط پر فوراً صلح ہو گئی کہ اگر ہم حجاج کے خارج کرنے میں کامیاب ہو گئے تو رتبیل کے ملک کا تمام خراج معاف کر دیا جائے گا اور اگر حجاج غالب آیا تو رتبیل اُس کو یا اُس کی فوج کو اپنے علاقے میں داخل ہونے سے روکے گا اور بہر صورت مقابلہ پیش آئے گا۔

چنانچہ یہ لشکر تمام فتح کئے ہوئے علاقے کو چھوڑ کر عراق کی طرف واپس روانہ ہوا۔ جب اس لشکر کے واپس آنے کا حال حجاج کو معلوم ہوا تو اُس نے عبدالملک کو لکھا کہ یہ صورت پیش آئی ہے اب میری مدد کے لئے فوج روانہ کرو۔ عبدالملک نے فوج روانہ کی۔ مہلب کو جب اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو اُس نے حجاج کو ہمدردانہ لکھا کہ تم اہلِ عراق کو واپس آکر اپنے اپنے گھروں میں پہنچ لینے دو۔ اور اُن سے بالکل متعارض نہ ہو۔

حجاج نے اس مشورے کی کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ وہ عراقیوں سے بدظن ہو گیا۔ اُس نے مہلب

کی نسبت بھی اپنے دل میں بدگمانی کو راہ دی اور یہ خیال کیا کہ مہلب گورنر خراسان بھی ضرور اُن لوگوں کا ہم خیال و مشیر ہوگا۔ عبدالملک کی فرستادہ فوجیں جب آگئیں تو حجاج اُن کو لے کر بصرہ سے اس طرف آگے بڑھا اور مقام تستر میں پہنچ کر سواروں کے دستے کو بطور مقدمۃ الجیش آگے بڑھایا عبدالرحمٰن بن محمد بھی قریب پہنچ چکا تھا۔ عبدالرحمٰن کے سواروں نے حجاج کے سواروں کو شکست دے کر بھگا دیا اور ایک بڑے حصے کو قتل کر ڈالا۔

اب حجاج تستر سے مجبوراً بصرہ کی طرف لوٹا اور مقام زاویہ کی طرف مُڑ گیا عبدالرحمٰن سیدھا بصرہ میں داخل ہوا اہلِ بصرہ نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حجاج کو مہلب کی نصیحت یاد آئی کہ اُس نے جو کچھ لکھا تھا دُرست لکھا تھا۔ اہلِ بصرہ حجاج کی سخت گیری سے نالاں تھے سب کے سب عبدالملک بن مروان کے خلع خلافت اور حجاج سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

یہ واقعہ آخر ذالحجہ ۸۱ھ کا ہے شروع محرم ۸۲ھ سے حجاج اور عبدالرحمٰن بن محمد کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ کبھی حجاج غالب ہوتا کبھی عبدالرحمٰن لیکن ۲۹ محرم ۸۲ھ کو جو لڑائی ہوئی اُس میں عبدالرحمٰن بن محمد کو شکست فاش حاصل ہوئی عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث اپنے شکست خوردہ ہمراہیوں کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور کوفہ و دارالامارۃ پر قابض ہو گیا۔ اہلِ بصرہ نے عبدالرحمٰن بن محمد کی شکست کے بعد عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب کے ہاتھ پر بیعت کی اور حجاج کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ پانچ چھ روز تک عبدالرحمٰن بن عباس نے حجاج کا خوب سختی سے مقابلہ کیا اس فرصت سے عبدالرحمٰن بن محمد کوفہ پر بآسانی قابض و متصرف ہو گیا۔ آخر عبدالرحمٰن بن عباس بھی معہ بہت سے بصریوں کے بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور عبدالرحمٰن بن محمد سے کوفہ میں جا ملا۔ حجاج بصرہ میں داخل ہوا اور حکیم بن ایوب ثقفی کو بصرہ میں حاکم مقرر کر کے خود کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ مقام دیر قرہ میں ڈیرے ڈالے اُدھر کوفہ سے عبدالرحمٰن بن محمد نکلا اور دیر جم پر مورچے باندھے۔ طرفین سے خندقیں، مورچے، دمدمے باندھے گئے۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ یہ لڑائی عرصہ تک جاری رہی ہر روز دونوں طرف کی فوجیں میدان میں نکلتیں اور ایک دوسرے کو پیچھے ہٹاتیں لیکن کوئی فیصلہ جنگ کا نہ ہوتا تھا۔ آخر عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ اور اپنے بھائی محمد بن مروان کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ کیا اور اہلِ عراق کی طرف ان دونوں کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ

"ہم حجاج کو معزول کیے دیتے ہیں۔ اہل عراق کے وظائف مثل اہلِ شام کے مقرر کر دیں گے۔ عبدالرحمٰن بن محمد جس صوبہ کی حکومت پسند کرے اُس کو دے دی جائے گی۔"

حجاج کو اس پیغام کا حال معلوم ہو کر سخت صدمہ ہوا اُس نے عبداللہ و محمد کو اس پیغام کے پہنچانے سے روک کر عبدالملک کو خط لکھا کہ اس طرزِ عمل سے اہلِ عراق کبھی آپ کے مغلوب و محکوم نہ ہوں گے اور اُن کی سرکشی ترقی کرے گی۔ لیکن عبدالملک نے حجاج کی بات کو ناپسند کیا اور عبداللہ و محمد نے عبدالملک کا پیغام اہلِ عراق تک پہنچا دیا۔

اہلِ عراق کے لئے یہ بہت بڑی کامیابی تھی اور عبدالرحمٰن بن محمد اس کے تسلیم کرنے پر آمادہ تھا لیکن لشکریوں نے اس بات کو نہیں مانا اور سب نے مخالفت میں آواز بلند کر کے عبدالملک کے خلع خلافت کے لئے تجدید بیعت کی۔ عبداللہ و محمد یہ صورت دیکھ کر اپنی فوج حجاج کے پاس چھوڑ کر خود عبدالملک کے پاس واپس چلے گئے۔ اب طرفین میں تازہ جوش اور تازہ تیاریوں کے ساتھ پھر بڑے زور کی لڑائی شروع ہوئی اور ایک سال تک برابر لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ طرفین ہر روز اپنے اپنے مورچوں سے نکل کر نبرد آزما ہوتے اور شام کو اپنے مورچوں میں واپس چلے جاتے ان لڑائیوں میں عبدالرحمٰن بن محمد کا پلہ بھاری نظر آتا تھا اور حجاج کا نقصان زیادہ ہوتا تھا۔ لیکن حجاج کے پاس شام سے برابر امداد پہنچ رہی تھی۔ آخر ۱۵ جمادی الثانی ۸۳ھ کو ایک بہت بڑی فیصلہ کن جنگ ہوئی اس لڑائی میں بعض اتفاقی واقعات کی بنا پر حجاج کو فتح ہوئی اور وہ فوراً کوفہ میں داخل ہو کر قابض ہو گیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد نے وہاں سے بصرہ کا رخ ہو گیا اور حجاج کے عامل کو نکال کر فوراً بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ حجاج نے کوفہ والوں سے بیعت لینی شروع کی اور جس نے تامل کیا اُس کو بلادریغ قتل کیا گیا۔

عبدالرحمٰن بن محمد کے پاس بصرہ میں ایک بڑا لشکر مجتمع ہو گیا اور اُس نے حجاج پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ حجاج یہ خبر سن کر کوفہ سے ایک زبردست شامی لشکر لے کر بصرہ کی طرف چلا۔ یکم شعبان ۸۳ھ سے لڑائی شروع ہوئی ۱۵ شعبان تک نہایت زور شور کے ساتھ لڑائی جاری رہی۔ حجاج کو کئی مرتبہ شکست ہوئی لیکن وہ سنبھل سنبھل گیا۔ حجاج کے لشکر میں عبدالملک بن صلب بھی موجود تھا۔ ۱۵ شعبان کو جب کہ عبدالرحمٰن بن محمد نے

حجاج کو شکست فاش دے دی تھی۔ عبدالملک بن مہلب نے اپنے ہمراہی سواروں کو لے کر اچانک عبدالرحمٰن پر حملہ کیا جب کہ وہ حجاج کے کیمپ کو لوٹ کر اور میدان سے بھگا کر اپنے لشکر گاہ میں مظفر و فتح مند واپس آیا تھا۔ اس اچانک حملے نے عبدالرحمٰن کے ہمراہیوں کو سراسیمہ کر دیا اور وہ بھاگ پڑے۔ بہت سے خندقوں میں گر کر ہلاک ہوئے۔ بہت سے مارے گئے بہت سے اپنی جان سلامت لے گئے۔

حجاج جو شکست پا چکا تھا واپس آکر عبدالرحمٰن بن محمد کے لشکر گاہ پر قابض ہوا۔ اس شکست کے بعد عبدالرحمٰن بن محمد بصرہ سے سوس سابور، کرمان، زرنج، بست ہوتا ہوا رتبیل شاہ ترکستان کے پاس چلا گیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد کے ہمراہیوں نے سجستان کے قریب جمع ہوکر عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب کو اپنی نمازوں کا امام بنایا اور اپنے ساتھیوں کو ہر طرف سے بلایا اور عبدالرحمٰن بن محمد کے پاس پیغام بھیجا کہ تم واپس چلے آؤ اور خراسان پر قبضہ کر لو۔ عبدالرحمٰن بن محمد نے کہا کہ خراسان پر یزید بن مہلب حکمران ہے خراسان کا اس سے چھین لینا آسان کام نہیں۔ لیکن ان لوگوں نے باصرار عبدالرحمٰن بن محمد کو بلوایا وہ رتبیل کے پاس سے رخصت ہو کر آیا۔ ان لوگوں کی تعداد بیس ہزار تھی ان کو لے کر ہرات کی طرف گیا ہرات پر قبضہ کیا۔ یزید بن مہلب فوج لے کر مقابلہ پر آیا جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو لڑائی شروع ہونے سے پیشتر ہی عبدالرحمٰن بن محمد کے لشکری میدان سے بھاگنے لگے۔ مجبوراً عبدالرحمٰن بن محمد نے اپنے چند ہمراہیوں سے مقابلہ کیا بہت سے مقتول و گرفتار ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن محمد وہاں سے سندھ کی طرف بھاگا۔ یزید نے اپنی فوج کو تعاقب کرنے سے روک دیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد سندھ پہنچ گیا۔ یزید نے جنگ ہرات میں جن لوگوں کو قید کیا تھا انھیں مرو لے جا کر وہاں سے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ انھیں قیدیوں میں محمد بن سعد بن ابی وقاص بھی تھے جو حجاج کے حکم سے قتل ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث سندھ سے رتبیل کے پاس چلا گیا اور وہاں جاکر سل کے عارضہ میں بیمار ہو گیا۔ حجاج نے رتبیل کو لکھا کہ عبدالرحمٰن بن محمد کا سر کاٹ کر بھیج دو تو دس برس کا خراج تم کو معاف کر دیا جائے گا۔ رتبیل نے اس بیمار کا سر کاٹ کر حجاج کے پاس بھیج دیا۔ یہ واقعہ ۸۴ھ کا ہے۔

شہر واسط کی آبادی

اوپر پڑھ چکے ہو کہ عبدالرحمٰن بن محمد کے مقابلہ کی غرض سے حجاج کو عبدالملک کے پاس سے بار بار فوجی امداد طلب کرنی پڑی تھی۔ جب عبدالرحمٰن بن محمد عراق سے بے دخل ہو کر سجستان کی طرف واپس آیا ہے تو حجاج کے پاس شامی لشکر بہت زیادہ تعداد میں موجود تھا۔ اہل کوفہ و بصرہ کی طرف سے حجاج کو اطمینان نہ تھا کیونکہ عبدالرحمٰن بن محمد کے ساتھ شریک ہو کر لڑنے والے اہل کوفہ واہل بصرہ ہی تھے۔ لہٰذا شامی لشکر کو ایک عرصہ تک کوفہ میں اپنے پاس رکھنا نہایت ضروری تھا۔ اول حجاج نے حکم دیا کہ شامی لوگ کوفیوں کے گھروں میں قیام کریں لیکن چند ہی روز کے بعد شامی لوگوں نے کوفی عورتوں کے ساتھ بدعنوانیاں شروع کر دیں اس کا حال حجاج کو معلوم ہوا تو اُس نے اس شامی لشکر کے لئے ایک الگ چھاؤنی قائم کرنی ضروری سمجھی۔ چنانچہ اُس نے تجربہ کار لوگوں کی ایک جماعت کو مامور کیا کہ وہ چھاؤنی کے لئے کوئی مناسب مقام تجویز کریں۔ ان لوگوں نے ایک راہب کو دیکھا کہ وہ ایک مقام کو نجاست سے پاک وصاف کر رہا ہے۔ راہب سے جب اس کی وجہ دریافت کی تو اُس نے جواب دیا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس مقام پر عبادت کے لئے ایک مسجد بنائی جائے گی جہاں خدائے تعالیٰ کی عبادت کی جائے گی۔ لہٰذا میں اس جگہ کو پاک وصاف کر رہا ہوں اُن لوگوں نے حجاج سے آکر یہ کیفیت بیان کی حجاج نے اُس خاص مقام پر ایک مسجد بنا کر اُسی کے اِردگرد فوجی چھاؤنی قائم کر دی اور شامیوں کو وہاں چلے جانے کا حکم دیا۔ یہی شہر واسط کی ابتدا تھی۔ یہ واقعہ ۸۳ھ کا ہے۔

یزید بن مہلب کی معزولی

حجاج نے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث سے فارغ ہو کر اہل عراق پر نہایت سختی روا رکھی اور چُن چُن کر اُن کے سرداروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ عراق یعنی کوفہ و بصرہ کا کوئی بھی نامور گھرانا ایسا نہ تھا جس میں سے کوئی نہ کوئی شخص حجاج کے حکم سے قتل نہ ہوا ہو اور اُس کو ذلت و سختی برداشت نہ کرنی پڑی ہو۔ صرف ایک مہلب کا گھرانا ایسا تھا جو باوفا رہنے کے سبب محفوظ رہا تھا۔ یزید بن مہلب خراسان کا گورنر اور حجاج و عبدالملک کا فرماں بردار

تھا۔ حجاج نے کئی مرتبہ یزید کو اپنے پاس کوفہ میں طلب کیا لیکن ہر مرتبہ خراسان میں ایسی مصروفیتیں یزید کے لئے موجود تھیں کہ اُس نے عذر کیا اور کوفہ نہ آسکا۔ حجاج شکی مزاج بھی تھا اُس نے یزید بن مُہلب کی نسبت بدگمانی کو دل میں جگہ دی اور اس امر کے درپے ہوا کہ اُس کو خراسان کی حکومت سے بے دخل کیا جائے۔ چنانچہ اُس نے عبدالملک کو یزید کی شکایتیں لکھنی شروع کیں۔ عبدالملک نے ہر مرتبہ حجاج کو لکھا کہ مہلب اور اُس کے بیٹے ہمیشہ ہمارے خیرخواہ اور نمک حلال رہے ہیں وہ مستحق رعایت ہیں لیکن حجاج بار بار اور باصرار شکایتیں لکھتا رہا۔ عبدالملک نے مجبور ہو کر حجاج کو لکھا کہ تم کو چونکہ اپنی تجویز پر اصرار ہے لہٰذا میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ جس کو مناسب سمجھو خراسان کا حاکم مقرر کردو۔ حجاج نے اس اندیشہ سے کہ کہیں خراسان کا مسئلہ پیچیدگی اختیار نہ کرے اور اُس پر دوسرے عامل کا قبضہ نہ ہو سکے، اوّل یہ حکم یزید کے پاس بھیجا کہ تم اپنے بھائی مفضل بن مُہلب کو خراسان کا مُلک سپرد کرکے میرے پاس آؤ۔ یزید ابھی سامان سفر ہی درست کر رہا تھا کہ حجاج کا دوسرا حکم اور مفضل کے نام خراسان کی سندِ گورنری پہنچی۔ یزید نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم اس سندِ گورنری سے دھوکا نہ کھانا حجاج نے صرف میری وجہ سے کہ کہیں خراسان کی حکومت چھوڑنے سے انکار نہ کرے تم کو خراسان کا گورنر بنایا ہے۔ وہ چند روز کے بعد تم کو بھی معزول کر دے گا یہ کہہ کر یزید مرو سے ربیع الثانی ۸۵ھ کو روانہ ہو گیا۔ یزید کا خیال بالکل صحیح ثابت ہوا اور حجاج نے نو مہینے کے بعد مفضل بن مہلب کو خراسان کی گورنری سے معزول کرکے قتیبہ بن مسلم کو خراسان کی گورنری پر مامور کیا۔

موسیٰ بن حازم

موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کا ذکر اوپر آ چکا ہے کہ اُس نے ترمذ میں اپنی ایک خود مختار حکومت قائم کر لی تھی۔ یہ بھی ذکر آ چکا ہے کہ حریث و ثابت پسرانِ قطنہ خزاعی مہلب کے پاس سے فرار ہو کر موسیٰ بن عبداللہ کے پاس ترمذ میں چلے گئے تھے۔ مہلب جب خراسان کا گورنر ہوا تو اُس نے اپنے عہدِ حکومت میں موسیٰ بن عبداللہ سے مطلق چھیڑ چھاڑ نہیں کی اور اپنے بیٹوں کو بھی نصیحت کی کہ تم لوگ موسیٰ سے ہمیشہ درگذر کا برتاؤ کرنا کیونکہ اگر موسیٰ بن عبداللہ نہ ہوا تو پھر خراسان کی گورنری پر کوئی شخص بنو قیس سے آئے گا۔ ہرات کے قریب جب عبدالرحمٰن

بن محمد کو یزید بن مہلب کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی تو عبدالرحمٰن بن محمد اور عبدالرحمٰن بن عباس کے ہمراہی لوگ جو اس جگہ سے فرار ہوئے وہ بھی سیدھے ترمذ میں موسیٰ بن عبداللہ کے پاس پہنچے۔ جب عبدالرحمٰن بن محمد کا سر کاٹ کر رتبیل نے حجاج کے پاس بھیجا تو عبدالرحمٰن کے ہمراہی رتبیل کے پاس سے بھاگ کر موسیٰ بن عبداللہ کے پاس آئے اور ترمذ میں پناہ گزین ہوئے۔ اسی طرح موسیٰ بن عبداللہ کے پاس ترمذ میں آٹھ ہزار عربوں کی جمعیت فراہم ہو گئی۔ حریث و ثابت دونوں بھائی وزارت و سپہ سالاری کی خدمات انجام دیتے تھے اور موسیٰ بن عبداللہ خود مختار بادشاہ تھا۔ حریث و ثابت نے موسیٰ سے کہا کہ اہلِ

اہلِ بخارا اور تمام ترک سردار یزید بن مہلب سے ناراض ہیں آؤ ان سب کو اپنے ساتھ ملا کر یزید بن مہلب کو خراسان سے بے دخل کر کے ملک خراسان پر قبضہ کر لیں۔ موسیٰ نے کہا کہ اگر یزید کو خراسان سے نکال دیا تو عبدالملک کا کوئی دوسرا گورنر آ کر قابض ہو جائے گا۔ اور ہم خراسان کو بچا نہ سکیں گے۔ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ ہم ماوراءالنہر یعنی ترکستان کے علاقوں سے عبدالملک کے عاملوں کو نکال دیں۔ اس ملک پر ہم بہ آسانی اپنا قبضہ قائم رکھ سکیں گے کیونکہ ادھر ہر طرف سے عبدالملک کی فوجیں نہیں آ سکتیں اور تمام سرحدوں پر ترک و مغل موجود ہیں جو ہماری مدد کریں گے۔ چنانچہ ماوراءالنہر کے علاقے سے تمام عاملوں کو نکال دیا گیا اور موسیٰ بن عبداللہ کی حکومت ترمذ میں خوب مضبوط و مستقل ہو گئی۔

چند روز کے بعد ترکوں، مغلوں اور تبتیوں نے مل کر موسیٰ کے ملک پر حملہ کیا۔ ترکوں کا سردار دس ہزار فوج لئے ہوئے ایک ٹیلہ پر کھڑا تھا۔ حریث بن قطنہ نے اس پر حملہ کیا۔ یہ حملہ اس شدت و سختی کے ساتھ کیا گیا کہ ترکوں کو ٹیلہ کے پیچھے پناہ لینی پڑی۔ اسی ہنگامہ دار و گیر میں ایک تیر حریث بن قطنہ کی پیشانی پر آ لگا۔ زخم ایسا کاری تھا کہ دو دن کے بعد حریث فوت ہو گیا۔ اس روز چونکہ شام ہو گئی تھی لڑائی ملتوی کر دی گئی۔ اگلے دن موسیٰ نے حملہ کر کے ترکوں وغیرہ کو شکست فاش دی اور بہت سا مال غنیمت لے کر ترمذ کے قلعہ میں واپس آیا۔ حریث کے مرنے کے بعد اس کا بھائی ثابت بن قطنہ موسیٰ کی طرف سے متوہم ہو کر موسیٰ سے جدا ہوا اور ترمذ سے بھاگ کر مقام حوشرا میں آ کر قیام کیا اور اپنے پاس اہلِ عرب و عجم کی جمعیت فراہم کرنے لگا۔

موسیٰ بن عبداللہ اس کے مقابلے کو فوج لے کر ترمذ سے چلا تو اہلِ بخارا، اہلِ کش، اہلِ

نسف وغیرہ سب ثابت کی مدد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے موسٰی کو مجبوراً ترمذ میں واپس آنا پڑا۔ چند روز کے بعد تمام اتراک جمع ہوتے ثابت بن قطنہ کو اپنے ہمراہ لیا اور اسّی ہزار کی جمعیت عظیم نے ترمذ کا محاصرہ کر لیا۔ موسٰی نے بڑے عزم و ہمت کے ساتھ مدافعت کی۔ ثابت بن قطنہ مارا گیا اور اتراک بھی آوارہ و پریشان ہو کر اور محاصرہ اٹھا کر چل دیئے۔

اس ہنگامے سے فارغ ہوئے صرف چند ہی روز گذرے تھے کہ یزید بن مہلب خراسان کی گورنری سے معزول ہو کر کوفہ سے روانہ ہوا اور اُس کی جگہ مفضل بن مہلب اُس کا بھائی خراسان کا گورنر مقرر ہوا۔ مفضل نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی عثمان بن مسعود کو ایک لشکر دے کر موسٰی بن عبداللہ بن حازم پر حملہ کرنے کے لئے مرو سے روانہ کیا اور اپنے بھائی مدرک بن مہلب کو جو بلخ میں تھا لکھا کہ تم بھی اپنی جمعیت لے کر ترمذ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ اس کے علاوہ رتبیل اور طرخون ترکی بادشاہوں کو لکھا کہ تم بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر عثمان بن مسعود کی امداد کے لئے پہنچو۔ یہ ترک سردار پہلے ہی سے موسٰی بن عبداللہ پر خار کھائے بیٹھے تھے اور بارہا اُس کے ہاتھ سے شکستیں کھا چکے تھے فوراً اپنی اپنی فوجیں لے کر ترمذ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس طرح موسٰی بن عبداللہ کے علاقے میں چار طرف سے دشمن فوجیں داخل ہوئیں اور موسٰی بن عبداللہ بن حازم نے مجبور ہو کر قلعہ ترمذ میں محصور ہو کر مقابلہ کرنا شروع کیا۔ ان افواج کثیر کا محاصرہ دو مہینے تک مسلسل جاری رہا اور کوئی امید فتح کی نظر نہ آئی۔ آخر موسٰی بن عبداللہ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اب زیادہ صبر نہیں ہو سکتا۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دفعتہً دشمنوں پر جا پڑیں۔ سب نے اس تجویز کو منظور کیا۔

موسٰی نے اپنے بھتیجے نضر بن سلیمان کو شہر و قلعہ ترمذ میں اپنا قائم مقام بنا کر وصیت کی کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں تو شہر و قلعہ عثمان بن مسعود کے سپرد نہ کرنا بلکہ مدرک بن مہلب کے حوالے کرنا۔ موسٰی نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک تہائی آدمیوں کو عثمان بن مسعود کے مقابلہ کے لئے مامور کر کے حکم دیا کہ تم اوّل حملہ نہ کرنا بلکہ عثمان حملہ کرے تو اُس کے جواب میں حملہ آور ہونا اور دو تہائی آدمیوں کو خود لے کر رتبیل و ترخون کی طرف حملہ آور ہوا یہ موسٰی کے مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگے اور موسٰی دُور تک اُن کے تعاقب میں نکل گیا۔ جب موسٰی واپس لوٹا تو اہل ضعد اور دوسرے ترک قلعہ ترمذ کے درمیان

حائل ہو گئے ۔ لڑائی ہونے لگی ۔ موسٰی کو ہر چہار طرف سے ترکوں نے گھیر لیا۔ عثمان بن مسعود بھی اسی طرف متوجہ ہو گیا۔ اوّل موسٰی کا گھوڑا مارا گیا پھر اُس کے بعد موسٰی بھی دادِ شجاعت دیتا ہوا مقتول ہوا۔ اس طرح پندرہ سال تک ترمذ میں خود مختارانہ حکومت کرنے کے بعد ۸۵ھ میں موسٰی بن عبداللہ بن حازم جو قبیلۂ قیس سے تعلق رکھتا تھا اس جہان سے رخصت ہوا۔ مفضل نے قتلِ موسٰی کی بشارت حجاج کو لکھی۔ لیکن وہ کچھ خوش نہیں ہوا۔ نضر بن سلیمان نے ترمذ مدرک کے سپرد کیا اور مدرک نے عثمان کے سپرد کیا۔

سکّہ اسلامیہ کی ابتدا

عبدالملک بن مروان کی اوّلیات میں ایک یہ بات بھی ہے کہ اُس کے زمانے میں پہلی مرتبہ مسلمانوں نے اپنا سکّہ بنایا اور جاری کیا۔ اب تک شام و عرب و مصر وغیرہ میں رومیوں کے سکّے رائج تھے۔ عراق میں عموماً ایرانیوں کے سکّے جاری تھے۔ مُلکِ عرب میں نہ کوئی عظیم الشان سلطنت قائم ہوئی تھی نہ عربی سکّے موجود تھے۔ انھیں رومی سکّوں کا رواج قدیم سے تمام مُلک میں موجود تھا۔ اب جب کہ اسلامی سلطنت قائم ہو کر بلخ و جیحون سے بحر اطلانٹک تک پھیل گئی تو کسی کی توجہ اس طرف مبذول نہ ہوئی کہ اپنا سکّہ الگ جاری کریں۔ اتفاقاً عبدالملک بن مروان کو بادشاہ روم کے پاس چند خطوط بھیجنے کا اتفاق ہوا۔ عبدالملک نے اسلامی دستور کے موافق خطوط کی پیشانی پر کلمۂ توحید اور درود شریف لکھا۔

شاہِ رُوم نے عبدالملک کو لکھا کہ تم اپنے خطوط کی پیشانی پر توحیدِ باری تعالیٰ اور رسول کا ذکر نہ لکھا کرو، یہ ہم کو ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ اگر تم اس حرکت سے باز نہ آئے تو ہم اپنی ٹکسال میں ایسے درہم و دینار مضروب کرا کر رائج کریں گے جن پر تمھارے نبی کا نام توہین کے ساتھ لکھا ہوا ہو گا اور تم کو بے حد ناگوار گذرے گا۔

عبدالملک کو اس خط کے پڑھنے سے تردد پیدا ہوا اور اُس نے خالد بن یزید بن معاویہؓ سے مشورہ طلب کیا۔ خالد نے کہا کہ تم رومی سکّوں کا رواج اپنے ملک میں قطعاً ترک کر دو اور اپنے سکّے مضروب کرا کر رائج کرو۔ عبدالملک نے اس رائے کو پسند کیا اور دارالضرب

قائم کر کے چودہ قیراط وزن کے درم مضروب کرائے جو پانچ ماشے کے قریب وزنی ہوتے تھے۔ اس کے بعد حجاج نے درم و دینار ہر ایک طرف قل ھو اللہ احد مضروب کرایا۔ غرض عبدالملک نے فرمان جاری کر دیا کہ خراج میں سوائے عربی سکوں کے کوئی دوسرا سکہ قبول نہ کیا جائے گا۔ اس طرح فوراً تمام ممالک میں عربی دینار و درم مروج ہو گئے۔

اہم واقعات کے سلسلہ میں بعض باتیں درج ہونے سے بچی رہ گئیں۔ مثلاً عبدالملک بن مروان نے خلیفہ ہونے کے بعد ۷۵ھ میں پہلی مرتبہ حج کیا۔ ۷۷ھ میں ہرقلہ فتح ہوا۔ اور اسی سال عبدالعزیز بن مروان برادر عبدالملک نے جو مصر کا گورنر تھا جامع مسجد مصر کو گرا کر از سر نو تعمیر کرایا اور ہر چہار سمت سے اس کو وسیع کیا۔ ۸۱ھ میں قالیقلا رومیوں سے فتح کیا۔ ۸۲ھ میں قلعہ سنان فتح ہوا۔ مفضل بن مہلب گورنر خراسان نے موسیٰ بن عبداللہ کے قتل سے فارغ ہو کر بادغیس کو فتح کیا۔ ۸۴ھ میں عبداللہ بن عبدالملک نے مصیصہ رومیوں سے فتح کیا۔ ۸۵ھ میں عبدالعزیز بن ابو حاتم بن نعمان باہلی نے شہر اردبیل بسایا۔ ماہ جمادی الاول ۸۵ھ میں عبدالملک کے بھائی عبدالعزیز بن مروان نے مصر میں انتقال کیا اور عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اس کی جگہ مصر کا گورنر مقرر کیا۔

ولید و سلیمان کی ولی عہدی

عبدالملک اس فکر میں غلطان و پیچاں تھا۔ کہ کسی طرح اپنے بھائی عبدالعزیز کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹوں کو ولی عہد بنائے مگر یہ کام کچھ آسان نہ تھا کیونکہ عام طور پر لوگوں کی مخالفت برپا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ جب عبدالعزیز کے مرنے کی خبر پہنچی تو عبدالملک کو قدرتی طور پر اپنی خواہش کے پورا کرنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ اس نے رمضان ۸۶ھ میں تمام صوبوں کے گورنروں اور عاملوں کے نام فرامین جاری کئے کہ عید الفطر کے روز یکم شوال کو لوگوں سے ولید و سلیمان کی ولی عہدی کے لئے بیعت لے لیں چنانچہ تمام ممالک میں تاریخ مقررہ پران دونوں کی ولی عہدی کے لئے بیعت لی گئی مدینہ کا عامل ہشام بن اسمٰعیل مخزومی تھا اس نے جب اہل مدینہ سے ولید و سلیمان کی بیعت ولی عہدی کے لئے کہا تو سب نے بیعت کی۔ لیکن سعید بن مسیب نے انکار کر دیا۔ ہشام نے سعید بن مسیب کو گرفتار کر کے دُرّے لگوائے اور تشہیر کرا کر قید کر دیا۔ عبدالملک کو جب یہ حال معلوم ہوا تو ہشام کو

خط لکھا کہ تم نے سعید بن مسیب کے ساتھ سختی کرنے میں غلطی کی ہے۔ کیونکہ ابن مسیب میں نہ عداوت ہے نہ مخالفت نہ منافقت ایسے شخص کو ہرگز تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔

عبدالملک بن مروان کی وفات

ولید و سلیمان کی ولی عہدی کے لئے بیعت لینے کے بعد عبدالملک ایک مہینے سے زیادہ نہیں جیا۔ یوم پنجشنبہ ۱۵ر شوال ۸۶ھ مطابق ۹ار اکتوبر ۷۰۵ء کو عبدالملک بیمار ہوکر فوت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد تیرہ برس تین مہینے اور ۲۳ دن عبدالملک زندہ رہا اور یہی اُس کی خلافت کا زمانہ تھا۔ مرتے وقت عبدالملک نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور وصیت کی کہ

"میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ تقوی اللہی بہترین لباس اور بہترین جائے پناہ ہے۔ تمھارے بڑوں کو چاہیئے۔ کہ چھوٹوں پر شفقت کریں اور چھوٹوں کو چاہیئے کہ بڑوں سے ادب و تعظیم کے ساتھ پیش آئیں۔ مسلمانوں کی رائے اور مشورے کی ہمیشہ قدر کرنا اور مخالفت سے بچنا کیونکہ یہ وہی جبڑے ہیں جن سے تم چباتے ہو اور وہی دانت ہیں جن سے تم توڑتے ہو۔ عقلمندوں پر احسانات کرو کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں۔"

پھر وہ باتیں کہیں جن کا اوپر عبدالملک کے ابتدائی حالات میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔ اور لوگوں نے ولید بن عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کی۔ عبدالملک کے پندرہ سولہ بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں اُس کی بیویوں میں ایک یزید بن معاویہؓ کی بیٹی ایک حضرت علیؓ کی اور ایک عبداللہ بن جعفر کی بیٹی تھی۔ ولید اور سلیمان دونوں بھائی ولادہ بنت عباس کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

خلاصۂ کلام :- عبدالملک بن مروان خلفائے بنو اُمیہ میں ایک مشہور اور با اقبال خلیفہ تھا۔ اس نے تمام عالم اسلام کو ایک مرکز سے وابستہ کرنے میں کامیابی حاصل کی اور شہادتِ عثمانؓ کے بعد جو افتراق پیدا ہو گیا تھا اُس کو دور کر کے ایک عالمگیر اسلامی حکومت دوبارہ قائم کی۔ اس کام میں اُس نے سختی و تشدد سے زیادہ کام لیا لیکن وہ اس کی معذرت میں

خود کہا کرتا تھا کہ اگر ایسے جاہل و سرکش لوگوں سے صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کو واسطہ پڑتا تو وہ بھی یہی کرتے جو میں نے کیا۔ عبدالملک نے بنو اُمیہ کی حکومت کی جڑ جما دی جو اس سے پہلے مشتبہ حالت میں تھی۔ عبدالملک کے مزاج میں درشتی و سخت گیری کے ساتھ ہی معقول پسندی اور حق شناسی بھی تھی۔ ہم کو اُس کی مستقل مزاجی اور بلند ہمتی کی بھی تعریف کرنی پڑتی ہے۔ عبدالملک کی غلطیوں اور خطاؤں میں سب سے بڑی خطا یہ سمجھی جاتی ہے کہ اُس نے حجاج کو اُس کے استحقاق سے زیادہ اختیار و اقتدار دیا اور حجاج نے اپنے اختیار کے ظالمانہ استعمال میں کمی نہیں کی۔ لیکن اس قسم کی غلطیاں ہر اُس حکمران سے سرزد ہو سکتی ہیں جو اپنی سلطنت کے قیام و استحکام کا خواہاں ہو۔ عبدالملک کی کامیابیوں میں عبیداللہ بن زیاد حجاج بن یوسف ثقفی اور مہلب بن ابی صفرہ کو خاص طور پر دخل ہے۔ عبدالملک کے زمانے میں مسلمانوں کو فتوحات ملکی بھی حاصل ہوئی اور اندرونی خرخشے بھی ایک ایک کر کے سب مٹ گئے۔ عبدالملک نے اپنی سیزدہ سالہ خلافت میں جو جو کام انجام دیئے اُن کے اعتبار سے اُس کا شمار نامور اور کامیاب خلفا میں ہے ساتھ ہی وہ با عظمت و با جبروت خلیفہ بھی تھا۔ علم و فضل کے اعتبار سے بھی اُس کا مرتبہ بہت بلند تھا اور شجاعت و سپہ گری کے اعتبار سے بھی وہ بہادروں اور نامور سپہ سالاروں کی فہرست میں شمار کیا جا سکتا ہے عبدالملک کی وفات کے وقت ہم عالم اسلام کے ایک پُر آشوب زمانہ سے نکل کر پُر امن و سکون زمانے میں پہنچ گئے ہیں۔

باب ۲

ولید بن عبدالملک

ابو العباس ولید بن عبدالملک بن مروان ۵۰ھ میں پیدا ہوا اور ۳۶ سال کی عمر میں اپنے باپ عبدالملک بن مروان کی وفات کے بعد دمشق میں تختِ خلافت پر بیٹھا چونکہ نہایت ناز و نعمت کا پلا ہوا تھا لہٰذا علم و فضل سے بے بہرہ اور پڑھنے لکھنے میں بہت ہی ناقص تھا۔ اپنے باپ عبدالملک کے کفن دفن سے فارغ ہو کر اُس نے جامع مسجد دمشق میں آکر خطبہ دیا اور بیان کیا کہ

- لوگو! جس کو اللہ تعالیٰ نے مقدم کیا اُس کو کوئی موخر نہیں کر سکتا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے موخر کیا اُس کو کوئی مقدم نہیں کر سکتا۔ موت اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں تھی جس کو اُس نے انبیاء و صلحا سب کے لئے لازم کر دیا ہے خدائے تعالیٰ نے اب اس اُمت کا ولی ایک ایسے شخص کو بنا دیا ہے جو مجرموں پر سختی اور اہل فضل و اہلِ حق پر نرمی کرنے اور حدودِ شرعیہ کو قائم رکھنے کا عزم کرتا ہے اور وہ خانہ کعبہ کے حج اور سرحدوں پر جہاد یعنی دشمنانِ دین پر حملے کرتے رہنے کا عازم ہے اس کام میں نہ وہ سستی کرنا چاہتا ہے نہ حد سے تجاوز کرنے کو اچھا جانتا ہے لوگو! تم خلیفۂ وقت کی اطاعت کرو اور مسلمانوں میں اتفاق کو قائم رکھو۔ یاد رکھو جو سرکشی کرے گا اُس کا سر توڑ دیا جائے گا اور جو خاموش رہے گا وہ اپنے مرض میں خود ہی ہلاک ہو جائے گا

اس کے بعد لوگوں نے اُس کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کی۔ ولید نے خلیفہ ہو کر حجاج کے اختیار و اقتدار کو بدستور قائم رکھا۔ حجاج نے قتیبہ بن مسلم باہلی کو خراسان کا حاکم تھا

مفضل بن مہلب کی جگہ خراسان کا گورنر مقرر کیا اور قتیبہ بن مسلم نے چین و ترکستان تک پیہم فتوحات حاصل کیں۔ مغرب کی جانب موسیٰ بن نصیر گورنر افریقہ نے اسلامی فتوحات کو مراقش سے گذر کر اندلس تک پہنچایا۔ ولید کے بھائی مسلمہ بن عبدالملک نے رومیوں کے مقابلے میں بہت سے شہر و قلعے فتح کئے۔

محمد بن قاسم بن محمد ثقفی نے جو حجاج کا قریبی رشتہ دار یعنی بھتیجا اور داماد تھا، سندھ و ہند کی طرف فتوحات حاصل کیں۔ ولید نے اپنے چچازاد بھائی حضرت عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ منورہ کا عامل و حاکم مقرر کیا۔ ۸۸ھ میں ولید نے جامع مسجد دمشق کی توسیع و تعمیر کی اور اسی سال حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زیر اہتمام مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کو از سر نو تعمیر کرایا اور ازواج مطہرات کے حجروں کو بھی مسجد میں شامل کر کے اُس کو وسیع کیا۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے قیصر روم نے بھی بہت سے قیمتی پتھر اور ہوشیار معمار ہدیۃً ولید کے پاس بھیجے۔ ولید نے رفاہِ خلائق کے بہت سے کام کئے۔ سڑکیں نکلوائیں، شہروں اور قصبوں میں مدرسے جاری کئے۔ سرائیں بنوائیں۔ کنوئیں کھدوائے شفا خانے کھلوائے راستوں کے امن و امان اور مسافروں کی حفاظت کا انتظام کیا۔ مدینہ منورہ میں پانی کی قلت تھی۔ وہاں ایک نہر لا کر اہلِ مدینہ کی اس تکلیف کو دور کیا۔ محتاج خانے قائم کئے۔ رعایا کی تکلیف کو دور کرنے اور لوگوں کو راحت پہنچانے کا اُس کو بہت خیال تھا۔ اُس کے عہدِ حکومت میں ہر طرف فتوحات کا سلسلہ برابر جاری رہا اور کوئی اندرونی بغاوت اور فتنہ و فساد جو قابلِ تذکرہ ہو نمودار نہیں ہوا۔ مسلمانوں کی پیہم فتوحات لوگوں کو فاروقِ اعظمؓ کا زمانہ یاد دلاتی تھیں۔ ولید نے فقراء و فقہاء اور علماء کے روزینے اس قدر مقرر کئے کہ وہ سب فارغ البال و خوش حال رہنے لگے۔ رفاہِ رعایا کے لئے اُس نے نہایت مفید ضابطے اور قاعدے مقرر کئے۔

ولید نے ہشام بن اسمٰعیل مخزومی کو امارتِ مدینہ سے معزول کر کے جب عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کا عامل مقرر کیا تو عمر بن عبدالعزیز نے سب سے پہلا کام مدینہ کی امارت اپنے ہاتھ میں لے کر یہ کیا کہ فقہائے مدینہ میں سے دس اعلیٰ درجہ کے عالموں کو منتخب کیا جن میں مدینہ کے فقہائے سبعہ بھی شامل تھے ان دس آدمیوں کی ایک مجلس بنا کر اس مجلس کے مشورے سے ہر ایک کام کو انجام دینے لگے۔ اس مجلس کے ارکان کو اپنی حکومت میں شریک کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک ایسی اچھی مثال عُمّالِ سلطنت کے لئے قائم کی کہ اہلِ مدینہ نے عمر بن عبدالعزیز کے تقرر پر ولید بن عبدالملک کی خدمت میں شکر گذاری کے خطوط بھیجے اور خلیفۂ وقت کو دعائیں دیں۔

ولید بن عبدالملک کی تخت نشینی کے بعد ہی حجاج نے یزید بن مہلب اور اُس کے بھائیوں کو قید کر دیا اور اُن پر غبن کا الزام لگایا۔

۸۷ھ میں مسلمہ بن عبدالملک نے بلادِ روم پر براہ مصیصہ چڑھائی کی اور قلعہ الولق۔ اخرم بولس اور قمیقم وغیرہ کو فتح کیا۔ ۸۸ھ میں جرثومہ اور طوانہ مفتوح ہوئے۔

۸۹ھ میں مسلمہ بن عبدالملک اور عباس بن ولید نے بلادِ روم پر حملہ کیا۔ رومیوں کے ایک ٹڈی دل نے اُن کا مقابلہ کیا لیکن مسلمانوں کی فوج ہر مقام پر اُن کو شکست دے کر پسپا کیا۔ قلعہ سوریا قلعہ اردولیہ عموریہ۔ ہرقلہ۔ قمولیہ وغیرہ مسلمانوں نے فتح کرتے۔ اسی سال مسلمہ بن عبدالملک نے آذربائیجان کی طرف ترکوں پر حملہ کر کے بہت سے شہروں اور قلعوں کو فتح کیا۔ اسی سال جزیرۂ منورقہ و میورقہ مفتوح ہوئے۔

۹۰ھ میں عباس بن ولید نے سوریہ کے علاقے میں پانچ زبردست قلعے فتح کیے۔

۹۱ھ میں ولید نے اپنے چچا محمد بن مروان کو جزیرہ وارمینیا کی گورنری سے معزول کر کے اُس کی جگہ اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو مامور فرمایا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے براہِ آذربائیجان ترکوں پر جہاد کیا اور مقام باب تک فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ اسی سال نسف۔ کش۔ شومان وغیرہ کے قلعے مسلمانوں نے فتح کیے۔

۹۲ھ میں مسلمہ بن عبدالملک نے تین قلعے فتح کیے اور اہل سوسنہ کو بلادِ روم کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اسی سال سندھ میں دیبل فتح ہوا۔ اسی سال کرخ۔ برہم باجہ۔ بیضا۔ خوارزم سمرقند اور صغد فتح ہوئے۔

۹۳ھ میں مسلمہ بن عبدالملک اور عباس و مروان پسرانِ ولید نے بلادِ روم کی طرف حملہ کیا اور سبیطلہ۔ حجرہ۔ ماشہ۔ حصن الحدید۔ غزالہ۔ ملطیہ وغیرہ کو فتح کر لیا۔

۹۴ھ میں عباس بن ولید نے انطاکیہ اور عبدالعزیز بن ولید نے غزالہ دوبارہ فتح کیا۔ اسی سال ولید بن ہشام معیطی مروج الحمام تک اور یزید بن ابی کبشہ سرزمینِ سوریہ تک فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ اسی سال کابل۔ فرغانہ۔ شاش۔ سندھ وغیرہ مفتوح ہوئے۔

۹۵ھ میں ہرقلہ والوں نے عساکرِ اسلامیہ کو دوسری طرف مصروف دیکھ کر سرکشی و بغاوت اختیار کی اور عباس بن ولید نے دوبارہ اُس کو فتح کیا۔ اسی سال موقان اور

مدینتہ الباب وغیرہ مفتوح ہوئے۔
۹۶ھ میں طوس اور اُس کا علاقہ مفتوح ہوا۔
ولید بن عبد الملک کے زمانے میں جس قدر لڑائیاں اور جہاد ہوئے اُن سب کے تفصیلی حالات اگر بیان کئے جائیں تو اس مختصر کتاب کی کئی جلدیں ولید ہی کے عہد خلافت میں ختم ہو جائیں گی لہٰذا اختصار کو مدِنظر رکھتے ہوئے عہدِ ولیدی کے چند نامور فتح مند سرداروں کے کارنامے بطور اشارات درج کئے جاتے ہیں تاکہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ کی حالت اور اُس زمانے کے عالمِ اسلام کا اندازہ کرنے میں اس کتاب کے مطالعہ کرنے والوں کو کسی قدر آسانی رہے۔ مسلمہ بن عبد الملک بھی عہد ولید کے فتحمند سرداروں میں شامل ہے جس کی فتوحات کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے اب باقی نامور سرداروں کے حالات ملاحظہ ہوں۔

قتیبہ بن مُسلم باہلی

حجاج نے قتیبہ بن مُسلم باہلی کو ۸۶ھ میں امیرِ خراسان مقرر کیا تھا۔ قتیبہ نے مرو میں پہنچ کر ایاس بن عبداللہ بن عمرو کو صیغہ جنگ وصیغہ پولس کا افسر مقرر کیا اور عثمان بن سعدی کو محکمہ مال سپرد کیا اور خود ایک زبردست فوج لے کر طالقان کی طرف روانہ ہوا وہاں ترکوں کا پادشاہ صغد خدمت میں حاضر ہوا اور فرماں برداری وخراج گذاری کا اقرار کر کے آخرون وشومان یعنی بلادِ طغارستان کے حکمرانوں پر چڑھائی کرنے کی ترغیب دی۔ قتیبہ جب آخرون وشومان کے قریب پہنچا تو وہاں کے بادشاہوں نے بھی اطاعت وخراج گذاری کا اقرار کر کے صلح کی اور قتیبہ اپنے بھائی صالح کو فرغانہ کی طرف بھیج کر خود مرو میں واپس آیا۔ صالح نے کاشان درشت واخشیکت وغیرہ بلادِ فرغانہ کو فتح کر لیا۔ ۸۷ھ میں قتیبہ نے علاقہ بخارا پر فوج کشی کی اردگرد کے ترکوں نے مِل کر مقابلہ کیا۔ مگر سب ناکام رہے اور لشکرِ اسلام کے ہاتھ بے قیاس مالِ غنیمت آیا۔ ۸۸ھ میں اہلِ صغد وفرغانہ نے سرکشی اختیار کی اور پادشاہِ چین کے ہمشیرزادہ کو اپنا افسر بنا کر دو لاکھ کی جمعیت سے مقابلہ پر تیار ہوئے۔ قتیبہ نے حملہ کر کے شکست دی اور مرو کو واپس چلا آیا۔ ۸۹ھ میں بخارا۔کش۔نسف۔صغد کے سرداروں نے مل کر بغاوت اختیار کی اور قتیبہ نے حملہ آور ہو کر اُن کو شکست دی اور

فرماں داری پر مجبور کیا اور مرو کو واپس چلا آیا۔

سنہ ۹۰ھ میں وردان بادشاہ بخارا اور بادشاہ صغد اور اردگرد کے ترک سرداروں نے پھر بغاوت پر استادگی کی۔ مگر نیزک طرخان والیٔ بادغیس مسلمانوں کا فرماں بردار رہا۔ قتیبہ نیزک طرخان کو ہمراہ لے کر بخارا کی طرف بڑھا۔ ترکوں نے مقابلہ پر خوب ہمت دکھائی۔ اول مقامی مقدمۃ الجیش کو شکست ہوئی لیکن پھر سنبھل کر اسلامی لشکر نے حملہ کیا تو ترکوں کے مورچوں پر قابض ہوگئے ترکوں کا خاقان اور اُس کا لڑکا مجروح ہوکر بھاگا اور مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ طرخون والیٔ صغد نے سالانہ جزیہ ادا کرتے رہنے کا اقرار کیا اور قتیبہ مرو کی طرف واپس ہوا۔ قتیبہ کے واپس آتے ہی نیزک طخارستان میں پہنچ کر باغی ہوگیا۔ اصبہند بادشاہ بلخ، باذان بادشاہ مرو رود، بادشاہ طالقان، فاریاب، والیٔ جورجان۔ بادشاہ کابل سب نے ایک زبردست سازش کی اور متفق ہوکر قتیبہ کے عاملوں کو نکال دیا۔ قتیبہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن مسلم کو بارہ ہزار فوج دے کر بھیجا کہ مقام بروقان میں قیام کرنا اور موسم سرما کے ختم ہوتے ہی قتیبہ نے نیشاپور کی طرف فوجیں روانہ کیں اور باغیوں پر کئی جانب سے حملے کئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب کو قرار واقعی سزا دی اور سب نے عجز و فرماں برداری کا اقرار اور ادائے جزیہ کا وعدہ کیا اسی سلسلہ میں سمنگان کا قلعہ بھی فتح کر کے حکومت اسلامیہ میں شامل کیا۔ نیزک گرفتار ہو کر مقتول ہوا۔

بادشاہ جرجان کی خطا معاف کر کے اُس کو اُس کے ملک پر قابض کر دیا گیا۔ غرض ان ترک سرداروں نے بار بار بغاوت کی اور ہر مرتبہ قتیبہ نے اُن کو شکست دی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اُن کے دماغوں سے بغاوت و سرکشی کا خیال دور ہونے لگا۔ سنہ ۹۲ھ میں رتبیل بادشاہ سجستان نے بغاوت کا ارادہ کیا قتیبہ فوج لے کر اُس کے سر پر پہنچا اور اُس نے معافی مانگ کر زرِ جزیہ ادا کر دیا۔

سنہ ۹۳ھ میں قتیبہ نے خوارزم کا ملک فتح کر کے وہاں کے بادشاہ کو خراج کی ادائیگی کا اقرار لے کر واپس دے دیا۔ جس زمانہ میں قتیبہ خوارزم کو فتح کر رہا تھا اہل صغد نے یہ دیکھ کر کہ قتیبہ کو ہم سے بہت فاصلہ ہے۔ اُس کے عامل کو نکال دیا اور بغاوت اختیار کی قتیبہ نے مالِ غنیمت خوارزم سے مرو کی طرف روانہ کیا اور خود فوج لے کر نہایت تیز رفتاری سے صغد کی جانب روانہ ہوا۔

قتیبہ کی آمد کا حال سُن کر خاقان چین سے اہلِ صغد نے امداد طلب کی اور اُس نے اپنے نامور سپہ سالاروں اور شہزادوں کو قتیبہ کے مقابلہ کی غرض سے روانہ کیا۔ سمرقند کے قلعہ پر ترکوں نے مقابلہ کی تیاریاں کیں۔ قتیبہ نے آکر لڑائی شروع کردی نہایت خونریز معرکے ہوئے۔ خاقان چین کا بیٹا مارا گیا۔ قلعہ کو مسلمانوں نے زور و قوت کے ساتھ فتح کرلیا۔ ہزارہا ترک تہِ تیغ ہوئے اُن پر نہایت بھاری خراج مقرر کیا۔ اور نامور سردار جو ترکوں کے قید ہوئے تھے حجاج کے پاس بھیجے گئے۔ انھیں قیدیوں میں ایک عورت تھی جو یزدجرد کی نسل سے تھی اس عورت کو حجاج نے ولید بن عبدالملک کے پاس بھیج دیا ولید نے اُس سے نکاح کرلیا۔ جس سے اُس کا بیٹا یزید پیدا ہوا۔ مرو میں واپس آکر قتیبہ نے مغیرہ بن عبداللہ کو نیشاپور کا عامل مقرر کیا۔

۹۴ھ میں اہل شاش نے سرکشی کی علامات ظاہر کیں۔ قتیبہ نے اہل بخارا کش۔ نسف خوارزم سے امدادی افواج طلب کیں۔ سب نے فوجیں روانہ کیں اور بیس ہزار کا لشکر جمع ہوگیا قتیبہ نے خود مقام خجند پر ڈیرے ڈالے اور فوج کو سرداروں کے ساتھ شاش پر روانہ کیا۔ شاش مفتوح ہوا اور قتیبہ مرو کو واپس آیا۔ مرو کو واپس آتے ہوئے اُس نے سُنا کہ حجاج کا انتقال ہوگیا۔ قتیبہ نے اس کے بعد کاشغر تک کے تمام علاقہ پر قبضہ کرکے ترکستان پر پورے طور پر اسلامی تسلّط قائم کردیا۔ اس کے بعد ہبیرہ بن مشمرج کلابی کے ہمراہ چند شخصوں کی ایک سفارت بادشاہ چین کے پاس بھیجی کہ اسلامی سیادت کو تسلیم کرو ورنہ ملکِ چین کو غازیان اسلام کے گھوڑے روند ڈالیں گے۔ اس سفارت کے پہنچنے سے بادشاہِ چین مرعوب ہوگیا اور اُس نے قیمتی تحائف اور نذرانے بھیج کر قتیبہ سے صلح کی درخواست کی۔

محمّد بن قاسم

جس زمانے میں مسلمانوں نے مُلکِ عرب سے باہر فاتحانہ قدم نکالا ہے تو مُلکِ سندھ میں بودھ مذہب کے راجہ حکمران تھے۔ ایرانی شہنشاہی مسلمانوں کے ہاتھ سے پارہ پارہ ہوئی تو ایرانی سردار کچھ تو فرار ہوکر سندھ، تُرکستان، چین کی طرف بھاگ گئے اور مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریوں میں مصروف ہوئے کچھ مُسلمان ہوکر عزت و آرام کے ساتھ اپنے مُلک میں زندگی بسر کرنے لگے۔ سوءِ اتفاق سے بنو ہاشم اور بنو اُمیہ میں جب قومی و خاندانی

رقابتوں نے ترقی کی تو ان ایرانیوں کو بھی قومی رقابت یاد آگئی اور انھوں نے عبداللہ بن سبا اور دوسرے منافقوں کی سازشوں میں بڑے ذوق وشوق سے حصہ لینا شروع کیا۔ ان سازشوں اور مسلمانوں کی خانہ جنگیوں سے اُن ایرانیوں کے منصوبوں میں، جو سندھ وکابل وچین وتبت وغیرہ میں جلا وطن ہوکر مقیم اور مخالف اسلام کوششوں میں مصروف تھے از سرِ نو جان پڑ گئی۔ اور یہی وجہ تھی مسلمانوں کو ایرانیوں کی بدولت کوفہ وبصرہ میں بھی اور ایران وخراسان کے علاقوں میں بھی بار بار مشکلات کا سامنا ہوا۔

سندھ کا مُلک چونکہ بصرہ وکوفہ یعنی عراق سے نسبتاً قریب تھا اور ایرانی حکومت کی سرحد اس سے ملتی تھی۔ لہٰذا زیادہ تر شرارت پیشہ ایرانیوں کا مامن ملکِ سندھ ہی بنا ہوا تھا۔ اسلامی فتوحات کے سیلاب کو دیکھ دیکھ کر سندھ کا راجہ خود بھی ایرانیوں کی بربادی سے متاسف اور اس امر کا کوشاں تھا کہ کسی طرح ایرانی اپنی سلطنت پھر قائم کرسکیں، چنانچہ ایران کے آخری بادشاہ نے معرکۂ نہاوند کے بعد کئی مرتبہ فوجیں جمع کرکے مسلمانوں کا مقابلہ کیا تو ان مقابلوں اور معرکوں میں سندھ کی امدادی فوج شاہِ ایران کے ساتھ ضرور ہوتی تھی۔ ایران کی سلطنت جب برباد ہوئی تو سندھ کے راجہ نے اپنے سرحدی ایرانی صوبوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا اور مغلوب ومفتوح ایرانیوں نے کرمان وبلوچستان وغیرہ کے صوبوں کو بخوشی سندھ کے راجہ کو سپرد کردیا تاکہ وہ مسلمانوں کے قبضے میں نہ جاسکیں اور اس کے معاوضہ میں سندھ کے راجہ کی حمایت اُن کو حاصل رہے۔

یہ تمام باتیں محرک اس امر کی تھیں کہ مسلمان سندھ پر حملہ کرکے سندھ کے راجہ کو دُرست کریں۔ لیکن حضرت عثمانِ غنیؓ کے زمانے میں ابھی ایران وخراسان پر مکمل قبضہ نہ ہونے پایا تھا کہ اندرونی فسادات شروع ہوگئے اور سندھ کی طرف کوئی توجہ نہ ہوسکی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اندرونی خرخشوں سے نجات حاصل کرکے بیرونی ممالک کی طرف توجہ کی اور اُن کے زمانے میں سندھ کے راجہ سے وہ صوبے جو ایرانی سلطنت کا جزو تھے واپس لینے کی کوشش کی گئی اس سلسلہ میں معمولی چھیڑ چھاڑ سندھی فوجوں سے ہوئی لیکن اُن کے بعد یزید کی حکومت میں پھر وہی اندرونی فسادات واپس آگئے اور مسلمان بیرونی علاقوں کی طرف متوجہ نہ ہوسکے۔

عبدالملک کے زمانے میں پھر مسلمانوں کو بیرونی ممالک کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ نہ ملا۔ اور حجاج نے جو مشرقی ممالک کا والسرائے تھا۔ سندھ کے مقابلے میں افغانستان و بدخشان کے حاکم رتبیل کی سرکوبی کو اس لئے مقدم سمجھا کہ وہ خراسان کے اسلامی صوبہ کے لئے بہت زیادہ خطرناک ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حجاج کی زیادہ تر توجہ رتبیل اور اُس کی وجہ سے بُخارا وغیرہ کی طرف مبذول رہی۔ حجاج کے گورنر قتیبہ نے مُلکِ چین تک کے سرکشوں کو سیدھا کرنے میں کارہائے نمایاں دکھلائے۔ اس کے بعد سندھ کا مُلک ہی ایک ایسا مُلک تھا کہ مسلمان سندھیوں سے اپنے حقوق واپس لینے اور سندھ کے راجہ کو آئندہ کے لئے دُرست رکھنے کی غرض سے اپنی طاقت وسطوت کا نمونہ دکھاتے لیکن ابھی مسلمان اس ضروری کام کو اپنی طرف سے شروع نہ کرنے پائے تھے کہ خود سندھ کے راجہ نے مسلمانوں کو اپنے مُلک پر حملہ آور ہونے کی دعوت دے دی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کچھ مسلمان سوداگر جزیرہ سراندیپ میں بہ حالت سفر فوت ہو گئے تھے اُن کے یتیم بچے اور بیوہ عورتیں جو اس جزیرہ میں رہ گئیں اُن کو سراندیپ کے راجہ نے حجاج بن یوسف ثقفی اور خلیفہ ولید بن عبدالملک کی عنایت ومہربانی اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے بہترین ذریعہ سمجھا۔ سراندیپ کا راجہ مسلمانوں کی فتوحات کا حال سُن سُن کر پہلے سے مرعوب اور اپنی نیازمندی کے اظہار کی غرض سے کسی ذریعہ اور حیلہ کا متلاشی تھا۔ چنانچہ اُس نے ان یتیم بچوں اور بیواؤں کو بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ اپنے معتمدوں کے ساتھ اپنے خاص جہازوں میں بٹھا کر حجاج کے پاس روانہ کیا۔ بہت سے قیمتی تحفے اور ہدیے حجاج اور خلیفہ ولید کے لئے بھیجے اور ان یتیموں اور بیواؤں سے اُمید رکھی کہ یہ ضرور میری تعریف حجاج سے کریں گے۔ یہ کشتیاں سراندیپ سے روانہ ہو کر ساحل کے قریب قریب سفر کرتی ہوئی خلیج فارس کی طرف روانہ ہوئیں کہ وہاں سے خشکی پر اُتر کر یہ لوگ معہ تحفہ وہدایا حجاج کی خدمت میں کوفہ پہنچیں گے راستے میں بادِ مخالف کے طوفان نے ان کشتیوں کو سندھ کے بندرگاہ دیبل میں لا ڈالا۔ یہاں سندھ کے راجہ مسمی داہر کے سپاہیوں نے ان کشتیوں کو لوٹ لیا اور سواروں کو قید کر لیا بہ حال جب حجاج کو معلوم ہوا تو اُس نے سندھ کے راجہ کو لکھا کہ وہ کشتیاں ہمارے پاس آ رہی تھیں تم لٹیروں کو فوراً واقعی سزا دو اور کشتیوں کے آدمیوں کو معہ سامان مفرونہ ہمارے پاس بھیج دو۔ یہاں

سے راجہ نے حجاج کو نہایت مغرورانہ اور نامعقول جواب لکھا۔

حجاج نے اوّل عبداللہ اسلمی کو چھ ہزار فوج کے ساتھ سندھ کی طرف روانہ کیا۔ عبداللہ سندھ میں پہنچ کر راجہ داہر کی فوج کا مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا اور یہ مہم ناکام رہی دوسری مرتبہ حجاج نے بدیل نامی سردار کو مامور کیا کہ وہ بھی چھ ہزار فوج لے کر دیبل تک پہنچ گیا مگر راجہ جیسے کے مقابلہ میں لڑتا ہوا گھوڑے سے گر کر شہید ہوا۔

اس خبر کو سن کر حجاج کو اور بھی زیادہ ملال ہوا۔ تیسری مرتبہ اُس نے محمد بن قاسم کو جو اُس کا داماد بھی تھا اور صرف سترہ سال کی عمر کا نوجوان تھا۔ چھ ہزار شامی فوج کے ساتھ سندھ کی طرف روانہ کیا۔ محمد بن قاسم کے ساتھ اس مرتبہ شامی سپاہی اس لئے بھیجے گئے کہ حجاج کو اس بات کا شبہ تھا کہ عراقی و ایرانی سپاہی سندھیوں سے ساز باز رکھتے ہیں۔ محمد بن قاسم نے اوّل صوبۂ مکران کو جس پر سندھیوں نے قبضہ کر رکھا تھا فتح کر کے سندھیوں کو بھگایا۔ دیبل پر آیا اُس کو فتح کیا۔ نیرون اور برہمن آباد کی طرف بڑھا۔ راجہ دہر کے پاس نہ صرف ایرانی لوگ ہی پناہ گزین تھے بلکہ بہت سے عرب لوگ بھی جو خلیفۂ وقت یا عمالِ خلافت سے باغی ہو ہو کر بھاگے تھے۔ سندھ میں راجہ داہر کے پاس پناہ گزین تھے۔ اس لئے بھی سندھ پر حملہ کرنا ناگزیر تھا۔ راجہ داہر نے مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے یکے بعد دیگرے سندھ کے شہروں کو فتح کرنا شروع کیا حتیٰ کہ تمام ملک سندھ اور ملتان اُس کے ہاتھ پر مفتوح ہوا۔

سندھ کی فتح میں حجاج کی توجہ پورے طور پر محمد بن قاسم کی طرف مبذول رہی وہ روزانہ خبریں منگواتا اور روزانہ محمد بن قاسم کو ہدایات بھیجتا تھا۔ محمد بن قاسم نے اپنے آپ کو سندھیوں کے لئے نہایت شفیق و رحم دل فاتح اور رعایا پرور حکمران ثابت کیا۔ اس نوجوان فتح مند نے جس رواداری بردباری، سیر چشمی اور لطف و عطا کا اظہار کیا اس کی مثالیں تاریخ عالم میں بہت ہی کم دستیاب ہو سکتی ہیں۔ محمد بن قاسم کی فتوحاتِ سندھ کا مفصل حال تاریخ ہند میں لکھا جائے گا۔ محمد بن قاسم مُلتان کو فتح کر چکا تھا کہ اس کے پاس حجاج کے فوت ہونے کی خبر پہنچی مگر اس نے اپنی فتوحات کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور ۹۶ھ تک بندر سورت سے لے کر مُلکِ کشمیر تک تمام مغربی ہندوستان کو مفتوح و محکوم کر لیا۔

حجاج بن یوسف ثقفی

حجاج کے حالات اوپر برابر ذکر ہوتے چلے آتے ہیں۔ ولید بن عبدالملک کے تخت نشین ہوتے ہی حجاج نے یزید بن مہلب کو خراسان کی گورنری سے حبیب بن مہلب کو کرمان کی حکومت سے معزول کر کے قید کر دیا تھا پھر مہلب کے تمام بیٹوں کو قید کر دیا۔ یزید بن مہلب کے تمام بیٹوں کو قید کر دیا۔ یزید مع اپنے بھائیوں کے قید خانے سے فرار ہو کر فلسطین میں ولید بن عبدالملک کے بھائی سلیمان بن عبدالملک کے پاس پہنچا جو وہاں کا عامل تھا۔ حجاج نے ولید کو یزید بن مہلب کی شکایتیں لکھیں لیکن سلیمان کی سفارش سے یزید بن مہلب اور اُس کے بھائیوں سے ولید نے کوئی مواخذہ نہ کیا۔ حجاج کے مزاج کی سختی نے اہلِ عراق کو پریشان کیا۔ اور اکثر لوگ حجاج سے تنگ آ کر عراق سے فرار ہوئے اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں جا جا کر مقیم ہوتے وہاں حضرت عمر بن عبدالعزیز حجاز کے گورنر تھے۔ انھوں نے عراق سے آئے ہوئے ان لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کیا۔

۹۳ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عبدالملک کو ایک خط حجاج کی شکایت میں لکھا کہ اس نے اہلِ عراق کو بہت ستا رکھا ہے اور اپنے ظلم و زیادتی میں حد سے بڑھ گیا ہے۔ حجاج کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو اُس نے بھی ایک خط حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شکایت میں ولید کو لکھا کہ اکثر فتنہ پرداز اور منافق لوگ عراق سے جلا وطن ہو کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس چلے جاتے ہیں اور عمر بن عبدالعزیز اُن کی گرفتاری سے مانع ہوتے ہیں یہ بات حکومت و سلطنت کے لئے موجبِ نقصان ثابت ہو گی۔ مناسب یہ ہے کہ آپ عمر بن عبدالعزیز کو حجاز کی حکومت سے معزول کر دیں۔

ولید نے ماہِ شعبان ۹۳ھ میں عمر بن عبدالعزیز کو حجاز کی حکومت سے معزول کر کے اُن کی جگہ خالد بن عبداللہ کو مکہ معظمہ کا اور عثمان بن حبان کو مدینہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ خالد نے مکہ میں جاتے ہی کُل اہلِ عراق کو وہاں سے نکال باہر کیا اور اُن لوگوں کو بھی دھمکایا، جنھوں نے اپنے مکانات اہلِ عراق کو کرایہ پر دے رکھے تھے۔ جو لوگ حجاج کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے مکہ معظمہ میں آئے تھے انھیں میں سعید بن جبیر بھی تھے۔ سعید بن جبیر کی خطا یہ تھی کہ وہ عبدالرحمٰن بن اشعث کے ہم آہنگ ہو گئے تھے اور حجاج کی نگاہ میں یہ خطا کوئی معمولی خطا نہ تھی۔ خالد نے اُن کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ حجاج نے اُن کو قتل کر دیا۔ سعید بن جبیر بالکل بے گناہ مقتول ہوئے اور اس قسم کے یہی ایک مقتول نہ

تھے بلکہ بہت سے بزرگ اور نیک آدمیوں کو حجاج نے ظالمانہ قتل کیا۔

ولید بن عبدالملک کے بعد سلیمان بن عبدالملک تخت خلافت کا آرزومند تھا کیونکہ عبدالملک نے ولید کے بعد سلیمان کو ولی عہد بنایا تھا اور اسی پر لوگوں سے بیعت لی گئی تھی۔ ولید نے یہ چاہا کہ میں سلیمان اپنے بھائی کو محروم کرکے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد بناؤں۔ اس خواہش اور ارادے کا حال ولید نے جُدا جدا اپنے سرداروں کے سامنے بیان کیا تو حجاج اور قتیبہ نے تو پسند کیا۔ لیکن اوروں نے ولید کو ڈرایا اور کہا کہ مسلمانوں میں فتنہ برپا ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ اسی سال ۹۵ھ میں بماہ شوال بیس برس عراق کی حکومت کرنے کے بعد حجاج نے وفات پائی اور مرتے وقت اپنے بیٹے عبداللہ بن حجاج کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ ولید بن عبدالملک نے حجاج کے تمام عاملوں کو اُن کے عہدوں پر بدستور قائم رکھا۔

موسیٰ بن نصیر

جس طرح حجاج مشرقی ممالک کا سب سے بڑا وائسرائے تھا اسی طرح مغربی ممالک کا وائسرائے ولید بن عبدالملک کے عہد میں موسیٰ بن نصیر تھا جس کا جائے قیام مقام قیروان تھا۔ شمالی افریقہ کے اس سب سے بڑے حاکم کے پاس اندلس کے بعض لوگ آئے اور اپنے بادشاہ لذریق (راڈرک) کے ظلم وستم کی شکایت کرکے التجا کی کہ آپ اندلس (اسپین) پر چڑھائی کرکے مراقش کی طرح اُس کو بھی اپنی حکومت میں شامل کریں۔

موسیٰ نے اہلِ اندلس کی اس درخواست پر چند روز غور کیا اُس کے بعد اپنے ایک غلام کو چار کشتیوں میں چار سو سپاہیوں کے ساتھ ساحلِ اندلس کی طرف روانہ کیا کہ وہاں کے حالات سے آگاہی حاصل ہو اور دوسری طرف خلیفہ ولید سے اندلس پر چڑھائی کرنے کی اجازت طلب کی۔ خلیفہ نے چڑھائی کی اجازت عطا کردی۔ اُدھر وہ چار سو سپاہی بھی سالماً غانماً واپس آئے۔

۹۱ھ یا ۹۲ھ میں موسیٰ نے اپنے دوسرے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کو سات ہزار فوج دے کر اندلس پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ طارق اُس زمانہ میں موسیٰ بن نصیر کی طرف

سے طنجہ دواقع مراکو) کا حاکم تھا وہ اپنے سات ہزار ہمراہیوں کے ساتھ کشتیوں پر سوار ہو کر اور بارہ میل کی چوڑی آبنائے جبل الطارق کو عبور کر کے ساحلِ اندلس پر اُترا اور شمال کی جانب متوجہ ہوا۔ علاقہ شذونہ میں اسپین کا بادشاہ لذریق ایک لاکھ جترار فوج کے ساتھ طارق کے مقابلہ پر آیا آٹھ روز تک بڑے زور شور کی لڑائی رہی آخر آٹھویں روز ۲۸ رماہِ رمضان المبارک ۹۲ھ کو شاہ لذریق طارق کے مقابلہ میں مارا گیا اور عیسائی لشکر نے راہِ فرار اختیار کی۔

اسی سال سندھ کا راجہ داہر محمد بن قاسم کے مقابلہ میں مارا گیا تھا۔ اس کے بعد بڑی آسانی سے طارق اندلس کے شہروں کو فتح کرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس فتح عظیم کا حال جب موسیٰ بن نصیر کو معلوم ہوا تو اُس نے طارق کو آئندہ پیش قدمی سے رُکنے اور اپنے پہنچنے تک انتظار کرنے کے لئے لکھا مگر طارق اور اُس کے بہادر سپاہی اب رُک نہیں سکتے تھے۔ آخر رمضان ۹۳ھ میں موسیٰ بن نصیر بھی اٹھارہ ہزار فوج لے کر اندلس پہنچ گیا اور تمام جزیرہ نمائے اندلس کو کوہ پیری نیز تک فتح کر لیا۔ مشرقی اندلس میں علاقہ پر شلونہ کو فتح کرنے کے بعد موسیٰ نے ولید بن عبدالملک کو لکھا کہ میں نے تمام مُلک اسپین کو فتح کر لیا ہے اب اجازت دیجئے کہ میں یورپ کے اندر ہوتا اور فتوحات حاصل کرتا ہوا قسطنطنیہ تک پہنچوں اور فتح قسطنطنیہ کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

لیکن ولید بن عبدالملک نے موسیٰ کو لکھا کہ تم اسپین میں کسی کو حاکم مقرر کر کے معہ طارق بن زیاد میرے پاس براہِ افریقہ واپس آؤ اگر اُس وقت موسیٰ بن نصیر کو اجازت مل جاتی۔ تو یہ کچھ بھی دشوار نہ تھا کہ تمام برِاعظم یورپ فتح ہو جاتا۔ بہر حال خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں موسیٰ نے اندلس میں اپنے بیٹے عبدالعزیز کو گورنر مقرر کیا۔ اور مراکو اپنے دوسرے بیٹے عبدالملک کو سپرد کیا۔ اور قیروان میں اپنے تیسرے بیٹے عبداللہ کو اپنا جانشین بنایا اور اس انتظام سے فارغ ہو کر خود معہ تحف و ہدایا دمشق کی جانب روانہ ہوا۔ لیکن یہ جس روز دمشق پہنچا ہے خلیفہ ولید بن عبدالملک کا انتقال ہو چکا تھا۔

ولید بن عبدالملک کی وفات

ولید نے اپنے بھائی سلیمان کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کی جو کوشش کرنی چاہی تھی اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اگر وہ چند روز اور نہ مرتا تو شاید اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاتا لیکن اب یہ ہوا کہ سلیمان اُن سرداروں کا جنھوں نے ولید کے ارادے کی تائید کی تھی۔ دشمن ہو گیا نیز ہر ایک اُس شخص سے جس کو ولید محبوب و مکرم رکھتا تھا، سلیمان کو دشمنی ہو گئی۔ اور اس کا نتیجہ آئندہ عالم اسلام کے لئے کسی قدر مضر ثابت ہوا۔ ولید بن عبدالملک نے ۱۵ جمادی الثانی ۹۶ھ مطابق ۲۵ فروری ۷۱۵ء میں پینتالیس سال چند ماہ کی عمر میں نو سال آٹھ مہینے خلافت کرنے کے بعد مُلکِ شام کے مقام دیر مران میں وفات پائی اور ۱۹ بیٹے چھوڑے ولید کے عہدِ خلافت میں سندھ۔ ترکستان۔ سمرقند و بخارا وغیرہ۔ اندلس۔ ایشیائے کوچک کے اکثر شہر و قلعے اور بعض جزیرے حکومتِ اسلامی میں شامل ہوئے ولید کی خلافت مسلمانوں کے لئے ایک طرف راحت و آرام اور خوش حالی کا زمانہ تھا تو دوسری طرف فتوحاتِ ملکی کا خاص زمانہ تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اس قدر عظیم و اہم فتوحاتِ مُلکی اور کسی خلیفہ کے زمانے میں اب تک مسلمانوں کو حاصل نہ ہوئی تھیں۔ جب ولید کا انتقال ہوا ہے تو اُس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک مقام رملہ میں تھا۔

سلیمان بن عبدالملک

سلیمان اپنے بھائی ولید سے چار سال عمر میں چھوٹا تھا۔ ولید کی وفات کے بعد اس کے ہاتھ پر جمادی الثانی ۹۶ھ میں بیعتِ خلافت ہوئی۔ حجاج چونکہ سلیمان کو ولی عہدی سے معزول کرانے میں ولید کا ہم خیال تھا اور قتیبہ بن مسلم بھی اس معاملہ میں حجاج و ولید کا ہم نوا تھا۔ لہٰذا سلیمان کو حجاج و قتیبہ دونوں سے سخت عداوت تھی۔ حجاج سلیمان کے خلیفہ ہونے سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا قتیبہ البتہ خراسان

کی گورنری پر مامور اور زندہ موجود تھا۔ قتیبہ کو اس بات کا احساس تھا کہ سلیمان کی خلافت میں میرے ساتھ کس قسم کا سلوک روا رکھا جائے گا۔

قتیبہ کا قتل

قتیبہ بن مسلم باہلی امیر خراسان نے جب سُنا کہ ولید فوت ہو گیا اور اُس کی جگہ سلیمان بن عبد الملک تخت نشین ہوا تو اُس نے خراسان کی تمام موجودہ فوج اور سردارانِ لشکر کو جمع کر کے اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ سلیمان بن عبد الملک کی خلافت سے انکار کرنا چاہیے۔ قتیبہ کے پاس جو فوج تھی اُس میں ایک زبردست حصہ بنو تمیم کا تھا۔ بنو تمیم کا سردار وکیع تھا۔ وکیع نے یہ رنگ دیکھ کر لوگوں سے سلیمان بن عبد الملک کی بیعتِ خلافت لینی شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر تمام لشکر میں پھیلی اور تمام قبائل وکیع کے گرد جمع ہو گئے۔ قتیبہ نے ہر چند کوشش کی کہ لوگ اس کی باتیں سنیں اور اس سے افہام تفہیم کریں۔ لیکن پھر کسی نے اُس کی بات نہ پوچھی اور علانیہ گستاخیاں کرنے لگے قتیبہ کے ساتھ اُس کے بھائی اور بیٹے اور رشتہ دار شریک رہے آخر لشکریوں نے لوٹ مار شروع کر دی اور قتیبہ کی ہر چیز کو لوٹنا اور جلانا شروع کر دیا۔ قتیبہ کے رشتہ داروں نے قتیبہ کے خیمہ کی حفاظت کرنی چاہی لیکن وہ سب مارے گئے اور بالآخر قتیبہ بھی بہت سے زخم کھا کر بیہوش زمین پر گرا اور لوگوں نے فوراً اُس کا سر کاٹ لیا۔ قتیبہ کے صرف بھائی اور بیٹے گیارہ شخص مارے گئے اُس کے بھائیوں میں سے صرف ایک شخص عمر بن مسلم اس لئے بچ گیا کہ اُس کی ماں قبیلۂ بنو تمیم سے تھی۔ وکیع نے قتیبہ کا سر اور اُس کی انگوٹھی خراسان سے سلیمان بن عبد الملک کے پاس بھجوا دی قتیبہ بن مسلم خاندانِ بنو اُمیہ کے سرداروں میں نہایت زبردست فتح مند اور نامور سردار تھا ایسے زبردست سردار کی ایسی موت نہایت افسوسناک حادثہ ہے لیکن چونکہ اُس نے خلیفہ وقت کے خلاف کوشش کرنے میں ناعاقبت اندیشی سے کام لیا تھا لہٰذا سلیمان بن عبد الملک پر قتیبہ کے قتل کا کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا۔

محمد بن قاسم کی وفات

سلیمان بن عبد الملک پر سب سے بڑا الزام محمد بن قاسم کے معاملہ میں لگایا جا سکتا

ہے۔ سلیمان کو اگر حجاج سے عداوت ودشمنی تھی تو اس دشمنی کو حجاج کے رشتہ داروں تک بلا وجہ وسیع نہیں ہونا چاہیے تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ سلیمان نے محمد بن قاسم کو بھی اسی طرح کشتنی وگردن زدنی سمجھا جس طرح وہ حجاج کو سمجھتا تھا محمد بن قاسم نہایت سمجھدار۔ بہادر مستقل مزاج۔ نیک طینت اور جوان صالح تھا۔ اس نوجوان نے سندھ وہند کی فتوحات میں ایک طرف اپنے آپ کو رستم واسکندر سے بڑھ کر ثابت کیا تو دوسری طرف وہ نوشیروان عادل سے بڑھ کر عادل ورعایا پرور ظاہر ہوا تھا۔ اس نوجوان فتح مند سردار نے سلیمان کے خلاف قطعاً کوئی حرکت کبھی نہیں کی تھی۔

حجاج کی وفات کے بعد بھی وہ اسی طرح فتوحات وملک داری میں مصروف رہا جیسا کہ حجاج کی زندگی میں تھا۔ اس کے پاس جس قدر فوج تھی وہ سب کی سب دل وجان سے اس پر فدا اور اس کے ہر ایک حکم کی تعمیل کو بسر وچشم موجود تھی اور یہ بھی سب سے بڑی دلیل اس بات کی تھی کہ محمد بن قاسم نہایت اعلیٰ درجہ کی قابلیت سپہ سالاری رکھتا تھا ایسے نوجوان کی جس کی ابتدا ایسی عظیم الشان تھی اگر تربیت کی جاتی اور اس سے کام لیا جاتا تو وہ سلیمان بن عبدالملک کے لئے تمام برِاعظم ایشیا کو چین وجاپان تک فتح کر دیتا لیکن سلیمان نے جذبۂ عداوت سے مغلوب ہو کر یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا والی بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے بھیج دو۔ سلیمان کا یہ حکم درحقیقت تمام کارگذار اور فتح مند سپہ سالاروں کو بددل بنا دینے کا ایک زبردست اعلان تھا۔ کسی خلیفہ یا سلطان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی قابلِ شرم بات نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے سرداروں کے عظیم الشان اور قابلِ تعریف کاموں کا صلہ بجائے تحسین وآفرین اور عزت افزائی کے قید وگرفتاری سے دے۔

یزید بن ابی کبشہ سندھ میں آکر زور وقوت کے ذریعہ محمد بن قاسم کو ہرگز ہرگز مغلوب نہیں کر سکتا تھا۔ محمد بن قاسم کے ہمراہیوں کو جب خلیفہ کے اس نامعقول حکم کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے محمد بن قاسم سے کہا کہ تم اس حکم کی ہرگز تعمیل نہ کرو۔ ہم تم کو اپنا امیر جانتے اور تمہارے ہاتھ پر اطاعت کی بیعت کئے ہوتے ہیں۔ خلیفہ سلیمان کا ہاتھ ہرگز آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ محمد بن قاسم کو مغلوب کرنے کے لئے خلیفہ سلیمان کو اپنی خلافت کا پورا زور لگانا پڑتا کیونکہ یہاں محمد بن قاسم کے پاس اس کی ہردل عزیزی کے سبب ایسے

ذرائع موجود تھے کہ سندھ کے ریگستان کا ہر ایک ذرہ اس کی اعانت وامداد کے لئے کوشاں ہوتا۔ مگر اس جوان صالح نے فوراً بلا توقف اپنے آپ کو ابن ابی کبشہ کے سپرد کر دیا اور کہا کہ خلیفہ وقت کے حکم کی نافرمانی کا جرم مجھ سے ہرگز سرزد نہ ہوگا۔ چنانچہ محمد بن قاسم کو گرفتار کرنے کے بعد ابن ابی کبشہ نے دمشق کی جانب روانہ کر دیا۔ وہاں سلیمان کے حکم سے وہ واسط کے جیل خانہ میں قید کر دیا گیا اور صالح بن عبدالرحمٰن کو اس پر مسلط کر دیا جس کو اس نے جیل خانے میں انواع واقسام کی تکلیفیں دے دے کر مار ہی ڈالا۔

موسیٰ بن نصیر کا انجام

موسیٰ بن نصیر کی نسبت اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اس نے تمام شمالی افریقہ میں امن وامان قائم رکھا اور اندلس کی فتح کو تکمیل تک پہنچایا۔ موسیٰ کا باپ نصیر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم کا مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام تھا۔ جو خاندانِ مروان کا ایک فرد سمجھا جاتا تھا۔ اس بہادر سردار کے حوصلے کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ تمام براعظم یورپ کو صرف پندرہ بیس ہزار فوج سے فتح کر لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ موسیٰ بن نصیر جب دارالخلافہ میں پہنچا تو اس کا قدر شناس خلیفہ ولید فوت ہو چکا تھا۔ سلیمان نے موسیٰ کے ساتھ بجائے اس کے کہ عزت وقدردانی کا برتاؤ کرتا اس کو قید کر دیا اور اس قدر بھاری تاوان اس کے ذمہ عائد کیا جو موسیٰ کی استطاعت سے باہر تھا۔ یہاں تک کہ موسیٰ کو تاوان کا روپیہ پورا کرنے کے لئے عرب سرداروں سے مانگ کر اپنی آبرو برباد کرنی پڑی اور اس کی تمام ناموری اور عزت وحرمت خاک میں مل گئی۔

ولید کے زمانے کے نامور سرداروں میں سے صرف مسلمہ بن عبدالملک سلیمان کی عنایت ریزیوں سے بچا رہا اور سلیمان نے اس کو بدستور اپنے عہدے اور مرتبہ پر قائم رکھا۔ مسلمہ سلیمان کا بھائی تھا اور اس کو ولی عہدی کے معاملہ سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا اسی لئے سلیمان نے اس کو اپنے دشمنوں کی فہرست میں داخل نہیں کیا۔

یزید بن مہلب

اُوپر بیان ہوچکا ہے کہ حجاج مہلب کے بیٹوں سے ناراض تھا اور یزید بن مہلب کو معہ اُس کے بھائیوں کے قید کر دیا تھا۔ یزید بن مہلب جیل خانے سے بھاگ کر فلسطین میں سلیمان بن عبدالملک کے پاس چلا گیا۔ اُس زمانہ میں سلیمان بن عبدالملک فلسطین کا گورنر تھا یہ بھی ذکر ہوچکا ہے کہ حجاج نے مرتے وقت اپنے بیٹے عبداللہ بن حجاج کو اپنی جگہ عراق کا گورنر مقرر کیا تھا اور ولید بن عبدالملک نے اس تقرر کو جائز رکھا تھا۔ اب ولید کی وفات کے بعد جب سلیمان بن عبدالملک تختِ خلافت پر بیٹھا تو اُس نے سب سے پہلے حجاج کے بیٹے عبداللہ کو معزول کر کے اُس کی جگہ یزید بن مہلب کو گورنرِ عراق مقرر کیا۔ یزید بن مہلب جانتا تھا کہ اگر لوگوں سے خراج کے وصول کرنے میں میں نے سختی کی کہ تو حجاج کی طرح بدنام ہوجاؤں گا اور اگر رعایت و نرمی سے کام لیا تو سلیمان بن عبدالملک کی نگاہوں سے گر جاؤں گا اس لئے اُس نے یہ تدابیر اختیار کیں کہ سلیمان بن عبدالملک کو اس بات پر رضامند کیا کہ وہ عراق کی تحصیل خراج یعنی صیغہٴ مال کی افسری پر صالح بن عبدالرحمٰن کو مقرر کردے اور باقی انتظامی و فوجی معاملات گورنر عراق یعنی یزید بن مہلب سے متعلق رہیں۔ یزید بن مہلب کی یہ خواہش سلیمان کو اس لئے بھی ناگوار نہ گذری کہ وہ جانتا تھا کہ حجاج نے یزید بن مہلب پر سرکاری روپیہ کے خورد بُرد کرنے کا الزام لگا کر قید کیا تھا۔ چنانچہ صالح بن عبدالرحمٰن صیغہ مال کی افسری پہ مامور ہوکر اوّل عراق کی جانب بھیج دیا گیا اُس کے بعد یزید بن مہلب بھی عراق کا گورنر بن کر کوفہ میں وارد ہوا یہاں یزید و صالح میں ناچاقی پیدا ہوئی اور یزید بن مہلب کے لئے صالح بن عبدالرحمٰن کا وجود باعثِ تکلیف ثابت ہونے لگا۔

اسی دوران میں خبر آئی کہ قتیبہ بن مسلم خراسان میں مارا گیا۔ یزید خراسان کی گورنری کو ترجیح دیتا تھا کیونکہ وہ اور اُس کا باپ خُراسان کا گورنر رہ چکے تھے سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن مہلب کی خواہش کے موافق اُس کو خراسان کے صوبہ کی سند گورنری دے کر عراق کو بھی اسی کے ماتحت رکھا۔ یزید نے عراق کے اندر کوفہ و بصرہ وواسط وغیرہ میں اپنے جُدا جُدا نائب چھوڑ کر خود خراسان کا قصد کیا۔ خراسان میں پہنچ کر یزید بن مہلب نے

اول قہستان پر اٹس کے بعد جرجان پر چڑھائی کی اور یہاں کے باغی سرداروں سے جرمانہ وخراج وصول کر کے مصالحت کی۔ اہلِ جرجان نے چند روز کے بعد پھر بغاوت کی یزید نے چڑھائی کر کے چالیس ہزار ترکوں کو معرکۂ جنگ میں قتل کیا اور شہر جرجان کا بنیادی پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ کر وہاں جہم بن ذخر جعفی کو اپنی طرف سے حاکم مقرر کیا۔ اس سے پیشتر جرجان کسی شہر کا نام نہ تھا۔ بلکہ وہ ایک پہاڑی علاقہ تھا جس میں چھوٹے چھوٹے بہت سے دیہات شامل تھے۔ یزید بن مہلب نے ایک شہر آباد کیا جس کا نام جرجان مشہور ہوا۔ اس کے بعد طبرستان کو فتح کر کے اپنا عامل مقرر کیا۔

مسلمہ بن عبدالملک

۹۸ھ میں مسلمہ بن عبدالملک نے علاقہ رضاخیہ کو فتح کیا۔ ۹۸ھ میں ایک رومی سردار الیون نامی نے حاضر دربار خلافت ہو کر قسطنطنیہ کے فتح کرنے کی ترغیب دی سلیمان نے اپنے بیٹے داؤد اور اپنے بھائی مسلمہ کو فوج دے کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا مسلمہ اس فوج کا سپہ سالار اعظم تھا۔ مسلمہ نے جا کر قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ جب لشکر اسلام قسطنطنیہ کے قریب پہنچا تھا تو مسلمہ نے لشکریوں کو حکم دیا تھا کہ ایک ایک مد غلہ ہر شخص اپنے ہمراہ لیتا چلے اور لشکر گاہ میں جا کر جمع کرے۔ قسطنطنیہ کے محاصرہ کرنے کے بعد یہ غلہ جمع کیا گیا تو غلہ کے انبار پہاڑوں کی طرح جمع ہو گئے۔ مسلمہ نے قسطنطنیہ کا محاصرہ ڈال کر فوج والوں کے لئے مکانات مٹی پتھر کے بنوا دیئے اور میدانوں میں کھیتی کرنے کا حکم دیا چنانچہ کھیتی پک کر تیار ہو گئی۔ روزانہ اخراجات خورد ونوش کے لئے غلہ لوٹ مار کے ذریعہ فراہم کیا جاتا تھا۔ غلہ کے انبار محفوظ تھے۔ کھیتی پک کر تیار ہو گئی تھی۔ اہل قسطنطنیہ اس عزم وہمت اور استقلال کے ساتھ محاصرہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے سال بھر گذرنے کے بعد انھوں نے خفیہ پیغاموں کے ذریعہ اسی رومی سردار الیون نامی کو اپنی طرف متوجہ کر کے اس بات کا لالچ دیا کہ اگر مسلمانوں کا محاصرہ اٹھوا دو اور ان کو یہاں سے رخصت کر دو تو ہم آدھا ملک تم کو دیدیں گے الیون اس پر رضامند ہو گیا۔ اُس نے مسلمہ کو مشورہ دیا کہ اگر تم اپنے غلہ کے انباروں اور کھیتوں کو آگ لگا دو گے تو رومی لوگ یہ سمجھیں گے کہ اب مسلمان سخت اور فیصلہ کن حملہ کرنے پر مستعد ہو گئے ہیں لہٰذا امید ہے کہ وہ فوراً شہر آپ کے سپرد کر دیں گے اور بغیر لوٹے ہوئے بآسانی شہر پر قبضہ ہو سکے گا۔ مسلمہ مذکور رومی سردار کے اس چکمے میں آ گیا۔ حالانکہ اس سے پیشتر رومی مسلمہ کے پاس یہ

پیغام بھیج چکے تھے کہ ہم سے فی کس ایک اشرفی کے حساب سے جزیہ لے لو اور محاصرہ اٹھا کر چلے جاؤ لیکن مسلمہ ان کی اس درخواست کو رد کر چکا تھا۔ چند روز اور محاصرہ جاری رہتا تو قسطنطنیہ کے فتح ہونے میں کوئی شبہ باقی نہ تھا لیکن خدا تعالیٰ کو ابھی منظور نہ تھا کہ مسلمان قسطنطنیہ پر قابض و متصرف ہوں چنانچہ مسلمہ نے غلے کے انباروں اور کھیتوں کو آگ لگوا دی۔

اس احمقانہ فعل کا اثر یہ ہوا کہ رومی بہت خوش ہوئے اور مدافعت پر دلیر ہو گئے۔ مسلمانوں کو غلے کی تکلیف ہونے لگی آخر القون معہ اپنے ہمراہیوں کے لشکر اسلام سے جدا ہو کر رومیوں سے جا ملا۔ سلیمان بن عبدالملک مسلمہ کو روانہ کرنے کے بعد خود مقام دابق میں مقیم تھا اور یہیں سے ہر قسم کی امداد مسلمہ کو پہنچا رہا تھا۔ ادھر کھیتی اور غلہ کو جلا دیا گیا، ادھر موسم سرما کے آجانے کی وجہ سے سلیمان [illegible] رسد وغیرہ کی امداد مسلمہ تک نہ پہنچا سکا نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر اسلام کو فاقے ہونے لگے اور بھوک کی وجہ سے لوگ مرنے شروع ہوئے کیونکہ اب اردگرد کے علاقے سے بھی غلہ لوٹ مار کے ذریعہ حاصل نہ ہو سکتا تھا۔

مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر قیصر کے سردار برجان نامی نے جو شہر صقالبیہ کا گورنر تھا ایک فوج عظیم کے ساتھ لشکر اسلام پر حملہ کیا مسلمہ نے اس کا مقابلہ کر کے شکست دی اور شہر صقالبیہ کو فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اسی عرصہ میں خبر پہنچی سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔

سلیمان بن عبدالملک کے اخلاق و عادات

سلیمان بن عبدالملک نہایت فصیح البیان شخص تھا۔ عدل و انصاف کا شوقین اور جہاد کا حریص تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو سلیمان نے اپنا وزیر و مشیر بنایا تھا یہی وجہ تھی کہ سلیمان کے اخلاق و عادات میں خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ عہد بنو امیہ میں ایک بڑی رسم جاری ہو گئی تھی کہ وہ نماز عموماً دیر کر کے آخر وقت میں پڑھتے تھے۔ سلیمان بن عبدالملک نے اس رسم کو مٹا کر نمازیں اول وقت پڑھنی شروع کیں۔ راگ اور گانے سے بھی سلیمان بن عبدالملک کو سخت نفرت تھی۔ چنانچہ اس نے گانے بجانے کی ممانعت کی۔ سلیمان نہایت خوبصورت اور وجیہہ شخص تھا۔ تنومند اور پُرخور بھی تھا۔ ایک مرتبہ ستر انار، بہت سی کشمش، چھ مہینے کی عمر کا ایک بکرا اور چھ مرغ کھا گیا اور سب کو ہضم کر لیا۔

ولی عہدی

سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بیٹے ایوب کو اپنا ولی عہد بنایا تھا لیکن جب ایوب فوت ہوا اور مقام ابق میں وہ علیل ہوا تو اس نے رجاء بن حیوۃ سے مشورہ کیا کہ میں کس کو اپنی جانشینی کے لئے نامزد کروں اول سلیمان نے اپنے بیٹے داؤد کا نام لیا۔ رجاء بن حیوۃ نے کہا کہ وہ قسطنطنیہ کے محاصرہ میں مصروف اور کفار سے لڑ رہا ہے۔ عرصہ سے وہاں کی کوئی خبر نہیں ملی۔ خدا جانے وہ زندہ ہے یا شہید ہوا اور مسافت فاصلہ زیادہ ہے ایسے شخص کو ولی عہد بنانے کا مشورہ میں نہیں دے سکتا۔ پھر سلیمان نے کہا کہ میں اپنے چھوٹے بیٹے کو ولی عہد بنا دوں۔ رجاء بن حیوۃ نے کہا کہ وہ صغیر السن ہے اس قابل نہیں کہ وہ خلافت اٹھا سکے۔ سلیمان نے کہا کہ تم پھر بتاؤ میں کس کو اپنا جانشین مقرر کروں۔ رجاء بن حیوۃ نے کہا کہ مسلمانوں کی صلاح و فلاح اور آپ کی نیک و پاک باطنی اور دین داری کا تقاضا تو یہ ہونا چاہیے کہ آپ اپنے چچا زاد بھائی عمر بن عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد بنائیں کیونکہ ان سے بہتر دوسرا شخص نہیں مل سکتا نیز وہ آپ کے وزیر اعظم ہونے کے سبب امور سلطنت کے متعلق ہر قسم کا کافی تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ سلیمان نے کہا کہ میں بھی عمر بن عبدالعزیز کو سب سے بہتر سمجھتا ہوں لیکن مجھ کو ڈر یہ ہے کہ میرے بھائی یعنی فرزندان عبدالملک راضی نہ ہوں گے اور وہ عمر بن عبدالعزیز کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ رجاء بن حیوۃ نے کہا کہ آپ عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنا کر ساتھ ہی یہ بھی وصیت کر دیجئے کہ ان کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہو۔ سلیمان بن عبدالملک نے اس مشورہ کو پسند کیا اور عمر بن عبدالعزیز کے لئے ولی عہدی کا فرمان لکھ کر اس پر مہر لگا دی۔ اس کاغذ کو ایک لفافہ میں بند کر کے اس لفافے کو بھی سربمہر کر دیا اور رجاء بن حیوۃ کو دے کر کہا کہ باہر جاؤ اور یہ لفافہ دکھا کر کہو کہ امیر المومنین نے اس لفافہ میں اپنے بعد خلیفہ ہونے والے شخص کا تعین کر دیا اور فرمان لکھ کر رکھ دیا ہے جس شخص کا نام اس فرمان میں ہے اس کے لئے بیعت کرو۔ جب رجاء نے باہر جا کر لوگوں کو جمع کر کے یہ حکم سنایا تو لوگوں نے کہا کہ ہم بیعت اس وقت کریں گے جب کہ ہم کو اس شخص کا نام بتا دیا جائے گا۔ رجاء بن حیوۃ نے آکر سلیمان سے یہ کیفیت بیان کی۔ سلیمان نے اسی وقت حکم دیا کہ کوتوال اور پولیس کو

بُلا کر حکم دو کہ لوگوں سے میرے حکم کے موافق بیعت لیں اور جو شخص انکار کرے اُس کی گردن اُڑا دیں یہ حکم سنتے ہی سب نے بیعت کی اور مطلق چون وچرا نہ کیا۔

رجاء بن حیوۃ جب بیعت لے کر واپس آ رہے تھے تو راستے میں ہشام بن عبدالملک ملا اور اُس نے کہا کہ مجھ کو خوف معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین نے کہیں مجھ کو محروم ہی نہ رکھا ہو اگر ایسا ہے تو مجھے بتا دو تاکہ میں اپنا کچھ انتظام کروں۔ رجاء نے کہا کہ امیر المومنین نے مجھ کو سر بمُہر لفافہ دیا ہے اور سب سے اس بات کو پوشیدہ رکھا ہے تم کو کیا جواب دے سکتا ہوں۔ آگے چل کر اتفاقاً عمر بن عبدالعزیز مل گئے انھوں نے کہا کہ مجھ کو بڑا ہی خوف معلوم ہو رہا ہے کہ کہیں سلیمان نے ولی عہدی کے لئے میرا ہی نام نہ لکھ دیا ہو اگر تم کو معلوم ہو تو مجھے بتا دو تاکہ میں کوشش کر کے اس مصیبت کو ٹالوں اور سُبک دوشی حاصل کروں۔ رجاء نے اُن کو بھی وہی جواب دیا جو ہشام بن عبدالملک کو دیا تھا۔

وفات

سلیمان بن عبدالملک ۹۸ھ میں دمشق سے جہاد کے ارادے پر نکلا اور قسطنطنیہ کی طرف فوج روانہ کر کے خود مقام وابق میں مقیم رہ کر اس یورش کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتا رہا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ سلیمان کو حالتِ جہاد ہی میں موت آئی۔ ۱۰ ماہ صفر ۹۹ھ بروز جمعہ سلیمان نے بمقام وابق متصل قنسرین وفات پائی۔ قریباً پونے تین سال خلافت کی اور ۴۵ سال کی عمر پائی۔ اس خلیفہ کے زمانہ میں بھی مسلمانوں کو فتوحاتِ ملکی حاصل ہوئیں۔ خلافِ شرع کاموں کا رواج موقوف ہوا۔ حجاج کے عاملوں اور متوسلوں کو جہاں کہیں وہ مامور ومقرر تھے، موقوف ومعزول کیا۔ کیونکہ وہ بھی حجاج ہی کی طرح ظلم وتشدد کی جانب مائل تھے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ محمد بن قاسم کے ساتھ جو معاملہ ہوا اُس میں سلیمان سے سخت غلطی ہوئی۔ سلیمان بن عبدالملک کے قابلِ تعریف کاموں اور عظیم الشان کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے اپنے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنایا۔ اس ایک نیکی کے مقابلے میں سلیمان بن عبدالملک کی تمام غلطیوں اور لغزشوں کو بڑی آسانی سے فراموش کیا جا سکتا ہے اور وہ ہر ایک مدح وستائش کا مستحق نظر آتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابو حفص حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم خلفائے راشدین میں خلیفۂ خامس ہیں وہ خلیفۂ صالح کے نام سے بھی مشہور ہیں اکثر اکابرِ مسلمین کا قول ہے کہ خلفائے راشدین پانچ ہیں ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ عمر بن عبدالعزیزؒ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے والد عبدالعزیز بن مروان مصر کے حاکم تھے کہ ۶۱ھ میں عمر بن عبدالعزیزؒ پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ حضرت فاروق اعظمؓ کی پوتی یعنی عاصم بن عمر فاروقؓ کی بیٹی تھیں۔ ان کے والد عبدالعزیز عبدالملک بن مروان کے بعد خلیفہ ہونے والے تھے لیکن اُن کا انتقال عبدالملک کے سامنے ہوا لہٰذا وہ خلیفہ نہ ہو سکے۔ بچپن میں گھوڑے نے اُن کے لات ماردی تھی۔ اُن کے چہرے پر اُس کے زخم کا نشان تھا۔ فاروقِ اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ میری اولاد میں سے ایک شخص ہوگا اُس کے چہرے پر ایک داغ ہوگا اور وہ زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا۔ یہی وجہ تھی کہ جب گھوڑے نے ان کے لات ماری ہے تو ان کے باپ ان کے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اگر تو وہی داغ دار ہے تو تو سعادت مند ہے۔

ابنِ سعد کا قول ہے کہ فاروقِ اعظمؓ کہا کرتے تھے کہ کاش میں اپنے اُس داغ دار بیٹے کا زمانہ پاتا جو دنیا کو اس طرح عدل و داد سے بھر دے گا جیسا کہ وہ اُس وقت ظلم سے بھری ہوئی ہوگی بلال بن عبداللہ بن عمر کے چہرے پر بھی ایک داغ تھا اس لئے خیال تھا کہ شاید یہی بشارت عمرؓ کے مصداق ہوں لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے خلیفہ ہونے پر سب کو معلوم ہو گیا کہ فاروق اعظمؓ کی پیشین گوئی کے مصداق وہی تھے۔ اُن سے پہلے عام طور پر لوگ آپس میں ذکر کیا کرتے تھے کہ دنیا کا خاتمہ نہ ہوگا۔ جب تک کہ مثیلِ عمر حاکم نہ ہوے۔

بچپن میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے باپ نے اُن کو مدینہ میں بھیج دیا تھا۔ مدینہ میں ہی اُن کی تربیت ہوئی۔ فقہائے مدینہ کی صحبت میں اُن کی عمر کا ابتدائی حصہ گذرا۔ علمائے مدینہ ہی سے انھوں نے علوم دینیہ حاصل کئے علم و فضل اور تفقہ فی الدین میں اُن کا وہ مرتبہ تھا کہ اگر وہ خلیفہ نہ ہوتے تو ائمہ شرع میں اُن کا شمار ہوتا اور وہ سب سے بڑے امام

اسنے جاتے۔ مدینہ میں ان کے والد نے ان کو عبید اللہ بن عبد اللہ کے پاس بھیجا تھا انھیں کے زیر توجہ اُن کی تربیت ہوئی۔ زید بن اسلم نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہم نے بجز عمر بن عبد العزیز کے اور کسی شخص کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو آنحضرت صلعم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو۔ زید کہتے ہیں کہ وہ رکوع وسجود پوری طرح ادا کرتے تھے۔ مگر قیام وقعود میں دیر نہ کرتے تھے۔ محمد بن علی بن حسینؓ سے کسی نے حضرت عمر بن عبد العزیز کی نسبت سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ بنو امیہ کے نجیب ہیں اور قیامت میں بصورت ایک امت واحدہ اُٹھیں گے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہونے سے پیشتر نہایت پُر تکلف اور قیمتی لباس پہنتے تھے لیکن خلیفہ ہونے کے بعد انھوں نے کھانے اور پہننے میں بالکل درویشانہ روش اختیار کرلی تھی۔ میمون بن مہران کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے نزدیک بڑے بڑے علماء شاگردوں کی طرح رہا کرتے تھے۔ مجاہد کا قول ہے کہ ہم عمر بن عبد العزیز کے پاس اس خیال سے آئے کہ وہ ہم سے کچھ سیکھیں گے مگر اُن کے پاس آکر ہم کو خود اُنھیں سے بہت کچھ سیکھنا پڑا۔

جب اُن کے والد عبد العزیز بن مروان کا انتقال ہوا تو یہ مدینہ ہی میں تشریف رکھتے تھے عبد العزیز کی وفات کا حال سُن کر عبد الملک بن مروان نے اُن کو دمشق بلا کر اپنی بیٹی فاطمہ کے ساتھ شادی کردی عبد الملک کی وفات کے بعد جب ولید خلیفہ ہوا تو اُس نے ان کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا چنانچہ یہ ۸۶ھ سے ۹۳ھ تک مدینہ کے حاکم رہے کئی مرتبہ امیر حج کی حیثیت سے حج کیا۔ امارت مدینہ کے زمانے میں تمام فقہاء علماء ان کے پاس جمع رہتے تھے۔

فقہائے مدینہ کی ایک کونسل آپ نے بنائی تھی اور اُنھیں کے مشورہ سے امورات مہم انجام دیتے تھے۔ حجاج کی شکایت پر ۹۳ھ میں ولید نے انھیں امارتِ مدینہ سے معزول کرکے شام میں بلا لیا۔ جب ولید نے ارادہ کیا کہ اپنے بھائی سلیمان کو ولی عہدی سے معزول کرکے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنائے تو حجاج وقتیبہ وغیرہ نے تو ولید کے ارادہ کی تائید کی لیکن دوسرے امراء نے اس کو ناپسند کیا۔ سب سے پہلے جس شخص نے ولید کے اس ارادے کی علانیہ اور پُرزور مخالفت کی وہ حضرت عمر بن عبد العزیز تھے چنانچہ ولید

نے ان کو قید کر دیا۔ تین برس تک یہ قید میں رہے پھر کسی کی سفارش سے رہا کر دیئے گئے۔ سلیمان بن عبدالملک اسی لئے عمر بن عبد العزیز کا بہت شکر گذار و احسان مند تھا۔ چنانچہ اُس نے خود خلیفہ ہونے کے بعد ان کو اپنا وزیر اعظم بنایا اور مرتے وقت اِن کی خلافت کے لئے وصیت لکھ گیا۔

خلافت

جب سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو رجاء بن حیوٰۃ دابق کی مسجد میں گئے تمام بنو اُمیہ اور اعیانِ لشکر کو جمع کیا۔ سربمُہر فرمانِ ولی عہدی اُن کے پاس تھا۔ انھوں نے سب کو خلیفہ کے فوت ہونے کی خبر سُنا کر دوبارہ اُس ملفوف سربمُہر فرمان پر لوگوں سے بیعت لی پھر سب کے سامنے اُس سربمہر فرمان کو کھول کر پڑھا اور لوگوں کو سنایا اُس میں سلیمان بن عبدالملک نے لکھا تھا کہ

"یہ تحریر بندۂ خدا امیر المومنین سلیمان بن عبدالملک کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کے نام ہے میں نے اپنے بعد تم کو اور تمھارے بعد یزید بن عبدالملک کو خلافت کا ولی عہد مقرر کیا۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ وہ سُنیں اور اطاعت کریں اور خدا سے ڈریں اور آپس میں اختلاف نہ کریں تاکہ دوسروں کو تمھارے مغلوب کرنے کی طمع نہ ہو۔"

اس فرمان کو سُن کر ہشام بن عبدالملک نے کہا کہ ہم عمر بن عبدالعزیز کی بیعت نہ کریں گے مگر رجاء بن حیوٰۃ نے جرات سے کام لے کر نہایت سختی سے فوراً جواب دیا کہ میں تمھاری گردن اُڑا دوں گا۔ ہشام یہ سُن کر خاموش ہوگیا۔ عبدالملک کی اولاد اس وصیت اور فرمان کو اپنی حق تلفی کا موجب سمجھتی تھی لیکن عام طور پر لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ ہونے کو بہت ہی پسند کرتے اور آپ کے سوا کسی دوسرے کا خلیفہ ہونا نہیں چاہتے تھے اُدھر عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک کو چونکہ خلافت کے لئے ولی عہد بنادیا تھا۔ لہٰذا اولادِ عبدالملک کو کسی قدر تسکین بھی ہوتی تھی کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد خلافت پھر ہمارے ہی گھرانے میں آجائے گی۔ جب رجاء نے سلیمان کا مذکورہ وصیت نامہ سُنایا تو عمر بن عبدالعزیز خلافت کے لئے اپنا نام سُن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ رہے تھے۔

عمر بن عبدالعزیز اس تحریر کو سن کر اپنی جگہ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ رجاء بن حیوۃ نے ہاتھ پکڑ کر ان کو اٹھایا اور ممبر پر لے جاکر بٹھا یا۔ سب سے پہلے ہشام بن عبدالملک کو بلایا کہ آکر بیعت کرو۔ ہشام بن عبدالملک آیا اور بیعت کی۔ ہشام کی بیعت کے بعد سب لوگوں نے بخوشی خاطر بیعت کی اور کسی نے کسی قسم کی چون وچرا نہ کی۔ بیعت کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان بن عبدالملک کے جنازے کی نماز پڑھائی اور دفن سے فارغ ہو کر چلے تو لوگوں نے شاہی اصطبل کے گھوڑے لاکر حاضر کیے کہ آپ سوار ہو کر تشریف لے جائیں آپ نے فرمایا کہ میری سواری کے لئے میرا ذاتی خچر کافی ہے چنانچہ آپ اسی اپنے خچر پر سوار ہو کر اپنے خیمے تک آئے۔ لوگوں نے آپ کو قصرِ خلافت میں لے جانا چاہا آپ نے فرمایا کہ وہاں ایوب بن سلیمان کے اہل وعیال ہیں جب تک وہ وہاں رہیں گے میں اپنے خیمے میں رہوں گا۔

بیعتِ خلافت کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو مخاطب کرکے جو تقریر کی وہ اس طرح تھی کہ

"(حمد و ثنا کے بعد) لوگو! قرآن شریف کے بعد ایسی کوئی کتاب نہیں اور آنحضرت محمد صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں کسی چیز کو شروع کرنے والا نہیں بلکہ پورا کرنے والا ہوں میں مبتدع نہیں متبع ہوں۔ میں کسی حال میں تم سے بہتر نہیں ہوں البتہ میرا بوجھ بہت زیادہ ہے جو شخص ظالم بادشاہ سے بھاگ جائے وہ ظالم نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو کہ احکامِ الٰہی کے خلاف کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے"

جب آپ سلیمان بن عبدالملک کے کفن دفن سے فارغ ہو کر واپس آرہے تھے تو آپ کے غلام نے کہا کہ آپ بہت ہی غمگین نظر آتے ہیں آپ نے اُس کو جواب دیا کہ آج اس دنیا میں اگر کوئی شخص غمگین ہونے کے قابل ہے تو وہ میں ہوں مجھ پر یہ بوجھ کیا کم ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ میرا نامہ اعمال لکھا جائے اور مجھ سے جواب طلب ہو میں حق دار کو اُس کا حق پہنچا دوں۔ آپ جب اپنے گھر میں بیعتِ خلافت اور سلیمان کے دفن سے فارغ ہو کر داخل ہوئے تو آپ کی ڈاڑھی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی۔ آپ کی بیوی نے گھبرا کر پوچھا کہ کیوں خیریت تو ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خیریت کہاں ہے میری گردن میں اُمتِ محمدی کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ ننگے، بھوکے، بیمار، مظلوم، مسافر،

قیدی، بچے، بوڑھے، کم حیثیت عیال دار وغیرہ سب کا بوجھ میرے سر پر آن پڑا ہے۔ اسی خوف میں رو رہا ہوں کہ کہیں قیامت میں مجھ سے پرسش ہو اور میں جواب نہ دے سکوں۔

خلیفہ ہونے کے بعد آپ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا کہ تم اپنے تمام زیورات بیت المال میں داخل کر دو ورنہ میں تم سے جدائی اختیار کر لوں گا کیونکہ مجھ کو یہ کسی طرح گوارا نہیں کہ تم اور تمہارے زیورات اور میں ایک گھر میں ہوں۔ اُن کی بیوی نے فوراً اپنے تمام زیورات جن میں ایک وہ قیمتی موتی بھی تھا جو عبدالملک نے اپنی بیٹی کو دیا تھا سب مسلمانوں کے لئے بیت المال میں بھجوا دیئے۔

عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اُس نے فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا کہ آپ چاہیں تو اپنے زیورات بیت المال سے واپس لے لیں فاطمہ نے جواب دیا کہ جس چیز کو میں نے اپنی خوشی سے بیت المال میں داخل کر دیا تھا۔ اب عمر بن عبدالعزیز کے بعد اُس کو کیسے واپس لے سکتی ہوں۔

عبدالعزیز بن ولید سلیمان کی وفات کے وقت موجود نہ تھا۔ نہ اُس کو عمر بن عبدالعزیز کی بیعت کا حال معلوم تھا۔ سلیمان کی وفات کا حال سن کر اُس نے خلافت کا دعویٰ کیا اور فوج لے کر دمشق کی جانب آیا۔ جب دمشق کے قریب پہنچا اور عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا حال سُنا تو بلا توقف اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور کہا کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا حال مجھ کو معلوم نہیں تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اگر تم خلافت اور حکومت کے لینے پر مستعد ہوتے تو میں ہرگز تمہارا مقابلہ نہ کرتا اور لڑائی کے پاس نہ جاتا بلکہ اپنے گھر بیٹھ جاتا۔ عبدالعزیز بن ولید نے کہا کہ واللہ میں آپ کے سوا کسی دوسرے کو مستحق خلافت نہیں سمجھتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تختِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی حکم جاری کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں کوئی شخص ناشدنی الفاظ ہرگز استعمال نہ کرے۔ اب تک بنو اُمیہ میں عام طور پر رواج تھا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بُرا کہتے اور جمعہ کے خطبہ میں بھی اُن پر لعن طعن سے دریغ نہ کرتے تھے۔

حجاج بن یوسف ثقفی کو آپ ظالم سمجھتے تھے اسی لئے سلیمان کے زمانے میں اُس کے عاملوں اور متوسلوں کو جو حجاج کے نقشِ قدم پر چلتے تھے آپ نے معزول کرا دیا تھا۔ یزید بن

مہلب گورنر خراسان کو آپ بُرا جانتے تھے، مگر یہ آپ کو معلوم تھا کہ یزید بن مہلب نے جرجان کے علاقہ کا جزیہ وصول کر کے بیت المال میں نہیں بھجوایا ہے، چنانچہ آپ نے یزید بن مہلب کو طلب کیا، اُس نے حاضر دربار ہو کر مذکورہ رقم کے داخل کرنے میں عذر وانکار اور حیلے حوالوں سے کام لیا۔ آپ نے کہا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے، میں اس کو معاف کیسے کر سکتا ہوں چنانچہ یزید بن مہلب کو آپ نے معزول کر کے قلعہ حلب میں قید کر دیا اور اُس کی جگہ جراح بن عبداللہ حکمی کو خراسان کی گورنری پر بھیج دیا۔ مسلمہ بن عبدالملک اور اُس کے لشکریوں کو جو رومیوں کے مقابلے اور قسطنطنیہ کے محاصرے میں مسلسل مصروف رہنے کے سبب شکستہ حال ہو رہے تھے آپ نے واپس بلوا لیا۔ چند روز کے بعد آپ کے پاس جراح بن عبداللہ حکمی گورنر خراسان کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ موالی کو (آزاد کردہ غلام کو) بلا وظیفہ در سد جہاد پر بھیج دیتا ہے اور ذمیوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں اُن سے بھی خراج وصول کر لیتا ہے۔ آپ نے یہ شکایت سُن کر جرّاح بن عبداللہ کے پاس حکم بھیجا کہ

"جو شخص نماز پڑھتا ہو اُس کو جزیہ معاف کر دو۔"

لوگ یہ سنتے ہی جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ جراح بن عبداللہ کو ان نو مسلموں کی طرف سے اطمینان نہ تھا اُس نے ختنہ کے ذریعہ لوگوں کا امتحان لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یہ خبر پہنچی تو اُنھوں نے جراح کو لکھ بھیجا کہ آنحضرت صلعم کو خدائے تعالیٰ نے داعی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ ختان بنا کر نہیں بھیجا۔ اس کے بعد آپ نے جراح بن عبداللہ کو اپنے پاس طلب کیا۔ جراح اپنی طرف سے عبدالرحمٰن بن نعیم کو اپنا نائب مقرر کر کے خود دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس سے دریافت کیا کہ تم کب خراسان سے روانہ ہوئے تھے اُس نے عرض کیا کہ ماہِ رمضان المبارک میں۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص تجھ کو ظالم بتاتا ہے وہ سچا ہے تو نے کیوں نہ وہیں قیام کیا اور ماہِ صیام کے گزرنے کا انتظار کیوں نہ کیا۔

اس کے بعد آپ نے عبدالرحمٰن بن نعیم کو حرب اور نمازوں پر امیر مقرر کر کے عبدالرحمٰن قشیری کو خراج کا افسر مقرر فرمایا۔

آذر بائیجان کے علاقہ پر دشمنوں نے حملہ کر کے مسلمانوں کو لوٹا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابن حاتم باہلی کو فوج دے کر اُس طرف روانہ کیا اُس نے وہاں پہنچ کر دشمنوں کو قرار واقعی سزا دی اور اسلامی رُعب از سر نو قائم کیا۔ سندھ کے لوگوں اور وہاں کے راجاؤں نے

آپ کے ہی عہد میں بطیبِ خاطر اسلام قبول کیا اور سندھ میں اسلام کی خوب اشاعت ہوگئی۔ اندلس کی طرف ضرورت پیش آئی تو آپ نے اُس طرف فوج معہ ساز و سامان روانہ کی۔ اسی طرح رومیوں کے مقابلے میں بھی فتوحات حاصل ہوئیں۔

بنواُمیّہ کی ناراضی کا سبب

بنواُمیہ نے اپنی خلافت و حکومت کے زمانے میں اچھی اچھی جاگیروں پر اپنے استحقاق سے زیادہ قبضہ کرلیا تھا جس میں دوسرے مسلمانوں کی حق تلفی ہوتی تھی مگر چونکہ بنواُمیہ حکمران تھے اس لئے کوئی چون وچرا نہیں کرسکتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو اُنھوں نے سب سے پہلے اپنی بیوی کے زیورات جن میں وہ بلا استحقاق مال کی آمیزش سمجھتے تھے اپنے گھر سے نکلوا کر بیت المال میں بھجوائے۔ پھر آپ نے بنواُمیہ کو جمع کرکے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کے پاس باغِ فدک تھا۔ جس کی آمدنی سے آپ بنو ہاشم کے بچّوں کی خبرگیری کیا کرتے اور اُن کی بیواؤں کے نکاح کردیا کرتے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے اس باغ کو آنحضرت صلعم سے مانگا مگر آنحضرت صلعم نے دینے سے انکار کردیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کے زمانے میں وہ باغ اسی حالت میں رہا آخر مروان نے اُس پر قبضہ کرلیا مروان سے منتقل ہوتے ہوئے وہ مجھے ورثہ میں پہنچا ہے۔ مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جس چیز کو آنحضرت صلعم نے اپنی صاحبزادی کے دینے سے انکار کردیا تھا وہ مجھ کس طرح حلال ہوگئی۔ لہٰذا میں تم سب کو گواہ کرتا ہوں کہ میں باغِ فدک اسی حالت میں چھوڑے دیتا ہوں جیسا کہ وہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں تھا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے تمام رشتہ داروں پھر تمام بنواُمیہ سے وہ تمام جائدادیں اور اموال و سامان واپس کرائے جو ناجائز طور پر اُن کے قبضہ و تصرف میں تھے۔ اوزاعی کہتے ہیں کہ ایک روز آپ کے مکان میں بنواُمیہ کے اکثر اشراف و سردار بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اُن سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تمھاری یہ خواہش ہے کہ میں تمھیں کسی لشکر کا سردار اور کسی علاقہ کا مالک و حاکم بنادوں۔ یاد رکھو میں اس بات کا بھی روادار نہیں ہوں کہ میرے مکان کا فرش تمھارے پیروں سے ناپاک ہو۔ تمھاری حالت بہت ہی افسوسناک ہے۔ میں تم کو اپنے دین اور مسلمانوں کے اغراض کا مالک کسی طرح نہیں بنا سکتا۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ کیا ہم کو بوجہ قرابت

کوئی حق اور کوئی فضیلت حاصل نہیں؟

آپ نے فرمایا کہ اس معاملے میں تمھارے اور ایک ادنیٰ مسلمان کے درمیان میرے نزدیک رتی برابر فرق نہیں ہے خلافتِ راشدہ کے بعد خلافت بنواُمیہ میں شانِ جمہوریت بالکل جاتی رہی تھی اور حکومت میں وہی شخصی مطلق العنان حکومت کا رنگ پیدا ہوگیا تھا جو قیصر و کسریٰ کی حکومتوں میں پایا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسلامی جمہوری شان کو پھر واپس لانے کی کوشش فرمائی۔ اور صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ کا زمانہ پھر لوگوں کی نگاہوں میں گھومنے لگا۔ چونکہ بنواُمیہ کو آپ کی خلافت میں بہت نقصان پہنچا۔ وہ جائدادیں جو غاصبانہ طور پر اُن کے قبضے میں تھیں اُن سے چھن گئیں اور عزت و عظمت کا بلند مقام جو اُن کو دوسرے قبائل کے مقابلے میں اپنی قومی حکومت کے سبب حاصل تھا مساوات سے تبدیل ہونے لگا لہٰذا تمام بنواُمیہ اُن کی خلافت کو اپنے لئے بے حد مضر اور باعثِ نقصان سمجھنے لگے۔ اُن کی نیکی و پاک باطنی کے بنواُمیہ بھی اسی طرح قائل تھے جیسے اور لوگ۔ مگر بنواُمیہ اُن کے وجود کو اپنی قوم اور قبیلے کے لئے سمِ قاتل سمجھنے لگے۔

ایک مرتبہ بنواُمیہ نے اپنی جائدادوں کو بچانے کے لئے یہ تدبیر کی کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی پھوپھی فاطمہ بنتِ مروان کے پاس گئے اور سفارش کی درخواست کی، عمر بن عبدالعزیزؒ اپنی پھوپھی کا بہت ادب و لحاظ کرتے تھے۔ چنانچہ فاطمہ بنتِ مروان نے آکر بنواُمیہ کی سفارش کی اُنھوں نے پھوپھی کو اس طرح سمجھایا کہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہوئیں کہ میں تو تمھارے بھائیوں کے اصرار سے تمھیں سمجھانے آئی تھی مگر جب تمھارے ایسے پاک اور نیک خیالات ہیں تو میں کچھ نہیں کہتی۔ یہ کہکر واپس آئیں اور بنواُمیہ سے کہا کہ تم ۔ نے فاروقِ اعظمؓ کی پوتی سے رشتہ کیا تھا لہٰذا وہی فاروقی رنگ اولاد میں موجود ہے۔

فضائل و خصائل

ابونعیم نے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ ایک روز رباح بن عبیدہ نے دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نماز کے لئے جارہے ہیں اور اُن کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی اُن کے ہاتھ پر سہارا دیتے ہوئے چلا جارہا ہے جب نماز سے فارغ ہوکر آپ اپنے مکان سے تشریف لے آئے تو رباح

نے پوچھا کہ وہ بوڑھا آدمی کون تھا جو آپ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے جا رہا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے یہ سُن کر تعجب سے کہا کہ آہا تم نے بھی دیکھ لیا۔ تم بھی ایک صالح آدمی ہو لہٰذا تم کو بتا دینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ وہ خضرؑ تھے مجھ سے اُمتِ محمدیہ کا حال پوچھنے اور عدل و انصاف کی تلقین کرنے آئے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ آنحضرت صلعم تشریف رکھتے ہیں۔ آپؐ کے داہنی طرف صدیق اکبرؓ۔ بائیں طرف فاروق اعظمؓ بیٹھے ہیں اور سامنے آپ (عمر بن عبدالعزیز) ہیں۔ اتنے میں دو آدمی کچھ خصومت لائے آنحضرت صلعم نے آپ (عمر بن عبدالعزیز) سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ اپنے دورِ خلافت میں دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے قدم بقدم چلنا۔ یہ سُن کر حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں یہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہ خواب بیان کر کے راوی نے اس خواب پر قسم کھائی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رونے لگے۔

حکم بن عمر کہتے ہیں کہ میں ایک روز عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر تھا کہ داروغۂ اصطبل حاضر ہوا اور اصطبل کا خرچ مانگنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ تم تمام گھوڑوں کو شام کے شہروں میں لے جا کر جس قیمت پر ممکن ہو فروخت کر کے ان کی قیمت فی سبیل اللہ دے دو۔ میرے لئے میرا خچر ہی کافی ہے۔

زہری کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بذریعہ خط سالم بن عبداللہ سے دریافت کیا کہ صدقات کے متعلق فاروق اعظمؓ کا طرزِ عمل کیا تھا اُنھوں نے ان کے سوال کا جواب لکھ کر آخر میں لکھا کہ اگر تم وہی عمل کرو گے جو حضرت عمر فاروقؓ اپنے عہدِ خلافت میں لوگوں سے کرتے تھے تو تم خدائے تعالیٰ کی جناب میں حضرت عمر فاروقؓ سے بھی زیادہ رُتبہ پاؤ گے۔ جب آپ خلیفہ منتخب ہو گئے اور لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو آپ رونے اور کہنے لگے کہ مجھے اپنی نسبت بڑا ہی خوف ہے حضرت حمادؒ نے پوچھا کہ آپ یہ بتایئے آپ کو درہم و دینار کی کتنی محبت ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ بالکل نہیں۔ حماد نے کہا کہ پھر آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ضرور آپ کی مدد کرے گا۔

خلیفہ بن سعید بن عاص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ آپ سے پہلے جتنے خلفا ہوئے وہ ہمیں انعامات دیا کرتے تھے۔ مگر آپ نے خلیفہ ہو کر وہ سب روک دیئے۔ میرے پاس کچھ

جاگیر بھی ہے اگر آپ حکم دیں تو میں اس میں سے اس قدر لے لیا کروں کہ میرے عیال کو کافی ہو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم مشقت سے حاصل کرو وہ تمھارا مال ہے پھر فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کیا کرو کیونکہ اگر تم تکلیف میں ہو گئے تو عیش پاؤ گے اور عیش میں ہو گے تو اس میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

بعض عمال نے آپ کو لکھا کہ ہمارے شہر میں قلعوں اور راستوں کی مرمت ہونی چاہیئے لہٰذا امیر المومنین ہمیں کچھ مال عطا فرمائیں کہ ہم آبادی و مرمت کی کوشش کریں۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ اس خط کے پڑھتے ہی تم اس شہر میں عدل قائم کرکے قلعے بنالو اور اُن کے راستوں کو ظلم سے دور کرکے پاک کرو پس مرمت ہے۔

ابراہیم سکونی کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے جھوٹ بولنا عیب ہے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اگر اس اُمت میں کوئی مہدی ہونے والا ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہیں۔

محمد بن فضالہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز ایک راہب کے پاس سے گذرے جو کہ جزیرہ میں رہتا تھا وہ راہب ان کو دیکھ کر ان کے پاس چلا آیا حالانکہ وہ کبھی کسی کے پاس نہیں آیا تھا اور اُن سے کہنے لگا کہ تم کو معلوم ہے میں تمھارے پاس کیوں چلا آیا انھوں نے کہا کہ نہیں۔ راہب نے کہا کہ محض اس لئے کہ تم ایک امام عادل کے بیٹے ہو۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو چرواہے تعجب سے دریافت کرنے لگے کہ یہ کون شخص خلیفہ ہوا ہے کہ بھیڑیئے ہماری بکریوں کو اب کچھ نقصان نہیں پہنچاتے۔ موسیٰ بن اعین کہتے ہیں کہ ہم کرمان میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ بھیڑیئے ہماری بکریوں کے ساتھ چلتے پھرتے رہتے تھے اور بکریوں کو نقصان نہ پہنچاتے تھے ایک روز ایسا ہوا کہ بھیڑیا ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا میں نے اسی روز کہہ دیا کہ آج خلیفہ صالح یقیناً فوت ہو گیا۔ چنانچہ جب تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اسی روز حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انتقال فرمایا تھا۔

زید بن اسلم کا قول ہے کہ ایک باشندۂ خراسان نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہتا ہے کہ جب بنو امیہ کا ایک داغ دار آدمی خلیفہ ہو تو تو فوراً اس کی بیعت کر لینا چنانچہ وہ ہر ایک خلیفہ کا حلیہ دریافت کرتا رہا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو اس نے متواتر تین رات خواب میں دیکھا کہ وہی شخص کہتا ہے کہ جا اب بیعت کر لے اس پر وہ خراسان سے روانہ ہوا اور عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حبیب بن ہند الاسلمی کہتے ہیں کہ مجھ سے سعید بن المسیب نے فرمایا کہ خلفاء تین ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ اور عمر بن عبدالعزیز۔ میں نے پوچھا کہ اوّل الذکر دونوں بزرگوں کو تو ہم جانتے ہیں یہ تیسرے کون ہیں انھوں نے فرمایا کہ اگر تم زندہ رہے تو معلوم ہی کر لوگے اور اگر مر گئے تو وہ تمھارے بعد ہوں گے۔ ابن مسیب کا انتقال حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت سے پہلے ہو چکا تھا۔

مالک بن دینار کا قول ہے کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص زاہد ہو سکتا ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہیں دنیا اُن کے پاس آئی اور انھوں نے اُس کو چھوڑ دیا۔ یونس بن ابی شبیب کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کو خلافت سے پہلے دیکھا کہ اُن کے پاجامہ کا نیفہ فربہی کے سبب اُن کے پیٹ میں گھسا ہوا تھا لیکن خلیفہ ہونے کے بعد وہ اس قدر لاغر ہو گئے تھے کہ اُن کی ایک ایک ہڈی گنی جا سکتی تھی۔ عمر بن عبدالعزیز کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوجعفر منصور نے پوچھا کہ جب انھوں نے انتقال کیا تو کیا آمدنی تھی میں نے کہا کہ کُل چار سو دینار اور اگر کچھ دنوں اور زندہ رہتے تو اور بھی کم ہو جاتی۔

مسلمہ بن عبدالملک کا قول ہے کہ میں عمر بن عبدالعزیز کی عیادت کے لئے گیا تو دیکھا کہ وہ ایک میلا کرتا پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی بہن یعنی اُن کی بیوی سے کہا کہ تم اُن کا کرتا دھو کیوں نہیں دیتیں۔ انھوں نے کہا کہ اُن کے پاس دوسرا کرتا نہیں ہے کہ اس کو اتار کر اُسے پہن لیں۔ عمر بن عبدالعزیز کے غلام ابو اُمیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز اپنے آقا کی حرم محترم کی خدمت میں شکایت کی کہ مسور کی دال کھاتے کھاتے ناک میں دم آگیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ تمھارے آقا کا بھی روز کا یہی کھانا ہے۔

ایک روز اپنی بیوی سے کہا کہ انگور کھانے کو جی چاہتا ہے اگر تمھارے پاس کچھ ہو تو دو۔ انھوں نے کہا کہ میرے پاس تو کوڑی بھی نہیں۔ تم باوجودیکہ امیر المومنین ہو تمھارے پاس اتنا بھی نہیں کہ انگور لے کر کھالو۔ آپ نے فرمایا کہ انگوروں کی تمنا دل ہی میں لے جانا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ کل کو دوزخ میں زنجیروں کی رگڑیں کھاؤں۔

آپ کی حرم محترم فرماتی ہیں کہ ایام خلافت میں آپ کی یہ حالت رہی تھی کہ باہر سے آکر سجدے میں سر رکھ دیتے اور روتے رہتے تھے اسی حالت میں سو جاتے جب آنکھ کھلتی تو پھر رونے لگتے۔ ولید بن ابی سائب کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ کسی شخص کے دل میں خدا کا خوف نہیں دیکھا۔

سعید بن سوید کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے آئے تو دیکھا کہ اُن کے کرتے میں سامنے اور پیچھے پیوند لگے ہوئے ہیں ایک شخص نے کہا کہ امیرالمومنین خدائے تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ عطا فرمایا ہے پھر آپ کپڑے کیوں نہیں بنواتے آپ تھوڑی دیر تک سر جھکائے ہوئے کچھ سوچتے رہے پھر فرمایا کہ تونگری میں میانہ روی اور قدرت میں عفو بڑی چیز ہے۔

ایک روز آپ نے فرمایا کہ میں پچاس برس بھی تم میں رہوں تو مراتب عدل کو تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا۔ میں عدل کرنا اور تمھارے دلوں میں سے طمع دنیوی کو نکال ڈالنا چاہتا ہوں لیکن دیکھتا ہوں کہ تمھارے دل متحمل نہ ہوسکیں گے۔ ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز مہدی ہیں انھوں نے کہا کہ صرف مہدی ہی نہیں ہیں بلکہ عادل کامل بھی ہیں۔ آپ کے انتقال کے وقت لوگ بہت سامال لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ سب لے جاؤ اور اپنے کام میں لاؤ۔ اس کے بعد آپ نے اپنا مال بھی اس مال میں شامل کر دیا۔ جویریہ کہتی ہیں کہ ہم فاطمہ بنت علی بن ابی طالب کے پاس گئے انھوں نے عمر بن عبدالعزیز کی بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتے تو ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں رہتی۔

اوزاعی کہتے ہیں کہ آپ کی عادت تھی کہ جب کسی شخص کو سزا دینا چاہتے تھے تو پہلے احتیاطاً تین روز تک اُسے قید کر رکھتے تھے۔ تاکہ غصّہ اور جلدی میں اُس کو سزا نہ دی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں نے نفس کو اُس کی خواہش کے موافق کچھ دیا تو اُس نے اُس سے افضل چیز کی خواہش کی۔ عمر بن مہاجر کہتے ہیں کہ آپ کی تنخواہ دو درہم روزانہ مقرر تھی اور آپ کا چراغ دان تین لکڑیوں کو کھڑا کر کے اُس پر مٹی رکھ کر بنایا گیا تھا۔ آپ نے اپنے غلام کو پانی گرم کرنے کے لئے کہا وہ شاہی باورچی خانے سے جاکر گرم کر لایا۔ آپ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے ایک درہم کی لکڑیاں اُس کے عوض میں بھجوادیں۔ آپ کی عادت تھی کہ جب تک آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ سلطنت کے معاملات میں گفتگو کرتے رہتے آپ بیت المال کا چراغ جلائے رکھتے اور جب وہ اُٹھ جاتے تو اُس کو گُل کر کے اپنا ذاتی چراغ جلا لیتے۔

خلیفہ کی اردلی میں سو چوکیدار و کوتوال مقرر تھے۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ میری حفاظت کے لئے قضا و قدر اور اجل کافی ہے مجھے تمھاری ضرورت نہیں تاہم

اگر تم میں سے کوئی میرے پاس رہنا چاہے تو دس دینار تنخواہ ملے گی اور اگر نہ رہنا چاہے تو اپنے اہل و عیال میں چلا جائے۔

عمر بن مہاجر کہتے ہیں کہ آپ کا جی انار کھانے کو چاہا۔ آپ کے ایک عزیز نے انار بھیج دیا آپ نے اس کی بہت ہی تعریف کی اور اپنے غلام سے فرمایا کہ جس شخص نے یہ بھیجا ہے اُس سے میرا سلام کہنا اور یہ انار واپس کرکے کہہ دینا کہ تمھارا ہدیہ پہنچ گیا۔ غلام نے کہا کہ امیرالمومنین یہ تو آپ کے قریبی عزیز نے بھیجا ہے اس کے رکھ لینے میں کیا مضائقہ ہے۔ آخر رسول اللہ صلعم بھی تو ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلعم کے لئے ہدیہ تھا مگر ہمارے لئے رشوت ہے۔ آپ نے سوائے ایک شخص کے جس نے حضرت امیر معاویہؓ کی گستاخی کی تھی کسی شخص کے دُرّے نہیں لگوائے۔

جب آپ نے اپنے عیال کے نفقہ میں تخفیف کی تو انھوں نے آپ سے شکایت کی آپ نے فرمایا کہ میرے مال میں اس قدر وسعت نہیں ہے کہ تمھارا سابقہ نفقہ جاری رکھوں باقی رہا بیت المال سو اس میں تمھارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا اور مسلمانوں کا یحیٰی غسانی کہتے ہیں کہ جب مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے موصل کا حاکم بنایا تو میں نے دیکھا کہ وہاں چوری کی وارداتیں بہت ہوتی ہیں۔ میں نے آپ کو اس کیفیت سے اطلاع دے کر دریافت کیا کہ ایسے مقدموں میں شہادت پر فیصلہ کروں یا محض اپنی رائے اور وجدان پر۔ آپ نے حکم دیا کہ ہر مقدمہ میں شہادت کا لینا ضروری ہے اگر حق نے ان کی اصلاح نہ کی تو خدائے تعالیٰ ان کی کبھی اصلاح نہ کرے گا۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور موصل سب سے زیادہ صاف مقام ہوگیا۔

رجا بن حیوۃ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ چراغ گُل ہوگیا وہیں آپ کا غلام سو رہا تھا میں نے چاہا کہ اُسے جگا دوں آپ نے منع فرمادیا پھر میں نے چاہا کہ میں خود اٹھ کر چراغ جلادوں آپ نے فرمایا کہ مہمان کو تکلیف دینا خلافِ مروت ہے آپ خود اُٹھے اور تیل کا کوزہ اُٹھا کر چراغ میں تیل ڈالا اور اُس کو جلا کر پھر اپنی جگہ آ بیٹھے اور فرمایا کہ میں اب بھی وہی عمر بن عبدالعزیز ہوں جو پہلے تھا۔ یعنی چراغ جلانے سے میرے مرتبہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

عطا کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رات کے وقت فقہا کو جمع فرماتے اور موت و قیامت کا ذکر کرکے اس قدر روتے کہ گویا اُن کے سامنے کوئی جنازہ رکھا ہوا ہے۔ عبداللہ بن غبرا کہتے ہیں کہ ایک روز آپ نے خطبہ میں فرمایا کہ لوگو اپنی پوشیدہ باتوں میں اصلاح کر د

ظاہری باتوں میں خود اصلاح ہو جائے گی۔ آخرت کے واسطے عمل کرو اور دنیا کے لئے اسی قدر توجہ کرو جتنی ضرورت ہو اور یاد رکھو کہ تمہارے آبا و اجداد کو موت کھا چکی ہے۔ کبھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ سلف صالحین کی راہ پر عمل کرو کیونکہ وہ تم سے اچھے اور زیادہ عالم تھے۔ جب آپ کے صاحبزادے عبدالملک نے انتقال کیا تو آپ اُن کی تعریف کرنے لگے۔ مسلمہ نے کہا کہ کیوں۔ ان کی تو آپ تعریف کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ وہ مرحوم میری ہی نظروں میں قابل تعریف تھا یا اور بھی اُسے قابل تعریف سمجھتے ہیں کیونکہ باپ کی نظروں میں بیٹا ہمیشہ قابل تعریف ہوتا ہے۔ اس لئے اُس کے اندازے کا اعتبار نہیں ہے۔ اُسامہ بن زیدؓ کی صاحبزادی آپ کے پاس آئیں آپ نے اُن کا استقبال کیا اور اُن کے سامنے مؤدب بیٹھ گئے اُنھوں نے جو کچھ طلب کیا اُن کو عطا فرمایا۔

ایک مرتبہ آپ کے قریبی رشتہ داروں نے کہا کہ ہم مزاح و خوش طبعی کے ذریعہ امیر المومنین کو اپنی طرف متوجہ کریں گے چنانچہ کئی شخص جمع ہو کر آپ کے پاس پہنچے۔ ایک شخص نے خوش طبعی کی راہ سے کوئی بات کہی دوسرے نے اُس کی تائید کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ تم لوگ ایک نہایت ذلیل بات پر جمع ہوئے ہو جس کا انجام دشمنی ہے بہتر یہ ہے کہ قرآن شریف پڑھو اُس کے بعد حدیث شریف دیکھو اور معانی حدیث میں تدبر کرو۔

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ آپ نے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو ایک خارجی کے قتل سے منع فرمایا اور رائے دی کہ اس کو اُس وقت تک قید رکھئے جب تک کہ وہ توبہ کرے۔ سلیمان نے اُس خارجی کو بلایا اور کہا کہ بولو اب کیا کہتے ہو۔ اُس نے کہا کہ اے فاسق ابن فاسق پوچھ کیا پوچھتا ہے۔ سلیمان نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کی رائے سے مجبور ہوں۔ پھر اُن کو بلایا اور کہا کہ دیکھو یہ کہتا ہے خارجی نے پھر اُنھیں الفاظ کا اعادہ کیا۔ سلیمان نے کہا کہ اب اس کے لئے کیا کہتے ہو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کسی قدر سکوت کے بعد کہا کہ امیر المومنین جس طرح اُس نے آپ کو گالی دی ہے آپ بھی اُسے گالی دے لیجئے۔ خلیفہ سلیمان نے کہا کہ نہیں یہ مناسب نہیں ہے چنانچہ حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو چنانچہ قتل کر دیا گیا۔ آپ وہاں سے نکلے تو راستے میں آپ کو خالد کوتوال ملا اور کہنے لگا۔ کہ آپ نے عجیب رائے دی کہ امیر المومنین بھی اُس کو ویسی ہی گالی دے دیں جیسی اُس نے دی۔ میرا تو رنگ اُڑ گیا تھا کہ کہیں امیر المومنین آپ کی گردن اُڑانے کا حکم نہ دے دیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا کہ اگر میری گردن اُڑانے کا حکم ملتا تو تم میری گردن اُڑا دیتے

خالد نے کہا کہ میں ضرور آپ کو قتل کر دیتا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلافت پہنچی تو خالد حسب معمول اپنے مرتبہ پر آکر اُن کے سامنے کھڑا ہوا۔ آپ نے خالد کو حکم دیا کہ یہ تلوار رکھ دو اور اپنے آپ کو معزول سمجھو۔ پھر عمرو بن مہاجر انصاری کو بلایا اور کوتوال مقرر کر کے کہا کہ میں نے اس کو اکثر قرآن شریف پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور اس کو ایسی جگہ نماز پڑھتے ہوتے دیکھا ہے جہاں کوئی اس کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص نزاع، غصہ اور طمع سے دور رہا وہ فلاح پا گیا۔

کسی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ اگر آپ اپنے لئے کوئی محافظ مقرر کر لیں اور کھانے پینے میں احتیاط رکھیں تو بہت اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر میں قیامت کے سوا کسی اور چیز سے ڈرتا ہوں تو مجھے اُس سے امن میں نہ رکھنا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ لوگو! خدا سے ڈرو اور طلب رزق میں مارے مارے نہ پھرو۔ رزق مقسوم اگر پہاڑ یا زمین کے نیچے بھی دبا ہوا ہوگا تو پہنچ کر رہے گا۔ ازہر کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو خطبہ پڑھتے ہوتے دیکھا آپ کے قمیص میں پیوند لگے ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے عمرو بن قیس سکونی کو لشکر صائفہ کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا اور رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں کے نیک لوگوں کی بات سننا اور بدوں سے درگذر کرنا جاتے ہی اُن کا قتل شروع نہ کر دینا اور آخر میں بدنامی نہ اٹھانا متوسط حالت اختیار کرنا کہ وہ تمہارا مرتبہ بھول نہ جائیں اور تمہاری باتیں سننے کی تمنا کرتے رہیں۔

جراح بن عبداللہ عامل خراسان نے آپ کو لکھا کہ اہل خراسان بہت ناہموار لوگ ہیں یہ بغیر تلوار کے سیدھے نہ ہوں گے۔ آپ نے جواب لکھا کہ تم یہ جھوٹ کہتے ہو کہ اہل خراسان بغیر تلوار کے اصلاح پر نہ آئیں گے۔ عدل اور حق رسانی وہ چیزیں ہیں کہ خود درست ہو جائیں گے پس اُن میں انہیں دو چیزوں کی اشاعت کرو۔

صالح بن جبیر کہتے ہیں کہ کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ میں کوئی بات امیر المومنین سے کہتا اور وہ مجھ سے ناراض ہو جاتے ایک مرتبہ اُن کے سامنے ذکر ہوا کہ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ بادشاہ کی ناراضی سے ڈرنا چاہیے اور جب بادشاہ کا غصہ اُتر جائے تب اُس کے سامنے جانا چاہیے۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا کہ صالح میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ تو میرے ساتھ اس کی پابندی نہ کر۔

ذہبی کہتے ہیں کہ غیلان نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں قدر کا انکار

کیا آپ نے اُس کو بلا کر توبہ کرنے کا حکم دیا۔ اُس نے کہا کہ اگر میں گمراہ ہوتا تو آپ کا یہ ہدایت کرنا مناسب تھا۔ آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر یہ شخص سچا ہے تو خیر ورنہ اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ اور اس کو سولی پر چڑھا۔ یہ فرما کر اُس کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے عقیدہ پر قائم رہا اور اُس کی اشاعت بھی کرتا رہا۔ مگر خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اُس کو اس عقیدے کے جرم میں پکڑ کر اُس کے اعضا کٹوائے اور سولی پر چڑھا دیا۔

ایک مرتبہ بنو مروان حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دروازے پر جمع ہوئے اور آپ کے صاحبزادے سے کہا کہ اپنے والد سے جا کر کہو کہ آپ سے پہلے جتنے خلفاء ہوتے رہے ہیں وہ سب ہمارے لئے کچھ عطا یا اور جاگیریں مخصوص کرتے رہے ہیں۔ لیکن آپ نے خلیفہ ہو کر ہم پر تمام چیزیں حرام کر دیں۔ آپ کے صاحبزادے نے یہ پیغام جا کر کہا تو آپ نے فرمایا کہ اُن سے جا کر کہہ دو کہ میرا باپ کہتا ہے کہ انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیمؐ

خوارج

اب تک کے تمام حالات پڑھنے سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہی کہ خوارج کا فتنہ مسلسل جاری رہا اور کسی زمانے میں بھی اس کا استیصال نہیں ہو سکا۔ جب کبھی کوئی زبردست خلیفہ تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو یہ لوگ خاموش ہو کر مناسب موقع کا انتظار کرنے لگے۔ اور جب کبھی ان کو موقع ملا فوراً میدان میں نکل آئے۔ خوارج اور تمام خفیہ سازشوں اور بغاوتوں کے لئے عراق و خراسان وغیرہ ہی مخصوص رہے ہیں اور یہیں اس نے پرورش پانے کے مواقع حاصل کئے ہیں۔ جیسا کہ آئندہ حالات سے بھی ظاہر ہوگا۔ بہر حال خوارج کبھی علانیہ اور کبھی خفیہ اپنی سرگرمیوں اور کوششوں میں برابر مصروف رہے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور آپ کی نیکی و پاک باطنی کا حال لوگوں کو معلوم ہوا تو خوارج بھی آپ کے اخلاق فاضلہ کو دیکھ کر شرما گئے اور اُنھوں نے خود یہ فیصلہ کیا کہ عمر بن عبدالعزیز جیسے صالح خلیفہ کے زمانے میں حکومت وسلطنتِ موجودہ کے خلاف کوئی انقلابی کوشش کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ جب تک یہ فرشتہ خصائل خلیفہ موجود ہے۔ ہم اپنی سرگرمیوں کو ملتوی رکھیں۔ چنانچہ آپ کے عہدِ خلافت میں خارجیوں نے مطلق سر نہیں اُٹھایا۔

ایک مرتبہ صرف خراسان میں اُنھوں نے سر اُٹھایا تھا۔ آپ نے وہاں کے عامل کو لکھ دیا کہ جب تک وہ کسی کو قتل نہ کریں اس وقت تک تم اُن سے تعرض نہ کرو۔ مگر ہاں اُن کی حرکات و سکنات سے تم واقف رہو۔ پھر آپ نے خوارج کے سردار کو ایک خط لکھا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم اللہ و رسول کی حمایت کے لئے اٹھے ہو۔ مگر اس بات کا حق تمھارے مقابلے میں ہم کو زیادہ ہے۔ تم ہمارے پاس چلے آؤ اور ہم سے مباحثہ کر لو۔ ہم حق پر ہوں تو تم ہمارا ساتھ دو۔ اور اگر تم حق پر ہوگے تو ہم تمھاری بات مان لیں گے اس خط کو پڑھ کر خوارج کے سردار نے اپنی طرف سے دو ہوشیار آدمیوں کو مناظرہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ان دونوں نے آکر حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مناظرہ کیا۔ خوارج کہتے تھے کہ تمھارے بزرگ یعنی خلفائے بنو اُمیہ کافر تھے اُن پر لعنت بھیجنا ضروری ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کہتے تھے کہ تم نے تو کبھی فرعون پر بھی لعنت نہیں بھیجی۔ حالانکہ وہ کافر تھا۔ لعنت بھیجنے کو ضروری نہ سمجھو۔ جو لوگ توحید و رسالت کے قائل اور ارکانِ اسلام پر عامل ہیں ان کو کافر کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اس مباحثہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں خارجیوں میں سے ایک تو اپنی جماعت کو ترک کر کے عام مسلمانوں میں شامل ہوگیا۔ باقی خوارج کی جماعت نے بھی بالکل خموشی اختیار کر لی۔

وفات

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ بنو اُمیہ آپ کے طرزِ عمل سے سخت ناراض تھے۔ کیونکہ ان کی جاگیریں۔ جائدادیں اور تمام اموال جو دوسروں کے حقوق مغصوبہ تھے چھِن گئے تھے۔ اور کوئی ناجائز فائدہ حکومتِ وقت سے نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ آخر وہ دیر تک اپنے ان نقصانات کو برداشت نہ کر سکے اور اُنھوں نے آپ کے قتل کرنے کی سازش کی۔ آپ کو قتل کرنا کوئی دشوار کام بھی نہ تھا کیونکہ اپنی ذاتی حفاظت کے لئے نہ آپ نے کوئی چوکی پہرہ قائم رکھا تھا۔ نہ کھانے پینے میں کسی قسم کی احتیاط کرتے تھے۔ آپ کے قتل کرنے کا سب سے آسان ذریعہ جو بنو اُمیہ نے سوچا وہ یہ تھا کہ آپ کو زہر دیا جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے آپ کے غلام کو لالچ دے کر اپنا شریک بنایا۔ اور اس کے ذریعہ آپ کو زہر دلوایا۔ جب آپ کو زہر دیا گیا۔ تو آپ کو اس کا علم ہوگیا۔ جب آپ کی تکلیف و

واذیت نے ترقی اختیار کی تو لوگوں نے کہا کہ آپ دوا کیوں نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت مجھے زہر دیا گیا۔ اس وقت اگر کوئی مجھ سے یہ کہتا کہ تم اپنے کان کی لو کو ہاتھ لگانے سے اچھے ہو سکتے ہو تو میں اپنے کان کی لو کو ہاتھ نہ لگاتا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ لوگ میری نسبت کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ آپ پر کوئی جادو کرایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں مسحور نہیں ہوں۔ بلکہ مجھ کو جس وقت زہر دیا گیا تھا۔ اسی وقت معلوم ہو گیا تھا۔ پھر آپ نے اس غلام کو بلایا۔ جس نے آپ کو زہر دیا تھا۔ وہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ افسوس تو نے مجھے زہر دے دیا۔ آخر کس طمع نے تجھ کو اس کام پر آمادہ کیا۔ اس نے کہا کہ مجھ کو ایک ہزار دینار دیئے گئے ہیں اور آزادی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ دینار میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ لے آیا۔ آپ نے اسی وقت وہ ایک ہزار دینار بیت المال میں داخل کرا دیئے اور غلام کو حکم دیا کہ تو اب یہاں سے نکل کر کہیں بھاگ جا کہ پھر کسی کو تیری صورت نظر نہ آئے۔

عبید بن حسان کہتے ہیں کہ جب آپ کا وقتِ آخر آ پہنچا اور نزع کی کیفیت شروع ہوئی تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم مجھ کو تنہا چھوڑ دو۔ چنانچہ سب اٹھ کر باہر چلے گئے۔ مسلمہ بن عبدالملک اور آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک دروازے پر کھڑے رہے۔ انھوں نے سنا کہ آپ نے فرمایا بسم اللہ تشریف لائیے۔ یہ صورت نہ تو آدمیوں کی ہے نہ جنوں کی پھر یہ آیت پڑھی۔ تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوًا فی الارض ولا فسادًا والعاقبۃ للمتقین۔ اس کے بعد جب کوئی آواز نہ آئی تو وہ دونوں اندر گئے دیکھا تو آپ فوت ہو چکے ہیں۔

آپ کی وفات ۲۵ ماہ رجب ۱۰۱ھ کو ہوئی دو برس پانچ مہینے اور چار دن آپ نے خلافت کی۔ آپ کی وفات ملک حمص کے ایک مقام دیر سمعان میں ہوئی۔ آپ کی وفات کا حال جب حضرت امام حسن بصری نے سنا تو فرمایا کہ افسوس آج دنیا کا سب سے بہتر آدمی اٹھ گیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے خلیفہ مابعد یعنی یزید بن عبدالملک کو ایک رقعہ لکھا جس میں لکھا تھا کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از بندۂ خدا عمر بن عبدالعزیز بعد سلام علیکم کے یزید بن عبدالملک کو معلوم ہو کہ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے

سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ میں یہ خط تمھیں اپنے کرب کی حالت میں
لکھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ مجھ سے میرے عہدِ حکومت کی نسبت
سوال ہونے والا ہے۔ اور وہ سوال کرنے والا دنیا و آخرت کا مالک ہے۔
یہ ممکن نہیں کہ میں اُس سے اپنا کوئی بھی عمل پوشیدہ رکھ سکوں۔ اگر وہ
مجھ سے راضی ہو گیا تو میری نجات ہو جائے گی۔ ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا۔
میں دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی رحمت کاملہ سے بخش دے اور عذابِ دوزخ
سے بچائے۔ اور مجھ سے خوش ہو کر جنت عطا فرمائے۔ تمھیں لازم ہے کہ خدا
سے ڈرو اور رعیت کی رعایت کرو میرے بعد تم بھی زیادہ دن دُنیا میں
نہ رہو گے۔ ——— والسّلام

یوسف بن مالک کا قول ہے کہ ہم آپ کو قبر میں رکھ کر مٹی برابر کر رہے تھے کہ آسمان کی طرف سے ایک کاغذ گرا اس میں لکھا تھا۔ خدائے تعالیٰ کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کو آتشِ دوزخ سے نجات دے دی گئی۔

اولاد ازواج

آپ کی تین بیویاں تھیں۔ اور گیارہ بیٹے چھوڑے۔ آپ کی بیویوں میں فاطمہ بنت عبدالملک بالکل آپ ہی کی طرح نیک و باخدا تھیں۔ فاطمہ بنت عبدالملک خلیفہ کی پوتی خلفاء کی بہن۔ خلیفہ کی بیوی تھیں مگر نہایت زاہدانہ زندگی بسر کی۔ عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے اسحاق، یعقوب، موسیٰ، عبداللہ، بکر، ابراہیم بیویوں سے۔ اور باقی امہاتِ ولد سے تھے۔ جن کے نام عبدالملک ولید۔ عاصم، یزید، عبداللہ، عبدالعزیز، ریان تھے۔ آپ کے صاحبزادے عبدالملک بالکل باپ کے نمونے پر تھے۔ اکثر آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو اپنے بیٹے عبدالملک کی وجہ سے نیکیوں اور عبادتوں کی ترغیب ہوتی ہے۔ مگر یہ آپ کے سامنے ہی فوت ہو گئے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو ترکہ چھوڑا اس کی کل مقدار ۲۱ دینار تھی۔ اسی میں سے چند دینار کفن دفن میں صرف ہوئے۔ باقی بیٹوں بیٹیوں میں تقسیم ہوئے عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے گیارہ بیٹے چھوڑے اور ہشام بن عبدالملک

نے بھی گیارہ ہی بیٹے چھوڑے تھے۔ عمر بن عبد العزیز کے ہر ایک بیٹے کو باپ کے ترکہ میں سے ایک ایک دینار ملا۔ اور ہشام بن عبد الملک کے بیٹوں میں سے ہر ایک نے باپ کے ترکہ سے دس دس لاکھ درم پائے۔ لیکن میں نے عمر بن عبد العزیز کے بیٹوں میں سے ایک کو دیکھا کہ اس نے ایک دن جہاد کے لئے سو گھوڑے دیئے اور ہشام کے ایک بیٹے کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے صدقہ لے رہا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے دورِ خلافت پر ایک نظر

حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت کا زمانہ حضرت ابوبکر رضؓ صدیق کے عہدِ خلافت کی طرح بہت ہی مختصر ہے۔ لیکن جس طرح عہدِ صدیقی بہت ہی اہم اور قیمتی زمانہ تھی ۔ اسی طرح عمر بن عبد العزیز کی خلافت کا زمانہ بھی عالم اسلام کے لئے قیمتی زمانہ تھا۔ بنو اُمیّہ کی حکومت نے بتدریج لوگوں میں دُنیا پرستی اور حبِ جاہ و مال پیدا کر کے آخرت کی طرف سے غفلت پیدا کر دی تھی۔ عمر بن عبد العزیز کی چند روزہ خلافت نے یک لخت ان تمام خرابیوں کو دُور کر کے مسلمانوں کو پھر روحانیت اور نیکی کی طرف راغب کر دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُنھوں نے خلافت اسلامیہ کو خلافتِ راشدہ کے نمونے پر قائم کر کے عہدِ صدیقی و عہدِ فاروقی کو دنیا میں پھر واپس بُلا لیا۔

خلفاء کے استبداد اور قہر و جبر کو وہ سخت ناپسند کرتے اور دنیا میں آزادی و امن قائم کر کے ہر شخص کو اس کے انسانی حقوق سے متمتع ہونے کا موقع دینا چاہتے تھے۔ اُنھوں نے ایک منکرِ خدا کو بھی مجبور کرنا نہیں چاہا۔ انھوں نے خوارج کو بھی اپنے اظہارِ خیال کا موقع دیا وہ خلیفۃ المسلمین کا مرتبہ اسی حد تک قائم رکھنا چاہتے تھے۔ کہ اگر کوئی مجرم خلیفہ کو گالی دے تو زیادہ سے زیادہ خلیفہ بھی ویسی ہی گالی اُس کو انتقاماً دے سکتا ہے۔ وہ اپنے ماتحتوں سے اس بات کے خواہاں نہ تھے کہ ان کی ہر ایک جا و بے جا بات کی تائید کی جائے وہ خلیفہ کو مسلمانوں کا حکمران اور فرماں روا نہیں جانتے تھے۔ بلکہ مسلمانوں کا شفیق باپ سمجھتے تھے۔ غرض عہدِ صدیقی و فاروقی میں جو جو کچھ ہم نے دیکھا ہے۔ اس کے تمام نمونے عمر بن عبد العزیز کے اندر موجود تھے اور اسی لئے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے فوت ہوتے ہی خلافتِ راشدہ ختم ہو گئی۔ اُن کے زمانے میں کثیر التعداد لوگوں نے بطیبِ خاطر اسلام قبول کیا۔

نومسلموں کی بہ کثرت کسی دوسرے خلیفہ کے زمانے میں نظر نہیں آتی۔ حالانکہ آپ کے عہدِ خلافت میں بہت ہی کم لڑائیاں اور چڑھائیاں ہوئیں آپ کی حکومت و سلطنت کے حدود سندھ و پنجاب و بخارا و ترکستان و چین سے لے کر مراقش و اُندلس و فرانس تک وسیع تھے۔ اتنی بڑی عظیم الشان سلطنت میں ہر جگہ یکساں سکون اور امن و امان موجود تھا۔

آپ کے عہدِ مبارک میں سڑکیں نکالی گئیں۔ ہر مُلک میں مدرسے اور شفا خانے جاری ہوئے۔ عدل و انصاف دنیا نے آپ کے بعد آج تک کبھی ایسا نہیں دیکھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے انتقال پر نہ صرف مسلمانوں کے گھروں میں ماتم ہوا بلکہ مسلمانوں سے بڑھ کر عیسائی و یہودی سوگوار پائے گئے۔ راہبوں نے آپ کے مرنے کی خبر سُن کر اپنے صومعوں اور عبادت خانوں میں سر پیٹ لئے اور کہا کہ آج دنیا سے عدل اُٹھ گیا اور عدل کا قائم کرنے والا اور عدل کی حفاظت کرنے والا دنیا کو خالی کر گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شیعہ سُنی۔ خارجی وغیرہ کے تمام اختلافات مٹا دیئے اور آج بھی کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے اپنے دل میں کوئی نفرت رکھتا ہو ہر ایک سوچنے اور غور کرنے والے کے لئے موقع ہے کہ سوچے اور غور کرے کہ جو شخص سب سے زیادہ پابندِ اسلام ہوتا ہے وہی سب سے زیادہ محبوب عالم بن جاتا ہے۔ آخر یہ اسلام کی خوبی نہیں تو اور کیا ہے۔ صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ نورالدین زنگی۔ صلاح الدین ایوبی کو اہلِ یورپ بڑی عزت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ساتھ ہی ان کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ یہ لوگ اسلام کے کس قدر پابند تھے۔ اُن کی تمام خوبیاں صرف اسی ایک بات پر منحصر تھیں کہ وہ سچے پکے مسلمان تھے۔ اور اُنھوں نے اپنی زندگیوں کو اسلامی نمونہ پر قائم رکھنا چاہا تھا۔ ایک طرف ہم سوچتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز دنیا کے سب سے بڑے شہنشاہ تھے اور دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ وہ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے ممبر پر خطبہ دے رہے ہیں۔ تو حیرتُ استعجاب کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ فرض اور ذمہ داری کے احساس کا اس سے بڑھ کر اور کیا مرتبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زندگی نہایت عیش و تنعم کی حالت میں بسر ہوئی تھی لیکن خلیفہ ہونے کے بعد صرف ڈھائی سال کے عرصہ میں اس قدر لاغر ہو گئے تھے کہ جسم کی ایک ایک ہڈی الگ الگ گنی جا سکتی تھی۔

یزید بن عبدالملک

ابو خالد یزید بن عبدالملک بن مروان اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے موافق حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اس نے کہا کہ جتنا میں خدائے تعالیٰ کا محتاج ہوں۔ اس قدر حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی نہ تھے۔ چنانچہ چالیس روز تک وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہی کے نقش قدم پر چلا۔ بنو امیہ نے جب دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد بھی کشود کار کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ تو انھوں نے یزید بن عبدالملک کو اپنے منشا کے موافق طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب دینے کی کوشش کی۔ اس قسم کی کوششیں تمام عمر بن عبدالعزیز کے سامنے تو بے کار ثابت ہوتی رہی تھیں۔ لیکن یزید بن عبدالملک عمر بن عبدالعزیز نہ تھا۔ وہ ایک ہی ذرا سی کوشش کے مقابلہ میں بہ گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ چالیس سفید ریش لوگوں نے حاضر ہو کر اس بات کی شہادت دی کہ خلیفہ وقت جو کچھ کرے اس کا حساب اس سے نہ لیا جائے گا اور نہ اس پر عذاب ہوگا۔ ایسی تدبیروں کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ اور یزید بن عبدالملک کی جہالت نے اس کو بتدریج یزید اول کی طرح فسق و فجور کی طرف بھی مائل کر دیا حتیٰ کہ وہ شراب و مسکرات بھی استعمال کرنے لگا اور یہی سب سے پہلا خلیفہ تھا جس نے علانیہ شراب استعمال کی۔ اور گانے بجانے میں بھی اپنا وقت ضائع کرنے لگا۔ اس کے بعد بنو امیہ کو کافی موقع مل گیا۔ انھوں نے دربار خلافت پر مستولی ہو کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے کی تمام اصلاحات کو منسوخ کرا دیا۔ اور خلافت بنو امیہ کو کسی طرح غاصبانہ طور پر املاک و جاگیرات پر قابض و متصرف ہو گئے۔ اور اس بے انصافی میں پہلے سے زیادہ ترقی کر گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد ہی سے خلافت بنو امیہ کے زوال کا زمانہ سمجھنا چاہیے۔ اسی زمانے میں بنو عباس اور ہاشمیوں کو بنو امیہ کے خلاف کوششیں اور تدبیریں عمل میں لانے کا موقع مل گیا۔

محمد بن یوسف برادر حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے عہد امارت میں اہل یمن پر ایک جدید ٹیکس لگا دیا تھا۔ جس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد خلافت میں معاف کر کے عشر وصول کرنے کا حکم صادر کیا اور فرمایا کہ مجھے اس جدید خراج کے قائم کرنے سے یہ پسند

ہے کہ یمن سے ایک ذرہ برابر خراج بھی نہ آئے۔ جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے گورنر یمن کو لکھ بھیجا کہ اس ٹیکس کو اہلِ یمن سے ضرور وصول کرو۔ چاہے وہ کتنے ہی ناراض کیوں نہ ہو۔ یزید بن عبدالملک کا چچا محمد بن مروان جو جزیرہ و آذربائیجان کا گورنر تھا۔ انھیں دنوں میں فوت ہوا۔ یزید نے اس کی جگہ اپنے دوسرے چچا مسلمہ بن عبدالملک کو جزیرہ و آذربائیجان کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ یزید بن مہلب کو حضرت عمر بن عبدالعزیز خراج جرجان کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے قید کر دیا تھا۔ وہ اب تک قید میں تھا۔ جب اُس نے سُنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بنو امیہ نے زہر دے دیا ہے اور وہ شاید جاں بر نہ ہو سکے تو وہ قید خانے سے فرار ہو کر بصرہ کی طرف چل دیا۔ یزید بن مہلب اور یزید بن عبدالملک کے درمیان سلیمان بن عبدالملک کے زمانے سے شکر رنجی اور ناراضی چلی جاتی تھی۔ جب یزید بن مہلب کو یہ معلوم ہوا کہ عمر بن عبدالعزیز کی زندگی معرضِ خطر میں ہے اور اُن کے بعد یزید بن عبدالملک تخت نشین ہونے والا ہے۔ تو وہ قید خانے کے محافظین کو بھاری رشوت دے کر فرار ہو گیا کہ یزید بن عبدالملک اس پر دسترس نہ پا سکے۔ جاتے ہوئے ایک عریضہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نام لکھ کر اُن کے پاس بھجواتا گیا۔ اس میں لکھا تھا کہ اگر مجھے آپ کی زندگی کا یقین ہوتا تو میں ہرگز آپ کے قید خانے سے نہ بھاگتا۔ مگر اس اندیشہ سے کہ آپ کے بعد یزید بن عبدالملک مجھے قتل کرڈالے گا اور بری طرح قتل کرے گا میں یہاں سے فرار ہو رہا ہوں یہ تحریر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس اس وقت پہنچی جب اُن کا آخری وقت آ پہنچا تھا۔ آپ نے اس کو پڑھ کر فرمایا کہ الٰہی اگر یزید بن مہلب مسلمانوں کے ساتھ بُرائی کرنے کو بھاگا ہے تو تو اس کو سزا دے۔ کیونکہ اُس نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ یزید بن عبدالملک نے خلیفہ ہو کر عدی بن ارطاۃ والی بصرہ کو یزید کے بھاگ جانے کا حال لکھ کر لکھا کہ یزید بن مہلب کے اہل و عیال کو گرفتار کر لو۔ چنانچہ عدی نے مفضل و مروان پسران مہلب کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اسی اثنا میں یزید بن مہلب بصرہ میں پہنچ گیا۔ اہلِ بصرہ نے یزید بن مہلب کی طرف داری کی اور عدی بن ارطاۃ کو بصرہ سے بھاگنا پڑا۔ یزید بن مہلب نے بصرہ پر قابض ہو کر اچھی طرح اپنا قبضہ جما لیا۔ اور اپنی ایک الگ حکومت قائم کر کے ایک زبردست فوج تیار کی اور اہلِ عراق کو ترغیب دی کہ ترک و دیلم کے جہاد سے اہلِ شام پر جہاد کرنا

افضل ہے۔ امام حسن بصری نے اُس کی مخالفت کی مگر لوگوں نے ان کو اس خیال سے خاموش رہنے پر مجبور کیا کہ یزید بن مہلب سُن کر کہیں ان کو قتل نہ کر دے۔ یزید اس فوج کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ یزید بن عبدالملک نے اِس فوج کشی کا حال سُنا تو اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو فوج دے کر مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ مقام عقیر میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ بڑی خوں ریز لڑائی ہوئی طرفین سے خوب خوب دادِ شجاعت دی گئی۔ بالآخر میدانِ جنگ میں یزید اور اُس کا بھائی حبیب دونوں مارے گئے اور مسلمہ بن عبدالملک کو فتح حاصل ہوئی۔ بقیہ آلِ مُہلب کو جب یزید و حبیب کے مارے جانے اور فوج کے شکست کھانے کا حال معلوم ہوا تو وہ بصرہ سے فرار ہوئے اور مشرق کی طرف کشتیوں میں بیٹھ بیٹھ کر روانہ ہو گئے ان کے تعاقب میں ایک دستہ فوج روانہ کیا گیا۔ مقام قندابیل میں اس دستہ فوج سے مقابلہ ہوا۔ بجز دو بچوں ابو عقبہ بن مُہلب اور عثمان بن مفضل بن مہلب کے خاندانِ مُہلب سے کوئی متنفس باقی نہیں بچا۔ سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔

اس فتح کے بعد یزید بن عبدالملک نے مسلمہ بن عبدالملک کو عراق کا گورنر بنا دیا۔ پھر عمرو بن ہبیرہ کو مسلمہ کی جگہ حاکم عراق مقرر کیا۔ اہلِ صغد اور اہلِ سمرقند نے بغاوت کی تو عمرو بن ہبیرہ نے سعید حرشی کو خراسان کا امیر مقرر کر کے معہ فوج خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر اہل صغد اور اہلِ سمرقند کو قرار واقعی سزا دے کر دُرست کیا۔

بلادِ خزر و آرمینا میں بغاوت ہوئی اور وہاں کے لوگوں نے اہلِ قبچاق سے مدد لے کر مسلمانوں پر حملہ کیا اور وہاں کی اسلامی فوج کے اکثر حصے کو قتل کر ڈالا۔ ہزیمت خوردہ اور بقیۃ السیف بھاگ کر دمشق میں یزید بن عبدالملک کے پاس آئے۔ یزید نے جراح بن عبداللہ حکمی کو فوج دے کر اس طرف روانہ کیا۔ جراح نے وہاں پہنچ کر لڑائی چھیڑ دی۔ اہلِ خزر نے مقابلہ کیا۔ مگر سخت لڑائی کے بعد مسلمانوں سے شکست کھائی۔ اس کے بعد جراح نے اپنی پیش قدمی کو جاری رکھا اور دُور تک علاقہ فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ وہاں کے بادشاہ اور اُمراء نے اطاعت اختیار کی اور تمام علاقے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

عبدالرحمٰن بن ضحاک حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے سے حجاز کی گورنری پر مامور تھا وہ تین برس تک اس عہدے پر مامور رہا۔ اس کے بعد اس کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ میں حضرت حسینؓ کی پوتی سے شادی کروں۔ چنانچہ اس نے فاطمہ بنت الحسین یعنی

لڑکی کی ماں کے پاس پیغام بھیجا۔ اُنھوں نے انکار کر دیا۔ عبدالرحمٰن بن ضحاک نے دھمکی دی کہ میں تمھارے لڑکے کو شراب خوری کے جرم میں متہم کر کے دُرّے لگواؤں گا۔ فاطمہ بنت الحسین نے یزید بن عبدالملک کے پاس شکایت کہلا کر بھجوائی۔ یزید یہ سُن کر سخت برافروختہ ہوا۔ اور عبدالواحد بن عبداللہ قسری کو اپنے ہاتھ سے خط لکھا کہ میں نے تجھ کو مدینہ کی گورنری پر مامور کیا۔ تو اس خط کو دیکھتے ہی ابنِ ضحاک کے پاس جا اور اس کو معزول کر دے۔ اور اس سے چالیس ہزار دینار جرمانہ وصول کر، اور اُس کو اس قدر اذیت دے کہ اُس کی آواز مجھے سُنائی دے۔ درانحالیکہ میں اپنے بسترِ استراحت پر ہوں۔ قاصد نے یہ خط لے جا کر عبدالواحد کو دیا۔ عبدالواحد نے مدینہ کی گورنری کا چارج لے کر ابنِ ضحاک کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ لوگ ابنِ ضحاک سے کچھ خوش نہ تھے۔ اس لئے اب اس کے معزول ہونے کے بعد اس کی ہجو میں قصیدے لکھے گئے۔ عبدالواحد کا برتاؤ انصارِ مدینہ کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ سب اُس سے خوش رہے۔ اور قاسم سالم پسران عبداللہ بن عمر ہر کام میں اُن کے مُشیر تھے۔ ابنِ ضحاک کی معزولی اور عبدالواحد کی تقرری ماہِ شوال ۱۰۴ھ میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔

سعید حریشی خراسان کا عامل تھا۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے چند روز کے بعد ابن ہبیرہ نے حریشی کو معزول کر کے اس کی جگہ مسلم بن سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو خراسان کی حکومت سپرد کی۔ ابنِ ہبیرہ یزید بن عبدالملک کے آخر عہدِ خلافت تک عراق کا گورنر رہا۔

یزید بن عبدالملک نے اپنے بعد اپنے بھائی ہشام بن عبدالملک اور اس کے بعد اپنے بیٹے ولید بن یزید کو ولی عہد بنایا تھا۔ چار سال ایک ماہ خلیفہ رہ کر ۲۵ شعبان ۱۰۵ھ کو بمقام بلقاء بعمر ۳۳ سال یزید بن عبدالملک فوت ہوا اور اس کی وصیت کے موافق ہشام بن عبدالملک تختِ خلافت پر بیٹھا۔

ہشام بن عبدالملک

ابوالولید ہشام بن عبدالملک ۷۲ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ عائشہ بنتِ ہشام بن اسمٰعیل مخزومی تھی۔ جب یزید بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو ہشام حمص میں مقیم تھا۔

وہیں قاصد یہ خبر اور یزید کا عصا اور انگوٹھی لے کر گیا۔ ہشام حمص سے دمشق میں آیا اور لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت لی۔

ہشام بن عبدالملک نے تخت نشین ہونے کے بعد ابن ہبیرہ کو عراق کی حکومت سے معزول کر کے اس کی جگہ خالد بن عبداللہ قسری کو حکومت عراق کی سند دے کر روانہ کیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مسلم بن سعید خراسان کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ مسلم نے فوج لے کر ترکوں پر چڑھائی کی اور ۱۰۵ھ کے آخر تک مصروف جنگ رہ کر اکثر ترک سرداروں کو مغلوب کر کے اُن سے خراج وجزیہ وصول کیا۔

واقعاتِ خراسان

۱۰۶ھ میں مسلم بن سعید نے جہاد کے ارادے سے بہت بڑی فوج جمع کر لی اور بخارا و فرغانہ کی طرف جا کر باغیوں کو سزائیں دیں۔ خاقانِ چین نے اہل فرغانہ کی مدد کی اور خاقان سے مسلم کی کئی زبردست اور خوں ریز لڑائیاں ہوئیں۔ انجام کار خاقان کو شکست ہوئی۔ اور ترکوں کے بڑے سردار مسلمانوں نے گرفتار کر لئے اسی سال ہشام بن عبدالملک خلیفۂ دمشق نے خالد بن عبداللہ کو خط لکھا کہ مسلم بن سعید کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے اپنے بھائی اسد بن عبداللہ قسری کو خراسان کا گورنر بنا کر بھیج دو۔ چنانچہ خالد بن عبداللہ نے اسد بن عبداللہ اپنے بھائی کو خراسان کی سند حکومت دے کر روانہ کیا اور مسلم بن سعید نے بخوشی خراسان کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔ خالد بن عبداللہ نے جب اپنے بھائی اسد بن عبداللہ کو خراسان کا حاکم بنا کر بھیجا تو اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن بن نعیم کو اس کا نائب بنا کر بھیج دیا تھا۔

اسد بن عبداللہ نے خراسان کی حکومت سنبھالتے ہی جبالِ ہرات یعنی غور وغیرہ کی طرف حملہ کیا اور وہاں سے مسلمانوں کو بہت مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ ان لڑائیوں میں نصر بن سیار اور مسلم بن احوز نے بہت ناموری حاصل کی۔ اسد بن عبداللہ نے چند ہی روز کے بعد ایسے اخلاق کا اظہار کیا کہ لوگ اس سے پریشان و وحشت زدہ ہونے لگے۔ اس نے نصر بن سیار کے سو دُرّے لگوائے عبدالرحمٰن بن نعیم کا سر منڈوایا اور ان لوگوں کو اپنے بھائی خالد بن عبداللہ کے پاس بھیج دیا۔ کہ یہ میرے قتل کی سازش میں شریک تھے۔

اسی طرح وہ اہلِ خراسان کو بھی بہت لعن طعن کرتا اور سختی سے پیش آتا تھا۔ ان باتوں کا حال ہشام بن عبدالملک کو معلوم ہوا تو اس نے دمشق سے خالد بن عبداللہ کو لکھا کہ اسد بن عبداللہ کو خراسان کی حکومت سے معزول کر دو۔ پھر خود ہی براہ راست اشرس بن عبداللہ سلمی کو خراسان کی حکومت پر مامور کر کے بھیج دیا اور خالد کو اطلاع دے دی۔ اشرس نے خراسان میں پہنچ کر اپنے نیک سلوک اور خوش اخلاقی سے سب کو خوش کر لیا۔ اشرس نے ۱۱۰ھ میں ابوالصیدا، صالح بن طریف اور ربیع بن عمران تمیمی کو سمرقند و ماوراء النہر کی طرف اس غرض سے روانہ کیا کہ وہاں جا کر لوگوں کو اسلام کی خوبیاں سمجھائیں۔ اور شرک کی برائیوں سے آگاہ کر کے راہِ راست پر لائیں۔ اس علاقے میں آئے دن بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں اور حکومتِ اسلامیہ لوگ شمشیر کے ذریعہ قائم تھی۔ اشرس نے اس کا بہترین علاج یہی تجویز کیا کہ ان لوگوں کو اسلام سے آگاہ کر کے مسلمان بنایا جائے۔ تو ان کے اندر جس قدر عیوب ہیں۔ وہ خود بخود دور ہو جائیں گے اور حکومتِ اسلامیہ کے لئے پھر کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ اس دعوتِ اسلام کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جوق جوق اسلام میں داخل ہونے شروع ہوئے اور سمرقند کے علاقے پر حسن بن عمرطہ کندی صیغۂ مال کا افسر مقرر تھا۔

جب لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ تو اس سے جزیہ کی آمدنی جو ذمیوں سے لیا جاتا تھا کم ہونے لگی۔ ذمیوں کے نومسلم ہونے سے جو آمدنی میں کمی واقع ہو تو حسن بن عمرطہ نے اس کی شکایت اشرس بن عبداللہ سلمی گورنر خراسان کو لکھی۔ اشرس بن عبداللہ نے جواب دیا کہ بہت سے لوگ ممکن ہے کہ محض جزیہ کی وجہ سے مسلمان ہو گئے ہوں اور دل سے اُنھوں نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ لہٰذا تم دیکھو کہ جس نے ختنہ کرائی ہو اور نماز پڑھتا ہو اُس کو جزیہ معاف کر دو۔ ورنہ چاہے وہ اپنے آپ کو مسلمان کہے اس سے ضرور جزیہ وصول کر دو۔ اشرس اگرچہ خود اس کو پسند نہ کرتا تھا۔ مگر خالد اور ہشام کا منشا یہی تھا کہ نومسلموں کے ساتھ سختی سے محاسبہ و معاملہ کیا جائے۔ اشرس کے پاس سے اس جواب کے آنے پر حسن بن عمرطہ نے اس حکم کی تعمیل میں اس لئے تامل کیا کہ یہ شریعت اسلام کے موافق نہ تھا۔ اشرس بن عبداللہ نے حسن بن عمرطہ کو صیغہ مال سے معزول کر کے ہانی ابنِ ہانی کو مامور کیا۔ اور سمرقند کی حکومت و سپہ سالاری پر اس کو قائم رکھا ہانی ابنِ ہانی نے نومسلموں سے آکر جزیہ وصول کرنا شروع کیا۔ ابوالصیدا نے نومسلموں کو جزیہ دینے اور ہانی کو جزیہ لینے

سے روکا۔ ہانی نے اشرس کو خط لکھا کہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ انھوں نے مسجد یں بھی بنائی ہیں ان سے جزیہ کیسے وصول ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں ہانی کے پاس حکم پہنچا کہ تم ان تمام لوگوں سے جو جزیہ دیا کرتے تھے۔ جزیہ وصول کرو۔ چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو گئے ہوں۔

یہ دیکھ کر ابو الصیدا نے نومسلموں کی سات ہزار جمعیت لے کر سمرقند سے چند فرسنگ کے فاصلے پر قیام کیا۔ اور مقابلہ پر مستعد ہو گیا۔ چونکہ ابو الصیدا کے پاس وجہ مخالفت معقول تھی لہٰذا بہت سے مسلمان سردار حاکم سمرقند کی فوج میں سے ابو الصیدا کے پاس نومسلموں کی حمایت کے لئے چلے گئے۔ اشرس نے یہ حالت دیکھ کر حسن بن عمرطہ کو سمرقند کی حکومت سے معزول کر کے محشر بن مزاحم سلمی کو مامور کیا۔ محشر بن مزاحم نے سمرقند پہنچ کر ابو الصیدا اور اس کے ہمراہی سرداروں کو صلح کے بہانے دھوکے سے بلا کر قید کر دیا اور اشرس کے پاس بھیج دیا۔ نومسلموں نے ابو فاطمہ کو اپنا سردار بنا لیا۔ آخر مجبور ہو کر ان مسلموں کو جزیہ کی معافی کا وعدہ دیا گیا۔ اور جب ان کی جمعیت اور اتفاق جاتا رہا۔ تو بتدریج ان پر سختی شروع کی گئی۔ اور طرح طرح سے ذلیل کیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے پھر مرتد ہو کر باغی ہو گئے۔ اور از سر نو مقابلہ پر آمادہ ہو کر خاقان سے خواہان امداد ہوئے۔ خاقان اپنی زبردست فوجیں لے کر آیا اور مسلمانوں کے ساتھ ایک جدید سلسلۂ جنگ شروع ہو گیا۔ اشرس خود مقابلہ پر پہنچا۔ طرفین سے خوب خوب دادِ شجاعت دی گئی۔ بہت سے مسلمان اور بہت سے ترک تہ تیغ ہوئے آخر اس خوں ریز سلسلۂ جنگ کا خاتمہ صلح پر ہوا۔

اس جگہ ان لوگوں کو، جو اسلام کی اشاعت کو بزور شمشیر بتاتے ہیں غور و تامل کرنا چاہیے کہ مسلمانوں نے اپنے زورِ شمشیر کو اسلام کی اشاعت میں صرف کیا یا ان کے بعض نادان حکمرانوں نے زورِ شمشیر کو اسلام کی اشاعت کے روکنے میں صرف کیا ہے۔

سنہ ۱۱۱ھ میں ہشام بن عبدالملک نے اشرس بن عبداللہ کو جب کہ وہ ترکوں اور سمرقندیوں سے مصروفِ پیکار تھا معزول کر کے جنید بن عبدالرحمٰن بن عمر بن حرث بن خارجہ بن سنان بن ابی حارثہ مری کو مامور کیا۔ جنید جب خراسان کے دارالصدر شہر مرو میں پہنچا تو اس نے وہاں بجائے اشرس کے اس کے نائب خطاب بن محرز سلمی کو پایا۔ وہ ایک روز قیام

کرکے ماوراء النہر کی طرف روانہ ہوا اور اپنی جانب سے محشر بن مزاحم سلمی کو مرو میں چھوڑ کر اور خطاب کو اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوا اور اشرس کے ساتھ خاقان واہلِ بخارا پر فتح یاب ہوکر مرو کی جانب ۱۱۱ھ کے آخری ایام میں واپس آیا۔ مرو میں آکر اس نے قطن بن قتیبہ بن مسلم کو بخارا پر۔ ولید بن قعقاع عبسی کو ہرات پر۔ اور مسلم بن عبدالرحمٰن باہلی کو بلخ کی حکومت پر مامور کیا۔ لیکن چند ہی روز کے بعد مسلم بن عبدالرحمٰن کو معزول کرکے یحییٰ بن ضبیعہ کو بلخ کا حاکم بنایا۔

۱۱۲ھ میں جنید نے طخارستان کے باغیوں کی سرکوبی و سزادہی کے لئے عمارہ بن حریم کو اٹھارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ایک طرف سے اور ابراہیم بن بسام کو دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ دوسری طرف سے روانہ کیا اور خود بھی اس طرف روانہ ہونے کی تیاری کی۔ ترکوں کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو وہ خاقان کو اپنا سپہ سالارِ اعظم بنا کر اور بہت بڑا لشکر جمع کرکے سمرقند پر حملہ آور ہوئے۔ اس زمانے میں سمرقند کا عامل سورہ بن الحجر تھا۔ اس نے جنید کے پاس خبر بھیجی کہ خاقان نے ایسے زبردست لشکر کے ساتھ سمرقند کی طرف حرکت کی ہے۔ میری مدد کے لئے جلد فوج بھیجئے۔ محشر بن مزاحم وغیرہ نے جنید کو مشورہ دیا کہ سمرقند کی طرف آپ کو کم از کم پچاس ہزار فوج کے ساتھ جانا چاہیے کیونکہ ترکوں کا مقابلہ آسان نہیں ہے۔ لیکن آج کل تمام فوج منتشر ہو چکی ہے۔ آپ کے پاس بہت ہی تھوڑے سے آدمی ہیں اس حالت میں آپ سمرقند کا ارادہ نہ کریں۔ جنید نے آہ سرد کھینچ کر کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرا بھائی سورہ بن الحجر وہاں مصیبت میں گرفتار رہے اور میں یہاں پچاس ہزار فوج کی فراہمی کے انتظار میں بیٹھا رہوں۔ یہ کہکر سمرقند کی طرف روانہ ہوا۔ خاقان اور ترکوں کو جب معلوم ہوا۔ کہ جنید خود سمرقند کی طرف آرہا ہے تو وہ تھوڑی سی فوج سمرقند کے محاصرہ پر چھوڑ کر جنید کے سدراہ ہوئے۔ راستے ہی میں روک کر لڑائی کا بازار گرم کیا۔ جنید اور اس کے مٹھی بھر ہمراہیوں نے وہ وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اور ایسی چپقلش مردانہ دکھائی کہ ترکوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ بڑے بڑے نامی سردار مسلمانوں میں سے بھی شہید ہوئے۔ اور ترکوں کی لاشوں کے تو انبار لگ گئے۔ ترکوں کی فوج اور خاقان کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ جنید نے پہاڑ کو پسِ پشت رکھ کر خاقان اور اس کے لشکر کو کئی مرتبہ پیچھے ہٹایا۔ اور ترکوں کو میدان سے بھگایا۔ آخر سرداروں سے کے

مشورے سے سورہ بن الجبر کے پاس سمرقند میں پیغام بھیجا کہ ہم تم سے صرف دو منزل کے فاصلے پر مصروفِ جنگ ہیں تم ہمت کر کے سمرقند سے نکل آؤ اور نہر کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے ہم تک پہنچو اور دوسری طرف سے ترکوں پر حملہ کر دو۔ سورہ بن الجبر سمرقند سے روانہ ہوا لیکن جس راستے کی لنسبت ہدایت کی گئی تھی۔ اس راستے سے نہیں آیا۔ بلکہ ایک دوسرے راستے سے آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قریب ہی پہنچ کر ترکوں کے لشکر میں گھر گیا۔ اور لڑ کر بہت سے لشکر کو قتل کرا دیا۔ اس طرح جنید کو کوئی امداد نہ پہنچ سکی۔ آخر مسلمانوں نے جی توڑ کر ایسے ایسے سخت حملے کیے کہ خاقان اور ترکوں کو بھگا دیا۔ اور سمرقند میں داخل ہو گئے۔

یہاں سے ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ مفصل کیفیت لکھ کر ہشام بن عبدالملک کے پاس دمشق کو بھیجی۔ خلیفہ نے کوفہ اور بصرہ کو احکام بھیجے کہ دس دس ہزار فوج دونوں مقاموں سے جنید کی مدد کے لئے روانہ ہو اور جنید کو لکھا کہ تم مصروف جہاد رہو بیں بیس ہزار فوج۔ تیس ہزار نیزے اور تیس ہزار تلواریں تمھاری امداد کے لے کوفہ اور بصرہ سے بھجوا رہا ہوں۔ یہ پیغام خلیفہ کا جنید کے پاس سمرقند میں پہنچا۔ جنید سمرقند میں مقیم رہا۔ لیکن چند ہی روز کے بعد سُنا کہ خاقان نے جو جنید کے مقابلے سے بھاگ گیا تھا۔ فوجیں جمع کر کے بخارا پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ بخارا کی حکومت قطن بن قتیبہ کے سپرد تھی۔ جنید کو اندیشہ ہوا کہ کہیں قطن کی بھی وہی حالت نہ ہو جو سورہ کی سمرقند میں ہوئی تھی اس نے عثمان بن عبداللہ کو چار سو سواروں کے ساتھ سمرقند میں چھوڑا۔ اور ہر قسم کا کافی سامان رسد اُس کے لئے فراہم کر دیا۔ اور خود عورتوں بچوں اور ضروری سامان کو لے کر سمرقند سے بخارا کی طرف روانہ ہوا۔ طواویس کے قریب مقام کومنیہ میں یکم رمضان ۱۱۲ھ کو خاقان سے مقابلہ ہو گیا۔ خاقان کو شکست ہوئی اور جنید اپنے سامنے راستہ صاف پا کر بخارا کی جانب گرم سفر ہوا۔ راستہ ہی میں ایک مرتبہ پھر ترکوں نے مقابلہ کیا اس میں بھی مسلمانوں نے فتح پائی۔ اس کے بعد جنید بخارا میں داخل ہو گیا۔ اور یہیں کوفہ و بخارا کی فوجیں بھی جنید کے پاس پہنچ گئیں۔

جنید نے ترکوں کو متواتر اور پیہم شکستیں دے دے کر خراسان میں ہر طرف امن و امان قائم کر دیا۔ جنید کو جب خراسان کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو اُس نے ۱۱۶ھ

میں فاضلہ بنتِ یزید بن مہلب کے ساتھ نکاح کیا ہشام بن عبدالملک کو خاندان مہلب کے ساتھ سخت عداوت تھی۔ یہ خبر پہنچی تو اس کو بہت ناگوار گذرا اور جنید کو خراسان کی حکومت سے معزول کر کے عاصم بن عبداللہ بن یزید ہلالی کو خراسان کی سندِ گورنری دے کر روانہ کیا۔ اُدھر عاصم خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ اِدھر جنید کے مرض استسقاء نے خطرناک صورت اختیار کی۔ جس روز عاصم مرو میں داخل ہوا۔ اسی روز اس کے آنے سے پہلے جنید فوت ہو چکا تھا۔ عاصم نے خراسان پہنچ کر جنید کے عاملوں کو معزول کر کے اپنے جدید عامل مقرر کیے۔

حرث بن شریح

سنہ ۱۰۰ھ سے جب کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ تھا بنو عباس نے اپنی خلافت کے لیے خلافتِ بنو اُمیہ کے خلاف خفیہ کوششوں اور سازشوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ یہ کوششیں نہایت احتیاط اور دانائی کے ساتھ جاری تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث کو خاص طور پر شائع کیا جاتا تھا۔ بعض روایات مصلحتاً وضع بھی کر لی گئی تھیں۔ بعض روایات میں کچھ فقرات اضافہ کر دیے گئے تھے۔ جن سب کا منشاء یہ تھا کہ لوگوں کو اس بات کا کامل یقین دلایا جائے کہ خلافتِ اسلامیہ بنو عباس میں ضرور آئے گی۔ اور بہت جلد آئے گی۔ اس کے علاوہ بنو ہاشم کا حق دار خلافت ہونا اور بنو اُمیہ کا ناجائز طور پر برسرِ حکومت آجانا۔ چونکہ پہلے ہی سے انقلابی جماعتوں کے لیے بطور ایک زبردست ہتھیار کے استعمال ہو رہا تھا۔ لہٰذا ان باتوں سے بھی خوب فائدہ اٹھایا گیا۔ اس کام کے لیے خاص خاص قابل آدمی بطور مشنری مصروفِ کار تھے۔ اور بنی اُمیہ اپنی زعمِ حکومت میں ایسی باتوں کو نہ خاطر میں لاتے نہ اُن کے انسداد کی طرف متوجہ ہونے کو ضروری سمجھتے تھے۔ نہ اس قسم کی خفیہ سازشوں کی ٹوہ اور تلاش میں رہنا پسند کرتے تھے۔

فاطمیوں اور علویوں نے بھی عباسیوں کے متوازی اس قسم کی کوششوں اور سازشوں کا سلسلہ پہلے ہی سے باقاعدہ جاری رکھا تھا۔ اور یہ تمام سلسلے خراسان ہی میں نشوونما پاتے تھے۔ کیونکہ خراسان ہی کی آب و ہوا ایسی کوششوں اور سازشوں کے لیے زیادہ موافق و موزوں تھی۔ خراسان میں اُزد کے نامور قبیلے کا سردار حرث بن شریح خاص طور پر علویوں

اور فاطمیوں کا شیدائی تھا۔ چنانچہ ۱۱۶ھ میں اس نے سیاہ کپڑے پہنے اور لوگوں کو اتباعِ کتاب وسنت اور بیعت امام رضا کی دعوت دی اور فاریاب میں پہنچ کر اس کام کو شروع کیا۔ چار ہزار کی جاں باز جمعیت اس کے گرد جمع ہوگئی۔ یہ اس فوج کو لے کر بلخ کی طرف متوجہ ہوا۔ بلخ میں ان دنوں نصر بن سیار حاکم تھا وہ دس ہزار فوج لے کر مقابلہ کو نکلا۔ مگر شکست کھائی۔ حرث بن شریح بلخ پر قابض ومتصرف ہوکر اور اپنی طرف سے سلیمان بن عبداللہ بن حازم کو بلخ میں مامور کرکے جرجان کی طرف بڑھا۔ بڑی آسانی سے جرجان پر بھی قابض ومتصرف ہوکر مرو کی طرف متوجہ ہوا۔ مرو میں عاصم بن عبداللہ نے لوگوں کو جمع کرکے مقابلہ پر آمادہ کرنا چاہا۔ لیکن یہاں بھی پہلے ہی سے حرث بن شریح کے ساتھ لوگوں کی خط وکتابت جاری تھی۔

حرث بن شریح کی جمعیت ساٹھ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ جن میں ازد وتمیم کے نامی نامی سردار اور فاریاب وطالقان کے رئیس دار سب شامل تھے۔ ادھر عاصم بن عبداللہ نے بھی مقابلہ کے لئے تمام ممکن کوششوں سے کام لیا۔ حرث بن شریح نے مرو پر نہایت جرأت کے ساتھ حملہ کیا۔ مگر عین مقابلے کے وقت اس کی فوج میں سے چار ہزار آدمی ازد وتمیم کے کٹ کر عاصم کی فوج میں آملے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حرث بن شریح کے ہمراہیوں کی جرأت ودلیری اور جوش وخروش میں کسی قدر فرق آگیا۔ مگر لڑائی بڑے زور شور کی ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حرث بن شریح شکست کھاکر پیچھے کو لوٹا۔ اور عاصم نے اس کا تعاقب نہ کیا۔ عاصم نے منازل رہبان کے قریب پہنچ کر اپنا خیمہ نصب کیا تو اس کے پاس کل تین ہزار سوار آکر جمع ہوئے حرث بن شریح نے اس کے بعد اپنی حالت کو پھر درست کرلیا اور وہ اپنے مقبوضات کو خراسان میں جلدی ترقی دیتا رہا۔

ان حالات سے مطلع ہوکر دمشق سے ہشام بن عبدالملک نے عاصم سے جواب طلب کیا تو عاصم نے لکھا کہ خراسان کا تعلق براہِ راست چونکہ دمشق یعنی دربارِ خلافت سے ہے۔ اس لئے اطلاعات کے جانے اور بوقتِ ضرورت مدد کے آنے میں توقف ہوتا ہے مناسب یہ ہے کہ جس طرح پہلے خراسان کا صوبہ عراق کے ماتحت تھا اسی طرح اس کو اب بھی عراق کے ماتحت کردیا جائے۔ تاکہ بصرہ وکوفہ سے جلد امداد پہنچ سکے۔ ہشام بن عبدالملک نے اس رائے کو تو پسند کیا۔ مگر عاصم بن عبداللہ کو خراسان کی حکومت سے معزول کردیا اور

خالد بن عبداللہ قسری گورنر عراق کو لکھا کہ تم اپنے بھائی اسد بن عبداللہ کو پھر خراسان کا حاکم بنا کر بھیج دو۔

عاصم کو جب اپنی معزولی اور اس جدید انتظام کی خبر پہنچی تو اس نے حرث بن شریح کے ساتھ مصالحت کر کے یہ تجویز کی کہ آؤ ہم دونوں ہشام بن عبدالملک کو ایک تبلیغی خط لکھیں اور کتاب وسنت پر عمل کرنے کی دعوت دیں۔ اگر وہ انکار کرے تو دونوں متفق ہو کر اس کی مخالفت میں کوشاں ہوں۔ لیکن یہ مصالحت تا دیر قائم نہ رہ سکی اور نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی۔ دونوں میں کسی بات پر اَن بن ہو گئی اور لڑائی تک نوبت پہنچی۔

اس لڑائی میں حرث کو شکست ہوئی اور اس کے اکثر ہمراہیوں کو عاصم نے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اور اس فتح کو ہشام بن عبدالملک کی خوشنودی مزاج کا ذریعہ بنانا چاہا۔ مگر اسد بن عبداللہ سند گورنری لیے ہوئے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے آتے ہی عاصم کو گرفتار کر لیا۔ یہ واقعہ ۱۱۶ھ کا ہے۔ اسد بن عبداللہ نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی حرث بن شریح سے خراسان کے شہروں کو واپس چھیننا شروع کیا۔ بلخ کو لے کر ترمذ کا قصد کیا۔ غرض دو برس تک اسد بن عبداللہ حرث بن شریح اور ترکوں کے ساتھ برابر مصروف جنگ رہا۔ حرث بن شریح کی حالت نہایت کمزور ہو گئی تھی۔ اور وہ اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ اِدھر اُدھر پناہ ڈھونڈتا پھرتا تھا۔ ۱۱۹ھ میں خاقان اور بدر طرخان اسلامی لشکر کے مقابلے میں مارے گئے۔ اور اسد بن عبداللہ کی فتوحات کا سلسلہ ترکستان سے گذر کر مغربی چین تک پہنچ گیا۔

ماہ ربیع الاوّل ۱۲۰ھ میں اسد بن عبداللہ قسری مقام بلخ میں فوت ہوا۔ مرتے وقت اس نے جعفر بن حنظلہ نہروانی کو اپنا جانشین بنایا۔ جس نے چار مہینے امارت کی اس کے بعد ماہ رجب میں نصر بن سیار خراسان کا گورنر مقرر ہوا۔ اسی سال یعنی ۱۲۰ھ میں ہشام بن عبدالملک سے خالد بن عبداللہ گورنر عراق کے مخالفوں نے اس کی شکایت کی۔ ہشام بن عبدالملک نے خالد بن عبداللہ کو گورنری عراق سے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی کو سندِ گورنری عطا کی۔ یوسف بن عمر ثقفی ایک طرف عابد و زاہد تھا تو دوسری طرف سفاک واحمق بھی تھا۔

نصر بن سیار نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو سب سے پہلے اس بات

کی کوشش کی۔ کہ نومسلموں سے جزیہ وصول کرنے کی رسمِ بد کو مٹایا جائے۔ چنانچہ اُس نے اپنے عہدِ حکومت میں نومسلموں سے جزیہ لینا موقوف کیا جس کا اثر فوراً نمودار ہوا کہ ترکوں میں اسلام بڑی سُرعت سے پھیلنا شروع ہو گیا۔

بلادِ خضر و آرمینیا

جراح بن عبداللہ حکمی کو ہشام بن عبدالملک نے آرمینیا کی گورنری پر مامور کیا تھا ۱۱۱ھ میں جراح حکمی تفلیس کی جانب سے جہاد کرتا ہوا بلادِ ترکستان میں داخل ہوا۔ اور ان کے مشہور شہر بیضا۔ کو فتح کر کے کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ ۱۱۲ھ میں ترکوں نے اپنی فوجیں مرتب کر کے متفقہ طور پر بلادِ اسلامیہ پر یورش کی جراح بن عبداللہ حکمی مقابلہ کے لئے نکلا۔ مقام مرج اردبیل میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کی تعداد بہت ہی قلیل تھی۔ جراح بن عبداللہ حکمی میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہوا اور اپنی شہادت سے پہلے پہلے اپنے بھائی حجاج بن عبداللہ حکمی کو اپنا قائم مقام بنا گیا۔ جراح کی شہادت سے ترکمانوں اور ترکوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ اور اپنی کامیابی کی خوشی اور جوش میں وہ بڑھتے ہوئے موصل کے قریب تک پہنچ گئے۔

یہ خبر دارالخلافہ دمشق میں پہنچی تو ہشام بن عبدالملک۔ نے سعید حریشی کو بلا کر کہا کہ دیکھو جراح ترکوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلا سعید نے کہا کہ جراح کے دل میں خدا کا خوف شکست کھا کر بھاگنے سے زیادہ ہے۔ وہ ترکوں سے شکست کھا کر فرار کی ندامت گوارا نہیں کرسکتا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ شہید ہو گیا ہے۔ ہشام نے کہا اب کیا تدبیر کی جائے۔ سعید حریشی نے کہا کہ آپ مجھ کو صرف چالیس آدمیوں کے ساتھ اس طرف روانہ کر دیجئے اور روزانہ چالیس آدمی روانہ کرتے رہئے نیز ایک حکمِ عام اُس طرف کے تمام امیروں اور عاملوں کے نام بھیج دیجئے کہ وہ بوقتِ ضرورت میری مدد کریں۔

ہشام نے اس تجویز کو پسند کیا اور سعید چالیس آدمیوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ راستے میں جراح کے ہمراہی ملے جو تباہ حال آ رہے تھے اُن کو بھی سعید نے اپنے ہمراہ لیا۔ اور راستے میں جہاں جہاں مسلمان قبیلوں پر سے اس کا گذر ہوا جہاد کی ترغیب لوگوں کو دیتا گیا اس طرح اس کے ساتھ ہر جگہ سے لوگ شامل ہوتے رہے۔ مقام خلاط پر پہنچ کر سعید کا

ترکوں سے مقابلہ ہوا۔ نہایت خوں ریز جنگ کے بعد ترکوں کو شکست دی۔ مسلمانوں کے ہاتھ خوب مالِ غنیمت آیا۔ اس فتح کے بعد سعید نے مقام برذعہ میں مقام کیا۔ ترکوں نے مقام ورثان کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ سعید نے برذعہ سے اہلِ ورثان کے پاس اسلامی لشکر کے پہنچنے کی خبر بھیجی اور ترکوں کو پیغام دیا کہ ورثان کا محاصرہ اُٹھالو۔ ورنہ ہم حملہ آور ہوتے ہیں۔

ترک ڈر کے مارے خود ہی محاصرہ اُٹھا کر چل دیئے۔ سعید ورثان میں داخل ہوا اس کے بعد وہ اردبیل تک بڑھتا چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر مقام کیا معلوم ہوا کہ وہاں سے چار کوس کے فاصلے پر ترکوں کا دس ہزار لشکر پڑا ہے۔ اور اُن کے پاس پانچ ہزار مسلمان قیدی گرفتار ہیں۔ سعید نے رات ہی کو حملہ کیا اور ان دس ہزار ترکوں کو قتل کر کے مسلمان قیدیوں کو آزاد کیا۔ اگلے روز باجروان کی طرف روانہ ہوا۔ ایک جاسوس نے اطلاع دی کہ ترکوں کا ایک اور لشکر قریب ہی خیمہ زن ہے۔ سعید نے اسی رات ان پر بھی حملہ کیا اور سب کو قتل کر کے مسلمان قیدیوں کو چھڑایا۔ انھیں قیدیوں میں جراح کے لڑکے اور اہل و عیال بھی تھے۔ اس کے بعد پھر ترکوں نے متفق ہو کر ایک بڑا لشکر مقابلہ کے لئے فراہم کیا۔ مقام زرند میں دونوں لشکر مقابلہ پر آئے سخت خوں ریز لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کے مقابلے سے ترکوں کو پشت پھیر کر بھاگنا پڑا۔ اس شکست کی تلافی کے لئے ایک مرتبہ پھر ترکوں نے مقابلہ کی تیاریاں کیں اور انتقام لینے کی غرض سے بہت سے ترک قبائل مارنے مرنے پر تیار ہو کر نہر بیلقان کے کنارے مجتمع ہوئے سعید حریشی نے پہنچ کر لڑائی شروع کر دی۔ سخت لڑائی ہوئی میدانِ جنگ میں بہت سے ترک مارے گئے جو بچ کر فرار ہوتے ان میں اکثر نہر میں ڈوب کر مر گئے۔ اس فتح کے بعد حریشی مقام باجروان میں واپس آکر مقیم ہوا اور خلیفہ ہشام بن عبدالملک کو فتح و کامیابی کا بشارت نامہ روانہ کیا۔ اور مالِ غنیمت کا خمس بھی خلیفہ کی خدمت میں بھیجا۔ ہشام بن عبدالملک نے اس کے بعد سعید حریشی کو دمشق میں واپس بُلوا لیا اور اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو آرمینیا و آذربائیجان کی سندِ گورنری عطا کر کے اس طرف روانہ کیا۔

سعید حریشی کے واپس چلے جانے اور اس کی جگہ مسلمہ کے آنے سے ترکوں نے پھر مجتمع ہو کر بہت بڑی جمعیت اور بڑے ساز و سامان کے ساتھ مقابلے اور حملے کی تیاریاں کیں،

مسلمہ بن عبدالملک ایک تجربہ کار سپہ سالار اور بہادر شخص تھا۔ وہ اپنی بزدلی کے سبب نہیں بلکہ اسلامی فوج کی قلت تعداد اور غنیم کی قوت کا صحیح اندازہ کرنے کے بعد اس خطرناک علاقہ کو چھوڑ کر جہاں ترکوں کے ہاتھ میں مال و متاع اور عورتوں بچوں کا گرفتار ہو جانا یقینی تھا۔ مقام دربند میں واپس چلا آیا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے اپنی دو ڈیڑھ سال کی حکومت ارمینیا میں ترکوں کے ساتھ نرمی و ملاطفت کا برتاؤ کیا تھا۔ اس لئے اور بھی ترکوں کو مسلمانوں کے مقابلے اور بغاوت پر آمادہ ہونے کی جرأت ہوئی۔ مسلمہ کے دربند آجانے کے بعد مروان بن محمد بن مروان جو مسلمہ کی فوج میں شامل تھا چھپ کر دمشق کی جانب بھاگ آیا اور ہشام بن عبدالملک سے مسلمہ کی شکایت کی کہ اس نے ارمینیا و آذربائیجان میں نہایت نرمی کا برتاؤ کیا جس کی وجہ سے ترکوں نے بغاوت پر آمادگی کا اظہار کیا۔ پھر جب کہ مقابلہ اور معرکہ کا وقت آیا تو وہاں سے پسپا ہو کر اور علاقے کو چھوڑ کر دربند میں واپس چلا آیا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر آپ مجھ کو ایک لاکھ بیس ہزار جنگجو لشکر کے ساتھ اس طرف بھیجیں تو میں ترکوں کو اچھی طرح سیدھا کر دوں۔

چنانچہ ہشام بن عبدالملک نے مروان بن محمد بن عبدالملک کو ایک لاکھ بیس ہزار فوج دے کر بلنجر (بلاد خزر و ارمینیا) کی طرف روانہ کیا۔ اسی اثنا میں مسلمہ بن عبدالملک دربند میں بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ مروان کے ساتھ ایسی زبردست فوج دیکھ کر ترکوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور انھوں نے اطاعت قبول کر لی۔ مروان نے جیسا کہ اس نے کہا تھا بہت اچھی طرح ترکوں کو سیدھا کیا اور ارمینیا و سواحل بحر خضر کے تمام علاقے میں امن و سکون قائم ہو گیا۔ مروان بن محمد کو ہشام بن عبدالملک نے ۱۱۴ھ میں فوج دے کر ارمینیا کی طرف روانہ کیا تھا۔

قیصر روم

ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں قیصر کی فوجوں کو کبھی بار بار مسلمانوں نے شکستیں دیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے سے سردی اور گرمی کے موسموں میں شمال کی جانب حملہ آور ہونے والی فوجیں مقرر تھیں۔ یہ سرمائی اور گرمائی فوجیں قسطنطنیہ اور قیصر کے علاقوں پر حملہ آور ہوتی رہتی تھیں اور اسی لئے رومیوں پر مسلمانوں کا رعب قائم تھا

ہشام کے زمانے میں معاویہ بن ہشام۔ سعید بن ہشام، سلیمان بن ہشام، مسلمہ بن عبدالملک مروان بن محمد۔ عباس ولید وغیرہ شہزادے ان فوجوں کے سردار ہو ہو کر حملہ آور ہوتے رہے ان شہزادوں کے ساتھ عبداللہ بطال اور عبدالوہاب بن بخت وغیرہ مشہور شہسوار سردار ہوتے تھے۔ جن کی بہادری وجاں بازی کی دھاک مُلکِ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ رومیوں کو ہشام کے عہد میں مسلمانوں کے ہاتھ سے بڑے بڑے نقصانات برداشت کرنے پڑے اور کبھی ان کو کوئی فتح مسلمانوں کے مقابلے میں حاصل نہ ہو سکی۔

اندلس میں بھی عبداللہ بن عقبہ کے کارنامے یورپ کے عیسائیوں اور عیسائی بادشاہوں کو خوف زدہ رکھنے اور مسلمانوں کے نام سے لرزاں وترساں بنانے کے لئے کافی تھے۔ حجاز ویمن وغیرہ میں بھی امن وامان تھا۔

زید بن علی

حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ کربلا میں اور عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ مکّہ میں حکومتِ بنواُمیہ کی طرف سے جو سلوک ہوا اُس نے اور اس کے بعد حجّاج وغیرہ نے حجاز وعراق میں جس قسم کا طرزِ عمل اختیار کیا تھا۔ اُس نے حجاز وعراق کے عربی قبائل کو اول خوف زدہ بنا کر خاموش کر دیا تھا۔ اس کے بعد ایصالِ زر اور مال ودولت کے استعمال نے یہ اثر پیدا کیا کہ لوگوں کے دلوں میں بنواُمیہ کی طرف سے حاسدانہ جذبہ پیدا ہو کر اندر ہی اندر بنواُمیہ کے ساتھ خلوص وہمدردی دلوں سے دُور ہونے لگی۔ ہشام کی حکومتِ بست سالہ کا زمانہ بظاہر امن وسکون اور اطمینان کا زمانہ تھا۔ اب عراق و حجاز میں حجاج وابنِ زیاد وغیرہ سخت گیر وتشدد پسند حکمران بھی نہ تھے۔ بنو ہاشم کو رہ رہ کر اپنی بربادیوں اور بنواُمیہ کی کامیابیوں کا خیال آتا تھا۔ وہ تمام ان لوگوں کو جو براہِ راست حکومتِ وقت سے کوئی غیر معمولی فائدہ نہیں اٹھا رہے تھے، اپنا ہمدرد دیکھتے تھے۔ خوف ودہشت کا پتھر بھی چھاتی سے اُتر چکا تھا۔ لہٰذا بنو ہاشم نے بنواُمیہ کی حکومت کے مٹانے اور خود حکومت حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے سے ان کو تجربہ تھا کہ حکومتوں کے مٹانے اور فنا کرنے کے لئے تلوار سے زیادہ تدبیر کارگر ہوتی ہے۔ لہٰذا سازشوں اور خفیہ کارروائیوں کا سلسلہ زور شور سے شروع

کیا گیا۔ یہ کام بنو ہاشم کے دو خاندانوں نے ایک ہی وقت میں شروع کیا۔ یعنی علی بن طالب اور عباس بن عبد المطلب کی اولادوں نے جداجدا کوششیں شروع کیں عباسیوں کی کوششوں کا بیان آگے آئے گا۔ اس وقت علویوں یعنی فاطمیوں کی ایک کوشش کا تذکرہ مقصود ہے۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یوسف بن عمر ثقفی کو ہشام بن عبد الملک نے عراق کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس کے عہدِ امارت یعنی ۱۲۲ھ میں زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے مخفی طور پر لوگوں سے بیعت لینی شروع کی مذکورہ اسباب کی بنا پر چونکہ امیہ کی قبولیت اس قدر کمزور ہو چکی تھی کہ اس بیعت میں زید بن علی کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ شہر کوفہ میں زید بن علی کے ہاتھ پر پندرہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔

امام ابو حنیفہؒ بھی زید بن علی کے حامیوں میں تھے۔ جو لوگ گذشتہ زمانے کے حالات پر نظر رکھتے تھے انھوں نے زید بن علی کو خروج سے باز رکھنے اور ابھی اور انتظار کرنے کا مشورہ دیا لیکن زید بن علی نے اس مشورے پر عمل نہ کیا۔ انھوں نے کوفہ میں خروج کیا۔ یوسف بن عمر ثقفی نے اس بغاوت کو دبانے کی کوشش کی۔ معرکہ آرائی تک نوبت پہنچی۔ کوفیوں نے جس طرح حسین بن علیؓ اور مصعب بن زبیرؓ کو دھوکا دیا تھا۔ اسی طرح زید بن علی کو بھی دھوکا دیا۔ جب تلوار چلانے اور مردانگی کے جوہر دکھانے کا وقت آیا تو انھوں نے زید بن علی کے ساتھ طالب علمانہ کج بحثی شروع کی۔ اُن سے سوال کیا کہ پہلے آپ یہ فرمایئے کہ صدیقِ اعظمؓ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیسا سمجھتے ہیں جو انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے خاندان میں کسی کو ان دونوں حضرات کی نسبت بُرا کہتے نہیں سُنا۔ کوفیوں نے کہا کہ جب خلافت کے اصل حق دار آپ ہی کے خاندان والے تھے۔ اور ان دونوں کے خلافت پر قابض ہو جانے سے وہ ناراض نہ ہوئے تو اب اگر بنو اُمیہ نے بجائے آپ کے خلافت پر قبضہ کر لیا ہے تو آپ ان کو کیوں بُرا کہتے اور اُن سے لڑتے ہیں۔ یہ کہکر بیعت فسخ کر کے چل دیئے اور زید بن علی نے ان کو رافضی کا خطاب دیا۔

صرف دو سو بیس آدمی زید بن علی کے ساتھ رہ گئے۔ ان مٹھی بھر آدمیوں سے زید بن علی نے یوسف ثقفی کی کئی ہزار فوج کا مقابلہ کیا۔ غرض کوفہ کی گلیوں میں وہ ایک ایک شخص کے گھر پر پہنچ کر آواز دیتے اور عہد بیعت یاد دلا کر اپنی حمایت کے لئے بُلاتے تھے۔ مگر کوئی نہیں نکلتا تھا۔ آخر کئی مرتبہ گورنر عراق کی فوجوں کو شکست دینے کے بعد وہ فوت ہوئے۔ ان کی پیشانی میں ایک تیر آکر لگا جس کے صدمہ سے جاں بر نہ ہو سکے۔ یوسف بن عمر ثقفی نے ان کا سر کٹوا کر ہشام بن عبد الملک کے پاس

دمشق میں بھجوا دیا۔ زید بن علی کے صاحبزادے یحییٰ بن زید اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد اوّل نینوا کی طرف جاکر روپوش رہے۔ پھر موقع پاکر خراسان کی طرف چلے گئے۔

زید بن علی کی یہ کوشش عجلت اور ناعاقبت اندیشی کے سبب ناکام رہی۔ لیکن اس سے عباسیوں نے فائدہ اٹھانے میں کمی نہیں کی ان کو زیادہ احتیاط برتنے اور زیادہ دُور اندیشی سے کام لینے کی ترغیب ہوئی اور وہ اس بات کا بھی صحیح اندازہ کرسکے کہ ملک میں بنو اُمیہ کے اثر و اقتدار کی اب کیا کیفیت ہے۔ زید بن علی کی وفات نے اور بھی زیادہ لوگوں کی ہمدردی کو بنو ہاشم کی طرف مائل کر دیا۔ کیونکہ ہشام بن عبدالملک نے زید بن علی کے کٹے ہوئے سر کو دمشق کے دروازے پر لٹکا دیا۔ اور یوسف ثقفی نے زید بن علی کے ہمراہیوں کی لاشوں کو کوفہ میں سولی پر لٹکا دیا۔ جو برسوں وہاں لٹکتی اور لوگوں کو بنو امیہ سے متنفر اور بنو ہاشم کا ہمدرد بناتی رہیں۔

عبّاسیوں کی سازش

ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ بن علی بن ابی طالب کی سلیمان بن عبدالملک وغیرہ خلفائے بنو اُمیہ بہت عزّت و مدارات کرتے تھے۔ لیکن بنو اُمیہ سے ان کو بھی ہاشمی ہونے کے سبب تعصب تھا اور وہ بدل بنو امیہ کی حکومت کے مٹانے اور بنو ہاشم کو برسرِ اقتدار لانے کے خواہاں تھے۔ ان کی کوشش صرف یہیں تک محدود تھی۔ کہ وہ اپنے معتقدوں اور دوستوں میں جن کو اہل پاتے۔ اپنے خیالات سے آگاہ فرما دیتے تھے اور اس قسم کے لوگ ان کو تھوڑے نہیں بہت دستیاب ہو گئے تھے۔ جو عراق میں بھی تھے اور خراسان و حجاز میں بھی رہتے تھے۔

محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بھی بنو اُمیہ کی حکومت کے مٹانے اور بنو عباس کے خلافت قائم کرنے کی فکر میں مصروف تھے۔ ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک کے عہدِ خلافت میں ابو ہاشم عبداللہ بن محمد سلیمان بن عبدالملک کے پاس دمشق گئے وہاں سے واپسی میں مقام حمیمہ علاقہ بلقاء میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس ٹھہرے اتفاقاً وہ وہاں بیمار ہوکر فوت ہوگئے۔ فوت ہوتے وقت انھوں نے محمد بن علی بن عبداللہ کو وصیت کی کہ تم خلافتِ اسلامیہ کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اس وصیت نے محمد بن علی کو بہت فائدہ پہنچایا۔ یعنی وہ تمام لوگ جو ابو ہاشم عبداللہ بن محمد کے معتقد و ہم راز تھے۔ محمد بن علی کے ہاتھ پر آکر مخفی طور پر بیعت ہو گئے اس کے بعد سنہ۱۰۰ھ میں بہ عہدِ خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیز محمد بن علی عباسی نے اپنے کارندے

عراق و خراسان و حجاز و یمن و مصر وغیرہ ممالکِ اسلامیہ کی طرف روانہ کئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اگرچہ بنو امیہ کی نسبت اس نفرت و عداوت کو جو اکثر لوگوں کے دلوں میں تھی۔ بہت کم کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی محمد بن علی کی تحریک برابر مصروفِ عمل رہی۔ چنانچہ محمد بن علی کی طرف سے میسرہ عراق میں اور ابو محمد صادق خراسان میں عباسیوں کی خلافت کے لئے برابر دعوت کرتے رہے۔ محمد بن علی نے مضافات بلقاء میں سکونت اختیار کر کے وہیں سے اپنی تحریک کو ممالکِ اسلامیہ میں شائع کیا۔ چند روز کے بعد اس نے اپنے بارہ نقیب مقرر کئے۔ ہر چہار سمت ممالکِ اسلامیہ میں بھیجے ان لوگوں کو ہر جگہ کامیابی حاصل ہوئی۔

سنہ ۱۰۲ھ اور بہ روایت دیگر سنہ ۱۰۳ھ میں ابو محمد صادق خراسانی سے وہاں کے چند با اثر لوگوں کو جنھوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا تھا۔ ہمراہ لے کر محمد بن علی کے پاس آیا انھیں ایام میں محمد بن علی اپنے اس لڑکے کو جس کی عمر صرف پندرہ یوم تھی لے کر آیا اور ان لوگوں سے کہا کہ یہی تمھارا سردار ہوگا (یہی لڑکا عبداللہ سفاح تھا) اس کے بعد بکیر بن ماہان جو سندھ میں جنید کے ساتھ تھا۔ وہاں سے کوفہ میں آیا اور ابو محمد صادق سے ملا۔ اس نے بکیر کو دعوت دی اس نے فوراً قبول کر لیا۔

یہ سنہ ۱۰۵ھ کا واقعہ ہے۔ سنہ ۱۰۵ھ میں بکیر بن ماہان نے جو کہ کوفہ میں محمد بن علی کی جانب سے دعوتِ عراق و خراسان کا افسر و مہتمم تھا۔ ابو عکرمہ۔ ابو محمد صادق۔ محمد خنیس۔ عمار عبادی وغیرہ چند شخصوں کو خراسان کی طرف خلافتِ عباسیہ کی دعوت کے لئے روانہ کیا۔ خراسان میں اسد قسری گورنر تھا۔ اس کو اتفاقاً اس کا علم ہو گیا کہ چند آدمی خلافتِ عباسیہ کے لئے لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ اُس نے سب کو گرفتار کرا کر قتل کر دیا۔ صرف ایک شخص عمار بچ کر بھاگا اور بکیر بن ماہان کو آ کر اطلاع دی۔ بکیر نے یہ کیفیت محمد بن علی کے پاس لکھ کر بھیجی۔ محمد بن علی نے جواب میں لکھا کہ خدا کا شکر ہے کہ تمھاری دعوت اور کوشش کامیاب و نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ اب تم کو خود اپنے قتل کا بھی منتظر رہنا چاہیے۔ سنہ ۱۱۸ھ میں بکیر نے عمار بن زید کو ہواخواہانِ بنو عباس کا سردار بنا کر خراسان کی جانب روانہ کیا اس نے وہاں جا کر اپنے آپ کو خداش کے نام سے موسوم کیا۔ خداش نے ہمدردئ بنو عباس کو نماز روزہ پر بھی ترجیح دی اور لوگوں سے کہا کہ روزہ نماز سے بڑھ کر یہ کام ہے کہ بنو عباس کی خلافت قائم کرنے کے لئے کوشش کرو اور اس معاملہ کو رازداری میں رکھ کر افشا ہونے سے بچاؤ۔ محمد بن علی نے یہ حالات سُن کر خداش کی نسبت ناراضی کا اظہار کیا۔

گورنرِ خراسان اسد قسری کو خداش کا حال معلوم ہوا تو اُس نے گرفتار کرا کر اُس کو قتل کر دیا محمد بن علی اہل خراسان کی اس ضعیف الاعتقادی سے ناراض ہو گئے تھے۔ لہٰذا خراسان سے بااثر لوگوں کا ایک وفد محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی۔

محمد بن علی نے خراسان میں خود نقیب مقرر کر کے روانہ کئے اور ان کے لئے چند عصا اپنے پاس سے مرحمت کئے۔ جو نقیبی اور سرداری کی علامت سمجھے گئے۔ ۱۲۴ھ میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کا بحالتِ قید انتقال ہو گیا۔ مرتے وقت وہ اپنے بیٹے ابراہیم کو اپنا جانشین بنا گئے اور اپنے نقیبوں اور مریدوں کو وصیت کر گئے کہ میرے بعد سب ابراہیم بن محمد بن علی کو امام تسلیم کر کے اُس کی اطاعت و فرماں برداری کریں بکیر بن ماہان ابراہیم بن محمد کی خدمت میں حاضر ہو کر اور ابراہیم بن محمد سے ہدایات لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوا کہ وہاں جا کر لوگوں کو محمد بن علی کے فوت ہونے اور ابراہیم بن محمد کے امام مقرر ہونے کی خبر سنائے۔ بکیر بن ماہان نے خراسان جا کر پوشیدہ طور پر اپنے ہم خیال لوگوں کو جمع کر کے سب کو حالات سنائے اور ہدایات پہنچائیں۔ ہوا خواہانِ بنو عباس نے جو کچھ زرِ نقد ان کے پاس تھا۔ لا لا کر جمع کر دیا اور بکیر بن ماہان اس روپیہ کو لے کر امام ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی ۱۲۴ھ میں ابراہیم بن محمد نے ابو مسلم کو خراسان کی طرف روانہ کیا۔ ابو مسلم اور امام ابراہیم کے حالات اور اس تحریک کی آئندہ حالت آگے کسی دوسرے موقع پر بیان کی جائے گی۔

ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے حالات جو قابلِ تذکرہ تھے۔ مختصر طور پر بیان ہو چکے ہیں۔ یزید بن عبدالملک کی وصیت کے موافق ہشام کے بعد ولید بن یزید ولی عہد تھا۔ لیکن ہشام کی خواہش تھی کہ ولید کو معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنائے مگر اُمرائے سلطنت چونکہ اس پر رضامند نہ تھے۔ لہٰذا وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ مگر ہشام اور ولید کے دلوں میں رنجش ضرور پیدا ہو گئی۔ آخر ۶ ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں ساڑھے اُنیس سال خلافت کرنے کے بعد ہشام بن عبدالملک نے وفات پائی۔

ولید بن یزید بن عبدالملک

ابوالعباس ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان بن حکم ۹۰ھ میں پیدا ہوا۔ اُس کی ماں حجاج بن یوسف ثقفی کی بھتیجی اور محمد بن یوسف کی بیٹی تھی۔ یزید بن عبدالملک کی وفات کے وقت یہ کم عمر تھا۔ ابتدا ہی سے اس کا چال چلن اچھا نہ تھا۔ فسق و فجور اور عیش پرستی میں مصروف رہنے کی وجہ سے انگشت نما تھا۔ اس لئے ہشام بن عبدالملک کا اس کو ولی عہدی سے معزول کرنے کا ارادہ کچھ نامناسب نہ تھا۔ مگر ناعاقبت اندیش امیروں اور سرداروں کی مخالفت نے ہشام کو اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ اور ولید بن یزید ہشام بن عبدالملک کے بعد تخت نشین ہوا۔ ولید بن یزید کا عہد خلافت بنوامیہ کی تباہی و بربادی کا دروازہ کھلنا تھا۔

ولید بن یزید نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی ان لوگوں سے جن کو وہ اپنا مخالف سمجھتا تھا انتقام لینا شروع کیا کسی کا وظیفہ بند کیا۔ کسی کو قید کیا۔ کسی کو قتل کرایا۔ سلیمان بن ہشام اپنے چچا زاد بھائی کو پکڑ کر کوڑوں سے پٹوایا اور ڈاڑھی منڈوا کر تشہیر کرایا۔ یزید بن ہشام اور ولید بن عبدالملک کے کئی بیٹوں کو قید کر دیا۔ غرض تخت نشین ہو کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے اکثر اہل خاندان کو اپنا دشمن بنایا۔ پھر ہشام بن اسمٰعیل مخزومی والیٔ مدینہ کے لڑکوں اور خالد بن عبداللہ قسری سابق گورنر عراق کو پکڑ کر یوسف بن عمر والی عراق کے سپرد کیا۔ اُن سے ان شرفا کو نہایت سخت اذیتیں دے دے کر مار ڈالا۔

اپنی خلافت کے پہلے ہی سال یعنی ۱۲۵ھ میں ولید بن یزید نے اپنے بیٹوں عثمان و حکم کے لئے ولی عہدی کی بیعت لوگوں سے لی۔ اگرچہ بیعت ولی عہدی کی رسم پہلے سے جاری تھی اور لوگ ایسی بیعت کے عادی ہو چکے تھے۔ لیکن ان لڑکوں کی بیعت کسی نے شرح صدر کے ساتھ نہیں کی لہٰذا اور بھی دلوں میں انقباض پیدا ہوا۔

ولید بن یزید بن عبدالملک نے نہ صرف مذکورہ غلط کاریوں ہی پر اکتفا کیا بلکہ اُس نے اپنے عقائد اور آزاد مشربی کے اعلان و اظہار سے اور بھی لوگوں کو برافروختہ ہونے کا موقع دیا۔ چنانچہ وہ علانیہ اپنے ناشدنی عقائد و خیالات کی اشاعت کرتا تھا۔ مے نوشی اور

زنا کے جرموں کا بھی اس سے ارتکاب ہوا۔ ان تمام باتوں کی شہرت نے صوبوں اور ولایتوں کے حاکموں کو بددل کر دیا۔ جس نے بیعتِ اطاعت کی خوف اور ڈر کی وجہ سے کی اور سچی ہواخواہی اور ہمدردی سب کے دلوں سے جاتی رہی۔

۱۲۵ھ یعنی اپنی خلافت کے پہلے ہی سال صوبہ خراسان کو عراق کا ماتحت کر کے خراسان کے حاکم نصر بن سیار کو معزول کیا۔ نصر کے پاس ایک طرف ولید بن یزید کا اور دوسری طرف سے یوسف بن عمر گورنر عراق کا حکم پہنچا کہ تم معزول کئے گئے فوراً دارالخلافہ دمشق میں حاضر ہو کر اپنے صوبہ کا حساب کتاب سمجھاؤ۔

عہدِ بنوامیہ میں صوبوں کی تقسیم

اس جگہ یہ بات سمجھا دینی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ عہد بنوامیہ میں کل ممالک اسلامی چند صوبوں میں تقسیم تھے ہر صوبہ پر ایک امیر یا وائسرائے یا نائب السلطنت مقرر ہوتا تھا۔ اس کو اپنے صوبہ میں کامل شاہانہ اختیارات حاصل ہوتے تھے اور وہ خود ہی اپنی طرف سے اپنے صوبہ کی ولایتوں میں حاکم مقرر کرتا تھا۔ بڑے بڑے صوبے حجاز۔ عراق۔ جزیرہ۔ دارمینیا۔ شام۔ مصر۔ افریقہ۔ اندلس۔ خراسان وغیرہ تھے۔ حجاز کے صوبہ میں مکہ۔ مدینہ۔ طائف یمن کی ولایتیں شامل تھیں کبھی ایسا ہوتا تھا کہ یمن کو حجاز کی ماتحتی سے نکال کر ایک الگ صوبہ قرار دیا جاتا تھا اور وہاں کا حاکم دارالخلافہ سے مقرر ہوتا تھا۔ شام کے صوبہ میں اردن۔ حمص۔ دمشق۔ قنسرین کی ولایتیں شامل تھیں۔ مصر کے صوبہ میں کبھی افریقہ کبھی شامل ہوتا تھا اور کبھی افریقہ کو مصر سے الگ صوبہ قرار دے کر قیروان کا گورنر دربارِ خلافت سے مقرر کیا جاتا تھا۔ اسی طرح اندلس کبھی الگ صوبہ قرار دیا جاتا تھا اور وہاں کا حاکم خلیفہ خود مقرر کرتا تھا اور کبھی اندلس کو قیروان کے امیر کا ماتحت کر کے صوبہ افریقہ میں شامل کر دیا جاتا تھا۔ اس حالت میں قیروان کا امیر خود اپنے اختیار سے اندلس میں کسی کو حاکم مقرر کرتا تھا۔ یہی کیفیت عراق و خراسان کی تھی یعنی کبھی خراسان ایک الگ صوبہ ہوتا تھا اور وہاں کا گورنر یا امیر دربارِ خلافت سے مقرر ہوتا تھا اور کبھی خراسان کو صوبۂ عراق میں شامل کر دیا جاتا تھا۔ اس حالت میں خراسان کا حاکم گورنر عراق کی طرف سے مقرر کیا جاتا تھا۔ صوبوں کے امیروں اور ولایتوں کے والیوں

کو اپنے متعلقہ ملکوں میں سیاہ وسفید کے کامل اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی یہ بھی ہوتا تھا کہ محکمہ مال کی افسری یعنی وصولی خراج وجزیہ کے لئے دربار خلافت سے الگ کوئی اہل کار مقرر ہو جاتا تھا۔ دربار خلافت سے مقرر شدہ افسر مال اپنے آپ کو صوبہ یا ولایت کے حاکم کا ماتحت نہیں سمجھتا تھا لیکن فوج کا سپہ سالار اور ملک کے امن وامان کا ذمہ دار ہمیشہ اس صوبہ کا امیر یا اس ولایت کا والی ہی ہوتا تھا۔ افسر مال کی طرح کبھی کبھی صوبہ کا امیر شریعت یا قاضی اعظم بھی دربار خلافت سے مقرر ہو کر جاتا تھا۔ لیکن نمازوں کا امام ہمیشہ امیر یا گورنر ہی ہوتا تھا۔ یعنی نمازوں کی امامت اور سپہ سالاری لازم و ملزوم تھی۔ بعد میں نمازوں کی امامت اور صوبہ کی امارت بھی جدا جدا ہونے لگی۔ تاہم جمعہ کا خطبہ حاکم صوبہ اور سپہ سالار اعظم ہی سے متعلق رہا۔ آج یہ حقیقت جاہل مسلمانوں اور مسجد کے تنخواہ دار اماموں کی سمجھ میں کہاں آسکتی ہے۔؟

نصر بن سیار کے پاس جب معزولی کے احکام پہنچے تو اُس نے اول اُن کی تعمیل کا ارادہ کیا۔ لیکن پھر متوہم ہو کر خراسان کا قبضہ نہ چھوڑا اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ واقعات کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے یہ ایک واقعہ اسی جگہ بیان کر دینا چاہیئے کہ نصر بن سیار کے پاس ابھی معزولی کے احکام نہیں پہنچے تھے اور وہ ولید بن یزید کی خلافت کو تسلیم کر چکا تھا کہ اس کے پاس حکم پہنچا کہ یحییٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کو جو اپنے باپ کے مقتول ہونے کے بعد خراسان پہنچ کر بلخ میں مقیم ہیں گرفتار کر کے بھیج دو نصر بن سیار نے یحییٰ بن زید کو بلا کر قید کر دیا اور ولید بن یزید کو لکھ بھیجا کہ میں نے یحییٰ کو قید کر دیا ہے۔ ولید نے لکھا کہ یحییٰ کو ہمارے پاس بھیج دو۔ نصر بن سیار نے یحییٰ کو آزاد کر کے حکم دیا کہ تم دمشق میں خلیفہ کے پاس چلے جاؤ۔ یحییٰ وہاں سے روانہ ہو کر راستہ ہی سے پھر خراسان کی طرف لوٹ پڑے ان کے ساتھ معتقدین کی ایک جمعیت فراہم ہو گئی۔ نصر نے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی اور یحییٰ پیشانی پر تیر کا زخم کھا کر جیسے کہ ان کے باپ بھی پیشانی پر تیر کھا کر فوت ہوئے تھے فوت ہو گئے اور ان کے تمام ہمراہی قتل ہوئے یہ واقعہ ۱۲۵ھ مقام جوزجان میں وقوع پذیر ہوا۔ یحییٰ کا سر ولید کے پاس بھیج دیا گیا۔ اور لاش جرجان میں صلیب پر لٹکا دی گئی جو سات سال تک برابر لٹکتی رہی۔ اور ابومسلم خراسانی نے اس کو اُتار کر دفن کرایا۔

ولید بن یزید کے مظالم نے لوگوں کو رنجیدہ دہراز فرختہ کر ہی رکھا تھا کہ اس کے بنی اعمام نے جن پر ولید نے بڑے بڑے ظلم کئے تھے اس کے خلاف کوششیں شروع کر دیں۔ ولید بن یزید کا چچا زاد بھائی یزید بن ولید بن عبدالملک خاص طور پر ولید کے خلاف مصروفِ کار ہوا۔ یزید بن ولید خاندانِ سلطنت میں زیادہ نیک اور باخدا سمجھا جاتا تھا لہٰذا اس نے ولید بن یزید کی خلافِ شرع باتوں کی شکایات لوگوں سے بیان کرنی شروع کیں اور بہت جلد لوگ اس کے ہم خیال و ہم نوا ہو گئے۔ اس کام میں یزید بن ولید کو نہ صرف سردارانِ لشکر اور امرائے سلطنت بلکہ خاندانِ سلطنت کی بھی حمایت حاصل ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے مخفی طور پر یزید بن ولید کے ہاتھ پر بیعت کی اور لشکرِ شام کا بڑا حصہ یزید بن ولید کے ساتھ شامل ہو گیا۔ یزید بن ولید نے دمشق کی سکونت ترک کر کے دمشق سے تھوڑے فاصلہ پر ایک گاؤں میں قیام کیا۔ اور وہیں سے اپنے کارندے بلادِ اسلامیہ کی طرف روانہ کئے کہ وہ ولید بن یزید کی بداعمالیوں کے حالات لوگوں کو سنائیں۔ اور اس طرح تمام عالمِ اسلامی کی رائے عامہ کو ولید کے خلاف اور یزید کے موافق بنائیں یہ پہلا موقع تھا کہ بنو امیہ کے درمیان بلکہ خاندانِ سلطنت کے درمیان ایسی پھوٹ پڑی اور مخالفت نے یہاں تک ترقی کی کہ خفیہ سازشوں اور اشاعتی کارروائیوں سے کام لیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد ولید کے خلاف اور یزید کے موافق حالات پیدا ہو گئے۔ یزید بن ولید کا بھائی عباس بن ولید بھی اگرچہ ولید بن یزید سے سخت ناراض اور اذیت رسیدہ تھا۔ مگر وہ اپنے بھائی یزید کو اس کام سے روکنا اور منع کرنا چاہتا تھا۔ عباس کے اختلاف سے تنگ آ کر ہی یزید نے دمشق کو چھوڑا اور ایک الگ جائے قیام تلاش کی تھی۔ یزید نے ہر طرح اپنا اطمینان کر لینے کے بعد ۲۷ رجادی الثانی ۱۲۶ھ روز جمعہ خروج کے لئے مقرر کیا۔ چنانچہ بعد نمازِ عشاء دمشق میں داخل ہو کر اول کوتوال شہر کو گرفتار کیا۔ پھر سرکاری اسلحہ خانہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ ولید بن یزید کو اس سے پیشتر ان سازشوں اور تیاریوں کا کوئی علم نہ ہو سکا۔ چنانچہ وہ حیران و پریشان ہو کر رہ گیا اور کچھ نہ کر سکا۔ دارالامارۃ کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گیا۔ اب اہلِ دمشق اور اردگرد کے لوگوں نے آ آ کر یزید بن ولید کے ہاتھ پر علانیہ بیعتِ خلافت کرنی شروع کی۔ ولید بن یزید نے دمشق سے نکل کر حمص کی طرف جانا چاہا۔ آخر مقام قصرِ نعمانی میں یزید نے ولید کا محاصرہ کر لیا۔ ولید کے ہمراہیوں نے خوب جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ عباس بن ولید یعنی یزید

کا حقیقی بھائی اپنی جماعت کو لے کر ولید کی حمایت اور یزید کی مخالفت و مقابلے کے لئے دمشق سے چلا۔ لیکن راستے میں اس کو منصور بن جمہور نے گرفتار کر کے یزید بن ولید کے سامنے حاضر کر دیا۔ ولید بن یزید نے جب دیکھا کہ اب کوئی صورت نجات کی نہیں ہے۔ تو یہ کہکر کہ آج میرے لئے بھی ویسا ہی دن ہے جیسا عثمان غنیؓ پر آیا تھا۔ قرآن شریف لے کر پڑھنے بیٹھ گیا یزید کے آدمیوں نے قصر کی دیواروں پر چڑھ کر اور قصر کے اندر داخل ہو کر ولید بن یزید کا سر کاٹ لیا۔ اور منصور بن جمہور نے لا کر یزید بن ولید کے سامنے پیش کیا۔ یزید نے حکم دیا کہ اس کو تشہیر کرا کر ولید کے بھائی سلیمان بن یزید کو دے دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۶ھ کو ولید ایک برس تین ماہ خلیفہ رہنے کے بعد مقتول اور اسی روز یزید بن ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ بنی امیہ کے درمیان یہ آپس کی لڑائی ایسی ہوئی کہ اس کے بعد خاندان بنو امیہ مسلسل مصائب رہ کر برباد ہی ہو گیا۔ اور پھر دم بدم ان پر تباہی نازل ہوتی رہی۔

یزید بن ولید بن عبدالملک

ابو خالد یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان بن حکم کو یزید ثالث اور یزید ناقص بھی کہتے ہیں۔ یزید ناقص اس کو اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس نے لوگوں کے وظائف یعنی فوج کی تنخواہوں کو کم کر دیا تھا۔ ولید بن یزید نے خلیفہ ہو کر دس دس درہم کا اضافہ وظائف میں کر دیا تھا۔ یزید نے خلیفہ ہو کر اس اضافہ کو موقوف کر کے وہی تنخواہیں مقرر رکھیں۔ جو ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں مقرر تھیں۔ یزید نے خلیفہ ہو کر لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ ولید بد عقیدہ بد اعمال تھا۔ اسی لئے وہ مارا گیا ہے۔ میں اب تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کروں گا۔ تمہاری تنخواہیں مقررہ وقت پر ضرور ملا کریں گی۔ میں جب تک حدود ممالک اسلامیہ کو مضبوط اور عدل و انصاف سے شہروں کو آباد نہ کر لوں گا۔ اس وقت تک بلا ضرورت کسی کو کوئی جاگیر نہ دی جائے گی۔ میں اپنے دروازے پر دربان نہ رکھوں گا تاکہ ہر شخص بآسانی مجھ تک پہنچ سکے۔ اگر میں غلط روی اختیار کروں تو تم کو اختیار ہے کہ مجھ کو معزول کر دو۔ اس کے بعد یزید بن ولید نے لوگوں سے اپنے بھائی

ابراہیم بن ولید اور اس کے بعد عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کی ولی عہدی کے لئے بیعت لی۔

اہلِ حمص کو جب یہ معلوم ہوا کہ ولید بن یزید قتل ہو گیا ہے۔ تو انھوں نے بغاوت کی اور ولید کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے یزید بن خالد بن یزید بن معاویہؓ کو اپنا سردار بنا کر دمشق کی طرف روانہ ہوئے یزید بن ولید نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک کو فوج دے کر مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اول اہلِ حمص کے سامنے صلح کی درخواست پیش کی گئی۔ لیکن جب وہ نہ مانے تو لڑائی شروع ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یزید بن خالد گرفتار ہو کر قید ہوا اور اہلِ حمص بہت سے مارے گئے جو باقی رہے وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

یہ خبر سن کر اہلِ فلسطین نے بھی بغاوت کی اور یزید بن سلیمان بن عبدالملک کو اپنا سردار بنایا۔ اہلِ اردن نے سنا تو محمد بن عبدالملک کو اپنا بادشاہ بنالیا اور اہلِ فلسطین کے ساتھ شریک ہو گئے اور دونوں جگہ کی فوجیں مل کر دمشق کی طرف بڑھیں۔ ان تمام مقامات کے لوگوں کو یزید بن ولید نے پہلے اپنا ہم خیال بنالیا تھا لیکن خلیفہ کے قتل کا حادثہ نہ تھا لہٰذا ان لوگوں کے دل میں یکایک مقتول خلیفہ کی ہمدردی اور موجودہ خلیفہ کی نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قاتل ڈاکو کو جب پھانسی کی سزا دی جاتی ہے تو اگرچہ معقولی طور پر ہر شخص اس کو پھانسی کا مستحق یقین کرتا ہے لیکن جب اس کو پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھتے ہیں تو اس وقت تمام ہمدردی اسی کے شاملِ حال ہو جاتی ہے اور وہ نفرت جو اس کی نسبت پہلے دل میں موجود تھی کافور ہو جاتی ہے۔ اس لشکر کا حال سن کر یزید نے سلیمان بن ہشام کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے مامور کیا۔ چنانچہ سلیمان نے ان سب کو شکست دے کر خلیفۂ وقت کی بیعت و اطاعت پر آمادہ کر دیا۔

ملکِ شام کے مذکورہ فسادات کو فرو کرنے کے بعد یزید نے یوسف بن عمر کو عراق وخراسان کی امارت سے معزول کر کے اس کی جگہ منصور بن جمہور کو عراق وخراسان کا حاکم مقرر کیا۔ یوسف نے منصور کو باقاعدہ اپنی امارت کا چارج نہیں دیا۔ بلکہ عراق سے دمشق کی جانب پوشیدہ طور پر روانہ ہوا۔ دمشق کے قریب پہنچا تھا کہ یزید بن ولید نے گرفتار کرا کر قید کر دیا۔ اور اسی

حالت میں مقتول ہوا۔ منصور بن جمہور نے کوفہ پہنچ کر یوسف کے زمانے کے قیدیوں کو رہا کیا اور اپنی طرف سے خراسان کی گورنری پر اپنے بھائی کو بھیجا۔ وہاں نصر بن سیار نے خراسان میں اس کو دخلہ نہیں دیا۔ ابھی یہ جھگڑا طے نہیں ہونے پایا تھا۔ اور منصور بن جمہور کو کوفہ میں آئے ہوئے دو مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ یزید بن ولید نے منصور کو معزول کر کے اس کی جگہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو عراق کی امارت پر روانہ کر دیا۔ منصور بن جمہور عراق کی امارت عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے سپرد کر کے شام کی طرف روانہ ہوا۔ عبداللہ بن عمر نے خراسان کی حکومت پر باقاعدہ طور پر نصر بن سیار کو مقرر فرمایا۔ ان دنوں یمامہ کی ولایت بھی عراق کے صوبہ سے متعلق تھی۔ کبھی یمامہ حجاز میں شامل کر دیا جاتا تھا۔ کبھی عراق میں یوسف بن عمر کے زمانہ سے اہلِ یمامہ علی بن مہاجر حاکم یمامہ کو نکال کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر چکے تھے۔ ابھی تک وہ بدستور اپنی خود مختاری پر قائم رہے۔ اور کوئی بندوبست اس علاقہ پر قبضہ قائم کرنے کے لئے نہ ہو سکا۔

عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز نے عراق کی امارت اپنے ہاتھ میں لے کر جب نصر بن سیار کو خراسان کا حاکم اپنی طرف سے مقرر کیا تو وہاں جدیع بن کرمانی ازدی نے نصر بن سید سے بغاوت و سرکشی اختیار کی۔ جدیع بن علی اصل میں ازدی تھا۔ لیکن چونکہ وہ کرمان میں پیدا ہوا تھا اس لئے کرمانی مشہور تھا۔ وہ یہ دیکھ کر کہ نصر بن سیار جو پہلے خراسان کا خود مختار حاکم تھا۔ اب کوفہ کے گورنر کی طرف سے نامزد و مامور ہو کر مرکزِ حکومت سے متعلق ہو گیا۔ رنجیدہ ہوا اور اس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ "یہ لوگ فتنہ میں پڑ رہے ہیں تم اپنے کاموں کے لئے کسی کو اپنا امیر منتخب کر لو۔" نصر بن سیار اور کرمانی کے دلوں میں پیشتر سے کچھ کدورت تھی۔ اب کرمانی کے اس جدید فتنہ برپا کرنے پر نصر نے اس کو گرفتار کرا لیا اور ۲۷ رمضان ۱۲۶ھ کو قید کر دیا۔ کرمانی چند روز قید رہا۔ اس کے بعد قید خانہ میں نقب لگا کر نکل آیا اور فوراً تین ہزار آدمیوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ ادھر سے نصر نے بھی اس کی سرکوبی کے لئے ایک سردار کو مامور کیا۔ مگر لوگوں نے درمیان میں پڑ کر لڑائی کے روکنے اور صلح کرانے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کرمانی نصر کے پاس چلا آیا۔ اور نصر بن سیار نے اس کو خانہ نشینی کی ہدایت کی۔ چند روز کے بعد پھر کرمانی نے بغاوت و سرکشی کا ارادہ کیا۔ غرض اس طرح کئی مرتبہ جنگ کی تیاری اور کئی مرتبہ صلح ہوئی۔ آخر یہ تجویز ہوئی کہ کرمانی خراسان کو چھوڑ کر جرجان کی طرف

چلا جائے چنانچہ اس پر عمل درآمد ہوا۔

جن دنوں نصر اور کرمانی کے درمیان بار بار نزاع پیدا ہو کر صورتِ حالات خطرناک ہو رہی تھی۔ نصر کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں کرمانی بلادِ ترکستان سے حرث بن شریح کو بلوا کر اپنی طاقت کو نہ بڑھا لے حرث بن شریح کا ذکر اوپر آچکا ہے وہ بارہ تیرہ سال سے بلادِ ترک میں مقیم تھا۔ چنانچہ نصر نے حرث کو بلانے اور اپنے پاس لانے کے لئے مقاتل بن حیانی نبطی کو بھیجا اور ادھر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے پاس کوفہ میں اور یزید بن ولید کے پاس دمشق میں خطوط بھیجے جن میں حرث بن شریح کے متعلق اندیشہ و خطرہ کی اطلاع دے کر اس کی سفارش کی تھی کہ اس کو امان دے کر بلوا لینے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ دونوں جگہ سے امان نامے آگئے۔ ادھر حرث بن شریح بھی بلادِ ترکستان سے خراسان میں آگیا۔ نصر نے اس کی خوب خاطر مدارات کی اور مرو رود میں اس کو ٹھہرایا۔ پچاس درہم روزانہ اس کا روزینہ مقرر کیا اور کہا کہ آپ جس شہر کی حکومت پسند کریں وہاں کا عامل آپ کو بنا دیا جائے۔ حرث نے کہا کہ میں حکومت اور دولت کا خواہش مند نہیں ہوں میں تو کتاب و سنت پر عمل درآمد کرنے کا خواہش مند ہوں۔ ظلم و تعدی سے پریشان ہو کر ان شہروں سے نکل گیا تھا۔ اب بارہ تیرہ برس کے بعد تم نے مجھ کو پھر اس طرف واپس بلایا ہے۔ نصر یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ حرث نے اس کے بعد کرمانی کے پاس کہلا کر بھجوایا کہ اگر نصر بن سیار نے کتاب و سنت پر عمل کیا تو میں اس کا طرف دار ہو کر اس کے دشمنوں سے لڑوں گا اور اگر اس نے کتاب و سنت پر عمل نہ کیا تو پھر میں تمہارا شریک ہو جاؤں گا بشرطیکہ تم نے کتاب و سنت پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔ اس کے بعد حرث نے قبائل تمیم اور دوسرے لوگوں کو اپنی امارت کی طرف متوجہ کیا۔ چند روز میں تین ہزار آدمیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

خراسان کی تو یہ کیفیت تھی جو مذکور ہوئی۔ ادھر ارمینیا میں مروان بن محمد بن مروان اور جزیرہ میں عبدہ بن ریاح غسانی امارت کر رہے تھے۔ جب ولید بن یزید مقتول ہوا تو عبدہ غسانی جزیرہ سے ملکِ شام کی طرف چلا گیا مروان بن محمد کے بیٹے عبدالملک نے جزیرہ کے صوبہ کو خالی دیکھ کر اس پر قبضہ کر کے جا بجا اپنے گماشتے بھیج دیئے اور اپنے باپ مروان بن محمد بن مروان کو لکھا کہ یہ موقع نہایت ہی موزوں ہے آپ خونِ ولید

کا معاوضہ لینے کے لئے کھڑے ہو جاتیں۔ ادھر حمص و اردن و فلسطین کی بغاوتوں سے یزید بن ولید کو فرصت نہ ملنے پائی تھی کہ مروان بن محمد کے خروج کی خبر ملی۔ یزید کے لئے یہ موقع چونکہ بہت ہی نازک تھا۔ اُس نے مروان کو لکھ بھیجا کہ تم میری بیعت کر لو۔ میں تم کو جزیرہ۔ آذربائیجان، ارمینیا، موصل تمام ولایتوں کی حکومت دے دوں گا اور سند گورنری تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ مروان بن محمد نے بیعت کر لی اور یزید نے جیسا کہ وعدہ کیا تھا سند گورنری اس کے پاس بھیج دی۔ اس طرح راستے ہی سے مروان واپس چلا گیا۔ اور اپنے متعلقہ صوبوں پر حکومت کرنے لگا۔ پہلے وہ صرف ارمینیا پر حاکم تھا۔ اب موصل تک کے تمام علاقہ کا حکمران مقرر ہو گیا۔

یزید بن ولید المشہور بہ یزید الناقص اپنے اخلاق و قابلیت کے اعتبار سے برا نہ تھا۔ لیکن اس کی عمر نے وفا نہ کی اور بماہ ذالحجہ ۱۲۶ھ کو چند روز کم چھ مہینے خلافت کر کے ۳۵ سال کی عمر میں مرضِ طاعون سے وفات پائی۔

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک

ابو اسحٰق ابراہیم بن ولید بن عبدالملک اپنے بھائی یزید الناقص کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے موافق خلیفہ ہوا۔ ابراہیم کے ہاتھ پر بیعتِ عامہ نہیں ہوئی بعض لوگ اس کی بیعت سے انکار بھی کرتے رہے۔ مروان بن محمد بن مروان بن حکم گورنر ارمینیا نے جب یزید کے مرنے کی خبر سنی تو وہ دمشق کی جانب فوج لے کر چلا۔ اول قنسرین پہنچا۔ قنسرین کو فتح کر کے حمص کی جانب روانہ ہوا۔ حمص کی حالت یہ تھی کہ حمص والوں نے ابراہیم کی بیعت نہیں کی تھی۔ اس لئے دمشق سے لشکر شام عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کی افسری میں ابراہیم کا فرستادہ حمص کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا جب مروان بن محمد کے قریب پہنچنے کی خبر سنی تو عبدالعزیز لشکر شام کو لے کر اور محاصرہ اٹھا کر دمشق کی جانب چل دیا۔ اور مروان کے پہنچنے پر اہلِ حمص نے بلا توقف اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ابراہیم کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے سلیمان بن ہشام کو ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت سے مروان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ مروان کے پاس کُل اسی ہزار فوج تھی۔ مروان جنگ شروع ہونے سے

پیشتر یہ پیغام بھیجا کہ ہم ولید بن یزید کے خون کا دعویٰ چھوڑے دیتے ہیں۔ تم اس کے بیٹے حکم وعثمان کو جنھیں ولید نے ولی عہد بنایا تھا۔ رہا کردو۔ سلیمان بن ہشام نے اس درخواست کو نامنظور کیا۔ آخر لڑائی شروع ہوئی سلیمان بن ہشام کو ۱۷ ہزار آدمی کٹوا ڈالنے کے بعد شکست فاش حاصل ہوئی۔ مروان نے حکم وعثمان پسران ولید بن یزید کی بیعت لوگوں سے لی اور دمشق کی طرف بڑھا۔ یہاں دمشق میں ابراہیم اور اس کے مشیروں نے مشورہ کیا کہ حکم وعثمان کو قتل کردینا چاہیے۔ چنانچہ یہ دونوں قیدی قتل کردیئے گئے۔ مروان فاتحانہ دمشق میں داخل ہوا۔ اور ابراہیم وسلیمان وغیرہ دمشق سے تدمر کی طرف فرار ہوگئے۔ مروان نے حکم وعثمان کی لاشوں کو دیکھا بہت افسوس کیا۔ نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کرایا۔ اور یہ سوال لوگوں کے سامنے پیش کیا کہ تم کس کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہو۔ سب نے بالاتفاق مروان بن محمد بن مروان بن حکم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ روز دوشنبہ ۲۷ صفر ۱۲۷ھ کا واقعہ ہے۔ ابراہیم کو مروان نے امان دے دی اور اس نے مروان کے حق میں بخوشی خلافت سے دست برداری داخل کردی۔ ابراہیم بن ولید کی خلافت کے متعلق مورخین کا اختلاف ہے بعض اس کو خلیفہ سمجھتے ہیں اور بعض خلفا میں اس کا شمار نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کی خلافت پورے طور پر تمام عالم اسلام میں تسلیم نہیں ہوئی تھی۔ کہ اس نے خلع خلافت کیا۔ ابراہیم کی خلافت جیسی کچھ تھی صرف دو مہینے چند روز رہی۔

مروان بن محمد بن مروان بن حکم

مروان بن محمد خاندان بنوامیہ کا آخری خلیفہ ہے۔ اس کو لوگ مروان الحمار بھی کہتے تھے حمار ملک عرب میں صابر ہونے کی وجہ سے مشہور ہے۔ صعوبت کش آدمی کو حمار کہہ دیا جاتا تھا۔ اس لئے اس خلیفہ کو بھی حمار کہنے لگے۔ کیونکہ اس کی خلافت کا تمام زمانہ لڑائیوں میں بسر ہوا اور اس نے نہایت صعوبت کش اور صابر ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا۔ مروان بن محمد نے بجائے دمشق کے مقام حران میں اقامت اختیار کی۔ تدمر سے ابراہیم (معزول خلیفہ) کو اپنے پاس بلالیا اور اس کا وظیفہ مقرر کردیا۔ یکم شوال کو مروان کے پاس خبر پہنچی کہ اہل حمص بغاوت وسرکشی کی پوری تیاری کرکے خروج پر آمادہ ہیں اور اطراف وجوانب سے عرب قبائل ان

کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ مروان اس خبر کے سنتے ہی فوراً فوج لے کر حمص کی جانب روانہ ہوا۔ ابراہیم اور سلیمان بھی اس کے ہمراہ تھے۔ ۳ر شوال کو حمص کے قریب پہنچے۔ دیکھا کہ اہلِ حمص نے شہر کے دروازے بند کر لئے ہیں۔ مروان کے منادی نے پکار کر کہا کہ تم لوگوں نے امیرالمومنین کی بیعت کیوں توڑ دی ہے۔ شہر والوں نے جواب دیا کہ ہم نے بیعت نہیں توڑی بلکہ ہم مطیع و فرماں بردار اور اپنی بیعت پر قائم ہیں۔ چنانچہ انھوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے اور مروان کے ہمراہی شہر میں داخل ہوئے تو اہلِ شہر اور مخالفین نے مقابلہ کیا۔ یہ حالت دیکھ کر مروان شہر کے دروازے پر چڑھ گیا اور مخالفین کا مقابلہ کر کے ان کو شکست دی۔ شہر پناہ تین سو گز کے قریب ڈھا کر زمین کے برابر کر دی۔ اور اہل شہر سے اپنی بیعت لی۔ ابھی مروان حمص ہی میں تھا کہ خبر پہنچی کہ اہلِ غوطہ نے یزید بن خالد قسری کو اپنا سردار بنا کر دمشق پر حملہ کیا اور والیٔ دمشق کو محصور کر لیا۔ مروان نے والی دمشق کی امداد کے لئے حمص سے دس ہزار فوج روانہ کی۔ اس فوج نے پہنچ کر باہر سے اور اہلِ دمشق نے اندر سے مقابلہ کیا۔ اہلِ غوطہ کو شکست ہوئی یزید بن خالد مارا گیا۔ اس کا سر کاٹ کر مروان کے پاس بھیج دیا گیا۔ اس فتنہ کے فرو ہوتے ہی ثابت بن نعیم نے اہلِ فلسطین کو مجتمع کر کے طبریہ کا محاصرہ کیا۔ طبریہ میں اس وقت ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم والی تھا۔ مروان بن محمد نے یہ خبر سُن کر ابوالورد اپنے فوجی سردار کو اس طرف بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ابوالورد کے پہنچتے ہی اہلِ طبریہ نے شہر سے نکل کر محاصرین کا مقابلہ کیا۔ اہلِ فلسطین نے شکست فاش کھائی اور ثابت بن نعیم کے تین لڑکے ابوالورد نے گرفتار کر کے مروان کے پاس بھیج دیئے۔ مروان نے فلسطین کی حکومت پر رماحس بن عبدالعزیز کنانی کو مامور کیا۔ اُس نے تلاش کر کے ثابت بن نعیم کو گرفتار کیا اور مروان کے پاس بھیج دیا۔ مروان نے اس کے اور اُس کے تینوں لڑکوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر صلیب پر چڑھا دیا۔ ان واقعات سے فارغ ہو کر مروان بن محمد نے دیر ایوب میں اپنے لڑکوں عبداللہ و عبیداللہ کی ولی عہدی کی بیعت لی اور ہشام کی لڑکیوں سے ان کا عقد کر دیا۔ اس کے بعد مروان نے تدمر کی جانب فوج کشی کی کیونکہ اہل تدمر ابھی تک خود مختاری پر قائم تھے۔ اہل تدمر کو بیعت اور اطاعت کرنی پڑی۔ اس کے بعد مروان نے یزید بن عمر بن ہبیرہ کو عراق کی جانب روانہ کیا کہ وہ ضحاک شیبانی خارجی کو جو کوفہ پر متسلط ہو گیا تھا خارج کرے اور امدادی فوجیں عقب سے بھیجتے رہنے کا انتظام کرنے کے لئے خود قرقیا میں ٹھہرا اس سے پیشتر سلیمان بن

ہشام آرام کرنے کے لئے رصافہ میں ٹھہر گیا تھا۔ اہلِ شام کا ایک گروہ کثیر جس کو مروان نے یزید بن عمر بن ہبیرہ کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کیا تھا۔ اس سے جُدا ہو کر رصافہ میں سلیمان بن ہشام کے پاس پہنچا اور کہا کہ آپ خلافت قبول کر لیں۔ سلیمان نے اس بات کو منظور کر لیا۔ اور ان لوگوں کو ہمراہ لئے ہوئے قنسرین کی جانب روانہ ہوا۔ قنسرین پہنچ کر سلیمان نے اہلِ شام کو خطوط لکھے۔ جن کا اثر یہ ہوا کہ اہلِ شام ہر طرف سے سلیمان بن ہشام کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک زبردست فوج سلیمان کے پاس جمع ہو گئی۔ مروان نے یہ خبر سُنی تو یزید بن عمر بن ہبیرہ کو قیام کر دینے کا فرمان بھیجا اور خود قرقیا سے سلیمان کی طرف چلا۔ قنسرین کے باہر مقام حناف میں مروان و سلیمان کی صف آرائی ہوئی اور سلیمان کو مروان نے شکست دے کر بھگا دیا۔ سلیمان کے ہمراہیوں کو جو گرفتار ہوئے قتل کیا۔ سلیمان بن ہشام کا لڑکا اور ہشام بن عبدالملک کا ماموں خالد بن ہشام مخزومی میدانِ جنگ میں قتل ہوئے سلیمان بھاگ کر حمص پہنچا اور دوبارہ لشکر مرتب کر کے شہر پناہ کو درست کرایا۔ مروان یہ سُن کر حمص پہنچا۔ نہایت خوں ریز جنگ ہوئی۔ پھر مروان نے حمص کا محاصرہ کر لیا۔ قریباً دس مہینے حمص کا محاصرہ جاری رہا۔ اسّی منجنیقیں برابر مصروف سنگ باری تھیں۔ مجبور ہو کر اہلِ حمص نے امان طلب کی اور سلیمان تدمر کی طرف چلا گیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر مروان کوفہ کی طرف ضحاک خارجی سے جنگ کرنے کو روانہ ہوا۔

یزید بن عمر بن ہبیرہ نے کوفہ کی طرف بڑھ کر ضحاک خارجی کے لشکر کو شکست دی ضحاک نے دوبارہ لشکر مرتب کیا۔ یزید بن عمر نے دوبارہ اس کو شکست دی اور کوفہ میں داخل ہوا۔ خارجیوں نے کئی مرتبہ خروج کیا مگر ہر مرتبہ ان کو شکست حاصل ہوئی۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ نے عراق پر قابض و متصرف ہو کر اپنی طرف سے نصر بن سیار کو خراسان کی گورنری پر قائم رکھا۔ اس نے مروان بن محمد کی بیعت کر لی۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ خراسان میں حرث بن شریح موجود تھا۔ اور اس کے گروہ میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ حرث بن شریح کو یہ بھی خیال ہوا کہ مجھ کو یزید بن ولید نے امان دی تھی۔ مروان بن محمد نے تو امان نہیں دی۔ اُدھر عبداللہ بن عبدالعزیز گورنر کوفہ نے بھی امان دی تھی۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ موجودہ گورنر کوفہ نے امان نہیں دی۔ لہٰذا حرث بن شریح نے مخالفت کا اعلان کیا۔ نصر بن سیار نے اس کو بہت سمجھایا۔ لیکن وہ نہ مانا۔

بالآخر نوبت لڑائی تک پہنچی۔ خاص شہر مرو کی گلیوں میں جنگ وپیکار کے شعلے بلند ہوئے اُدھر کرمانی بھی کرمان میں کافی قوت حاصل کرچکا تھا۔ نصر بن سیار نے کرمانی کو بلوایا۔ لیکن اس کا بھی دل صاف نہ ہوا اور علانیہ مخالفت پر آمادہ ہوگیا۔ غرض مرو میں کرمانی، حرث، نصر تین شخص جمع ہوگئے۔ تینوں کی طاقت مساوی تھی۔ اور تینوں اپنے الگ الگ مقاصد واغراض رکھتے تھے کوئی کسی کا ہمدرد وشریک نہ تھا۔ آخر حرث وکرمانی دونوں نے متفق ہوکر نصر بن سیار کو ہزیمت دے کر مرو سے نکال دیا اور چند روز کے بعد دونوں آپس میں لڑے اس لڑائی میں حرث بن شریح مارا گیا اور کرمانی مرو پر قابض ومتصرف ہوا یہ ۱۲۸ھ کا واقعہ ہے جب حرث بن شریح مارا گیا تو نصر نے اپنی جمعیت فراہم کرکے کرمانی کے مقابلے پر یکے بعد دیگرے فوجیں بھیجنی شروع کیں۔ لڑائیاں ہوئیں اور قریباً ہر ایک معرکہ میں نصر کے سرداروں کو کرمانی کے مقابلے میں شکست ہوئی۔ آخر نصر بن سیار خود بڑی جمعیت لے کر مرو پر پہنچا۔ طرفین سے مورچے قائم ہوئے اور لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا۔ یہ لڑائیاں ابھی جاری تھیں اور کوئی فریق غالب یا مغلوب نہ ہونے پایا تھا کہ مسلم خراسانی نے جس کا بیان مفصل آگے آتا ہے۔ اس موقع کو بہت غنیمت سمجھا اور اپنی جمعیت کو فراہم کرکے اُدھر نصر سے خط وکتابت جاری کی اور ادھر کرمانی سے۔ نصر کو لکھتا کہ امام ابراہیم نے تمھارے متعلق کچھ مجھ کو ہدایات بھیجی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اُن سے تم کو فائدہ پہنچے گا۔ اسی مضمون کا خط کرمانی کو لکھا کہ میں تمھارا ہمدرد ہوں اور امام ابراہیم نے تمھارے متعلق مجھ کو لکھا ہے کہ ضرورت کے وقت تمھاری مدد کروں۔ یہ خطوط جن قاصدوں کے ہاتھ روانہ کرتا ان کو ہدایت کرتا کہ جو قبائل نصر کے ہمدرد ہیں راستے میں ان کو نصر کے نام کا خط دکھاتے ہوئے جائیں اور جو قبائل کرمانی کے ہمدرد ہیں ان کو کرمانی کے نام کا خط دکھاتے ہوئے جائیں۔ منشا اس سے یہ تھا کہ تمام قبائل کی ہمدردی حاصل ہوجائے۔ اسی طرح اس نے خارجیوں کی ہمدردی وحمایت بھی مناسب تدبیروں سے حاصل کرلی۔ آخر ابو مسلم خراسانی اپنی جمعیت لے کر کرمانی اور نصر بن سیار کے مورچوں کے درمیان آکر خیمہ زن ہوا۔ فریقین یہ اندازہ نہ کرسکے کہ یہ کس کی حمایت کرے گا اور کس کی مخالفت۔ اگلے روز ابو مسلم نے کرمانی کو کہلا بھیجا کہ میں تمھاری طرف سے نصر کا مقابلہ کروں گا۔ کرمانی یہ سُن کر خوش ہوا۔ نصر نے اس خبر سے مطلع ہوکر کرمانی کو لکھ بھیجا کہ ابو مسلم چالاکی سے تم کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے تم اس کے فریب میں نہ آنا۔ اس کے مقابلہ

ہیں ہم کو اپنی مخالفت فراموش کر دینی چاہیے کرمانی نے نصر کی رائے کو پسند کیا اور اگلے روز دونوں میں ملاقات کی تجویز منظور ہوئی۔ کرمانی دو سو آدمی لے کر نصر بن سیار کی ملاقات کے لئے نکلا۔ نصر کے آدمیوں نے موقع پاکر کرمانی اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا کرمانی کا بیٹا علی بھاگ کر ابو مسلم کے پاس آیا۔ کرمانی کی فوج اور ابو مسلم کی جمعیت نے مل کر ابو مسلم اور علی بن کرمانی کی سرداری میں نصر بن سیار پر حملہ کیا۔ نصر بن سیار کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر کسی معمولی شخص کے مکان میں چھپا اور ابو مسلم و علی نے مرو پر قبضہ کیا۔ علی بن کرمانی نے ابو مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہی لیکن ابو مسلم نے کہا تم ابھی اسی حالت میں رہو امام کا حکم آنے پر جو مناسب ہوگا کیا جائے گا۔ نصر بن سیار نے مرو سے نکل کر پھر اپنے گرد لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ ابو مسلم اور علی بن کرمانی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے تھے۔ ابو مسلم نے خارجیوں کے سردار شیبان خارجی کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا کیونکہ نصر بن سیار خارجیوں کا دشمن تھا۔ علی بن کرمانی اس لئے ابو مسلم کا شریک تھا کہ وہ نصر بن سیار سے اپنے باپ کے خون کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ نصر بن سیار نے خارجیوں کے سردار کو یہ پیغام بھیج کر جدا کرنا چاہا کہ ابو مسلم شیعۂ علی ہے غرض کبھی خارجی ابو مسلم سے جدا ہوتے کبھی ابن کرمانی الگ ہو گیا یہ چاروں گروہ یعنی ابو مسلم شیبان خارجی۔ ابن کرمانی۔ نصر بن سیار تمام ملک خراسان میں ادھر ادھر پھر رہے تھے اور ایک دوسرے کے خلاف اتفاق و مخالفت جلد جلد قائم ہو ہو کر ٹوٹ جاتی تھی۔ ان چاروں میں نصر بن سیار اور ابو مسلم خراسانی بہت ہوشیار اور مآل اندیش تھے نتیجہ یہ ہوا کہ ابو مسلم خراسانی نے یکے بعد دیگرے مناسب موقع پاکر شیبان خارجی اور ابن کرمانی کو ۱۳۰ھ میں قتل کرا دیا۔ اور ۱۳۱ھ میں رے کے متصل نصر بن سیار خود بیمار ہو کر مر گیا اور ملک خراسان میں ابو مسلم کا کوئی رقیب باقی نہ رہا۔

خوارج

خراسان کے مجمل حالات اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ خارجیوں نے سلطنت اسلامیہ میں خانہ جنگیوں کی کثرت اور ضعف کے آثار دیکھ کر خروج کیا۔ اور خراسان کے خارجیوں نے مل کر ضحاک بن قیس شیبانی کو اپنا سردار بنایا۔ ضحاک نے کوفہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو کوفہ سے واسط آنا پڑا۔ سلیمان بن ہشام مروان بن محمد سے ہزیمت پاکر ضحاک بن قیس سے آملا۔ اس طرح ضحاک کی طاقت اور بھی بڑھ گئی۔

ضحاک نے طاقت پا کر موصل پر چڑھائی کی ۔ وہاں مروان بن محمد کے بیٹے عبداللہ بن مروان نے مقابلہ کیا ۔ لیکن اس کے پاس کُل سات ہزار فوج تھی اور ضحاک کے ساتھ ایک لاکھ آدمی تھے۔ ضحاک نے عبداللہ بن مروان کا محاصرہ کر لیا۔

مروان بن محمد یہ خبر سُن کر اس طرف متوجہ ہوا خوب زور شور کا مقابلہ ہوا ۔ضحاک مارا گیا ۔ خارجیوں نے سعید بن بہدل کو اپنا امیر بنایا وہ بھی مارا گیا ۔اس کے بعد شیبان بن عبدالعزیز کو خارجیوں نے اپنا امیر منتخب کیا ۔مروان نے یزید بن ہبیرہ کو کوفہ کی طرف روانہ کیا ۔اس نے وہاں سے خارجیوں کو خارج کیا ۔ادھر شیبان بن عبدالعزیز خارجیوں کی تمام جمعیت کو لے کر فارس کی طرف چلا گیا وہاں جا کر وہ ابومسلم کا شریک ہوا جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے ۔اور ۱۳۰ھ میں مقتول ہوا۔

حجاز و یمن و حضر موت میں بھی بغاوتیں نمودار ہوئیں ابوحمزہ مختار بن عوف اُزدی نے علم بغاوت بلند کیا ۔حضر موت کا رئیس عبداللہ بن یحییٰ بھی اس کا شریک ہو گیا ۔ابوحمزہ نے اول مدینہ پر قبضہ کیا ۔ اس کے بعد شام کی طرف بڑھا ۔ مروان بن محمد نے ابنِ عطیہ سعدی کو اس کے مقابلہ پر مامور کیا ۔ وادی قریٰ میں لڑائی ہوئی ابوحمزہ مارا گیا ۔ ابنِ عطیہ یمن کی طرف بڑھا ۔وہاں عبداللہ بن یحییٰ کو مقابلہ پر مستعد پایا ۔ دونوں میں لڑائی ہوئی ۔ عبداللہ بن یحییٰ مارا گیا ۔ابن عطیہ نے اس کا سر کاٹ کر مروان کے پاس بھیجا۔

جس وقت مروان بن محمد ضحاک خارجی سے موصل کے قریب برسر مقابلہ تھا اس وقت اُس کے پاس ایک خط امام ابراہیم کا لکھا ہوا جو ابومُسلم خراسانی کے نام لکھا گیا تھا پکڑا ہوا پیش کیا گیا تھا ۔اس خط میں امام ابراہیم نے ابومُسلم کو ہدایات لکھی تھیں اور یہ بھی لکھا تھا کہ خراسان میں کسی عربی النسل یا عربی اللسان کو زندہ نہ چھوڑنا خراسان کے اصلی باشندے جو مسلمان ہو گئے ہیں وہ ہمارے بہت کام آئیں گے اور انھیں پر زیادہ اعتماد رکھنا چاہیے ۔اسی خط سے یہ راز بھی منکشف ہوتا تھا کہ بنو عباس نے بنو اُمیہ کے خلاف عرصہ سے سازش کا جال پھیلا رکھا ہے اور امام ابراہیم اس سازش کے موجودہ امام ہیں ۔جو مقام حمیمہ علاقہ بلقا میں سکونت پذیر ہیں۔

مروان بن محمد نے اس خط کو پڑھ کر اپنے عامل کو جو بلقا میں مامور تھا لکھا کہ ابراہیم بن محمد کو حمیمہ سے گرفتار کر کے بھیج دو چنانچہ ابراہیم بن محمد اور اُن کے ساتھ کئی اور اہلِ خاندان ہو کر مروان کے پاس بھیجے گئے مروان بن محمد نے ان کو مقام حران میں قید کر دیا ۔امام ابراہیم کے ساتھ سعید بن ہشام بن عبدالملک اور اس کے دونوں لڑکے عثمان و مروان اور عباس بن ولید بن عبدالملک اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور ابومحمد سفیانی بھی قید کر دیئے گئے ۔چند روز کے بعد

حران میں وبائی بیماری پھیلی اسی میں بحالتِ قید امام ابراہیم عباس بن ولید۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز فوت ہو گئے۔

سعید بن ہشام معہ اور قیدیوں کے داروغہ جیل کو قتل کر کے اور جیل خانہ توڑ کر بھاگ نکلا اہلِ حران نے ان سفہوں قیدیوں کو پکڑ کر مار ڈالا۔ صرف ابو محمد سفیانی قید خانہ سے نہ نکلا۔ اس کو مروان بن محمد نے لزاب سے شکست خوردہ واپس آکر آزاد کیا۔ امام ابراہیم نے اپنی گرفتاری وقید کے وقت وصیت کر دی تھی۔ کہ میرے بعد میرا جانشین میرا بھائی عبداللہ بن محمد المشہور بہ ابوالعباس سفاح ہوگا۔ ساتھ ہی یہ بھی وصیت کر دی تھی کہ اب ابوالعباس سفاح کو علاقہ بلقاء میں سکونت نہیں رکھنی چاہیے بلکہ کوفہ میں جاکر رہنا چاہیے۔ چنانچہ عبداللہ بن محمد سفاح معہ اہلِ خاندان اسی وصیت کے موافق کوفہ میں آکر اقامت پذیر ہوا تھا۔ امام ابراہیم نے اپنی گرفتاری سے پیشتر حکم دیا تھا کہ ابومسلم خراسانی کو اپنا افسر سمجھ کر اس کے احکام کی تعمیل کرو۔ اس کے بعد وہ قحطبہ بن شبیب کو ایک سیاہ پھریرہ دے کر ابومسلم کے پاس روانہ کر چکے تھے کہ اس جھنڈے کو بلند کر کے خراسان میں خروج اور ملکوں پر قبضہ شروع کر دو۔

ابومسلم نے ۱۳۰ھ سے ۱۴۱ھ تک تمام خراسان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد قحطبہ بن شبیب کو فوج دے کر کوفہ کی طرف بھیجا کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد ابوالعباس سفاح عبداللہ بن محمد کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔ یہ خبر سُن کر مروان بن محمد حران سے کوفہ کی طرف ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر چلا۔ راستے میں نہر زاب کے کنارے سفاح کی فوج سے جس کا سردار سفاح کا چچا عبداللہ بن علی تھا۔ مقابلہ ہوا۔ مروان بن محمد کی فوج اگر لڑنا چاہتی تو بڑی آسانی سے عبداللہ بن علی کے لشکر کو شکست دے سکتی تھی۔ لیکن عین معرکۂ جنگ میں جب کہ مروان بن محمد عبداللہ بن علی کی فوج کے اکثر حصے کو شکست دے کر بھگا چکا تھا اور فتح میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی تھی۔ مروان کی فوج کے اکثر حصے نے لڑنے اور حملہ کرنے سے انکار کر دیا۔ گویا وہ مروان بن محمد کو شکست ہی دلانا چاہتے تھے۔

عبداللہ بن علی نے اپنے آپ کو شکست خوردہ دیکھ کر اور اپنی جان پر کھیل کر اپنے مخصوص ہمراہیوں کے ساتھ حملہ کیا۔ مگر مروان کی طرف سے اس کی مدافعت میں کوئی سردار نہ بڑھا۔ مروان نے ان کو انعام اکرام کا لالچ دیا۔ جب یوں بھی کام نہ چلا تو جس قدر خزانہ اس کے ہمراہ تھا۔ وہ سب مروان نے میدان میں ڈلوا دیا۔ اور کہا کہ حملہ کرو اور کمزور دشمن کو مار کر یہ تمام خزانہ

آپس میں تقسیم کرلو۔ یہ دیکھ کر لشکر اس خزانہ کے لوٹنے میں مصروف ہو گیا۔ اور جو لوگ ابھی تک لڑ رہے تھے وہ بھی لوٹ کھسوٹ میں مصروف ہو گئے۔ اس بدنظمی وافراتفری کو دیکھ کر مروان نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بھیجا کہ لوگوں کو اس حرکت سے روکے۔ اس کے پہنچتے ہی سب کے سب میدان سے بھاگنے لگے اور مروان کو چند ہمراہیوں کے ساتھ تنہا چھوڑ کر چل دیئے مروان اپنے لشکر کی اس بے وفائی سے مجبور ہو کر میدان سے بھاگا اور موصل پہنچا۔ وہاں لوگوں نے مروان پر اس شکست کی وجہ سے آوازے کسے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھ کر مقام حران کی طرف آیا جہاں اس کا بھتیجا ابان بن یزید بن محمد عامل تھا۔ نہرزاب کے کنارے یوم شنبہ ۱۱ر جمادی الثانی ۱۳۲ھ کو مروان بن محمد نے شکست کھائی تھی۔ مقام حران میں مروان صرف بیس ہی روز قیام کرنے پایا تھا کہ عبداللہ بن علی کے آنے کی خبر سنی مروان وہاں سے حمص کی طرف روانہ ہوا۔ جب عبداللہ بن علی حران کے قریب پہنچا۔ تو حران کا عامل ابان بن یزید بن محمد سیاہ کپڑے پہن کر اور سیاہ جھنڈا لے کر اس کے استقبال کو نکلا اور اس کے ہاتھ پر سفاح کی خلافت کی بیعت کر لی۔ عبداللہ بن علی نے اس کو امان دے دی۔ مروان حمص میں پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اول تو فرماں برداری وعقیدت کا اظہار کیا۔ لیکن مروان کے ہمراہیوں کو کم دیکھ کر سرکشی اور مقابلہ پر آمادہ ہوئے۔ مروان وہاں سے تین دن کے بعد ہی چل دیا۔ لیکن اہلِ حمص نے اس کے مال و اسباب کے چھیننے کا ارادہ کیا۔ مروان نے ان کو اول سمجھایا۔ لیکن جب وہ باز نہ آئے تو مقابلہ پر آمادہ ہو کر اُن کو مار کر بھگا دیا۔

حمص سے مروان دمشق میں پہنچا۔ یہاں کا عامل اس کا چچا زاد بھائی ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم تھا۔ یہاں بھی قیام مناسب نہ سمجھ کر اور ولید بن معاویہ کو مخالفین دولت امویہ سے لڑنے کی ترغیب دے کر فلسطین کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں خاموش اور بے تعلق زندگی بسر کرنے کے ارادے سے ٹھہر گیا۔

ادھر عبداللہ بن علی حران میں اس قید خانہ کو جس میں ابراہیم بن محمد قید تھے مسمار کر کے دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اس کا بھائی عبدالصمد بن علی جس کو سفاح نے آٹھ ہزار کی جمعیت سے اس کی مدد کے لئے روانہ کیا تھا آ پہنچا۔ اس کے بعد عبداللہ بن علی قنسرین و بعلبک ہوتا اور لوگوں سے بیعت لیتا ہوا دمشق آ پہنچا۔ دمشق کا محاصرہ کیا چند روزہ محاصرہ کے بعد بتاریخ ۵ر رمضان ۱۳۲ھ بروز چہار شنبہ بزور شمشیر دمشق میں داخل ہوا۔ اور دمشق کی

گلیوں میں خون کے دریا بہا دیئے۔ اسی معرکہ میں ولید بن معاویہ حاکم دمشق مارا گیا۔ اس فتح اور قتلِ عام کے بعد عبداللہ بن علی پندرہ روز دمشق میں مقیم رہا۔ اس کے بعد فلسطین کی طرف روانہ ہوا۔ عبداللہ بن علی اپنا لشکر لئے ہوئے ابھی سرحد فلسطین پر ہی پہنچا تھا کہ عبداللہ سفاح کا فرمان پہنچا کہ مروان بن محمد کے تعاقب میں اپنے بھائی صالح بن علی کو مامور کردو۔ یہ فرمان شروع ذیقعدہ ۱۳۲ھ میں پہنچا۔ صالح بن علی فوج لے کر روانہ ہوا۔ مروان یہ سُن کر فلسطین سے روانہ ہو کر مقام عریش میں چلا گیا۔ وہاں سے نہر نیل کی طرف گیا۔ وہاں سے صعید کی طرف روانہ ہوا۔ صالح بن علی بھی بڑھتا چلا گیا۔ اس نے خود فسطاط میں ڈیرہ ڈال کر فوجی دستوں کو آگے مروان کے تعاقب اور سُراغ میں روانہ کیا۔ اتفاقاً صالح کے دستوں سے مروان کے سواروں کا مقابلہ ہو گیا۔

مروان کے سوار پہلے ہی سے افسردہ خاطر اور بددل تھے اُنھوں نے مقابلہ نہ کیا اور بھاگ پڑے ان بھاگنے والوں میں سے چند گرفتار بھی ہو گئے۔ ان گرفتار شدہ سواروں سے پوچھا گیا تو اُنھوں نے مروان بن محمد کے قیام کا پتہ بتلا دیا۔ کہ وہ قصبہ بوصیر میں مقیم ہے۔ صالح کی فوج کے افسر ابوعون نے یہ سُن کر رات ہی میں مروان کی جائے قیام پر شبخون مارنا مناسب سمجھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مروان کا مقابلہ آسان نہیں ہے چنانچہ شبخون مارا گیا اس اچانک حملہ سے گھبرا کر مروان اپنے مکان سے باہر نکل آیا۔ ایک شخص نے جو پہلے ہی سے اس تاک میں کھڑا تھا برچھے کا وار کیا۔ مروان گرا۔ اور اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ افسوس امیر المومنین مارے گئے۔ اس آواز کو سُن کر ابوعون اور اس کے ہمراہی دوڑ پڑے فوراً مروان کا سر کاٹ لیا۔ اور ابوالعباس عبداللہ سفاح کے پاس روانہ کر دیا۔

یہ واقعہ ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۲ھ مطابق ۵ اگست ۷۵۰ء کو وقوع پذیر ہوا۔ اور اس کے ساتھ خلافت بنوامیہ کا خاتمہ ہو کر خلافتِ بنوعباس کی ابتدا ہوئی۔ قتلِ مروان کے بعد اس کے لڑکے عبداللہ و عبیداللہ سرزمین حبشہ کی طرف بھاگ گئے۔ حبشیوں نے بھی ان کو امان نہ دی۔ عبیداللہ حبشیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور عبداللہ فلسطین میں آ کر پوشیدہ طور پر رہنے لگا۔ جس کو خلافت مہدی کے زمانے میں عاملِ فلسطین نے گرفتار کر کے مہدی کے دربار میں بھیج دیا اور اُس نے اُس کو قید کر دیا۔

مروان بن محمد کا عہدِ خلافت

مروان بن محمد بنو امیہ کا آخری خلیفہ ہے۔ اس لئے عام طور پر خلافتِ بنو امیہ کی بربادی و تباہی کا ذمہ دار اسی کو سمجھا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بنو اُمیہ کی بربادی کے سامان اس کی خلافت سے پہلے ہی اس کے پیش روؤں کی غفلت سے مرتب و مہیا ہو چکے تھے۔ مروان کی خلافت کا زمانہ کچھ عرصہ کم چھ سال ہے۔ اس مدت میں مروان کو ایک روز بھی چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔

اس نے اپنا تمام عہدِ خلافت گھوڑے کی پشت پر ہی بسر کیا۔ اس کی جفاکشی و بہادری اور اس کے عزم و استقلال کا صحیح اندازہ اس لئے بھی نہیں ہو سکا کہ اس کے ہاتھ میں ایک ایسی سلطنت دی گئی تھی جو ناقابلِ علاج امراض میں مبتلا تھی۔ مروان اگر چند روز پہلے تختِ خلافت پر بیٹھتا تو یقیناً وہ دولتِ امویہ کی بربادی کو ایک طویل زمانہ کے لئے پیچھے ڈال دیتا۔ مگر وہ موجودہ خرابیوں اور بنو عباس کی سازشوں پر غالب نہ آسکا۔ مروان کوئی ایسا غیر معمولی عالی دماغ اور عقلمند بھی نہ تھا کہ کسی قریب المرگ سلطنت میں از سرِ نو جان ڈال سکتا۔ اس کا تمام زمانہ جھگڑوں اور لڑائیوں ہی میں گذر گیا۔ اس کے عہدِ خلافت میں عالمِ اسلام کے اندر ہر طرف تلواریں چمکتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ کسی کو اطمینان حاصل نہ تھا۔ کفار پر جہاد کرنے کا تو موقع ہی میسر نہ تھا۔ اس زمانے میں مسلمانوں کا خون مسلمانوں کے ہاتھوں سے جس قدر بہایا گیا اس کی نظیر بہت ہی کم کسی زمانے میں مل سکتی ہے۔

مروان ۷۲ھ یا ۷۶ھ میں جب کہ اس کا باپ محمد بن مروان جزیرہ کا گورنر تھا پیدا ہوا تھا۔ مروان کی ماں کردستان کی ایک پرستار تھی۔ جو ابراہیم اشتر کے پاس تھی۔ ابراہیم اشتر کے قتل کے بعد محمد بن مروان نے اس کو لے لیا۔ اسی کے پیٹ سے مروان پیدا ہوا تھا۔

خلافتِ بنو اُمیّہ پر ایک نظر

(۱) حضرت عثمان غنی کی خلافت کے نصف آخر سے جو اندرونی خرخشے اور خفیہ سازشیں شروع ہوئیں۔ ان کا ایک ابتدائی حصہ اس نتیجہ پر ختم ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ خلیفہ تسلیم

مٹئے گئے اور خلافتِ بنو اُمیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ خلافتِ بنو اُمیہ کی ابتدا ہی میں اُس کی ہلاکت و بربادی اور عالمِ اسلام کی بدنصیبی کا سب سے بڑا سامان بانیِ خلافت بنو اُمیہ یعنی حضرت امیر معاویہ کے ہاتھوں یہ پیدا ہوا کہ انھوں نے اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا۔ یہ ولی عہدی کی وبا ایسی شروع ہوئی کہ اُس نے آج تک مسلمانوں کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ حضرت امیر معاویہ کے اسی عمل کا نتیجہ تھا کہ وہ خوش گوار اور نافع نوع انسانی جمہوریت جو اسلام نے قائم کی تھی ضائع ہو کر اُس کی جگہ خاندانوں کی حکومتیں جو نوع انسانی کے لیے ایک لعنت ہیں۔ برباد ہونے کے بعد دوبارہ قائم ہو گئیں۔ خاندان بنو اُمیہ میں حضرت امیر معاویہؓ عبد الملک بن مروان۔ ولید بن عبد الملک تین خلیفہ اپنی فتوحات مُلکی اور قابلیت مُلک داری کے اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اس خاندان میں بالکل ایک نرالی قسم کے خلیفہ تھے۔ ان کی خلافت بالکل خلافتِ راشدہ کے اولین زمانے کا نمونہ تھا۔ عمر بن عبد العزیزؒ پر چونکہ مذہبیت اور للّٰہیت غالب تھی۔ لہٰذا وہ کسی پہلو میں بھی کسی اموی خلیفہ سے مشابہ نہیں کہے جا سکتے۔ عمر بن عبد العزیزؒ کی خلافت کا زمانہ اگرچہ بہت ہی تھوڑا زمانہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی خلافت کے مرتبہ کو بلند کر دیا ہے۔ اور باوجود ہر قسم کی قابلِ اعتراض اور قابلِ ملامت حرکات کے خلافتِ بنو اُمیہ کو محض عمر بن عبد العزیزؒ کی وجہ سے قابلِ فخر خلافت کہا جا سکتا ہے۔ ان کے بعد ہشام بن عبد الملک بھی ایک ایسا خلیفہ گذرا ہے۔ جس کو اول الذکر تین خلیفوں کی فہرست میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ ہشام بن عبد الملک کے بعد پورے دس برس بھی نہیں گذرنے پائے تھے کہ خلافتِ بنو اُمیہ کا عالی شان قصر منہدم ہو کر زمین کی برابر ہو چکا تھا اور اُس کی بنیادیں بھی اُکھیڑ کر پھینک دی گئی تھیں۔ جن پانچ خلیفوں کے نام اوپر لئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ سب کے سب عیش پرست۔ پست ہمت۔ تن آسان اور عقل و بصیرت سے ناآشنا تھے اور ہرگز اس قابل نہ تھے کہ کسی ایسی بڑی شہنشاہی کے فرماں روا ہوں جیسی کہ خلافتِ بنو اُمیہ تھی۔ اسلام نے آکر موسیقی اور شراب نوشی کو مٹا دیا تھا۔ لیکن انھیں خلفاء بنو اُمیہ نے ان دونوں پلید اور مضر چیزوں کو پھر رواج دیا۔ جن کا سلسلہ آج تک بھی مسلمانوں میں موجود پایا جاتا ہے۔

(۲) بنو اُمیہ کے جرموں کی فہرست میں ایک یہ جرم بھی قابلِ تذکرہ ہے کہ اسلام نے

خاندانوں اور قبیلوں کی تفریق و امتیاز کو مٹا کر سب کی ایک ہی برادری اور ایک ہی قبیلہ بنا دیا تھا۔ بنو اُمیہ نے قبیلوں کی عصبیت اور امتیاز کو از سرِ نو پھر زندہ کر دیا۔ اور حمیت الجاہلیتہ کو پھر واپس بلانے کے سامان فراہم کر دیئے۔ انھوں نے عربوں کے فراموش شدہ سبق کو پھر یاد دلایا۔ اور مسلمان قوم و قبیلے کو اسلامی اخوت پر ترجیح دینے لگے۔ جس چیز کو بنو اُمیہ نے دوبارہ پیدا کیا۔ بالآخر وہی چیز ان کی بربادی کا باعث ہوئی۔ یعنی علویوں اور عباسیوں نے اسی خاندانی امتیاز کو آلۂ کار بنا کر بنو اُمیہ کی بربادی کے سامان فراہم کئے۔

(۳) بنو اُمیہ نے اپنی حکومت و خلافت کے قیام و استحکام کے لئے ظلم و تشدد اور لوگوں کے قتل کرنے میں دریغ و تامل نہیں کیا۔ خلفاء بنو امیہ کے سب سے زیادہ نامور اور کارگذار اہل کار و صوبہ دار وہی تھے۔ جو سب سے زیادہ لوگوں کو بلا دریغ قتل کرنے اور سختی سے کام لینے والے تھے۔ بنو اُمیہ کو ظلم و تشدد کا طرزِ عمل مجبوراً اپنی حکومت قائم رکھنے کے لئے اختیار کرنا پڑا تھا۔ لیکن آخر میں یہی طرزِ عمل اُن کی بربادی کا باعث ثابت ہوا۔ کیونکہ رعایا کے دلوں سے ان کی حمایت و ہمدردی مسلسل خوف و دہشت کے جاری رہنے سے جاتی رہی تھی۔

(۴) بنو امیہ اس میں شک نہیں کہ قبائلِ قریش اور ملکِ عرب میں ایک نامور اور سردار قبیلہ تھا۔ اس قبیلے میں اکثر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جو تدبیر و رائے میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے اور حکومت و ملک داری کے اُصولوں سے واقف تھے۔ یہ خصوصیتیں اس قبیلہ کو عہدِ جاہلیت میں بھی حاصل تھیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں تھا۔ کہ بنو اُمیہ کے گھروں میں کوئی نالائق پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر بنو اُمیہ میں ولی عہدی کی رسم جاری نہ ہوتی اور خلیفہ کا انتخاب صرف قبیلہ بنو امیہ ہی میں محدود کر دیا جاتا۔ یعنی مسلمان اپنی مرضی اور کثرتِ رائے سے قبیلہ بنو اُمیہ کے کسی قابل و لائق ترین شخص کو خلافت کے لئے منتخب کر لیا کرتے۔ تب بھی اگرچہ بڑی بے انصافی اور غلطی ہوتی۔ تاہم خلافت بنو اُمیہ کی یہ حالت نہ ہوتی اور عالمِ اسلام کو اتنا بڑا نقصان نہ پہنچتا۔ جو پہنچا۔ اس طرح ممکن تھا کہ خلافت بنو اُمیہ کی عمر بہت زیادہ طویل ہوتی۔ اور وہ شکایتیں جو خلافت بنو اُمیہ سے پیدا ہوئیں۔ شاید پیدا نہ ہوتیں۔

(۵) خفیہ تدبیروں، سازشوں اور چالاکیوں میں بنو اُمیہ کو عرب کے دوسرے قبائل پر فضیلت حاصل تھی اور اُن کی خلافت کا قیام انھیں چیزوں سے امداد حاصل کرنے کا نتیجہ تھا۔ لیکن تعجب ہے کہ انہیں چیزوں کے ذریعہ ہاشمیوں نے ان کو مغلوب کیا۔ حالانکہ ہاشمی ان چیزوں

ہیں ان کے شاگرد تھے۔ اس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ دولت حکومت کے مردم افگن نشے نے ان کو جاہل و غافل بنا دیا تھا اور ولی عہدی کی رسم بد نے اس جہالت و غفلت کو اور بھی بڑھا دیا تھا۔

(۶) مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ بنوامیہ کی خلافت میں بعض ایسی خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم دیکھی گئیں۔ اور ان کے جانشینوں کو نصیب نہ ہوئیں۔ مثلاً خلافت بنوامیہ نے خلافت راشدہ کی فتوحات کو وسعت دے کر مشرق و مغرب میں دور دور تک پھیلا دیا۔ مشرق میں چین اور مغرب میں بحر ظلمات تک انھوں نے گویا اپنے زمانے کی تمام متمدن دنیا کو فتح کر ڈالا۔ انھیں کے زمانے میں سمندروں کے دور دراز جزیروں، براعظم افریقہ کے ریگستانوں اور ہندوستان کے میدانوں تک اسلام پہنچا۔ خلافت بنوامیہ کے زمانے میں اسلامی حکومت زیادہ سے زیادہ دنیا میں پھیل چکی تھی۔ اور حکومت اسلامیہ کا ایک مرکز تھا۔ بنوامیہ کے بعد مسلمانوں کو جدید فتوحات ملکی کا بہت ہی کم موقع ملا گویا ملک گیری بنوامیہ نے ختم کر دی۔ اس کے بعد صرف ملک داری باقی رہی۔ بنوامیہ کے بعد اسلامی حکومت کا مرکز بھی ایک نہیں رہا۔ بلکہ ایک سے زیادہ الگ الگ حکومتیں قائم ہونے لگیں۔ جن میں خلافت عباسیہ سب سے بڑی حکومت تھی۔

(۷) بنوامیہ کے عہد خلافت میں عربوں کی حیثیت ایک فاتح قوم کی رہی۔ عربی اخلاق۔ عربی زبان۔ عربی تمدن۔ عربی مراسم سب پر غالب و فائق تھے۔ لیکن بنوامیہ کے بعد عجمیوں اور دوسری مفتوح قوموں کو یہ مرتبہ حاصل ہونے لگا۔ کہ وہ عربوں پر حکومت کریں۔ اور عربوں کی کسی فضیلت و خصوصیت میں فاتحانہ عظمت کو تسلیم نہ کریں۔

(۸) عہد بنوامیہ میں اگرچہ خارجی شیعہ اور بعض دوسرے گروہ پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن سب کا عمود مذہب اور مدار استدلال قرآن و حدیث کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ کتاب و سنت کے سوا کسی تیسری چیز کو قاضی نہ سمجھتے تھے لیکن بعد میں ایسے بہت سے فرقے مسلمانوں میں پیدا ہونے لگے۔ جنھوں نے کتاب و سنت کو پس پشت ڈال کر اپنے پیروں، مرشدوں، اماموں اور صاحب گروہ علماء کے اقوال و اجتہاد کی پیروی کو کافی سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ خلافت بنوامیہ کے زمانے میں مسلمانوں کی تمامتر توجہ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ کی طرف منعطف رہی۔ اس کے بعد قرآن مجید کی طرف سے مسلمانوں نے کم التفاتی و غفلت کا برتاؤ

شروع کیا۔ اور یہ نحوست یہاں تک ترقی پذیر ہوئی کہ آج ہمارے زمانے میں ایک واعظ اور ایک فارغ التحصیل مولوی کے لئے بھی یہ ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ وہ قرآن مجید کو تدبر کے ساتھ پڑھ اور سمجھ چکا ہو۔

(۹) خلافتِ راشدہ میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی اور فتح یہ سمجھی جاتی تھی کہ لوگ شرک و گمراہی سے نجات پاکر توحید اور عباداتِ الٰہی کی طرف متوجہ ہو جائیں اور مذہب اسلام لوگوں کا دستورالعملِ زندگی بن جائے۔ مال و دولت اور مادی شان و شوکت کی کوئی قدر و قیمت اور عزت و وقعت نہ تھی۔ لیکن خلافتِ بنو اُمیہ میں مال و دولت اور شان و شوکت کو کامیابی سمجھا جانے لگا۔ اور بیت المال کا روپیہ ان لوگوں کے لئے زیادہ صرف ہونے لگا۔ جو خلافت و سلطنت یعنی خاندان بنو اُمیہ کے لئے موجبِ تقویت اور مفید ثابت ہو سکتے تھے۔ جن لوگوں سے بنو اُمیہ کو کسی امداد و اعانت کی توقع نہ ہوتی تھی۔ یا جن کا خوش رکھنا وہ اپنے لئے ضروری نہ سمجھتے تھے۔ اُن کی طرف سے بے التفاتی برتی جاتی تھی۔ اور اُن کے حقوق اِن کو نہ ملتے تھے۔ یہ رسم بد بعد کی خلافتوں میں اور بھی زیادہ ترقی کر گئی تھی۔ اسی نسبت سے عام طور پر مسلمانوں میں اغراض پرستی اور باہمی رقابت بڑھتی چلی گئی۔

(۱۰) ابتدائے اسلام اور خلافتِ راشدہ کے زمانے میں مسلمانوں کی زندگی نہایت سادہ اور ان کی ضروریاتِ زندگی بہت ہی محدود تھیں۔ عہدِ بنو اُمیہ میں سامانِ عیش کا استعمال شروع ہوا۔ اور وہ سپاہیانہ انداز جو پہلے موجبِ فخر تھا۔ بتدریج مٹتے مٹتے بالکل دور ہونے لگا۔ خوبصورت لباس، پُر تکلف مکانات اور زیب و زینت کے سامان ضروریاتِ زندگی میں داخل ہونے لگے۔ اور اسی نسبت سے مسلمانوں کے اندر صدیق و فاروق اور خالد و ضرار کے نمونے کم نظر آنے لگے۔

بنو اُمیہ کے رقیبوں کی کوشش

قتلِ عثمان کے بعد ہاشمیوں اور امویوں میں جو رقابت پیدا ہوئی اُس کا نتیجہ بسببِ ظاہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد حضرت امام حسنؓ کے خلافت کے دست بردار ہو جانے پر یہ نکلا کہ بنو اُمیہ نے بنو ہاشم پر غلبہ پا لیا اور بازی لے گئے جمل اور صفین کی معرکہ آرائیوں اور خارجیوں کی لڑائیوں کے بعد خلافت کا بنو اُمیہ میں چلا جانا بنو ہاشم کی ایک ایسی ناکامی تھی

کہ وہ خلافت کے حصول کے لئے اپنی تلواروں کو کند محسوس کر چکے تھے اور جلد طاقت کے استعمال پر آمادہ نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے بعد یزید کا خلیفہ مقرر ہونا اور ولی عہدی کی بدعت کا ایجاد ہونا بنو امیہ کے لئے بے حد مضر اور اُن کی کمزوری کا سامان تھا لہٰذا حضرت امام حسینؓ نے جرأت سے کام لیا اور اپنے ہمدردوں کی نصیحت پر عمل نہ کیا جس کے نتیجہ میں کربلا کا حادثہ رونما ہوا۔

امیر معاویہؓ کے کمزور جانشین یزید اور یزید کے غلط کار اہل کار ابن زیاد نے اپنے اعمال ناشائستہ سے بنو ہاشم کی ہمتوں کو تو زیادہ پست کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی حکومت بنو امیہ کی قبولیت کو نقصان پہنچا کر عام لوگوں کو بنو امیہ کی مخالفت کے اظہار پر دلیر بنا دیا جس کے نتیجہ میں ابن زبیرؓ کا واقعہ پیش آیا۔ ابن زبیرؓ کا واقعہ جب پیش آیا ہے تو حکومت امویہ کا تاج دار ایک زبردست شخص تھا۔ اسی لئے وہ حکومت امویہ کی اس کمزوری کو جلد دور کر کے نہ صرف اقتدار رفتہ ہی کو قائم کر سکا بلکہ اُس نے پہلے سے بھی زیادہ لوگوں کو مرعوب و خوف زدہ بنا دیا۔ اب ہاشمیوں کے لئے تلوار کے استعمال اور طاقت کے اظہار کا کوئی موقع باقی نہ رہا تھا۔ انھوں نے اپنے جوشِ انتقام کے لئے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا اور اُن کارروائیوں سے فائدہ اُٹھایا جو وہ عبداللہ بن سبا اور اُس کے اتباع کی دیکھ چکے تھے اور جن کے سبب وہ صفین اور اذرح میں ناکام ہو چکے تھے۔ ہاشمیوں میں صرف دو ہی گھرانے سردار و مقتدا پائے جاتے تھے۔ ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد اور دوسری حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی اولاد۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلعم کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے اور حضرت عباسؓ آپ کے چچا تھے۔ یہ دونوں گھرانے اہلِ بیت نبوی میں شمار ہوتے تھے اور اس لئے ان کی عظمت و سیادت سب کو تسلیم تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چونکہ بنو امیہ کے مقابلہ میں براہِ راست مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اس لئے علویوں میں عباسیوں کی نسبت زیادہ جوش تھا۔ حضرتِ امام حسینؓ کی شہادت کے سبب علویوں میں فاطمیوں کو زیادہ جوش تھا اور وہ زیادہ درپئے انتقام تھے۔ علویوں میں دو گروہ تھے ایک وہ جو امام حسینؓ کی اولاد کو مستحقِ خلافت سمجھتے تھے۔ ایک وہ جو محمد بن الحنفیہ کو سب سے زیادہ خلافت کا حق دار مانتے تھے۔ تیسرا گروہ عباسیوں کا تھا۔ سب سے زیادہ طاقتور گروہ فاطمیوں یا حسینیوں کا تھا۔ کیونکہ واقعۂ کربلا کی وجہ سے اُن کو لوگوں کی زیادہ ہمدردی حاصل تھی دوسرے یہ کہ حضرت فاطمۃ الزہرا

کی اولاد ہونے کے سبب بھی وہ زیادہ مکرم و محبوب تھے۔

اُن کے بعد دوسرا گروہ محمد بن الحنفیہ کا تھا اُس کے بعد عباسیوں کا مرتبہ تھا۔ بعد میں فاطمیوں کے اندر بھی دو گروہ ہو گئے تھے ایک وہ جو زید بن علی بن حسینؓ کے طرف دار تھے وہ زیدی کہلائے دوسرے وہ جنھوں نے اسمٰعیل بن جعفر صادق کے ہاتھ پر بیعت کی تھی وہ اسمٰعیلی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مذکورہ بالا تینوں گروہ بنو اُمیہ کے مخالف اور تینوں مل کر اہلِ بیت کے ہواخواہ کہلاتے تھے۔ زید بن علی بن حسین اور اُن کے بیٹے یحیٰی کے مقتول ہونے کا حال اوپر پڑھ چکے ہو۔ محمد بن الحنفیہ کی کوششوں اور مختار کی کوفہ میں کارروائیوں کا ذکر بھی اوپر آچکا ہے۔ علویوں کو جب کبھی ذرا سا بھی موقع ملا اُنھوں نے خروج میں تامل نہیں کیا مگر اکثر ناکام ہوتے رہے۔ علویوں کی ان کارروائیوں اور اُن کے انجام سے عباسی نصیحت و عبرت حاصل کرتے رہے اور اُنھوں نے بنو اُمیہ کے خلاف اپنی کوششوں کو بڑی احتیاط اور دور اندیشی کے ساتھ جاری رکھا۔ ان تینوں گروہوں نے اپنے لئے ایک ہی راہِ عمل تجویز کی کہ پوشیدہ طور پر لوگوں کو اپنا ہم خیال بنایا جائے اور مخفی طور پر لوگوں سے بیعت لی جائے تاآنکہ بنو اُمیہ کے مقابلہ اور مقاتلے کے قابل طاقت فراہم ہو جائے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اُنھوں نے اپنے مشنری مُلکوں میں پھیلا دیئے جو نہایت مخفی طریقوں سے اہلِ بیعت کی محبت کا وعظ کہتے اور بنو اُمیہ کی حکومت کے عیوب و نقائص لوگوں کو سمجھاتے اور خلافت و حکومت کا حق دار اہلِ بیعت ہی کو بتاتے تھے۔ یہ خفیہ اشاعتی کام بڑی احتیاط اور بڑے عزم و حزم کے ساتھ شروع کیا گیا۔ اس کی ابتدا عبدالملک بن مروان ہی کے زمانے سے ہو چکی تھی اور تینوں گروہوں کو ایک دوسرے کی سرگرمیوں کا علم تھا لیکن چونکہ تینوں کا دُشمن ایک ہی تھا اس لئے ان تینوں گروہوں کے اندر آپس میں کوئی رقابت نہ تھی اور ایک دوسرے کے راز کو اطلاع ہو جانے پر پوشیدہ رکھنے اور افشا ہونے سے بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ ہر ایک کے کارندے اور نقیب اگرچہ جُدا جُدا تھے۔ لیکن تبلیغ کے لئے اُن کو ایسے الفاظ استعمال کرنے کی تاکید کی گئی تھی جس سے دوسرے گروہ کے ساتھ تصادم لازم نہ آئے مثلاً بجائے اس کے کہ حضرت عباس یا محمد بن الحنفیہ یا امام زین العابدین کی فضیلت بیان کی جائے صرف اہلِ بیت کا ایک عام لفظ استعمال کیا جاتا تھا اور اہلِ بیت کی فضیلت بیان کر کے اُن کو مستحقِ خلافت ثابت کرنے کی کوشش ہوتی تھی۔ پھر یہی نہیں کہ

آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرتے تھے بلکہ بنو اُمیہ کی مخالفت کے جوش میں خارجیوں کے ساتھ بھی یہ لوگ ہمدردی و اعانت کا برتاؤ جائز سمجھتے تھے کیونکہ خارجی بھی شروع ہی سے بنو اُمیہ کو کافر کہتے اور اُن کے خلاف کوششوں میں مصروف رہتے تھے۔ حالانکہ خارجی جس طرح خلافت بنو اُمیہ کے دشمن تھے اسی طرح حضرت علیؓ اور اُن کی اولاد کے بھی مخالف تھے۔ اس خفیہ اشاعت کے کام میں علویوں سے بار بار جلد بازی کا ارتکاب ہوا اور وہ زیادہ خوبی کے ساتھ اس کام کو انجام نہ دے سکے لہٰذا خلفاء بنو اُمیہ کو علویوں کی کارروائیوں اور سازشوں کا علم ہوتا رہا اور وہ ان کے خلاف انسدادی کارروائیوں کا موقعہ بھی پاتے رہے۔ لیکن عباسیوں کی سازش سے خلفاء بنو اُمیہ آخر تک بے خبر رہے۔ اور اسی لئے عباسی علویوں کو پیچھے چھوڑ کر کامیابی حاصل کر سکے۔

عباسیوں نے علاوہ مذکورہ بالا تدابیر کے ایک اور احتیاط یہ بھی کی کہ اپنا مرکز مدینہ، مکہ، کوفہ، بصرہ، دمشق وغیرہ میں سے کسی بڑے شہر کو نہیں بنایا بلکہ ایک نہایت غیر معروف گاؤں حمیمہ جو بنو اُمیہ کی عطا کردہ جاگیر اور دمشق و مدینہ کے درمیان واقع تھا اور باوجود دمشق سے قریب ہونے کے خلفاء بنو اُمیہ یا گورنران بنو اُمیہ کی توجہ سے محفوظ تھا اپنا قیام گاہ اور مرکزِ سازش بنایا۔ علویین کی کوششیں اور سازشیں چونکہ طشت از بام ہوتی رہیں۔ لہٰذا وہ بار بار قتل ہوتے رہے۔ لیکن بنو عباس اس قسم کے نقصانات سے بالکل محفوظ رہے۔ اور اُن کی سازش کی رفتار ترقی معتدل رفتار سے برابر جاری رہی۔ اس رفتار ترقی میں بہت بڑی طاقت اس لئے پیدا ہو گئی کہ محمد بن الحنفیہ کی جماعت تمام و کمال بنو عباس کے ساتھ شامل ہو کر ایک جماعت بن گئی یعنی ابو ہاشم بن محمد نے اپنے تمام حقوق محمد بن علی عباسی کو حمیمہ میں فوت ہوتے وقت تفویض کر دیئے اور اُن لوگوں کو جو ابو ہاشم کی خلافت کے لئے کوشش کر رہے تھے تاکیدی نصیحت کی کہ آئندہ محمد بن علی کے زیر فرمان کوشش کریں اور محمد بن علی کو اپنا پیشوا مانیں۔ علویوں کا ایک زبردست گروہ جب عباسیوں میں شامل ہو گیا تو عباسیوں نے پہلے سے زیادہ ہمت کے ساتھ باقاعدہ کوششیں شروع کیں اور قریباً تمام طاقت سازش کنندوں کی عباسیوں کے ہاتھ میں آ گئی۔ محمد بن علی عباسی اس زبردست سازشی جماعت کے پیشوا تھے جب اُن کا انتقال سنہ ۱۲۴ھ میں ہوا تو اُن کے بیٹے امام ابراہیم اُن کے جانشین ہوئے امام ابراہیم نے اس سازش کو پہلے سے زیادہ وسیع اور باقاعدہ اصولوں پر

قائم کر کے ہر ایک علاقہ کے لئے الگ الگ موزوں داعی مقرر کئے اور نہایت نظم و ترتیب کے ساتھ عراق، خراسان، فارس، شام، حجاز وغیرہ ممالک اسلامیہ میں اپنی تحریک کا ایک جال پھیلا دیا امام ابراہیم کو خوش قسمتی سے ایک ایسا شخص مل گیا۔ جس نے آئندہ چل کر بہت جلد اس سازش کو کامیابی تک پہنچانے کا تمام کام اپنے ذمہ لے لیا۔ وہ شخص ابومسلم خراسانی تھا۔

امام ابراہیم نے ابومسلم خراسانی کو عراق و خراسان کے تمام دعاۃ کا سردار بنا کر سب کو حکم دیا تھا کہ ابومسلم کی ماتحتی میں کام کریں اور ابومسلم کے ہر ایک حکم کو مانیں، ابومسلم کے ساتھ اُن کی خط و کتابت رہتی تھی اور وہ ابومسلم کو اپنے ہر ایک منشاء سے مطلع کرتے رہتے تھے۔ اس میں یہ فائدہ تھا کہ امام ابراہیم کو ہر ایک شخص سے خود خط و کتابت نہیں کرنی پڑتی تھی۔ جب امام ابراہیم کی وفات کے بعد اُن کا جانشین عبداللہ سفاح اُن کا بھائی ہوا جو امام ابراہیم کی طرح ذی ہوش و عقلمند تھا اور ابومسلم کی قابلیت اور طاقت آخری نتائج پیدا کرنے والی تھی۔ ابومسلم نے جلد جلد خراسان میں طاقت و قوت حاصل کرنی شروع کی۔ امام ابراہیم کی گرفتاری اور بنو امیہ کو اس عباسی تحریک کی واقفیت اُس وقت ہوئی جب کہ ابومسلم خراسان پر گویا مستولی ہو چکا تھا اور اس تحریک کے افشا ہونے کا مناسب وقت آ چکا تھا۔ لہٰذا عباسیوں کو کسی ناکامی و نقصان کا سامنا نہ ہوا۔

جب ابومسلم کو خراسان میں امام ابراہیم کی وفات کے بعد قوت و اقتدار حاصل ہونے لگا اور بنو امیہ کی خلافت کے برباد ہونے کی علامات نمایاں طور پر نظر آنے لگیں تو بنی عباس اور علویوں کے خیر خواہوں اور ان سازشی کارروائیوں میں حصہ لینے والوں نے اپنے خاص خاص سر برآوردہ ممبروں کو بماہ ذوالحجہ ۱۲۹ھ جب کہ وہ بتقریب حج مکہ میں آتے ہوئے تھے ایک مکان میں جمع کیا اور یہ مسئلہ پیش ہوا کہ بنو امیہ کی بربادی اور خلافت اُن کے قبضہ سے نکالنے کی کوششیں بہت جلد آخری کامیابی حاصل کرنے والی ہیں لہٰذا یہ طے ہو جانا چاہیئے کہ خلیفہ کس کو بنایا جائے گا۔ اس مجلس میں ابوالعباس عبداللہ سفاح کا بھائی ابوجعفر منصور بھی موجود تھا اور اولادِ علیؓ میں سے بھی چند حضرات تشریف رکھتے تھے۔ ابوجعفر منصور نے بلا توقف کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لینا چاہیئے۔ حاضرین مجلس نے اس بات کو پسند کیا اور اتفاق رائے سے محمد بن عبداللہ بن حسن

بن علی المعروف بہ نفس ذکیہ کو منتخب کیا گیا ۔ یہ نہایت ہی نازک موقعہ تھا کیونکہ بنو امیہ کی حکومت کو مضمحل کرنے اور خراسان پر ابومسلم کے قابض ہو جانے میں سب سے زیادہ اس بات کو دخل تھا کہ شیعان علی اور شیعان بنو عباس مل کر کام کر رہے تھے اور متفقہ طاقت کے ساتھ مصروف عمل تھے اگر اس مجلس میں بنو عباس اور علویوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا تو مکہ سے لے کر خراسان کے آخری سرے تک کے تمام علاقے میں اختلاف کی ایک لہر ایسی سرعت کے ساتھ دوڑ جاتی کہ پھر اس کی روک تھام قابو سے باہر ہوتی اور خلافت بنو امیہ میں جو مردہ ہو چکی تھی از سر نو جان پڑ جاتی مگر ابوجعفر منصور کی ہوشیاری و دانائی نے اس موقعہ پر بڑا کام کیا اور شیعان علی پہلے سے بھی زیادہ جوش کے ساتھ مصروف عمل ہو گئے اور ان کی یہ تمام کوششیں عباسیوں کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوئیں۔

ابومسلم خراسانی

ابومسلم کا نام ابراہیم بن عثمان بن بشار تھا۔ یہ ایرانی النسل تھا اور مشہور ہے کہ بزرجمہر کی اولاد سے تھا۔ اصفہان میں پیدا ہوا تھا۔ ماں باپ نے کوفہ کے متصل ایک گاؤں میں آ کر سکونت اختیار کر لی تھی جس وقت ابومسلم کا باپ عثمان فوت ہوا ہے تو ابومسلم کی عمر سات برس کی تھی اس کا باپ مرتے وقت وصیت کر گیا تھا کہ عیسٰی بن موسٰی سراج اس کی پرورش اور تربیت کرے۔ عیسٰی اس کو کوفہ میں لے آیا ابومسلم چار جامہ دوزی کا کام عیسٰی سے سیکھتا تھا اور اسی کے پاس کوفہ میں رہتا تھا۔ عیسٰی بن موسٰی اپنے زین اور چار جامے لے کر خراسان جزیرہ اور موصل کے علاقوں میں فروخت کرنے کے لئے جاتا تھا اور اس تقریب سے اکثر سفر میں رہتا اور ہر طبقہ کے آدمیوں سے ملتا تھا اس کی نسبت یہ شبہ ہوا کہ یہ بھی بنو ہاشم اور علویوں کا نقیب ہے اسی طرح اس کے خاندان کے دوسرے آدمیوں پر شبہ کیا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف بن عمر گورنر کوفہ نے عیسٰی بن موسٰی اور اس کے چچا زاد بھائی ادریس بن معقل اور ان دونوں کے چچا عاصم بن یونس عجلی کو قید کر دیا۔ اسی قید خانہ میں خالد قسری کے گرفتار شدہ عمال بھی قید تھے۔

ابومسلم قید خانہ میں عیسٰی بن موسٰی کی وجہ سے اکثر جاتا۔ جہاں تمام قیدی وہ تھے جن کو حکومت بنو امیہ سے نفرت تھی یا قید ہونے کے بعد لازماً نفرت پیدا ہو جانی چاہیئے تھی۔ ان ہی میں بعض ایسے قیدی بھی تھے جو واقعی بنو عباس یا بنو فاطمہ کے نقیب تھے لہٰذا ان لوگوں کی باتیں سن سن کر ابومسلم

کے قلب پر بہت اثر ہوا اور وہ بہت جلد ان لوگوں کا ہمدرد بن کر ان کی نگاہ میں اپنا اعتبار قائم کرسکا اتفاقاً قحطبہ بن شبیب جو امام ابراہیم کی طرف سے خراسان میں کام کرتا اور لوگوں کو خلافت عباسیہ کے لئے دعوت دیتا تھا۔ خراسان سے حمیمہ کی طرف جا رہا تھا راستے میں وہ کوفہ کے ان قیدیوں سے بھی ملا یہاں اُس کو معلوم ہوا کہ عیسیٰ و عاصم وغیرہ کا خادم ابومسلم بہت ہوشیار اور جوہر قابل ہے اُس نے عیسیٰ سے ابومُسلم کو مانگ لیا اور اپنے ساتھ لے کر حمیمہ کی طرف روانہ ہوگیا وہاں امام ابراہیم کی خدمت میں ابومسلم کو پیش کیا امام ابراہیم نے ابومسلم سے پوچھا کہ تمھارا نام کیا ہے؟ ابومُسلم نے کہا کہ میرا نام ابراہیم بن عثمان بن بشار ہے امام ابراہیم نے کہا نہیں، تمھارا نام عبدالرحمٰن ہے چنانچہ اُس روز سے ابومسلم کا نام عبدالرحمٰن ہوگیا۔ امام ابراہیم ہی نے اُس کی کینت ابومسلم رکھی۔ اور قحطبہ بن شبیب سے مانگ لیا۔

چند روز تک ابومُسلم امام ابراہیم کی خدمت میں رہا اور اُنھوں نے اچھی طرح ابومُسلم کی فطرت واستعداد کا مطالعہ کرلیا۔ اس کے بعد اپنے ایک مشہور نقیب ابوالنجم عمران بن اسمٰعیل کی لڑکی سے اُس کا عقد کر دیا ابوالنجم عمران بن اسمٰعیل اُن لوگوں میں سے تھا جو خلافتِ اسلامیہ کو اولادِ علی میں لانا چاہتے تھے۔ اس عقد سے یہ فائدہ حاصل کرنا مقصود تھا کہ ابومُسلم کو شیعانِ علی کی حمایت حاصل رہے اور اُس کی طاقت کمزور نہ ہونے پائے۔ اس انتظام واہتمام کے بعد امام ابراہیم نے ابومُسلم کو خراسان کی طرف روانہ کیا اور تمام دعاۃ ونقبا کو اطلاع دے دی کہ ہم نے ابومُسلم کو خراسان کے تمام علاقہ کا مہتمم بنا کر روانہ کیا ہے۔ سب کو دعوتِ بنو ہاشم کے کام میں ابومُسلم کی فرماں برداری کرنی چاہیے۔ خراسان کے مشہور اور کارگذار نقبا جو محمد بن علی عباسی یعنی امام ابراہیم کے باپ کے زمانے سے کام کر رہے تھے۔ یہ تھے سلیمان بن کثیر مالک بن ہثیم، زیاد بن صالح۔ طلحہ بن زریق۔ عمر بن اعین، یہ پانچوں شخص قبیلۂ خزاعہ کے تھے قحطبہ بن شبیب بن خالد بن سعدان یہ قبیلۂ طے سے تعلق رکھتا تھا۔ ابو عینیہ موسیٰ بن کعب۔ لاہز بن قریظ قاسم بن مجاشع۔ اسلم بن سلام یہ چاروں تمیمی تھے۔ ابو داؤد خالد بن ابراہیم شیبانی ابوعلی ہروی اسی کو شبل بن طہمان بھی کہتے تھے۔ ابوالنجم عمران بن اسمٰعیل۔ جب ابومُسلم خراسان میں پہنچا تو سلیمان بن کثیر نے اُس کو نوعمر ہونے کی وجہ سے واپس کر دیا یہ تمام نقبا سن رسیدہ اور پختہ عمر کے تجربہ کار لوگ تھے اُنھوں نے ایک نوعمر شخص کو اپنی خفیہ کارروائیوں اور رازداری کے مخفی کاموں کا افسر و مہتمم بنانا خلافِ مصلحت سمجھا۔

جس وقت ابومسلم خراسان پہنچا تھا اُس وقت ابوداؤد خالد بن ابراہیم شیبانی ماوراء النہر کی طرف کسی ضرورت سے گیا ہوا تھا وہ جب مرو میں واپس آیا اور امام ابراہیم کا خط اُس نے پڑھا۔ تو ابومسلم کو دریافت کیا اُس کے دوستوں نے کہا کہ سلیمان بن کثیر نے اُس کو نو عمر ہونے کی وجہ سے واپس لوٹا دیا ہے کہ اس سے کوئی کام نہ ہو سکے گا اور یہ ہم سب کو اور اُن لوگوں کو جنھیں دعوت دی جاتی ہے خطرات میں مبتلا کر دے گا۔ ابوداؤد نے تمام نقبا کو جمع کر کے کہا کہ آنحضرت صلعم کو خدا تعالےٰ نے اوّلین و آخرین کا علم دیا آپ کی عترت و اہلِ بیت اُس علم کے وارث ہیں اور آپ کے اہلِ بیت معدنِ علوم اور ورثاء رسول ہیں کیا تم لوگوں کو اس میں کچھ شک ہے حاضرین نے کہا نہیں۔ ابوداؤد نے کہا پھر تم نے کیوں شک و شبہ کو دخل دیا۔ اُس شخص کو امام نے کچھ سوچ سمجھ کر اور اُس کی قابلیت کو جانچ کر ہی تمھاری طرف بھیجا ہو گا۔ اس تقریر کو سُن کر سب کو ابومسلم کے واپس کرنے کا افسوس ہوا اسی وقت آدمی روانہ کیا گیا وہ ابومسلم کو راستے سے لوٹا کر واپس لایا۔ سب نے اپنے تمام کاموں کا متولی و مہتمم ابومسلم کو بنا دیا۔ اور بخوشی اُس کی اطاعت کرنے لگے۔ چونکہ سلیمان بن کثیر نے اول اُس کو واپس کر دیا تھا۔ اس لئے ابومسلم سلیمان بن کثیر کی طرف سے کچھ کبیدہ خاطر ہی رہتا تھا ابومسلم نے نقبا کو ہر طرف شہروں میں پھیلا دیا اور تمام ملک خراسان میں اس تحریک کو ترقی دینے لگا۔

۱۲۹ھ میں امام ابراہیم نے ابومسلم کو لکھ بھیجا کہ اس سال موسمِ حج میں مجھ سے آ کر مل جاؤ تاکہ تم کو تبلیغِ دعوت کے متعلق مناسب احکام دیئے جائیں۔ یہ بھی لکھا کہ قحطبہ بن شبیب کو بھی اپنے ہمراہ لیتے آؤ اور جس قدر مال و اسباب اُس کے پاس جمع ہو گیا ہے وہ بھی لیتا آئے۔ اس جگہ یہ تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان خفیہ سازشوں کے لئے ایامِ حج بہترین موقعہ تھا مکۂ معظمہ میں حج کے لئے دنیا کے ہر حصہ سے لوگ آتے تھے کسی کو کسی کے آنے پر کوئی شبہ کا موقعہ نہ ملتا تھا اور سازشی لوگ بہ آسانی آپس میں مل کر ہر قسم کی گفتگو کر لیتے تھے اور حج کے موقعہ کو کبھی فوت نہ ہونے دیتے تھے۔ چنانچہ ابومسلم اور نقبا کو بھی ہمراہ لے کر معہ قحطبہ بن شبیب امام سے ملنے کی غرض سے مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ مقام قومس پہنچا تو امام ابراہیم کا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ تم فوراً خراسان کی طرف واپس ہو جاؤ اور اگر خراسان سے روانہ نہ ہوئے ہو تو وہیں مقیم رہو اور اب اپنی دعوت کو پوشیدہ نہ رکھو بلکہ علانیہ دعوت دینی شروع کر دو اور جن لوگوں سے بیعت لے چکے ہو اُن کو جمع کر کے قوت کا استعمال شروع کر دو۔ اس خط کو پڑھتے ہی ابومسلم تو مرو کی جانب لوٹ گیا اور قحطبہ بن شبیب مال و اسباب لئے ہوئے

امام ابراہیم کی جانب روانہ ہوا۔ قحطبہ نے جرجان کا راستہ اختیار کیا اطراف جرجان میں پہنچ کر خالد بن برمک اور ابو عون کو طلب کیا یہ لوگ معہ مال و اسباب فوراً حاضر ہوئے قحطبہ اس مال و اسباب کو بھی لے کر امام کی طرف چلا۔

جب ابومسلم کو علانیہ دعوت اور طاقت کے استعمال کی اجازت ملی ہے تو یہ وہ زمانہ تھا کہ خراسان میں کرمانی اور نصر بن سیار کی لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ابومسلم نے اپنی جماعت کے لوگوں کو فراہم کیا اور اُن کو لے کر کرمانی اور نصر بن سیار کے درمیان خیمہ زن ہوا اور بالآخر کرمانی قتل ہوا اُس کا لڑکا علی بن کرمانی ابومسلم کے پاس آگیا اور ابومسلم نے نصر کو مرو سے خارج کر کے مرو پر قبضہ کر لیا مگر چند روزہ قیام کے بعد مرو سے ماخران کی جانب چلا آیا۔ نصر بن سیار نے مروان بن محمد خلیفہ دمشق کو امداد کے لئے خط لکھا تھا مروان بن محمد اُن دنوں ضحاک بن قیس خارجی سے مصروف جنگ تھا۔ وہ کوئی مدد نصر کے پاس نہیں بھیج سکا جن ایام میں نصر کی عرض داشت مروان کے پاس پہنچی انھیں دنوں امام ابراہیم کا خط جو مسلم کے نام اُنھوں نے روانہ کیا تھا اور جس میں لکھا تھا کہ خراسان میں عربی زبان بولنے والوں کو زندہ نہ چھوڑنا اور نصر و کرمانی دونوں کا خاتمہ کر دینا' پکڑا گیا اور مروان الحمار کی خدمت میں پیش ہوا۔ یہی پہلا موقعہ تھا کہ بنو اُمیہ کو عباسیوں کی سازش کا حال معلوم ہوا۔ مروان نے علاقہ بلقا کے عامل کو لکھا کہ امام ابراہیم کو حمیمہ میں جاکر گرفتار کر لو۔ چنانچہ امام ابراہیم گرفتار ہو کر آئے اور مروان نے اُن کو قید کر دیا۔ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ ابومسلم نے خراسان میں جب علانیہ دعوت و تبلیغ شروع کی ہے تو خراسان کے لوگ جوق در جوق اُس کے پاس آنے لگے۔

۱۳۰ھ کے شروع ہوتے ہی ابومسلم نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی اور اہل بیت نبوی کی اطاعت و فرماں برداری پر لوگوں سے بیعت لینی شروع کر دی۔ کرمانی۔ شیبان خارجی نصر بن سیار تینوں ابومسلم کے اس بیعت لینے اور لوگوں کے فراہم کرنے سے ناراض تھے لیکن وہ اس طرح اپنی لڑائیوں میں مصروف تھے کہ ابومسلم کا کچھ نہ بگاڑ سکے قتل کرمانی کے بعد علی بن کرمانی اپنے باپ کی جماعت کا سردار تھا۔ اِدھر ابومسلم بھی کافی طاقت حاصل کر چکا تھا نصر بن سیار اور شیبان خارجی بھی اسی درجہ کی طاقت رکھتے تھے۔ اب خراسان میں یہی چار طاقتیں موجود تھیں۔

ابومسلم نے شیبان خارجی کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور ابن کرمانی کو اُس کے پاس جانے

کی تحریک کی۔ علی بن کرمانی شیبان خارجی کے پاس چلا گیا۔ نصر بن سیار نے شیبان خارجی سے صلح کرنی چاہی تاکہ وہ مطمئن ہو کر ابومسلم سے دو دو ہاتھ کرے لیکن ابومسلم نے علی بن کرمانی کے ذریعہ ایسی کوشش کی کہ دونوں کی صلح نہ ہو سکے۔ جب ان دونوں کی صلح نہ ہوئی تو ابومسلم نے موقعہ مناسب دیکھ کر نصر بن نعیم کو ایک جمعیت کے ساتھ ہرات کی طرف روانہ کر دیا۔ نصر بن نعیم نے ہرات پہنچ کر بہ حالتِ غفلت ہرات پر قبضہ کر لیا اور نصر بن سیار کے عامل عیسیٰ بن عقیل بن معقل لیثی کو ہرات سے نکال دیا۔ یحییٰ بن نعیم بن ہبیرہ شیبانی یہ سن کر ابنِ کرمانی کے پاس آیا اور کہا کہ تم نصر سے صلح کر لو اگر تم نے صلح کر لی تو ابومسلم فوراً نصر کے مقابلے پر آمادہ ہو جائے گا اور تم سے کوئی تعرض نہ کرے گا۔ لیکن اگر تم نے نصر سے صلح نہ کی تو ابومسلم نصر سے صلح کر کے تمہارے مقابلے پر مستعد ہو گا شیبانی نے فوراً نصر کو لکھا کہ ہم تم سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ نصر فوراً صلح پر آمادہ ہو گیا کیونکہ اُس کی پہلے ہی سے یہ خواہش تھی۔

ابومسلم نے فوراً علی بن کرمانی کو، جو شیبان خارجی کا شریک تھا توجہ دلائی کہ نصر بن سیار تمہارے باپ کا قاتل ہے۔ علی بن کرمانی یہ سنتے ہی شیبان خارجی سے جدا ہو گیا اور اُس کے ساتھ لڑائیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ابومسلم ابنِ کرمانی کی مدد کے لئے پہنچا۔ اُدھر نصر بن سیار شیبان خارجی کی طرف سے آمادہ پیکار رہا۔ یہ بھی عجیب زمانہ تھا لڑنے والے چاروں گروہ مختلف الخیال اور مختلف العقیدہ تھے مگر موقع اور وقت کی مناسبت سے ہر ایک دوسرے کو اپنے ساتھ ملا کر تیسرے کو فنا کرنے کی تدبیروں میں مصروف تھا۔ خالص شیعانِ علی بھی خراسان میں پہلے سے بکثرت موجود تھے۔ وہ بھی سب ابومسلم کے شریک تھے۔

عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے کوفہ میں لوگوں سے بیعت خلافت لی تھی۔ مگر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے غالب ہو جانے پر وہ مدائن کی طرف چلے گئے تھے اُن کے ساتھ کوفہ کے بھی کچھ لوگ آئے تھے پھر اُنھوں نے پہاڑی علاقہ کا رُخ کیا اور اُس پر قابض ہو کر حلوان، قومس، اصفہان اور رَے پر قابض ہوئے۔ اصفہان کو اپنی قیام گاہ بنایا۔ ۱۲۸ھ میں شیراز پر قبضہ کیا۔ جب یزید بن عمر بن ہبیرہ عراق کا گورنر مقرر ہو کر آیا تو اُس نے عبداللہ بن معاویہ کے مقابلہ کو لشکر روانہ کیا۔ اصطخر کے قریب جنگ ہوئی۔ عبداللہ بن معاویہ کو شکست ہوئی۔ اُن کے ہمراہی بہت سے مارے گئے۔ منصور بن جمہور سندھ کی طرف بھاگ گیا اُس کا تعاقب کیا گیا لیکن وہ ہاتھ نہ آیا۔ عبداللہ بن معاویہ کے ہمراہیوں سے جو لوگ

گرفتار ہوئے اُن میں عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ بن عباس بھی تھا۔ جس کو یزید بن عمر گورنر کوفہ نے رہا کر دیا۔ عبد اللہ بن معاویہ فرار ہو کر ابو مُسلم کی طرف چلے کیونکہ اُس سے امداد کی توقع تھی کہ وہ اہلِ بیت کا ہوا خواہ ہے۔ لیکن وہ شیراز سے کرمان اور وہاں سے اوّل ہرات پہنچے ہرات میں ابو مسلم کے عامل نصر بن نعیم نے اُن کو ٹھہرا کر ابو مُسلم کو اُن کے آنے کی اطلاع دی ابو مُسلم نے لکھ بھیجا کہ عبد اللہ بن معاویہ کو قتل کر دو اور اُن کے دونوں بھائیوں حسن و یزید کو رہا کر دو چنانچہ نصر بن نعیم نے اس حکم کی تعمیل کر دی۔

۱۳۰ھ کے شروع ہوتے ہی خراسان میں مذکورہ بالا چاروں طاقتیں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں آخر علی بن کرمانی اور ابو مُسلم نے نصر بن سیار اور شیبان خارجی کو ہزیمت دے کر مرو پر مستقل قبضہ کر لیا۔ ابو مُسلم نے مرو کے دارالامارۃ میں جا کر لوگوں سے بیعت لی اور خطبہ دیا۔ نصر مرو سے شکست خوردہ سرخس اور طوس ہوتا ہوا نیشا پور میں آکر مقیم ہوا۔ اور علی بن کرمانی ابو مُسلم کے ساتھ ساتھ رہنے لگا۔ اور ہاں میں ہاں ملاتا رہا شیبان خارجی جو مرو کے قریب ہی شکست خوردہ قیام پذیر تھا۔ اُس کے پاس ابو مُسلم نے پیغام بھیجا کہ تم بیعت کر لو۔ اُس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم ہی میری بیعت کر لو۔ اس کے بعد شیبان خارجی سرخس چلا گیا۔ اور ایک گروہ بکر بن وائل کا اپنے گرد جمع کر لیا۔ یہ سن کر ابو مُسلم نے ایک دستہ فوج سرخس کی طرف روانہ کیا وہاں لڑائی ہوئی اور شیبان خارجی مارا گیا۔ اس کے بعد ابو مُسلم نے اپنے نقیبوں میں سے موسیٰ بن کعب کو ابیورد کی طرف اور ابو داؤد خالد بن ابراہیم کو بلخ کی جانب بھیجا دونوں کو کامیابی حاصل ہوئی ابیورد اور بلخ پر جب قبضہ ہو گیا تو ابو مُسلم نے ابو داؤد کو تو بُلا بھیجا اور یحییٰ بن نعیم کو بلخ کا حاکم مقرر کر کے بھیج دیا۔ زیاد بن عبد الرحمٰن قسری نے جو حکومت بنو اُمیہ کی طرف سے بلخ کا عامل تھا اور ابو داؤد سے شکست کھا کر ترمذ چلا گیا تھا۔ یحییٰ بن نعیم سے خط و کتابت کر کے اُس کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور مُسلم بن عبد الرحمٰن باہلی اور عیسیٰ بن زرعہ سلمی۔ ملوک طخارستان ملوک ماوراء النہر اور اہلِ بلخ و اہلِ ترمذ سب کو مجتمع کر کے اور یحییٰ بن نعیم کو معہ اس کے ہمراہیوں کے ہمراہ لے کر ابو مُسلم کی جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ سب نے متفق ہو کر سیاہ پھریرے والوں سے (دعاۃ بنو عباس) لڑنے کی قسمیں کھائیں۔ مقاتل بن حیان نبطی کو امیر لشکر بنایا۔

ابو مُسلم نے یہ کیفیت سن کر ابو داؤد کو دوبارہ بلخ کی جانب روانہ کیا۔ بلخ سے تھوڑے

فاصلہ پر فریقین کا مقابلہ دریا کے کنارے ہوا۔ مقاتل بن حیان نبطی کے ساقہ کا سردار ابو سعید قرشی تھا۔ ساقہ فوج کا پچھلا حصہ ہوتا ہے اس حصہ کو مسلح اور زبردست اس لئے رکھا تھا کہ کہیں حریف دھوکہ دے کر پیچھے سے حملہ نہ کرے۔ جب لڑائی خوب زور سے شروع ہو گئی تو ابو سعید قرشی نے بھی اپنی متعلقہ فوج سے دشمنوں کا مقابلہ کرنا اور اُن کو مار کر پیچھے ہٹانا ضروری سمجھا اتفاقاً ابو سعید کا جھنڈا بھی سیاہ تھا وہ جب اپنی فوج کو لے کر متحرک ہوا تو لڑنے والی اگلی صفوں کے لوگ یہ بھول گئے کہ ہمارا بھی ایک جھنڈا سیاہ ہے وہ ابو سعید کے جھنڈے کو دیکھتے ہی یہ سمجھے کہ دشمنوں کی فوج نے پیچھے سے ہم پر زبردست حملہ کیا ہے اور یہ انھیں کی فوج فاتحانہ پیچھے سے بڑھتی چلی آتی ہے۔ چنانچہ اُن کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بہت سے دریا میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے۔ زیاد و یحییٰ ترمذ کی طرف چلے گئے۔ اور ابو داؤد نے بلخ پر قبضہ کیا۔

اس فتح کے بعد ابو مُسلم نے ابو داؤد کو بلخ سے واپس بُلا لیا اور بلخ کی حکومت پر نصر بن صبیح مزنی کو مامور کیا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے علی بن کرمانی ابو مُسلم کے پاس رہتا تھا۔ اُس کے ساتھ اُس کا بھائی عثمان بن کرمانی بھی تھا۔ ابو داؤد نے ابو مُسلم کو رائے دی کہ ان دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے سے جُدا کر دینا نہایت ضروری ہے ابو مُسلم نے اس رائے کو پسند کر کے عثمان بن کرمانی کو بلخ کی حکومت پر نامزد کر کے بھیج دیا۔ عثمان بن کرمانی نے بلخ پہنچ کر فرافصہ بن ظہیر کو اپنا نائب بنایا اور خود معہ نصر بن صبیح کے مرو الرود چلا گیا یہ خبر سُن کر مُسلم بن عبدالرحمٰن باہلی نے ترمذ سے مضریوں کو ہمراہ لے کر بلخ پر حملہ کیا اور بزور شمشیر اُس پر قابض ہو گیا۔

عثمان و نصر کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ مرو رود سے بلخ کی طرف روانہ ہوئے اُن کے آنے کی خبر سُن کر عبدالرحمٰن کے ہمراہی راتوں رات بھاگ نکلے نصر نے ایک سمت سے اور عثمان نے دوسری سمت سے بلخ پر حملہ کیا تھا۔ نصر کے ہمراہیوں نے تو بھاگنے والوں سے کوئی تعرض نہ کیا۔ لیکن عثمان بن کرمانی نے لڑائی چھیڑ دی اور خود ہزیمت اُٹھا کر بھاگ نکلے اور بہت سے مارے گئے اور بلخ پر قبضہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ یہ خبر سُن کر ابو مُسلم اور ابو داؤد نے مشورہ کیا۔ ابو مُسلم تو نیشاپور کی طرف روانہ ہوا اور ابو داؤد پھر بلخ کی جانب آیا۔ ابو مسلم کے ہمراہ علی بن کرمانی تھا۔ ابو مُسلم نے نیشاپور کے راستے میں علی بن کرمانی کو قتل کیا اور ابو داؤد نے مشورہ کے موافق بلخ پر قابض ہو کر اور عبدالرحمٰن کو بلخ سے بھگا کر عثمان بن کرمانی کو قتل کر دیا اس طرح ان دونوں بھائیوں کے خرخشے کو مٹا یا۔

اوپر پڑھ چکے ہو کہ امام ابراہیم نے ابو مسلم کو اوّل بُلایا تھا پھر اُس کو روک دیا تھا کہ علانیہ دعوت

شروع کر دے۔ ابو مسلم نے قحطبہ بن شبیب کو مال و اسباب کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ قحطبہ نے امام ابراہیم سے ملاقات کی، مال و اسباب پیش کیا۔ امام ابراہیم نے ایک جھنڈا قحطبہ کے ہاتھ روانہ کیا اور مکہ معظمہ سے اُس کو خراسان کی جانب رخصت کر دیا۔ اور خود حمیمہ کی طرف چلے آئے یہاں آتے ہی گرفتار ہو کر قید ہوئے۔ قحطبہ یہ جھنڈا لے کر ابو مسلم کے پاس آیا ابو مسلم نے اس جھنڈے کو مقدمۃ الجیش پر دار رکھا اور قحطبہ بن شبیب کو مقدمۃ الجیش کا سردار بنایا۔ اور ۱۳۰ھ کے ختم ہونے سے پہلے پہلے خراسان کے بڑے حصے پر قابض و متصرف ہو کر ایک ایک دشمن کا قصہ پاک کیا۔ علی بن کرمانی کے قتل سے فارغ ہو کر ابو مسلم مرو کی طرف لوٹ آیا اور قحطبہ کو چند سرداران لشکر ابو عون عبدالملک بن یزید، خالد بن برمک، عثمان بن نہیک اور خازم بن خزیمہ وغیرہ کے ساتھ طوس کی جانب روانہ کیا۔ اہل طوس نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی قحطبہ نے بڑی بے دردی سے اُن کا قتل عام کیا۔ اس کے بعد قحطبہ نے تمیم بن نصر پر جو مقام سوذقان میں تھا حملہ کی تیاری کی تمیم بن نصر معہ تین ہزار ہمراہیوں کے مقتول ہوا قحطبہ نے شہر میں داخل ہو کر قتل عام کیا اور خالد بن برمک کو مال غنیمت کی فراہمی پر مامور کیا۔

اس کے بعد قحطبہ نے نیشاپور کا قصد کیا۔ یہاں نصر بن سیار مقیم تھا وہ نیشاپور سے قومس بھاگ آیا۔ قحطبہ شروع رمضان ۱۳۰ھ میں نیشاپور پر قابض ہوا۔ اور آخر شوال تک نیشاپور میں مقیم رہا۔ نصر بن سیار کی مدد کے لئے یزید بن عمر بن ہبیرہ گورنر کوفہ نے نباتہ بن حنظلہ کے ماتحت ایک فوج کوفہ سے بھیجی تھی۔ نصر بن سیار قومس میں بھی زیادہ دنوں نہ ٹھہرا وہاں سے وہ جرجان چلا آیا یہیں نباتہ بن حنظلہ معہ اپنی فوج کے نصر بن سیار کے پاس پہنچا۔ قحطبہ نے شروع ذیقعدہ میں نیشاپور سے جرجان کی جانب کوچ کیا۔

قحطبہ کے ہمراہیوں نے جب یہ سنا کہ نباتہ بن حنظلہ عظیم الشان لشکر شام کے ساتھ جرجان میں پہنچ گیا ہے تو وہ خوف زدہ ہوئے قحطبہ نے اُن کو ایک پُرجوش خطبہ دیا اور کہا کہ امام ابراہیم نے پیش گوئی کی ہے کہ تم لوگ ایک بڑی فوج کا مقابلہ کر کے اُس پر فتح پاؤ گے۔ اس سے لشکریوں کے دل بڑھ گئے۔ آخر معرکۂ کارزار گرم ہوا۔ نباتہ بن حنظلہ معہ دس ہزار آدمیوں کے مارا گیا۔ قحطبہ کو فتح عظیم حاصل ہوئی اُس نے نباتہ بن حنظلہ کا سر کاٹ کر ابو مسلم کے پاس بھیج دیا۔ یہ لڑائی شروع ماہ ذالحجہ ۱۳۰ھ میں ہوئی۔ قحطبہ نے جرجان پر قبضہ کیا تیس ہزار اہل جرجان کو قتل کر ڈالا۔ شکست جرجان کے بعد نصر بن سیار خوار الرائے کی طرف چلا آیا وہاں کا امیر ابوبکر عقیلی تھا۔ یزید بن عمر ہبیرہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اُس نے ایک بہت بڑا لشکر ابن غطیف کی سرداری میں نصر بن سیار کی امداد کے لئے روانہ کیا۔

قحطبہ نے جُرجان سے اپنے لڑکے حسن بن قحطبہ کو خوار الرئے کی طرف روانہ کیا اور عقب سے ایک لشکر ابو کامل اور ابو القاسم محرز بن ابراہیم اور ابو العباس مروزی کی سرداری میں حسن کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ لیکن جس وقت یہ لوگ حسن کے لشکر کے قریب پہنچے تو ابو کامل اپنے ہمراہیوں سے جُدا ہو کر نصر سے جا ملا اور اُس کو حسن کے لشکر کی نقل و حرکت سے آگاہ کر دیا۔ آخر لڑائی ہوئی اور حسن بن قحطبہ کو شکست فاش حاصل ہوئی ابو نصر نے مالِ غنیمت اور فتح کا بشارت نامہ یزید بن عمر بن ہبیرہ کے پاس روانہ کیا۔ یہ واقعہ محرم ۱۳۱ھ کا ہے۔ اودھر سے نصر بن سیار کے قاصد مالِ غنیمت اور فتح کی خوش خبری لئے ہوئے جا رہے تھے اُدھر سے ابن غطیف فوج لئے ہوئے آ رہا تھا۔ مقام رَے میں دونوں کی ملاقات ہوئی ابن غطیف نے قاصد سے خط اور مالِ غنیمت لے لیا اور رَے میں قیام کر دیا۔

نصر کو یہ خبر سُن کر سخت ملال ہوا۔ جب نصر نے خود رَے کا قصد کیا تو ابن غطیف مع فوج ہمدان کی جانب روانہ ہو گیا مگر ہمدان کو چھوڑ کر اصفہان چلا گیا۔ نصر دو روز تک رَے میں مقیم رہا تیسرے روز بیمار ہو گیا۔ بیمار ہوتے ہی رَے سے کوچ کر دیا۔ مقام ساوہ میں پہنچا تھا کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۱ھ کو فوت ہو گیا۔ اُس کے ہمراہی اُس کی وفات کے بعد ہمدان چلے گئے۔ رَے کا عامل حبیب بن یزید نہشلی تھا۔ نصر کی وفات کے بعد جب قحطبہ بن شبیب جُرجان سے فوج لے کر رَے کی طرف آیا تو حبیب بن یزید اور اہلِ شام جو اُس کے پاس موجود تھے بلا مقابلہ رَے کو چھوڑ کر چل دیئے۔ قحطبہ نے رَے پر قبضہ کیا اور اہلِ رَے کے اموال و اسباب ضبط کئے رَے کے اکثر مفرور ہمدان چلے گئے قحطبہ نے رَے سے ہمدان کی طرف اپنے بیٹے حسن کو روانہ کیا۔ لیکن یہ لوگ ہمدان چھوڑ کر نہاوند کی جانب چلے گئے۔ حسن نے نہاوند پہنچ کر نہایت مضبوطی سے محاصرہ ڈال دیا۔

یزید بن عُمر بن ہبیرہ نے ۱۲۹ھ میں اپنے بیٹے داؤد بن یزید کو عبداللہ بن معاویہ سے لڑنے کو بھیجا تھا اور داؤد بن یزید کرمان تک اُن کا تعاقب کرتا ہوا چلا گیا تھا داؤد کے ساتھ عامر بن صبارہ بھی تھا یہ دونوں کرمان میں پچاس ہزار کی جمعیت سے مقیم تھے۔

جب یزید بن عمر بن ہبیرہ کو نباتہ بن حنظلہ کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا تو اُس نے داؤد اور ابن صبارہ کو لکھا کہ تم قحطبہ کے مقابلہ کو بڑھو۔ یہ دونوں پچاس ہزار فوج کے ساتھ کرمان سے روانہ ہوئے اور اصفہان جا پہنچے۔ قحطبہ نے ان کے مقابلہ کے لئے مقاتل بن

حکیم کعبی کو مامور کیا۔ اُس نے مقام قم میں قیام کیا۔ ابن صبارہ نے یہ سن کر کہ حسن بن قحطبہ نے نہاوند کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ نہاوند کے بچانے کا ارادہ کیا اور اُس طرف روانہ ہوا اور مقاتل سے مل کر اور اُس کو ہمراہ لے کر ابنِ صبارہ کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔ جب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا تو قحطبہ کے ہمراہیوں نے ایسی جاں بازی سے حملہ کیا کہ ابنِ صبارہ کے لشکر کو ہزیمت ہوئی اور وہ خود بھی مارا گیا۔

یہ واقعہ ماہِ رجب ۱۳۱ھ کا ہے۔ قحطبہ نے اس فتح کی خوش خبری اپنے بیٹے حسن کے پاس کہلا بھجوائی اور خود اصفہان میں بیس روز قیام کیا پھر حسن کے پاس آ کر محاصرہ میں شریک ہو گیا۔ تین مہینے تک اہلِ نہاوند محاصرہ میں رہے۔ آخر نہاوند فتح ہو گیا اور بہت سے آدمی اہلِ نہاوند کے قتل کیے گئے اس کے بعد قحطبہ نے حسن کو حلوان کی طرف روانہ کیا حلوان بآسانی قبضہ میں آ گیا۔ پھر قحطبہ نے ابوعون عبدالملک بن یزید خراسانی کو شہر زور پر حملہ کرنے کو بھیجا۔ یہاں کا عامل عثمان بن سفیان تھا اس کے مقدمۃ الجیش پر عبداللہ بن مروان بن محمد تھا۔ ابوعون اور عثمان کی آخری ذوالحجہ تک لڑائی ہوتی رہی آخر عثمان مارا گیا اُس کی فوج کو شکست ہوئی۔ ابوعون عبدالملک نے بلادِ موصل پر قبضہ کر لیا۔

جب عامر بن صبارہ مارا گیا تو داؤد بن یزید اپنے باپ کے پاس بھاگ آیا۔ داؤد بن یزید سے جب یزید بن عمر بن ہبیرہ نے اس شکست کا حال سُنا تو ایک عظیم الشان لشکر لے کر چلا۔ خلیفہ مروان بن محمد نے بھی حوثرہ بن سہیل باہلی کو اُس کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ معہ حوثرہ بن سہیل حلوان پہنچا۔ قحطبہ بھی یہ سُن کر حلوان کی طرف چلا اور دجلہ کو انبار کی طرف عبور کیا۔ یزید بن عمر نے بھی کوفہ کی طرف مراجعت کی اور حوثرہ کو پندرہ ہزار کی جمعیت سے آگے کوفہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ قحطبہ نے انبار سے ۸ محرم ۱۳۲ھ کو دریائے فرات عبور کیا اس وقت ابنِ ہبیرہ دہانہ فرات پر ۲۳ فرسنگ کے فاصلہ پر خیمہ زن تھا۔ ہمراہیوں نے اُس کو رائے دی کہ کوفہ کو چھوڑ کر خراسان کا قصد کیجئے قحطبہ مجبوراً کوفہ کا ارادہ ترک کر کے ہمارے تعاقب میں آئے گا۔ یزید بن عمر نے اس رائے سے اختلاف کر کے دجلہ کو مدائن سے عبور کیا اور دونوں لشکر بقصدِ کوفہ فرات کے دونوں جانب سفر کرنے لگے فرات کے ایک پایاب مقام پر قحطبہ نے دریا کو عبور کیا سخت لڑائی ہوئی۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ کی فوج کو شکست ہوئی مگر قحطبہ بن شبیب مارا گیا۔ قحطبہ جب معن بن زائدہ کے وار سے زخمی ہو کر گرا

تو اس نے وصیت کی کہ کوفہ میں شیعانِ علی کی امارت قائم ہونی چاہیئے اور ابو سلمہ کو امیر بنانا چاہیئے۔ حوثرہ و یزید بن عمر بن ہبیرہ و ابن نباتہ بن حنظلہ واسط کی طرف بھاگ گئے۔ قحطبہ کی فوج نے حسن بن قحطبہ کو اپنا سردار بنایا۔ اس واقعہ کی خبر کوفہ میں پہنچی تو محمد بن خالد قسری نے شیعانِ علی کو مجتمع کر کے شب عاشورا ۱۳۲ھ کو خروج کیا اور قصرِ امارت میں داخل ہو کر قابض ہو گیا۔

اس واقعہ کا حال سُن کر حوثرہ واسط سے کوفہ کی طرف لوٹا محمد بن خالد قصرِ امارت میں محصور ہو گیا۔ مگر حوثرہ کے ہمراہیوں نے دعوتِ عباسیہ کو قبول کر کے حوثرہ سے جُدا ہونا شروع کیا۔ وہ مجبوراً واسط کی طرف واپس چلا گیا۔ محمد بن خالد نے اس واقعہ کی اطلاع اور اپنے قصرِ امارت پر قابض ہونے کی اطلاع ابن قحطبہ کو دی۔ حسن بن قحطبہ کوفہ میں داخل ہوا اور محمد بن خالد کو ہمراہ لے کر ابو سلمہ کے پاس حاضر ہوا اور ابو سلمہ کو بطور امیر منتخب کر کے بیعت کی۔ ابو سلمہ نے حسن بن قحطبہ کو ابنِ ہبیرہ کی جنگ کے لئے واسط کی طرف روانہ کیا اور محمد بن خالد کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد ابو سلمہ نے حمید بن قحطبہ کو مدائن کی طرف روانہ کیا۔ اہواز میں عبدالرحمٰن بن عمر بن ہبیرہ امیر تھا۔ اُس سے اور بسام سے جنگ ہوئی عبدالرحمٰن شکست کھا کر بصرہ کی جانب بھاگا۔ بصرہ میں مسلم بن قتیبہ باہلی عامل تھا۔ بسام نے عبدالرحمٰن کو شکست دے کر بصرہ کی حکومت پر سفیان بن معاویہ بن یزید بن مہلب کو مامور کر کے بھیجا۔ ماہِ صفر ۱۳۲ھ میں لڑائی ہوئی اور مُسلم نے فتح پائی اور وہ بصرہ پر اُس وقت تک قابض رہا جب تک کہ اُس کے پاس یزید بن عمر کے مارے جانے کی خبر پہنچی۔ اس خبر کو سُن کر وہ بصرہ سے نکل کھڑا ہوا اور میدان خالی پا کر محمد بن جعفر نے خروج کر کے بصرہ پر قبضہ کیا چند روز کے بعد ابو مالک عبداللہ بن اسید خزاعی ابو مُسلم کی طرف سے وارد بصرہ ہوا۔ اور ابو العباس سفاح نے اپنی بیعتِ خلافت کے بعد سفیان بن معاویہ کو بصرہ کا عامل مقرر کیا۔

امام ابراہیم کی وفات کے وقت حمیمہ میں اُن کے خاندان کے مندرجہ ذیل حضرات موجود تھے۔ ابوالعباس۔ عبداللہ سفاح۔ ابو جعفر منصور اور عبدالوہاب۔ یہ تینوں امام ابراہیم کے بھائی تھے۔ محمد بن ابراہیم۔ عیسٰی بن موسٰی۔ داؤد۔ عیسٰی۔ صالح۔ اسمٰعیل۔ عبداللہ۔ عبدالصمد۔ یہ آخرالذکر چھ شخص امام ابراہیم کے چچا تھے امام ابراہیم نے گرفتاری سے پہلے اپنے بھائی ابوالعباس عبداللہ سفاح کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔ اور مرتے وقت ابوالعباس عبداللہ سفاح کے سے

وصیت کی تھی کہ کوفہ میں جاکر قیام کریں۔ چنانچہ اس وصیت کے موافق ابوالعباس عبداللہ سفاح معہ مذکورۂ بالا اہلِ خاندان حمیمہ سے روانہ ہوکر کوفہ میں آیا۔ ابوالعباس جب کوفہ میں پہنچا ہے تو وہ یہ زمانہ تھا کہ کوفہ میں ابوسلمہ کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ ابوسلمہ کوفہ میں امام ابراہیم کی طرف سے قائم مقام اور مرکز کوفہ میں تحریک کا مہتمم تھا۔ لیکن اب اُس کی تمام تر کوششیں اولادِ علی کو خلیفہ بنانے میں صرف ہونے لگی تھیں۔ قحطبہ بن شبیب بھی اسی خیال کا آدمی تھا لیکن چونکہ ابو ہاشم بن محمد نے وصیت کردی تھی کہ محمد بن علی عباسی کو اُن کی جماعت کے تمام آدمی اپنا پیشوا تسلیم کریں۔ اس لئے وہ اس آخری نتیجہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کرسکا تھا۔

جب ابوالعباس کے قریب پہنچنے کی خبر پہنچی تو ابوسلمہ معہ شیعانِ علی بہ غرضِ استقبال حمام اعین تک آیا اور ابوالعباس کو ولید بن سعد کے مکان پر ٹھہرایا اور کُل شیعانِ علی وسپہ سالارانِ لشکر سے چالیس دن تک اس راز کو پوشیدہ رکھا۔ ابوسلمہ نے چاہا کہ آلِ ابی طالب میں سے کسی شخص کو خلیفہ منتخب کرکے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ لیکن ابوالجہم نے جو شیعانِ علی میں سے تھا اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ کہیں آلِ ابی طالب خلافت سے محروم نہ رہ جائیں اور لوگ ابوالعباس ہی کو خلیفہ تسلیم نہ کرلیں اگر ابوالعباس امام ابراہیم کی وصیت کے موافق کوفہ میں نہ آگیا ہوتا تو بہت زیادہ ممکن تھا کہ ابوسلمہ آلِ ابی طالب کو خلیفہ بنانے میں کامیاب ہو جاتا۔ ابوسلمہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگوں کو ابوالعباس کے آنے کی اطلاع ہو اور وہ اُس کی طرف متوجہ ہونے لگیں۔ چنانچہ ابوسلمہ نے اس عرصہ میں امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن حسین بن علی کو خط لکھا کہ آپ کوفہ میں آجیے اور خلیفہ بن جائیے۔ انھوں نے جواب میں انکار کیا۔ اتفاقاً لوگوں کو ابوالعباس سفاح کے کوفہ میں آجانے کی اطلاع ہوگئی۔

کوفہ میں اب دو قسم کے لوگ موجود تھے۔ ایک وہ جو آلِ عباس کی خلافت کے خواہاں تھے دوسرے وہ جو آلِ ابی طالب کو خلیفہ بنانے کے خواہش مند تھے۔ عباسیوں کے طرف داروں نے سنتے ہی ابوالعباس سفاح کے پاس آنا جانا شروع کیا اور اُن کے ساتھ ہی شیعانِ علی بھی ابوالعباس کے پاس آنے جانے لگے۔ جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ ابوسلمہ حاکمِ کوفہ نے جو وزیرِ اہلِ بیت کے لقب سے مشہور تھا۔ ابوالعباس عبداللہ سفاح کے ساتھ مہمان نوازی کے لوازم و شرائط کی ادائگی میں کوتاہی کی ہے تو بہت سے شیعانِ علی بھی عبداللہ سفاح کے ہمدرد و ہوا خواہ بن گئے

اور اس طرح ابوالعباس عبداللہ سفاح کی کوفہ کی موجودگی سے عام طور پر لوگوں کی توجہ اور ہمدردی کو اپنی طرف منعطف کر لیا۔

آخر ۱۲ ربیع الاول بروز جمعہ ۱۳۲ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۷۴۹ء کو لوگوں نے مجتمع ہو کر ابوالعباس عبداللہ سفاح کو اُس کی جائے قیام سے ہمراہ لیا اور دارالامارۃ میں داخل ہوئے۔ عبداللہ سفاح دارالامارۃ سے جامع مسجد میں آیا۔ خطبہ دیا۔ نماز جمعہ پڑھائی اور نماز جمعہ کے بعد پھر ممبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ اور لوگوں سے بیعت لی۔ یہ خطبہ نہایت بلیغ و فصیح تھا۔ اس میں اپنے آپ کو مستحقِ خلافت ثابت کیا اور لوگوں کے وظائف بڑھانے کا وعدہ کیا۔ اہلِ کوفہ کی ستائش کی اس خطبہ کے بعد عبداللہ سفاح کے چچا داؤد نے ممبر پر چڑھ کر تقریر کی اور بنو عباس کی خلافت کے متعلق مناسب الفاظ بیان کر کے بنوامیہ کی مذمت کی اور لوگوں سے بیان کیا کہ آج امیرالمومنین عبداللہ سفاح کسی قدر بخار و اعضا شکنی کی تکلیف میں مبتلا ہیں اس لئے زیادہ بیان نہ کر سکے۔ آپ سب لوگ اُن کے لئے دُعا کریں۔ اس کے بعد ابوالعباس عبداللہ سفاح قصرِ امارت کی طرف روانہ ہوا اور اُس کا بھائی ابو جعفر منصور مسجد میں بیٹھا ہوا رات تک لوگوں سے بیعت لیتا رہا۔ ابوالعباس عبداللہ سفاح بیعتِ خلافت لینے کے بعد قصرِ امارت میں گیا پھر وہاں سے ابوسلمہ کے خیمے میں جا کر اُس سے ملاقات کی ابوسلمہ نے بھی بیعت تو کر لی مگر وہ دل سے اس بیعت اور عباسیوں کی خلافت پر رضا مند نہ تھا۔ عبداللہ سفاح نے مضافات کوفہ کی نیابت اپنے چچا داؤد کو دی اور اپنے دوسرے چچا عبداللہ بن علی کو ابوعون بن یزید کی کمک کے لئے روانہ کیا اور اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو حسن بن قحطبہ کی مدد کے لئے بھیجا جو واسط کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا اور ابنِ ہبیرہ کو محصور کر رکھا تھا اور یحییٰ بن جعفر بن تمام بن عباس کو حمید بن قحطبہ کی امداد پر مدائن کی طرف روانہ کیا اسی طرح ہر طرف سرداروں کو متعین و مامور کیا۔ ابومسلم خراسان ہی میں موجود تھا اور وہ خراسان کو جلد جلد دشمنوں سے صاف کر رہا تھا۔ عبداللہ سفاح کوفہ میں خلیفہ ہو کر ہر ایک اہم معاملہ میں ابومُسلم کا مشورہ طلب کرتا تھا۔ اور جیسے ابومُسلم لکھتا تھا اُسی کے موافق عمل درآمد کرتا تھا۔

یہ زمانہ تمام عالمِ اسلامی میں بڑا نازک اور خطرناک زمانہ تھا۔ ہر ایک مُلک اور ہر ایک صوبہ میں جا بجا لڑائیاں اور فسادات برپا تھے۔ واسط میں ابن ہبیرہ کو مغلوب کرنا آسان

نہ تھا۔ اُدھر مروان بن محمد اموی خلیفہ شام میں موجود تھا۔ حجاز میں بھی طائف الملوکی برپا تھی۔ مصر کی حالت بھی خراب تھی۔ اندلس میں عباسی تحریک کا مطلق کوئی اثر ہی نہ تھا۔ جزیرہ وارمینیا میں اموی سردار موجود تھے اور عباسیوں کے خلاف مقابلہ پر آمادہ ہو گئے تھے۔ خراسان بھی پورے طور پر قابو میں نہ آیا تھا۔ بصرہ میں بھی عباسی حکومت قائم نہ ہو سکتی تھی۔ حضرموت ویمامہ ویمن کی بھی یہی حالت تھی۔ عبداللہ سفاح کے خلیفہ ہوتے ہی آلِ ابی طالب یعنی علویوں میں جو اب تک شریک کار تھے ایک ہلچل سی پیدا ہو گئی تھی اور وہ اس نتیجہ پر حیران اور ناراض تھے کیونکہ اُن کو اپنی خلافت کی توقع تھی۔ عباسیوں کی اس کامیابی میں سب سے بڑا دخل محمد بن حنفیہ کے بیٹے ابوہشام عبداللہ کی اُس وصیت کو ہے جو انھوں نے مرتے وقت محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے حق میں کی تھی۔ اس وصیت کی وجہ سے شیعوں کے فرقہ کیسانیہ کا یہ عقیدہ قائم ہوا کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب کے بعد محمد بن حنفیہ امام تھے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے ابوہشام عبداللہ امام ہوتے اُن کے بعد محمد بن علی عباسی اُن کے جانشین اور امام تھے۔ محمد بن علی کے بعد اُن کے بیٹے ابراہیم امام ہوئے اور امام ابراہیم کے بعد عبداللہ سفاح امام ہیں۔ اس طرح شیعوں کی ایک بڑی جماعت شیعوں سے کٹ کر عباسیوں میں شامل ہو گئی اور علویوں یا فاطمیوں کو کوئی موقع عباسیوں کے خلاف کھڑے ہونے کا نہ مل سکا وہ اندر ہی اندر پیچ وتاب کھا کر رہ گئے۔

جب مروان بن محمد آخری اموی خلیفہ مارا گیا تو حبیب بن مرہ حاکم بلقا نے عبداللہ سفاح کے خلاف خروج کیا اور سفید جھنڈے لے کر نکلا اُدھر عامل بن قنسرین بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ عبداللہ بن علی عباسی کے ہاتھ پر بیعت کر چکا تھا۔ اہلِ حمص بھی اُس کے شریک ہو گئے۔ اُدھر ارمینیا کے گورنر اسحٰق بن مسلم عقیلی نے عباسیوں کے خلاف خروج کیا۔ ان تمام بغاوتوں کے فرو کرنے کے لئے عبداللہ سفاح نے اپنے سرداروں اور رشتہ داروں کو بھیجا اور بتدریج کامیابی حاصل کی۔ لیکن یزید بن عمر بن ہبیرہ ابھی تک واسط پر قابض ومتصرف تھا اور کوئی سردار اُس کو مغلوب و مفتوح نہ کر سکا تھا۔ آخر مجبور ہو کر یزید بن عمر بن ہبیرہ سے ابوجعفر منصور برادر عبداللہ سفاح نے جا کر صلح کی اور یزید بن عمر بیعت پر آمادہ ہوا۔ لیکن ابومسلم نے خراسان سے عبداللہ سفاح کو لکھا کہ یزید بن عمر کا وجود بے حد خطرناک ہے اس کو قتل کر دو چنانچہ دھوکے سے منصور عباسی نے اُس کو قتل کرا دیا اور اس خطرہ سے

نجات حاصل کی۔

اب کوفہ میں ابوسلمہ باقی تھا اور بظاہر کوئی موقع اُس کے قتل کا حاصل نہ تھا کیونکہ عباسی اس ابتدائی زمانہ میں شیعانِ اولادِ علی کی مخالفت علانیہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ابوسلمہ کے متعلق تمام حالات لکھکر ابومُسلم کے پاس خراسان بھیجے گئے اور اُس سے مشورہ طلب کیا گیا۔ ابومسلم نے لکھا کہ ابوسلمہ کو فوراً قتل کرادینا چاہیئے۔ اس پر عبداللہ سفاح نے اپنے چچا داؤد بن علی کے مشورہ سے ابومُسلم کو لکھا کہ اگر ہم اُس کو قتل کریں گے تو ابوسلمہ کے طرف داروں اور شیعانِ علی کی جانب سے علانیہ مخالفت اور بغاوت کا خطرہ ہے تم وہاں سے کسی شخص کو بھیج دو۔ جو ابوسلمہ کو قتل کردے۔ ابومُسلم نے مراد بن انس کو ابوسلمہ کے قتل پر مامور کرکے بھیج دیا۔ مُراد نے کوفہ میں آکر ایک روز کوفہ کی کسی گلی میں جب کہ ابوسلمہ جارہا تھا اُس پر تلوار کا وار کیا۔ ابوسلمہ مارا گیا مُراد بن انس بھاگ گیا اور لوگوں میں مشہور ہوا کہ کوئی خارجی ابوسلمہ کو قتل کرگیا۔ اس قتل کے بعد ابومُسلم نے اسی طرح سلیمان بن کثیر کو بھی قتل کرادیا۔ یہ وہی سلیمان بن کثیر ہے جس نے ابومسلم کو شروع میں وارد خراسان ہونے پر واپس کردیا تھا اور ابوداؤد نے ابومُسلم کو راستے سے واپس بُلایا تھا۔ غرض ابومُسلم نے چُن چُن کر ہر ایک اُس شخص کو جو اُس کی مخالفت کرسکتا تھا قتل کرادیا۔

بنو اُمیہ کا قتلِ عام عباسیوں کے ہاتھ سے

خلافتِ اسلامیہ کو ہر قوم یا ہر خاندان وراثۃً اپنا حق سمجھے وہ سخت غلطی اور ظلم میں مبتلا ہے بنو اُمیہ نے اگر حکومتِ اسلامی کو اپنی ہی قوم اور خاندان میں باقی رکھنا چاہا تو یہ اُن کی غلطی تھی بنو عباس یا بنو ہاشم اگر اُس کو اپنا خاندانی حق سمجھتے تھے تو یہ بھی اُن کی غلطی و ناانصافی تھی۔ مگر چونکہ دنیا میں عام طور پر لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں لہٰذا سلطنت اور حکومت میں بھی حقِ وراثت کو جاری سمجھا جاتا ہے۔ اس بنا پر جو شخص کسی غاصب سلطنت سے اپنا حق یعنی سلطنت واپس چھینتا ہے وہ اکثر قتل و تشدد سے کام لیا کرتا ہے لیکن اس قتل و تشدد کو بنو عباس نے بنو اُمیہ کے حق میں جس طرح روا رکھا ہے۔ اس کی مثال کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ ہاں تاریخی زمانہ سے گذر کر اگر ہم تاریخی حکایات کو قابلِ اعتنا سمجھا جائے تو بخت نصر نے بنی اسرائیل کے قتل کرنے میں بڑی سفاکی و بیباکی سے کام لیا تھا اور بنی اسرائیل کو

صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہا تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی قوم آج تک دُنیا میں موجود ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر ہندوستان میں آریوں نے غیر آریوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی۔ مگر کوہِ ہمالہ و بندھیا چل کے جنگلوں اور راجپوتانہ کے ریگستانوں نے غیر آریوں کی نسلوں کو اپنے آغوش میں چھپائے رکھا اور ہندوؤں کی شدر قوموں کی صورت میں وہ آج بھی ہندوستان کی آبادی کا ایک قابلِ تذکرہ حصہ سمجھے جاتے ہیں۔ ہندوستان کے آریہ بھی ایرانی و خراسانی لوگ تھے۔ عباسیوں کے خراسانی سپہ سالار بھی بنو اُمیہ کے قتل و غارت میں عباسیوں کو ایسے مظالم اور ایسے تشدد پر آمادہ کر سکے کہ ہندوستان کے غیر آریوں کی مظلومی کے افسانے دُرست نظر آنے لگے۔ دنیا کی خفیہ انجمنوں کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن خفیہ سازشوں کو کامیاب بنانے والے حد سے زیادہ قتل و خوں ریزی اور مظالم و بے رحمی کا ارتکاب کر سکتے ہیں اس تاریخ اسلام میں بھی ہم برابر اسی بات کا ثبوت پاتے چلے آئے ہیں۔ خاندانِ بنو اُمیہ سے خلافتِ اسلامی کا نکالنا کوئی جرم نہ تھا۔ لیکن خاندانِ بنو اُمیہ سے خلافتِ اسلامیہ کو نکال کر ایک دوسرے خاندان کو اُسی طرح خلافتِ اسلامیہ کا سپرد کر دینا ہرگز کوئی خوبی کی بات نہ تھی اسلام اور عالمِ اسلام کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا لہٰذا بنو عباس کو نہایت ہی قابلِ شرم خوں ریزی اور قتل و غارت کا ارتکاب کرنا پڑا۔

ابو مُسلم اور قحطبہ بن شبیب اور دوسرے نقباء اہلِ بیت نے خراسان کے شہروں میں جس قدر قتلِ عام کا بازار گرم کیا اُس کا کچھ تھوڑا تھوڑا تذکرہ اُوپر کے صفحات میں آ چکا ہے۔ امام ابراہیم نے خود ابو مُسلم کو اپنے آخری خط میں تاکیدی طور پر لکھا تھا کہ خراسان میں کسی عربی بولنے والے کو زندہ نہ رکھنا اس سے بھی اُن کا مُدعا یہی تھا کہ بنو اُمیہ کے طرف دار لوگ خراسان میں وہی عربی قبائل تھے جو خانہ خراسان میں سکونت پذیر تھے باشندگانِ خراسان جو نو مُسلم تھے وہ سب کے سب دعوتِ عباسیہ کے معمول بن سکتے تھے۔ ابو مُسلم نے قتل کرائے اور نتیجہ یہ ہوا کہ مُلکِ خراسان میں جو کثیر التعداد عربی قبائل پہنچ کر اس مُلک کی زبان۔ معاشرت تمدن کو عربی بنانے میں کامیابی حاصل کر رہے تھے۔ سب کے سب قتل ہو گئے اور عربی عنصر جو تمام مُلک کو اپنا ہم رنگ بنا رہا تھا۔ یک لخت مغلوب و بے اثر اور ناپید ہو گیا جس کی وجہ سے ایرانی زبان، ایرانی تمدن ... ایرانی معاشرت۔ ایرانی اخلاق مرتے مرتے پھر زندہ ہو گئے اور ایران و خراسان جو مصر کی طرح سے آج عربی مُلک ہوتے۔ پھر فارسی مُلک بن گئے۔ ابو مسلم خود خراسانی اور ایرانی النسل تھا۔

اُس کے لئے عربوں کے قتل سے زیادہ دوسرا دلچسپ کام نہیں ہو سکتا تھا۔ قومی تعصب جس کو اسلام نے بالکل مٹا دیا تھا۔ عہد بنوامیہ ہی میں کچھ عود کر آیا تھا اور اسی قومی عصبیت اور قبائلی افتراق کے واپس آجانے کا نتیجہ تھا کہ ایرانی النسل نو مسلموں کو عربوں کے قتل کرنے میں خوب مزا آتا تھا۔ بنو عباس دیکھ چکے تھے کہ بنو امیہ نے کس طرح تمام عربی قبائل بالخصوص بنو ہاشم کو مجبور بنا دیا تھا۔ اس لئے وہ ہر ایک اُس شخص کو جس کی نسبت اُنھیں معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ قبیلۂ بنو امیہ سے تعلق رکھتا ہے نہایت خوف اور دہشت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اُنھوں نے قابو پاتے ہی اپنی تمام قوت اس خوف وخطرہ سے محفوظ رہنے کے لئے صرف کر دی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ اس قبیلہ کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے۔

عبداللہ سفاح کا چچا عبداللہ بن علی جب ۵ رمضان ۱۳۲ھ کو دمشق میں داخل ہوا ہے تو اُس نے قتلِ عام کا حکم دیا۔ جب آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد بوصیر میں قتل ہو چکا تو عباسیوں کے لئے سب سے ضروری کام بنو امیہ کا استیصال تھا لیکن خلافت بنو امیہ کے قصرِ رفیع کو منہدم کرنے کے کام میں بعض بنو امیہ بھی عباسیوں کے شریک ہو گئے تھے اور فاتح عباسیوں کے ساتھ ساتھ عزت و تکریم کے ساتھ رہتے تھے۔ اس طرح بنو امیہ کی نسل کا تخم سوخت ہونا ممکن نہ تھا لیکن ابو مسلم اس کام پر کمر ہمت چست باندھ چکا تھا۔ اُس نے عبداللہ سفاح اور عباسی سرداروں کو بار بار لکھا کہ بنو امیہ کے کسی فرد کو چاہے وہ کیسا ہی ہمدرد و بہی خواہ کیوں نہ ہو ہرگز زندہ نہ چھوڑا جائے۔ اس مشورے پر عمل تو ہوا لیکن بعض ایسے افراد تھے جنھوں نے بڑی بڑی جمعیت کے ساتھ عین نازک وخطرناک موقعوں پر عباسیوں کی شرکت اور اموی خلیفہ کی بغاوت اختیار کر کے نہایت اہم امداد پہنچائی تھی۔ اُن کو قتل کرنے سے انسانی شرافت مانع تھی۔ ابو مسلم نے یہ اہتمام کیا کہ شاعروں اور مصاحبوں کو جو عباسی خلیفہ اور عباسی سپہ سالاروں کے دربار میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ رشوتیں بھیج بھیج کر اور اپنی طرف سے لوگوں کو یہ تعلیم دے دے کر روانہ کیا کہ دربار میں جا کر ایسے اشعار پڑھیں اور ایسی باتیں کریں کہ جس سے بنو امیہ کی نسبت عباسیوں کا غصہ بھڑکے اور اُن کی طبیعت میں انتقام اور قتل کے لئے اشتعال پیدا ہو چنانچہ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ عباسیوں نے چُن چُن کر ہر ایک بنو امیہ کو قتل کر دیا۔ سفاح نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک کو سرِ دربار ایک ایسے ہی شاعر کے اشتعال انگیز اشعار سُن کر بلا توقف قتل کرا دیا حالانکہ سلیمان بن ہشام عبداللہ

سفاح کی مصاحبت میں موجود اور اُس کا بڑا ہمدرد تھا۔ عبداللہ بن علی جن دنوں فلسطین کی طرف تھا وہاں نہر ابی فطرس کے کنارے دستر خوان پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا اور اسی لونے بنو اُمیہ اُس کے ساتھ کھانے میں شریک تھے۔ اسی اثنا میں شبل بن عبداللہ آگیا اُس نے فوراً اپنے اشعار پڑھنے شروع کیے جن میں بنو اُمیہ کی مذمت اور امام ابراہیم کے قید ہونے کا ذکر کرکے بنو اُمیہ کے قتل کی ترغیب دی گئی تھی۔ عبداللہ بن علی (عبداللہ سفاح کے چچا) نے اُسی وقت حکم دیا کہ اِن سب کو قتل کر دو اُس کے خادموں نے فوراً قتل کرنا شروع کیا۔ ان میں بہت سے ایسے تھے جو بالکل مر گئے تھے بعض ایسے بھی تھے کہ وہ زخمی ہو کر گر پڑے تھے مگر ابھی اُن میں دم باقی تھا۔ عبداللہ بن علی نے ان سب مقتولوں اور زخمیوں کی لاشوں کو برابر لٹا کر اُن کے اوپر دستر خوان بچھوایا اُس دستر خوان پر کھانا چُنا گیا اور عبداللہ بن علی معہ ہمراہیوں کے پھر اُس دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں مصروف ہوا۔ یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے اور ان کے نیچے وہ زخمی جو ابھی مرے نہیں تھے کراہ رہے تھے حتیٰ کہ یہ کھانا کھا چکے اور وہ سب کے سب مر گئے۔ ان مقتولوں میں محمد بن عبدالملک بن مروان، مغمر بن یزید، عبدالواحد بن سلیمان، سعید بن عبدالملک، ابو عبیدہ بن ولید بن عبدالملک بھی تھے۔ بعضوں کا بیان ہے کہ ابراہیم معزول خلیفہ بھی انھیں میں شامل تھا۔ اس کے بعد عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس نے خلفائے بنو اُمیہ کی قبروں کو آکر کھُدوایا۔ عبدالملک کی قبر سے اُس کی کھوپری برآمد ہوئی۔ امیر معاویہؓ کی قبر میں سے کچھ نہ نکلا۔ بعض قبروں سے بعض بعض اعضا برآمد ہوئے باقی سب مٹی بن چکے تھے۔ ہشام بن عبدالملک کی قبر کھودی گئی تو صرف ناک کی اونچائی جاتی رہی تھی باقی تمام لاش صحیح سالم نکلی۔ عبداللہ بن علی نے اس لاش کے کوڑے لگوائے پھر اس کو صلیب پر چڑھایا پھر جلا کر اُس کی راکھ ہوا میں اڑا دی۔ عبداللہ بن علی کے بھائی سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس نے بصرہ میں بنو اُمیہ کے ایک گروہ کو قتل کرکے لاشوں کو راستے میں پھکوا دیا اور دفن کرنے کی ممانعت کر دی۔ ان لاشوں کو مدتوں کُتے کھاتے رہے۔ عبداللہ بن علی کے دوسرے بھائی یعنی سفاح کے چچا داؤد بن علی کے مکہ و مدینہ اور حجاز و یمن میں چُن چُن کر ایک ایک اموی کو قتل کرا دیا اور بنو اُمیہ میں سے کسی کا نام و نشان باقی نہ رکھا غرض تمام ممالکِ محروسہ میں حکم عام جاری کر دیا گیا کہ جہاں کوئی بنو اُمیہ نظر آئے اُس کو بلا دریغ قتل کر دیا جائے۔ ولایتوں کے والی اور شہروں کے حاکم جو عموماً عباسی تھے اپنی اپنی جگہ اس تجسس میں مصروف رہنے لگے کہ کہیں کسی بنو اُمیہ کا پتہ چلے اور

اُس کو قتل کیا جائے۔یہاں تک کہ جس طرح کسی درندہ کا شکار کرنے کے لئے لوگ گھر سے نکلتے ہیں اس طرح بنواُمیہ کا شکار کرنے کے لئے روزانہ لوگ گھروں سے نکلتے تھے۔بنواُمیہ کے لئے کوئی مکان، کوئی گاؤں، کوئی قصبہ، کوئی شہر جائے امن نہ رہا اور برسوں اُن کو تلاش کر کر کے عباسی لوگ قتل کرتے رہے۔خراسان میں ابومُسلم نے یہ کام اور بھی زیادہ اہتمام و ہمت کے ساتھ انجام دیا تھا اُس نے نہ صرف بنواُمیہ بلکہ اُن لوگوں کو بھی جنھوں نے کبھی نہ کبھی بنواُمیہ کی حمایت یا کوئی خدمت انجام دی تھی قتل کرادیا۔اس قتلِ عام میں جو لوگ بچ بچ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگ کر جا سکے۔انھوں نے اپنا بھیس بدل بدل کر نام اور قوم دوسری بتا بتا کر سرحدوں کی طرف رُخ کیا۔خراسان کے صُوبوں اور ولایتوں میں یہ قتلِ عام چونکہ بہت زیادہ سخت و شدید تھا۔لہٰذا یہاں جو بنواُمیہ اور اُن کے ہمدرد قبائل تھے۔وہ سندھ کوہ سلیمان اور کشمیر کی طرف بھاگ کر پناہ گزیں ہوئے جن لوگوں نے اپنے قبیلوں کے نام بدل دیئے تھے وہ بھی رفتہ رفتہ اسلامی حکومت کی حدود سے باہر نکل آئے کیونکہ اُن کو سلطنتِ عباسیہ کی حدود میں اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا تھا یہ مفرور عربی قبائل جو سندھ و کشمیر و پنجاب وغیرہ کی طرف بھاگ کر آئے تھے اُن کی نسلیں کہا جاتا ہے کہ آج تک ہندوستان میں موجود ہیں اور اپنے بدلے ہوئے ناموں اور پیشوں کی وجہ سے اپنے عربی نژاد ہونے کو بھول گئی ہیں۔بنواُمیہ کا ایک شخص عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام شکار ہوتے ہوتے بال بال بچ گیا اور فرار ہو کر مصر و قیروان ہوتا ہوا اندلس میں پہنچ گیا اندلس چونکہ دعوتِ عباسیہ کے اثر سے نسبتاً پاک تھا اور وہاں بنواُمیہ کے ہوا خواہ بکثرت موجود تھے۔لہٰذا اندلس پہنچتے ہی اُس مُلک پر قابض ہو گیا اور ایک ایسی سلطنت و خلافت قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔جس کو عباسی خلفاء ہمیشہ رشک کی نگاہوں سے دیکھتے رہے اور اس اموی سلطنت کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

باب ۳

خلافتِ عباسیہ

ابوالعباس عبداللہ سفاح

ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم ۱۰۴ھ میں بمقام حیمہ علاقہ بلقاء میں پیدا ہوا۔ وہیں پرورش پائی۔ اپنے بھائی ابراہیم امام کا جانشین ہوا اپنے بھائی منصور سے عمر میں چھوٹا تھا۔ ابنِ جریر طبری کا قول ہے کہ جس روز سے آنحضرت صلعم نے اپنے چچا عباسؓ سے فرمایا تھا کہ تمھاری اولاد میں خلافت آئے گی اُسی وقت سے اولادِ عباس خلافت کی اُمیدوار چلی آتی تھی۔

عبداللہ سفاح خوں ریزی، سخاوت، حاضر جوابی، تیز فہمی میں ممتاز تھا۔ سفاح کے عُمّال بھی خوں ریزی میں مشّاق تھے۔ سفاح نے اپنے چچا داؤد کو پہلے کوفہ کی حکومت پر مامور کیا پھر اُس کو حجاز ویمن ویمامہ کی امارت پر مامور کیا اور کوفہ پر اپنے بھتیجے عیسٰی بن موسٰی بن محمد کو مقرر کیا۔

جب ۱۳۳ھ میں داؤد کا انتقال ہو گیا تو سفاح نے اپنے ماموں یزید بن عبیداللہ بن عبد المدان حارثی کو حجاز و یمامہ کی اور محمد بن یزید بن عبداللہ بن عبد المدان کو یمن کی گورنری پر مامور کیا۔ ۱۳۲ھ میں سفیان بن عینیہ مہلبی کو بصرہ کا عامل بنایا گیا تھا ۱۳۳ھ میں اُس کو معزول کر کے اُس کی جگہ اپنے چچا سلیمان بن علی کو سندِ حکومت عطا کی اور بحرین و عمان بھی اُسی کی حکومت میں شامل کر دیئے۔ ۱۳۲ھ میں سفاح کا چچا اسمٰعیل بن علی اہواز کا، دوسرا چچا عبداللہ بن علی شام کا۔ ابوعون عبدالملک بن یزید مصر کا ابومسلم خراسانی خراسان اور جبال کا گورنر اور خالد بن

بدمک دیوان الخراج یعنی محکمہ مال گذاری کا افسر تھا۔ ۱۳۲ھ میں ابومسلم نے اپنی طرف سے محمد بن اشعث کو فارس کا گورنر مقرر فرما کر روانہ کیا۔ اسی زمانہ میں سفاح نے اپنے چچا عیسیٰ بن علی کو فارس کی سندِ گورنری دے کر بھیجا۔ محمد بن اشعث پہلے پہنچ چکا تھا۔ جب عیسیٰ بن علی پہنچا۔ تو محمد بن اشعث نے اوّل اُس کو فارس کی حکومت سپرد کرنے سے انکار کیا پھر یہ اقرار لے کر کہ کبھی ممبر پر خطبہ نہ دے گا اور جہاد کے سوا کبھی تلوار نہ اٹھائے گا اُس کو فارس کی حکومت سپرد کر دی۔ مگر حقیقتاً خود ہی حاکم رہا۔ جب محمد بن اشعث فوت ہو گیا تو سفاح نے اپنے چچا اسمٰعیل بن علی کو فارس کی حکومت پر بھیجا اور محمد بن صول کو موصل کی حکومت پر بھیجا۔ اہلِ موصل نے محمد بن صول کو نکال دیا۔

یہ لوگ بنو عباس سے منحرف تھے۔ سفاح نے ناراض ہو کر اپنے بھائی یحییٰ بن محمد بن علی کو بارہ ہزار کی جمعیت سے روانہ کیا۔ یحییٰ بن محمد نے موصل پہنچ کر قصرِ امارت میں قیام کیا اور اہلِ موصل کے بارہ سربرآوردہ آدمیوں کو دھوکے سے بلا کر قتل کر دیا۔ اہلِ موصل میں اس سے سخت اشتعال پیدا ہوا اور جنگ کرنے پر تیار ہو گئے۔ یحییٰ نے یہ حالت دیکھ کر منادی کرا دی کہ جو شخص جامع مسجد میں چلا آئے گا اُس کو امان دی جائے گی۔ یہ سُن کر لوگ جامع مسجد کی طرف دوڑ پڑے۔

جامع مسجد کے دروازوں پر یحییٰ نے اپنے آدمیوں کو کھڑا کر رکھا تھا جو جامع مسجد کے اندر جاتا تھا۔ قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح گیارہ ہزار آدمی قتل کئے گئے۔ پھر شہر میں قتلِ عام کیا گیا۔ رات ہوئی تو یحییٰ کے کان میں اُن عورتوں کے رونے کی آواز آئی جن کے شوہر، باپ، بھائی، بیٹے ظلماً قتل کر دیئے گئے تھے۔ صبح ہوتے ہی یحییٰ نے حکم دیا کہ عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کر دیا جائے۔ تین روز تک فوج کو اہلِ شہر کا خون مُباح کر دیا گیا۔ اس حُکم کے سنتے ہی شہر میں قتلِ عام بڑی شدت سے جاری ہو گیا۔

یحییٰ کے لشکر میں چار ہزار زنگی بھی تھے۔ زنگیوں نے عورتوں کی عصمت دری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہزارہا عورتوں کو پکڑ پکڑ کر لے گئے۔ چوتھے روز یحییٰ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی سیر کے لئے نکلا۔ ایک عورت نے ہمت کر کے یحییٰ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ کیا تم بنو ہاشم نہیں ہو۔ کیا تم رسول اللہ صلعم کے چچا کے لڑکے نہیں ہو؟ کیا تم کو یہ خبر نہیں ہے کہ مومنات و مسلمات سے زنگیوں نے جبراً نکاح کر لیا ہے۔

یحییٰ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور چلا گیا۔ اگلے دن زنگیوں کو تنخواہ تقسیم کرنے کے بہانے سے بُلایا۔ جب تمام زنگی جمع ہو گئے تو سب کے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

سفاح کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اسمٰعیل بن علی کو موصل بھیج دیا اور یحییٰ کو فارس کی حکومت پر تبدیل کر دیا۔

۱۳۳ھ میں قیصر روم نے ملطیہ اور قالیقلا مسلمانوں سے بزور شمشیر فتح کر لئے۔ اسی سنہ میں یزید بن عبید اللہ بن عبد المدان نے مدینہ سے ابراہیم بن حبان سلمی کو یمامہ کی طرف فوج دے کر روانہ کیا۔ وہاں مثنیٰ بن یزید بن عمر ہبیرہ اپنے باپ کے زمانے سے حاکم تھا اُس نے ابراہیم کا مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ اسی سال بخارا میں شریک بن شیخ مہری نے ابو مُسلم کے خلاف خروج کیا اور تیس ہزار سے زیادہ آدمی جمع کر لئے ابو مسلم نے زیاد بن صالح خزاعی کو شریک کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ شریک نے مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ ابو مسلم نے ذوالحجہ ۱۳۳ھ میں ابو داؤد خالد بن ابراہیم کو بلادِ ختل پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کیا۔ حبش بن شبل بادشاہِ ختل کو شکست ہوئی وہ بھاگ کر فرغانہ ہوتا ہوا ملک چین میں چلا گیا۔ اسی زمانہ میں اخشید۔ فرغانہ۔ شاش کے بادشاہوں میں لڑائی ہوئی بادشاہِ چین نے ان کے جھگڑے میں دخل دے کر شاش و فرغانہ کے بادشاہوں کے خلاف ایک لاکھ فوج بھیج دی ابو مسلم نے زیاد بن صالح کو اُس طرف روانہ کیا۔ چینی فوج سے زیاد بن صالح کا مقابلہ نہر طراز پر ہو گیا۔ پچاس ہزار چینی قتل ہوئے اور بیس ہزار مسلمانوں نے گرفتار کر لئے۔

۱۳۴ھ میں بسام بن ابراہیم بن بسام نے جو خراسان کا ایک نامور سپہ سالار تھا علم بغاوت بلند کیا اور مدائن پر قابض ہو گیا۔ سفاح نے خازم بن خزیمہ کو بسام کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ خازم نے بسام کو شکست فاش دی اور میدانِ جنگ سے بھگا دیا۔ اس کے بعد سفاح نے خازم کو عمان کی طرف خارجیوں سے لڑنے کے لئے روانہ کیا وہاں اُس نے خارجیوں کو شکست دے کر اُن کے سردار کو قتل کر دیا۔ اسی سال ابو داؤد خالد بن ابراہیم نے اہلِ کش پر فوج کشی کی اور کش کے بادشاہ کو جو ذمی تھا قتل کر ڈالا۔ اور اُس کے سر کو ابو مسلم کے پاس سمرقند میں بھیج دیا اور مقتول بادشاہ کے بھائی طاران کو تخت نشین کر کے بلخ لوٹ آیا۔ ابو مسلم نے اسی زمانہ میں اہلِ صغد اور اہلِ بخارا کا قتلِ عام کیا اور بخارا و سمرقند کا حاکم زیاد بن صالح کو بنا کر اور شہر سمرقند کی شہر پناہ بنانے کا حکم دے کر مرو کو واپس آیا۔ ان واقعات کے بعد سفاح کے پاس خبر پہنچی کہ منصور بن جمہور

نے سندھ میں بغاوت و عہد شکنی اختیار کی ہے (یہ منصور بن جمہور وہی ہے جو دس مہینے یزید الناقص کے عہد میں گورنر عراق و خراسان بھی رہ چکا تھا اور عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے ساتھیوں میں تھا۔ جب عبداللہ بن معاویہ کو اصطخر کے قریب داؤد بن یزید بن عمر بن ہبیرہ اور معن بن زائدہ کے مقابلہ میں شکست فاش حاصل ہوئی تو منصور بن جمہور سندھ کی طرف بھاگ کر چلا آیا تھا اور عبداللہ بن معاویہ ہرات پہنچ کر مالک بن ہثیم خزاعی والیٔ ہرات کے ہاتھ سے ابومسلم کے حکم کی موافق قتل ہوتے تھے) سفاح نے اپنے افسر پولیس موسٰی بن کعب کو سندھ کی طرف روانہ کیا اور اُس کی جگہ مسیب بن زہیر کو مقرر کیا۔ موسٰی اور منصور سے سرحدِ ہند پر مقابلہ ہوا۔ منصور کے ہمراہ بارہ ہزار فوج تھی مگر موسٰی سے شکست کھا کر بھاگا۔ اور ریگستان میں شدتِ تشنگی سے مرگیا منصور کے گورنر نے جو سندھ میں تھا یہ سُن کر مع اہل و عیال و اموال بلادِ خزر کی طرف کوچ کیا۔ اسی سال یعنی ذوالحجہ ۱۳۴ھ میں سفاح مقام انبار میں آیا اور اسی مقام کو دارالخلافہ بنایا۔

۱۳۵ھ میں زیاد بن صالح نے جو ابومسلم کی طرف سے سمرقند و بخارا کا عامل تھا بغاوت اختیار کی ابومسلم یہ سُن کر مرو سے روانہ ہوا۔ اور ابوداؤد خالد بن ابراہیم نے زیاد کی بغاوت کا حال سُن کر نصر بن راشد کو ترمذ کی طرف بھیج دیا کہ ترمذ کو زیاد کی دست برد سے بچائے۔ نصر بن راشد ترمذ پہنچا ہی تھا کہ چند لوگوں نے طالقان سے نکل کر اُس کو مار ڈالا ابوداؤد نے یہ سُن کر عیسٰی بن ماہان کو قاتلین نصر کے تعاقب پر مامور کیا۔ عیسٰی نے قاتلین نصر کو قتل کیا۔ اسی اثنا میں ابومسلم مقام آمد میں پہنچ گیا اُس کے ساتھ سباع بن نعمان ازدی بھی تھا۔ سفاح نے زیاد بن صالح اور سباع بن نعمان ازدی کو یہ سمجھا کر ابومسلم کے پاس روانہ کیا تھا کہ اگر موقعہ ملے تو ابومسلم کو قتل کر دینا۔

مقام آمد میں پہنچ کر ابومسلم کو کسی ذریعہ سے یہ خبر معلوم ہوئی اُس نے فوراً سباع کو آمد میں قید کر دیا اور وہاں کے عامل کو یہ حکم دے گیا کہ سباع کو قتل کر دینا۔ آمد سے ابومسلم بخارا کی طرف روانہ ہوا راستے میں اُس کو زیاد بن صالح کے چند سپہ سالار ملے جو اُس سے منحرف ہو کر ابومسلم کی طرف آ رہے تھے۔ زیاد ابومسلم کے بخارا پہنچنے پر ایک دہقان کے گھر میں جا چھپا دہقان نے اُس کو قتل کر ڈالا اور سر ابومسلم کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔ ابومسلم نے قتل زیاد کی خبر ابوداؤد کو لکھ بھیجی۔ ابوداؤد مہم طالقان میں مصروف تھا فارغ ہو کر کش واپس آیا اور عیسٰی بن ماہان کو بسام کی طرف روانہ کیا مگر اُس کو کچھ کامیابی حاصل

نہ ہوئی اسی زمانہ میں عیسیٰ بن ماہان نے چند خطوط ابومسلم کے ہمراہیوں کے پاس بھیجے تھے۔ان خطوط میں ابوداؤد کی برائیاں لکھی تھیں ابومسلم نے ان خطوط کو لے کر ابوداؤد کے پاس بھیج دیا۔ابوداؤد نے عیسیٰ کو پکڑ کر قید کر دیا۔چند روز کے بعد جب اس کو رہا کیا تو لشکری اس پر ٹوٹ پڑے اور عیسیٰ کو مار ڈالا اس مہم سے فارغ ہو کر ابومسلم مرو کی طرف واپس آ گیا۔

۱۳۶ھ میں عبداللہ بن علی سفاح کی خدمت میں آیا۔سفاح نے اس کو لشکر شام اور لشکر عراق کے ساتھ رومیوں کی طرف روانہ کیا۔سفاح کا بھائی ابوجعفر منصور جزیرہ کا عامل تھا اس نے اس سال سفاح کے اشارے سے حج کا ارادہ کیا اور سفاح سے اجازت طلب کی۔سفاح نے لکھا کہ تم میرے پاس چلے آؤ میں تم کو امیر حج بنا کر بھیجوں گا۔چنانچہ منصور انبار چلا آیا اور حران کی حکومت پر مقاتل بن حکیم مامور کیا گیا۔بات یہ تھی کہ اسی سال ابومسلم نے بھی سفاح سے حج کی اجازت طلب کی تھی۔ لہٰذا سفاح نے خود ہی اپنے بھائی منصور کو مخفی طور پر اطلاع دی کہ تم فوراً حج کے لئے تیار ہو جاؤ اور درخواست بھیج دو۔اس موقع پر یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ ابومسلم خراسانی نے دعوت عباسیہ کو کامیاب بنانے میں سب سے بڑا کام کیا تھا جیسا کہ واقعات گذشتہ سے ظاہر ہے۔اب سفاح کے خلیفہ ہو جانے اور حکومت عباسیہ کے استقلال کے بعد وہ خراسان کا گورنر بنا دیا گیا اور سفاح نے اس کے نام باقاعدہ سند حکومت بھی بھیج دی تھی۔مگر ابومسلم نے خود حاضر دربار خلافت ہو کر بیعت نہیں کی تھی وہ شروع میں پہلی مرتبہ جب امام ابراہیم کی طرف سے خراسان بھیجا گیا تھا۔اسی وقت سے اب تک مسلسل خراسان میں موجود تھا اسی نے خراسان پر قبضہ کیا۔اسی نے اپنی حکومت قائم کی اور وہی ہر طرح خراسان پر مستولی تھا۔جب ایک ایک کر کے تمام شخصوں کا کام تمام ہو گیا تو عبداللہ سفاح کو خیال آیا کہ ابومسلم کی منشاء کے خلاف نہ اس کو کسی صوبہ کی حکومت پر تبدیل کر سکتا تھا نہ اس کے زور و قوت کو گھٹا سکتا تھا۔

ابومسلم اپنے آپ کو خلافت عباسیہ کا بانی سمجھتا اور خلیفہ سفاح کا سرپرست اپنے آپ کو جانتا تھا وہ خلیفہ سفاح کو مشورے دیتا اور سفاح اس کے مشوروں پر اکثر عمل کرتا لیکن خراسان کے معاملات میں وہ سفاح سے اجازت یا مشورہ لینا ضروری نہ سمجھتا تھا۔عثمان بن کثیر عباسیوں کے نقباء میں ایک نامور اور سب سے پرانا نقیب تھا اس کو ابومسلم نے ذاتی کاوش کی بناء پر قتل کر دیا اور سفاح اس کے متعلق ابومسلم سے کوئی جواب طلب نہ کر سکا ادھر سفاح، اس کے چچا، اس کے بھائی بھی اپنے حوصلے بلند رکھتے اور ابومسلم کی اس خودسرانہ حکمرانی کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔

سفاح نے جب اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو خراسان کی طرف بیعت لینے کے لئے بھیجا اور انہی کے ہاتھ ابو مسلم کے نام سند گورنری بھیجی تو ابو مسلم کا برتاؤ ابو جعفر منصور کے ساتھ مودبانہ نہ تھا بلکہ اس کی ہر ایک حرکت سے خودسری اور مطلق العنانی ابو جعفر منصور نے محسوس کی تھی چنانچہ ابو مسلم اور ابو جعفر کے درمیان ایک کشیدگی دلوں میں پیدا ہو چکی تھی۔ ابو جعفر نے جب یہ تمام حالات سفاح کو سنائے تو وہ اور بھی زیادہ اس فکر میں پڑ گیا کہ ابو مسلم کے اقتدار و اثر اور اختیار و تسلط کو کس طرح کم کرے چنانچہ اس نے یہی مناسب سمجھا کہ ابو مسلم کا کام تمام کر دیا جائے اسی لئے زیاد بن صالح اور سباع بن نعمان ازدی سے سفاح نے اس کام کی سفارش کی جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے۔ غرض حالت یہ تھی کہ سفاح اور ابو مسلم کے دل صاف نہ رہے تھے۔

ابو مسلم چونکہ اقتدار پسند اور اولوالعزم شخص تھا اس کو جب خلیفہ سفاح کی طرف سے شبہ پیدا ہوا تو اس نے صرف خراسان ہی پر اپنے اثر و اقتدار کو کافی نہ سمجھ کر حجاز و عراق میں بھی اپنا اثر قائم کرنے کی کوشش ضروری سمجھی تاکہ وہ اگر ضرورت پڑے تو عباسیوں کو کچل سکے۔ ایک ایسے شخص کا جو دعوت عباسیہ کو کامیاب بنا چکا تھا حجاز و عراق اور تمام اسلامی ممالک میں اپنی قبولیت بڑھانے کے کام پر مخفی طریقہ سے آمادہ ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہ تھی لیکن اس کو یہ بات یاد نہ رہی کہ اس کے مقابلہ پر وہ خاندان ہے جس میں محمد بن علی اور ابراہیم بن محمد جیسے شخص یعنی بانی تحریک عباسیہ پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور خلافت بنو امیہ کی بربادی سے فارغ ہو کر ابھی اس پر قابض ہوتے ہیں۔ ابو مسلم نے اگرچہ سب سے زیادہ کام کیا تھا لیکن وہ اس کام میں عباسیوں کا شاگرد اور عباسیوں ہی کا تربیت کردہ تھا۔

غرض ابو مسلم نے سفاح سے حج کی اجازت طلب کی سفاح نے اس کو اجازت دی اور لکھا کہ پانچ سو آدمیوں سے زیادہ اپنے ہمراہ نہ لاؤ۔ ابو مسلم نے لکھا کہ لوگوں کو مجھ سے عداوت ہے اتنے تھوڑے آدمیوں کے ساتھ سفر کرنے میں مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے۔

سفاح نے لکھا کہ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار آدمی کافی ہیں۔ زیادہ آدمیوں کا ساتھ ہونا اس لئے باعث تکلیف ہوگا کہ سفر مکہ میں سامان رسد کی فراہمی دشوار ہے۔ ابو مسلم آٹھ ہزار فوج کے ساتھ مرو سے روانہ ہوا اور جب خراسان کی حد پر پہنچا تو سات ہزار فوج کو سرحدی مقامات پر چھوڑ کر ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ دارالخلافہ انبار کی طرف بڑھا۔ سفاح نے اپنے بڑے بڑے نامی سپہ سالاروں کو استقبال کے لئے بھیجا اور جب دربار میں حاضر ہوا تو اس کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور کہا کہ اگر اس سال میرے بھائی ابو جعفر منصور کا ارادہ حج کا نہ ہوتا تو میں تم ہی کو امیر حج مقرر کرتا۔ اس طرح ابو مسلم کی امیر حج ہونے کی خواہش

پوری ہونے سے رہ گئی۔ غرض دارالخلافہ انبار سے ابو جعفر منصور اور ابومسلم دونوں ساتھ ساتھ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ابومسلم خراسان سے ایک بڑا خزانہ ہمراہ لے کر آیا تھا۔ منصور کی معیت اُس کو پسند نہ تھی کیونکہ وہ آزادانہ بہت سے کام جو کرنا چاہتا تھا نہیں کرسکتا۔ تاہم اُس نے مکّہ کے راستے میں ہر منزل پر کنوئیں کھدوائے، سرائیں بنوانے اور مسافروں کے لئے سہولتیں بہم پہنچانے کے کام شروع کرا دیئے۔ کپڑے تقسیم کئے۔ لنگر خانے جاری کئے۔ لوگوں کو بے دریغ انعامات دیئے اور اپنی سخاوت و بخشش کے ایسے نمونے دکھائے کہ لوگوں کے دل اُس کی طرف مائل ہو گئے۔

مکّہ معظمہ میں بھی اُس نے یہی کام وسیع پیمانہ پر کئے جہاں ہر طرف کے لوگ موجود تھے۔ ایام حج کے گذرنے پر ابو جعفر منصور نے ابھی روانگی کا قصد نہیں کیا تھا کہ ابومسلم مکّہ سے روانہ ہو گیا۔ مکّہ سے دو منزل اس طرف آگیا تھا کہ دارالخلافہ انبار کا قاصد اُس کو ملا جو سفاح کے مرنے کی خبر اور ابو جعفر منصور کے خلیفہ ہونے کی خوش خبری لے کر منصور کے پاس جارہا تھا۔ ابومسلم نے اُس قاصد کو دو روز تک ٹھہرائے رکھا اور پھر منصور کے پاس روانہ کر دیا۔ منصور کو ابومسلم کے پہلے ہی روانہ ہونے کا ملال تھا اب اس بات کا ملال اور ہوا کہ ابومسلم نے اس خبر کے سُننے پر منصور کو خلافت کی مبارکباد نہیں بھیجی۔ بیعت کے لئے بھی نہیں ٹھہرا حالانکہ سب سے پہلے اُسی کو بیعت کرنی چاہیئے تھی اور کم از کم منصور کے آنے تک اُسی مقام پر قیام کرنا نہایت ضروری تھا کہ دونوں ساتھ ساتھ سفر کرتے۔ ابو جعفر منصور یہ خبر سنتے ہی فوراً مکّہ سے روانہ ہو گیا۔ لیکن ابومسلم اُس سے آگے سفر کرتا ہوا انبار پہنچا۔ اُس کے بعد منصور داخل دارالخلافہ ہوا۔

ابومسلم اور ابو جعفر کو روانہ کرنے کے بعد ابوالعباس عبداللہ سفاح چار برس آٹھ مہینے خلافت کر کے بتاریخ ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۶ھ فوت ہوا اُس کے چچا عیسٰی نے نمازِ جنازہ پڑھائی انبار میں دفن ہوا۔ اُس نے مرنے سے پہلے اپنے بھائی ابو جعفر منصور اور اُس کے بعد عیسٰی بن موسٰی کی ولی عہدی کا عہد نامہ لکھ کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر اور اپنے اہلِ بیت کی مُہریں لگا کر عیسٰی کے سپرد کر دیا تھا۔ چونکہ منصور موجود نہ تھا۔ اس لئے عیسٰی بن موسٰی نے منصور کی خلافت کے لئے لوگوں سے نیا نیا بیعت لی اور اس واقعہ کی اطلاع کے لئے قاصد مکّہ کی طرف روانہ کیا۔

عبداللہ سفاح نے مال و دولت سے اپنی خلافت کے قیام و استحکام میں اُسی طرح کام لیا جس طرح بانیٔ خلافت بنوامیہ حضرت امیر معاویہؓ نے کام لیا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی سخاوت کے ذریعہ اپنے مخالفوں یعنی علویوں کا منہ بند کر دیا تھا اور اُن کو اپنا ہمدرد بنا لینے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ اسی طرح

بانیٔ خلافت عباسیہ سفاح کے مقابلہ پر بھی علوی ہی دعوے دارِ خلافت تھے انھوں نے عباسیوں کے ساتھ مل کر بنواُمیہ کو برباد کیا تھا اور اب عباسیہ خاندان میں خلافت کے چلے جانے سے وہ بالکل اسی طرح ناخوش تھے۔ جیسے کہ خاندان بنواُمیہ میں خلافت کے جانے سے ناراض تھے۔۔ عبداللہ سفاح نے بھی علویوں کو حضرت امیر معاویہؓ کی طرح بے دریغ مال و دولت دے کر خاموش کر دیا۔ جب سفاح کوفہ میں خلیفہ بنایا گیا تو عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی اور دوسرے علوی لوگ کوفہ میں آئے اور کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ خلافت، جو ہمارا حق تھا اُس پر تم نے قبضہ کیا یہ وہی عبداللہ بن حسن مثنیٰ ہیں جن کے لڑکے محمد کو بماہ ذالحجہ ۱۳۱ھ مکہ میں مجلس کے اندر عباسیوں اور علویوں نے مل کر خلافت کے لئے منتخب کیا تھا اور تمام حاضرین مجلس کے ساتھ ابوجعفر منصور نے بھی محمد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ سفاح نے عبداللہ بن حسن مثنیٰ کی خدمت میں دس لاکھ درہم پیش کر دیئے حالانکہ یہ رقم سفاح کے پاس اُس وقت موجود نہ تھی ابنِ مقرن سے قرض لے کر دی۔ اسی طرح ہر ایک علوی کو انعام واکرام سے مالا مال کر کے رخصت کیا۔ عبداللہ بن حسن ابھی سفاح کے پاس سے رخصت نہ ہوئے تھے کہ مروان بن محمد کے قتل ہونے کی خبر اور بہت سے قیمتی جواہرات وزیورات جو مالِ غنیمت میں آئے تھے لے کر قاصد پہنچا۔ سفاح نے وہ تمام قیمتی جواہرات وزیورات بھی عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو دے دیئے اور اسی ہزار دینار دے کر وہ زیورات ایک تاجر نے عبداللہ بن حسن سے خرید لئے۔ غرض کہ عبداللہ سفاح سے اس کام میں ذرا بھی کوتاہی ہوتی تو یقیناً علوی فوراً علانیہ مخالفت پر آمادہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوتے اور اُس وقت ممکن تھا کہ بہت سے نقبا بھی جو کافی اثر رکھتے تھے اُن کا ساتھ دیتے اور عباسیوں کے لئے اپنی خلافت کا قائم رکھنا بے حد دشوار ہو جاتا۔ لہٰذا عبداللہ سفاح کے کاموں میں سب سے بڑا کارنامہ یہی سمجھنا چاہیئے کہ اُس نے تمام علویوں کو مال و دولت دے کر خاموش رکھا اور کسی کو مقابلہ پر کھڑا نہ ہونے دیا۔ عبداللہ سفاح کی وفات کے بعد ہی علوی خروج پر آمادہ ہو گئے۔ مگر اب خلافتِ عباسیہ مستحکم ہو چکی تھی۔

ابوجعفر منصور

ابوجعفر عبداللہ منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی ماں سلامہ

بربریہ لونڈی تھی۔ابو جعفر منصور ۹۵ھ میں اپنے دادا کی حیات میں پیدا ہوا۔بعض روایتوں کے بموجب وہ ۱۰۱ھ میں پیدا ہوا تھا۔یہ ہیبت و شجاعت و جبروت اور عقل ورائے میں خصوصی امتیاز رکھتا تھا۔لہو و لعب کے پاس نہ پھٹکتا تھا۔ادب و فقہ کا عالم کامل تھا۔ اس نے حضرت امام ابو حنیفہ کو عہدۂ قضا سے انکار کرنے کے جرم میں قید کر دیا تھا۔انھوں نے قید خانہ ہی میں انتقال کیا۔بعض کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ نے منصور پر خروج کرنے کا فتوٰی دیا تھا۔اس لیے اُن کو زہر دلوایا گیا۔منصور نہایت فصیح و بلیغ اور خوش تقریر شخص تھا۔حرص و بخل سے اُس کو متہم کیا جاتا ہے۔عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک اموی نے ۱۳۸ھ یعنی منصور کے عہدِ خلافت میں اندلس کے اندر اپنی حکومت اور خلافت قائم کرلی تھی وہ بھی ایک بربریہ کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔اس لئے لوگ کہتے تھے کہ اسلام کی حکومت بربریوں ہی میں تقسیم ہو گئی۔ابنِ عساکر نے لکھا ہے کہ جب منصور طلب علم میں اِدھر اُدھر پھرا کرتا تھا ایک روز کسی منزل پر اُترا تو چوکیدار نے اُس سے دو درہم محصول کے مانگے اور کہا کہ جب تک محصول نہ ادا کرو گے اس منزل پر نہ ٹھہر سکو گے۔منصور نے کہا کہ میں بنو ہاشم میں سے ہوں مجھے معاف کر دو۔مگر وہ نہ مانا۔پھر منصور نے کہا کہ میں آنحضرت صلعم کے چچا کے بیٹوں میں سے ہوں۔وہ پھر بھی نہ مانا منصور نے کہا میں قرآن شریف جانتا ہوں مجھے معاف کر دے۔اُس نے پھر بھی نہ سُنا منصور نے کہا میں عالم، فقیہہ اور ماہر فرائض ہوں وہ پھر بھی نہ مانا۔آخر منصور کو دو درہم دینے ہی پڑے۔اُسی روز سے منصور نے ارادہ کرلیا تھا کہ مال و دولت جمع کرنا چاہیے۔منصور نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے مہدی کو نصیحت کی کہ بادشاہ بغیر رعایا کی اطاعت کے قائم نہیں رہ سکتا اور رعایا بغیر عدل کے اطاعت نہیں کر سکتی۔۔ سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو باوجود قدرت عفو کرے اور سب سے بیوقوف وہ ہے جو ظلم کرے۔کسی معاملہ میں بلا غور و فکر حکم نہیں دینا چاہیے کیونکہ فکر و تامل ایک آئینہ ہے جس میں انسان اپنا حسن و قبح دیکھ لیتا ہے۔دیکھو ہمیشہ نعمت کا شکر کرنا۔مقدرت میں عفو کرنا۔۔۔ تالیفِ قلوب کے ساتھ اطاعت کی اُمید رکھنا فتح یابی کے بعد تواضع اور رحمت اختیار کرنا۔

خروج عبداللہ بن علی

منصور کے چچا عبداللہ بن علی کو عبداللہ سفاح نے خراسانی و شامی لشکر کے ساتھ

اپنی موت سے پہلے صائفہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ محرم ۱۳۷ھ میں منصور انبار میں پہنچ کر تخت نشین خلافت ہوا تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے سفاح کی وفات سے عبداللہ بن علی کو بھی اطلاع دی تھی اور لکھا تھا کہ سفاح نے اپنے بعد منصور کی خلافت کے لئے وصیت کی ہے عبداللہ بن علی نے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ عبداللہ سفاح نے جب ہم حران کے لئے فوج روانہ کرنی چاہی تھی تو کسی کو اس طرف جانے کی ہمت نہ ہوئی سفاح نے کہا تھا کہ جو شخص اس مہم پر جائے گا وہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ چنانچہ اس مہم پر میں روانہ ہوا اور میں نے ہی مروان بن محمد اور دوسرے اموی سرداروں کو شکست دے کر اس مہم میں کامیابی حاصل کی سب نے اس کی تصدیق کی اور عبداللہ بن علی کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ عبداللہ بن علی نے مقام دلوک سے مراجعت کر کے مقام حران میں مقاتل بن حکیم کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس روز تک محاصرہ کیے رکھا اثنا محاصرہ میں اہل خراسان سے مشتبہ ہو کر ان میں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اور حمید بن قحطبہ کو والی حلب مقرر کر کے ایک خط دے کر روانہ کیا جو زفر بن عاصم گورنر حلب کے نام تھا اس خط میں لکھا تھا کہ حمید کو پہنچتے ہی قتل کر ڈالنا حمید نے راستے میں خط کھول کر پڑھ لیا اور بجائے حلب کے عراق کی طرف چل دیا۔ ادھر منصور جب انبار میں پہنچا ہے تو ابومسلم بھی وہاں پہلے پہنچ چکا تھا۔ ابومسلم نے منصور کے ہاتھ پر بیعت کی اور منصور نے اس کے ساتھ عزت افزائی اور دل جمعی کا برتاؤ کیا۔ اسی اثنا میں خبر پہنچی کہ عبداللہ بن علی باغی ہو گیا ہے۔ منصور نے ابومسلم سے کہا کہ مجھ کو عبداللہ بن علی کی طرف سے بہت خطرہ ہے ابومسلم تو ایسے واقعات کا خواہش مند ہی تھا فوراً آمادہ ہو گیا کہ اس طرح منصور کو بھی براہ راست احسان مند بنایا جا سکے گا۔ چنانچہ ابومسلم کو عبداللہ بن علی کی سرکوبی پر مامور کیا گیا۔ ابن قحطبہ جو عبداللہ بن علی سے ناراض عراق کی جانب آ رہا تھا وہ ابومسلم سے آملا۔ عبداللہ بن علی نے مقاتل بن حکیم کو امان دے دی اور مقاتل نے حران عبداللہ بن علی کے سپرد کر دیا۔ عبداللہ بن علی نے مقاتل کو مع ایک خط کے عثمان بن عبدالاعلیٰ حاکم رقہ کے پاس بھیجا عثمان نے مقاتل کو پہنچتے ہی قتل کر دیا۔ اور اس کے دونوں لڑکوں کو گرفتار کر لیا۔ منصور نے ابومسلم کو روانہ کرنے کے بعد محمد بن صول کو آذربائیجان سے طلب کر کے عبداللہ بن علی کے پاس دھوکا دینے کی غرض سے روانہ کیا۔ محمد بن صول نے عبداللہ بن علی کے پاس پہنچ کر یہ کہا کہ میں نے سفاح سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میرے بعد میرا جانشین میرا چچا عبداللہ ہوگا۔ عبداللہ بن علی بولا تو جھوٹا ہے۔ میں تیرے فریب کو خوب سمجھ گیا ہوں یہ کہہ کر اس کی

گردن اُڑا دی۔ اس کے بعد عبداللہ بن علی نے حران سے روانہ ہوکر نصیبین میں آکر قیام کیا۔ اور خندق کھود کر مورچے قائم کئے۔ منصور نے ابومسلم کو روانہ کرنے سے پہلے حسن بن قحطبہ والی آرمینیا کو بھی لکھ دیا تھا کہ آکر ابومسلم کی شرکت اختیار کرے۔ چنانچہ حسن بن قحطبہ بھی موصل کے مقام پر ابومسلم سے آملا تھا ابومسلم معہ اپنے لشکر کے جب نصیبین کے قریب پہنچا تو نصیبین کا رُخ چھوڑ کر شام کے راستے پر پڑاؤ ڈالا اور یہ مشہور کیا۔ مجھ کو عبداللہ بن علی سے کوئی واسطہ نہیں میں تو شام کی گورنری پر مامور کیا گیا ہوں شام کو جارہا ہوں عبداللہ بن علی کے ہمراہ جو شامی لوگ تھے وہ یہ سُن کر گھبرائے اور اُنھوں نے عبداللہ بن علی سے کہا کہ ہمارے اہل و عیال ابومسلم کے پنجۂ ظلم میں گرفتار ہوجائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اُس کو شام کی طرف جانے سے روکیں عبداللہ بن علی نے ہرچند سمجھایا کہ وہ ہمارے ہی مقابلہ کو آیا ہے شام میں نہ جائے گا۔ لیکن کوئی نہ مانا آخر عبداللہ بن علی نے اُس مقام سے کوچ کیا۔ جب عبداللہ بن علی اپنے مقام کو چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہوا تو ابومسلم فوراً عبداللہ بن علی کی بہترین لشکرگاہ میں آکر مقیم ہوگیا اور عبداللہ بن علی کو لوٹ کر اُس مقام پر قیام کرنا پڑا جس میں ابومسلم پہلے مقیم تھا۔ اس طرح ابومسلم نے بہترین لشکرگاہ حاصل کرلی۔ اب دونوں لشکروں میں لڑائی کا سلسلہ جاری ہوا کئی مہینے تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر، رجمادی الثانی یوم چہارشنبہ ۱۳۷ھ کو عبداللہ بن علی نے شکست کھائی اور ابومسلم نے فتح پاکر فتح کا بشارت نامہ منصور کے پاس بھیجا۔ عبداللہ بن علی نے اس میدان سے فرار ہوکر اپنے بھائی سلیمان بن علی کے پاس جاکر بصرہ میں پناہ لی اور ایک مدت تک وہاں چھپا رہا۔

قتل ابومسلم

جب عبداللہ بن علی کو شکست ہوئی اور ابومسلم نے اُس کے لشکرگاہ کو لوٹ لیا اور مالِ غنیمت خوب ہاتھ آیا تو المنصور نے اس فتح کا حال سُن کر اپنے خادم ابوخصیب کو مالِ غنیمت کی فہرست تیار کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ابومسلم کو اس بات سے سخت غصہ آیا کہ منصور نے میرا اعتبار نہ کیا اور اپنا آدمی فہرست مرتب کرنے کے لئے بھیجا۔ ابومسلم کی اس ناراضی و ناخوشی کی اطلاع جب منصور کے پاس پہنچی تو اُس کو یہ فکر ہوئی کہ کہیں ابومسلم ناراض ہوکر خراسان کو نہ چلا جائے۔ چنانچہ اُس نے مصر و شام کی سندِ گورنری لکھ کر ابومسلم کے پاس بھیج دی ابومسلم

کو اس سے اور بھی زیادہ رنج ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ منصور مجھ کو خراسان سے جدا کر کے بے دست و پا کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ ابو مسلم جزیرہ سے نکل کر خراسان کی طرف روانہ ہو گیا یہ سُن کر منصور انبار سے مدائن کی طرف روانہ ہوا اور ابو مسلم کو اپنے پاس حاضر ہونے کے لئے بلایا۔ ابو مسلم نے آنے سے انکار کر کے لکھ بھیجا کہ "میں دُور ہی سے آپ کی اطاعت کروں گا۔ آپ کے تمام دشمنوں کو میں نے مغلوب کر دیا ہے اب جب کہ آپ کے خطرات دور ہو گئے ہیں تو آپ کو میری ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔ اگر آپ مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیں گے تو میں آپ کی اطاعت سے باہر نہ ہوں گا اور اپنی بیعت پر قائم رہوں گا۔ لیکن اگر آپ میرے درپے رہے تو میں آپ کی خلع خلافت کا اعلان کر کے آپ کی مخالفت پر آمادہ ہو جاؤں گا" اس خط کو پڑھ کر منصور نے ابو مسلم کو نہایت نرمی اور محبت کے لہجہ میں ایک خط لکھا کہ "ہم کو تمہاری وفاداری اور اطاعت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ تم بڑے کارگذار اور مستحق انعام ہو۔ شیطان نے تمہارے دل میں وسوسے ڈال دیئے ہیں۔ تم اُن وسوسوں سے اپنے آپ کو بچاؤ اور ہمارے پاس چلے آؤ۔ یہ خط منصور نے اپنے آزاد غلام ابو حمید کے ہاتھ روانہ کیا۔ اور اُن کو تاکید کی کہ منت سماجت سے جس طرح ممکن ہو ابو مسلم کو میرے پاس آنے کی ترغیب دینا۔ اور اگر وہ کسی طرح نہ مانے تو پھر میرے غصہ سے اُس کو ڈرانا یہ خط جب ابو مسلم کے پاس پہنچا تو اُس نے مالک بن ہثیم سے مشورہ کیا۔ اُس نے کہا کہ تم ہرگز منصور کے پاس نہ جاؤ۔ وہ تم کو قتل کر دے گا لیکن ابو داؤد خالد بن ابراہیم کو خراسان کی گورنری کا لالچ دے کر منصور نے بذریعہ خط پہلے ہی اِس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ ابو مسلم کو جس طرح ممکن ہو میرے پاس آنے پر آمادہ کرو۔ ابو داؤد کے مشورے سے ابو مسلم منصور کے پاس جانے پر آمادہ ہو گیا۔ مگر اُس نے پھر بھی اس احتیاط کو ضروری سمجھا کہ اپنے وزیر ابو اسحٰق خالد بن عثمان کو اوّل منصور کے پاس بھیج کر وہاں کے حالات سے زیادہ واقفیت حاصل کرے۔ ابو اسحٰق پر ابو مسلم کو بہت اعتماد تھا۔ چنانچہ اوّل ابو اسحٰق کو روانہ کیا گیا ابو اسحٰق جب دربار خلافت کے پاس پہنچا تو تمام سرداران بنو ہاشم اور اراکین دولت استقبال کو آئے۔ منصور نے حد سے زیادہ تکریم و محبت کا برتاؤ کیا اور اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے اسحٰق کو اپنی جانب مائل کر کے کہا کہ تم ابو مسلم کو خراسان جانے سے روک کر اوّل میرے پاس آنے پر آمادہ کر دو تو میں تم کو خراسان کی حکومت اس کام کے صلہ میں دے دوں گا۔ ابو اسحٰق یہ سُن کر آمادہ ہو گیا۔ رخصت ہو کر ابو مسلم کے پاس آیا اور اُس کو منصور کے پاس

جانے پر آمادہ کرلیا۔ چنانچہ ابو مسلم اپنے لشکر کو حلوان میں مالک بن ہیثم کی افسری میں چھوڑ کر تین ہزار فوج کے ساتھ مدائن کی طرف روانہ ہوا۔ جب ابو مسلم مدائن کے قریب پہنچا تو ابو مسلم کے پاس منصور کے اشارہ کے موافق ایک شخص پہنچا اور ملاقات کرنے کے بعد ابو مسلم سے کہا کہ آپ منصور سے میری سفارش کر دیں کہ وہ مجھ کو کسکر کی حکومت دے دے۔ نیز یہ کہ وزیر السلطنت ابو ایوب سے منصور آج کل سخت ناراض ہے۔ آپ ابو ایوب کی بھی سفارش کردیں۔ ابو مسلم یہ سن کر خوش ہوگیا۔ اور اس کے دل سے رہے سہے خطرات سب دور ہو گئے۔ ابو مسلم دربار میں عزت و احترام کے ساتھ داخل ہوا اور عزت کے ساتھ رخصت ہو کر قیام گاہ پر آرام کرنے گیا دوسرے روز جب دربار میں آیا تو منصور نے پہلے سے عثمان بن نہیک، شبیب بن روح، ابو حنیفہ حرب بن قیس وغیرہ چند شخصوں کو پس پردہ چھپا کر بٹھا دیا اور حکم دے دیا تھا۔ کہ جب میں اپنے ہاتھ پر ہاتھ ماروں تو تم نکل کر فوراً ابو مسلم کو قتل کر ڈالنا۔ چنانچہ ابو مسلم دربار میں حاضر ہوا۔ خلیفہ منصور نے باتوں باتوں میں اس سے اُن دو تلواروں کا حال دریافت کیا جو ابو مسلم کو عبداللہ بن علی سے ملی تھیں۔ ابو مسلم اس وقت انھیں تلواروں میں سے ایک کو اپنی کمر سے لگائے ہوئے تھا اس نے کہا کہ ایک تو یہ موجود ہے منصور نے کہا ذرا میں بھی دیکھوں ابو مسلم نے فوراً خلیفہ منصور کے ہاتھ میں تلوار دے دی وہ تھوڑی دیر تک اس کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کو اپنے زانو کے نیچے رکھ کر ابو مسلم سے اُس کی حرکات کی شکایت کرنے لگا۔ پھر سلیمان بن کثیر کے قتل کا ذکر کیا اور کہا کہ تو نے اُس کو کیوں قتل کیا۔ حالانکہ وہ اس وقت سے ہمارا خیر خواہ تھا جب کہ تو اس کام میں شریک بھی نہ ہوا تھا۔ ابو مسلم اول خوشامدانہ اور عاجزانہ لہجہ میں معذرت کرتا رہا لیکن دم بدم منصور کے طیش و غضب کو ترقی کرتے ہوئے دیکھکر جب اُس کو یقین ہو گیا کہ آج میری خیر نہیں ہے تو اس نے جرأت سے جواب دیا کہ جو آپ کا جی چاہے کیجئے۔ میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ منصور نے ابو مسلم کو گالیاں دیں اور ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ تالی کے بجتے ہی عثمان بن نہیک وغیرہ نے نکل کر ابو مسلم پر وار کئے۔ اور اُس کا کام تمام کردیا۔ یہ واقعہ ۲۵ شعبان ۱۳۷ھ کا ہے۔ ابو مسلم کے مارے جانے کے بعد وزیر السلطنت نے باہر آکر ابو مسلم کے ہمراہیوں کو یہ کہکر واپس کر دیا کہ امیر اس وقت امیر المؤمنین کی خدمت میں رہیں گے تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ اس کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر ابو مسلم کو دریافت کیا۔ جب اُس کے قتل کا حال معلوم ہوا تو اُس کی زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکل گیا

یہ بات منصور کو ناگوار گذری اور اُس نے کہا کہ ابومسلم سے زیادہ کوئی تمہارا دشمن نہ تھا۔ پھر منصور نے جعفر بن حنظلہ کو بلوایا اور ابومسلم کے قتل کی نسبت مشورہ کیا۔ جعفر نے اُس کے قتل کی رائے دی۔ منصور نے کہا خدا تجھے جزائے خیر دے۔ اس کے بعد ابومسلم کی لاش کی طرف اشارہ کیا۔ جعفر نے ابومسلم کی لاش دیکھتے ہی کہا کہ "امیر المومنین آج سے آپ کی خلافت شمار کی جائے گی۔" منصور مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

ابو نصر مالک بن ہثیم جس کو ابومسلم اپنا لشکر اور مال سپرد کر آیا تھا۔ حلوان سے بقصد خراسان ہمدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر منصور کی خدمت میں واپس چلا آیا۔ منصور نے اُس کو ملامت کی کہ تو نے ابومسلم کو میرے پاس آنے کے خلاف مشورہ دیا تھا۔ اُس نے کہا کہ جب تک ابومسلم کے پاس تھا اُس کو نیک مشورہ دیا۔ اب آپ کے پاس آ گیا ہوں تو آپ کی بہتری کے لیے کوشاں رہوں گا۔ منصور نے اُس کو موصل کی حکومت پر بھیج دیا۔

خروج سنباد

ابومسلم کے قتل سے فارغ ہو کر بظاہر منصور کو اطمینان حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے بعد بھی منصور کے لیے مشکلات کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ابومسلم کے ہمراہیوں میں ایک مجوسی فیروز نامی جو سنباد کے نام سے مشہور تھا۔ وہ مسلمان ہو کر ابومسلم کی فوج میں شامل تھا۔ ابومسلم کے قتل کے بعد اُس نے ابومسلم کے خون کا معاوضہ طلب کرنے کے لئے خروج کیا اور کوہستان کے لوگوں نے اُس کا ساتھ دیا۔ سنباد نے نیشاپور اور رے پر قبضہ کر کے اُس تمام مال و اسباب کو جو ابومسلم حج کے لیے روانہ ہوتے وقت رے اور نیشاپور میں چھوڑ گیا تھا قبضہ کیا سنباد نے لوگوں کے مال و اسباب کو لوٹا اور اُن کو گرفتار کر کے باندی غلام بنایا اور مرتد ہو کر اعلان کیا کہ میں خانہ کعبہ کو منہدم کرنے جاتا ہوں۔ تو مسلم ایرانیوں کے لیے اس قدر تحریک کافی تھی اُن میں جو لوگ مذہب اسلام سے واقف نہ ہوئے تھے وہ یہ دیکھ کر کہ ہماری ہی قوم ملک کا ایک شخص سلطنت اسلامی کے خلاف اٹھا ہے اُس کے شریک ہو گئے۔ منصور نے جب اس فتنہ کا حال سنا تو سنباد کی سرکوبی کے لئے جمہور بن مرار عجلی کو مامور کیا۔ ہمدان و رے کے درمیان لڑائی ہوئی جمہور نے سنباد کو شکست دی۔ قریباً ساٹھ ہزار آدمی سنباد کے ہمراہیوں میں سے مارے گئے۔ سنباد نے فرار ہو کر طبرستان میں پناہ لی وہاں عامل طبرستان کے ایک

خادم نے سنباد کو قتل کر دیا۔ منصور نے یہ خبر سُن کر عامل طبرستان کو لکھا کہ سنباد کا مال و اسباب ہمارے پاس بھیج دو اُس نے مال و اسباب سے انکار کیا۔ منصور نے عامل طبرستان کی گو شمالی کے لئے فوج بھیجی۔ عامل طبرستان دیلم کی طرف بھاگ گیا ادھر جمہور نے جب سنباد کو شکست دی تھی تو اُس کے بہت سے مال و اسباب اور قریباً اُسکے تمام خزانہ پر اُس کا قبضہ ہو گیا تھا۔ ابو مسلم کا خزانہ اُس کے قبضے میں آ گیا تھا۔ اس خزانے اور مال و اسباب کو جمہور نے منصور کے پاس نہ بھیجا اور رَے میں جاکر قلعہ بندی کر کے منصور کی خلع خلافت اور بغاوت کا اعلان کر دیا۔ منصور نے جمہور کے مقابلے پر محمد بن اشعث کو فوج دے کر روانہ کیا۔ جمہور یہ سُن کر رَے سے اصفہان کی طرف چلا گیا۔ جمہور اصفہان پر اور محمد بن اشعث رے پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد محمد نے اصفہان پر چڑھائی کی جمہور نے مقابلہ کیا۔ سخت لڑائی کے بعد جمہور شکست کھا کر آذربائیجان کی طرف بھاگا۔ وہاں جمہور کے ہمراہیوں میں سے کسی نے اُس کو قتل کر کے اُس کا سر منصور کے پاس بھیج دیا۔ یہ ۱۳۸ھ کا واقعہ ہے۔

۱۳۹ھ میں منصور نے اپنے چچا سلیمان کو حکومتِ بصرہ سے معزول کر کے اپنے پاس بُلایا اور لکھا کہ عبداللہ بن علی کو (جو ابو مسلم سے شکست کھا کر بصرہ میں اپنے بھائی سلیمان کے پاس چلا آیا تھا) امان دے کر اپنے ہمراہ میرے پاس لیتے آؤ۔ جب عبداللہ بن علی کو سلیمان نے دربار میں حاضر کیا تو منصور نے اُس کو قید کر دیا (بعد میں قتل کرا دیا تھا)

فرقہ راوندیہ

فرقہ راوندیہ کو شیعوں کے فرقوں میں شمار کیا جاتا ہے یہ درحقیقت ایران و خراسان کے جاہل لوگوں کا ایک گروہ تھا جو علاقہ راوند میں رہتا اور اُن لوگوں میں سے نکلا تھا جن کو ابو مسلم خراسانی نے اپنے ساتھ شامل کیا تھا۔ ابو مسلم نے جو جماعت تیار کی تھی اُس کو مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ جس طرح ممکن ہوتا تھا اُن کو سیاسی اغراض کے لئے آمادہ و مستعد کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ یہ گروہ جس کو راوندیہ کہا جاتا ہے تناسخ اور حلول کا قائل تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے منصور میں حلول کیا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ خلیفہ منصور کو خدا سمجھ کر اُس کی زیارت کرتے تھے اور منصور کے درشن کرنے کو عبادت جانتے تھے۔ اُن کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ آدمؑ کی روح نے عثمان بن نہیک میں اور جبرئیل نے ہثیم بن معاذ

میں حلول کیا ہے۔ یہ لوگ دارالخلافہ میں آکر اپنے اعمال و عقائد ناشدنی کا اعلان کرنے لگے تو منصور نے ان میں سے دو سو آدمیوں کو پکڑ کر قید کر دیا۔ ان کی پانچ چھ سو کی تعداد اور موجود تھی اُن کو اپنے ہم عقیدہ لوگوں کی اس گرفتاری سے اشتعال پیدا ہوا اور قید خانہ پر حملہ کر کے اپنے بھائیوں کو قید سے چھڑا لیا اور پھر منصور کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ منصور کو خدا کہتے تھے اور پھر اُس خدا کی مرضی کے خلاف آمادۂ جنگ تھے۔ اس موقع پر یہ بات قابلِ تذکرہ ہے کہ یزید بن ہبیرہ کے ساتھیوں میں معن بن زائدہ بھی تھا اور جب ابن ہبیرہ کی لڑائیاں عباسیوں سے ہوئی ہیں تو معن بن زائدہ ابن ہبیرہ کے نامور سرداروں میں سے ایک تھا۔ معن بن زائدہ ابن ہبیرہ کے بعد دارالخلافہ ہاشمیہ میں آکر روپوش تھا اور منصور اُس کی تلاش و جستجو میں تھا کہ معن بن زائدہ کو گرفتار کرا کر قتل کرے۔ ان بدمذہب راوندیوں نے جب منصور کے محل کا محاصرہ کیا تو منصور پیادہ پا اپنے محل سے نکل آیا اور بلوائیوں کو مارنے اور ہٹانے لگا۔ منصور کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی تھے اور حقیقت یہ تھی کہ اُس وقت دارالخلافہ میں کوئی جمعیت اور طاقت ایسی موجود نہ تھی کہ ان بلوائیوں کی طاقت کا مقابلہ کر سکتی۔ منصور کے لئے یہ وقت نہایت ہی نازک تھا اور قریب تھا کہ دارالخلافہ اُس کے ساتھ ہی خلافت اور اپنی جان منصور کے ہاتھ سے جاتے اور راوندیوں کا قبضہ ہو جاتے۔ اس خطرناک حالت سے فائدہ اُٹھانے میں معن بن زائدہ نے کوتاہی نہیں کی وہ فوراً منصور کے پاس پہنچ گیا اور جاتے ہی بلوائیوں کو مارنے اور ہٹانے میں مصروف ہو گیا۔ اتنے میں اور لوگ بھی آ آکر منصور کے گرد جمع ہونے لگے۔ لیکن معن بن زائدہ کے حملے بہت ہی زبردست اور کارگر ثابت ہو رہے تھے اور منصور اپنی آنکھ سے اس اجنبی شخص کی حیرت انگیز بہادری کو دیکھ رہا تھا۔ آخر معن بن زائدہ نے اس لڑائی میں سپہ سالاری کے فرائض خود بخود ادا کرنے شروع کر دیئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ سخت و شدید زور آزمائی و معرکہ آرائی کے بعد ان بلوائیوں کو شکست ہوئی شہر کے آدمی بھی سب اُٹھ کھڑے ہوئے تمام بلوائیوں کو قتل کر کے رکھ دیا۔ اس ہنگامے کے فرو ہونے کے بعد منصور نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے جس نے اپنی پامردی و بہادری کے ذریعہ اس فتنہ کو فرو کرنے میں سب سے زیادہ کام کیا ہے تب اُس کو معلوم ہوا کہ یہ معن بن زائدہ ہے۔ منصور نے اُس کو امان دی اور اُس کے سابقہ جرموں کو معاف کر کے اُس کی عزت و مرتبہ کو بڑھایا۔

ابو داؤد خالد بن ابراہیم ذہلی بلخ کا عامل اور آج کل خراسان کا گورنر تھا اسی عرصہ یعنی ۱۴۰ھ میں اُس کے لشکر میں بغاوت پھوٹی اور اہلِ لشکر نے اُس کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ ابو داؤد مکان

کی چھت پر ان باغیوں کے دیکھنے کے لئے چڑھا۔ اتفاق سے پاؤں پھسل کر گر پڑا اور اُسی دن مر گیا اُس کے بعد اُس کے سپہ سالار حصام نے اس بغاوت کو فرو کیا اور خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر منصور کو اطلاع دی منصور نے عبدالجبار بن عبدالرحمٰن کو گورنر خراسان بنا کر بھیجا۔

عبدالجبار کی بغاوت اور قتل

عبدالجبار نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی ابوداؤد کے عاملوں کو معزول و بے عزت اور قتل کرنا شروع کیا۔ اور بڑے بڑے سرداروں کو ذرا ذرا سے شبہ میں قتل کر کے تمام ملک میں ہل چل مچادی یہ خبر منصور کے پاس پہنچی کہ عبدالجبار عباسیوں کے خیر خواہوں کو قتل کئے ڈالتا ہے۔ منصور متامل تھا کہ عبدالجبار کو خراسان سے کس طرح بآسانی جدا کرے کیونکہ اُس کو اندیشہ تھا کہیں وہ علانیہ باغی نہ ہو جائے۔ آخر منصور نے عبدالجبار کو لکھا کہ لشکر خراسان کا ایک بڑا حصہ جہاد روم پر روانہ کر دو۔ مدعا یہ تھا کہ جب لشکر خراسان کا بڑا حصہ خراسان سے جدا ہو جائے گا تو پھر عبدالجبار کا معزول کرنا اور کسی دوسرے گورنر کا وہاں بھیج دینا آسان ہوگا۔ عبدالجبار نے جواباً لکھا کہ ترکوں نے فوج کشی شروع کر دی ہے۔ اگر آپ لشکر خراسان کو دوسری طرف منتقل کر دیں گے تو مجھ کو خراسان کے نکل جانے کا اندیشہ ہے یہ جواب دیکھ کر منصور نے عبدالجبار کو لکھا کہ مجھ کو خراسان کا ملک سب سے زیادہ عزیز ہے اور اُس کو محفوظ رکھنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں اگر ترکوں نے فوج کشی شروع کر دی ہے تو میں خراسان کی حفاظت کے لئے ایک لشکر عظیم روانہ کرتا ہوں تم کوئی فکر نہ کرو۔ اس تحریر کو پڑھ کر عبدالجبار نے فوراً منصور کو لکھا کہ خراسان کے ملک کی آمدنی اس قدر بار عظیم کی متحمل نہ ہو سکے گی آپ کوئی بڑا لشکر نہ بھیجئے یہ جواب دیکھ کر منصور کو یقین ہو گیا کہ عبدالجبار بغاوت پر آمادہ ہے۔ چنانچہ اُس نے فوراً بلا توقف اپنے بیٹے مہدی کو ایک زبردست فوج دے کر روانہ کیا۔ مہدی نے رَے میں پہنچ کر قیام کیا اور خازم بن خزیمہ کو عبدالجبار سے لڑنے کے لئے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ دو لڑائیں میں لڑائی اور سخت معرکہ آرائی ہوئی آخر عبدالجبار شکست کھا کر بھاگا اور محشر بن مزاحم نے اُس کو گرفتار کر کے خازم بن خزیمہ کی خدمت میں پیش کیا۔ خازم بن خزیمہ نے اُس کو بالوں کا ایک جبہ پہنا کر دُم کی طرف منہ کر کے اُونٹ پر سوار کیا اور تشہیر کرا کر معہ اُس کے گرفتار شدہ ہمراہیوں کے منصور کے پاس بھیج دیا۔ منصور نے ان لوگوں کو قید کر دیا اور ۱۴۲ھ میں

عبدالجبار کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرنے کا حکم دیا۔ عبدالجبار پر فتح پانے کے بعد مہدی نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور ۱۴۹ھ تک وہ خراسان کا گورنر رہا۔

عینیہ بن موسیٰ بن کعب

موسیٰ بن کعب سندھ کا عامل تھا اُس کے بعد اُس کا بیٹا عینیہ عاملِ سندھ مقرر کیا گیا تھا اُس نے سندھ میں منصور کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔ منصور کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ دارالخلافہ سے بصرہ میں آیا اور بصرہ سے عمر بن حفص بن ابی صفوہ عتکی کو سندھ و ہند کی سندِ گورنری عطا کر کے جنگِ عینیہ پر مامور کیا عمر بن حفص نے سندھ میں پہنچ کر عینیہ کے ساتھ جنگ شروع کی اور بالآخر سندھ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ یہ واقعہ ۱۴۲ھ کا ہے اسی عرصہ میں والیِ طبرستان نے بغاوت اختیار کی طبرستان کی طرف خازم بن خزیمہ اور روح بن حاتم بھیجے گئے جنھوں نے طبرستان پر قبضہ حاصل کیا اور عاملِ طبرستان جو ایک ایرانی النسل نومسلم تھا خودکشی کر کے مر گیا۔

علویوں کی قید و گرفتاری

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مکہ میں بنو امیہ کی حکومت کے آخر ایام میں ایک مجلس منعقد ہوئی تھی اُس میں خلیفہ کے تعین اور انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا تھا تو منصور نے جو اُس مجلس میں موجود تھا محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی کے حق میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کر کے محمد عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اس بیعت میں منصور بھی شریک تھا یعنی منصور محمد بن عبداللہ حسنی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر چکا تھا۔ سفاح نے اپنے عہدِ خلافت میں علویوں کو خاموش رکھا اور انعام و اکرام اور بذل مال سے اُن کو خوش رکھ کر مخالفت اور خروج پر آمادہ نہ ہونے دیا۔ منصور جب خلیفہ ہوا تو اُس نے سفاح کے زمانے کی سخاوت کو باقی نہ رکھا اور سب سے زیادہ محمد بن عبداللہ کی فکر میں رہنے لگا۔ محمد بن عبداللہ کے باپ عبداللہ بن حسن کا ذکر بھی اوپر آ چکا ہے۔ کہ وہ سفاح کے پاس آئے تھے اور سفاح نے اُن کو بہت سا مال و زر دے کر خوش و خرم واپس کیا تھا۔ جب منصور خلیفہ ہوا تو عبداللہ بن حسن نے اپنے بیٹے محمد اور ابراہیم کو اس خیال سے روپوش

کرو یا کہ کہیں منصور اُن کو قتل نہ کرا دے۔ ان محمد بن عبداللہ کو جن کے ہاتھ پر منصور نے بیعت کی تھی
محمد مہدی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ لہٰذا آئندہ ان کا نام محمد مہدی ہی لکھا جائے گا۔ ۱۳۶ھ میں جب
منصور حج کرنے گیا تھا اور اُس نے وہاں سفاح کے مرنے کی خبر سُنی تھی تو سب سے پہلے اُس نے محمد مہدی
کو دریافت کیا اُس وقت وہ وہاں موجود نہ تھے مگر لوگوں کو شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ روپوش
ہو گئے۔ اُن کے ساتھ اُن کے بھائی ابراہیم بھی روپوش رہے۔ منصور خلیفہ ہونے کے بعد برابر محمد مہدی کا
حال لوگوں سے دریافت کرتا رہتا تھا۔ اس تفحص و تجسس میں اُس نے اس قدر مبالغہ کیا کہ ہر شخص کو یہ
حال معلوم ہو گیا کہ منصور کو محمد مہدی کی بڑی تلاش ہے۔ عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو جب منصور کی طرف سے مجبور
کیا گیا کہ اپنے بیٹے کو حاضر کرو تو انھوں نے منصور کے چچا سلیمان بن علی سے مشورہ کیا۔ سلیمان نے کہا کہ اگر
منصور درگذر کرنے کا عادی ہوتا تو اپنے چچا سے درگذر کرتا یعنی عبداللہ بن علی پر سختی و تشدد روا نہ رکھتا۔
عبداللہ بن حسن سُن کر اپنے بیٹوں کے روپوش رکھنے میں اور بھی زیادہ مبالغہ کرنے لگے۔ آخر منصور نے
حجاز کے چپے چپے میں اپنے جاسوس پھیلا دیے اور جعلی خطوط لکھ لکھ کر عبداللہ بن حسن کے پاس بھجوائے
کہ کسی طرح محمد مہدی کا پتہ چل جائے۔ محمد مہدی اور اُن کے بھائی ابراہیم دونوں حجاز میں چھپتے پھرتے
پھر منصور صرف انھیں کے تجسس و تلاش میں خود حج کے بہانے مکہ میں پہنچا یہ دونوں بھائی حجاز سے بصرہ
میں آکر بنو راسب اور بنو مُرّہ میں مقیم ہوئے منصور کو اس کا پتہ لگا تو وہ سیدھا بصرہ میں آیا۔ لیکن اُس
کے آنے سے پیشتر محمد مہدی اور ابراہیم بصرہ چھوڑ چکے تھے۔ بصرہ سے یہ دونوں عدن چلے گئے۔ منصور بصرہ
سے دارالخلافہ کو روانہ ہو گیا جب عدن میں بھی ان دونوں بھائیوں کو اطمینان نہ ہوا تو سندھ چلے گئے
چند روز سندھ میں رہ کر کوفہ میں آکر روپوش رہے۔ پھر کوفہ سے مدینہ منورہ چلے آئے۔ ۱۴۰ھ میں منصور پھر
حج کو آیا یہ دونوں بھائی بھی حج کے لئے مکہ آئے۔ ابراہیم نے قصد کیا کہ منصور کی زندگی کا خاتمہ کر دیں مگر
اُن کے بھائی محمد مہدی نے منع کر دیا۔ منصور کو اس مرتبہ بھی ان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اُس نے ان کے باپ عبداللہ
بن حسن مثنیٰ کو بُلا کر دونوں بیٹوں کے حاضر کرنے کے لئے مجبور کیا۔ جب اُنھوں نے لاعلمی بیان کی تو منصور
نے اُن کو قید کرنا چاہا مگر زیاد عامل مدینہ نے اُن کی ضمانت کی تب وہ چھوٹے۔ چونکہ زیاد عامل مدینہ
نے عبداللہ بن حسن کی ضمانت کی تھی۔ اس لئے منصور اُس سے بھی بدگمان ہو گیا اور دارالخلافہ
میں واپس آکر محمد بن خالد بن عبداللہ قسری کو مدینہ کا عامل بنا کر بھیجا اور زیاد کو معہ اُس کے
دوستوں کے گرفتار کرا کر بلوایا اور قید کر دیا۔ محمد بن خالد نے مدینہ کا عامل ہو کر محمد مہدی کی تلاش
و جستجو میں بڑی کوشش کی اور بیت المال کا تمام روپیہ اسی کوشش میں صرف کر دیا منصور

نے محمد بن خالد کے اسراف اور ناکامی پر اُس کو بھی معزول کیا اور رباح بن عثمان بن حیان مزنی کو مدینہ کا عامل بنایا۔ رباح نے مدینہ میں پہنچ کر عبداللہ بن حسن کو بہت تنگ کیا اور تمام مدینہ میں ہل چل مچا دی اور مندرجہ ذیل علویوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

۱۔ عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن علیؓ (محمد مہدی کے باپ)
۲۔ ابراہیم بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا)
۳۔ جعفر بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا)
۴۔ سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا زاد بھائی)
۵۔ عبداللہ بن داؤد بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا زاد بھائی)
۶۔ محمد بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا زاد بھائی)
۷۔ اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا زاد بھائی)
۸۔ اسحٰق بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا زاد بھائی)
۹۔ عباس بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا)
۱۰۔ موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے حقیقی چچا)
۱۱۔ علی بن حسن بن حسن بن علیؓ (محمد مہدی کے چچا)

ان لوگوں کو گرفتار کر کے منصور کو اطلاع دی گئی تو اس نے لکھا کہ ان لوگوں کے ساتھ محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کو بھی گرفتار کر لو کیونکہ عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی کی ماں ایک ہی ہے یعنی یہ دونوں فاطمہ بنت حسینؓ کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ رباح نے اس حکم کی بھی تعمیل کی اور محمد بن عبداللہ بن عمرو کو قید کر لیا۔ انھیں ایّام میں گورنر مصر نے علی بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی (محمد مہدی کے بیٹے) کو گرفتار کر کے منصور کے پاس بھیجا۔ منصور نے اُن کو قید کر دیا۔ یہ اپنے باپ کی طرف سے مصر میں دعوت و تبلیغ کے لئے بھیجے گئے تھے۔

تعمیر بغداد اور تدوین علوم

سفاح نے انبار کو اپنا دارالسلطنت بنایا تھا اور چند روز کے بعد انبار کے متصل اُس نے اپنا ایک محل اور اراکین سلطنت کے مکانات بنوائے یہ ایک چھوٹی سی بستی الگ قائم

ہو گئی تھی اُس کا نام ہاشمیہ رکھا گیا تھا۔ منصور ہاشمیہ ہی میں تھا کہ خراسانیوں کا ہنگامہ ہوا۔ ۱۴۰ھ یا ۱۴۱ھ میں منصور نے اپنا ایک جُدا دارالخلافہ بنانا چاہا اور شہر بغداد کی بنیاد رکھی گئی بغداد کی تعمیر کا کام تقریباً نو دس برس تک جاری رہا اور ۱۴۹ھ میں اُس کی تعمیر مکمل ہو گئی اُس روز سے بنو عباس کا دارالخلافہ بغداد رہا۔ اسی عرصہ میں علماء اسلام نے علوم دینی کی تاسیس وتدوین کا کام شروع کیا۔

ابن جریج نے مکہ میں۔ مالک نے مدینہ میں۔ اوزاعی نے شام میں۔ ابن ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ نے بصرہ میں۔ معمر نے یمن میں۔ سفیان ثوری نے کوفہ میں احادیث کی کتابیں لکھنے کا کام شروع کیا۔ ابن اسحٰق نے مغازی پر۔ ابوحنیفہ نے فقہ پر کتابیں لکھیں۔ اس سے پہلے احادیث و مغازی وغیرہ کا انحصار زبانی روایات پر تھا۔ تصنیف وتالیف کا یہ سلسلہ شروع ہو کر دم بدم ترقی کرتا رہا اور اس کے بعد بغداد و قرطبہ کے درباروں نے مصنفین کی خوب خوب ہمت افزائیاں کیں۔ احادیث کی کتابیں لکھنے اور قوتِ حافظہ کا بوجھ کتابت و قرطاس پر ڈالنے کا یہی زمانہ سب سے زیادہ موزوں اور ضروری بھی تھا جس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔

قتلِ سادات

رباح نے جن بزرگوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا تھا وہ ۱۴۴ھ کے آخر ایام تک مدینہ میں قید رہے۔ منصور برابر محمد مہدی اور اُن کے بھائی ابراہیم کے تجسس وتلاش میں مصروف رہا۔ اس عرصہ میں یہ دونوں بھائی حجاز کے قبائل اور غیر معروف مقامات میں روپوش رہے اور جلد جلد اپنی جائے قیام کو تبدیل کرتے رہے۔ غرض حضرت حسن بن علیؓ کی اولاد میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو قید نہ ہو گیا ہو یا اپنی جان بچانے کے لئے چھپا چھپا نہ پھرتا ہو۔ ۱۴۴ھ کے ماہ ذالحجہ میں منصور حج کرنے گیا اور محمد بن عمران بن ابراہیم بن طلحہ اور مالک بن انس کو یہ پیغام دے کر اولادِ حسنؓ کے پاس قید خانہ میں بھیجا کہ محمد وابراہیم دونوں بھائیوں کو ہمارے سپرد کر دو۔ ان دونوں کے باپ عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسنؓ نے ان دونوں کے حال سے اپنی لاعلمی بیان کر کے خود منصور کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ منصور نے کہا کہ جب تک اپنے دونوں بیٹوں کو حاضر نہ کریں میں عبداللہ بن حسن سے ملنا نہیں چاہتا۔ جب منصور حج سے واپس ہو کر عراق کی جانب آنے لگا تو رباح کو حکم دیا کہ ان قیدیوں کو ہمارے پاس عراق بھیج دو۔ رباح نے

ان سب قیدیوں کو قید خانہ سے نکال کر طوق، ہتکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر بغیر کجاوہ کے اونٹوں پر سوار کرایا اور محافظ دستہ کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کر دیا۔ راستے میں محمد و ابراہیم دونوں بھائی بدوؤں کے لباس میں اپنے باپ عبداللہ سے آکر ملے اور خروج کی اجازت چاہی مگر عبداللہ بن حسن نے اُن کو صبر کرنے اور عجلت سے کام نہ لینے کی ہدایت و نصیحت کی۔ یہ قیدی جب منصور کے پاس پہنچے تو منصور نے محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ کو اپنے سامنے بُلا کر گالیاں دیں اور ڈیڑھ سو کوڑے لگوائے۔ محمد بن عبداللہ بن عمرو کا منصور اس لیے دشمن تھا کہ اہل شام اُن کے ہوا خواہ تھے اور مُلکِ شام میں اُن کا بہت اثر تھا۔

ان قیدیوں کے عراق میں منتقل ہو جانے کے بعد محمد مہدی نے اپنے بھائی ابراہیم کو عراق و خراسان کی طرف روانہ کر دیا کہ تم وہاں جا کر لوگوں کو دعوت دو اور عباسیوں کی مخالفت پر آمادہ کرو خود محمد مہدی حجاز میں رہے۔ منصور کو اس بات کا یقین تھا کہ محمد مہدی حجاز میں موجود ہیں اُس نے اُن کو دھوکہ دینے اور اُن کا پتہ لگانے کی غرض سے جو تدابیر اختیار کیں اُن میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ مسلسل مختلف شہروں کے لوگوں کی طرف سے محمد مہدی کے نام خطوط لکھوا لکھوا کر مکہ و مدینہ کے ایسے لوگوں کے پاس بھجواتا رہتا تھا جن کی نسبت اُس کو شبہ تھا کہ یہ محمد مہدی کے ہمدرد اور اُن کے حال سے باخبر ہیں ان خطوط میں لوگوں کی طرف سے اظہارِ عقیدت اور منصور کی بُرائیاں درج ہوتی تھیں اور خروج کے لئے ترغیب دی جاتی تھی۔ مُدعا منصور کا یہ تھا کہ اس طرح ممکن ہے محمد مہدی تک بھی کوئی جاسوس پہنچ جائے اور وہ گرفتار ہو سکیں۔ یہ مدعا تو حاصل نہ ہوا۔ لیکن یہ ضرور ہوا کہ محمد مہدی کو ایسے خطوط کی اطلاع اپنے دوستوں کے ذریعہ پہنچتی رہی اور اُن کو اپنے ہوا خواہوں اور فدائیوں کا اندازہ کرنے میں کسی قدر غلط فہمی ہو گئی۔ یعنی اُنھوں نے اپنی جماعت کا اندازہ حقیقت سے زیادہ کر لیا۔ اِدھر اُن کے بھائی ابراہیم نے بصرہ۔ کرمان، اصفہان، خراسان، موصل اور شام وغیرہ سفر کر کے جابجا اپنے داعی اور ہمدرد پیدا کر لئے اور منصور کے دارالخلافہ میں آکر ایک مرتبہ منصور کے دستر خوان پر کھانا کھا گئے اور منصور کو علم نہ ہوا۔ دوسری مرتبہ جب کہ منصور بغداد کی تعمیر کے معائنہ کو آیا ہوا تھا وہ منصور کے آدمیوں میں ملے جلے اُس کے ساتھ موجود تھے منصور کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ ابراہیم یہاں موجود ہیں مگر اس مرتبہ بھی منصور اُن کو گرفتار نہ کرا سکا۔ اسی طرح محمد مہدی بھی حجاز میں رباح کی سخت ترین کوشش و تلاش کے باوجود

اُس کے ہاتھ نہ آئے ۔آخر ۱۴۵ھ میں ابو عون عاملِ خراسان نے منصور کے پاس ایک تحریر بھیجی کہ خراسان میں مخفی سازش بڑی تیز رفتاری سے ترقی کر رہی ہے اور تمام اہلِ خراسان محمد مہدی کے خروج کا انتظار کر رہے ہیں۔ منصور نے اس تحریر کو پڑھتے ہی محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو قید خانہ سے بُلا کر جلاد کے سپرد کیا اور اُن کا سر اُتروا کر خراسان بھیج دیا اس سر کے ساتھ چند آدمی ایسے بھیجے گئے جنھوں نے جاکر قسم کھاکر شہادت دی کہ یہ سر محمد بن عبداللہ کا ہے اور اُن کی دادی کا نام فاطمہ بنتِ رسول اللہ تھا ۔اس طرح اہلِ خراسان کو دھوکا دیا گیا کہ محمد مہدی قتل ہو گئے اور یہ اُنھیں کا سر ہے ۔ پھر منصور نے محمد بن ابراہیم بن حسن کو زندہ ایک ستون میں چنوادیا ۔اس کے بعد عبداللہ بن حسن بن حسن بن علیؓ اور علی بن حسن بن حسن بن علیؓ کو قتل کیا گیا۔ پھر ابراہیم بن حسن بن حسن بن علیؓ اور عباس بن حسن بن حسن بن علیؓ وغیرہ کو سخت اذیتوں کے ساتھ قتل کیا گیا۔منصور کی یہ سنگ دلی اور قساوتِ قلبی نہایت حیرت انگیز ہے ۔بنو اُمیہ علویوں کے مخالف اور دشمن تھے اور عباسی تو اب تک علویوں کے ساتھ شیر و شکر چلے آتے تھے ۔بنو اُمیہ کی علویوں سے کوئی قریبی رشتہ داری نہ تھی ۔لیکن عباسیوں اور علویوں کا تو بہت ہی قریبی رشتہ تھا ۔علویوں نے بنو اُمیہ کی سخت مخالفت کی تھی اور بارہا بنو اُمیہ کے خلاف تیر و تلوار کا استعمال کر چکے تھے ۔لیکن بنو عباس کے خلاف ابھی تک اُنھوں نے کوئی جنگی مظاہرہ بھی نہیں کیا تھا ۔ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھو اور سوچو کہ بنو اُمیہ نے کسی علوی کو اس طرح محض شبہ میں گرفتار کر کے قتل نہیں کیا ۔بلکہ ان کے ہاتھ سے وہی علوی قتل ہوئے جو میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے مارے گئے مگر منصور نے بالکل بے گناہ اولادِ حسنؓ کے کتنے افراد کس قساوتِ قلبی اور بے دردی کے ساتھ قتل کیے ہیں ۔منصور کا یہ قتلِ ساداتِ جرم و گناہ کے اعتبار سے یزید بن معاویہؓ کے قتلِ حسینؓ سے بہت بڑھ چڑھ کر نظر آتا ہے ۔شاید اسی کا نام دنیا ہے جس کی ہوس میں انسان اندھا ہو کر ہر ایک نا شُدنی کام کر گذرتا ہے ۔

محمد مہدی نفس زکیہ کا خروج

جب منصور نے عبداللہ بن حسن اور دوسرے افرادِ آلِ حسن کو قتل کرادیا تو محمد مہدی نے اس خبر کو سُن کر زیادہ انتظار مناسب نہ سمجھا ۔اُن کو یہ بھی یقین تھا کہ لوگ ہمارا

ساتھ دینے اور منصور کی خلع خلافت کرنے کے لئے ہر جگہ تیار ہیں چنانچہ اُنھوں نے اپنے مدینہ کے دوستوں سے خروج کا مشورہ کیا اتفاقاً عاملِ مدینہ رباح کو جاسوسوں کے ذریعہ اس کی اطلاع ہوگئی کہ آج محمد مہدی خروج کرنے والے ہیں اُس نے جعفر بن محمد بن حسین اور حسین بن علی بن حسین اور چند قریشیوں کو بُلا کر کہا کہ اگر محمد مہدی نے خروج کیا تو میں تم کو قتل کر دوں گا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ تکبیر کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ محمد مہدی نے خروج کیا ہے۔ ابتداءً اُن کے ساتھ صرف ڈیڑھ سو آدمی تھے اُنھوں نے سب سے پہلے قید خانہ کی طرف جاکر محمد بن خالد بن عبد اللہ قسری اور اُس کے بھتیجے تدیر بن یزید بن خالد اور اُن لوگوں کو جو اُن کے ساتھ قید تھے آزاد کیا۔ پھر دارالامارۃ کی طرف آکر رباح اور اُس کے بھائی عباس اور ابنِ مُسلم بن عقبہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس کے بعد مسجد کی طرف آئے اور خطبہ دیا جس میں منصور کی بُری عادات اور افعالِ مجرمانہ کا ذکر کر کے لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف کے برتاؤ کا وعدہ کیا اور اُن سے امداد کے خواہاں ہوئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کے عہدۂ قضا پر عثمان بن محمد بن خالد بن زبیر کو اسلحہ خانہ پر۔ عبدالعزیز بن مطلب بن عبد اللہ مخزومی کو محکمہ پولیس پر۔ عثمان بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب کو مقرر کیا اور محمد بن عبدالعزیز کے پاس ملامتانہ پیام بھیجا کہ تم کیوں گھر میں چُھپ کر بیٹھ رہے۔ محمد بن عبدالعزیز نے امداد کا وعدہ کیا۔ اسمٰعیل بن عبد اللہ بن جعفر نے محمد مہدی کی بیعت نہیں کی۔ اسی طرح اور بھی چند شخصوں نے بیعت سے اعراض کیا محمد مہدی کے خروج اور رباح کے مقید ہونے کے نو دن بعد منصور کے پاس خبر پہنچی۔ وہ یہ سُن کر سخت پریشان ہوا۔ فوراً کوفہ میں آیا۔ اور کوفہ سے ایک خط بطور امان نامہ محمد مہدی کے نام لکھ کر روانہ کیا۔ اس خط میں منصور نے لکھا تھا کہ:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذالک خزی فی الدنیا ولاخرۃ ولھم عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم۔ میرے اور تمھارے درمیان اللہ اور اُس کے رسول کا عہد و میثاق اور ذمہ ہے کہ میں تم کو تمھارے اہلِ خاندان

کو اور تمھارے متبعین کو جان اور مال و اسباب کی امان دیتا ہوں نیز اب تک تم نے جو خوں ریزی کی ہو یا کسی کا مال لے لیا ہو اُس سے بھی درگذر کرتا اور تم کو ایک لاکھ درہم اور دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ جو تمھاری اور کوئی حاجت ہوگی وہ بھی پوری کر دی جائے گی جس شہر کو تم پسند کرو گے اُسی میں مقیم کئے جاؤ گے جو لوگ تمھارے شریک ہیں ان کو امن دینے کے بعد اُن سے کبھی مواخذہ نہ کروں گا۔ اگر تم ان باتوں کے متعلق اپنا اطمینان کرنا چاہو تو اپنے معتمد کو میرے پاس بھیج کر مجھ سے عہدنامہ لکھوا لو اور ہر طرح مطمئن ہو جاؤ۔"

یہ خط جب محمد مہدی کے پاس پہنچا تو اُنھوں نے جواب میں لکھا کہ

"طسم۔ تلک ایات الکتاب المبین۔ نتلو علیک من نباء موسی و فرعون بالحق لقوم یؤمنون ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعاً یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم ویستحیی نساءھم انہ کان من المفسدین و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃً و نجعلھم الوارثین و نمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون۔ ہم تمھارے لئے ویسا ہی امان پیش کرتے ہیں جیسا کہ تم نے ہمارے لئے پیش کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت ہمارا حق ہے تم ہمارے ہی سبب سے اس کے مدعی ہوئے اور ہمارے ہی گروہ والے بن کر حکومت حاصل کرنے کو نکلے اور اسی لئے کامیاب ہوئے ہمارا باپ علی وصی اور امام تھا تم اُس کی ولایت کے وارث کس طرح ہو گئے۔؟ حالانکہ اُن کی اولاد موجود ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم جیسے شریف و صحیح النسب لوگوں نے حکومت کی خواہش نہیں کی۔ ہم ملعونوں اور مردودوں کے بیٹے نہیں ہیں۔ بنو ہاشم میں کوئی شخص بھی قرابت و سابقیت و فضیلت میں ہمارا ہمسر نہیں ہے زمانۂ جاہلیت میں ہم فاطمہ بنت عمرو کی اولاد سے ہیں اور اسلام میں فاطمہ بنت رسول اللہ کی اولاد ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ہم کو تم سے برتر و بہتر بنایا ہے۔ نبیوں میں ہمارے باپ محمد صلعم ہیں جو

سب سے افضل ہیں اور سلف میں علیؓ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور ازواج مطہرات میں سب سے پہلے خدیجۃ الکبریٰؓ نے قبلہ کی طرف نماز پڑھی۔ لڑکیوں میں فاطمہ سیدۃ النساء دختر رسول اللہ ہیں جن کو تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت ہے۔ مولودین اسلام میں حسن و حسین ہیں جو اہل جنت کے سردار ہیں۔ ہاشم سے علی کا دوہرا سلسلۂ قرابت ہے اور حسن کا عبدالمطلب سے دوہرا سلسلۂ قرابت ہے۔ میں باعتبار نسب کے بہترین بنی ہاشم ہوں۔ میرا باپ بنی ہاشم کے مشاہیر میں سے ہے مجھ میں کسی عجمی کی آمیزش نہیں اور نہ مجھ میں کسی لونڈی باندی کا اثر ہے میں اپنے اور تمھارے درمیان خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اگر تم میری اطاعت اختیار کرلو گے تو میں تم کو تمھاری جان و مال کی امان دیتا ہوں اور ہر ایک بات سے جس کے تم مرتکب ہو چکے ہو درگذر کرتا ہوں۔ مگر کسی حد کا حدود اللہ سے یا کسی مسلمان کے حق یا معاہدہ کا میں ذمہ دار نہ ہوں گا۔ کیونکہ اس معاملہ میں جیسا کہ تم جانتے ہو۔ میں مجبور ہوں یقیناً میں تم سے زیادہ مستحق خلافت اور عہد کا پورا کرنے والا ہوں تم نے مجھ سے پہلے بھی چند لوگوں کو امان اور قول دیا تھا۔ پس تم مجھے کون سی امان دیتے ہو۔ آیا امان ابن ہبیرہ کی۔ یا امان اپنے چچا عبداللہ بن علی کی۔ یا امان ابو مسلم کی۔

منصور کے پاس جب یہ خط پہنچا تو اس نے بہت پیچ و تاب کھایا اور ذیل کا خط لکھ کر محمد مہدی کے پاس روانہ کیا۔

"میں نے تمھارا خط پڑھا۔ تمھارے فخر کا دارومدار عورتوں کی قرابت پر ہے جس سے جاہل بازاری لوگ دھوکا کھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چچاؤں۔ باپوں اور ولیوں کی طرح نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے چچا کو باپ کا قائم مقام بنایا ہے اور اپنی کتاب میں اس کو قریب ترین ماں پر مقدم کیا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ عورتوں کی قرابت کا پاس و لحاظ کرتا تو آمنہ (مادرِ رسول اللہ صلعم) جنت میں داخل ہونے والوں کی سردار ہوتیں۔ خدا تعالےٰ نے اپنی مرضی کے موافق جس کو چاہا برگزیدہ کیا اور تم نے جو فاطمہ ام ابی طالب کا ذکر کیا ہے تو اس کی حالت یہ ہے کہ خدا نے اس کے کسی لڑکے اور کسی لڑکی کو

اسلام نصیب نہیں کیا اگر اللہ تعالےٰ مردوں میں سے کسی کو بوجہ قرابت برگزیدہ کرتا تو عبداللہ بن عبدالمطلب کو اور بے شک وہ ہر طرح بہتر تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کے لئے جس کو چاہا اختیار کیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین اور جب اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو مبعوث کیا تو اُس وقت آپ کے چار چچا موجود تھے پس اللہ تعالےٰ نے آیہ کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل فرمائی۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا اور دینِ حق کی طرف بلایا ان چاروں میں سے دو نے اس دینِ حق کو قبول کرلیا جن میں سے ایک میرا باپ تھا اور دو نے دینِ حق کے قبول کرنے سے انکار کیا اُن میں سے ایک تمھارا باپ (ابوطالب) تھا لہٰذا اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کا سلسلۂ ولایت آپ سے منقطع کر دیا اور آپ میں اور ان دونوں میں کوئی عزیزداری اور میراث قائم نہ کی۔ حسن کی بابت جو تم نے یہ لکھا ہے کہ عبدالمطلب سے ان کا دوہرا سلسلۂ قرابت ہے اور پھر تم کو رسول اللہؐ سے دوہرا رشتۂ قرابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم خیر الاولین والآخرین ہیں۔ اُن کو ہاشم و عبدالمطلب سے ایک پدری تعلق تھا تمھارا یہ خیال ہے کہ تم بہترین بنو ہاشم ہو اور تمھارے ماں باپ ان میں زیادہ مشہور تھے اور تم میں عجمیوں کا میل اور کسی لونڈی کا لگاؤ نہیں ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے کل بنو ہاشم سے اپنے آپ کو زیادہ مفخر بنایا ہے۔ ذرا غور تو کرو تم پر تُف ہے۔ کل خدائے تعالیٰ کو کیا جواب دو گے تم نے حد سے زیادہ تجاوز کیا اور اپنے آپ کو اُس سے بہتر بتایا جو تم سے ذات و صفات میں بہتر ہے یعنی ابراہیم بن رسول اللہ بالخصوص تمھارے باپ کی اولاد میں کوئی بہتر و اہلِ فضل سوائے کنیزک زادوں کے نہیں ہے۔ بعد وفات رسول اللہ صلعم کے تم میں علی بن حسین یعنی امام زین العابدین سے افضل کوئی شخص پیدا نہیں ہوا اور وہ کنیزک کے لڑکے اور بلاشبہ تمھارے دادا حسن بن حسن سے

بہتر ہیں ان کے بعد تم میں کوئی شخص پیدا محمد بن علی کی مانند نہیں ہوا اُن کی دادی کنیزک تھیں اور وہ تمھارے باپ سے بہتر ہیں اُن کے لڑکے جعفر تم سے بہتر ہیں اور اُن کی دادی کنیزک تھیں۔ تمھارا یہ کہنا غلط ہے کہ ہم محمد رسول اللہ صلعم کے بیٹے ہیں کیونکہ خدائے تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم۔ ہاں تم اُن کی لڑکی کے لڑکے ہو اور بے شک یہ قرابت قریبہ ہے۔ مگر اس کو میراث نہیں پہنچ سکتی اور نہ یہ ولایت کی وارث ہو سکتی ہے اور نہ اس کو امامت جائز ہے۔ پس اس قرابت کے ذریعہ تم کس طرح وارث ہو سکتے ہو۔ تمھارے باپ نے ہر طرح اس کی خواہش کی تھی فاطمہ کو دن میں نکالا۔ اُن کی بیماری کو چھپایا اور رات کے وقت اُن کو دفن کیا۔ مگر لوگوں نے سوائے شیخین کے کسی کو منظور نہ کیا۔ تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ نانا۔ ماموں اور خالہ مورث نہیں ہوتے۔ پھر تم نے علی اور اُن کے سابق بالاسلام ہونے کی وجہ سے فخر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے وفات کے وقت دوسرے کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ بعد ازاں لوگ ایک کے بعد دوسرے کو امام بناتے گئے اور اُن کو منتخب نہ کیا۔ حالانکہ یہ بھی اُن چھ شخصوں میں سے تھے لیکن سبھوں نے اُن کو اس امر کے قابل نہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور اس معاملہ میں ان کو حق دار نہ سمجھا۔ عبدالرحمنؓ نے تو ان پر عثمانؓ کو مقدم کر دیا اور وہ اس معاملہ میں متہم بھی ہیں طلحہؓ و زبیرؓ ان سے لڑے سعدؓ نے ان کی بیعت سے انکار کیا بعد ازاں معاویہؓ کی بیعت کی۔ بعد اس کے تمھارے باپ نے پھر خلافت کی تمنا کی اور لڑے۔ اُن سے اُن کے ساتھی جدا ہو گئے اور حَکَم مقرر کرنے سے پہلے اُن کے ہوا خواہ اُن کے مستحق ہونے کی بابت مشکوک ہو گئے۔ پھر اُنھوں نے رضامندی سے دو شخصوں کو حاکم مقرر کیا۔ ان دونوں نے اُن کی معزولی پر اتفاق کر لیا۔ پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے۔ اُنھوں نے خلافت کو معاویہؓ کے ہاتھ کپڑوں اور درہموں کے عوض فروخت کر ڈالا۔ اور اپنے ہوا خواہوں کو معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ اور حکومت نا اہل کو سونپ دی

پس اگر اس میں تمھارا کوئی حق بھی تھا تو تم اس کو فروخت کر چکے اور قیمت وصول کرلی۔ پھر تمھارے چچا حسینؓ نے ابنِ مرجانہ (ابنِ زیاد) پر خروج کیا لوگوں نے تمھارے چچا کے خلاف۔ اس کا ساتھ دیا یہاں تک کہ لوگوں نے تمھارے چچا کو قتل کیا اور اُن کا سر کاٹ کر اُس کے پاس لے آئے۔ پھر تم لوگوں نے بنو اُمیہ پر خروج کیا۔ اُنھوں نے تم کو قتل کیا۔ خرما کی ڈالیوں پر سولی دی۔ آگ میں جلایا، شہر بدر کر دیا۔ یحییٰ بن زید کو خراسان میں قتل کیا تمھارے ذکور کو قتل کیا۔ لڑکوں اور عورتوں کو قید کر لیا اور بغیر پردہ کے اونٹوں پر سوار کر کے تجارتی لونڈیوں کی طرح شام بھیج دیا۔ یہاں تک کہ ہم نے اُن پر خروج کیا اور ہم نے تمھارا معاوضہ طلب کیا چنانچہ تمھارے خونوں کا بدلہ ہم نے لے لیا۔ اور ہم نے تم کو اُن کی زمین وجائداد کا مالک بنایا۔ ہم نے تمھارے بزرگوں کو فضیلت دی اور معزز بنایا۔ کیا تم اس کے ذریعہ ہم کو ملزم بنانا چاہتے ہو۔ شاید تم کو یہ دھوکا لگا ہے کہ تمھارے باپ کا حمزہؓ وعباسؓ اور جعفرؓ پر متقدم ہونے کی وجہ سے ہم ذکر کیا کرتے تھے۔ حالانکہ جو کچھ تم نے سمجھا ہے وہ بات نہیں ہے۔ یہ لوگ تو دنیا سے ایسے صاف گئے کہ سب لوگ اُن کے مطیع تھے اور اُن کے افضل ہونے کے قائل تھے مگر تمھارا باپ جدال و قتال میں مبتلا کیا گیا۔ بنو اُمیہ اُن پر اسی طرح لعنت کرتے تھے جیسے کفار پر نماز فرائض میں کی جاتی ہے پس ہم نے جھگڑا کیا اُن کے فضائل بیان کئے۔ بنو اُمیہ پر سختی کی اور اُن کو سزا دی۔ تم کو معلوم ہے کہ ہم لوگوں کی بزرگی جاہلیت میں حجاج کے پانی پلانے کی وجہ سے تھی اور یہ بات تمام بھائیوں میں صرف عباسؓ ہی کو حاصل تھی۔ تمھارے باپ نے اس کے متعلق ہم سے جھگڑا کیا۔ عمر فاروقؓ نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا پس اس کے مالک جاہلیت اور اسلام میں ہم ہی رہے۔ جن دنوں مدینہ میں قحط پڑا تھا تو عمر فاروقؓ نے اپنے رب سے پانی مانگنے میں ہمارے ہی باپ کے ذریعہ توسل کیا تھا اور اللہ تعالےٰ نے پانی برسایا تھا۔ حالانکہ تمھارے باپ اُس وقت موجود تھے اُن کا توسل نہیں کیا تم جانتے ہو کہ جب آنحضرت صلعم نے وفات پائی ہے تو بنی عبدالمطلب میں سے کوئی شخص سوائے عباسؓ کے باقی نہ تھا۔ پس وراثت چچا کی طرف منتقل ہو گئی۔ بنی ہاشم میں سے کئی شخصوں نے خلافت کی خواہش کی۔ مگر

سوائے عباس کی اولاد کے کوئی کامیاب نہ ہوا۔ سقایت تو اُن کی تھی ہی، نبی کی میراث بھی اُن کی طرف منتقل ہو گئی اور خلافت اُن کی اولاد میں آگئی۔ غرض دنیا و آخرت اور جاہلیت و اسلام کا کوئی شرف باقی نہ رہا جس کے وارث و مورث عباسؓ نہ ہوئے ہیں۔ جب اسلام شائع ہوا ہے تو عباسؓ اُس وقت ابوطالب اور اُن کی اولاد کے کفیل تھے اور قحط کی حالت میں اُن کی دست گیری کرتے تھے۔ اگر بدر میں عباسؓ کو بالکراہ نہ نکالا جاتا تو ابی طالب وعقیل بھوکے مرجاتے اور عتبہ وشیبہ کے برتن چاٹتے رہتے لیکن عباسؓ اُن کو کھانا کھلا رہے تھے۔ انھوں نے ہی تمہاری آبرو رکھی غلامی سے بچایا۔ کھانے کپڑے کی کفالت کرتے رہے۔ پھر جنگ بدر میں عقیل کو فدیہ دے کر چھڑایا۔ پس تم ہمارے سامنے کیا تفاخر جتاتے ہو۔ ہم نے تمہارے عیال کی کفر میں بھی خبرگیری کی۔ تمہارا فدیہ دیا۔ تمہارے بزرگوں کی ناموس کو بچایا۔ اور ہم خاتم الانبیاء کے وارث ہوئے۔ تمہارا بدلہ بھی ہم نے لیا اور جس چیز سے تم عاجز ہو گئے تھے اور حاصل نہ کر سکتے تھے۔ اُس کو ہم نے حاصل کر لیا ــــــــــ والسلام۔"

تفاخرِ نسبی کے معاملہ میں بے شک محمد مہدی کی طرف سے ابتدا ہوئی تھی اور منصور نے جو کچھ جواباً لکھا ہے۔ مگر منصور اس جواب میں حد سے بڑھ گیا ہے۔ محمد مہدی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کچھ نہیں لکھا تھا۔ منصور نے بلاوجہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھے منصور نے یہ بھی سخت بہتان باندھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے حضرت فاطمۃ الزہرا کو خلافت حاصل کرنے کے لئے دن کے وقت باہر نکالا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بھی منصور نے بڑی بدتمیزی اور گستاخی کی ہے انھوں نے خلافت کو فروخت نہیں کیا بلکہ انھوں نے مسلمانوں کے دو گروہوں میں جو آپس میں لڑتے تھے۔ اتفاق اور صلح کو قائم کر کے آنحضرت صلعم کی ایک پیش گوئی کو پورا کیا تھا۔ حضرت عباسؓ نے ضرور ابی طالب کی امداد کی تھی اور عقیل کو اپنے پاس رکھ کر پرورش کرتے تھے۔ لیکن ایسی باتوں کا زبان پر لانا اور طعنہ دینا شرفا کا کام نہیں۔ بلکہ اس قسم کے احسانات کو زبان پر لانا کمینہ پن کی علامت سمجھی جاتی ہے منصور نے ان باتوں کو زبان پر لا کر اپنی پرستارزادگی کا اظہار کر دیا ہے۔

محمد مہدی نے مدینہ کے انتظام سے فارغ ہو کر محمد بن حسن بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کو مکہ کی طرف روانہ کیا۔ قاسم بن اسحٰق کو یمن کی امارت پر اور موسیٰ بن عبداللہ کو شام کی امارت پر مامور کر کے

رخصت کیا۔ چنانچہ محمد بن حسن اور قاسم بن اسحٰق دونوں مدینہ سے ساتھ ہی روانہ ہوئے عامل مکہ نے مقابلہ کر کے شکست کھائی اور محمد بن حسن نے مکہ پر قبضہ کر لیا۔

منصور نے مندرجۂ بالا خطر روانہ کرنے کے بعد عیسٰی بن موسٰی کو محمد مہدی سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ عیسٰی کے ساتھ محمد بن سفاح۔ کثیر بن حصین عبدی اور حمید بن قحطبہ کو بھی روانہ کیا۔ روانگی کے وقت عیسٰی بن موسٰی اور دوسرے سرداروں کو یہ تاکید کر دی کہ اگر تم کو محمد مہدی پر کامیابی حاصل ہو جائے تو اُن کو امان دے دینا اور قتل نہ کرنا۔ اور اگر وہ روپوش ہو جائیں تو اہلِ مدینہ کو گرفتار کر لینا۔ وہ اُن کے حالات سے خوب واقف ہیں آلِ ابی طالب میں سے جو شخص تمھاری ملاقات کو آئے اُس کا نام لکھ کر میرے پاس بھیج دینا اور جو شخص نہ ملے اُس کا مال و اسباب ضبط کر لینا۔ عیسٰی بن موسٰی جب مقام فید میں پہنچا تو اُس نے خطوط بھیج کر مدینہ کے چند شخصوں کو اپنے پاس طلب کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب۔ اُن کے بھائی عمر بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب اور ابوعقیل محمد بن عبداللہ بن عقیل مدینہ سے نکل کر عیسٰی کی طرف روانہ ہو گئے۔ محمد مہدی کو عیسٰی کے آنے کی خبر پہنچی، تو انھوں نے اپنے مصاحبوں سے مشورہ لیا کہ ہم کو مدینہ سے نکل کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ یا مدینہ میں رہ کر مدافعت کرنی چاہیئے مشیروں میں اختلاف رائے ہوا تو محمد مہدی نے آنحضرت صلعم کی اقتدا و پیروی کے خیال سے اُسی خندق کے کھودنے کا حکم دیا جس کو آنحضرت صلعم نے غزوۂ احزاب میں کھدوایا تھا۔ اسی اثناء میں عیسٰی بن موسٰی نے مقام اعوض میں پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ محمد مہدی نے مدینہ والوں کو باہر نکل کر مقابلہ کرنے سے منع کر دیا تھا۔ اور کوئی شخص مدینہ سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ لیکن جب عیسٰی بن موسٰی قریب پہنچا تو انھوں نے مدینہ سے نکلنے کی اجازت دے دی۔ یہ محمد مہدی کی غلطی تھی کہ پہلے امتناعی حکم کو منسوخ کر دیا۔ اہلِ مدینہ کا ایک جمِ غفیر معہ اہل و عیال نکل کر بغرض حفاظت پہاڑوں کی طرف چلا گیا اور مدینہ میں بہت ہی تھوڑے آدمی محمد مہدی کے پاس رہ گئے۔ اُس وقت اُن کو اپنی غلطی محسوس ہوئی اور اُن لوگوں کے واپس لانے کے لئے آدمی بھیجے مگر وہ واپس نہ آئے۔ عیسٰی نے اعوض سے کوچ کر کے مدینہ منورہ سے چار میل کے فاصلہ پر قیام کیا اور ایک دستۂ فوج کو مکہ کے راستے پر متعین کر دیا کہ بعد ہزیمت محمد مہدی مکہ کی طرف نہ جا سکیں۔ اس کے بعد محمد مہدی کے پاس پیغام بھیجا کہ خلیفہ منصور تم کو

امان دیتے اور کتاب و سنت کے فیصلہ کی طرف بلاتے ہیں اور بغاوت کے انجام سے ڈراتے ہیں۔ محمد مہدی نے جواب میں کہلا بھجوایا کہ میں ایک ایسا شخص ہوں جو قتل کے خوف سے کبھی نہیں بھاگا ہے۔ ۱۲ر رمضان المبارک ۱۴۵ھ کو عیسیٰ بن موسیٰ آگے بڑھ کر مقام جرف میں آکر خیمہ زن ہوا۔ ۱۴ر رمضان المبارک کو اس نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا کہ "اے اہلِ مدینہ میں تم کو امان دیتا ہوں بشرطیکہ تم میرے اور محمد مہدی کے درمیان حائل نہ ہو اور غیر جانب دار ہو جاؤ" اہلِ مدینہ اس آواز کو سن کر گالیاں دینے لگے۔ عیسیٰ واپس چلا گیا۔ دوسرے دن پھر اسی مقام پر لڑائی کے ارادے سے گیا اور اپنے سرداروں کو مدینہ کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ محمد مہدی بھی مقابلہ کے لئے میدان میں نکلے۔ ان کا علم عثمان بن محمد بن خالد بن زبیرؓ کے ہاتھ میں اور ان کا شعار احد احد تھا۔ محمد مہدی کی طرف سے ابوغلمش سب سے پہلے میدان میں نکلا اور للکار کر اپنا ہم نبرد طلب کیا۔ عیسیٰ کی طرف سے یکے بعد دیگرے کئی نامور بہادر اس کے مقابلہ کو نکلے اور سب مارے گئے۔ اس کے بعد جنگ مغلوبہ شروع ہوئی طرفین سے بہادری کے نہایت اعلیٰ اور انتہائی نمونے دکھائے گئے۔ ان لڑنے والی دونوں فوجوں کے سپہ سالاروں نے بھی شمشیر زنی اور صف شکنی میں حیرت انگیز جواں مردی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد عیسیٰ کے حکم سے حمید بن قحطبہ نے پیادوں کو لے کر خندق کے قریب کی دیوار کا رُخ کیا محمد مہدی کے ہمراہیوں نے تیر باری سے اس کو روکنا چاہا مگر حمید نے اس تیر باری میں اپنے آپ کو مستقل رکھ کر پیش قدمی کو جاری رکھا اور بڑی مشکل سے دیوار تک پہنچ کر اس کو منہدم کر دیا اور خندق کو بھی طے کر کے محمد مہدی کی فوج سے دست بدست لڑائی شروع کر دی عیسیٰ کو موقعہ مل گیا اس نے فوراً خندق کو کئی مقامات سے پاٹ کر راستے بنا دیئے اور سوارانِ لشکر خندق کو عبور کر کے محمد مہدی کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور بڑے گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ محمد مہدی کی فوج بہت ہی تھوڑی تھی اور حملہ آور لشکر تعداد میں کئی گنا زیادہ اور سامان حرب و اسلحہ جنگ سے خوب آراستہ تھا مگر صبح سے لے کر نماز عصر تک برابر تلوار چلتی رہی۔ محمد مہدی نے اپنے ہمراہیوں کو عام اجازت دے دی کہ جس کا جی چاہے وہ اپنی جان بچا کر چلا جائے۔ محمد مہدی کے ہمراہیوں نے بار بار اور باصرار کہا کہ اس وقت آپ اپنی جان بچا کر بصرہ یا مکّہ کی طرف چلے جائیں اور پھر سامان و جمعیت فراہم کر کے میدانِ جنگ کریں مگر محمد مہدی نے

ہر ایک کو یہی جواب دیا کہ تم اگر اپنی جان بچانا چاہو تو چلے جاؤ لیکن میں دشمن کے مقابلے سے فرار نہیں ہو سکتا۔ آخر محمد مہدی کے ہمراہ کل تین سو آدمی رہ گئے اُس وقت اُن کے ہمراہیوں میں سے عیسٰی بن خضیر نے جا کر وہ رجسٹر جس میں بیعت کرنے والوں کے نام درج ہوتے تھے جلا دیا اور قید خانہ میں آکر رباح بن عثمان اور اُس کے بھائیوں کو قتل کیا۔ محمد بن قسری نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا وہ بچ گیا۔ یہ کام کر کے عیسٰی بن خضیر محمد مہدی کے پاس آکر پھر لڑنے لگا۔ اب محمد مہدی کے ہمراہیوں نے اپنی سواریوں کے پاؤں کاٹ ڈالے اور تلواروں کے نیام توڑ کر پھینک دیئے اور مرنے مارنے پر قسمیں کھا کر دشمنوں پر حملہ آور ہوئے یہ حملہ ایسا سخت اور ہیبت ناک تھا کہ عیسٰی کی فوج شکست کھا کر میدان سے بھاگی مگر چند آدمی اُس کی فوج کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور پہاڑ کے دوسری طرف اُتر کر مدینہ میں آگئے اور ایک عباسیہ عورت کی سیاہ اوڑھنی لے کر اُس کو مسجد کے منارہ پر پھریرہ کی طرح اڑایا۔ یہ حالت دیکھ کر محمد مہدی کے ہمراہیوں کے اوسان خطا ہو گئے اور یہ سمجھ کر کہ عیسٰی کی فوج نے مدینہ پر قبضہ کر لیا ہے پیچھے کو لوٹے۔ عیسٰی کے مفرور سپاہیوں کو موقعہ مل گیا۔ وہ ہمت کر کے پھر مقابلہ پر آئے اور اُس کے لشکر کی ایک جماعت بنو غفار کے محلہ کی طرف سے مدینہ میں داخل ہو کر مدینہ کی طرف سے محمد مہدی کے مقابلہ کو نکل آئی۔ یہ تمام صورتیں بالکل خلافِ اُمید واقع ہوئیں۔ محمد مہدی کو یہ بھی امید نہ تھی کہ بنو غفار دشمنوں کو راستہ دے دیں گے یہ دیکھ کر محمد مہدی نے آگے بڑھ کر حمید بن قحطبہ کو مقابلہ کے لئے للکارا لیکن حمید اُن کے مقابلہ پر نہ آیا۔ محمد مہدی کے ہمراہیوں نے پھر اُن دشمنوں پر حملہ کیا۔ عیسٰی بن خضیر بڑی بہادری اور جاں بازی سے لڑ رہا تھا۔ عیسٰی بن موسٰی نے آگے بڑھ کر اُس کو پکارا اور کہا کہ میں تم کو امان دیتا ہوں تم لڑنا چھوڑ دو لیکن عیسٰی بن خضیر نے اُس کی بات پر مطلق توجہ نہ کی اور برابر مصروفِ قتال رہا آخر لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر گر پڑا۔ محمد مہدی اُس کی لاش پر لڑنے لگے۔ عیسٰی بن موسٰی کے لشکری ہر چہار طرف سے اُن پر حملہ آور تھے اور وہ بڑی بہادری سے حملہ آوروں کو جواب دیتے اور پسپا کر دیتے تھے۔ محمد مہدی نے اس وقت وہ بہادری دکھائی اور اپنی شجاعت و سپہ گری کی وہ دھاک بٹھائی کہ عیسٰی بن موسٰی کے لشکر میں کسی کو اُن کے مقابلے کی تاب نہ تھی۔ آخر ایک شخص نے پیچھے سے لپک کر اُن کی کمر میں ایک نیزہ مارا اس زخم کے صدمے سے وہ جوں ہی ذرا جھکے تو حمید بن قحطبہ نے آگے سے لپک کر اُن کے سینہ میں نیزہ مارا۔ آگے اور پیچھے سے دو نیزے جب جسم کے پار ہو گئے تو وہ زمین پر گر پڑے قحطبہ نے فوراً گھوڑے سے اُتر کر اُن کا سر اُتار لیا

اور عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس لے کر آیا اس شیرِ نر کے قتل ہوتے ہی مدینہ عیسیٰ بن موسیٰ کے قبضہ و تصرف میں تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے محمد مہدی کا سر اور فتح کا بشارت نامہ محمد بن ابی الکرام بن عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن جعفر اور قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کے ہاتھ منصور کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ حادثہ ۱۵ رمضان المبارک یوم دوشنبہ ۱۴۵ھ عصر و مغرب کے درمیان وقوع پذیر ہوا۔ محمد مہدی کی لاش کو عیسیٰ بن موسیٰ نے مدینہ و ثنیۃ الوداع کے درمیان سولی پر لٹکا دیا اُن کی بہن زینب نے اجازت حاصل کر کے اس لاش کو لے کر بقیع میں دفن کر دیا۔ اس لڑائی میں محمد مہدی کا بھائی موسیٰ بن عبداللہ حمزہ بن عبداللہ بن محمد بن علی بن حسین و علی پسرانِ زید بن علی بن حسین بن علی و زید پسران محمد بن زید پسران حسن بن زید بن حسن محمد مہدی کے ساتھ تھے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ آخر الذکر علی و زید کے باپ حسن بن زید بن حسن منصور کے مددگار تھے۔ اسی طرح بہت سے ہاشمی و علوی ایسے تھے کہ باپ ایک طرف مصروفِ جنگ ہے تو بیٹا دوسری طرف سے لڑ رہا ہے۔ غالباً بنواُمیہ کے قتل اور اُن کی بربادی کے نظارے دیکھ کر بہت سے علوی سہم گئے تھے جیسا کہ علی بن حسین (زین العابدین) کربلا کا نظارہ دیکھ کر اس قدر متاثر تھے کہ کبھی بنواُمیہ کے خلاف کوئی کام نہیں کیا اور بنواُمیہ کی حمایت و موافقت ہی کا اظہار فرماتے رہے۔ اسی طرح علویوں کے اکثر بااثر افراد بنوعباس کی مخالفت کو موجبِ تباہی جاننے لگے تھے۔ محمد مہدی کی شکست و ناکامی محض اس وجہ سے ہوئی کہ خود اُن کے خاندان والوں نے اُن کا ساتھ نہیں دیا اور اہلِ خاندان کے ساتھ نہ دینے کا یہ اثر ہوا کہ اور بھی بہت سے لوگ اُن سے الگ رہے۔ چنانچہ محمد مہدی نے جس وقت مدینہ میں لوگوں سے بیعت لی ہے اور رباح بن عثمان کو قید کر کے اپنی خلافت کا اعلان کیا ہے تو اسمٰعیل بن عبداللہ بن جعفر کو بھی جو معمر آدمی تھے بیعت کے لئے بلوایا انھوں نے جواب میں کہلا بھجوایا کہ "بھتیجے تم مارے جاؤ گے میں تمھاری بیعت کیسے کروں"۔ اسمٰعیل بن عبداللہ کے اس جواب کو سن کر بعض اشخاص جو بیعت کر چکے تھے پھر گئے اور حمادہ بنت معاویہ نے اسمٰعیل بن عبداللہ کے پاس آکر کہا کہ آپ کے اس کلام سے بہت سے آدمی محمد مہدی سے جدا ہو گئے ہیں مگر میرے بھائی ابھی تک اُن کے ساتھ ہیں مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں وہ بھی نہ مارے جائیں۔ غرض رشتہ داروں اور خاندان والوں کی علیحدگی نے محمد مہدی کو زیادہ طاقتور نہ ہونے دیا ورنہ بہت زیادہ ممکن تھا

کہ خلافت پھر حسن علیہ السلام کی اولاد میں آجاتی۔ اگر محمد مہدی اس وقت طرح دے جاتے اور مدینہ سے بچ کر نکل جاتے یا ابھی خروج میں جلدی نہ کرتے اور اپنے بھائی ابراہیم کے خروج کا انتظار کر کے دونوں بھائی ایک ہی وقت میں نکلتے تو بھی کامیابی یقینی تھی۔ مگر منصور اور خاندانِ عباسیہ کی خوش قسمتی تھی کہ عباسی لشکر کو محمد اور ابراہیم دونوں کا مقابلہ یکے بعد دیگرے کرنا پڑا اور اُن کی طاقت تقسیم ہونے سے بچ گئی۔

ابراہیم بن عبداللہ کا خروج

منصور جس زمانے میں بغداد کی تعمیر کے معائنہ کو آیا تھا اُس زمانہ میں ابراہیم بن عبداللہ برادر محمد مہدی پوشیدہ طور پر اُس کے ساتھ تھے۔ وہاں سے وہ صاف بچ کر کوفہ چلے آئے اور منصور نے اُن کی گرفتاری کے لئے بڑی کثرت سے ہر شہر میں جاسوس پھیلا دیئے۔ منصور کو جب یہ معلوم ہوا کہ ابراہیم بصرہ میں ہیں تو اُس نے بصرہ کے ہر ایک مکان پر ایک ایک جاسوس مقرر کرایا حالانکہ ابراہیم بن عبداللہ کوفہ میں سفیان بن حبان قمی کے مکان پر مقیم تھے یہ بات بھی مشہور تھی کہ سفیان ابراہیم کا بہت گہرا دوست ہے۔ جاسوسی کی کثرت دیکھ کر سفیان گھبرایا اور اُس نے ابراہیم کے صاف نکال دینے کی یہ تدبیر سوچی کہ منصور کے پاس پہنچا اور کہا کہ آپ میرے اور میرے غلاموں کے لئے پروانہ راہداری لکھ دیں اور ایک دستہ فوج میرے ہمراہ کر دیں میں ابراہیم کو جہاں وہ ہوگا گرفتار کر کے لے آؤں گا۔ منصور نے فوراً پروانہ راہداری لکھ کر دے دیا اور ایک چھوٹی سی فوج بھی اُس کے ساتھ کر دی۔ سفیان اپنے گھر میں آیا اور گھر کے اندر جا کر ابراہیم کو اپنے غلاموں کا لباس پہنا کر اور غلاموں کے ساتھ ہمراہ لے کر مع فوج کوفہ سے چل دیا۔ بصرہ میں آ کر ہر ایک مکان پر دو دو چار چار لشکری مقرر کرتا گیا اس طرح تمام لشکر کے آدمی جب تقسیم ہو گئے اور آخر میں صرف سفیان اور ابراہیم رہ گئے تو ابراہیم کو اہواز کی طرف روانہ کر کے خود بھی روپوش ہو گیا بصرہ میں اُن دنوں سفیان بن معاویہ امیر تھا اُس کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اُس نے لشکریوں کو جو جا بجا منتشر و متعین تھے ایک جگہ جمع کیا اور ابراہیم بن عبداللہ و سفیان بن حبان کی جستجو شروع کی مگر کسی کو نہ پا سکا۔ اہواز میں محمد بن حصین امیر تھا۔ ابراہیم جب اہواز میں پہنچے تو حسن بن حبیب کے مکان میں فروکش ہوئے۔ امیر اہواز کو اتفاقاً جاسوسوں کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ ابراہیم اہواز میں آئے

ہوئے ہیں وہ بھی ان کی تلاش وجستجو میں مصروف رہنے لگا۔ ابراہیم عرصہ دراز تک حسن کے مکان میں چھپے رہے اور لوگوں کو اپنی دعوت میں شریک کرتے رہے۔ ۱۴۵ھ میں بصرہ سے یحییٰ بن زیاد بن حیان نبطی نے ابراہیم کو اہواز سے بصرہ میں بلوایا اور بڑی سرگرمی سے لوگوں کو محمد مہدی کی بیعت کی طرف لوگوں کو بلانا شروع کردیا اہلِ علم اور با اثر لوگوں کی ایک بڑی جماعت نے بیعت کرلی چار ہزار نام بصرہ والوں کے بیعت کے رجسٹر میں لکھے گئے۔ اسی عرصہ میں محمد مہدی نے مدینہ میں خروج کیا اور ابراہیم کو لکھا کہ تم بھی بصرہ میں خروج کرو۔ منصور نے چند سرداروں کو احتیاطاً بصرہ میں بھیج دیا تھا کہ اگر اُس طرف کوئی خطرہ بغاوت کا پیدا ہو تو بصرہ کے عامل سفیان بن معاویہ کی مدد کریں۔ اگر ابراہیم محمد مہدی کے لکھنے کے موافق فوراً خروج کردیتے تو یقیناً منصور کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے اور ابراہیم و محمد دونوں بھائیوں کو بہت تقویت حاصل ہوتی لیکن اُس وقت ابراہیم بصرہ میں بیمار ہو گئے تھے اور بیماری کی وجہ سے اُنھوں نے خروج میں تامل کیا۔ منصور جب محمد مہدی کے مقابلے کو لشکر روانہ کرچکا تو یکم رمضان ۱۴۵ھ کو ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا اور سفیان بن معاویہ اور اُن سرداروں کو جو اُس کی مدد کے لئے آئے ہوئے تھے گرفتار کر کے قید کردیا۔ جعفر و محمد پسرانِ سلیمان بن علی یعنی منصور کے چچا زاد بھائی چھ سو آدمیوں کے ساتھ بصرہ سے باہر ٹھیرے ہوئے تھے یہ بھی منصور کے بھیجے ہوئے تھے ان دونوں بھائیوں نے ابراہیم کے خروج کا حال سُنتے ہی حملہ کیا ان چھ سو آدمیوں کے مقابلہ پر صرف پچاس آدمی بھیجے اور ان پچاس آدمیوں نے چھ سو کو شکست دے کر بھگادیا۔ ابراہیم نے تمام بصرہ پر قابض ہو کر لوگوں سے بیعت عام لی اور امان کی منادی کرادی۔ پھر بیت المال سے بیس لاکھ درم برآمد کرا کر پچاس پچاس درم ہر ایک ہمراہی کو تقسیم کئے۔ پھر مغیرہ کو ایک سو پیادوں کے ہمراہ اہواز کی طرف روانہ کیا اہواز کا عامل محمد بن حصین چار ہزار فوج لے کر مقابلہ کو نکلا لیکن ان ایک سو پیادوں نے چار ہزار کے لشکر کو شکست فاش دی اور مغیرہ نے اہواز پر قبضہ کرلیا۔ ابراہیم نے عمرو بن شداد کو فارس کی طرف بھیجا وہاں کے گورنر اسمٰعیل بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب اور اُس کے بھائی عبدالصمد نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی اور عمرو بن شداد نے صوبۂ فارس پر قبضہ کرلیا اسی طرح ہارون بن شمس عجلی کو واسط کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ ہارون نے منصور کے گورنر ہارون بن حمید ایادی کو شکست دے کر واسط پر قبضہ کرلیا۔ غرض کہ جس روز مدینہ میں محمد مہدی اور عیسیٰ بن موسیٰ کے لشکروں میں لڑائی ہوئی اور محمد مہدی شہید ہوئے اُس روز تک بصرہ و فارس و واسط اور عراق کا بڑا حصہ منصور کے قبضے سے نکل چکا تھا۔ شام کا ملک بھی بہت جلد قبضے سے نکلنے والا تھا۔ کوفہ والے بھی ابراہیم کے منتظر بیٹھے تھے اور منصور کی حکومت کے باقی رہنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ ابراہیم نے یکم رمضان کو بصرہ میں خروج کیا

تھا آخر رمضان تک برابر فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ رمضان کے ختم ہوتے ہی ابراہیم کے پاس خبر پہنچی کہ محمد مہدی قتل ہو گئے۔ ابراہیم نے عید الفطر کی نماز پڑھ کر عید گاہ میں اس خبر کا اعلان کیا۔ یہی خبر اُن لوگوں کے پاس بھی جو دوسرے علاقوں میں منصور کے عاملوں سے لڑنے اور اُن کو مغلوب و خارج کرنے میں مصروف تھے پہنچی اس خبر کا پہنچنا تھا کہ سب کے جوش سرد پڑ گئے اور منصور کے سرداروں اور عاملوں میں ایک تازہ ہمت پیدا ہو گئی۔ بصرہ والوں نے اس خبر کو سُن کر محمد مہدی کی جگہ ابراہیم کو جو اُن میں موجود تھے خلیفہ تسلیم کیا اور پہلے سے زیادہ جوش و ہمت دکھانے پر آمادہ ہوئے۔ ابراہیم کے ہمراہیوں میں بہت سے لوگ بصرہ میں کوفہ والے بھی تھے۔ بصرہ والوں کی یہ رائے تھی کہ بصرہ ہی کو دارالخلافہ اور مرکزِ حکومت قرار دے کر اطراف میں فوجیں بھیجنے اور انتظام کرنے کا کام انجام دیا جائے مگر کوفیوں نے اس سے اختلاف کر کے یہ رائے ظاہر کی کہ ابراہیم کو فوج لے کر خود کوفہ کی طرف حملہ آور ہونا چاہیئے کوفہ والے ان کے منتظر اور چشم براہ بیٹھے ہیں۔ ابراہیم نے کوفیوں کی رائے سے اتفاق کیا اور اپنے لڑکے حسن کو کوفہ میں اپنا نائب بنا کر کوفہ کی طرف روانگی کا عزم کیا۔ یہ خبر کوفہ میں منصور کو پہنچی تو وہ بہت مضطرب ہوا اور اُس نے فوراً تیز رفتار قاصد عیسٰی بن موسٰی کے پاس روانہ کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے آپ کو کوفہ میں پہنچاؤ۔ ساتھ ہی مہدی کو خراسان میں لکھا کہ فوراً فارس پر حملہ کر دو۔ اسی طرح ہر ایک عامل کو جو خطرہ سے محفوظ تھا اپنی طرف بلایا۔ جس کے قریب ابراہیم کا کوئی سردار تھا اُس کو لکھا کہ تم مقابلہ میں ہمت سے کام لو۔ ہر طرف سے فوجیں بڑی سُرعت کے ساتھ منصور کی طرف آنے لگیں۔ یہاں تک کہ ایک لاکھ فوج کوفہ میں آکر جمع ہو گئی۔ ابراہیم کے حملہ کی خبر سُن کر منصور نے پچاس روز تک کپڑے نہیں بدلے اور اکثر مصلّے ہی پر ہتھیار باندھ ابراہیم بن عبداللہ ایک لاکھ فوج کے ساتھ کوفہ سے تیس چالیس میل کے فاصلہ پر پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ اُدھر عیسٰی بن موسٰی مع اپنی ہمراہی فوج کے وارِدِ کوفہ ہوا۔ منصور نے عیسٰی بن موسٰی کو ابراہیم کی لڑائی پر روانہ کیا اور حمید بن قحطبہ کو مقدمۃ الجیش بنایا۔ ابراہیم کو مشورہ دیا گیا کہ لشکر گاہ کے گرد خندق کھدوالو۔ مگر ابراہیم کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہم مغلوب نہیں بلکہ غالب ہیں لہٰذا خندق کھودنے کی ضرورت نہیں۔ ہمراہیوں نے ابراہیم کو مشورہ دیا کہ دستہ دستہ فوج لڑانی چاہیئے تاکہ ایک دستہ کے شکست خوردہ ہونے پر دوسرا تازہ دم دستہ مدد کو بھیج دیا جائے مگر ابراہیم نے اس کو ناپسند کر کے اسلامی قاعدہ کے موافق صف بندی کر کے لڑائی کا حکم دیا۔ لڑائی شروع ہوئی حمید بن قحطبہ شکست کھا کر بھاگا۔ عیسٰی نے اُس کو قسم دے کر روکنا چاہا۔ مگر وہ نہ رکا۔ عیسٰی بھی مع لشکر مصروفِ جنگ ہوا اور اُس کے اکثر ہمراہی تاب مقاومت نہ لا کر فرار ہونے لگے۔ عیسٰی ابھی تک میدان میں مقابلہ پہ ڈٹا ہوا تھا۔ مگر اُس کے شکست پانے یا مغلوب ہونے

میں کوئی کسر باقی نہ رہی تھی کہ یکایک جعفر و محمد پسران سلیمان بن علی ایک لشکر لئے ہوئے لشکر ابراہیم کے عقب سے آ پہنچے۔ ابراہیم کی فوج اس اچانک حملہ سے گھبرا کر ان تازہ حملہ آوروں کی طرف متوجہ ہوگئی عیسٰی نے فوراً اپنی جمعیت کو سنبھال کر حملہ کیا اور اس کی فوج کے فراری یہ حالت دیکھ کر سب کے سب لوٹ پڑے۔ حمید بن قحطبہ بھی اپنے ہمراہیوں کو لے کر حملہ آور ہوا اس طرح ابراہیم کا لشکر بیچ میں گھر گیا اور حملہ آوروں نے اس کے لئے میدان کو تنگ کر دیا جس کی وجہ سے ابراہیم کے بہت سے لشکری جی کھول کر مقابلہ بھی نہ کر سکے۔ آخر بے ترتیبی کے ساتھ نکل نکل کر بھاگنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم کے ساتھ صرف چار سو آدمی باقی رہ گئے ان لوگوں کو عیسٰی و حمید و محمد و جعفر نے چاروں طرف محیط ہو کر نقطہ پر کار بنا لیا۔ آخر ابراہیم کے گلے میں ایک تیر آ کر لگا جو بہت کاری تھا ہمراہیوں نے اُن کو گھوڑے سے اُتار لیا اور چاروں طرف حلقہ کر کے مقابلہ اور مدافعت میں مصروف رہے حمید بن قحطبہ نے اپنی رکابی فوج کو پوری طاقت سے حملہ کرنے کا حکم دیا اور ابراہیم کے ہمراہیوں کو مغلوب و منتشر کر کے ابراہیم کا سر اُتار کر عیسٰی کی خدمت میں پیش کیا۔ عیسٰی نے منصور کی خدمت میں بھیج دیا۔ ۲۵ ذیقعدہ ۱۴۵ھ کو یہ حادثہ وقوع پذیر ہوا۔ اس کے بعد حسن بن ابراہیم بن عبداللہ کو بصرہ سے گرفتار کر کے قید کیا اس کے ساتھ ہی یعقوب بن داؤد کو بھی قید کر دیا گیا۔

مختلف واقعات

محمد مہدی اور اُن کے بھائی کے قتل سے فارغ ہو کر منصور نے بصرہ کی حکومت سالم بن قتیبہ باہلی کو دی اور موصل کی حکومت پر اپنے لڑکے جعفر کو بھیجا اور اس کے ساتھ حرب بن عبداللہ کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔

امام مالکؒ نے مدینہ میں محمد مہدی کی بیعت کرنے کی لوگوں کو ترغیب دی تھی اُن کو کوڑوں سے پٹوایا گیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے عراق میں ابراہیم بن عبداللہ کی حمایت میں فتویٰ دیا تھا اس لئے اُن کو منصور نے گرفتار کرا کر بلوایا اور بغداد میں لے جا کر اس کی تعمیر کا سلسلہ جاری تھا قید کر دیا۔ اس قید میں اینٹوں کے گنوانے کی خدمت بطور مشقت اُن سے لی جاتی تھی یہ بھی روایت ہے کہ منصور نے اُن کو عہدہ قضا سپرد کرنا چاہا۔ انھوں نے جب انکار کیا تو منصور نے خشت شماری کا کام اُن کے سپرد کیا۔ اسی حالت میں ۱۵۱ھ تک مصروف و مقید رہ کر دو فوت

ہو گئے۔ علاوہ ان کے اور علماء نے بھی مثلاً ابنِ عجلان اور عبدالحمید بن جعفر وغیرہ نے محمد مہدی اور اُن کے بھائی ابراہیم کی بیعت کے لئے فتوے دیئے تھے اُن سب علماء کو بھی اسی قسم کی سزائیں دی گئیں۔

۱۴۷ھ میں علاقہ خزر کے ترکوں نے علم بغاوت بلند کیا اور باب الابواب سے ارمینیا تک مسلمانوں کو قتل و غارت کرتے ہوئے چلے آئے۔ اسی سال جزیرہ قبرص پر مسلمانوں نے بحری حملہ کیا۔ سیستان کے علاقہ میں خارجیوں نے شورش و بغاوت کی تو منصور نے یمن کی گورنری سے تبدیل کر کے معن بن زائدہ کو سیستان کی حکومت پر بھیج دیا۔ وہاں معن بن زائدہ نے تمام شورش و فساد کو فرو کیا۔ ۱۵۱ھ تک وہاں رہا۔ آخر دھوکے سے خارجیوں نے اُس کو قتل کر دیا۔

عبداللہ اشتر ابن محمد مہدی

جب محمد مہدی نے خروج کیا ہے تو منصور کی طرف سے سندھ کا گورنر عمر بن حفص بن عثمان بن قبیصہ بن ابی صفرہ ملقب بہ ہزار مرد تھا۔ محمد مہدی نے خروج کر کے اپنے بیٹے عبداللہ معروف بہ اُشتر کو اُس کے چچا ابراہیم کے پاس بصرہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ یہاں پہنچ کر عبداللہ اشتر نے اپنے چچا کے مشورے سے ایک تیز رفتار اونٹنی لے کر سندھ کا قصد کیا کیونکہ عمر بن حفص حاکم سندھ سے اعانت و ہمدردی کی توقع تھی۔ عبداللہ اشتر نے سندھ میں پہنچ کر عمر بن حفص کو دعوت دی اور اُس نے اس دعوت کو قبول کر کے محمد مہدی کی خلافت کو تسلیم کر لیا اور عباسیوں کے لباس اور نشانات کو چاک کر کے خطبہ میں محمد مہدی کا نام داخل کر دیا۔ اسی عرصہ میں عمر بن حفص کے پاس محمد مہدی کے مارے جانے کی خبر پہنچی۔ اُس نے عبداللہ اشتر کو اس حادثہ سے اطلاع دے کر تعزیت کی۔ عبداللہ اُشتر نے کہا کہ اب تو مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے۔ میں کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ سندھ کی حالت اُس زمانہ میں یہ تھی کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے راجہ جو عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں مسلمان ہو گئے تھے۔ وہ اپنی اپنی ریاستوں پر فرماں روائی کرتے تھے اور خلیفۂ وقت کی سیادت کو تسلیم کر کے تمام اسلامی شعائر کے پابند اور اپنے حقوق حکمرانی پر قائم تھے۔ عمر بن حفص نے عبداللہ اشتر کو مشورہ دیا کہ تم سندھ کے فلاں بادشاہ کی مملکت میں چلے جاؤ وہ آنحضرت صلعم کے نام پر قربان ہوتا ہے اور ایفائے عہد میں

مشہور ہے یقین ہے کہ تمھارے ساتھ بڑی عزت و محبت سے پیش آئے گا۔ عبداللہ اُشتر نے رضا مندی ظاہر کی اور عمر بن حفص نے اُس بادشاہ سے خط وکتابت کرکے عبداللہ اشتر کی نسبت عہد نامہ لکھا کر منگوالیا اور عبداللہ کو اُس طرف روانہ کردیا۔ سندھ کے اس بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی عبداللہ اشتر سے کردی ۱۵۱ھ تک عبداللہ اشتر اسی جگہ رہا اور اس عرصہ میں تقریبًا چار سو عرب اطراف وجوانب سے کھنچ کھنچ کر عبداللہ اشتر کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ منصور کو اتفاقًا یہ حال معلوم ہوگیا کہ عبداللہ اشتر سندھ کے ایک بادشاہ کے یہاں مقیم ہے اور ایک چھوٹی سی جمعیت عربوں کی اُس کے پاس موجود ہے۔ منصور نے ۱۵۱ھ میں عمر بن حفص کو سندھ کی گورنری سے بلا کر مصر کی حکومت پر بھیج دیا اور سندھ کی گورنری پر ہشام بن عمرو تغلبی کو روانہ کیا رخصت کرتے وقت تاکید کی کہ عبداللہ اشتر کو جس طرح ممکن ہو گرفتار کرلینا۔ اگر سندھ کا بادشاہ اُس کے دینے سے انکار کرے تو فورًا اُس پر چڑھائی کردینا۔ ہشام بن عمر نے ہر چند کوشش کی مگر سندھ کا وہ بادشاہ عبداللہ اشتر کے دینے پر رضا مند نہ ہوا۔ آخر طرفین سے لڑائی پر آمادگی ظاہر کی گئی۔ عبداللہ اشتر جس حصہ ملک میں مقیم تھا۔ اُس طرف ہشام بن عمر کے بھائی سفیح نے فوج کشی کی اتفاقًا ایک روز عبداللہ اشتر صرف دس سواروں کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے سیر کرتا ہوا نکل گیا۔ وہاں سفیح کی فوج یکایک سامنے آگئی۔ سفیح نے عبداللہ کو گرفتار کرنا چاہا عبداللہ اشتر اور اُن کے ہمراہیوں نے مقابلہ کیا لڑائی ہونے لگی آخر عبداللہ اشتر اور ہمراہی سب کے سب مارے گئے۔ ہشام بن عمر نے اس کی اطلاع منصور کو دی۔ منصور نے لکھا کہ اُس بادشاہ کے مُلک کو ضرور پامال کردیا جائے۔ چنانچہ لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا ہشام نے اُس کے تمام مُلک پر قبضہ کرلیا۔ عبداللہ اُشتر کی بیوی معہ اپنے لڑکے کے گرفتار ہوکر منصور کے پاس بھیجی گئی۔ منصور نے عبداللہ اشتر کے لڑکے اور بیوی کو مدینہ بھیج دیا کہ اُن کے خاندان والوں کے سپرد کردیئے جائیں۔

مہدی بن منصور کی ولی عہدی

عبداللہ سفاح نے مرتے وقت منصور کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا اور منصور کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد بنایا تھا۔ اب اس وصیت کے موافق منصور کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ خلیفہ ہونے والا تھا۔ منصور جب محمد مہدی و ابراہیم کے خطرات سے مطمئن ہوگیا اور عیسیٰ بن موسیٰ

کی امداد کا زیادہ محتاج نہ رہا تو اُس نے چاہا کہ بجائے عیسٰی کے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد بنائے۔ اول اس کا ذکر عیسٰی سے کیا۔ عیسٰی نے اُس کے قبول و منظور کرنے سے انکار کیا۔ منصور نے خالد بن برمک اور دوسرے عجمی سرداروں کو شریک مشورہ اور اپنی رائے کا موید بنا کر ۱۴۷ھ میں عیسٰی بن موسٰی کو جو سفاح کے زمانے سے کوفہ کا گورنر چلا آتا تھا کوفہ کی حکومت سے معزول کر کے محمد بن سلیمان کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ کوفہ کی گورنری سے معزول ہو کر عیسٰی کی تمام قوت زائل ہو گئی اور اُس کو منصور کی مرضی کے خلاف اظہار رائے کی غلطی محسوس ہوئی۔ غرض عیسٰی کو بے دست و پا کر کے منصور نے چالاکی و فریب اور دل جوئی و منافقت سے کام لے کر لوگوں سے مہدی کی ولی عہدی کی بیعت لے لی اور مہدی کے بعد عیسٰی بن موسٰی کو ولی عہد بنا کر اُس کے بھی آنسو پونچھنے کی کوشش کی۔ خالد بن برمک نے یہ شہرت دی کہ میرے سامنے عیسٰی نے ولی عہدی سے دست برداری کا اظہار کیا تھا۔ اس لئے امیرالمومنین نے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد بنایا ہے۔ اس کام کے لئے منصور نے خلافِ عادت روپیہ بھی بہت صرف کیا اور لوگوں کو اس تقریب میں انعام و اکرام دے کر خوش کیا۔ عیسٰی بن موسٰی نے منصور کی حکومت کے مضبوط و مستحکم بنانے اور قائم رکھنے میں سب سے زیادہ خدمات انجام دی تھیں۔ اُسی نے محمد مہدی اور ابراہیم کو شکستیں دے کر قتل کرایا اور منصور کو ایک بہت بڑی مصیبت سے بچایا تھا۔ ان خدمات جلیلہ کا اُس کو یہ اُلٹا صلہ ملا کہ وہ ولی عہدی سے بھی معزول کر دیا گیا اور مہدی بن منصور اُس پر سابق ہو گیا۔ عیسٰی بن موسٰی گورنری کوفہ سے معزول ہونے کے بعد موضع رحبہ علاقہ کوفہ میں سکونت پذیر ہو کر خاموش زندگی بسر کرنے لگا۔

رفتہ رفتہ منصور کے راستے کی تمام مشکلات دور ہو گئیں اور سوائے ایک ملک اندلس کے تمام ممالکِ اسلامیہ میں ۱۴۸ھ کے اندر منصور کی حکومت مستحکم طور پر قائم ہو گئی۔ ۱۴۶ھ میں شہر بغداد کی تعمیر بھی تکمیل کو پہنچ گئی۔ مذکورہ بالا واقعات و حادثات کے سبب رومیوں پر جہاد کرنے کا موقعہ مسلمانوں کو نہ ملا تھا۔ ۱۴۹ھ میں عباس بن محمد۔ حسن بن قحطبہ اور محمد بن اشعث نے رومیوں پر چڑھائی کی اور دور تک قتل و غارت کرتے ہوئے چلے گئے۔

خروج استاد سیس

۱۵۰ھ میں اُستاد سیس نامی ایک شخص خراسان میں مدعی نبوت ہوا۔ خراسان میں ہزارہا

اشخاص نے فوراً اُس کی نبوت کو تسلیم کر لیا۔ ہرات، بادغیس۔ اور سیستان وغیرہ کے لوگ اُس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے اور خراسان کے اکثر حصہ پر اُس نے قبضہ کر لیا۔ یہ خبر سُن کر منصور بہت فکر مند ہوا۔ مرورود کا حاکم مسمیٰ جثم یہ حالت دیکھ کر اُستاد سیس پر اپنے پورے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا اور شکست فاش کھا کر مقتول ہوا۔ اس کے بعد خازم بن خزیمہ نے خدعہ حرب سے کام لے کر استاد سیس کی فوج کو بیچ میں لے کر دو طرف سے حملہ کیا۔ اُستاد سیس کے ستر ہزار ہمراہی میدانِ جنگ میں قتل ہوتے اور وہ ۱۴ ہزار ہمراہیوں کے ساتھ ایک پہاڑ میں محصور کر لیا گیا عرصہ تک محاصرہ جاری رہنے کے بعد اُستاد سیس نے اپنے آپ کو معہ ہمراہیوں کے خازم بن خزیمہ کے سپرد کر دیا۔ اُستاد سیس کی گرفتاری کے بعد منصور کو اطلاع دی گئی۔

تعمیر رصافہ

جس زمانہ میں اُستاد سیس نے خروج کیا تو خراسان کا گورنر مہدی تھا وہ مرو میں مقیم تھا خازم بن خزیمہ اُسی کے پاس مقیم تھا اور منصور کے حکم کے موافق حملہ آور ہوا تھا۔ اس فتنہ سے فارغ ہو کر مہدی منصور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت تک فوج کا عنصر غالب عربی قبائل تھے اور ہر ایک معرکہ میں عربوں ہی کی شمشیر خارا شگاف کے ذریعہ فتح و فیروزی حاصل ہوتی تھی عجمیوں اور خراسانیوں کو عربوں کی ہمسری کا دعویٰ نہ تھا۔ ان عربی قبائل سے ہمیشہ اندیشہ رہتا تھا کہ اگر یہ مخالفت پر متحد ہو گئے تو حکومت کو ذراسی دیر میں اُلٹ دیں گے۔ امام ابراہیم نے سب سے پہلے اس بات کو قبل از وقت محسوس کر کے عجمیوں کو طاقتور بنانے اور اُن سے کام لینے کی پالیسی ایجاد کی تھی۔ اُن کے جانشین بھی اسی خیال پر قائم رہے چنانچہ عبداللہ سفاح نے ابوسلمہ کو قتل کرا کر خالد بن برمک کو جو بلخ کے آتش کدہ نو بہار کا مغ زادہ نومسلم اور ابومسلم کا ایک فوجی سردار تھا۔ اپنا وزیر بنایا تھا چند روز کے بعد خالد بن برمک کسی ولایت کا والی بن کر چلا گیا اور ابوایوب اُس کی جگہ وزیر ہوا اب منصور نے دوبارہ اُس کو وزارت کا عہدہ عطا کر دیا۔ فوجوں کی سرداریوں اور صوبوں کی حکومتوں پر بھی مجوسی النسل لوگ مامور ہوتے تھے اور بتدریج اُن کا اقتدار ترقی کر رہا تھا۔ لیکن عربوں کا فوجی عنصر ابھی تک غالب تھا۔ اس موقعہ پر بے اختیار اکبر بادشاہِ ہند کی وہ پالیسی یاد آجاتی ہے جو اُس نے پٹھانوں کی طاقت ور اور با اقتدار قوم سے محفوظ رہنے کے لئے ہندوستان میں اختیار کی تھی کہ پٹھانوں کے

خطرہ کو بے حقیقت بنانے کے لئے ہندوؤں کی مُردہ قوم کو زندہ کرنا اور اُن کو طاقتور بنانا ضروری سمجھا تھی کہ مان سنگھ کو ہندوستان کا سپہ سالار اعظم بنایا اور پٹھانوں کو ہر جگہ کمزور و ناتواں بنانے کی کوششوں کو جاری رکھا۔ عباسیوں نے بھی عربوں کی طاقت کو مٹا کر اُن کی جگہ مجوسیوں اور ایرانیوں کو طاقتور بنایا کہ کوئی عربی قبیلہ اور عربی قبائل کی مدد سے کوئی علوی خروج پر آمادہ نہ ہو سکے۔ مہدی کے خراسان سے آنے اور منصور کی خدمت میں حاضر ہونے کے موقعہ پر فوج والوں سے طلبِ انعام میں بعض ایسی حرکات سرزد ہوئیں جس سے آزاد مزاجی اور خود سری کا اظہار ہوتا تھا۔ یہ فوج والے سب عربی قبائل پر مشتمل تھے اور مجوسیوں کی طرح ضرورت سے زیادہ اپنے بادشاہ یا خلیفہ کی تعظیم و تکریم کے عادی نہ تھے اُن کی یہی بات عباسیوں کو خائف و ترساں رکھتی تھی اور غالباً اسی آزاد مزاجی کی وجہ سے وہ ہر ایک نئی تحریک اور نئے مُدعی خلافت کے ساتھ شامل ہو جانے میں شامل نہ ہوتے تھے۔ اس موقعہ پر لشکر کی یہ حالت دیکھکر قثم بن عباس بن عبیداللہ بن عباس نے عربوں کے قبائل ربیعہ اور قبائل مضر کے درمیان ایک مناسب طریقے سے رقابت و مخالفت پیدا کر کے منصور کو مشورہ دیا کہ قبائل مضر اور قبائل ربیعہ میں چونکہ رقابت پیدا ہو گئی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ فوج کے دو حصے کر کے قبائلِ مضر کو تو مہدی کے ماتحت رکھو۔ کیونکہ اہلِ خراسان قبائلِ مضر کے ہمدرد ہیں اور قبائل ربیعہ کو اپنے ماتحت رکھو۔ تمام یمنی ان کے ہوا خواہ ہیں۔ اس طرح دو جانب دو فوجی مرکز قائم ہو جائیں گے تو ایک کو دوسرے کا خوف رہے گا اور کوئی بغاوت کامیاب نہ ہونے پائے گی۔ منصور نے اس رائے کو پسند کیا اور اپنے بیٹے مہدی کے قیام کے واسطے بغداد کی مشرقی جانب رصافہ کی تعمیر کا حکم ۱۵۱ھ میں دیا کہ وہاں الگ ایک فوجی چھاؤنی قائم ہو جائے۔ اسی سال یعنی ۱۵۱ھ میں محمد اشعث نے بلادِ روم کی طرف سے واپس آتے ہوئے راستے میں وفات پائی۔

۱۵۳ھ میں منصور نے حکم جاری کیا کہ میری تمام رعایا لمبی ٹوپیاں اوڑھا کرے۔ یہ ٹوپیاں بانس اور پتوں سے بنائی جاتی تھیں۔ اُس زمانہ میں حبشی ان ٹوپیوں کو اوڑھا کرتے تھے۔ ۱۵۴ھ میں زفر بن عاصم نے بلادِ روم پر حملہ کیا۔ ۱۵۵ھ میں قیصر روم نے مسلمانوں کے آئے دن کے حملوں سے تنگ آ کر صلح کی درخواست پیش کی اور جزیہ دینے کا اقرار کیا۔

وفاتِ منصور

۱۵۸ھ میں منصور نے عامل مکہ کو لکھا کہ سفیان ثوری اور عباد بن کثیر کو قید کر کے بھیج دو لوگوں کو سخت اندیشہ تھا کہ کہیں ان کو قتل نہ کر دے۔ حج کے دن قریب آ گئے تھے۔ منصور نے خود حج کا ارادہ کیا اس سے اہلِ مکہ کو اور بھی تشویش ہوئی کہ یہاں آ کر خدا جانے کس کس کو گرفتار و قید اور قتل کرے۔ مگر اہل مکہ کی دعائیں قبول ہوئیں اور منصور مکہ تک پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہوا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ منصور نے ماہ ذیقعدہ ۱۵۸ھ میں بغداد سے بعزم حج کوچ کیا۔ بغداد سے رخصت ہوتے وقت اپنے بیٹے مہدی کو بغداد میں اپنا نائب بنا کر چھوڑا اور وصیت کی کہ

"میری بیاضوں کے صندوقچہ کی بہت حفاظت کرنا اور ضرورتوں کے وقت اپنی مشکلات کے حل کی تدبیریں ان بیاضوں میں تلاش کرنا۔ شہر بغداد کی خوب حفاظت کرنا اور میرے بعد کبھی دارالخلافہ کسی دوسری جگہ تبدیل نہ کرنا میں نے اس قدر خزانہ جمع کر دیا ہے کہ دس برس تک خراج کی ایک پائی بھی خزانہ میں داخل نہ ہو تو فوج کی تنخواہیں اور دوسرے تمام مصارف سلطنت کے لئے یہ خزانہ کفایت کرے گا۔ اپنے خاندان والوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا اُن کی عزت بڑھانا اور اُن کو بڑے بڑے عہدے دینا۔ میں تم کو خراسانیوں کے ساتھ بھی بہ حسنِ سلوک پیش آنے کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ وہ تمھارے قوتِ بازو اور ایسے مددگار ہیں کہ اُنھوں نے تمھارے خاندان میں حکومت وسلطنت قائم کرنے کے لئے اپنا جان و مال صرف کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ خراسانیوں کے دلوں سے تمھاری محبت کبھی نہ نکلے گی۔ اُن کی لغزشوں سے درگذر کرنا اُن کے نمایاں کاموں پر اُن کو انعام واکرام سے خوش کرنا جرواً قبیلہ بنو سلیم کے کسی شخص سے کبھی مدد طلب نہ کرنا۔ عورتوں کو اپنے کاموں میں دخیل نہ بنانا۔ اُمتِ رسول اللہ کی حفاظت کرنا۔ ناحق خوں ریزی نہ کرنا۔ حدودِ الٰہی کی پابندی کرنا ملحدین پر حملہ آور بدعتوں کو مٹانا۔ عدل کو قائم کرنا۔ اعتدال سے آگے قدم نہ بڑھانا۔ مالِ غنیمت لشکریوں کے لئے چھوڑ دینا

کیونکہ تمھارے لئے میں کافی خزانہ چھوڑے جاتا ہوں۔ سرحدوں کی پورے
طور پر حفاظت کرنا۔ راستوں میں امن قائم کرنا۔ رعیت کے مال پر نظر رکھنا۔
جماعت کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ سوار و پیادے جس قدر ممکن ہو تیار رکھنا۔ آج کا کام
کل پر نہ اٹھا رکھنا۔ نزولِ حوادث کے وقت مستقل مزاج رہنا۔ سستی و کاہلی
کو مزاج میں دخیل نہ ہونے دینا۔ لوگوں پر حاضریِ دربار کو آسان کرنا۔ دربانوں
سے خبردار رہنا کہ وہ لوگوں پر سختی نہ کرنے پائیں۔"

بغداد سے روانہ ہو کر منصور کوفہ میں آیا۔ حج و عمرے کا احرام باندھا قربانی کے جانوروں کو آگے روانہ کیا۔ کوفہ سے دو تین منزل سفر کرنے پایا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ اس بیماری کی حالت میں اپنے آزاد کردہ غلام ربیع کو جو اس کا حاجب اور افسر باڈی گارڈ تھا۔ اکثر اپنی مصاجبت میں رکھتا تھا ۶ ذوالحجہ ۱۵۸ھ بمقام بطن کہ یہاں سے مکہ تین چار میل رہ گیا تھا فوت ہو گیا ...... وفات کے وقت اس کے خاص خدام اور ربیع کے اور کوئی اس کے پاس موجود نہ تھا انھوں نے اس روز منصور کی وفات کو چھپایا۔ اگلے دن عیسیٰ بن علی۔ عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد ولی عہد دوم۔ عباس بن محمد۔ محمد بن سلیمان۔ ابراہیم بن یحییٰ۔ قاسم بن منصور۔ حسن بن زید علوی۔ موسیٰ بن مہدی بن منصور۔ علی بن عیسیٰ بن ماہان وغیرہ جو اس سفر میں ساتھ تھے۔ دربار میں بلائے گئے۔ ربیع نے خلیفہ کی وفات کی خبر سنائی ایک کاغذ جو منصور کا لکھا ہوا تھا پڑھ کر لوگوں کو سنایا۔ اس میں لکھا تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبداللہ منصور کی طرف سے پس ماندگان بنی ہاشم
واہلِ خراسان وعامۃ المسلمین کے نام اما بعد۔ میں اس عہدنامہ کو اپنی
زندگی یعنی دنیا کے دنوں میں سے آخری دن میں اور آخرت کے دنوں میں
سے پہلے دن میں لکھ رہا ہوں۔ میں تم کو سلام کہتا ہوں اور خدائے تعالیٰ
سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈالے اور نہ میرے بعد تم کو کئی
فرقوں میں متفرق کرے اور نہ تم کو خانہ جنگی کا مزہ چکھائے۔ میرے بیٹے
مہدی کی اطاعت کا تم اقرار کر چکے ہو اس پر قائم رہو اور بدعہدی و
بے وفائی سے بچو۔"

ربیع نے یہ کاغذ سنا کر موسیٰ بن مہدی بن منصور کو اپنے باپ مہدی کی طرف سے

نیابتہً بیعت لینے کا اشارہ کیا اور سب سے پہلے حسن بن زید کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اٹھو بیعت کرو۔ حسن بن زید نے بیعت کی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے سب نے بیعت کی۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے بیعت کرنے سے انکار کیا۔ یہ سُن کر علی بن عیسیٰ بن ماہان نے کہا کہ اگر تم بیعت نہ کرو گے تو میں تمہاری گردن تلوار سے اُڑا دوں گا چنانچہ مجبوراً عیسیٰ بن موسیٰ نے بھی بیعت کرلی۔ اس کے بعد سردارانِ لشکر اور عوام الناس نے بیعت کی۔ پھر عباس بن محمد اور محمد بن سلیمان مکہ معظمہ گئے اور انھوں نے رکن و مقام کے درمیان لوگوں سے خلافت مہدی کی بیعت لی۔ اُس کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حجون و بیرمیموں کے درمیان مقبرہ معلاۃ میں منصور کو دفن کردیا گیا۔ پھر ربیع نے منصور کی خبر وفات اور آنحضرت صلعم کی چادر و عصا اور خاتم خلافت مہدی کی خدمت میں روانہ کی۔ یہ خبر ۱۵ ماہ ذالحجہ ۱۵۸ھ کو بغداد میں مہدی کے پاس پہنچی۔ اہلِ بغداد نے بھی حاضر ہوکر مہدی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ منصور نے ایک ہفتہ کم بائیس سال خلافت کی۔ سات بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ محمد مہدی۔ جعفر اکبر۔ جعفر اصغر۔ سلیمان۔ عیسیٰ۔ یعقوب۔ سالم۔ بیٹی کا نام عالیہ تھا۔ جس کی شادی اسحٰق بن سلیمان بن علی کے ساتھ ہوئی تھی۔

خلیفہ منصور سے کسی نے پوچھا کہ کوئی ایسی تمنا بھی ہے جو آپ کی اب تک پوری نہ ہوئی ہو۔ منصور نے کہا صرف ایک تمنا باقی ہے۔ وہ یہ کہ میں ایک چبوترے پر بیٹھا ہوں اور اصحابِ حدیث میرے گرد بیٹھے ہوں۔ دوسرے روز جب وزراء کاغذات اور معاملات کی مثلیں اور قلم دان لے کر اُس کے پاس پہنچے تو اُس وقت وہ دریافت کرنے والا مصاحب بھی موجود تھا۔ اُس نے کہا لیجئے اب آپ کی یہ تمنا پوری ہوگئی۔ منصور نے کہا یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن کی تمنا مجھے ہے اُن لوگوں کے تو کپڑے پھٹے ہوئے پاؤں برہنہ اور بال بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور روایت حدیث اُن کا کام ہوتا ہے۔

منصور نے امام مالکؒ کو موطا کی تالیف پر آمادہ کیا تو اُن سے اس طرح مخاطب ہوا کہ "اے ابو عبداللہ تم جانتے ہو کہ اب اسلام میں تم سے اور مجھ سے زیادہ شریعت کا جاننے والا کوئی باقی نہیں۔ ہاں میں تو ان خلافت و سلطنت کے جھگڑوں میں مبتلا ہوں تم کو فرصت حاصل ہے لہٰذا تم لوگوں کے لئے ایک ایسی کتاب لکھو جس سے وہ فائدہ اٹھائیں۔ اُس کتاب میں ابن عباس کے جواز اور ابنِ عمر کے تشدد و احتیاط کو نہ بھر اور لوگوں کے لئے

تصنیف وتالیف کا ایک نمونہ قائم کرو" امام مالک کہتے ہیں بخدا منصور نے یہ باتیں کیا کہیں تصنیف ہی سکھادی۔

عبدالصمد بن محمد نے منصور سے کہا کہ آپ نے سزا دینے پر ایسی کمر باندھی ہے کہ کسی کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ آپ معاف کرنا بھی جانتے ہیں۔ منصور نے جواب دیا کہ ابھی تک آل مروان کا خون خشک نہیں ہوا اور آل ابی طالب کی تلواریں بھی ابھی تک برہنہ ہیں۔ یہ زمانہ ایسا ہے کہ ابھی تک خلفاء کا رُعب اُن کے دلوں میں نہیں قائم ہوا اور یہ رُعب اُس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ عفو کے معنی بھول نہ جائیں اور سزا کے لئے ہر وقت تیار نہ رہیں۔ زیاد بن عبداللہ حارثی نے منصور کو لکھا کہ میری تنخواہ اور جاگیر میں کچھ اضافہ کر دیا جائے اور اس عرض داشت میں اپنی تمام بلاغت ختم کر دی۔ منصور نے جواب دیا کہ جب تونگری اور بلاغت کسی شخص میں جمع ہو جاتی ہے تو اُس کو خود پسند بنا دیتی ہے۔ مجھ کو تمہارے متعلق بھی خطرہ پیدا ہو گیا ہے مناسب یہ ہے کہ تم بلاغت چھوڑ دو عبدالرحمٰن زیاد افریقی منصور کا طالب علمی کے زمانہ کا دوست تھا۔ وہ ایک مرتبہ منصور کے خلافت کے زمانے میں اُس سے ملنے آیا منصور نے پوچھا کہ تم بنو اُمیہ کے مقابلے میں میری خلافت کو کیسا پاتے ہو۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ جس قدر ظلم وجور تمہارے زمانہ میں ہوتا ہے اتنا بنو اُمیہ کے زمانے میں نہ تھا۔ منصور نے کہا کیا کروں مجھ کو مددگار نہیں ملتے عبدالرحمٰن نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ اگر بادشاہ نیک ہوگا تو اُس کو نیک لوگ ملیں گے اور فاجر ہوگا تو اُس کے پاس فاجر آئیں گے۔ ایک مرتبہ منصور کو مکھیوں نے بہت تنگ کیا۔ اُس نے مقاتل بن سلیمان کو بُلایا اور کہا کہ ان مکھیوں کو خدا تعالےٰ نے کیوں پیدا کیا ہے؟ مقاتل نے کہا کہ ظالموں کو اِن کے ذریعہ ذلیل کرنے کے لئے۔

منصور کے زمانے میں سریانی اور عجمی زبانوں سے کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہونے لگا۔ چنانچہ اقلیدس اور کلیلہ و منہ کا ترجمہ اسی کے عہد میں ہوا۔ سب سے پہلے منصور نے منجموں کو اپنا جلیس ومقرب بنایا۔ اسی کے عہد میں عباسیوں اور علویوں میں تلوار چلی۔ ورنہ اس سے پہلے علوی وعباسی متحد ومتفق تھے۔

اپنے اخلاق وعادات اور اپنے اعمال وکارہائے نمایاں کے اعتبار سے منصور عباسی عبدالملک اموی سے بہت ہی مشابہ ہے۔ وہ بھی خاندان مروان میں دوسرا خلیفہ تھا اور منصور بھی خاندان عباسی کا دوسرا خلیفہ تھا۔ عبدالملک نے بھی خلافت امویہ کو برباد وفنا ہوتے ہوتے بچا لیا۔ اسی طرح منصور نے بھی محمد وابراہیم کے مقابلہ میں خلافت عباسیہ کو برباد ہوتے ہوتے بچا لیا۔ عبدالملک بھی

عالم وفقیہہ اور محدث تھا۔ اسی طرح منصور بھی عالم وفقیہہ ومحدث تھا عبدالملک بھی کفایت شعار اور بخل سے متہم تھا اسی طرح منصور بھی کفایت شعار ی وبخل کے ساتھ بدنام تھا حکومت بھی دونوں نے قریباً مساوی مدت تک کی۔ دونوں میں فرق صرف اس قدر تھا کہ منصور نے لوگوں کو امان دینے کے بعد بھی قتل کیا اور بدعہدی کے ساتھ متہم ہوا۔ لیکن عبدالملک اس معاملہ میں بدنام نہیں ہوا۔

المہدی بن منصور

محمد المہدی بن منصور کی کنیت ابو عبداللہ تھا بمقام ایدج ۱۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں کا نام ام موسیٰ اروی بنت منصور حمیری تھا۔ مہدی نہایت سخی۔ ہر دل عزیز۔ صادق الاعتقاد محبوب رعایا اور وجیہہ شخص تھا اس کے باپ منصور نے اس کو بہت سے علماء کی شاگردی اور صحبت میں رکھا۔ مہدی کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی کہ منصور نے اس کو عبدالجبار بن عبدالرحمٰن کی بغاوت فرو کرنے کے لئے ۱۴۱ھ میں خراسان کی طرف بھیجا۔ ۱۴۴ھ میں یہ خراسان سے واپس آیا تو منصور نے اس کی شادی سفاح کی لڑکی یعنی اپنی بھتیجی سے کی ۱۴۷ھ میں اس کو ولی عہد اوّل بنایا اور خراسان کے جنوبی ومغربی حصہ کا عامل بنا کر رے کی طرف روانہ کیا۔ ۱۵۳ھ میں اس کو امیرالحج مقرر کیا۔ ۱۵۸ھ میں اپنے باپ کی وفات کے بعد بغداد میں تخت خلافت پر بیٹھا۔

بغداد میں جب لوگوں نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو اُس نے ممبر پر چڑھ کر خطبہ دیا کہ

"تم لوگ جس کو امیرالمومنین کہتے ہو وہ ایک بندہ ہوتا ہے جب اُسے کوئی آواز دیتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے اور جب اُس کو حکم دیا جاتا ہے تو وہ بجا لاتا ہے خدائے تعالیٰ ہی امیرالمومنین کا محافظ ہوتا ہے میں خدائے تعالیٰ ہی سے مسلمانوں کی خلافت کے کام انجام دینے کے لئے مدد طلب کرتا ہوں۔ جس طرح تم لوگ اپنی زبان سے میری اطاعت کا اظہار کرتے ہو اسی طرح دل سے بھی موافقت کرو تاکہ دین ودنیا کی بہتری کے اُمیدوار بن سکو۔ جو شخص تم میں عدل پھیلائے تم اُس کی مخالفت کے لئے تیار نہ ہو۔ میں تم پر سے سختیاں اُٹھا دوں گا اور اپنی تمام عمر تم پر احسان کرنے اور جو تم میں مجرم ہو اُس کو سزا دینے میں صرف کر دوں گا۔"

مہدی نے خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ منصور کے قید خانہ میں جس قدر قیدی تھے سب کو رہا کردیا۔ صرف وہ قیدی رہا نہیں ہوئے جو باغی غاصب یا خونی تھے۔ انھیں قیدیوں میں جو رہا ہوئے یعقوب بن داؤد بھی تھا جو قیدی رہا نہیں ہوئے اُن میں حسن بن ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بھی تھا۔ حسن اور یعقوب دونوں قتلِ ابراہیم کے بعد بصرہ سے گرفتار ہو کر ساتھ ہی قید ہوئے تھے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ یعقوب کا باپ داؤد بنی سلیم کے آزاد غلاموں میں سے تھا۔ وہ خراسان میں نصر بن سیار کا میر منشی تھا۔ داؤد کے دو بیٹے یعقوب اور علی تھے یہ دونوں بڑے عالم فاضل اور نہایت ہوشیار و عقلمند تھے۔ جب بنو عباس کی حکومت ہوئی تو بنی سلیم کی بے قدری ہوئی ساتھ ہی یعقوب و علی کی بھی جو بنو سلیم میں شامل تھے۔ کسی نے بات نہ پوچھی حالانکہ اپنی قابلیت کے اعتبار سے وہ مستحقِ التفات تھے۔ جب محمد مہدی اور ابراہیم نے بنو عباس کے خلاف لوگوں کو دعوت دینی شروع کی تو یعقوب اس دعوت میں شریک ہوگیا اور لوگوں کو محمد مہدی و ابراہیم کی طرف متوجہ کرتا رہا بالآخر حسن بن ابراہیم کے ساتھ قید کردیا گیا۔ اب قید خانہ سے چھوٹ کر یعقوب کو معلوم ہوا کہ حسن بن ابراہیم قید خانہ سے نکل بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے اُس نے اس کی اطلاع خلیفہ مہدی کو کی۔ مہدی نے حسن کو دوسرے قید خانہ میں تبدیل کر دیا۔ مگر حسن وہاں سے بھی بھاگ نکلا۔ مہدی نے یعقوب کو بُلا کر حسن کے متعلق مشورہ کیا۔ یعقوب نے کہا کہ آپ حسن کو امان عطا فرمائیں تو میں اُس کو حاضر کرسکتا ہوں۔ مہدی نے حسن کو امان دے دی اور یعقوب نے حسن کو حاضر کر دیا اور اس بات کی اجازت مہدی سے حاصل کر لی کہ حسن وقت بے وقت خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہے گا۔ چنانچہ حسن مہدی کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مہدی نے حسن کو اپنا دینی بھائی بنا کر ایک لاکھ درہم مرحمت فرمائے۔ چند ہی روز کے بعد مہدی نے اپنے وزیر ابو عبداللہ کو جو عہد ولی عہدی سے اُس کا وزیر چلا آتا تھا۔ معزول کرکے یعقوب بن داؤد کو اپنا وزیر بنا لیا۔ یعقوب اور حسن کی عزت افزائی سے مہدی نے اپنی منصف مزاجی اور قدر شناسی کا ثبوت پیش کیا۔ اور اپنی محبت اپنے دشمنوں کے دلوں میں بھی قائم کر دی۔ خلافتِ عباسیہ کو سب سے زیادہ خطرہ محمد مہدی و ابراہیم کی جماعت کے لوگوں سے تھا جو یحییٰ بن زید کی جماعت کے ساتھ مل کر زوالِ بنو عباس کے خواہاں تھے۔ مہدی نے یعقوب کو وزیر بنا کر ان تمام خطرات کا سدِ باب کر دیا۔ کیونکہ یعقوب ان دونوں جماعتوں سے تعلق رکھتا تھا اُس نے ان لوگوں کو سلطنت میں عہدے دے دے کر

مخالفت سے باز رکھا اور اُن کے جوش مخالفت کو کم دیا۔

حکیم مقنع کا ظہور

مہدی کی خلافت کے پہلے ہی سال یعنی ۱۵۹ھ میں مرو کا ایک باشندہ حکیم مقنع جس نے سونے کا ایک چہرہ بنا کر اپنے چہرہ پر لگایا تھا۔ خدائی کا مدعی ہوا۔ اُس کا عقیدہ تھا۔ خدا نے آدم کو پیدا کر کے اُس کے جسم میں خود حلول کیا۔ اُس کے بعد نوح میں پھر ابو مسلم اور ہاشم میں۔ اس طرح یہ تناسخ کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ میرے اندر خدا کی روح ہے یعنی مجھ میں خدا نے حلول کیا ہے۔ اُس کا یہ عقیدہ درحقیقت وہی تھا جو علاقہ راوند کے لوگوں کا تھا اور جنھوں نے منصور کے زمانہ میں ہاشمیہ کے اندر فساد برپا کیا تھا۔ یہ سب لوگ ابو مسلم کی جماعت کے لوگ تھے اور ابو مسلم ہی کی عجیب در عجیب دعوت و تبلیغ کے کرشمے تھے وہ جس حیثیت اور جس قسم کے لوگ دیکھتا تھا۔ انھیں کے حسب حال اپنی دعوت کا رنگ تبدیل کر کے اُن کے سامنے پیش کرتا تھا یہ تمام گمراہ فرقے دعوتِ اہل بیت کو مختلف سانچوں میں ڈھالنے کے مختلف نتائج تھے۔ حکیم مقنع کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ یحییٰ بن زید مارے نہیں گئے بلکہ روپوش ہو گئے ہیں اور کسی وقت اپنا بدلہ لینے کے لئے ظاہر ہوں گے اور دشمنوں کو ہلاک کریں گے مقنع کے ظہور پر بہت سے خراسانی اُس کے متبع ہو گئے اور اُس کو سجدہ کرنے لگے مقنع نے قلعہ بسام و سنجردہ (علاقہ ماوراء النہر) میں قیام کیا۔ اہل بخارا۔ اہل صغد اور ترکوں نے عباسیوں کے خلاف اُس کی شرکت و حمایت پر کمر باندھی اور مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اُس طرف کے عاملوں ابو النعمان۔ جنید اور لیث بن نصر بن سیار نے مقابلہ کیا۔ لیث کا بھائی محمد بن نصر اور بھتیجا حسان بن تمیم اس لڑائی میں مارے گئے۔ مہدی کو جب یہ خبر پہنچی تو اُس نے جبرئیل بن یحییٰ کو ان لوگوں کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ جبرئیل کے بھائی یزید کو بخارا و صغد کے باغیوں کی سرکوبی پر مامور کیا۔ اول اہل بخارا و صغد پر حملہ کیا گیا چار مہینے کی جنگ کے بعد بخارا وغیرہ کے قلعوں کو مسلمانوں نے فتح کیا۔ سات سو باغی مارے گئے۔ باقی مقنع کی طرف بھاگ گئے۔ مہدی نے ابو عون کو چند روز کے بعد جنگ مقنع کے لئے روانہ کیا تھا۔ مگر ان سرداروں سے مقنع مغلوب نہ ہو سکا تو معاذ بن مسلم کو روانہ کیا گیا۔ معاذ بن مسلم کے مقدمۃ الجیش کا افسر سعید حریشی تھا۔ پھر عقبہ بن مسلم کو بھی اس لشکر میں شریک ہونے کا حکم دیا گیا۔ ان سرداروں نے مقنع کی فوج پر سخت حملہ کر کے اُس کو میدان سے بھگا دیا اور مقنع کا قلعہ بسام میں محاصرہ کر لیا۔ اثناء جنگ میں معاذ و سعید میں کچھ ان بن ہو گئی

تھی سعید نے مہدی کو لکھ کر تنہا اپنے آپ مقنع کے استیصال کا کام کرنے کی اجازت حاصل کی۔ مقنع سینتیس ہزار آدمیوں کے ساتھ محصور تھا سعید حریشی سے محصورین نے امان طلب کی۔ سعید نے امان دے دی۔ تیس ہزار آدمی قلعہ سے نکل آئے صرف دو ہزار مقنع کے ساتھ باقی رہ گئے۔ مقنع کو جب اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا تو اس نے آگ جلا کر اپنے تمام اہل وعیال کو اوّل آگ میں دھکا دے کر جلا دیا۔ پھر آپ بھی آگ میں کود پڑا اور مر گیا۔ مسلمانوں نے قلعہ میں داخل ہو کر مقنع کی لاش آگ سے نکال کر اُس کا سر کاٹ کر مہدی کے پاس روانہ کیا۔

عُمّال کا تغیّر وتبدّل اور عزل ونصب

۱۵۹ھ میں مہدی نے اپنے چچا اسمٰعیل کو حکومتِ کوفہ سے معزول کر کے اسحٰق بن صباح کندی اشعثی کو مامور کیا۔ بصرہ کی حکومت وامامت سے سعید و علج اور عبیداللہ بن حسن کو معزول کر کے عبدالملک بن ظبیان نمیری کو مامور کیا اسی سال قثم بن عباس کو یمامہ کی حکومت سے معزول کر کے فضل بن صالح کو اور مطر (منصور کے آزاد کردہ غلام) کو مصر کی حکومت سے معزول کر کے ابو حمزہ محمد بن سلیمان کو اور عبدالصمد بن علی کو مدینہ کی حکومت سے معزول کر کے محمد بن عبداللہ کثیری کو مامور فرمایا۔ مدینہ کی حکومت سے محمد بن عبداللہ کو بھی جلد معزول کر کے زفر بن عاصم ہلالی کو مدینہ کی حکومت سپرد کی۔ اسی سال معبد بن خلیل کو سندھ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ حمید بن قحطبہ خراسان کا گورنر تھا وہ بھی اسی سال ۱۵۹ھ میں فوت ہوا۔ تو خراسان کی حکومت ابو عون عبدالملک بن یزید کو دی گئی۔ پھر اسی سال کے آخر میں معبد بن خلیل کے فوت ہونے پر سندھ کی حکومت روح بن حاتم کو دی گئی۔

۱۶۰ھ میں ابو عون عبدالملک معتوب ہو کر معزول ہوا اس کی جگہ خراسان کی حکومت پر معاذ بن مسلم کو اور سیستان کی حکومت پر حمزہ بن یحیٰی کو اور سمرقند کی حکومت پر جبرئیل بن یحیٰی کو بھیجا گیا۔ جبرئیل نے اپنے عہد حکومت میں سمرقند کا قلعہ اور شہر پناہ تعمیر کرایا۔ اسی سال سندھ کی حکومت پر بسطام بن عمرو کو بھیجا گیا۔ ۱۶۱ھ میں مہدی نے سندھ کی گورنری نصر بن محمد بن اشعث کو عطا کی۔ اسی سال عبدالصمد بن علی کو جزیرہ پر اور عیسیٰ بن لقمان کو مصر پر اور بسطام بن عمرو تغلبی کو سندھ سے معزول کر کے آذربائیجان پر مقرر کیا۔ اسی سال اپنے بیٹے ہارون کی اتالیقی پر یحیٰی بن خالد بن برمک کو متعین کیا۔ اسی سال سلیمان بن رجاء کو بجائے محمد بن سلیمان کے مصر کی حکومت پر روانہ کیا۔

مہم باربد

اپنی خلافت کے پہلے ہی سال خلیفہ مہدی نے ایک بحری مہم ہندوستان کی طرف روانہ کی عبدالملک بن شہاب مسمعی ایک لشکرلے کر خلیج فارس سے کشتیوں میں سوار ہو کر ساحل ہند کی طرف روانہ ہوا۔ باربد میں ان لوگوں نے اُتر کر لڑائی چھیڑ دی۔ اہلِ باربد بہت سے قتل و غارت ہوئے مسلمانوں کے صرف بیس آدمی مارے گئے۔ لیکن یہاں مسلمان فوج میں وبا پھیل گئی اور ایک ہزار آدمی وبا سے مرے۔ یہاں سے کشتیوں میں سوار ہو کر فارس کی طرف روانہ ہوتے ساحلِ فارس کے قریب پہنچ کر طوفانِ باد سے کئی کشتیاں ٹوٹ گئیں اور ایک جماعت دریا میں غرق ہوئی۔

ہادی بن مہدی کی ولی عہدی

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے عیسٰی بن موسٰی موضع رحبہ متصل کوفہ میں رہتا اور جمعہ یا عید کے روز کوفہ میں نماز پڑھنے آتا اور تمام وقت اپنے گاؤں میں خاموشی و بے تعلقی کے ساتھ بسر کرتا تھا۔ یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ منصور کے بعد عیسٰی کو عبداللہ سفاح نے ولی عہد مقرر کیا تھا۔ منصور نے عیسٰی کو مؤخر کر کے اپنے بیٹے مہدی کو مقدم کر دیا۔ اب مہدی کے بعد عیسٰی بن موسٰی ولی عہد تھا لیکن مہدی کو اُس کی خلافت کے پہلے ہی سال میں اُس کے ہمدردوں اور مشیروں نے ترغیب دی کہ عیسٰی بن موسٰی کی جگہ آپ اپنے بیٹے ہادی کو ولی عہد بنائیں۔ مہدی نے عیسٰی کو اپنے پاس بغداد میں طلب کیا۔ عیسٰی نے آنے سے انکار کیا۔ مہدی نے گورنر کوفہ کو تاکیدی حکم دیا کہ عیسٰی کو تنگ کیا جائے مگر چونکہ عیسٰی پہلے ہی سے خانہ نشین تھا اس لئے گورنر کوفہ کو کوئی موقع عیسٰی کے پریشان کرنے کا نہ مل سکا۔ پھر مہدی نے ایک سخت خط عیسٰی کو لکھا۔ اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر مہدی نے اپنے چچا عباس کو عیسٰی کے پاس بھیجا کہ اُس کو ہمراہ لائے عیسٰی نے پھر بھی انکار کیا۔ آخر مہدی نے دو سپہ سالاروں کو عیسٰی کے لانے پر مامور کیا۔ مجبور ہو کر عیسٰی بغداد میں آیا اور محمد بن سلیمان کے مکان پر فروکش ہوا مہدی کے دربار میں آتا جاتا رہا۔ مگر بالکل خاموش جاتا خاموش رہتا اور خاموش چلا آتا۔ آخر عیسٰی پر تشدد شروع کیا گیا اور خود محمد بن سلیمان نے اُس کو مجبور کرنا چاہا کہ وہ ولی عہدی سے دست بردار ہو جائے۔ عیسٰی نے اُس عہد و قسم کا عذر کیا جو اُس سے ولی عہدی کے وقت لے گئی تھی۔ مہدی نے فقہا کو طلب کیا انھوں نے فتوٰی دیا کہ عیسٰی قسم کا کفارہ دے کر ولی عہدی سے دست کش ہو سکتا ہے۔ مہدی نے

اس کے عوض دس ہزار درہم اور زاب و کسکر میں جاگیریں دیں اور عیسیٰ نے ۲۶ محرم ۱۶۰ھ کو ولی عہدی سے خلع کیا اور ہادی کی ولی عہدی کی بیعت کرلی ۔ اگلے دن مہدی نے دربارِ عام کیا ۔ اراکینِ سلطنت سے بیعت لی پھر جامع مسجد میں آیا خطبہ دیا ۔ عیسیٰ کے معزول اور ہادی کے ولی عہد ہونے کی لوگوں کو اطلاع دی عیسیٰ نے اپنی ولی عہدی کے خلع کا اقرار کیا لوگوں نے ہادی کی ولی عہدی کی بیعت کرلی ۔

مہدی کا حج

۱۶۰ھ کے ماہ ذیقعدہ میں مہدی نے حج کی تیاری کی اپنے بیٹے ہادی کو بغداد میں اپنا نائب بنا کر چھوڑا ۔ ہادی کے ماموں یزید بن منصور کو ہادی کے ساتھ مقرر کیا ۔ دوسرے بیٹے ہارون کو معہ چند اہلِ خاندان کے ہادی کی مصاحبت پر متعین کیا ۔ اور خود معہ وزیر یعقوب بن داؤد بن طہمان کے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوا ۔ مکہ میں پہنچ کر خانہ کعبہ کے پُرانے تمام غلافوں کو جو تہ بتہ چڑھے ہوئے تھے اُتروا یا اور ایک نیا قیمتی غلاف چڑھایا ۔ ڈیڑھ لاکھ غرباء کو کپڑے تقسیم کئے ۔ مسجد نبوی کو وسیع کرایا ۔ واپسی میں انصار کے پانچ سو خاندان اپنے ہمراہ عراق میں لایا اُن کو یہاں آباد کرکے جاگیریں اور وظیفے مقرر کئے اور اپنی محافظت پر اُن کو مامور کیا ۔ مکہ کے راستے میں مکانات بنوائے ۔ ہر مکان میں حوض اور کنوئیں بھی بنوائے ان تمام کاموں کا اہتمام یقطین بن موسیٰ کے سپرد کیا ۔ مسجد بصرہ کی بھی توسیع کرنے اور اُس کے ممبر کو چھوٹا کرنے کا حکم دیا ۔

اندلس میں چھیڑ چھاڑ

مہدی کی طرف سے افریقہ کا گورنر عبدالرحمٰن بن حبیب فہری تھا اُس نے بربریوں کی ایک جمعیت لے کر اندلس کے ساحل مرسیہ میں پہنچ کر اندلس کے صوبہ سرقسطہ کے گورنر سلیمان بن یقظن کو خلافت عباسیہ کی دعوت دی ۔ سلیمان نے اس تحریر کا کوئی جواب نہیں دیا ۔ عبدالرحمٰن فہری نے سرقسطہ پر حملہ کیا سلیمان نے شکست دے کر عبدالرحمٰن فہری کو پیچھے ہٹا دیا اسی اثناء میں امیر عبدالرحمٰن فرماں روائے اندلس فوج لے کر آ پہنچا ۔ اُس نے سب سے پہلے عبدالرحمٰن فہری کی کشتیوں کو جو ساحل پر کھڑی تھیں جلوا دیا تاکہ فرار ہو کر نکل نہ جائے اس کے بعد عبدالرحمٰن فہری کی طرف متوجہ ہوا عبدالرحمٰن پریشان ہو کر بلنسیہ کے پہاڑ پر چڑھ گیا ۔ امیر عبدالرحمٰن نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی عبدالرحمٰن بن حبیب فہری

کا سر کاٹ کر لائے گا اُس کو ایک ہزار دینار انعام میں دیا جائے گا۔ اس کی خبر کہیں عبدالرحمٰن فہری کے ہمراہی کسی بربری کو بھی ہوگئی۔ وہ غفلت کی حالت میں عبدالرحمٰن کا سر کاٹ کر امیر عبدالرحمٰن کے پاس لے آیا اور انعام لے کر چل دیا۔ امیر عبدالرحمٰن کو عباسیوں کی اس فوج کشی سے اشتعال پیدا ہوا اس نے جواباً ارادہ کیا کہ لشکر لے کر ساحلِ شام پر حملہ آور ہو اور خلیفہ عباسی کو اس گستاخی کا مزا چکھائے۔ مگر انھیں ایام میں حسین بن یحییٰ بن سعید بن سعد بن عثمان انصاری نے سرقسطہ میں علمِ بغاوت بلند کیا۔ لہٰذا عبدالرحمٰن اموی فرماں روائے اندلس اس طرف متوجہ ہوگیا اور شام کا قصد ملتوی رہا۔

خلیفہ منصور عباسی کے زمانے سے اندلس میں خاندانِ بنو اُمیہ کی حکومت قائم ہو کر ایک الگ اسلامی حکومت کا دوسرا مرکز بن گیا تھا۔ اس وقت چونکہ سلسلۂ عباسیہ شروع ہو چکا ہے لہٰذا خلافت عباسیہ کے فرماں رواؤں کا حال جب تک کہ اُن کی فرماں روائی اندلس کے سوا تمام عالمِ اسلامی پر قائم رہی۔ اسی سلسلہ میں ختم کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اندلس کی حکومت کا حال اس کے بعد شروع سے الگ بیان کیا جائے گا قارئین کرام منتظر رہیں۔

جنگِ روم و حملۂ ہارون

۱۶۳ھ میں مہدی نے خراسان اور دوسرے صوبوں سے لشکر فراہم کیا اور رومیوں پر جہاد کی غرض سے بکم رجب ۱۶۳ھ کو بغداد سے کوچ کیا۔ ۳۰ رجمادی الثانی یعنی ایک دن پہلے مہدی کے چچا عیسیٰ بن علی کا انتقال ہوگیا تھا۔ بغداد میں ہادی کو اپنی نیابت پر چھوڑا اور اپنے دوسرے بیٹے ہارون کو اپنے ہمراہ لیا۔ دورانِ سفر میں موصل و جزیرہ ہو کر گذرا اس صوبہ کے گورنر عبدالصمد بن علی کو معزول کر کے قید کر دیا اور اپنے بیٹے ہارون کو آذربائیجان۔ ارمینیا اور کل بلادِ مغرب کا والی مقرر کیا اور جزیرہ کی حکومت عبداللہ بن صالح کو عطا کی۔ رومیوں پر چڑھائی کرنے کا سبب یہ تھا کہ ۱۶۲ھ میں رومیوں نے بلادِ اسلامیہ پر چڑھائی کر کے بعض شہروں کو ویران کر دیا تھا۔ اس لئے خلیفہ مہدی نے خود اُس طرف لشکر کشی کی۔ اس سفر میں مہدی جب مسلمہ بن عبدالملک کے قصر کے مقابل پہنچا تو مہدی کے چچا عباس بن علی نے مہدی سے کہا کہ ایک مرتبہ آپ کے دادا محمد بن علی

اس طرف کو ہو کر گذرے تھے تو مسلمہ نے اُن کی دعوت کی تھی اور ایک ہزار دینار نذر کئے تھے۔ مہدی نے یہ سنتے ہی مسلمہ کے لڑکوں، غلاموں اور جملہ متعلقین کو طلب کرکے بیس ہزار دینار مرحمت کئے اور اُن کے وظائف مقرر کر دیئے۔ مہدی خود حلب میں پہنچ کر ٹھہر گیا اور ہارون کو فوج اور فوجی سرداروں کے ساتھ آگے روانہ کیا۔ ہارون کے ساتھ عیسٰی بن موسٰی۔ عبدالملک بن صالح، حسن بن قحطبہ۔ ربیع بن یونس، یحییٰ بن خالد بن برمک تھے۔ مگر تمام لشکر کی سرداری اور رسد و غلّہ کا انتظام سب ہارون ہی کے سپرد تھا۔ ہارون نے آگے بڑھ کر رومیوں کے قلعوں پر محاصرہ ڈالا اور یکے بعد دیگرے کئی قلعے فتح کئے۔ اس عرصہ میں مہدی نے اطرافِ حلب کے زندیقوں کو چُن چُن کر قتل کیا۔ ہارون فتح و فیروزی کے ساتھ واپس آیا۔ مہدی ہارون کو لے کر بیت المقدس کی زیارت کو گیا۔ مسجدِ اقصٰی میں نماز پڑھی پھر بغداد کو واپس چلا آیا۔ مہدی نے جب ہارون کو آذربائیجان و ارمینیا کا گورنر بنایا تھا تو حسن بن ثابت کو اُس کا وزیر مال اور یحییٰ بن خالد بن برمک کو اُس کا وزیر خارجہ مقرر کیا تھا اسی سال یعنی ۱۶۳ھ میں خالد بن برمک کا انتقال ہوا۔

رومیوں پر ہارون کی دوسری چڑھائی

۱۶۴ھ میں عبدالکبیر بن عبدالرحمٰن نے رومیوں پر فوج کشی کی تھی مگر بطریق میکائیل اور بطریق طارہ ارمنی نے نوے ہزار کی جمعیت سے مقابلہ کیا عبدالکبیر بلا مقابلہ واپس چلا آیا۔ اس واقعہ سے وہ رُعب جو ۱۶۳ھ کی حملہ آوری سے رومیوں پر قائم ہوا تھا زائل ہو گیا۔ مہدی نے سُنا تو عبدالکبیر کو قید کر دیا اور ۱۶۵ھ میں اپنے بیٹے ہارون کو جہادِ روم پر روانہ کیا اور اپنے امیرِ حاجب اور معتمد خاص ربیع کو ہارون کے ہمراہ کر دیا۔ ہارون قریباً ایک لاکھ فوج لے کر رومیوں کے ملک پر حملہ آور ہوا اور برابر شکستیں دیتا رومیوں کو قتل کرتا اُن کے شہروں کو غارت کرتا ہوا قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ اُن دنوں قسطنطنیہ کے تخت پر ایک عورت مسماۃ غسطہ حکمران تھی جو قیصر الیوک کی بیگم تھی اور اپنے نابالغ بیٹے کی طرف سے حکومت کر رہی تھی۔ ستر ہزار دینار سالانہ جزیہ دینا منظور کرکے تین برس کے لئے رومیوں نے صلح کر لی اور یہ شرط قبول کر لی کہ قسطنطنیہ کے بازار میں مسلمانوں کی آمد و رفت اور خرید و فروخت کی ممانعت نہ کی جائے گی۔ اس صلح نامہ سے پیشتر مسلمانوں نے رومیوں کے پانچ ہزار چھ سو آدمی گرفتار اور ۵۶ ہزار کو قتل کر دیا تھا۔

اسی سال مہدی نے ہارون کو تمام ممالکِ مغربیہ کا حاکم و مہتمم مقرر کیا۔

۱۶۶ھ میں خلیفہ مہدی نے اپنے بیٹے ہارون کو ہادی کے بعد ولی عہد مقرر کیا اور لوگوں سے ہارون کی ولی عہدی کے لئے بیعت لی اور ہارون کو رشید کا خطاب دیا۔ اسی سال مہدی نے بغداد سے مکہ۔ مدینہ اور یمن تک خچروں اور اونٹوں کی ڈاک بٹھائی تا کہ روزانہ ان مقامات سے اطلاعات آتی رہیں اور وہاں احکامات پہنچتے رہیں۔ اسی سال مہدی نے ابو یوسف کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا۔

۱۶۷ھ میں عیسیٰ بن موسیٰ نے کوفہ میں وفات پائی۔ اسی سال زندیقوں کا جابجا ظہور ہوا اور مہدی نے اول اُن کو بحث مباحثہ کے ذریعہ ساکت کیا پھر اُن کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ جہاں زندیقوں کا پتہ سُنا وہیں اُن کے استیصال کے درپے ہو گیا۔ علاقہ بصرہ میں مابین یمامہ و بحرین زندیقوں نے بڑا زور باندھا مرتد ہو کر نمازیں چھوڑ بیٹھے اور محرماتِ شرعی کا پاس و لحاظ اُٹھا دیا اور لوٹ مار پر آمادہ ہو کر راستہ بند کر دیا خلیفہ مہدی نے جابجا اُن کا قتلِ عام کرایا اور اس طرح ان زندیقوں کے پیچھے پڑا کہ اُن کی بیخ کنی ہی کر کے چھوڑی مہدی کے کارہائے نمایاں میں زندیقوں کا استیصال بھی خصوصیت سے قابلِ تذکرہ ہے۔ اسی سال مہدی نے مسجدِ حرام میں توسیع کی اور اردگرد کے مکانات خرید کر مسجد کے احاطہ میں شامل کر دیئے۔

جرجان پر ہادی کی یورش

۱۶۷ھ میں خبر پہنچی کہ اہلِ طبرستان نے علمِ بغاوت بلند کیا ہے۔ خلیفہ نے اُن کی سرکوبی کے لئے اپنے ولی عہد ہادی کو روانہ کیا۔ ہادی کے لشکر کا علم محمد بن جمیل کے ہاتھ میں تھا۔ ہادی نے طبرستان اور اُس کے بعد جرجان میں امن و امان قائم کیا اور باغیوں کو قرار واقعی سزائیں دیں۔

۱۶۸ھ میں رومیوں نے اُس صلح کو جو مسلمانوں کے ساتھ کی تھی میعادِ صلح کے ختم ہونے سے چار مہینے پہلے توڑ ڈالا۔ علی بن سلیمان والیِ جزیرہ و قنسرین نے یہ خبر پا کر یزید بن بدر بن بطال کو ایک زبردست فوج دے کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا۔ یزید بن بدر وہاں سے بہت سا مالِ غنیمت لے کر واپس آیا۔

وفاتِ مہدی

خلیفہ مہدی کو تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہادی کے مقابلہ میں دوسرا بیٹا ہارون زیادہ قابل اور امورِ سلطنت کے انصرام کی زیادہ اہلیت رکھتا ہے چنانچہ اُس نے ۱۶۸ھ میں اس خیال کے پختہ ہونے کے بعد ارادہ کیا کہ ولی عہدی میں ہارون کو ہادی پر مقدم کر دے اور ہادی کو ولی عہدی سے معزول کر کے ہارون کو اُس کی جگہ ولی عہد بنا کر لوگوں سے بیعت لے۔ ان دنوں ہادی جرجان ہی میں مقیم تھا۔ مہدی نے اُس کی طلبی کے لئے قاصد روانہ کیا اُس نے یہ گستاخی و شوخ چشمی دکھائی کہ اس قاصد کو پٹوا کر نکلوا دیا اور باپ کے حکم کی تعمیل میں جرجان سے بغداد کی طرف روانہ نہ ہوا۔ یہ کیفیت دیکھ کر مہدی خود جرجان کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں مقام ماسبذان میں پہنچا تھا کہ ۲۲ محرم ۱۶۹ھ مطابق اگست ۷۸۵ء انتقال کیا۔ ہارون رشید اس سفر میں باپ کے ساتھ تھا۔ اُس نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور بھائی کے پاس جرجان میں وفاتِ پدر کی خبر بھیجی۔ ہادی نے وہاں اہل لشکر سے اپنی خلافت کی بیعت لی۔ ہارون رشید لشکر کو لئے ہوئے بغداد کی طرف لوٹ آیا یہاں آکر اپنے بھائی ہادی کی خلافت کی لوگوں سے بیعت لی اور ایک گشتی اطلاع خلیفہ مہدی کے فوت ہونے اور ہادی کے خلیفہ ہونے کی تمام عمال کے پاس روانہ کر دی۔ بیس روز کے بعد ہادی جرجان سے روانہ ہو کر بغداد پہنچا اور تختِ خلافت پر بیٹھ کر حاجب ربیع کو خلعتِ وزارت عطا کیا۔ ربیع چند روز کے بعد فوت ہو گیا۔

خلیفہ مہدی عباسیوں میں نہایت نیک طینت۔ متقی۔ سخی۔ خوش مزاج۔ بہادر اور نیک دل خلیفہ تھا۔ اُس نے اپنے باپ کے زمانہ میں اُن خوں ریزیوں کو دیکھا جو علویوں کی ہوئی تھیں۔ وہ ان خوں ریزیوں کو اچھا نہیں جانتا تھا۔ وہ اپنے نیک سلوک، اور رفاہِ رعایا کے کاموں میں کوشش کر کے لوگوں کے دل میں گھر کرنا قیامِ سلطنت کے لئے ضروری سمجھتا تھا اور خوف و جبر اور تشدد و قہر کو بالکل غیر ضروری جانتا تھا۔ اسی لئے اُس نے اپنے ندیموں اور مصاحبوں کی مجلس میں بے تکلف بیٹھنا شروع کیا ورنہ اس سے پہلے منصور کے عہد میں ندما اور مصاحبین پردہ کی آڑ میں بیٹھتے تھے اور خلیفہ صرف اُن کی آواز سنتا اور وہ خلیفہ کی آواز سنتے آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ خلیفہ مہدی نے اپنے دورانِ حکومت

میں اپنے حکم سے کسی ہاشمی کو قتل نہیں کرایا۔ اُس نے قسم کھائی تھی کہ میں کسی ہاشمی کو قتل نہ کروں گا۔ وہ کشتنی وگردن زدنی ہاشمیوں کو بھی صرف قید کردیا کرتا تھا۔ زنادقہ کا وہ جانی دشمن تھا اور کسی زندیق کو بغیر قتل کئے نہ چھوڑتا تھا۔ یعقوب بن فضل جو ہاشمی تھا زندیق ہوگیا اور اُس نے اپنے زندیق ہونے کا اقرار بھی کر لیا تھا۔ مہدی نے اُس کو قید کردیا اور اپنے ولی عہد ہادی سے کہا کہ جب تم خلیفہ ہو تو اُس کو قتل کردینا۔ میں اپنی قسم پر قائم رہنے کے سبب اس کو قتل نہیں کرسکتا۔ چنانچہ ہادی نے خلیفہ ہوتے ہی اُس کو قتل کیا۔ مہدی کو اتباعِ سنّتِ رسول اللہ کا بہت خیال تھا اُس نے وہ مقصورے جو مساجد میں خلفاء کے لئے بنائے جاتے تھے خلاف سنّت سمجھ کر سب تڑوادیئے۔ جن مسجدوں میں منبر آنحضرت صلعم کے منبر سے زیادہ بلند تھے اُن کو پست کرادیا وہ عبادت بھی بہت کرتا تھا۔ حلیم الطبع اور خوش گفتار تھا اُس کے دربار میں ہر شخص بلا روک ٹوک جاسکتا تھا۔ سلطنت کے کاموں میں نہایت مستعد اور ہوشیار تھا۔ وہ اپنے غلاموں اور خادموں کی عبادت کو بھی چلا جاتا تھا۔ بعض اوقات اُس پر لوگوں نے قاضی کی عدالت میں دعوے دائر کئے اور وہ قاضی کی عدالت کے حکم نامہ کی تعمیل میں فریقِ مقدمہ کی حیثیت سے قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا۔ اور عدالت کے فیصلے کو اپنے اوپر تعمیل کرایا۔ اُس کے زمانہ کے مشہور عالم شریک اس کے پاس آئے مہدی نے کہا کہ آپ کو تین باتوں میں سے ایک ضرور ماننی پڑے گی تو آپ قاضی کا عہدہ قبول کریں یا میرے لڑکے کو پڑھائیں یا میرے ساتھ کھانا کھائیں۔ قاضی شریک نے سوچ کر کہا کہ ان سب میں کھانا کھانا سب سے زیادہ آسان ہے۔ چنانچہ دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے چُنے گئے۔ جب کھانے سے فارغ ہوگئے تو شاہی باورچی نے کہا کہ بس اب آپ پھنس گئے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اُنھوں نے عہدہ قضا بھی منظور کیا۔ اور مہدی کے لڑکوں کو بھی پڑھایا۔ مہدی جب کبھی بصرے میں آیا تو پانچوں وقت کی نماز جامع مسجد میں پڑھایا کرتا۔ ایک روز لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اُس کے بعد ایک اعرابی آیا جس کو نماز باجماعت نہ ملی اُس نے مہدی سے کہا کہ میں نے ظہر کی نماز تیرے پیچھے پڑھنی چاہی تھی مگر ممکن نہ ہوا۔ مہدی نے حکم دیا کہ اس شخص کا ہر نماز میں انتظار کیا جائے۔ چنانچہ عصر کی نماز کے وقت مہدی محراب میں کھڑا ہوگیا اور جب تک وہ اعرابی نہ آگیا تکبیر اقامت کی اجازت نہ دی۔ لوگ یہ دیکھ کر اُس کی وسیع الاخلاقی سے متعجب رہ گئے۔ سب سے پہلے مہدی نے بصرہ میں اپنے ایک خطبہ کے اندر یہ آیت پڑھی ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الخ اس کے بعد خطیبوں نے اس آیت کو خطبوں کا جزوِ لاینفک قرار دے لیا۔

ہادی بن مہدی

ہادی بن مہدی بن منصور ۱۴۷ھ میں بہ مقام رَے خیزران کے بطن سے پیدا ہوا۔ خیزران بربر کی رہنے والی ایک پرستار تھی جو مہدی کی مملوکہ تھی جب اُس کے پیٹ سے ہادی اور ہارون پیدا ہوئے تو مہدی نے اُس کو آزاد کر کے اُس کے ساتھ ۱۵۹ھ میں نکاح کر لیا تھا۔ خلیفہ ہادی نے تخت نشین ہو کر اپنے باپ کی وصیت کے موافق زنادقہ کی خوب خبر لی اور اُن کے قتل و استیصال میں کمی نہیں کی۔ خلیفہ ہادی کی تخت نشینی کے وقت صوبوں اور ولایتوں کے حاکم اس طرح تھے کہ

مدینہ منورہ میں عمر بن عبدالعزیز بن عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر بن خطاب۔ یحییٰ بن ابراہیم بن مسلم بن قتیبہ مکہ و طائف میں عبداللہ بن قثم۔ یمامہ و بحرین میں سوید قائد خراسانی۔ عمان میں حسن بن سلیم حواری۔ کوفہ میں موسیٰ بن عیسیٰ۔ بصرہ میں ابن سلیمان۔ جرجان میں خلیفہ ہادی کا آزاد کردہ غلام حجاج۔ قومس میں زیاد بن حسان۔ طبرستان میں صالح بن شیخ بن عمیرہ اسدی موصل میں ہاشم بن سعید بن خالد۔ ہاشم کو ہادی نے اُس کی کج خُلقی کے سبب معزول کر کے عبدالملک بن صالح بن علی ہاشمی کو موصل کی حکومت پر مامور کیا تھا۔

حسین بن علی کا خروج

حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنیٰ بن علی بن ابی طالب اور حسن بن محمد بن عبداللہ بن حسن اُن کے چچا یحییٰ بن عبداللہ بن حسن اور دوسرے آلِ ابی طالب نے مل کر حکومتِ عباسیہ کے خلاف خروج کی سازش کی تھی اور یہ بات قرار پائی تھی کہ ۱۶۹ھ کے موسم حج میں خروج کرنا چاہیے۔ مگر ایام حج سے پہلے ہی مدینہ کے عامل عمر بن عبدالعزیز بن عبیداللہ سے ان لوگوں کی کچھ اَن بَن ہو گئی اور اُنھوں نے خروج کر کے عاملِ مدینہ کے مکان کا محاصرہ کر کے حسین بن علی بن حسن مثلث کے ہاتھ پر بیعت کرنی شروع کی اور اہلِ مدینہ اس بیعت میں شامل ہونے لگے۔ اسی اثنا میں خالد یزیدی دو سو آدمیوں کی جمعیت سے آ پہنچا دوسری جانب سے عمر بن عبدالعزیز بھی محاصرہ سے نکل کر اور ایک جماعت کو ہمراہ لے کر مسجد کی طرف جہاں حسین

بن علی کے ہاتھ پر بیعت ہو رہی تھی آ پہنچا۔ جو لوگ مسجد میں موجود تھے انھوں نے مقابلہ کیا اس لڑائی میں خالد بیڑ یدی۔ یحیٰی و ادریس پسرانِ عبداللہ بن حسن کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اُس کے مارے جاتے ہی سب کو شکست ہوئی اور حسین بن علی کی جماعت نے بیت المال کا دروازہ توڑ کر سرکاری خزانہ لوٹ لیا۔ اگلے دن بنو عباس کے حامیوں نے جمع ہو کر پھر مقابلہ کیا۔ کئی روز تک مدینہ میں لڑائی کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر حسین بن علی نے سب کو خارج کر کے مدینہ پر مکمل قبضہ حاصل کیا۔ اکیس روز تک مدینہ میں قیام کر کے مکہ کی جانب کوچ کیا۔ مکۂ معظمہ میں پہنچ کر منادی کرا دی کہ جو غلام ہمارے پاس آئے گا ہم اُس کو آزاد کر دیں گے۔ یہ سُن کر غلاموں کا ایک گروہ حسین بن علی کے گرد فراہم ہو گیا۔ اسی سال سلیمان بن منصور محمد بن سلیمان بن علی۔ عباس بن محمد بن علی۔ موسیٰ و اسمٰعیل پسرانِ عیسیٰ بن موسیٰ وغیرہ عباسیہ خاندان کے چند آدمی حج کے لئے آئے تھے۔ ان لوگوں کے روانہ ہونے کے بعد ہادی کے پاس حسین بن علی کے خروج کی خبر پہنچی۔ ہادی نے فوراً محمد بن سلیمان کو ایک خط لکھا کہ تم اپنے تمام ہمراہیوں کو لے کر حسین بن علی کا مقابلہ کرو۔ محمد بن سلیمان اپنے ساتھ کچھ فوج بھی لایا تھا۔ محمد بن سلیمان نے مقام ذی طویٰ میں سب کو فراہم کر کے لشکر کو باقاعدہ مرتب کیا اور مکہ معظمہ میں پہنچ کر عمرہ ادا کیا وہاں مختلف صوبوں اور ملکوں سے جو سردارانِ عباسیہ حج کے لئے آئے تھے۔ وہ سب محمد بن سلیمان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یوم الترویہ کو مقام فخ میں صف آرائی و جنگ آزمائی کی نوبت پہنچی۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ آخر حسین بن علی کو شکست حاصل ہوئی اور اُن کے ہمراہی فرار ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص حسین بن علی کا سر لے کر آیا۔ اُن کے ہمراہیوں کے قریباً سو سر جمع کئے گئے۔ انھیں میں سلیمان برادر محمد مہدی کا سر بھی تھا۔ ہزیمت یافتہ لوگ میدان سے بھاگ کر حجاج میں شامل ہو گئے ادھر محمد بن سلیمان نے امان کی منادی کرا دی حسن بن محمد بن عبداللہ امان کی منادی کے بعد گرفتار ہوا اُس کو موسیٰ بن عیسیٰ نے قتل کر دیا محمد بن سلیمان نے اس پر اظہار ناراضگی کیا اور ہادی کو بھی جب یہ بات معلوم ہوئی تو موسیٰ بن عیسیٰ کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ اس لڑائی میں ادریس بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب برادر محمد مہدی بھی بچ کر نکل گیا تھا۔ وہ وہاں سے فرار ہو کر مصر پہنچا۔ وہاں صالح بن منصور کا آزاد غلام واضح محکمۂ ڈاک کا افسر تھا اُس کو آلِ ابی طالب کے ساتھ ہمدردی تھی۔ اُس نے ادریس کو تیز رفتار گھوڑے پر سوار کرا کر بلادِ مغرب کی طرف روانہ کر دیا۔ وہاں ادریس شہر ولیلہ مضافات طنجہ میں پہنچا اور بربریوں کو دعوت دینی شروع کی اولاد کا حال آئندہ جداگانہ بیان ہو گا۔ چند روز کے بعد خلیفہ ہادی کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ واضح نے ادریس کو مغرب کی طرف بھگا دیا ہے۔ چنانچہ ہادی نے واضح اور اُس کے ہمراہیوں کو گرفتار کرا کر قتل کرا دیا۔ ادریس

بن عبداللہ کا دوسرا بھائی یحییٰ بن عبداللہ مقام فخ سے فرار ہو کر دیلم پہنچا۔

ہادی کی وفات

ہادی نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی یہ کوشش شروع کی کہ اپنے بھائی ہارون کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنائے یحییٰ بن خالد بن برمک ہارون رشید کا اتالیق و مدارالمہام تھا۔ اُس نے خلیفہ ہادی کو سمجھانے اور اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ کئی مرتبہ یحییٰ اپنی کوشش میں کامیاب ہو کر ہادی کو اس ارادے سے باز رکھ سکا۔ لیکن ہادی کے دوسرے مصاحب اُس کو بار بار اس بات پر آمادہ کرتے رہے کہ وہ ہارون کو معزول کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنائے۔ یحییٰ نے ہادی کو سمجھایا تھا کہ آپ کا بیٹا جعفر ابھی نابالغ ہے۔ اگر آپ آج فوت ہو جائیں تو اُمرائے سلطنت اس چھوٹے بچے کی خلافت و حکومت کو ہرگز تسلیم نہ کریں گے اور فسادات پیدا ہو جائیں گے۔ ہارون کو آپ کے باپ مہدی نے آپ کے بعد ولی عہد مقرر کیا تھا۔ آپ ہارون کے بعد جعفر کو ولی عہد بنا دیں تو پھر کوئی اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے گا۔ آپ کی زندگی میں جعفر جس وقت بالغ ہو جائے گا۔ اور اپنی قابلیت کا اظہار کرے گا تو میں ہارون کو اس بات پر رضامند کر دوں گا کہ وہ اپنے حقِ ولی عہدی سے جعفر کے حق میں دست بردار ہو جائے۔ ان باتوں سے ہادی کی تشفی ہو گئی تھی مگر اُمرائے سلطنت جو ہارون کے مخالف تھے۔ ہادی کو بار بار آمادہ کرتے رہے۔ آخر ہارون پر تشدد کیا گیا۔ یحییٰ نے اس ارادے سے مطلع ہو کر ہارون کو مشورہ دیا کہ وہ شکار کے بہانے سے کہیں چلا جائے اور ہادی سے دُور دور رہے۔ چنانچہ ہارون شکار کے لئے اجازت حاصل کر کے قصر مقاتل کی طرف چلا گیا۔ ہادی نے اُس کو واپس بُلوایا تو اُس نے بیماری کا حیلہ کیا اور حاضر نہ ہوا۔ انھیں ایام میں ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ ہادی نے اپنی ماں خیزران کو امورِ سلطنت میں دخل دینے سے بالکل روک دیا اور اُس کے اُن اختیارات کو جو مہدی کے زمانے سے حاصل تھے۔ بالکل ضبط کر لیا۔ ماں بیٹوں کی اس کشیدگی نے ایسی ناگوار صورت اختیار کر لی کہ ایک دوسرے کے دُشمن ہو گئے۔ خیزران کو جب یحییٰ کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ ہادی نے اپنے بیٹے جعفر کی ولی عہدی کے لئے ہارون کی جان کا دُشمن ہو گیا ہے تو وہ ہارون کی محبت میں اور بھی زیادہ ہادی کی دُشمن بن گئی اور اب بجائے ایک یحییٰ کے دوسری خیزران بھی ہارون کی حامی بن گئی۔ جب ہارون نے ہادی کی خدمت میں حاضر ہونے سے انکار کیا تو اُس کے بعد ہادی خود بلادِ موصل کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں سے واپسی میں ہارون بھی اُس کے ساتھ تھا راستے میں ہادی بیمار ہوا۔ اور

تین دن بیمار رہ کر شب یک شنبہ ۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ مطابق ۷۸۶ء مقام عیسیٰ باد قریباً سوا برس حکومت کر کے وفات پائی۔ ہادی کے اس طرح یکایک فوت ہو جانے سے لوگوں کو یہ خیال کرنے کا موقعہ ملا ہے کہ خیزران نے ہادی کو اپنی ایک لونڈی کے ذریعہ زہر دلوا کر مروا ڈالا تھا چونکہ ہادی بیمار تھا۔ اس لئے زہر خورانی کا واقعہ افشا نہ ہونے پایا۔ یحییٰ بن خالد اس کام میں خیزران کا مشیر اور شریک کار تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہادی نے بغداد سے جرجان تک ڈاک بٹھائی تھی۔ ہادی سخی۔ خوش مزاج اور کسی قدر ظلم پسند تھا۔ سلطنت کے کاموں سے بے پرواہ نہ تھا۔ تنومند اور سپاہی منش تھا۔ اس کی عمر بہت کم اور خلافت کا زمانہ بہت ہی تھوڑا تھا اس لئے اس کے اخلاق کا اچھی طرح اظہار نہیں ہو سکا۔

ابو جعفر ہارون الرشید بن مہدی

ابو جعفر ہارون الرشید بن مہدی بن منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ۱۴۸ھ میں بمقام رے خیزران کے بطن سے پیدا ہوا۔ ایک ہفتہ پہلے یحییٰ بن خالد کا بیٹا فضل بن یحییٰ پیدا ہوا تھا۔ ہارون کی ماں خیزران نے فضل کو اور فضل کی ماں نے ہارون کو دودھ پلایا تھا۔ ہارون الرشید شب یک شنبہ ۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ کو اپنے بھائی کے مرنے پر تخت خلافت پر بیٹھا۔ اسی شب اس کا بیٹا مامون پیدا ہوا۔ یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ ایک ہی رات میں ایک خلیفہ فوت ہوا۔ دوسرا تخت نشین ہوا اور تیسرا خلیفہ پیدا ہوا۔۔۔ ہارون الرشید کی کنیت پہلے ابوموسیٰ تھی۔ لیکن بعد میں ابو جعفر ہو گئی۔ ہارون الرشید کشیدہ قامت اور خوبصورت آدمی تھا۔

ہارون الرشید نے تخت نشین ہوتے ہی یحییٰ بن خالد برمک کو وزیر اعظم بنایا اور قلمدان وزارت کے ساتھ خاتم خلافت اس کے سپرد کر کے تمام مہمات سلطنت میں مختار کل بنا دیا۔ خیزران جو ہادی کے زمانہ میں انتظامات سلطنت سے بے تعلق اور معطل کر دی گئی تھی۔ اب یحییٰ بن خالد کے ساتھ مل کر پھر سلطنت کے کام انجام دینے لگی۔ یحییٰ اور خیزران کے اختیارات کا یہ مطلب نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہارون الرشید خود سلطنت کے کاموں سے بے خبر اور بے تعلق تھا۔ بلکہ ہارون الرشید کو یحییٰ اور خیزران کی عزت افزائی مقصود تھی اور وہ ان کو اپنا حقیقی خیر خواہ یقین کرتا اور ان کے ہر ایک مشورہ کو قابل اتما

جانتا اور یحییٰ سے مشورہ لئے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا۔ ایک بائیس تیئیس سال کے نوجوان خلیفہ کی انتہائی قابلیت اور دانائی سمجھنی چاہیئے کہ اُس نے وزارت کے لئے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جو اس عہدۂ جلیلہ کے لئے بے حد موزوں اور مناسب تھا۔

تختِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد ہارون الرشید نے عُمّال کے عزل ونصب اور تغیر وتبدل سے نظامِ حکومت کو پہلے سے زیادہ مستحکم ومضبوط بنانے کی کوشش کی۔ عمر بن عبدالعزیز عمری کو مدینہ منورہ کی گورنری سے معزول کرکے اسحٰق بن سلیمان کو مقرر کیا۔ افریقہ کی گورنری پر روح بن حاتم کو بھیجا۔ سرحدی علاقہ کو جزیرہ اور قنسرین سے جُدا کرکے ایک الگ صوبہ عواصم کے نام سے بنایا۔ خلافت کے پہلے ہی سال جب حج کا موسم آیا تو حج کرنے کے لئے گیا۔ حرمین شریفین میں اُس نے اپنی سخاوت اور دریادلی کا خوب اظہار کیا۔

۱۷۱ھ میں بنو تغلب کے صدقات وزکوٰۃ کی وصولی پر روح بن صالح ہمدانی کو مامور کیا۔ روح اور بنی تغلب میں مخالفت ہوگئی۔ روح نے بنی تغلب کی سرکوبی وسزادہی کے لئے لشکر فراہم کیا بنی تغلب نے روح پر شب خون مارا اور اُس کو قتل کردیا۔

ادریس بن عبداللہ کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ وہ ہادی کے عہدِ خلافت میں جنگِ فخ سے فرار ہوکر بلادِ مغرب کی طرف فرار ہوگئے تھے۔ وہاں اُنھوں نے بربریوں میں اپنی امامت کی دعوت شروع کی اور ۱۷۲ھ میں شہر ولیلہ کے اندر خروج کرکے علانیہ لوگوں سے بیعت لی اور مُلکِ مراقش میں اپنی سلطنت قائم کرلی یہ علویوں کی سب سے پہلی حکومت تھی جو مراقش میں قائم ہوئی۔ عالمِ اسلامی میں اندلس کا مُلک خلافتِ عباسیہ کے دائرہ سے باہر اور ایک جُداگانہ مستقل سلطنت تھی۔ اب دوسرا مُلکِ مراقش بھی خلافتِ عباسیہ سے نکل گیا۔ ہارون الرشید نے اس خبر کو سُن کر سلیمان بن جریر المعروف بہ شماخ کو جو اُس کا غلام تھا۔ مراقش کی جانب تنہا روانہ کیا کہ ادریس بن عبداللہ کا کام تمام کرکے آئے۔ چنانچہ شماخ نے وہاں پہنچ کر ادریس بن عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہارون الرشید کی بُرائیاں بیان کرکے ادریس کی خدمت میں تقرب حاصل کرلیا اور موقعہ کا منتظر رہا۔ چنانچہ ۱۷۷ھ میں زہر کے ذریعہ ادریس بن عبداللہ کا کام تمام کرکے واپس چلا آیا۔ مگر اس سلطنت کا جو ادریس نے قائم کی تھی سلسلہ اس طرح قائم رہا کہ ادریس بن عبداللہ کی وفات کے بعد اُن کی کسی کنیز کے پیٹ سے لڑکا پیدا ہوا اُس کا نام بھی بربریوں نے ادریس ہی رکھا اور پھر اُس کو اپنا امام بنایا۔ ادریسی سلطنت کا ذکر بعد

میں کیا جائے گا۔ چند روز کے بعد علاقۂ تونس میں بھی عباسیہ حکومت براہِ راست قائم نہ رہی بلکہ وہاں بھی ایک جدا حکومت قائم ہو کر برائے نام خلافتِ عباسیہ کی سیادت باقی رہ گئی تھی۔ اس طرح کافی مغربی حصہ حکومتِ عباسیہ سے خارج ہو گیا۔

۱۷۳ھ میں محمد بن سلیمان گورنر بصرہ نے وفات پائی۔ ہارون الرشید نے اُس کے مال و اسباب کو ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیا۔ اس سے پیشتر محمد بن سلیمان کا حقیقی بھائی جعفر بن سلیمان نے مسلمانوں کے حقوق اور مالِ غنیمت کو غصب کر کے بہت سا سامان جمع کر لیا ہے۔ اب جب کہ محمد بن سلیمان کی وفات کے بعد جعفر اُس کے ترکہ کا مدعی ہوا تو ہارون الرشید نے اسحاق بن سلیمان کو سندھ و مکران کی حکومت پر مامور کیا اور یوسف بن امام ابو یوسف کو ابو یوسف کی زندگی میں عہدۂ قضا پر مامور کیا۔

امین کی ولی عہدی

ہارون الرشید کے بیٹے مامون الرشید کی پیدائش کا ذکر تو اوپر آ چکا ہے کہ وہ ہارون الرشید کی تخت نشینی کے وقت ۱۷۰ھ میں پیدا ہوا تھا مگر مامون الرشید مراجل نامی ام ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا جو مجوسی النسل تھی۔ اسی سال یعنی ۱۷۰ھ میں اُس کا دوسرا بیٹا محمد امین اُس کی بیوی زبیدہ خاتون بنت جعفر بن منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے بطن سے پیدا ہوا تھا امین کا اتالیق فضل بن یحییٰ بن خالد بن برمک تھا اور مامون کا اتالیق جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک تھا۔ فضل کی خواہش یہ تھی کہ ہارون الرشید اپنے بیٹے امین کو اپنا ولی عہد بنائے اور جعفر اس کوشش میں تھا کہ مامون ولی عہد ہو۔ چونکہ امین ہاشمیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا نیز فضل کے ساتھ زبیدہ خاتون کی کوششیں بھی شامل تھیں جو ہارون الرشید کی بڑی چہیتی بیوی تھی۔ لہٰذا ۱۷۵ھ میں جب کہ امین کی عمر صرف پانچ برس کی تھی ہارون الرشید نے لوگوں سے امین کی ولی عہدی کی بیعت لی۔

اسی ۱۷۵ھ میں ہارون الرشید نے عباس بن جعفر بن محمد بن اشعث کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے خالد بن عطار کندی کو مامور فرمایا۔

یحییٰ بن عبداللہ کا خروج

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ادریس اور یحییٰ پسران عبداللہ بن حسن برادرانِ محمد مہدی نفس زکیہ جنگ فخ سے فرار ہو گئے تھے۔ ادریس نے بلادِ مغرب میں جا کر مراکش پر قبضہ کیا جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے یحییٰ بن عبداللہ

سے دیلم میں خلافتِ عباسیہ کے خلاف خروج کیا۔ لوگوں نے ہر چہار سمت سے آ آکر بیعت کرنی شروع کی اور بہت بڑی زبردست طاقت اُن کو حاصل ہوگئی۔ ہارون الرشید اس خبر کو سُن کر بہت گھبرایا اور پچاس ہزار زبردست فوج کے ساتھ فضل بن یحییٰ کو اس فتنہ کے فرو کرنے کے لئے روانہ کیا ساتھ ہی فضل بن یحییٰ کو جرجان۔ طبرستان۔ اور رَے وغیرہ کی سندِ گورنری بھی دے دی۔ فضل بن یحییٰ نے بغداد سے روانہ ہوکر اور طالقان میں پہنچ کر یحییٰ بن عبداللہ کے نام ایک خط لکھا جس میں خلیفۂ وقت کی طاعت وعظمت سے ڈرایا اور صلح کر لینے کی حالت میں انعام وجاگیر کی توقع دلائی۔ یحییٰ نے اس کے جواب میں لکھا کہ مجھ کو اس شرط سے صلح منظور ہے کہ ہارون الرشید اپنے قلم سے صلح نامہ لکھے اور اُس پر فقہاء۔ قضاۃ اور سردارانِ بنو ہاشم کے دستخط بطور گواہ ثبت ہوں۔ فضل بن یحییٰ نے ان تمام حالات سے ہارون الرشید کو اطلاع دی۔ ہارون الرشید بہت خوش ہوا۔ اور اپنے ہاتھ سے صلح نامہ لکھ کر اور اس پر مندرجہ بالا شرط کے موافق دستخط کرا کر معہ تحف وہدایا فضل کے پاس بھیج دیا۔ فضل نے یحییٰ بن عبداللہ کے پاس یہ صلح نامہ بھیجا۔ چنانچہ یحییٰ اور فضل دونوں بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔ اس صلح میں والیِ دیلم کو بھی جس نے اپنے قلعہ میں یحییٰ بن عبداللہ کو قیام پذیر ہونے کا موقعہ دیا تھا اور ہر طرح اُن کا معین ومددگار تھا دس لاکھ روپیہ اس شرط پر دینا کیا گیا تھا کہ وہ یحییٰ بن عبداللہ کو صلح پر آمادہ کر دے چنانچہ وہ رقم اُس کے پاس بھجوا دی گئی یحییٰ اور فضل جب بغداد میں پہنچے تو ہارون الرشید نے نہایت عزت اور تپاک کے ساتھ یحییٰ بن عبداللہ سے ملاقات کی جاگیر مقرر کی انعامات دیئے اور اس کام کے صلہ میں فضل بن یحییٰ کے مرتبہ میں بھی اضافہ کیا گیا اور یحییٰ بن عبداللہ کو فضل بن یحییٰ کے سپرد کیا گیا کہ تم ہی ان کو اپنے پاس رکھو۔ چنانچہ یحییٰ بن عبداللہ آرام سے فضل بن یحییٰ کی نگرانی میں زندگی بسر کرنے لگے اور بغداد میں رہنے لگے۔

۱۷۶ھ میں ہارون الرشید کے پاس خبر پہنچی کہ مصر کا گورنر موسیٰ بن عیسیٰ دعوت علویہ سے متاثر ہے اور وہ انقلاب خلافت کی تدابیر میں مصروف ہے۔ ہارون الرشید نے مُلک مصر کی گورنری کا انتظام جعفر بن یحییٰ برمکی کے سپرد کیا جعفر نے عمر بن مہران کو جس کی کنیت ابوحفص تھی مصر کی گورنری کے لئے تجویز کیا۔ اس نے اس شرط پر مصر کی گورنری منظور کی کہ میں جب مُلک مصر کے کاموں کا انتظام کر چکوں اور خراجِ مصر کا بقایا سب وصول کر کے داخل خزانہ کر دوں تو پھر مصر سے واپسی میرے اختیار میں رہے کہ جب چاہوں واپس چلا آؤں اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ ہارون الرشید نے اس شرط کو منظور کر کے سندِ گورنری عمر بن مہران کو

لکھ دی اُس نے مصر میں جا کر موسیٰ بن عیسیٰ سے چارج لیا اور چند روز میں تمام بقایا وہاں کے لوگوں سے وصول کر کے بغداد واپس چلا آیا۔ اور مصر کی گورنری پر ہارون نے اسحاق بن سلیمان کو روانہ کیا۔

ملک شام میں بدامنی

۱۷۶ھ میں ملکِ شام کے اندر مضریہ و یمانیہ قبائل کی خانہ جنگی نے ترقی کر کے خطرناک صورت اختیار کی۔ دمشق کا گورنر عبدالصمد بن علی اس خانہ جنگی کے فرو کرنے میں ناکام رہا تو ہارون الرشید نے عبدالصمد کو معزول کر کے ابراہیم بن صالح کو مصر کی گورنری پر مامور کیا۔ مگر ابراہیم بن صالح نے یمانیہ قبائل کی درپردہ اعانت و حمایت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرصہ دراز تک یہ فتنہ فرو نہ ہوا۔ اور قبائل مضر نے دمشق پر قبضہ کر کے کئی مرتبہ حاکم دمشق کو بے دخل اور معطل کیا آخر مجبور ہو کر ہارون الرشید نے جعفر بن یحییٰ برمکی کو شام کی طرف روانہ کیا اور ۱۸۰ھ میں جعفر مکی اس فساد کو فرو کرنے کے بعد دارالخلافہ بغداد میں واپس آیا۔

اسی سال یعنی ۱۷۶ھ میں افواجِ صائفہ کے سردار عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن صالح نے رومیوں کے شہر دیبہ کو فتح کیا اور رومی لشکر کو کئی شکستیں دیں۔

عطاف بن سفیان کی بغاوت

۱۷۷ھ میں عطاف بن سفیان ازدی نے علم بغاوت بلند کر کے موصل اور اس کی نواحی ولایتوں پر قبضہ کر لیا اور گورنر موصل کو دارالامارت میں محصور و محبوس کر کے چار ہزار جنگ آوروں کو لے کر خراج وصول کرنا شروع کر دیا۔ یہ حالات سُن کر ہارون خود بغداد سے فوج لے کر اُس طرف گیا۔ عطاف ارمینیا کی طرف بھاگ گیا۔ ہارون نے موصل کی شہر پناہ کو منہدم کرا دیا اور بغاوتِ مصر اور بغاوت خراسان کی خبر سُن کر فوراً بغداد واپس چلا آیا۔ عطاف ارمینیا سے شہر رقہ میں واپس چلا آیا اور یہیں سکونت اختیار کر کے خاموش زندگی بسر کرنے لگا۔ اسی سال عبدالرزاق بن حمید ثعلبی نے بلادِ روم پر فوج کشی کی اور رومیوں کو سزا دے کر واپس آیا۔

بغاوت مصر

۱۷۸ھ کے آخر میں خبر پہنچی کہ مصر میں بعض قبائل سرکشی پر آمادہ ہیں۔ مصر کے گورنر اسحٰق

بن سلیمان نے اس بغاوت کے روکنے کی کوشش کی۔ مگر ۱۷۸ھ میں باغیوں نے علم بغاوت بلند کر کے میدان میں نکل اسحٰق بن سلیمان کو شکست دی۔ اُس زمانہ میں ہرثمہ بن اعین فلسطین کا عامل تھا... ہارون الرشید نے ہرثمہ کو لکھا کہ تم فوج لے کر مصر کی بغاوت فرو کرنے کے لئے جاؤ۔ ہرثمہ بن اعین نے مصر میں جا کر باغیوں کو مغلوب و منقاد کیا۔ ہارون الرشید نے مصر کی گورنری ہرثمہ بن اعین کو عطا کی مگر پھر ایک ہی مہینہ کے بعد ہرثمہ بن اعین کو مصر کی حکومت سے برطرف کر کے عبدالملک بن صالح کو مصر کی حکومت سپرد کی۔

فتنۂ خوارج

جس زمانے میں مصر و شام و موصل وغیرہ میں بغاوتیں ہو رہی تھیں۔ اُسی زمانے میں خراسان کے اندر قیس بن ثعلبہ کے آزاد غلام حصین خارجی نے علمِ بغاوت بلند کر کے بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ خراسان کے گورنر خالد بن عطا کندی نے داؤد بن یزید کو سیستان کا عامل بنایا تھا اُس نے عثمان بن عمارہ کو حصین خارجی کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ حصین نے اُس کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اس کے بعد بادغیس۔ بوسنج اور ہرات کو لوٹ مار سے غارت کیا۔ اس کے بعد خالد کندی نے بارہ ہزار کا لشکر حصین کی گرفتاری پر مامور کیا حصین نے صرف چھ سو آدمیوں سے اس بارہ ہزار کے لشکر کو شکست فاش دی اور برابر فساد و بدامنی پھیلاتا رہا۔ بار بار لڑائیاں ہوئیں مگر ہر لڑائی میں حصین نے لشکرِ خراسان کو شکست دی آخر ۱۷۷ھ کے ابتدائی ایام میں حصین خارجی کے قتل ہونے سے خراسان میں امن و امان قائم ہوا اسی سال یعنی ۱۷۷ھ میں زفر بن عاصم نے بلادِ روم پر فوج کشی کی۔

۱۷۹ھ کے ماہ رمضان میں خلیفہ ہارون الرشید نے عمرہ ادا کیا اور اسی احرام سے حج کیا مکہ معظمہ سے عرفات تک پیادہ سفر کیا۔ اسی سال حضرت امام مالکؒ بن انس نے ۱۱ ربیع الثانی کو بعمر ۸۰ سال وفات پائی اور اسی سال یعنی ماہ ذیقعدہ ۱۷۹ھ میں امام ابوحنیفہؒ کے بیٹے حماد نے وفات پائی۔

۱۸۰ھ میں ماوراء النہر کی طرف ترکوں اور مغلوں پر جہاد کرنے کے لئے فوجیں روانہ کی گئیں اور خراسان گورنری پر علی بن عیسٰی بن ماہان کو مامور کیا گیا۔ اس تقرر کو ہارون الرشید کے وزیر اعظم یحیٰی بن خالد بن برمک نے ناپسند کیا اور علی بن عیسٰی کی سخت مزاجی کی طرف توجہ دلائی مگر ہارون نے یحیٰی کے مشورے کو نہیں مانا اور علی بن عیسٰی کو خراسان روانہ کر دیا۔ یحیٰی بن خالد کو فطرتاً یہ بات پسند نہ تھی کہ اہلِ خراسان پر جو اُس کا آبائی وطن تھا ظلم و تشدد ہو ادھر خراسان

کی آئے دن کی بغاوتیں مجبور کرتی تھیں کہ ہارون کسی سخت گیر شخص کو خراسان کی حکومت سپرد کرے۔ اسی سال یعنی ۱۸۰ھ میں سخت زلزلہ آیا جس کے صدمہ سے اسکندریہ کے مینار گر پڑے اسی سال ہشام بن عبدالرحمٰن سلطان اندلس کا انتقال ہوا اور اُس کا بیٹا سلطان الحکم تخت نشین ہوا۔ اسی سال ابو بشر عمرو بن عثمان ملقب بہ سیبویہ جو علم نحو کا امام اور شہر بیضا (بلاد فارس) کا رہنے والا تھا چالیس سال سے کچھ زیادہ کی عمر میں فوت ہوا۔

۱۸۱ھ میں خلیفہ ہارون الرشید نے بذاتِ خود بلادِ روم پر فوج کشی کی اور قلعہ صفصاف کو بزور شمشیر فتح کیا۔ اسی سال عبدالملک بن صالح نے انقرہ تک کا علاقہ فتح کر لیا اسی سال رومیوں اور مسلمانوں میں اس بات کی تحریک ہوئی کہ رومی اپنے قیدیوں کو مسلمانوں کی قید سے آزاد کرالیں اور اس کے معاوضہ میں مسلمانوں کو جو اُن کی قید میں ہیں آزاد کر دیں۔ یہ سب سے پہلی صلح دولتِ عباسیہ کی رومیوں کے ساتھ ہوئی مقام لامس سے جو طرسوس سے بارہ فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔ علماء و اعیان سلطنت اور تیس ہزار فوج معہ باشندگان سرحد جمع ہوتے۔ والیِ طرسوس بھی آیا اور ہارون الرشید کے بیٹے قاسم المعروف بہ مؤتمن کے زیر اہتمام ایک بڑی شاندار مجلس منعقد ہوئی۔ رومی مسلمان قیدیوں کو جن کی تعداد تین ہزار سات سو تھی لے کر آئے اُن کے معاوضہ میں مؤتمن نے عیسائی قیدیوں کو اُن کے سپرد کر دیا۔ اسی سال ہرثمہ بن اعین افریقہ کی گورنری سے مستعفی ہو کر بغداد آیا اور ہارون الرشید کے رکابی دستہ فوج کا افسر مقرر ہوا اور محمد بن مقاتل بن عکیم افریقیہ کی گورنری پر بھیجا گیا۔

مامون کی ولی عہدی

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ہارون الرشید نے ۱۷۵ھ میں اپنے بیٹے امین بن زبیدہ خاتون کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ اُس وقت امین اور مامون دونوں کی عمر پانچ پانچ سال کی تھی ایسی چھوٹی عمر میں آج تک کوئی ولی عہد کسی مسلمان فرماں روا نے نہیں بنایا تھا۔ اب ہارون نے ۱۸۲ھ میں اپنے بیٹے مامون بن مراجل کو جب کہ اُس کی عمر بارہ سال کی تھی امین کے بعد ولی عہد بنایا یعنی لوگوں سے اس بات کی بیعت لی کہ امین کے بعد مامون تختِ خلافت کا مالک ہوگا۔ مامون کا اصل نام عبداللہ اور امین کا اصل نام محمد تھا۔ جب محمد کو ۱۷۵ھ میں ولی عہد بنایا تھا تو اُس کو امین کا خطاب دیا تھا اور اب جب عبداللہ کو ولی عہد دوم مقرر کیا تو

اُس کو مامون کا خطاب دیا اور خراسان نیز اُس کے ملحقہ علاقہ یعنی ہمدان تک کی سند گورنری مامون کو عطا کر کے عیسیٰ بن علی گورنر خراسان کو طلب کیا۔ جب وہ آ گیا تو مامون کی طرف سے اُس کو خراسان کی حکومت کی سند دے کر خراسان کی جانب واپس کر دیا۔ اسی سال یعنی ۲۰ رجب ۱۸۲ھ کو امام ابو یوسف نے جن کا نام یعقوب تھا اور امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد اور بغداد کے قاضی القضاۃ تھے وفات پائی۔

وہب بن عبداللہ نسائی اور حمزہ خارجی کا خروج

جب کہ عیسیٰ بن علی مامون الرشید کی تقریب ولی عہدی کے سلسلہ میں بغداد کی طرف آیا تو ابو خصیب وہب بن عبداللہ نسائی نے علم بغاوت بلند کر کے خراسان میں لوٹ مار شروع کر دی۔ جب عیسیٰ بن علی نے واپس جا کر اُس کا تعاقب کیا تو وہب نے خائف ہو کر امان طلب کی چنانچہ اُس کو امان دے دی گئی اور وہ خاموش ہو کر بیٹھ گیا اس واقعہ کے بعد ہی یہ خبر مشہور ہوئی کہ بلاد باوغیس میں حمزہ بن اترک خارجی نے خروج کیا ہے اور شہروں پر قبضہ کرتا جاتا ہے۔ ہرات میں اُن دنوں عمرو بن یزید اُزدی عامل تھا اُس نے چھ ہزار سواروں کی جمعیت لے کر حمزہ پر حملہ کیا۔ حمزہ نے اُس کو شکست دے کر اُس کے بہت سے سواروں کو قتل کر ڈالا اور اسی ہنگامہ میں عمرو بھی کچل کر مر گیا۔ یہ سُن کر علی بن عیسیٰ نے اپنے لڑکے حسن بن علی کو دس ہزار فوج دے کر حمزہ کے مقابلہ کو روانہ کیا مگر حسن نے حمزہ کا مقابلہ نہ کیا۔ تب علی بن عیسیٰ نے اپنے دوسرے بیٹے عیسیٰ بن علی کو مامور کیا۔ مقابلہ ہوا اور حمزہ نے عیسیٰ بن علی کو شکست دے کر بھگا دیا۔ علی بن عیسیٰ نے عیسیٰ بن علی کو دوبارہ تازہ دم فوج دے کر پھر حمزہ کے مقابلے پر بھیجا۔ مقام نیشاپور میں مقام معرکہ کارزار گرم ہوا اس معرکہ میں حمزہ شکست کھا کر قہستان کی طرف بھاگا۔ دس ہزار آدمی حمزہ کے میدان جنگ میں کام آئے اور صرف چالیس آدمی جان بچا کر حمزہ کے ساتھ قہستان کی طرف گئے۔ عیسیٰ بن علی نے اوق۔ جوین اور اُن قصبات و دیہات کی طرف اپنے لشکریوں کو متعین کیا جو حمزہ کی مدد کر رہے تھے اور نہایت بے رحمی سے چن چن کر خوارج کو قتل کیا یہاں تک کہ تیس ہزار آدمی اس طرح مارے گئے اس کے بعد عیسیٰ نے مقام زرنج میں عبداللہ بن عباس نسفی کو مال غنیمت جمع کرنے کے لئے چھوڑ کر خود کابل و زابلستان تک بڑھتا چلا گیا۔ ابو خصیب وہب بن عبداللہ جو شہر نسا میں امان طلب کرنے کے بعد خاموش بیٹھا تھا۔ میدان خالی دیکھ کر عہد شکنی پر مستعد ہو گیا اور باغیوں کا ایک گروہ کثیر اپنے گرد جمع کر کے ابیورد۔ نسا۔ طوس اور نیشاپور پر قابض ہو گیا۔ اُدھر حمزہ نے اپنی مختصر جمعیت سے گاؤں اور قصبوں پر چھاپے مارنے اور راستے لوٹنے شروع کر دیئے۔ غرض حمزہ اور وہب نے چار سال تک علی بن عیسیٰ اور اُس کے ہمراہیوں کو

چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ اس عرصہ میں بعض اوقات ابوخصیب نے مرو کا بھی محاصرہ کیا۔ آخر ۱۸۶ھ میں وہب کے مارے جانے سے خراسان میں امن و امان قائم ہوا۔ اور علی بن عیسیٰ نے اہل خراسان پر سختی و تشدد شروع کیا۔

اسی سال ۱۸۲ھ میں عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن صالح صائفہ کے ساتھ بغرض جہاد بلاد روم کی طرف روانہ ہوا اسی زمانہ میں رومیوں نے اپنے بادشاہ قسطنطین کی وفات کے بعد اس کی ماں ملکہ رینی کو عطشہ کے لقب سے تخت نشین کیا۔ ہارون الرشید کے رعب واقتدار کا جو دبار قسطنطنیہ پر چھایا ہوا تھا یہ نتیجہ ہوا کہ اس رومی ملکہ نے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی اور اسلامی سرداروں کے پاس پیغامات بھیج کر ان کو صلح کی جانب مائل کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ فرانس کا بادشاہ شارلیمین اٹلی کا ملک فتح کر چکا تھا اور مغربی روم پر قابض ہو کر مشرقی روم یعنی سلطنت قسطنطنیہ پر بھی دانت رکھتا تھا اس لیے اس رومی ملکہ نے بڑی دانائی کے ساتھ ہارون الرشید کو جزیہ دینا منظور کر کے صلح کر لی اور اپنے آپ کو مغربی خطرہ کا مقابلہ کرنے کے قابل بنا لیا۔

صوبہ ارمینیا کا فساد

۱۸۳ھ میں خاقان بادشاہ خزر کی لڑکی فضل بن یحییٰ کی طرف روانہ کی گئی مقام بردعہ میں پہنچ کر اتفاقاً یہ لڑکی مر گئی۔ اس کے ہمراہیوں نے واپس ہو کر اس کے باپ سے کہا کہ مسلمانوں نے مکر و حیلہ سے اس کو مار دیا ہے۔ خاقان نے یہ سن کر لشکر عظیم فراہم کیا اور بلاد اسلامیہ پر حملہ آوری کی غرض سے باب الابواب سے خروج کیا۔ صوبہ ارمینیا کا عامل سعید بن مسلم تاب مقاومت نہ لا سکا۔ خاقان نے صوبہ ارمینیا میں ایک لاکھ مسلمانوں کو قتل کر دیا اور ہزارہا مسلمانوں اور ان کے عورتوں بچوں کو گرفتار کر کے ایسی ایسی اذیتیں پہنچائیں جن کے سننے سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عالم اسلامی میں یہ واقعہ ایک حادثہ عظیم سمجھا جاتا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے یزید بن مزید کو صوبہ ارمینیا کی گورنری پر مامور کر کے روانہ کیا اور وہ اس سے پہلے صوبہ آذربائیجان کا عامل تھا۔ اب صوبہ ارمینیا بھی اس کی حکومت میں شامل کر دیا۔ ادھر خزیمہ بن خازم کو نصیبین میں اہل ارمینیا کی امداد کے لیے متعین کیا۔ یزید و خزیمہ کی فوجوں کے حدود ارمینیا میں داخل ہوتے ہی اہل خزر ارمینیا کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور اسلامی فوج نے دوبارہ اپنا قبضہ و تسلط قائم کیا۔

امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق کو ہارون الرشید نے احتیاطاً بغداد ہی میں قیام رکھنے پر

مجبور کیا تھا اور علویوں کے خروج سے خائف ہو کر اُن کو بغداد سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اسی سال یعنی ۲۵ ماہ رجب روز جمعہ ۱۸۳ھ کو امام موسیٰ کاظم فوت ہو کر بغداد میں مدفون ہوئے۔ یہ شیعوں کے ساتویں امام مانے جاتے ہیں ان کی اور امام محمد تقی کی قبر پر ایک گنبد کے نیچے بغداد میں موجود ہیں جو کاظمین کے نام سے مشہور ہے۔

ابراہیم بن اغلب اور شہر عباسیہ

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ہارون الرشید نے صوبہ افریقیہ کی حکومت پر محمد بن مقاتل بن حکیم کو ہرثمہ بن اعین کے مستعفی ہونے کے بعد بھیج دیا تھا۔ یہ محمد بن مقاتل ہارون الرشید کا رضاعی بھائی تھا۔ اُس نے جا کر اہلِ افریقیہ کی بغاوت کو فرو کیا یہ بغاوت ہرثمہ بن اعین کے افریقیہ سے جُدا ہوتے ہی نمودار ہو گئی تھی۔ محمد بن مقاتل نے نہایت ہوشیاری اور قابلیت کے ساتھ اہلِ افریقیہ کو مطیع کیا۔ لیکن وہ لوگ طاقت کے آگے مجبور ہو کر خاموش و مطیع تھے۔ دل سے وہ بغاوت پر آمادہ اور محمد بن مقاتل سے ناراض تھے۔ ان لوگوں کی بغاوت و سرکشی کا ایک خاص سبب یہ بھی تھا کہ وہ ولایت زاب کے عامل ابراہیم بن اغلب سے ہمیشہ مشورے لیتے رہتے تھے اور ابراہیم بن اغلب باغیوں کے سرداروں سے مخفی طور پر ساز باز رکھتا اور اُن کو امداد پہنچاتا رہتا تھا۔ صوبہ افریقیہ کی مسلسل بغاوتوں کے سبب یہ حالت تھی کہ خزانہ مصر یعنی خراج مصر سے ایک لاکھ دینار سالانہ صوبہ افریقیہ کے مصارف اور اس پر حکومت قائم رکھنے کے لیے دیا جاتا تھا یعنی صوبہ افریقیہ بجائے اس کے کہ سالانہ خراج بھیجے اور ایک لاکھ سالانہ خرچ کرا دیتا تھا۔ محمد بن مقاتل نے اگرچہ امن و امان قائم کر دیا۔ لیکن مصر کے خزانہ سے جو روپیہ دیا جاتا تھا وہ بدستور دیا جاتا رہا۔ اب ابراہیم بن اغلب نے درخواست بھیجی کہ مجھ کو صوبہ افریقیہ کا گورنر بنا دیا جائے۔ میں نہ صرف یہ کہ ایک لاکھ سالانہ نہ لوں گا بلکہ چار لاکھ سالانہ خراج خزانہ خلافت میں بھجواتا رہوں گا۔ ہارون الرشید نے اس معاملہ میں مشیروں سے مشورہ کیا تو ہرثمہ بن اعین نے رائے دی کہ ابراہیم بن اغلب کو افریقیہ کی گورنری دے دینے میں کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ ہارون الرشید نے محرم ۱۸۴ھ میں ابراہیم کے پاس سندِ گورنری بھیج دی۔ ابراہیم نے افریقیہ پہنچتے ہی وہاں کے تمام باغی سرداروں کے جن سے ابراہیم خوب واقف تھا چُن چُن کر گرفتار کیا اور بغداد بھیج دیا جس سے تمام شورش یکایک فرو ہو گئی۔ اس کے

بعد ابراہیم بن اغلب نے قیروان کے پاس ایک شہر آباد کیا اور اُس کا نام عباسیہ رکھا۔ اسی عباسیہ کو اُس نے دارالحکومت بنایا۔ اس کے بعد اس کی نسل میں عرصہ دراز تک یہاں کی مستقل حکومت رہی جس کا حال آئندہ بیان ہوگا۔

اسی سال یعنی ۱۸۴ھ میں ہارون الرشید نے یمن اور مکہ کی حکومت حماد بربری کو عطا کی اور سندھ کی حکومت پر داؤد بن یزید بن حاتم کو روانہ کیا۔ قہستان کی حکومت یحییٰ حریشی کو اور طبرستان کی حکومت مہرویہ رازی کو دی۔

۱۸۵ھ میں اہل طبرستان نے یورش کر کے مہرویہ کو مار ڈالا تب بجائے اُس کے عبداللہ بن سعید حریشی مامور کیا گیا۔ اسی سال یزید بن مزید شیبانی نے جو آذربائیجان و ارمینیا کا گورنر تھا وفات پائی۔ بجائے اُس کے اُس کا بیٹا اسد بن یزید مامور کیا گیا۔

۱۸۶ھ میں جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے علی بن عیسیٰ خراسان کی تمام بغاوتوں پر غالب آکر وہاں امن و سکون قائم کر سکا اور وہب بن عبداللہ نسائی مارا گیا۔ علی بن عیسیٰ کو زیادہ دنوں چین سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا خراسان میں اُس کے خلاف ایک اور طوفان برپا ہو گیا۔ اہل خراسان نے علی بن عیسیٰ کی شکایت میں مسلسل دربار خلافت میں عرضیاں بھیجنی شروع کیں یحییٰ بن خالد علی بن عیسیٰ کی گورنری خراسان سے خوش نہ تھا چنانچہ یحییٰ کے دونوں چھوٹے بیٹوں موسیٰ۔ محمد نے جن کو اہل خراسان میں کافی رسوخ حاصل تھا۔ وہب بن عبداللہ اور حمزہ خارجی کو بغاوت پر اُکسادیا تھا اور انھیں کی درپردہ کوششوں کا نتیجہ تھا کہ خراسان میں مسلسل کئی برس تک بدامنی و فساد کا بازار گرم رہا۔ اس عرصہ میں خلیفہ ہارون الرشید کو یحییٰ و جعفر کی طرف سے کئی مرتبہ توجہ دلائی گئی کہ علی بن عیسیٰ کو خراسان سے معزول کر دیا جائے۔ مگر ہارون الرشید نے کوئی التفات نہیں کیا۔ اب جب کہ تیر و شمشیر کے ہنگامے خراسان میں فرو ہو گئے تو کاغذ کے گھوڑے دوڑنے شروع ہوئے۔ یعنی برمکیوں کی تحریک کا نتیجہ تھا کہ خراسانیوں نے علی بن عیسیٰ کی شکایتوں میں عرضی پر عرضی بھیجنا شروع کر دی۔ جب ان شکایتی عرضیوں کا شمار حد سے متجاوز ہونے لگا اور یہ شکایتیں بھی آنے لگیں کہ علی بن عیسیٰ نہ صرف ظلم و تشدد میں حد سے گذر گیا ہے بلکہ وہ تخت خلافت کے اُلٹ دینے کی تدابیر میں مصروف ہے تو ہارون نے مجبوراً خود بغداد سے کوچ کیا اور مقام رے میں پہنچ کر قیام کیا۔ علی بن عیسیٰ خلیفہ کے آنے کا حال سُن کر مع تحف و ہدایا مرو سے چل کر رے میں آیا اور خلیفہ ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی فرماں برداری اور

اخلاص کا ثبوت پیش کیا۔ ہارون نے خوش ہو کر اُس کو خراسان کی گورنری پر مامور رکھا اور رَے وطبرستان ونہاوند، قومس وہمدان کی ولایتوں کو بھی اُس کی حکومت میں شامل کر دیا۔

موتمن کی ولی عہدی

اسی سال یعنی ۱۸۶ھ میں خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے تیسرے بیٹے قاسم کو بھی ولی عہد بنایا یعنی لوگوں سے اس بات کی بیعت لی کہ مامون کے بعد قاسم تختِ خلافت کا مالک ہوگا اسی موقعہ پر قاسم کو موتمن کا خطاب دیا۔ لیکن موتمن کو ولی عہد سوم بناتے ہوئے بیعت میں یہ شرط رکھ دی کہ اگر موتمن لائق ہو تو مامون کا جانشین بنے گا ورنہ مامون کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اُس کو معزول کر کے کسی دوسرے کو اپنا ولی عہد بنائے۔ ولی عہد اول یعنی امین کو عراق، شام اور عرب کے مُلکوں کی حکومت سپرد کی۔ مامون کو ممالک مشرقیہ دیئے تھے۔ موتمن کو جزیرہ ثغور اور عواصم کے صوبوں کی حکومت عطا کی۔ پھر امین سے ایک عہد نامہ لکھوایا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں مامون کے ساتھ ایفائے عہد کروں گا۔ اسی طرح مامون سے ایک عہد نامہ لکھوایا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں امین کے ساتھ وعدہ وفا کروں گا۔ ان عہد ناموں پر اکابرِ علماء، مشاہیرِ مشائخ، سردارانِ لشکر، اراکینِ سلطنت بزرگانِ مدینہ اور بزرگانِ مکہ کے دستخط کرا کر خانہ کعبہ میں آویزاں کرا دیا۔ جو جو مُلک جس جس بیٹے کو دیا تھا اُسی پر اُن کو قناعت کرنے اور کسی دوسرے بھائی کا مُلک نہ لینے کا بھی اقرار لیا گیا تھا۔ صرف خلافت میں ترتیب رکھی تھی یعنی اوّل امین خلیفۃ المسلمین ہوگا اور مامون اُس کی فرماں برداری کا اقرار کرے گا۔ لیکن امین کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ مامون کو ان ملکوں کی حکومت سے معزول کر سکے جن کو ہارون نے مامون کی حکومت کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ امین کے بعد مامون خلیفہ ہوگا وغیرہ یہ سب کچھ اُسی عہد نامہ میں تصریح تھی جس پر امین و مامون وغیرہ سب کے دستخط و اقرار تھے اور جو خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا۔ اس طرح ہارون الرشید نے اپنی سلطنت کو اپنے بیٹوں میں تقسیم کر کے آئندہ کے لئے اُن میں لڑائی جھگڑے کے پیدا ہونے کا امکان مٹانا چاہا تھا۔ لیکن یہ ہارون الرشید کی کوئی عاقلانہ حرکت نہ تھی غالباً محبت پدری نے اُس کو ایک ایسی حرکت اور ایسے کام پر آمادہ کر دیا جس کو کسی طرح بھی کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔

ہارون الرشید کا قابلِ تذکرہ حج

خلیفہ ہارون الرشید کو حج کرنے کا بہت ہی شوق تھا وہ کسی سخت مجبوری کے بغیر حج کو نہ چھوڑتا اُس کا دستور تھا کہ ایک سال کفار پر جہاد کرتا اور ایک سال حج کے لئے جاتا۔ کسی خلیفہ نے اس قدر حج نہیں کئے جس قدر ہارون الرشید نے کئے ہیں مگر ۱۸۶ھ کا حج۔ اس نے خصوصیت کے ساتھ قابلِ تذکرہ ہے کہ اسی حج کے ایام میں خانۂ کعبہ پر وہ عہد نامہ لٹکایا گیا جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور اسی حج سے فارغ ہو کر ہارون الرشید نے خاندانِ برامکہ کی طاقت کو توڑا۔ ہارون الرشید نے انبار سے بقصدِ حج مکہ معظمہ کی طرف کوچ کیا اس کے ہمراہ اُس کے تینوں بیٹے امین و مامون و موتمن تھے جعفر بن یحیٰی بھی جو آج کل وزیر اعظم تھا اُس کے ساتھ تھا مکہ معظمہ میں حج سے فارغ ہو کر مدینۂ منورہ گیا۔ اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ کو اپنی داد و دہش اور انعامات سے مالا مال کر دیا اپنی اور اپنے بیٹوں کی طرف سے ایک کروڑ پانچ لاکھ اشرفیاں خیرات میں تقسیم کیں۔ مدینہ منورہ سے فارغ ہو کر واپس لوٹا اور مقام انبار میں قیام کیا اسی مقام پر جعفر بن یحیٰی برمکی کو محرم ۱۸۷ھ کی آخری تاریخ میں قتل کرا دیا۔

برامکہ اور اُن کا زوال

خلیفہ ہارون الرشید کی خلافت کے حالات بیان کرتے ہوئے اس وقت ہم ۱۸۷ھ تک پہنچ گئے ہیں۔ اس سال کے ابتدائی مہینہ میں ہارون الرشید نے اپنے وزیر جعفر برمکی کو قتل کرایا اور اُس کے بھائی فضل اور باپ یحیٰی کو قید کر دیا۔ بادشاہوں اور خلیفوں کے حالات میں کسی وزیر کا قتل ہونا اور کسی وزیر کا قید ہونا کوئی غیر معمولی اور بہت ہی عظیم الشان واقعہ نہیں ہوا کرتا۔ فرماں رواؤں کی تاریخ اسی قسم کے واقعات سے لبریز ہوا کرتی ہے بادشاہوں کے کارنامے عموماً خون کی روشنائی سے لکھے جاتے ہیں۔ لیکن برامکہ کے زوال اور جعفر کے قتل کا معمولی واقعہ ہنگامہ پسند اور واقعہ پرست لوگوں اور دروغ باف قصہ گویوں، ناول نویسوں اور عجائب پرست جاہلوں کی بدولت ایسی بدنما صورت اختیار کر چکا ہے کہ جس طرح آج محمود غزنوی اور اورنگ زیب عالمگیر کی نسبت بہت سے پڑھے لکھے جاہل اور عاقل نما احمق غلط فہمی میں مبتلا ہو کر دوسروں کو مبتلا کرتے اور مقصدِ اسلامی کو نقصان پہنچاتے ہیں اور محمود

وعالمگیر کے متعلق ضرورت پیدا ہوگئی ہے کہ جھوٹ کو جھوٹ ثابت کرکے آئینہ حقیقت نما سامنے رکھ دیا جائے۔ اسی طرح ضرورت ہے کہ قتل جعفر اور زوالِ برامکہ پر بھی کسی قدر وسیع کلام کرکے دروغ کے فروغ کو مٹا دیا جائے لہٰذا ضرورتاً ۱۸۷ھ کے اس واقعہ کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے برمکی خاندان کی مختصر تاریخ، اُس کے بعد وہ غلط اور سراپا دروغ روایت جو جاہل احمقوں میں شہرت پاچکی اور بہت سے پڑھے لکھوں کی زبان سے ادا ہوچکی ہے اُس کے بعد حقیقتِ اصلیہ بیان ہوگی ــــ وباللہ التوفیق۔

خاندان برمک

ایرانیوں میں سب سے قدیم مہ آبادی مذہب تھا۔ جس میں ستارہ پرستی زیادہ اور آتش پرستی کم تھی۔ مہ آباد کے بعد اُس کے مذہب کی تجدید کے لئے یکے بعد دیگرے بہت سے پیغمبر بطور مجدد آئے ان سب کے بعد شت وخشور زردشت کا ظہور ہوا۔ زردشت نے جس شریعت کو رواج دیا۔ خدا جانے اُس کی اصلی صورت کیا ہوگی۔ مگر آج کل جو کچھ پتہ چلتا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ زردشت کی شریعت میں آتش پرستی زیادہ اور ستارہ پرستی کم تھی۔ زردشت کی زندگی ہی میں اُس کا مذہب شاہی مذہب ہوکر ایران کے اکثر حصہ میں پھیل گیا تھا۔ اسفندیار کی پہلوانی دروئین تنی نے افغانستان وپنجاب تک اس مذہب کو پھیلایا اور ہندوستان کے اعلم العلماء وشمس الفضلا سنگراچہ و بیاس جی نے زردشت کے پاس بلخ میں حاضر ہوکر بیعت کی اور ہندوستان میں واپس آکر آتش پرستی کی اشاعت شروع کی جس کی یادگار اب تک ہندوؤں کے ہون کی شکل میں نمودار ہے۔ زردشت اور اُس کے مُرید باخلاص تارک السلطنت بادشاہ لہراسپ کا آخری قیام گاہ بلخ ہی تھا۔ بلخ کو دینِ آتش پرستی کے ساتھ وہی تعلق ہے جو بیت المقدس یا یروشلم کو عیسویت کے ساتھ یا بودھ مذہب کو گیا جی کے ساتھ ہے سکندر یونانی نے اصطخر۔ سمرقند۔ کانگڑہ، کراچی، بابل کا درمیانی رقبہ اپنی تاخت وتاراج سے بالکل تہ وبالا کردیا تھا یعنی رقبہ کیانی خاندان کی آتش پرست سلطنت کا محکوم ومغلوب رقبہ تھا! اسی رقبہ میں آتش پرستی رائج تھی، یونانیوں کے سیلاب نے کیانیوں کی حکومت کے ساتھ ہی آتش پرستی کو ٹھنڈا کردیا سینکڑوں برس کے بعد یونانیوں کے شکنجے سے ایرانیوں کی گردنیں چھوٹیں اور ساسانِ اوّل نے ایرانی طائف الملوکی کو پھر ایک شہنشاہی کی شکل میں تبدیل کرکے دینِ زردشتی کی خاکستر میں سے چنگاریاں نکال کر جابجا آتشکدے روشن کردیئے۔ بلخ کو چینیوں نے زردشت ہی کے زمانے میں حملہ کرکے ویران کردیا تھا لیکن بلخ چند ہی روز کے بعد پھر آباد اور آتش

پرستوں کا قبلہ تھا۔ سکندری سیلاب نے بلخ کی گرم بازاری کو سرد کر دیا تھا۔ لیکن راسخ العقیدت زردشتیوں کا وہ بدستور اُمید گاہ تھا۔ ساسانیوں کے عہد میں اُس کی عظمت نے دوبارہ عہدِ شباب پایا۔ جب قادسیہ و نہاوند کے میدانوں میں ساسانی سلطنت کے سانس پورے ہوگئے تو بلخ کے آتش کدے کی رونق اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ کیونکہ ایران کا شکست خوردہ شہنشاہ اور دربارِ ایران کے بقیہ مفرور سرداروں کا جمگھٹ بلخ ہی کی طرف متوجہ ہو کر بلخ کے آتش کدہ موسومہ نوبہار میں مصروفِ یزدان پرستی ہوا۔ اُس زمانے میں نوبہار کے مغ اعظم کی شان و عظمت قابلِ دید ہوگی اور وہ دینِ آتش پرستی کے سرپرست اعظم شہنشاہِ ایران کی بربادی و بے کسی دیکھ دیکھ کر سب سے زیادہ متاثر ہوگا وہ سوچتا ہوگا کہ جس دین کے پیشواؤں میں میرا شمار ہے وہ دین ہی اب ذلیل و برباد ہونے والا ہے اور اُس کے ساتھ ہی میری اور میرے خاندان کی عظمت بھی رُخصت ہوا چاہتی ہے۔ آتش کدے کے امام یا متولی کو مغ کہتے تھے۔ ان مغوں میں جو سب سے بڑا اور سب کا افسر اور اپنے صوبہ کے تمام آتش کدوں کا مہتمم اور مرکزی آتش کدہ کا مغ ہوتا تھا وہ برمغ کہلاتا تھا۔ ایران کے چار مرکزی آتش کدوں میں سے ایک آتش کدہ نوبہار تھا۔ اس آتش کدہ کو سب سے زیادہ عظمت و شہرت حاصل تھی۔ کیونکہ بلخ لہراسپ کا مقتل اور زردشت کا قیام گاہ اور دینِ زردشتی کا مرکز سمجھا جاتا تھا اس لئے نوبہار کے برمغ کی عزت و عظمت آتش پرستوں اور ایرانیوں میں یقیناً بہت بلند ہوگی۔ ۳۱ھ میں مسلمان فتح مندوں کا سیلاب مرو کی طرف سے بڑھتا، میدانوں کو سمیٹتا اور پہاڑوں کو لپیٹتا ہوا بلخ تک پہنچا اور وہ آگ جس کی نسبت مشہور تھا کہ ہزاروں برس سے برابر روشن چلی آتی ہے افسردہ ہوگئی نہ آتش پرست رہے نہ آتش کدہ کی ضرورت رہی۔ نہ برمغ صاحب کی عزت و توقیر کرنے والا کوئی بڑا گروہ تھا نہ اُن کی آمدنی و آسائش کے سامان رہے مگر وہ اپنے اُسی خطاب یعنی برمغ کے نام سے پکارے جاتے تھے فتح مند اہلِ عرب اس نام کو برمک کہنے لگے۔ اس موقعہ پر یہ خیال کرنا غلطی ہوگی کہ اہلِ عرب نے نوبہار کو مسمار و منہدم کر کے آتش پرستوں کو عبادت سے روک دیا اور زبردستی مسلمان بنا لیا تھا۔ مسلمان اگر زبردستی آتش پرستوں کو مسلمان بناتے تو سب سے پہلے برمک کو مسلمان بناتے۔ لیکن اُنھوں نے برمک سے قطعاً کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ آتش پرست خود ہی اسلام میں داخل ہوتے اور اپنے مذہب کو چھوڑتے جاتے تھے اور اسی تبدیلیِ مذہب کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کو حیرت انگیز سرعت کے ساتھ فتوحات حاصل ہوئیں۔ مسلمانوں کا بلخ تک پہنچنا گویا مذہبِ اسلام کا بلخ تک پہنچنا تھا جس کا لازمی نتیجہ آتش کدہ نوبہار کی بربادی اور اُس کے مغ کی تباہ حالی تھا برمک چونکہ مذہبی پیشوا تھا۔ اس لئے

اُس نے مذہب اسلام قبول نہ کیا کیونکہ اسلام کے اس مُلک میں آنے سے اُس کو ہر قسم کا نقصان پہنچا تھا اور وہ مسلمانوں کو طیش و غضب کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ مسلمانوں کے آنے کے بعد سرحد چین کے مغل اور تُرک قبائل جو ایرانیوں کی قوم اور مذہب سے کوئی تعلق نہ رکھتے مگر ایرانی شہنشاہی کے رُعب سے بلخ پر حملہ آور نہ ہو سکتے تھے اب بلخ پر چھاپے مارنے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ یہی مغل سردار مسلمانوں کو جزیہ دینے کا اقرار کر کے بلخ پر حکمرانی کرنے لگے اور بعد میں قوت پاکر مسلمانوں کے لئے موجب مشکلات بھی ہوئے۔ ان مغلوں نے بلخ میں آتش پرستی کے تمام سامانوں کو مٹایا اور خاندان برمک کو ذلیل کر کے ادنیٰ طبقہ میں پہنچایا۔ عربوں نے پہلی مرتبہ اس طرف آکر زیادہ دنوں قیام نہیں کیا اور اندرونی جھگڑوں نے اُن کو سرحدوں کی طرف متوجہ ہی نہ ہونے دیا اور بلخ مغلوں کا تختۂ مشق بنا رہا۔ وہ برمک جو نوبہار کا مغ اور مجوسی سلطنت کا زمانہ دیکھے ہوئے تھا۔ فوت ہو گیا اُس کا بیٹا بھی جو دین زردشتی کا پیرو تھا اسی نام سے مشہور ہوا۔ اس دوسرے برمک نے نوبہار کی بہار کا زمانہ نہیں دیکھا تھا۔ ۸۶ھ میں جب قتیبہ بن مسلم گورنر خراسان نے بلخ پر چڑھائی کی تو وہاں سے کچھ لونڈیاں بھی گرفتار ہو کر آئیں اُن میں ایک اس برمک دوم کی بیوی بھی تھی جو قتیبہ بن مُسلم کے بھائی عبداللہ بن مُسلم کے حصے میں آئی تھی چند روز کے بعد جب اہل بلخ سے صلح ہوئی تو یہ تمام لونڈیاں اور قیدی واپس کئے گئے۔ چنانچہ عبداللہ بن مسلم کو بھی یہ عورت واپس کرنی پڑی۔ اس عورت نے رُخصت ہوتے وقت عبداللہ سے کہا کہ میں تجھ سے حاملہ ہو گئی ہوں۔ برمک کے یہاں پہنچ کر اس عورت کے پیٹ سے لڑکا پیدا ہوا۔ یہی لڑکا جعفر برمکی کا دادا تھا جس کا نام خالد تھا۔ ممکن ہے کہ یہ روایت بھی اُسی قسم کی فرضی کہانی ہو جیسی کہ عجائب پسند اور عجائب پرست لوگ تصنیف کر لیا کرتے ہیں۔

بہرحال برمک دوم کے یہاں ۸۶ھ یا ۸۷ھ میں خالد پیدا ہوا ۱۲۶ھ میں امام ابراہیم عباسی نے ابو مُسلم خراسانی کو خراسان کے دعاۃ کا افسر و مہتمم بنا کر بھیجا۔ ابو مُسلم نے خالد بن برمک کو جبکہ اُس کی عمر چالیس سال کے قریب تھی۔ اپنی جماعت میں شامل کیا۔ ابو مُسلم کو خالد بن برمک کے ساتھ بہت محبت تھی اور اُس کی خصوصی توجہ خالد کی تربیت اور افزائشِ مرتبت میں صرف ہوتی تھی ابو مُسلم نے جب خراسان سے ایک شخص کو بھیج کر ابو سلمہ خلال معروف بہ وزیر آل محمد کو قتل کرایا تو سفاح کو لکھا کہ آپ اب خالد بن برمک کو اپنا وزیر بنالیں چنانچہ عبداللہ سفاح پہلے عباسی خلیفہ نے خالد بن برمک کو اپنا وزیر بنالیا اور سفاح کی وفات تک خالد بن برمک وزیر رہا۔ سفاح کے بعد منصور عباسی تخت نشین ہوا تو اُس نے بھی خالد کو وزارت پر قائم رکھا۔ منصور نے اپنی خلافت

کے پہلے ہی سال ابو مُسلم کو جو خالد کا مزنی و ہم خیال و محسن تھا قتل کرا دیا خالد نے ابو مُسلم کے قتل ہونے پر اپنے کسی عمل سے اپنی دلی ناراضی اور ملال کا اظہار نہ ہونے دیا مگر منصور نے پھر بھی احتیاطاً قتل ابو مُسلم سے چار پانچ مہینے کے بعد خالد کو کسی بغاوت کے فرو کرنے کے بہانے سے روانہ کر کے ابو ایوب کو اپنا وزیر بنایا۔ چونکہ خالد سے کوئی علامت سرکشی اور بے وفائی کی ظاہر نہیں ہوئی تھی اس لئے خلیفہ منصور نے ایک کارگذار اور قابل شخص سے کام لینے اور فائدہ اُٹھانے میں کمی نہیں کی۔ خالد کے آئندہ طرزِ عمل نے منصور کو مطمئن کر دیا۔ چونکہ وہ ابو مُسلم جیسے سازشی، باہمت اور اُلوالعزم شخص کا شاگرد رشید اور سیاسی معاملات میں خوب تجربہ کار تھا۔ ایرانی عصبیت بھی اُس کے دل میں موجود تھی۔ ابو مُسلم کا انجام بھی وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اور اُس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا لہٰذا وہ ابو مسلم سے بھی زیادہ گہرا بن گیا اور منصور جیسے چوکس رہنے والے اداشناس خلیفہ سے بھی اپنے اصلی رنگ کو چھپا لینے میں کامیاب ہو گیا۔ موصل کی ولایت کا والی اور منصور کے بیٹے مہدی کا اتالیق رہا اور اپنے وقار و مرتبہ کو آخر عمر تک قائم رکھا۔ خلیفہ مہدی کا اتالیق ہونا اُس کے اور اُس کے خاندان کے لئے بے حد مفید اور ضروری تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ اُس نے خود اس بات کی کوشش کی ہو کہ مہدی کی اتالیقی اُس کو مل جائے۔ مہدی کی تخت نشینی اور منصور کی وفات کے بعد بھی خالد زندہ تھا۔ اب اُس کے عزت و مرتبہ میں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ مہدی کے عہدِ خلافت یعنی ۱۶۳ھ میں قریباً ۷۷ سال کی عمر میں خالد کا انتقال ہوا اُس کی آخری آدھی عمر سلطنتوں کے بننے اور بگڑنے کا تماشا دیکھنے میں صرف ہوئی تھی اور وہ خود سلطنتوں کو برباد کرنے اور نئی سلطنت قائم کرنے کے کام میں شریکِ غالب کی حیثیت سے کام کر چکا تھا۔ اُس کی وفات کے وقت اُس کے بیٹے یحیٰی کی عمر ۴۵ یا ۵۰ سال کی تھی اور اُس نے بھی ہوش سنبھالتے ہی یہ تمام تماشے اور ہنگامے دیکھے تھے۔ وہ اپنے باپ سے اُس کے تمام عزائم تمام خیالات۔ تمام خواہشات۔ تمام احتیاطیں ورثہ میں پا چکا تھا۔ وہ اپنے باپ دادا کی بربادی اپنے خاندانی احترام ایرانی شہنشاہی کے افسانے بہا بہت عقیدت و حسرت کے ساتھ سُن چکا تھا وہ اپنے آپ کو ایرانی قوم کا نمائندہ اور پیشوا سمجھتا اور اس بات کو بخوبی جانتا تھا کہ ایک ذرا سی لغزش پاس رسوخ کو جو خلافت اسلامیہ میں حاصل ہے ضائع کر کے تحت الثریٰ میں پہنچا سکتی ہے۔ دوسری طرف اُس کو اور اُس کے

باپ کو خاندانِ خلافت کے اندرونی اور خاندانی معاملات میں بھی دخل تھا۔ صحبتِ مدام نے اُس کے قلب کو رُعب سلطنت کے بوجھ سے چور چور اور مرعوب ہونے سے بھی بچا لیا تھا۔ خالد بن برمک نے سب سے بڑا کام اور نہایت گہری تدبیر یہ کی تھی کہ ۱۶۱ھ میں مہدی کو مشورہ دیا کہ شہزادہ ہارون الرشید کا اتالیق یحییٰ کو بنا دیا جائے۔ مہدی چونکہ خود خالد کی اتالیقی میں رہ چکا تھا لہٰذا اُس نے اپنے بیٹے کو خالد کے بیٹے کی اتالیقی میں سپرد کرنا بالکل بے ساختہ چیز سمجھا۔ اس سے بھی پہلے جب کہ ہارون الرشید بمقام رے خیزران کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا تو خالد مہدی کے ساتھ رے میں موجود تھا۔ خالد ہی نے ہارون الرشید کو یحییٰ کی بیوی کا اور اپنے پوتے یعنی یحییٰ کے بیٹے فضل کو خیزران کا دودھ پلوا کر فضل اور ہارون کو دودھ شریک بھائی بنوایا تھا۔ خالد کی ان تمام تدابیر کو اگر بہ نظر غور دیکھا جائے تو اُس نے نہایت ہی خوبی کے ساتھ اپنے خاندان کی پوری پوری حفاظت کر لی تھی کیونکہ وہ ایک نہایت عظیم الشان کام انجام دینا یعنی ابو مُسلم کا بدلہ لے کر ایرانیوں میں حکومت و سلطنت کو واپس لانا چاہتا تھا۔

یحییٰ بن خالد نے ہارون کو تعلیم و تربیت کیا تھا اُس نے ہارون پر یہاں تک اپنا اثر قائم کر لیا تھا کہ ہارون تختِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد بھی یحییٰ کو پدر بزرگوار ہی کہہ کر مخاطب کرتا تھا اور اُس کے سامنے بے تکلفانہ گفتگو کرتا ہوا شرماتا تھا۔ خلیفہ ہادی کا عہدِ خلافت کسی طرح بھی خاندانِ برمک کے منصوبوں کے موافق نہ تھا اور ہادی پر یحییٰ کا کوئی اثر بھی نہ تھا۔ اگر تھا تو صرف اسی قدر کہ وہ متوسلین میں سے ایک تھا۔ لیکن یحییٰ نے وہ تدابیر اختیار کیں کہ ہادی کی حقیقی ماں خیزران اپنے بیٹے ہادی کی دشمن بن کر اُس کی جان کی خواہاں ہو گئی اور یحییٰ و خیزران نے مل کر جلدی ہی اُس کا کام تمام کر دیا اور سال بھر سے زیادہ اُس کو حکومت کا موقعہ نہ مل سکا۔ ہارون کی تخت نشینی کے لئے یحییٰ کا کوشش کرنا ظاہر ہے کہ خود اپنی ہی ذات کے لئے کوشش کرنا تھا۔ ہارون نے خلیفہ ہوتے ہی جیسا کہ توقع تھی یحییٰ بن خالد کو وزیر اعظم اور مدار المہام خلافت بنا دیا۔ یحییٰ ایسا بیوقوف نہ تھا کہ ہارون کی ماں خیزران کو ناراض رکھتا۔ اُس نے ہر ایک کام خیزران کے مشورہ سے کرنا شروع کیا یعنی اپنی ہر ایک تجویز کے لئے پہلے خیزران سے مشورہ لے لیتا تھا۔ چند روز کے بعد خیزران فوت ہو گئی اور یحییٰ کو اس تکلف کی بھی ضرورت باقی نہ رہی۔ یحییٰ نے امورِ خلافت اور

مہماتِ سلطنت میں اس انہماک، دل سوزی اور خوبی سے کام کیا کہ ہارون الرشید کے دل میں یحییٰ کی عزت اور محبت بڑھتی چلی گئی۔ یحییٰ نے یہ بھی احتیاط رکھی کہ ہارون کی آزاد مرضی اور دلی خواہش میں کسی مقام پر بھی یحییٰ کا اختیار سدِ راہ محسوس نہ ہونے پائے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یحییٰ کا کام صرف ہارون کی خواہش اور منشار کو کامیاب بنانے کی سعی بجالانا ہے اور بس۔ لیکن یحییٰ نے جو سب سے بڑا کام کیا وہ یہ تھا کہ اُس نے غیر محسوس طریقہ پر اپنے خاندان والوں اپنے بھائیوں، بھتیجوں اور اپنے ہم خیال ایرانیوں کو ذمہ داری کے عہدوں، اہم ولایتوں کی حکومتوں، فوجوں کی سرداریوں پر مامور و مقرر کرنا شروع کیا۔ اپنے بیٹوں فضل وجعفر وغیرہ کو اُس نے ہارون الرشید کا بھائی بنا ہی دیا تھا ہارون بھی یحییٰ کے بیٹوں کو اپنا بھائی کہتا اور اُنھیں سب سے زیادہ اپنا عزیز و رفیق جانتا تھا۔ اپنے بیٹوں کو ہارون نے فضل و جعفر کی اتالیقی میں دے دیا تھا۔ ۱۷۸ھ میں جب کہ یحییٰ بوڑھا اور ضعیف ہوگیا تھا ہارون نے اُس کے بیٹے فضل کو مہماتِ وزارت میں اُس کا مددگار و شریک بنا دیا تھا۔

جب یحییٰ بن عبداللہ نے ۱۷۶ھ میں دَیلم میں خروج کیا ہے تو فضل بن یحییٰ ہی نے اس مہم کو طے کیا تھا اور یحییٰ بن عبداللہ کے لئے جاگیر مقرر کرائی تھی۔ چند روز کے بعد ہارون نے یحییٰ بن عبداللہ کو جعفر بن یحییٰ کے سپرد کردیا کہ اپنے پاس نظر بند رکھو۔ فضل کو ہارون نے ۱۷۸ھ میں خراسان و طبرستان ورے وہمدان کا گورنر بھی بنا دیا تھا۔ فضل بن یحییٰ کو ہارون نے اپنے بیٹے امین کا اتالیق بنایا تھا۔ یحییٰ نے اپنی گورنری خراسان کے زمانہ میں پانچ لاکھ ایرانیوں کی ایک نہایت زبردست اور آراستہ فوج تیار کی مگر ایک ہی سال کے بعد ۱۷۹ھ میں ہارون نے اُس کو خراسان سے بُلا کر مستقل وزیراعظم بنا دیا۔ مگر یحییٰ سے اہم معاملات میں ضرور مشورہ لیا جاتا تھا۔ یعنی وہ بھی بدستور مہماتِ سلطنت میں دخیل رہا۔

یحییٰ کا دوسرا بیٹا جعفر ہارون الرشید کا مصاحب خاص اور نہایت بے تکلف دوست تھا۔ ہارون سفر و حضر میں اُس کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ جعفر نہایت خوش مزاج اور سلیقہ شعار تھا۔ ۱۷۶ھ میں جعفر کو محلاتِ شاہی کی داروغگی کے علاوہ مُلکِ مصر کی گورنری بھی عطا ہوئی تھی جعفر نے اپنی طرف سے مصر کی حکومت پر عمران بن مہران کو روانہ کردیا تھا اور خود ہارون کی خدمت میں رہتا تھا۔ ۱۸۰ھ میں دمشق و شام میں فسادات پیدا ہوئے تو جعفر ہی نے جا کر اُن کو فرو کیا۔ پھر ہارون نے جعفر کو خراسان کی گورنری عطا کی۔ مگر ایک مہینہ بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ خاص بغداد کی حکومت و کوتوالی اُس کے سپرد کی۔ جعفر نے یہ کام ہرثمہ بن اعین کے سپرد کیا اور خود بدستور ہارون الرشید کا

مصاحب رہا۔ ہارون الرشید نے یحییٰ بن خالد کو بلا کر کہا کہ آپ فضل سے کہہ دیں کہ وہ قلمدانِ وزارت جعفر کے سپرد کر دیں کیونکہ مجھ کو فضل سے یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ وہ وزارت کا کام جعفر کو سپرد کر دیں چنانچہ یحییٰ نے فضل سے ہارون کا منشا ظاہر کیا اور جعفر وزیر اعظم ہو گیا۔ اس بات سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس خاندان کا ہارون پر کس قدر قوی اثر تھا۔

جعفر بن یحییٰ نے اپنے عہد وزارت میں سلطنت کے تمام عہدوں اور تمام صیغوں پر اس طرح تسلّط جما لیا کہ حقیقتاً وہی سلطنت کا مالک اور اصل فرماں روا سمجھا جانے لگا۔ بغداد کی تمام پولیس بغداد کے بڑے بڑے محلات سب اُس کے قبضہ میں تھے۔ ولایتوں کے عامل۔ صوبوں کے گورنر فوج کے افسر سب اُسی کے آوردے تھے خزانہ کا وہی مالک و مہتمم تھا حتیٰ کہ ضرورت کے وقت ہارون الرشید کو جعفر ہی سے روپیہ مانگنا پڑتا تھا۔ یحییٰ بن خالد کے اور بھی کئی بیٹے تھے جو بڑی بڑی فوجوں کے افسر تھے۔ اپنے ان اختیارات اور اقتدار سے یحییٰ اور اُس کے بیٹوں نے نہایت خوبی کے ساتھ فائدہ اٹھایا یعنی اُنھوں نے بڑی بڑی جاگیروں اور وظیفوں کی آمدنی کے علاوہ خزانہ سلطنت کے روپیہ کو بھی سخاوت اور داد و دہش میں بے دریغ خرچ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی سخاوت حاتم کی طرح مشہور ہو گئی۔ کوئی شخص ایسا نہ تھا جو خاندان برمک کا مداح اور ہوا خواہ نہ ہو۔ انھوں نے خوب روپیہ حاصل کیا اور اُس کو بلا دریغ خرچ کر کے اپنی قبولیت و ناموری خرید ی۔ یہاں تک کہ صرف خراسان و عراق ہی میں نہیں بلکہ شام و مصر و عرب و یمن اور دُور دور کے ملکوں میں لوگ اُن کی مدح سرائی کرتے اور اُن کی سخاوت اور بذلِ مال کی تعریف میں قصائد لکھتے تھے۔ خاندانِ برمک کی عزت۔ قبولیت۔ اختیار، اقتدار قوت و طاقت، مال و دولت معراج کمال کو پہنچ چکی تھیں۔ بجز اس کے کہ وہ تختِ خلافت پر نہیں بیٹھے تھے اور تمام چیزیں اُن کو حاصل تھیں۔ وہ اِن کے باوجود ہارون الرشید کے منشاء کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے ہارون الرشید یا ہارون الرشید کے کسی ہوا خواہ کو یہ موقعہ ہی حاصل نہ تھا کہ اُن کے اس اقتدار و عظمت کو شکست و شبہ کی نگاہ سے دیکھے۔ لیکن اگر اس اقتدار و قوت اور اس اختیار و تسلّط کی تہ میں کوئی بد نیتی یا بغاوت پوشیدہ ہو تو پھر ہارون الرشید کے لئے ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا دشمن نہیں ہو سکتا تھا ۱۸۷ھ کی ابتدا میں یکایک دیکھا گیا کہ ہارون الرشید نے خاندانِ برمک کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو دشمنوں سے کیا جاتا ہے۔ پس ہم کو اس وقت یہ دیکھنا اور تحقیق کرنا چاہیے کہ آیا برامکہ نے حقیقتاً ہارون الرشید کی سلطنت کے خلاف کوئی منصوبہ اور سازش شروع کر رکھی تھی یا نہیں اور ہارون اُن کے اس

مخالف منصوبے سے واقف ہو گیا تھا یا نہیں۔ اگر واقعی برامکہ ہارون اور عباسی خلافت کے خلاف کچھ کرنا چاہتے تھے تو ہارون نے اُن کے ساتھ جو آخری سلوک کیا وہ سراسر جائز اور ہر طرح مناسب تھا۔ لیکن اگر برامکہ کا ظاہر اور باطن یکساں تھا اور وہ خلوص کے ساتھ ہارون کے فرماں بردار تھے تو ہارون سے بڑھ کر کوئی ناقدر شناس اور ظالم نہیں ہو سکتا سطحی نگاہ والوں کے لئے۔ برامکہ کی بربادی کا مسئلہ ایک عقدۂ لاینحل گیا جاتا ہے اور اُنھوں نے چانڈو خانے کی بے سروپا باتوں کو اس عقدۂ دشوار کے حل کرنے کے لئے ذریعہ بنا کر حقیقت کا جامہ پہنا دیا ہے۔

نادر شاہ ہندوستان میں

ہندوستان میں جب نادر شاہ ایرانی آیا اور صلح و آشتی کے ساتھ ہندوستان کا بادشاہ اُس کو مہمانِ عزیز کی حیثیت سے دہلی میں لایا تو کسی چانڈو خانے میں کسی شخص نے نشہ کی حالت میں کہا کہ "واہ محمد شاہ پیا کیا کام کیا ہے کہ قزلباش کو قلعہ میں لا کر قلماقنیوں کے ہاتھ سے قتل کرا دیا۔" یہ بے پر کا کوا اُڑا اور اس نے اُڑتے ہی تمام دہلی میں ایرانیوں کے سر اُڑوانے شروع کرا دیئے۔ آخر مجبور ہو کر نادر شاہ ایرانی نے قتل عام کا حکم دیا اور دہلی میں وہ قتلِ عام ہوا جس کی نظیر آج تک دہلی نے نہیں دیکھی۔ بس بالکل اسی قسم کی یہ بات ہے کہ کسی نے جعفر برمکی کے قتل کا سبب اس طرح تصنیف کر کے بیان کیا کہ

"ہارون الرشید عباسی کی بہن اور مہدی کی ایک بیٹی عباسہ تھی۔ ہارون کو اپنی اس بہن سے بہت محبت تھی۔ اسی طرح جعفر بن یحییٰ اُس کا وزیر اعظم بھی ہارون کا جلیس و ندیم اور ہمہ اوقات ساتھ رہتا تھا۔ ہارون جعفر اور عباسہ کے ساتھ مل کر شراب نوشی کیا کرتا تھا۔ ہارون شراب نوشی کے جلسہ میں جس طرح اپنی بہن کو شریک رکھنا چاہتا تھا اسی طرح اُس کو اپنے وزیر اعظم جعفر کا شریک رکھنا بھی ضروری تھا۔ لہٰذا ہارون الرشید نے عباسہ کا نکاح جعفر سے کر دیا تھا کہ ایک دوسرے کا دیکھنا مباح ہو جائے۔ لیکن جعفر و عباسہ دونوں کو یہ تاکید کر دی تھی کہ زن و شوہری کے تعلقات ہرگز نہ ہونے پائیں۔ مگر جعفر و عباسہ اس

انتہائی حکم کی حد میں نہ رہ سکے۔ ہارون کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے جعفر کو قتل کرا کر اس کے تمام خاندان کو برباد کر دیا۔"

یہ چانڈو خانے کی گپ جب ہمارے زمانے کے ناول نویسوں اور پڑھے لکھے جاہلوں کے ہاتھ میں آئی تو انھوں نے حسبِ عادت روغنِ قاز مل کر اس دروغ کو ایسا فروغ دیا کہ آج کل جس اردو داں کو دیکھئے اس نامعقول دروغ بافی پر آیت و حدیث سے بڑھ کر ایمان رکھتا ہے اور اس کے خلاف کچھ بھی سننا پسند نہیں کرتا۔

یہ افواہ قتلِ جعفر سے سَو برس کے بعد تصنیف ہوئی اور طبری نے اس کا ذکر اپنی تاریخ میں کر دیا۔ بس پھر کیا تھا واقعہ کی شکل چونکہ عجیب و غریب بیان کی گئی ہے جس کے اندر کافی ندرت موجود ہے۔ لہٰذا عجائب پسند طبیعتیں اُسی طرف زیادہ جھکنے لگیں اور ہر شخص نے ہارون رشید کے حالات لکھتے ہوئے اس افواہ کو بھی ضرور نقل کیا۔ اور آج مجبوراً ہم کو بھی اس ناگفتنی کہانی کا ذکر کرنا پڑا۔ طبری اور دوسرے مورخین نے قتلِ جعفر کے دوسرے اسباب بھی بیان کئے ہیں لیکن اُن میں سے جھوٹے اور سچے کو الگ الگ انتخاب کرنے کے لئے عقل و درایت سے کام لینے کی کوشش بہت کم لوگوں نے کرنی چاہی ہے۔

(۱) ہارون الرشید خلفاء عباسیہ میں پانچواں خلیفہ ہے۔ عباسیوں کو اپنے خاندان کی عظمت اور اہلِ عرب میں نسب کے اعتبار سے اشرف ہونے کا فخر تھا۔ تمام مُلکِ عرب اُن کی خاندانی سیادت و بزرگی تسلیم کرتا تھا۔ اُن کی خاندانی عظمت ہی تھی جس کے سبب وہ بنو اُمیہ کے خلاف کوشش کرنے پر آمادہ اور پھر اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے اب جب کہ اُن کو قریباً تمام عالمِ اسلام کی خلافت و حکومت بھی حاصل تھی تو اُن کا فخر نسبی اور بھی زیادہ بڑھ گیا تھا۔ عرب کی عصبیت اور ناموس کا پاس و لحاظ بھی عام طور پر سختی کے ساتھ موجود تھا۔ اندریں صورت یہ کیسے ممکن تھا کہ ہارون الرّشید جیسا خلیفہ اپنی بہن کی شادی ایک ایسے شخص سے کر دے۔ جس کو وہ نسباً غلام زادہ مجوسی النسل اور ایک نطفۂ ناتحقیق شخص کا پوتا سمجھتا تھا۔ یہ مانا کہ وہ جعفر کو اپنا بھائی کہتا تھا اور اُس کے باپ کو اپنا اتالیق ہونے کے سبب ابّا جان کہکر پکارتا تھا۔ لیکن بہن کا نکاح کرتے وقت وہ قوم و خاندان اور نسب کو فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ اور اگر ہارون الرشید آج کل کے لوگوں کی طرح بیاہ شادی کے معاملہ میں بہت ہی زیادہ آزاد خیال ہو گیا تھا تو اُس کے

خاندان کے لوگ جو یک جدی اور تعداد میں بہت زیادہ موجود تھے۔ اس نکاح کو اپنی خاندانی بے عزتی سمجھ کر کسی طرح خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ اسی طرح خود عباسہ بھی اپنی ایسی بے عزتی گوارا نہیں کر سکتی تھی۔

(۲) ہارون الرشید جیسا مذہبی شخص جو ایک سال حج اور ایک سال جہاد کرتا تھا۔ اور عالم اسلام کا سردار و خلیفہ تھا، شراب نوشی کی مجلسیں گرم کرے، کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ بنو امیہ میں کسی ایک خلیفہ نے اگر کہیں نبیذ یا شراب استعمال کر لی تو ساری دنیا میں شور مچ گیا اور آج تک مورخین اس کے اس فعل بد کو خصوصیت سے بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن ہارون الرشید جو علماء اور باخدا لوگوں کی مجلسوں میں تنہا جا جا کر پھٹے ہوئے بوریئے پر بیٹھتا اور ان کی نصیحتیں سن کر زار و قطار روتا ہوا اٹھ کر آتا تھا وہ بھلا شراب یعنی پیشاب جیسی پلید چیز سے کیا تعلق رکھ سکتا تھا، فضل بن عیاض۔ ابن سماک۔ سفیان ثوری جیسے بزرگ اس کے دوست و ہم نشین ہوں۔ پنج وقتہ نماز نہایت پابندی اور خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتا ہو بالخصوص نمازِ فجر بہت ہی اول وقت پڑھنے کا عادی ہو اور علاوہ پانچ وقت کی نمازوں کے سَو رکعت نفل روزانہ ادا کرتا ہو۔ ایسے شخص کو شراب خوار بتانا کس قدر بے حیائی اور ظلم ہے جس شخص نے رات کو شراب پی کر مجلس گرم کی ہو وہ نماز فجر میں کیسے شامل ہو سکتا ہے۔ جس کو شراب پینے کی عادت ہو اس کی نمازوں میں خشوع و خضوع کہاں پایا جا سکتا ہے۔

(۳) علماء عراق نے نبیذ کے جواز کا فتویٰ دے دیا تھا اور بعض امراء نبیذ کا استعمال کرتے تھے۔ لیکن اس کو شراب کی بدمستیوں سے کوئی نسبت نہیں۔ ہارون الرشید کی نسبت تو یقینی طور پر یہ بھی ثابت نہیں کہ اس نے کبھی نبیذ کے دور چلاتے ہوں اور ایسی مجلسیں گرم کی ہوں جیسی کہ مذکورہ جھوٹی روایت میں مذکور ہے۔ ہارون الرشید کے زمانے تک عرب کی وہ سادگی اور سپاہیانہ زندگی موجود تھی جس میں شراب خوری کو کوئی دخل نہیں مل سکتا تھا۔ عربی شرافت جس کا ہارون سب سے زیادہ مدعی تھا۔ ہمیشہ سے شراب خوری کو مذموم اور برا ٹھہراتی تھی۔ حتیٰ کہ شرفائے عرب عہد جاہلیت میں بھی شراب نہیں پیتے تھے۔ لیکن اس کو شرفا کا شیوہ نہیں جانتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بہت سے شرفائے عرب عہدِ جاہلیت میں بھی کبھی اس پلید چیز کے پاس تک نہیں گئے

ہارون الرشید اس ذلت و پستی کو احکامِ اسلام سے قطع نظر کرکے بھی قبول نہیں کرسکتا تھا۔

(۴) اس بے دینی اور عام بے حمیتی کے زمانے میں بھی جب کہ ہندوستان میں حکومتِ اسلامی باقی نہیں ہے اور حکومت موجودہ کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں ہے کوئی بے غیرت سے بے غیرت اور ذلیل سے ذلیل شخص بھی گو وہ کیسا ہی علانیہ شراب کیوں نہ پیتا ہو یہ کسی طرح پسند نہیں کرسکتا کہ اُس کی بہن بھی اُس کے ساتھ شراب خوری کرے۔ ہمارے مُلک میں چمار اور بھنگی شراب زیادہ پیتے ہیں۔ غالبًا ان بھنگیوں اور چماروں سے بھی یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنی بہنوں کو لے کر غیر مردوں کے ساتھ شراب کے دور چلائیں۔ چہ جائیکہ ہارون الرشید عباسی جس کے دربار میں تابعین اور تبع تابعین موجود تھے ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتا۔ اور غیرت کے مارے مَر نہ جاتا۔

(۵) جو لوگ زنا۔ چوری۔ شراب خواری کرتے ہیں وہ عمومًا اپنے اہلِ خاندان کو ان کاموں سے ہمیشہ باز رکھنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اگر ہارون کو یہ پلید عادت ہو ہی گئی تھی تو وہ اپنی بہن کو تو ہرگز شراب خوری پر آمادہ نہیں کرسکتا تھا۔ اُس کی چہیتی بیوی زبیدہ جس کے ساتھ اُس کی محبت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ غالبًا سب سے پہلے اس شراب خواری میں اُس کی شریک ہوسکتی تھی۔ لیکن زبیدہ خاتون کی نسبت تو کسی نے اس قسم کا کوئی اشارہ تک بھی نہیں کیا اور اُس کی زندگی کے دامن پر اس پلید چیز کی ذراسی بھی کوئی چھینٹ نہیں پڑنے پائی۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ زبیدہ خاتون کے محل میں تو ہر وقت قرآن خوانی ہو رہی ہے اور اُس کا عاشقِ زار خاوند جعفر و عباسہ کے ساتھ مصروف شراب نوشی ہے۔

(۶) مورخین نے یہ واقعہ بوثوق نقل کیا ہے کہ حکیم جبرئیل ایک یہودی طبیب ہارون الرشید کے دربار میں تھا اور دسترخوان پر خلیفہ کے ساتھ ہوتا اور کوئی مضر چیز دیکھتا تو خلیفہ کو اُس کے کھانے سے روک دیتا تھا۔ ایک مرتبہ خلیفہ کے لئے مچھلی خوان میں لگ کر آئی خلیفہ نے اُس کے کھانے کا ارادہ کیا۔ حکیم نے خلیفہ کو اُس کے کھانے سے روک دیا اور خانساماں سے کہا کہ اس کو اُٹھا کر لے جاؤ اس کے بعد اتفاقاً خلیفہ کے کسی خادم نے دیکھا کہ اُسی مچھلی کو حکیم جبرئیل اپنے قیام گاہ پر جا کر خود نوش فرما رہے ہیں اُس وقت یہ حقیقت کھلی کہ حکیم نے مچھلی کو اپنے کھانے کے لئے روکا اور ہارون کو اُس کے کھانے سے باز رکھا تھا۔ خادم نے

یہ خبر خلیفہ تک پہنچا دی۔ بات تو یہ محض ہنسی کی تھی اور ہارون بجز ہنسنے کے حکیم کو اور کچھ نہ کہتا لیکن حکیم کو جب معلوم ہوا کہ خلیفہ میری اس حرکت سے مطلع ہو چکا ہے تو اس نے مچھلی کے تین تقلے الگ الگ تین پیالوں میں رکھے۔ ایک پیالے میں گوشت اور دوسری کھانے کی چیزیں، جو دستر خوان پر ہارون نے کھائی تھیں ملا دی تھیں۔ دوسرے تقلے پر برف کا پانی ڈالا تھا۔ تیسرے پیالے میں شراب ڈال دی تھی۔ یہ تینوں پیالے خلیفہ کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ ان دونوں پیالوں میں آپ کا کھانا ہے اور اس تیسرے پیالے میں میرا کھانا ہے۔ دیکھا تو وہ دونوں تقلے چند ہی گھنٹہ کے بعد سڑ کر بدبو دینے لگے تھے اور جس پیالے میں شراب تھی اس میں مچھلی کا گوشت پانی ہو کر شراب میں رل گیا تھا۔ اس طرح حکیم نے اپنی شرمندگی دور کی اور خلیفہ کو بتایا کہ میں چونکہ شراب پیتا ہوں لہٰذا میرے لئے یہ مچھلی نقصان رساں نہ تھی اور آپ چونکہ شراب نہیں پی سکتے لہٰذا میں نے مچھلی کو روک دیا تھا۔

اس حکایت سے بھی صاف ثابت ہے کہ ہارون الرشید کو شراب سے کوئی تعلق نہ تھا۔

(۷) حقیقت یہ ہے کہ عباسہ کی شادی ہارون نے محمد بن سلیمان سے کر دی تھی۔ جب محمد بن سلیمان کے فوت ہونے پر عباسہ بیوہ ہو گئی تھی تو اس کی دوسری شادی ابراہیم بن صالح بن علی سے کر دی۔ جو ہارون کے قریبی رشتہ دار اور آلِ عباس تھے۔ ایک ایسی شریف و پاکباز عورت کی نسبت ایسا سفید اور بے سر و پا جھوٹ بولنا، جھوٹ بولنے والے کی انتہائی رذالت و کمینہ پن کا ثبوت ہے اور جو شخص اس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کرے اس کی اُفتادِ فطرت بھی یقیناً بہت ہی پست و ذلیل ثابت ہو جاتی ہے۔ پھر سب سے عجیب بات اس سفید جھوٹ میں یہ ہے کہ جعفر و عباسہ کے ایک دوسرے کے چہرے پر نظر ڈالنے کو مباح کرنے میں تو ہارون کو شریعت کی پابندی کا اس قدر زیادہ خیال تھا مگر شراب خوری کرتے ہوئے وہ شریعت کو بالکل بھول جاتا تھا۔

استیصال برامکہ کی حقیقت اصلیہ

حکومت و سلطنت ایسی چیز ہے کہ اس کے لئے بھائی بھائی کا اور باپ بیٹے کا دشمن بن جاتا ہے سلطنتوں کی تاریخیں اس پر شاہد ہیں۔ عباسیوں نے بھی جس شخص کو اپنی حکومت و سلطنت کے لئے سفر محسوس کیا اس کو بلا دریغ قتل کر دیا۔ خلیفہ منصور نے ابو مسلم کو جب

دیکھا کہ وہ حکومت و سلطنت کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتا ہے تو فوراً اُس کا قصہ پاک کر دیا۔ بادشاہوں کی اس عادت اور روشِ خاص سے کبھی کبھی اُن کے مصاحب اور اہلِ کار ناجائز فائدہ بھی اُٹھا لیا کرتے ہیں یعنی جس شخص کو وہ بادشاہ کے ہاتھ سے نقصان پہنچوانا چاہتے ہیں۔ اُس کی نسبت عموماً بغاوت ہی کا الزام ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ منصور کا حاجب یعنی افسر باڈی گارڈ ربیع بن یونس تھا جو حضرت عثمان غنی کے غلام کیسان کی اولاد میں سے تھا اور منصور کا سب سے بڑا معتمد تھا۔ منصور نے اُس کو اپنا مصاحب مشیر بھی بنا رکھا تھا۔ منصور کے زمانے میں وہ بہت بڑا اختیار و اقتدار رکھتا تھا۔ ابو مُسلم کے قتل کا مشورہ دینے والا ربیع ہی سمجھا جاتا تھا۔ خالد بن برمک کی جگہ منصور نے ابوایوب کو وزیر بنایا تھا لیکن ۱۵۳ھ میں ربیع بن یونس کو وزیر بنایا۔ مگر یہ حاجب ہی کے لقب سے مشہور رہا۔ منصور کی وفات کے وقت اسی نے خلافت مہدی کی بیعت کا اہتمام کیا۔ مہدی کے زمانے میں ربیع اپنے عہدہ وزارت پر قائم رہا مگر چونکہ وہ حاجب کے لقب سے مشہور تھا اس لئے مہدی نے اُس کے ساتھ ابو عبداللہ معاویہ بن یسار کو بھی وزارت کا عہدہ دے کر سلطنت کے اکثر صیغے اُس کے سپرد کر دیئے۔ ربیع نے چند روز کے بعد ابو عبداللہ کو معزول و معتوب کرا کر قید کرا دیا۔ ابو عبداللہ کی جگہ مہدی نے یعقوب بن داؤد کو مامور فرمایا۔ یعقوب بن داؤد بھی چند روز کے بعد معزول و معتوب ہوا۔ اُس کے بعد مہدی نے فیض بن ابی صالح کو جو نیشاپور کے ایک عیسائی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وزارت کا عہدہ عطا کیا۔ غرض مہدی کے زمانہ میں ربیع بن یونس نے کسی وزیر کو کامیاب و مطمئن نہ ہونے دیا۔ حقیقتاً وہی وزارت کا مالک رہا۔ مہدی کے بعد ہادی کا زمانہ شروع ہوا تو ربیع بن یونس کا اقتدار اور بھی ترقی کر گیا کیونکہ ہادی نے وزارت کے تمام اختیارات اُس کو سپرد کر دیئے تھے۔ امورِ سلطنت سے خیزران کے دخل کو دور کرنا بھی ربیع کی تحریک کا نتیجہ تھا۔ ہادی اور ربیع کی وفات قریب ہی قریب واقع ہوئی۔ ربیع کے بیٹے فضل بن ربیع کو توقع تھی کہ مجھ کو ضرور کوئی بڑا عہدہ ملے گا۔ لیکن ہارون نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی سلطنت کا تمام و کمال انتظام یحییٰ بن خالد کے سپرد کر دیا۔ یحییٰ بن خالد ابومسلم کے گروہ کا آدمی تھا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے وہ ربیع بن یونس سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ کیونکہ ربیع ایک طرف قتل ابومسلم کا محرک تھا تو دوسری طرف یحییٰ کے باپ خالد بن برمک کو نفرت کی نظر سے دیکھنے اور وزارت سے معزول کرا کر اپنے دوست

ابو ایوب کو اس کی جگہ مقرر کرانے والا تھا۔ یحییٰ بن خالد نے فضل بن ربیع کو کوئی عہدہ نہ دلوایا اور حاجب کے عہدے پر قائم رکھ کر اس عہدے کے تمام اختیارات چھین کر فضل بن ربیع کو عضو معطل بنا دیا۔ اب غالباً یہ بات بآسانی سمجھ میں آ جائے گی کہ خاندان برمک اور فضل بن ربیع کی عداوت بہت پرانی اور مستحکم عداوت تھی۔ جوں جوں برمکیوں کا عروج ہوتا گیا۔ اور اُن کا اقتدار بڑھتا گیا۔ فضل بن ربیع کی عداوت اور حسد نے ضرور ترقی کی مگر وہ اس لئے کہ ہارون کو اس خاندان پر حد سے زیادہ اعتماد تھا اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکا ایسی حالت میں فضل بن ربیع کے لئے ایک ہی راہ عمل تھی کہ وہ برامکہ کی بے وفائی۔ غداری اور بغاوت کے ثبوت تلاش کرے اور اگر کوئی ایسی بات مل جائے تو خلیفہ کو اُن سے بدگمان بنا کر اپنا مقصد دلی حاصل کرے۔ برمکی چونکہ تجربہ کار۔ ہوشیار اور بہت چوکس رہنے والے تھے۔ اس لئے فضل بن ربیع کو کوئی موقعہ نہیں مل سکتا تھا کہ وہ اُن کو متہم کرے لیکن وہ ان کے تمام اعمال و افعال کو غور و تجسس کی نگاہ سے ضرور مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ برمکیوں نے اپنی سخاوت اور زر پاشی کے ذریعہ سے اپنے اس قدر ہمدرد ہوا خواہ بنائے تھے کہ فضل بن ربیع اپنے لئے کوئی راز دار بھی تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ ہارون الرشید اُس کے قدیمی و خاندانی حقوق کو مدنظر رکھ کر کوئی عہدہ سپرد کرنا چاہتا بھی تھا مگر اُس کی ماں خیزران بھی چونکہ فضل اور اُس کے باپ ربیع سے ناراض تھی اور اس ناراضی میں یحییٰ اُس کا شریک تھا لہٰذا خیزران نے بیٹے کو اس ارادے سے باز رہنے کی تاکید کی۔ جب خیزران کا ۱۷۳ھ میں انتقال ہو گیا تو ہارون نے فضل بن ربیع کو حساب کتاب کے دفتر کا مہتمم بنا دیا اور اب فضل بن ربیع کو کسی قدر پہلے سے زیادہ رسوخ حاصل ہو گیا۔

یحییٰ بن عبداللہ جب دیلم سے فضل بن جعفر کے ساتھ آئے تھے تو ہارون الرشید نے عہد نامہ لکھ دینے کے باوجود اُن کو قید کرنا چاہا اور اس معاملہ میں اوّل بعض فقہا سے فتویٰ حاصل کیا۔ یہ خبر سُن کر برمکیوں نے یحییٰ بن عبداللہ کے موافق کوششیں اور خلیفہ کی خدمت میں سفارشیں کیں۔ کیونکہ وہ ابو مسلم خراسانی کے عقیدے پر قائم اور اہلِ بیت کے در پردہ حامی و مددگار تھے۔ ہارون نے جعفر بن یحییٰ کی نگرانی میں یحییٰ بن عبداللہ کو دے دیا اور کہہ دیا کہ تم ہی ان کو اپنے پاس نظر بند رکھو۔ جعفر نے یحییٰ بن عبداللہ کو بڑی عزت و آرام سے اپنے یہاں رکھا۔

۱۸۰ھ میں جب ہارون الرشید نے علی بن عیسیٰ کو خراسان کا گورنر بنا کر بھیجا تو یحییٰ بن خالد نے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے علی کے اس تقرر کی مخالفت کی یہ غالباً ہارون الرشید کا پہلا کام تھا جو اُس نے یحییٰ بن خالد کی منشاء اور خواہش کے خلاف کیا۔ یحییٰ اور اُس کے بیٹے اور اُس کے رشتہ دار چونکہ تمام

ملکوں پر چھاتے ہوئے تھے۔ لہٰذا برمکیوں نے علی بن عیسٰی کو خراسان میں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ یحیٰی کے بیٹے موسٰی بن یحیٰی نے اپنے میسر شدہ ذرائع کو کام میں لا کر بغاوت پر بغاوت اور سرکشی پر سرکشی کرانی شروع کر دی۔ علی بن عیسٰی کو اتفاقاً اس کا حال معلوم ہو گیا کہ خراسان میں یہ بدامنی کس کے اشارے سے ہو رہی ہے اُس نے ہارون الرشید کی خدمت میں موسٰی بن یحیٰی کی شکایت لکھ کر بھیجی اس شکایت اور یحیٰی کی اُس مذکورہ مخالفت نے مل کر ہارون الرشید کے دل میں ایک خیال اور شبہ پیدا کر دیا جس کا نتیجہ تھا کہ جب برمکیوں کے اہتمامِ خاص سے علی بن عیسٰی کی نسبت یہ خبریں دربارِ خلافت میں پہنچنی شروع ہوئیں کہ علی بن عیسٰی بغاوت پر آمادہ ہے اور خلیفہ کے خلاف تیاریاں کر رہا ہے تو ہارون الرشید نے کسی امیر یا سپہ سالار کو اُس طرف نہیں بھیجا۔ بلکہ بذاتِ خود فوج لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوا اور رَے میں پہنچ کر مقیم ہوا یہ ۱۸۹ھ کا واقعہ ہے۔ ابھی تک ہارون الرشید کو محض شبہ ہی شبہ تھا اور وہ برمکیوں کی نسبت کوئی بدگمانی نہیں رکھتا تھا۔ اُس کو یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ علی بن عیسٰی کے خراسان میں رہنے کو برامکہ ناپسند کرتے ہیں۔ جب علی بن عیسٰی نے موسٰی بن یحیٰی اور یحیٰی بن خالد نے دوسرے بیٹوں اور رشتہ داروں کی شکایت لکھ کر بھیجی کہ یہی لوگ خراسان میں بدامنی پیدا کر رہے ہیں تو ہارون کی گہری توجہ مسئلہ خراسان کی طرف منعطف ہو گئی۔ اُس نے برامکہ سے اس بات کو بالکل پوشیدہ رکھا اور برامکہ کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ خلیفہ ہماری طرف کن گہری متجسس نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ انھوں نے علی کی شکایتوں کی عرضیاں ہارون کے پاس بھیجوائیں اگر اُن کو یہ بات محسوس ہو جاتی کہ ہماری طرف شبہ کی نگاہیں پڑ رہی ہیں تو وہ ہرگز شکایتی عرضیاں نہ بھجواتے اور علی بن عیسٰی کو بغاوت سے متہم نہ کراتے۔ ا ب جب کہ ہارون رَے میں پہنچا اور علی بن عیسٰی نیازمندانہ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس نے تنہائی میں وہ تمام باتیں جو خراسان میں اُس کو معلوم و محسوس ہوئی تھیں ہارون کی خدمت میں گذارش کیں اور ظاہر کیا کہ تمام ممالکِ خراسان اور اُس کے متعلقہ و ہمسایہ صوبے درحقیقت برمکیوں کی مٹھی میں ہیں اور وہ نہایت اہتمام و احتیاط کے ساتھ ابومسلم خراسانی کے خون کا بدلہ لینے کی تیاری کر چکے ہیں ان باتوں کو سن کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ ہارون کے دل پر کیا گذری ہو گی اور کس طرح اُس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہو گی۔ ایک طرف برمکیوں کا اقتدار و اختیار اُس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ دوسری طرف اُس نے یہ باتیں سُنیں۔ چنانچہ علی بن عیسٰی کی اُس نے ہمت افزائی کر کے مرو کی جانب رخصت کر دیا اور خود اپنے قلبی تاثرات کو احتیاط کے ساتھ پوشیدہ رکھ کر واپس ہوا۔ علی بن عیسٰی کے رخصت ہونے کے بعد اب فضل بن ربیع کو موقعہ ملا اور اُس نے یہ وحشت انگیز خبر ہارون کے گوش گذار کی کہ جعفر برمکی نے یحیٰی بن عبداللہ کو رہا

کردیا ہے اور وہ خروج کی تیاریوں کے لئے کہیں چلے گئے ہیں ہارون نے جعفرسے برسبیل تذکرہ یحییٰ بن عبداللہ کا حال دریافت کیا۔ جعفر نے کہا کہ وہ میرے پاس بدستور نظر بند ہیں۔ ہارون نے کہا کیا تم یہ بات قسمیہ کہہ سکتے ہو؟ یہ سنتے ہی جعفر جواس باختہ سا ہو گیا اور سمجھ گیا کہ راز افشا ہوچکا ہے اُس نے سنبھل کر کہا کہ یحییٰ بن عبداللہ کو میرے زیر نگرانی رہتے ہوئے عرصہ دراز گذر چکا تھا اور مجھ کو اُن کی طرف سے کسی قسم کے خطرہ کا اندیشہ نہ رہا تھا۔ اس لئے میں نے اُن کے رہا کر دینے میں کوئی حرج نہیں دیکھا۔ ہارون کے لئے یہی سب سے زیادہ نازک موقعہ تھا۔ اس وقت اگر وہ کسی ناراضی کا اظہار کرتا تو پھر برامکہ ہرگز ہرگز اُس کے قابو میں نہیں آسکتے تھے اور وہ فوراً اپنی حفاظت کے لئے وہ تمام سامان کام میں لے آتے جواب تک مادی اور معنوی اعتبار سے وہ فراہم کر چکے تھے۔ ہارون کے لئے برامکہ کا مقابلہ ہرگز آسان نہ تھا اور ممکن تھا کہ وہ ہارون کو سانس لینے اور اُف کرنے کا بھی موقعہ نہ دیتے کیونکہ خاص یحییٰ بن خالد کے بیٹوں اور پوتوں میں پچیس آدمی جو صاحب سیف وقلم تھے ہارون کے محل میں مختلف حیثیتوں اور مختلف بہانوں سے ہمہ وقت موجود رہتے تھے تمام ملکوں کے انتظام واہتمام کی کنجی برامکہ کے ہاتھ میں تھی۔ فوجوں کے سردار سب اُن کے آوردے اور اُنھیں کے فرماں بردار تھے انتظامی افسر اور دفتروں کے اعلیٰ عہدے دار سب اُنھیں کے رکھے ہوئے تھے علماء و فقہاء و صوفیاء بھی ان کی گرفت سے باہر نہ تھے کیونکہ وہ ان لوگوں کی بڑی خدمت کرتے اور اُن کو زیر بار احسان رکھتے تھے۔ شعراء سب اُنھیں کے قصیدہ خواں تھے۔ تمام رعایا میں اُن کی سخاوت کی شہرت تھی اور اس لئے وہ مغرب سے لے کر مشرق تک محبوب خلائق بن چکے تھے۔ یہ وہ عظیم الشان تیاریاں تھیں کہ میدان میں نکل کر ایک ہارون کیا کئی ہارون بھی، شاید کامیاب نہ ہوتے۔ لیکن ہارون نے اپنے آپ کو سنبھالا اور جعفر سے یحییٰ بن عبداللہ کے رہا ہونے کا حال سُن کر نہایت بے پروائی سے جواب دیا کہ میں نے اس وقت ویسے ہی اتفاقیہ دریافت کیا تھا تم نے اُس کو چھوڑ دیا بہت ہی اچھا کیا میں خود اس وقت تم سے یہی کہنے والا تھا کہ یحییٰ بن عبداللہ کو رہا کر دو۔

اب ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ یحییٰ بن عبداللہ جیسے شخص کا رہا ہونا ہارون الرشید کے لئے بجلی کے ٹوٹ پڑنے سے کم نہ تھا۔ علویوں کے خروج سے عباسی اب تک مطمئن نہ ہوتے تھے اور یحییٰ بن عبداللہ کوئی معمولی شخص نہ تھا جس کے آزاد ہونے کو ہارون معمولی واقعہ سمجھتا۔ بہرحال ہارون نے اس موقعہ پر فتح حاصل کی اور اپنی دلی حالت کو چھپایا۔ اسی زمانے میں یہ اتفاقی واقعہ پیش آیا کہ جعفر کے یہاں کسی ضیافت کے موقعہ پر اکثر ارکینِ سلطنت اور ایرانی النسل سردار موجود تھے۔ اسی جلسہ میں کسی شخص نے کہا کہ ابو مسلم

نے کیسی قابلیت سے سلطنت کو ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں منتقل کر دیا۔ جعفر نے یہ سُن کر کہا کہ یہ کوئی زیادہ قابلِ تعریف کام نہ تھا۔ کیونکہ چھ لاکھ آدمیوں کا خون بہا کر ابومسلم نے یہ کام انجام دیا قابلیت اور خوبی کی بات تو یہ ہے کہ سلطنت ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں تبدیل ہو جائے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ اس جلسہ میں کوئی ایسا شخص بھی موجود تھا۔ جس نے یہ تمام گفتگو ہارون الرشید کو سُنائی اور اُس کو یقین ہو گیا کہ جعفر برمکی خود ایسا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد اُس نے برامکہ کو غافل کرنے کے لئے اپنے بیٹے کی ولی عہدی اور تینوں بیٹوں کے درمیان مُلکوں کے تقسیم کرنے کی دستاویز مرتب کرنے کا کام شروع کر دیا۔ یہ اس قسم کے کام تھے کہ کوئی خلیفہ اتنی بڑی سازش سے مطلع ہوکر اِن کاموں کو ہرگز شروع نہیں کر سکتا تھا یہی ہارون کا سب سے بڑا دھوکہ تھا جو اُس نے برامکہ کو دیا۔ ان سب باتوں میں وہ زیادہ وقت بھی صرف نہیں کر سکتا تھا اور تادیر برامکہ کو غافل بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔ چنانچہ ۱۸۶ھ کے آخری مہینوں میں وہ رقے سے واپس ہوا۔ موتمن کی ولی عہدی کی بیعت لی۔ تقسیم نامہ لکھا۔ امین اور مامون سے عہد نامے لکھا کر دستخط کرائے حج کے لئے گیا۔ خانہ کعبہ میں اس عہد نامہ کو لٹکایا۔ لوگوں میں خیرات کی مدینہ منورہ میں آکر انعامات وخیرات تقسیم کر کے واپس ہوا اور مقام انبار میں پہنچ کر یکایک محرم ۱۸۷ھ کی آخری تاریخ وقتِ شب جس کی صبح کو یکم ماہِ صفر تھی۔ جعفر کو قتل کر کے اُس کے باپ اور بھائیوں کو قید کر لیا اور کسی کو کوئی حرکت کرنے کا مطلق موقعہ نہیں دیا۔

مقام انبار میں پہنچ کر ہارون الرشید نے ایک روز رات کے وقت اپنے حاجب مسرور کو بُلوایا اور کہا کہ سرہنگوں کی ایک قابلِ اعتماد جماعت کو لے کر اسی وقت جعفر کے خیمہ میں جاؤ اور اُس کو خیمہ کے دروازے پر طلب کر کے اُس کا سر اُتار لاؤ۔ مسرور اس حکم کو سُن کر سہم گیا مگر ہارون نے سختی سے کہا کہ میرے اس حُکم کی فوراً بلا توقف تعمیل ہونی چاہیئے مسرور اُسی وقت رُخصت ہوا اور جعفر کے خیمہ میں جا کر اُس کا سر اُتار لایا۔ اُسی شب میں خلیفہ ہارون نے جعفر کے بھائی اور باپ فضل ویحیٰی کو بھی گرفتار کر کے قید کر دیا اور فوراً ایک حکمِ عام جاری کیا کہ جعفر وفضل ویحیٰی کی تمام جائداد جہاں کہیں ہو ضبط کر لی جائے۔ اس کے بعد برامکہ خاندان کے ہر ایک متنفس کو گرفتار وقید کر لیا گیا۔ برمکیوں کے تمام آوردوں کو ولایتوں کی حکومت اور ذمہ داری کے عہدوں سے معزول کر دیا گیا۔ اس طرح ہارون الرشید نے ایک ہی رات میں برمکیوں کے خطرہ کو مٹا کر

اطمینان حاصل کیا۔ اور اس کام کو اس خوبی اور اہتمام کے ساتھ کیا کہ کسی کو بھی کان ہلانے کا موقعہ نہ ملا یحییٰ بن خالد کے بھائی محمد بن خالد برمکی کی وفاداری پر ہارون الرشید کو اعتماد تھا اور ممکن ہے کہ محمد بن خالد ہی نے بعض راز کی باتوں سے ہارون الرشید کو آگاہ کیا ہو اس لئے ہارون الرشید نے محمد بن خالد کو گرفتار و قید نہیں کیا۔ اُدھر ہارون الرشید کے خاندان کا ایک معزز رکن عبدالملک بن صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس جو رشتہ میں ہارون الرشید کا دادا ہوتا تھا برمکیوں کی سازش میں شریک تھا جس کو خلافت کی توقع دلائی گئی تھی۔ برمکیوں کو قید کرنے کے بعد ہارون الرشید نے عبدالملک بن صالح کو بھی قید کر دیا۔ عبدالملک بن صالح کے بیٹے عبدالرحمٰن نے اپنے باپ کے خلاف گواہی دی تھی۔ عبدالملک مامون الرشید کے زمانے تک قید رہا مامون نے اپنے عہد حکومت میں اُس کو قید سے آزاد کیا۔ ابراہیم بن عثمان بن نہیک بھی برمکیوں کا شریک تھا۔ لہٰذا اُس کو بھی قتل کیا گیا۔ یحییٰ برمکی نے ۱۹۰ھ میں اور فضل برمکی نے ۱۹۳ھ میں بہ حالت قید وفات پائی۔

برامکہ چونکہ لوگوں کو روپیہ بے دریغ دیتے تھے اور شعراء کی خوب قدردانی کرتے تھے لہٰذا اُن کی بربادی کے بعد عام لوگوں کو جو اصلیت سے ناواقف تھے۔ ملال ہوا اور انھوں نے ہارون الرشید کو ظالم قرار دیا۔ شعراء نے اُن کے مرثیے لکھے۔ قصہ گویوں نے اُن کی سخاوت اور خوبیوں کو مبالغہ کے ساتھ بیان کیا۔ ہارون الرشید نے برامکہ کی سازش کے حالات کو افشا نہیں ہونے دیا اور نہایت سختی کے ساتھ احکام جاری کئے کہ کوئی شخص برامکہ کا نام تک نہ لے لہٰذا خود ہارون الرشید کے زمانے میں بھی عام لوگ قتلِ برامکہ کے صحیح اسباب کو معلوم نہ کر سکے۔ اگر برامکہ کی غداری اور سازش کا حال معلومِ عوام ہو جاتا تو اس میں ہارون الرشید اور سلطنتِ عباسیہ کی ہوا خیزی ہونے کے علاوہ فوراً نئی سازشوں کے پیدا اور سرسبز ہونے کا قوی احتمال تھا۔ ہارون الرشید کی یہ بھی کمال دور اندیشی تھی کہ اُس نے برامکہ کے متعلق کوئی بیان شائع نہیں کیا۔ اس طرح ہارون کی ہیبت دلوں پر طاری اور لوگوں کی بدستور جرأت جاری رہی اور یہی سلطنتِ عباسیہ کے لئے مناسب بھی تھا۔ اگر برامکہ کی بربادی کے متعلق عام طور پر رائے زنی کا موقعہ دے دیا جاتا تو ظاہر ہے کہ برامکہ کے ہواخواہوں اور مداحوں کی تعداد ہر جگہ عوام میں زیادہ تھی ان لوگوں کی زبانیں کھل جاتیں تو کرۂ ہوائی یقیناً سلطنتِ عباسیہ کے خلاف پیدا ہو جاتا۔ اس موقعہ پر بجز اس تدبیر کے جو ہارون الرشید نے استعمال کی اور کوئی تدبیر مفید

نہیں ہوسکتی تھی۔

برامکہ چونکہ محبت اہل بیت اور خیر خواہ آلِ ابی طالب ہونے کا دعویٰ کرتے تھے لہٰذا اُن کے قتل و تباہی کو آلِ ابی طالب نے اپنا نقصان و زیان محسوس کیا اور آج تک بھی شیعانِ علیؓ اور شیعانِ حسینؓ برامکہ کے قتل و تباہی پر نوحہ زنی کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں اور اُن کی علم دوستی و عالم پروری بڑے مبالغہ اور رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کی جاتی ہے حالانکہ اس مجوسی الفسل خاندان نے دینِ اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی کوئی غیر معمولی اور اہم خدمت انجام نہیں دی۔ ان کے قتل و بربادی کے اسباب بالکل عیاں اور روشن ہیں جس میں کسی شک و شبہ کی کوئی شکایت نہیں ہے۔ اپنی سلطنت کے بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے ہارون الرشید نے برمکیوں کو تباہ کر دیا جس طرح ہر ایک بادشاہ اپنی بادشاہت کے بچانے کے لئے دشمنوں کو برباد کر دیا کرتا ہے۔ اُس نے جہاں برامکہ کو قید کیا۔ اپنے دادا کو بھی قید کر دیا۔ کیونکہ اُس کا جرم بھی اسی قسم کا تھا۔ ایسی صاف بات میں دور از کار اور بے سروپا باتوں کو شامل کرنے کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔

عہدِ ہارون کے بقیہ حالات

عہدِ ہارون الرشید کے حالات اور قابلِ تذکرہ واقعات بیان کرتے ہوئے ہم ۱۸۷ھ تک پہنچ گئے ہیں۔ واقعہ برامکہ کے بعد ۱۸۷ھ میں خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے موتمن کو صوبہ عاصم کی طرف روانہ کیا۔ موتمن نے بلادِ روم پر فوج کشی شروع کی اور عباس بن جعفر بن اشعث کو قلعہ سنان کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا رومی تابِ مقاومت نہ لاسکے اور تین سو بیس مسلمان قیدیوں کو واپس دے کر مسلمانوں سے صلح کر لی۔ انھیں ایام میں یہ واقعہ پیش آیا کہ رومیوں نے ملکہ ایرینی اپنی قیصرہ کو معزول کر کے اُس کی جگہ نیسی فورس یا نقفور نامی ایک سردار کو اپنا قیصر بنالیا۔ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ رومیوں نے شارلمین بادشاہ فرانس کی فتوحاتِ اطالیہ سے متاثر ہوکر ہارون الرشید سے دب کر صلح کر لی تھی اب نقفور نے تخت نشین ہوکر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ شارلمین سے صلح کی اور اُس طرف سے اپنے حدودِ سلطنت متعین کرا کر اور مطمئن ہوکر ہارون الرشید کو ایک خط لکھا کہ

۔ ملکہ نے اپنی فطری کمزوری کے سبب تم سے دب کر صلح کر لی تھی اور تم کو

خراج بھی دیتی رہی۔ لیکن یہ اُس کی نادانی تھی اب تم کو چاہئے کہ جس قدر خراج تم ہماری سلطنت سے وصول کر چکے ہو وہ سب واپس کرو اور جُرمانہ میں ہم کو خراج دینا منظور کرو ورنہ پھر تلوار کے ذریعہ تم کو سزا دی جائیگی"

یہ خط جب ہارون الرشید کے پاس پہنچا تو اُس کے چہرے سے اس قدر طیش و غضب کے آثار نمایاں ہوئے کہ اُمرا و وزرا اُس کے سامنے دربار میں بیٹھنے کی تاب نہ لا سکے اور خاموشی و آہستگی کے ساتھ دربار سے کھسک آئے۔ ہارون نے اُسی وقت قلم دوات لے کر اُس خط کی پُشت پر لکھا کہ

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از جانب امیرالمومنین ہارون الرشید بنام سگِ روم او کافر کے بچے۔ میں نے تیرا خط پڑھا۔ اس کا جواب تو آنکھوں سے دیکھے گا سُننے کی ضرورت نہیں۔ فقط"

یہ جواب لکھ کر خط واپس بھیج دیا اور اُسی روز لشکر لے کر بغداد سے بلادِ روم کی طرف روانہ ہو گیا اور جاتے ہی رومیوں کے دارالسلطنت ہرقلہ کا محاصرہ کر لیا۔ نقفور حیران و پریشان ہو گیا اور تاب مقاومت نہ لا کر ہارون الرشید کی خدمت میں عفوِ تقصیرات کا خواہاں ہوا اور جزیہ دینے کا اقرار کیا۔ ہارون نقفور کو مغلوب و ذلیل کر کے پہلے سے زیادہ جزیہ ادا کرنے کا اقرار لے کر واپس ہوا ابھی شہر رقہ تک ہی واپس آیا تھا کہ نقفور نے نقضِ عہد کیا اور پھر بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ اُس کو یقین تھا کہ موسم سرما کی شدت کے سبب مسلمانوں کی فوجیں فوراً حملہ آور نہیں ہو سکتیں۔ مگر ہارون الرشید یہ سُنتے ہی شہر رقہ سے پھر ہرقلہ کی جانب روانہ ہوا اور بلادِ رُوم میں داخل ہو کر بہت سے قلعوں کو فتح کر کے مسمار کر دیا اور فتح کرتا ہوا نقفور تک پہنچ گیا اُس نے پھر عاجزانہ معافی کی درخواست پیش کی۔ ہارُون نے اُس سے جزیہ کی رقم تمام و کمال وصول کی اور اکثر حصۂ مُلک پر اپنا قبضہ جما کر واپس ہوا۔

اسی سال یعنی ۱۸۷ھ میں حضرت ابراہیم ادہم نے وفات پائی۔

۱۸۸ھ میں قیصر روم نقفور نے پھر سرکشی کے علامات ظاہر کئے لہٰذا ابراہیم بن جبرئیل نے حدودِ صفصاف سے بلادِ روم پر حملہ کیا۔ قیصر روم خود مقابلہ کے لئے نکلا لیکن تاب مقابلہ نہ لا سکا۔ شکست فاش کھا کر اور چالیس ہزار رُومیوں کو قتل کرا کر فرار ہوا۔ اسلامی لشکر رومیوں کو شکست دے کر واپس چلا آیا۔

۱۸۹ھ میں خلیفہ ہارون الرشید رَے کی طرف گیا اور خراسان کی طرف کے صوبوں کا عمّال کے عزل و نصب سے حد بد انتظام کیا۔ مرزبان ویلم کے پاس امان نامہ بھیج کر اُس کی دل جوئی کی۔ سرحدوں کے روَساء اور فرماں روا اُس کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور اپنی فرماں برداری کا یقین دلایا۔ طبرستان۔ رَے۔ توس۔ ہمدان وغیرہ کی حکومت عبدالملک بن مالک کو مرحمت کی۔ اسی سال رومیوں اور مسلمانوں میں قیدیوں کا تبادلہ ہوا۔ اسی سال امام محمد بن حسن شیبانی شاگردِ امام ابو حنیفہ نے رَے کے قریب موضع زنبویہ میں وفات پائی اسی روز کسائی نحوی بھی فوت ہوا۔ یہ دونوں ہارون الرشید کے ہمراہ تھے۔ ہارون الرشید دونوں کے جنازے میں شریک تھا۔ جب قبرستان سے واپس آئے تو ہارون الرشید نے کہا کہ آج ہم فقہ اور نحو دونوں کو دفن کر آئے۔

۱۹۰ھ میں ہارون الرشید نے اپنے بیٹے مامون کو اپنا نائب بنا کر رقہ میں مقیم کیا اور تمام انتظامِ سلطنت اُس کے سپرد کر کے نقفور قیصرِ روم کی بدعہدی کی وجہ سے بلادِ روم پر ایک لاکھ ۳۵ ہزار فوج سے حملہ کیا۔ ہرقلہ کا محاصرہ کیا۔ اور تیس یوم کے محاصرہ کے بعد بزور تیغ فتح کر لیا اور رومیوں کو قتل و گرفتار کیا۔ پھر داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ کو ستر ہزار فوج کے ساتھ بلادِ روم کے دوسرے قلعوں کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس فوج نے تمام بلادِ روم کو ہلا ڈالا۔ انھیں دنوں شرجیل بن معن بن زائدہ نے قلعہ سقالیہ۔ دلبسہ اور دوسرے قلعوں کو فتح کیا۔ یزید بن مخلد نے قونیہ کو فتح کیا۔ عبداللہ بن مالک نے قلعہ ذی الکلاع کو فتح کر لیا۔ حمید بن معیوف امیر البحر نے سواحلِ شام و مصر کی کشتیوں کو دُرست کر کے جزیرہ قبرص پر چڑھائی کر دی اور اہلِ قبرص کو شکست دے کر تمام جزیرہ کو لُوٹ لیا اور سترہ ہزار آدمیوں کو گرفتار کر لایا۔ اس کے بعد ہارون نے طوانہ کا محاصرہ کیا۔ غرض رومی سلطنت کو مسلمانوں نے تہ و بالا کر کے اُس کے مٹا ڈالنے اور روز کے جھگڑوں کو ایک ہی مرتبہ طے کر دینے کا تہیہ کر لیا۔ نقفور نے سخت عاجز اور مجبور ہو کر جزیہ دینا قبول کر کے ہارون الرشید کے پاس پچاس ہزار اشرفی رقم جزیہ روانہ کی جس میں اپنی ذات کا جزیہ چار دینار اور اپنے لڑکے اور بطریق کی طرف سے دو دینار روانہ کئے تھے اور خلیفہ ہارون کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ قیدیانِ ہرقلہ میں سے فلاں عورت مجھ کو واپس مرحمت فرمادی جائے کیونکہ اُس سے میرے بیٹے کی منگنی ہو گئی ہے خلیفہ نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور اُس عورت کو روانہ کر دیا۔ نقفور کی الحاح و عاجزی پر رحم

کرکے اُس کا مُلک اسی کو واپس کرکے تین لاکھ اشرفی سالانہ خراج اُس پر مقرر کرکے ہارون واپس ہوا مگر واپسی کے بعد ہی رومیوں نے پھر بغاوت وسرکشی اختیار کرلی۔ اسی سال یعنی ۱۹۰ھ میں موصل کی گورنری پر خالد بن یزید بن حاتم کو مامور کیا گیا۔ اسی سال ہرثمہ بن اعین قلعہ طرطوس کی تعمیر پر مامور کیا گیا۔ خراسان کی تین ہزار فوج اور مصیصہ وانطاکیہ کی ایک ہزار فوج قلعہ طرطوس کی تعمیر میں مصروف رہی اور ۱۹۲ھ میں قلعہ کی تعمیر تکمیل کو پہنچی۔ اسی قسم کی فوج کو آج کل سفر مینا کی پلٹن کہا جاتا ہے۔ اسی سال آذربائیجان میں خرمیہ نے علم بغاوت بلند کیا اُس کی سرکوبی کے لئے عبداللہ بن مالک دس ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ عبداللہ نے باغیوں کو شکست فاش دے کر قیدیوں کو قتل کر ڈالا اور اس فتنہ کا سدِ باب ہوا۔ اسی سال یعنی ماہ محرم ۱۹۰ھ کو یحییٰ برمکی نے ستر برس کی عمر میں بمقام رقہ بحالت قید وفات پائی اُس کے بیٹے فضل بن یحییٰ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

۱۹۱ھ میں محمد بن فضل بن سلیمان کو خلیفہ ہارون الرشید نے موصل کی گورنری مرحمت فرمائی اور مکہ معظمہ کی امارت پر فضل بن عباس کو مامور کیا گیا۔

خراسان میں بغاوت

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ علی بن عیسٰی کے گورنر خراسان مقرر ہونے پر برامکہ نے وہب بن عبداللہ اور حمزہ بن اترک کو بغاوت پر آمادہ کر دیا تھا۔ وہب تو مارا گیا تھا۔ لیکن حمزہ باقی تھا۔ وہ ابھی تک ہاتھ نہیں آیا تھا اور جابجا ڈاکہ زنی کرتا پھرتا تھا۔ علی بن عیسٰی امیرِ خراسان نے سمرقند وماوراء النہر کی ولایت پر اپنی طرف سے یحییٰ بن اشعث کو عامل مقرر کر رکھا تھا۔ ماوراء النہر کی فوج میں رافع بن لیث بن نصر بن سیار مشہور سردار تھا۔ رافع بن لیث بھی برامکہ کی جماعت کا آدمی تھا اور علی بن عیسٰی وخلیفہ ہارون سے متنفر تھا۔ اتفاقاً یحییٰ بن اشعث نے ایک عورت سے نکاح کیا چند روز کے بعد رافع بن لیث نے اُس عورت کو بہکایا اُس نے یحییٰ سے علیحدگی چاہی مگر یحییٰ نے اُس کو طلاق نہ دی۔ رافع نے اُس کو یہ تدبیر بتائی کہ تو اپنے مُرتد ہونے کا اعلان کر اور دو گواہ مُرتد ہونے کے پیش کر دے فوراً یحییٰ سے تیرا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اُس کے بعد پھر اسلام قبول کر لینا میں تجھ سے نکاح کرلوں گا۔ عورت نے یہی تدبیر کی اور رافع کے نکاح میں آگئی۔ غالباً نکاح فسخ کرانے کی یہ تدبیر سب سے پہلے رافع نے ایجاد کی

تھی۔ یحییٰ بن اشعث نے یہ تمام کیفیت خلیفہ ہارون الرشید کی خدمت میں لکھ کر بھیج دی ہارون الرشید نے علی بن عیسیٰ گورنر خراسان کو لکھا کہ رافع اور اُس عورت میں علیحدگی کرا کر رافع پر حد شرعی جاری کرو اور شہر سمرقند میں گدھے پر سوار کرا کر تشہیر کراؤ۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں رافع کو اُس عورت سے جُدا کرا کر سمرقند کے جیل خانہ میں قید کر دیا گیا۔ ایک روز موقعہ پا کر رافع قید خانہ سے نکل بھاگا اور گورنر خراسان علی بن عیسیٰ کے پاس بلخ میں پہنچا۔ علی بن عیسیٰ نے اُس کو قتل کرنا چاہا مگر علی کے بیٹے عیسیٰ بن علی نے سفارش کی اور علی بن عیسیٰ نے اُس کو حکم دیا کہ تم سمرقند میں یحییٰ بن اشعث کے پاس جاؤ۔ رافع نے سمرقند پہنچ کر عامل سمرقند کو دھوکے سے قتل کر دیا اور خود سمرقند پر قابض ہو گیا۔ یہ خبر سُن کر علی بن عیسیٰ نے اپنے بیٹے عیسیٰ بن علی کو سمرقند کی طرف روانہ کیا۔ رافع سے لڑتا ہوا عیسیٰ بن علی لڑائی میں مارا گیا۔ یہ خبر سُن کر علی بن عیسیٰ لشکر لے کر بلخ سے مرو کی طرف اس خیال سے آیا کہ کہیں رافع مرو پر قبضہ نہ کرلے یہ ۱۹۱ھ کا واقعہ ہے۔ خلیفہ ہارون الرّشید نے رافع کی چیرہ دستی کا حال سُن کر علی بن عیسیٰ کو خراسان کی حکومت سے معزول کر کے ہرثمہ بن اعین کو خراسان کی امارت و حکومت پر روانہ کیا۔ حقیقت یہ تھی رافع کے ساتھ لشکر خراسان کے تمام بڑے بڑے سردار اور برامکہ کی جماعت کے آدمی شامل ہو گئے تھے۔ ہرثمہ بن اعین نے سمرقند پہنچ کر رافع بن لیث کو محصور کر لیا۔ رافع نے سمرقند میں محصور ہو کر مدافعت شروع کی یہ محاصرہ عرصۂ دراز تک جاری رہا۔

ہارُون الرشید کی وفات

رومیوں کی سرکوبی سے فارغ ہو کر اور نقفور کو مغلوب و ذلیل کر کے اور اُس سے جزیہ کی رقم وصول کرنے کے بعد خلیفہ ہارون الرشید رقہ میں واپس آیا یہاں آ کر اُس کو رافع بن لیث کی چیرہ دستی اور بعض اُمرائے خراسان کی سرکشی کا حال معلوم ہوا اُس نے خود خراسان کا قصد کیا اور لشکر فراہم کر کے ماہ شعبان ۱۹۲ھ میں رقہ سے بغداد پھر خراسان سے بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ ہارون نے روانگی کے وقت رقہ میں موتمن کو نائب السلطنت بنا کر خزیمہ بن خازم کو اُس کے پاس چھوڑا۔ بغداد میں اپنے بیٹے امین کو اپنا قائم مقام بنا کر مامون کو بھی بغداد میں امین کے پاس رہنے کا حکم دیا۔ مامون کے کاتب فضل بن سہیل نے مامون سے کہا کہ آپ کا دارالخلافہ بغداد میں امین کے پاس رہنا مناسب نہیں ہے آپ خلیفہ کے ہمراہ چلنے کی

کوشش کریں۔ مامون نے خلیفہ ہارون الرشید سے ہم سفر و ہم رکاب رہنے کی التجا کی اور خلیفہ نے اس خواہش کو منظور کر لیا۔ ہارون الرشید بغداد سے روانہ ہونے کو تھا کہ رقہ میں فضل بن یحییٰ برمکی محرم ۱۹۳ھ کو بحالتِ قید فوت ہوا۔ بغداد سے روانہ ہو کر ماہ صفر ۱۹۳ھ میں خلیفہ جرجان میں پہنچا۔ جرجان میں پہنچ کر خلیفہ کی بیماری نے خطرناک صورت اختیار کی۔ ہارون جس زمانہ میں بلادِ روم کے اندر مصروفِ قلعہ شکنی تھا۔ اسی زمانہ میں بیمار ہو گیا تھا۔ رقہ میں بیمار ہی پہنچا تھا۔ وہاں سے بغداد آیا تب بھی علیل تھا۔ اور اسی حالتِ علالت میں خراسان کی طرف فوج لے کر روانہ ہوا تھا۔ خلیفہ نے جرجان میں تمام سردارانِ لشکر کے روبرو یہ اعلان کیا کہ میرے ساتھ اس وقت جس قدر فوج اور سامان ہے یہ سب مُلکِ خراسان اور مامون سے متعلق رہے گا۔ اس تمام لشکر اور تمام سامان کا مالک مامون ہے اور یہ تمام سردار سپہ سالار بھی مامون ہی کے تابع فرمان رہیں گے۔ اس طرح مامون کا اطمینان کر کے جرجان سے مامون کو مرو کی طرف بھیج دیا اور اس کے ساتھ عبداللہ بن مالک۔ یحییٰ بن معاذ۔ اسد بن خزیمہ۔ عباس بن جعفر بن محمد بن اشعث اور نعیم بن حازم وغیرہ سرداروں کو بھیجا۔ مامون کو مرو کی جانب روانہ کرنے کے بعد خود جرجان سے روانہ ہو کر طوس چلا گیا۔ اس وقت اس کے ساتھ فضل بن ربیع۔ اسمٰعیل بن صبیح مسرور حاجب۔ حسین۔ جبرئیل بن بختیشوع وغیرہ موجود تھے۔ طوس پہنچ کر علالت نے یہاں تک ترقی کی کہ ہارون الرشید صاحب فراش ہو گیا۔ ہرثمہ بن اعین اور رافع بن لیث کے مقابلہ کا حال اوپر پڑھ چکے ہو۔ ہرثمہ نے ابھی تک رافع کو مغلوب نہیں کیا تھا۔ لیکن بخارا فتح ہو کر رافع کا بھائی بشیر بن لیث گرفتار ہو چکا تھا۔ ہرثمہ نے بشیر کو خلیفہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب ہارون الرشید طوس میں بسترِ علالت پر پڑا تھا۔ اس وقت بشیر اس کے پاس پہنچ کر حاضر کیا گیا۔ ہارون نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کو بڑی بے رحمی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ بشیر کے قتل کرنے کا حکم دے کر ہارون بے ہوش ہو گیا جب اس کو ہوش آیا تو جس مکان میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اسی مکان کے ایک گوشہ میں قبر کھود دینے کا حکم دیا جب قبر کھد کر تیار ہو گئی تو چند حافظوں نے قبر میں اتر کر ختم قرآن کیا۔ ہارون نے اپنی چارپائی قبر کے کنارے بچھوالی اور چارپائی پر پڑے پڑے قبر کو دیکھتا رہا۔ اسی حالت میں ۳ جمادی الثانی ۱۹۳ھ مطابق ۲۴ مارچ ۸۰۹ء بوقتِ شب انتقال کیا اس کے بیٹے صالح نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ ۴۳ سال ڈھائی مہینے ہارون الرشید

نے خلافت کی۔ طوس میں اُس کی قبر موجود ہے۔

ہارون الرشید کا نکاح زبیدہ بنت جعفر بن منصور سے ہوا تھا۔ زبیدہ کی کنیت امّ جعفر تھی۔ محمد امین اسی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ علی۔ عبداللہ، مامون۔ قاسم، موتمن۔ محمد معتصم صالح۔ محمد ابو موسیٰ۔ محمد ابو یعقوب، ابو العباس، ابو سلیمان، ابو علی، ابو احمد یہ سب بیٹے امہات اولاد سے پیدا ہوئے تھے۔ ہارون الرشید کے ان لڑکوں میں امین۔ مامون۔ موتمن۔ معتصم چار زیادہ مشہور ہیں۔ معتصم پڑھا لکھا نہ تھا۔ اسی لئے ولی عہدی کے قابل اُس کو ہارون نے نہیں سمجھا۔ مگر وہ خلیفہ ہوا اور اُسی کے اولاد سے بہت سے عباسی خلیفہ ہوئے اور اُسی سے ہارون الرشید کی نسل چلی۔ ہارون الرشید نے مرتے وقت جس طرح بہت سے بیٹے چھوڑے اسی طرح بیٹیاں بھی بہت سی تھیں جو سب کنیزوں کے پیٹ سے پیدا ہوتی تھیں۔

ہارون الرشید کو خاندانِ عباسیہ میں آفتابِ خاندان سمجھنا چاہیے۔ اُس کے زمانے میں خلافتِ عباسیہ نہایت مضبوط ہو کر اپنی معراج کمال کو پہنچ گئی تھی۔ ہارون الرشید کے عہد خلافت میں آل ابی طالب اور دوسرے سازشی گروہوں کی ہمتیں پست ہو چکی تھیں۔ اُس کو علم و فضل کا بے حد شوق اور پابندی مذہب کا بہت خیال تھا۔ زندیقوں کے فتنہ کا اُس کے عہد میں بکلّی استیصال ہو چکا تھا۔ روم و یونان کی عظیم الشان عیسائی سلطنت اُس کی خراج گذار تھیں۔ ہارون الرشید نے مرتے وقت خزانہ میں نوے کروڑ دینار چھوڑے تھے۔ اندلس و مراقش کے علاوہ وہ تمام عالم اسلام کا فرماں روا تھا۔ منصور ہی کے زمانے سے تصنیف و تالیف کا کام شروع ہو چکا تھا۔ ہارون الرشید کے زمانے میں یہودی اور عیسائی علماء کی بھی قدر دانی دربار بغداد میں ہوتی تھی۔ عیسائیوں کو ہارون نے فوجی سرداریاں بھی عطا کیں اور اپنی مصاحبت میں بھی جگہ دی اُس کے زمانے میں ہندوستان کے علماء بھی گورنر سندھ کی معرفت اور براہ راست خود بھی بغداد میں پہنچے اور وہاں اُن کی قدر و منزلت بڑھائی گئی۔ عبرانی زبان کی کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ مختلف علوم و فنون کی تدوین کا سلسلہ جاری ہوا۔ بغداد میں راحت و آسایش اور دولت و اطمینان لوگوں کو خوب حاصل تھا۔ اس لئے شاعری اور موسیقی کے چرچے بھی بغداد میں پائے جاتے تھے۔ قصہ گویوں نے ہارون الرشید کے متعلق بعض فرضی کہانیاں تصنیف کیں اور وہ کہانیاں دنیا میں مشہور ہوگئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس خلیفہ کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیل گئیں۔ ہارون الرشید بہادر اور سپاہی منش انسان تھا وہ بڑی خوش دلی اور مسرت

کے ساتھ گھوڑے کی زین پر بیٹھنے اور برس صرف کر دیتا تھا۔ لیکن جب صوفیوں کی مجلس میں بیٹھتا تو ایک تارک الدنیا صوفی و درویش نظر آتا تھا۔ جب فقہا کی مجلس میں ہوتا تھا تو وہ اعلیٰ درجہ کا فقیہہ اور جب محدثین کی صحبت میں ہوتا تھا تو اعلیٰ درجہ کا محدث ثابت ہوتا تھا۔ صرف زندیقوں یعنی لامذہبوں کا وہ ضرور دشمن تھا۔ باقی غیر مذہب والوں کے ساتھ اُس کا برتاؤ مدارات و مروت کا تھا۔ حج۔ جہاد اور خیرات تین چیزوں کا اُس کو بہت شوق تھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کا رقیق القلب بھی تھا جب کوئی شخص اُس کو نصیحت کرتا اور دوزخ سے ڈراتا تو وہ زار و قطار رونے لگتا تھا۔

ایک روز ابن سماک ہارون کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہارون کو پیاس لگی۔ اُس نے پانی مانگا، پانی آیا اور ہارون نے پینا چاہا تو ابنِ سماک نے کہا کہ امیر المومنین ذرا ٹھہر جائیے ہارون الرشید نے کہا۔ فرمایئے ابنِ سماک نے کہا کہ اگر شدتِ پیاس میں پانی آپ کو نہ ملے تو ایک پیالہ پانی آپ کتنے تک خرید لیں۔ ہارون الرشید نے کہا نصف سلطنت دے کر مول لے لوں۔ ابنِ سماک نے کہا کہ اب آپ پی لیجئے جب ہارون الرشید پانی پی چکا تو ابنِ سماک نے کہا کہ امیر المومنین اگر یہ پانی آپ کے پیٹ میں رہ جائے اور نہ نکلے تو اس کے نکلوانے میں آپ کہاں تک خرچ کر سکتے ہیں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ ضرورت پڑے تو میں نصف سلطنت دے ڈالوں۔ ابنِ سماک نے کہا کہ بس آپ سمجھ لیجئے کہ آپ کا تمام ملک ایک پیالہ پانی اور پیشاب کی قیمت رکھتا ہے۔ آپ کو اس پر زیادہ غرور نہ ہونا چاہیئے ہارون الرشید یہ سُن کر رو پڑا اور بہت دیر تک روتا رہا۔

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے ایک بزرگ سے کہا کہ آپ مجھے نصیحت کیجئے۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر آپ کا کوئی مصاحب ایسا ہو جو خوف دلاتا رہے اور اُس کا نتیجہ بہتر ہو تو وہ اُس مصاحب سے اچھا ہے جو آپ کو خوف سے آزاد کر دے مگر نتیجہ اُس کا بُرا ہو۔ ہارون الرشید نے کہا ذرا کھول کر بیان فرمایئے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص آپ سے یہ کہے کہ قیامت کے دن آپ سے رعیت کے متعلق سوال ہونے والا ہے آپ خدا سے ڈرتے رہیئے تو وہ اُس شخص سے بہتر ہے جو یہ کہے کہ آپ اہلِ بیت نبوی سے ہیں اور بوجہ قرابت نبوی صلعم آپ کے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ یہ سُن کر ہارون الرشید ایسا رویا کہ پاس بیٹھنے والوں کو اُس پر رحم آنے لگا۔

قاضی فاضل کہتے ہیں کہ دو بادشاہوں کے سوا کوئی ایسا نہیں ہوا جس نے طلب علم میں سفر کیا ہو ایک تو ہارون الرشید کہ اُس نے اپنے بیٹوں امین و مامون کو ہمراہ لے کر موطا امام مالک کی سماعت کے لئے سفر کیا۔ چنانچہ جس نسخہ میں اُس نے پڑھا تھا وہ شاہانِ مصر کے پاس موجود تھا۔ دوسرا سلطان صلاح الدین ایوب جو موطا امام مالک کے سننے کی غرض سے اسکندریہ گیا تھا۔

ہارون الرشید چوگان کھیلتا اور تیر و کمان سے نشانہ بازی کرتا تھا۔ ہارون الرشید کی عمر وفات کے وقت ۴۵ سال کے قریب تھی۔ اُس کے علاج میں حکیم جبرئیل بن بختیشوع سے غلطی ہوئی۔ اس لئے مرض ترقی کر کے اُس کی وفات کا باعث ہوا۔ یہ حکیم ہارون الرشید کے ہمراہیوں میں اُس کے بیٹے امین کا طرفدار تھا۔ اور اُس کا حاجب مسرور مامون کا ہوا خواہ تھا۔ جب کہ ہارون الرشید سفر ہی میں تھا اور اُس کی علالت ترقی کر رہی تھی تو بغداد سے اُس کے بیٹے امین نے بکر بن المعتمر کی معرفت بعض خطوط ہارون الرشید کے ہمراہیوں کے نام لکھ کر بھیجے تھے جن میں ہارون الرشید کو فوت شدہ تصور کر کے اپنی بیعت کے لئے لکھا تھا۔ ایک خط امین نے اپنے بھائی صالح کے نام لکھا تھا کہ لشکر و اسباب اور خزانے لے کر فضل بن ربیع کے مشورے سے فوراً میرے پاس چلے آؤ۔ اسی مضمون کے خطوط اُس نے ہارون الرشید کے دوسرے ہمراہیوں کو بھی لکھے تھے۔ اسی مضمون کا ایک خط فضل بن ربیع کے نام تھا انھیں خطوط میں اُس نے تمام سرداروں کو اُن کے عہدوں پر قائم رکھنے کے لئے بھی وعدہ کیا تھا۔ بکر بن المعتمر کے آنے کی اطلاع ہارون کو اتفاقاً ہو گئی۔ اُس نے بکر کو اپنے سامنے بلایا اور آنے کا سبب دریافت کیا۔ اُس نے کوئی معقول جواب نہ دیا تو ہارون نے اُس کو قید کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد ہی ہارون الرشید کا انتقال ہو گیا۔ فضل بن ربیع نے بکر کو جیل خانے سے نکلوایا اُس نے امین کے وہ خطوط دیئے ان خطوط کو پڑھ کر سرداروں نے آپس میں مشورہ کیا۔ چونکہ سب اپنے وطن بغداد کی طرف جانے کے آرزومند تھے فضل بن ربیع سب کو لے کر بغداد کی طرف روانہ ہو گیا اور ہارون نے جو وصیت کی تھی اور مامون سے جو اُن کے عہد و میثاق تھے سب فراموش کر دیئے۔

⁂

امین الرشید بن ہارون الرشید

محمد امین بن ہارون بن مہدی بن منصور عباسی زبیدہ خاتون کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ امین و مامون دونوں ہم عمر تھے۔ ہارون الرشید نے اپنے بعد امین کو تختِ خلافت کا وارث مقرر کیا تھا لیکن ساتھ ہی مامون کو خراسان وغیرہ ممالکِ مشرقیہ کا مستقل حاکم بنا کر امین کو وصیت کی تھی کہ مامون کو خراسان کی حکومت سے معزول نہ کرے اور مامون کو نصیحت کی تھی کہ امین کی اطاعت و سیادت سے انکار نہ کرے۔ طوس میں جب ہارون الرشید کا انتقال ہوا ہے تو مامون مرو میں تھا اور امین بغداد میں۔ صالح ہارون الرشید کے ہمراہ تھا۔ ہارون کی وفات سے اگلے دن یعنی ۴ رجمادی الثانی ۱۹۳ھ کو طوس میں لشکرِ ہارون اور موجودہ سرداروں نے امین کی خلافت پر نیابتہً صالح کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور محکمۂ ڈاک کے افسر حمویہ نے فوراً اپنے نائب کو جو بغداد میں تھا اس واقعہ کی اطلاع دی۔ چنانچہ اسی نے فوراً امین کو ہارون الرشید کے مرنے اور اُس کے خلیفہ تسلیم ہونے کی خبر سنائی۔ صالح بن ہارون الرشید نے بھی اپنے بھائی امین کی خدمت میں اس واقعہ کو لکھا اور خلافت کی مبارک باد دی اور ساتھ ہی خاتمِ خلافت۔ عصا۔ اور چادر بھیج دی۔ ان ایام میں ہارون الرشید کی بیوی اور امین کی ماں زبیدہ خاتون شہر رقہ میں اقامت گزین تھی اور خزانۂ خلافت اُسی کے قبضہ میں تھا۔ امین نے ان خبروں اور خطوں کے آنے پر جامع مسجد میں جا کر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ خلیفہ ہارون الرشید کی وفات کا حال سُنایا اور لوگوں سے بیعت لی۔ زبیدہ خاتون اس خبر کو سُن کر رقہ سے بغداد کی طرف معہ خزانۂ شاہی روانہ ہوئی اس کے آنے کی خبر سُن کر امین نے مقام انبار میں اُس کا استقبال کیا اور عزت و احترام کے ساتھ بغداد میں لایا۔ مامون نے مرو میں باپ کے مرنے کی خبر سُنی تو امیروں اور سپہ سالاروں کو جو وہاں موجود تھے جمع کیا اور اپنے لئے مشورہ طلب کیا کہ مجھ کو اب کیا کرنا چاہیئے۔ ان امیروں اور سپہ سالاروں میں عبداللہ بن مالک یحییٰ بن معاذ۔ شبیب بن حمید بن قحطبہ۔ علاء حاجب عباس بن زہیر۔ ایوب بن ابی سمیر۔ عبدالرحمن بن عبدالملک بن صالح۔ فضل بن سہل قابلِ تذکرہ تھے بغداد سے روانہ ہو کر جرجان تک مامون اور یہ تمام سردار بھی ہارون الرشید کے ہمراہ تھے۔ اس سفر میں فضل بن سہل نے سپہ سالاروں اور سرداروں کو مامون کی جانب مائل کرنے کی کوشش کی تھی اور بہت سے سرداروں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم مامون کی طرف داری میں خود بخود حصّہ لیں گے۔ لیکن فضل بن ربیع

امین کا طرف دار تھا اب بعد وفاتِ ہارون فضل بن ربیع کی کوشش سے سب کے سب جو طوس میں موجود تھے۔ امین کی بیعت کر کے بغداد کی جانب روانہ ہوگئے اور اس بات کا مطلق خیال نہ کیا کہ ہارون کی وصیت کے موافق ہم کو مامون کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس تمام لشکر اور سامان کا مالک مامون ہے۔ یہ سردار جو مامون کے پاس تھے ہارون الرشید کی وصیت کے موافق ممالک مشرقیہ پر اس کی حکم رانی کے موید اور ہر طرح اسی کے ہوا خواہ تھے ان میں سے بعض نے یہ مشورہ دیا کہ فضل بن ربیع ابھی راستہ میں ہے۔ یہاں سے فوج بھیج کر اُس کو مرو کی جانب واپس لایا جائے مگر فضل بن سہل نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اگر اس طرح ان لوگوں کو واپس لایا گیا تو اندیشہ ہے کہ وہ دھوکا دیں گے اور موجبِ نقصان ثابت ہوں گے۔ ہاں مناسب یہ ہے کہ اُن لوگوں کے پاس جنھوں نے فرماں برداری کا اقرار کر کے اعانت و ہمدردی کے وعدے کئے تھے۔ پیغام بھیجا جائے اور اُن کو ہارون الرشید کی وصیت اور اُن کے وعدے یاد دلائیں جائیں۔ چنانچہ دو قاصد روانہ ہوئے وہ جب فضل وغیرہ کے پاس پہنچے تو اُنھوں نے سب کو اپنا دشمن پایا بعض نے تو علانیہ مامون کو گالیاں بھی دیں۔ یہ دونوں قاصد مشکل سے اپنی جان بچا کر واپس آئے اور حالات جو کچھ دیکھ کر آئے تھے سُناتے مامون کو یقین تھا کہ مجھ کو ممالکِ مشرقیہ پر قابض نہ رہنے دیا جائے گا۔ اس لئے وہ بہت فکر مند اور پریشان تھا۔ ادھر فضل بن سہل نے اس بات کا بیڑا اٹھایا کہ مامون کو خلیفہ بنا کر رہوں گا۔ مامون کے ہمراہیوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو مامون کے خلیفہ ہونے کو ناپسند کرتے۔ مگر ممالک مشرقیہ پر اُس کے قابض رہنے کے خواہاں تھے۔ لیکن فضل بن سہل اور اُس کے ہم خیال لوگ امین کی خلافت کو ناپسند کرتے تھے اور مامون ہی کو خلیفہ بنانے کے خواہاں تھے۔ فضل بن سہل کا باپ سہل ایک نومسلم مجوسی تھا جو ہارون الرشید کے زمانے میں مسلمان ہوا تھا۔ ہارون ہی نے اُس کے بیٹے فضل کو مامون کا کاتب مقرر کیا تھا۔ مجوسی النسل ہونے کی وجہ سے وہ مامون کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا۔

حقیقت یہ تھی کہ امین کی ماں ہاشمیہ تھی اور وہ عربوں کی حمایت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ مامون کی ماں ایرانی النسل تھی۔ اس لئے ایرانی و خراسانی لوگ مامون کے ہوا خواہ تھے۔ امین بغداد میں عربوں کے اندر موجود تھا اور مامون اپنے حامیوں یعنی ایرانیوں کے اندر مرو میں تھا۔ زبیدہ خاتون مامون سے متنفر تھی اور عربی سردار جو عباسیوں کے ہوا خواہ تھے وہ علویوں کو ناپسند کرتے تھے لیکن خراسان میں علویوں کے حامی بکثرت موجود تھے جعفر برمکی جو علویوں کا طرف دار تھا مامون کا اتالیق تھا۔ لہٰذا مامون کی قبولیت خراسان وغیرہ ممالک مشرقیہ میں زیادہ تھی۔ فضل بن ربیع وغیرہ جو برامکہ سے متنفر تھے۔ مامون

سے بھی ناخوش تھے۔ غرض کہ مامون وامین کے دل صاف نہ تھے اور ان دونوں کے گرد ایسے سردار جمع تھے جو دو گروہوں میں منقسم تھے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کا مخالف تھا لہٰذا ہارون کے مرتے ہی ان دونوں گروہوں نے امین و مامون کی پیشوائی میں ایک دوسرے کے خلاف زور آزمائی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں اور ایک دوسرے کی طرف سے مطمئن نہ تھے۔ مامون نے اہلِ خراسان کی استمالتِ قلوب کے لئے خراسان کا چوتھائی خراج معاف کر دیا۔ اور خراسانی سرداروں سے ترقیات و قدر دانی کے بڑے بڑے وعدے کئے۔ اہلِ ایران خوش ہو ہو کر کہتے تھے کہ مامون الرشید ہمارا ہمشیرزادہ ہے وہ ضرور ہمارے مرتبہ اور اقتدار کو بڑھائے گا۔ ادھر مامون نے مرو کے علماء فقہا کو بلا کر کہا کہ آپ لوگ وعظ و پند کے ذریعہ لوگوں کے خیالات کی تربیت کریں اور حالات کو قابو میں رکھیں۔ ان تمام حالات کے موجود ہوتے ہوئے مامون الرشید نے سب سے بڑی عقلمندی یہ کی کہ امین الرشید کی خدمت میں مودبانہ عرضی لکھ کر بھیجی اور ہدایا و تحف روانہ کر کے اپنی نیازمندی و فرماں برداری کا یقین دلانے کی کوشش کی۔

اگر خلیفہ امین الرشید کی طرف سے حزم و مآل اندیشی کے ساتھ کام لیا جاتا تو مامون الرشید ہی کی طرف سے ناجائز و ناشدنی حرکات کا ظہور ہوتا اور وہی ملزم قرار پا کر اہلِ عالم کی نگاہوں میں مطعون و بدنام ہوتا اور شاید اُس کو کامیابی بھی حاصل نہ ہوتی لیکن فضل بن ربیع اور دوسرے مشیر امین کے لئے اچھے مشیر ثابت نہ ہوئے۔ اور امین سے کسی دانائی ہوشیاری کا ظہور نہ ہوا بلکہ اُس نے اپنے کاموں سے بہت جلد لوگوں کو یقین دلا یا کہ وہ ہارون الرشید کے تخت کو سنبھالنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اُس نے تختِ خلافت پر قدم رکھتے ہی پہلی غلطی یہ کی کہ اپنے بھائی قاسم یعنی موتمن کو جزیرہ کی حکومت سے معزول کر کے اُس کے پاس صرف قنسرین وعواصم کا صوبہ باقی رکھا۔ اور جزیرہ کی حکومت پر اپنی طرف سے خزیمہ بن خازم کو مامور کر کے بھیج دیا۔ اسی سال یعنی اپنی خلافت کے ابتدائی ایام میں اُس نے فضل بن ربیع کے مشورے سے اپنے بیٹے موسیٰ بن امین کو بجائے مامون کے ولی عہد بنانا چاہا۔ اور مامون کو خود مخالفت کا موقعہ دے دیا۔ جس زمانہ میں ہارون الرشید خراسان کو جارہا تھا تو اُس نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ یہ لشکر اور تمام سامان مامون الرشید کے پاس خراسان میں رہے گا اور مامون ہی اس کا مالک ہے لیکن فضل بن ربیع تمام سامان اور تمام لشکر کو جو وفاتِ ہارون کے وقت طوس میں موجود تھا لے کر بغداد کی طرف چل دیا اور اس طرح مامون کو بہت کمزور کر گیا۔ اس لئے فضل بن ربیع

کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر امین کے بعد مامون خلیفہ ہو گیا اور جلدی اُس کو تختِ خلافت پہنچ گیا تو وہ میرے ساتھ ضرور بُرا سلوک کرے گا۔ لہٰذا اُس نے یہ کوشش کی کہ مامون کو ولی عہدی سے معزول کرا دیا جائے۔ یہی خطرہ علی بن عیسیٰ سابق گورنر خراسان کو بھی اپنی نسبت تھا لہٰذا اُس نے بھی فضل بن ربیع کے اس مشورہ کی تائید کی اور امین کو مامون کی معزولی پر آمادہ کر دیا۔ مگر خزیمہ بن خازم کے روبرو جب یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو اُس نے اس رائے کی سخت مخالفت کی اور خلیفہ کو سرِ دست اس کام سے روک دیا۔ یہ خبریں مامون کے پاس بھی پہنچ رہی تھیں۔ مگر اس نے اس کے متعلق بالکل خاموشی اختیار کی اور نتیجہ کا منتظر رہا۔

رافع اور ہرثمہ مامون کی خدمت میں

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ہرثمہ بن اعین نے سمرقند میں رافع کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور رافع بن لیث ابھی مغلوب نہ ہوا تھا کہ طوس میں ہارون الرشید کا انتقال ہوا۔ رافع کا بھائی بشیر گرفتار ہو کر طوس میں ہارون کے پاس پہنچ کر اُس کے حکم سے قتل ہو چکا تھا۔ ہارون کی وفات کے بعد ہرثمہ بن اعین نے بزورِ شمشیر سمرقند میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا اور وہیں قیام بھی کر دیا۔ ہرثمہ بن اعین کے ساتھ طاہر بن حسین بھی تھا۔ رافع بن لیث نے سمرقند سے فرار ہو کر ترکوں میں جا کر پناہ لی۔ اور ترکوں کا لشکر لے کر ہرثمہ کے مقابلہ کو آیا اس لڑائی میں بھی اُس کو ہزیمت ہوئی اس کے بعد ترکوں اور رافع کے درمیان ناچاقی پیدا ہوئی اور اُس کی حالت بہت کمزور ہو گئی۔ اُس نے اپنا قاصد مامون کے پاس بھیج کر امان طلب کی مامون نے اُس کو امان دے دی اور وہ مامون کی خدمت میں مرو چلا آیا۔ یہاں اُس کی خوب آؤ بھگت کی گئی۔ ہرثمہ بھی چند روز کے بعد مامون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مامون نے ہرثمہ کو اپنی رکابی فوج کا افسر بنا لیا۔ انھیں ایام میں مامون نے عباس بن عبداللہ بن مالک کو ولایت رَے کی حکومت سے معزول کر دیا۔

امین و مامون کی علانیہ مخالفت

امین کے پاس بغداد میں خبر پہنچی کہ مامون نے ہرثمہ کو اپنی رکابی فوج کا افسر بنا لیا ہے اور رافع کو عزت کے ساتھ مصاحبت میں داخل کر لیا ہے اور ولایت رَے سے عباس

بن عبد اللہ کو معزول کر دیا ہے اس خبر کو سُن کر وہ بلا وجہ ناراض ہوا اور خطبے سے مامون کا نام نکال کر اپنے بیٹے کا نام بطور ولی عہد داخل کر دیا اور عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن جعفر اور محمد بن عیسیٰ بن نہیک کو پیام دے کر مامون کے پاس بھیجا۔ کہ تم اس بات پر رضامند ہو جاؤ کہ میرا بیٹا موسیٰ ولی عہدی میں تم پر سابق رہے اور مجمع عام میں اس کا اعلان کر دو کہ بجائے میرے موسیٰ بن امین ولی عہد ہے۔ مامون نے اس بات کے قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر فضل بن سہل نے اس موقعہ پر یہ فائدہ اٹھایا کہ عباس بن موسیٰ کو اپنا ہم خیال بنا کر مخفی طور پر اس بات کے لئے آمادہ کر لیا کہ وہ بغداد میں رہ کر جاسوسی و مخبری کی خدمات انجام دے اور ضروری باتوں کی فوراً اطلاع بھجوا دیا کرے۔ امین نے مامون سے خراسان کی بعض ولایات سے دست بردار ہو جانے کی بھی فرمائش کی تھی مامون نے اس سے بھی صاف انکار کر دیا تھا۔ مامون کو جب یہ معلوم ہوا کہ بغداد میں خطبوں سے میرے نام کو خارج کر دیا گیا ہے تو اُس نے جواباً خراسان میں امین کے نام کو خطبوں سے خارج کر دیا۔ انھیں ایام میں امین نے خانہ کعبہ سے اُس دستاویز کو جو ہارون نے لٹکائی تھی۔ اُتروا کر چاک کرا دیا۔ یہ واقعہ شروع ۱۹۵ھ کا ہے اور یہیں سے مامون الرشید کو امین کی علانیہ مخالفت کرنے کا حق پیدا ہو گیا۔ مامون نے خراسان کی ناکہ بندی بڑی احتیاط کے ساتھ کرا دی۔ تاکہ امین کا کوئی خط اور کوئی قاصد حدودِ خراسان میں داخل نہ ہو سکے اور خراسان میں کسی بغاوت کے پیدا کرنے کی کوشش امین نہ کر سکے۔

صوبوں میں بدامنی

جب دونوں بھائیوں کی مخالفت۔ عہد نامہ کے خانہ کعبہ سے اُتروا کر چاک کر دینے اور خطبوں سے ایک دوسرے کے ناموں کو خارج کرا دینے کا حال مشہور ہوا تو جہاں جہاں کوئی سوادِ فاسد موجود تھا وہ اُبھرنے اور پھوٹ پڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ خاقانِ تبت ملوک ترک، بادشاہ کابل نے جو حکومت اسلامیہ کے باج گذار و فرماں بردار رہتے۔ بغاوت و سرکشی پر آمادگی ظاہر کی اور بلادِ اسلامیہ کے لوٹنے شب خون مارنے اور حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ یہ خبریں سُن کر مامون پریشان ہوا مگر فضل بن سہل کے مشورے سے اُس نے ان ملوک کو نرمی و استمالت کے خطوط لکھے اور بعض کا خراج معاف کر کے بعض کو اسی قسم کی اور

رعایتیں دے کر صلح و آشتی کے تعلقات کو مضبوط کر لیا۔ مامون کی یہ پریشانی جلد ہی رفع ہو گئی اور اندرونِ ملک میں کسی قسم کا کوئی فتنہ برپا نہ ہونے پایا کیونکہ اہلِ خراسان تمام مامون کے بدل حامی و مددگار تھے۔ اور امین کو جو اہلِ عرب کا حامی تھا شکست دینا چاہتے تھے اُدھر ممالکِ مغربیہ یعنی امین کے ماتحت صوبوں میں جو شورشیں برپا ہوئیں وہ امین کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوئیں ملکِ شام میں خاندان بنو اُمیہ کا صرف ایک ہی شخص باقی رہ گیا تھا جس کا نام علی بن عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہؓ تھا اس کی ماں کا نام نفیسہ بنت عبید اللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب تھا۔ یہ سفیانی کے نام سے مشہور تھا وہ کہا کرتا تھا کہ میں صفین کے سرداروں یعنی معاویہؓ و علیؓ کا بیٹا ہوں۔ یہ ذی علم و صاحبِ شعور شخص تھا امین و مامون کو آمادۂ مقابلہ دیکھ اُس نے ملکِ شام میں خروج کیا اور شام کے وہ قبائل جو بنواُمیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اُس کے ساتھ ہو گئے۔ امین نے فوجیں شام کی طرف روانہ کیں۔ لیکن اُن کو شکست ہوئی کئی برس تک ملکِ شام میں ہنگامہ برپا رہا آخر ۱۹۸ھ میں سفیانی بعض شامی قبائل سے مغلوب ہو کر شام سے فرار ہو گیا اور شامیوں نے دمشق پر قبضہ کر لیا امین نے جب خانۂ کعبہ سے دستاویزِ عہد نامہ کو اُتار کر چاک کرا دیا اور داؤد بن عیسیٰ نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر کے مکہ و مدینہ اور حجاز کے باشندوں کو سمجھایا کہ امین نے مامون پر ظلم کیا ہے۔ ہم نے خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے جو عہد کیا ہے اُس پر قائم رہنا چاہیے اور موسیٰ کی جو ایک شیر خوار بچہ ہے ہرگز بیعت ولی عہدی نہیں کرنی چاہیے۔ داؤد بن عیسیٰ کی اس کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام اہلِ حجاز نے مامون کی خلافت کو تسلیم کر کے امین کا نام خطبہ سے نکال دیا اور مامون ہی کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور داؤد بن عیسیٰ نے مکہ سے براہِ بصرہ و فارس و کرمان جا کر مرو میں مامون الرشید کو حجاز کی حالت سے آگاہ کیا مامون نے خوش ہو کر اُسی کو اپنی طرف سے مکہ کا گورنر مقرر کر کے بھیج دیا۔ یہ واقعہ ۱۹۶ھ کا ہے غرض بغاوتوں اور سرکشیوں سے امین کو زیادہ نقصان پہنچا۔ مامون کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا جو دلیل اس بات کی ہے کہ امین کے اندر قابلیت ملک داری نہ تھی۔

رومی ہارون الرشید کے انتقال سے چند روز بعد قیصرِ روم نقفور بھی جنگِ برجان میں مارا گیا۔ اُس کی جگہ اُس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ دو مہینے کے بعد وہ بھی مر گیا تو اُس کی بہن کا داماد میکائیل بن جرجیس تخت نشین ہوا دوسرے سال ۱۹۴ھ میں رومیوں

نے اُس کے خلاف بغاوت کی تو وہ دارالسلطنت چھوڑ کر درویشوں اور رہبانوں میں جا شامل ہوا۔ تب رومیوں نے اپنے سپہ سالار الیون نامی کو تخت پر بٹھایا۔ غرض جس زمانے میں ہارون کی سلطنت میں اندرونی فسادات رونما ہو رہے تھے اُس زمانے میں رُومیوں کی سلطنت بھی اسی قسم کی پیچیدگیوں میں مبتلا تھی۔

امین و مامون کی زور آزمائی

۱۹۴ھ کے آخری ایام میں امین نے مامون کو ولی عہدی سے معزول کیا اور مامون نے امین کا نام خطبہ سے نکال دیا۔ اس کے بعد امین نے یہی نہیں کہ اپنے بیٹے کو مامون کی جگہ ولی عہد بنایا بلکہ اپنے بھائی موتمن کو بھی معزول کر کے اُس کی جگہ اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ کو ولی عہد بنایا۔ اور خطبوں میں موسیٰ و عبداللہ کا نام لیا جانے لگا۔ اب لڑائی اور زور آزمائی کے لئے امین و مامون کو کسی چیز کے انتظار کی ضرورت نہ تھی۔ فضل بن سہل کو مامون نے ذوالریاستین یعنی صاحب السیف والقلم کا خطاب دے کر اپنا مدار المہام سلطنت بنایا۔ طاہر بن حسین بن مصعب بن زریق بن اسعد خزاعی کو فوج کی سپہ سالاری سپرد کی گئی۔ فضل بن سہل نے سرحدی ولایت رَے میں جا کر وہاں کے جنگ آزمودہ سپاہیوں کو فراہم کیا اور اس سرحدی علاقہ کے لوگوں کی ایک فوج بھرتی کر کے سپہ سالار کو سپرد کی۔ طاہر بن حسین نے ابوالعباس خزاعی کو لشکر رَے کا امیر مقرر کیا۔ ابوالعباس نے رَے میں اپنے لشکر کو کیل کانٹے سے درست کیا۔ اُدھر امین الرشید نے عصمت بن حماد بن سالم کو ایک ہزار پیادوں کی جمعیت سے ہمدان کی طرف روانہ کر کے حکم دیا کہ تم ہمدان میں مقیم رہ کر اپنے مقدمۃ الجیش کو ساوہ کی طرف روانہ کرنا۔ اس کے بعد امین نے ایک بڑا لشکر مرتب کر کے فضل بن ربیع کے مشورے سے علی بن عیسیٰ بن ماہان کی سپہ سالاری میں مامون کے مقابلہ کو خراسان کی طرف روانہ کیا۔ امین اور اُس کے وزیر فضل بن ربیع کی یہ سخت غلطی تھی کہ علی بن عیسیٰ کو سپہ سالار بنا کر خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اہلِ خراسان علی بن عیسیٰ سے اُس کے عہد گورنری سے ناخوش تھے۔ اُس کے آنے کی خبر سُن کر اہلِ خراسان اور بھی زیادہ لڑنے اور مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ امین نے علی بن عیسیٰ کو نہاوند۔ ہمدان، قم۔ اصفہان اور بلادِ جبل بطور جاگیر عطا کئے اور خزانۂ خلافت سے ہر قسم کا سامان اور روپیہ ضرورت سے زیادہ دے کر

پچاس ہزار سواروں کے ساتھ رخصت کیا۔ اور عمال کے نام فرامین جاری کئے کہ علی بن عیسٰی کی کمک کے لئے لشکر روانہ کریں اور ہر قسم کی امداد اس کو پہنچائیں۔ علی بن عیسٰی امین کی ماں زبیدہ خاتون سے رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوا تو اس نے مامون کے متعلق علی کو نصیحت کی کہ اس کو گرفتار کرکے کوئی بے ادبی کا برتاؤ نہ کرنا۔ شعبان ۱۹۵ھ میں علی بن عیسٰی بغداد سے روانہ ہوا۔ خود خلیفہ امین اور ارکانِ سلطنت بطریق مشایعت اس لشکر کے ہمراہ روانہ ہوتے۔ یہ اس شان و شکوہ کا لشکر تھا کہ اہلِ بغداد نے اب تک ایسا عظیم الشان لشکر نہیں دیکھا تھا۔ علی بن عیسٰی خلیفہ امین سے رخصت ہو کر رے کے قریب پہنچا تو اس کے ہمراہیوں نے رائے دی کہ ہراول اور مورچے قائم کرنے چاہئیں۔ مگر علی نے کہا کہ طاہر جیسے شخص کے مقابلے میں مورچے اور ہراول قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ طاہر بھی علی کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر رے سے نکلا اور رے سے پانچ فرسنگ کے فاصلے پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ علی بن عیسٰی کے ہمراہ پچاس ہزار سے زیادہ فوج تھی اور طاہر بن حسین کے لشکر کی کل تعداد چار ہزار فوج تھی۔ دونوں کی قوتوں کا یہ ایسا نمایاں فرق تھا کہ علی بن عیسٰی نے صف آرائی کے وقت اپنی فوج سے کہا کہ ان لوگوں کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کو گھیر کر گرفتار کر لینا چاہئے۔ علی بن عیسٰی کے عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر طاہر بن حسین کے لشکر سے عین صف آرائی کے وقت کچھ لوگ فرار ہو کر علی بن عیسٰی کے پاس چلے گئے تاکہ فتح مند ہونے والے گروہ کی شرکت سے فائدہ اٹھائیں اور ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہیں مگر علی بن عیسٰی نے ان لوگوں کو پٹوا کر نکال دیا اور بعض کو قید کر لیا۔ اس سے طاہر بن حسین کو بہت فائدہ پہنچا یعنی اس کے لشکر کا ہر متنفس لڑنے اور مارنے مرنے پر آمادہ ہو گیا۔ آخر لڑائی شروع ہوئی طاہر بن حسین کے میمنہ اور میسرہ کو علی بن عیسٰی کے میسرہ اور میمنہ نے شکست دے کر بھگا یا مگر طاہر نے قلبِ لشکر کو لے کر علی کے قلب پر ایسا سخت حملہ کیا کہ علی کا قلب شکست کھا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر طاہر کے میمنہ اور میسرہ کے شکست خوردہ سپاہی لوٹے اور ہمت کرکے طاہر سے آملے۔ نہایت سخت معرکہ آرائی ہوئی اور اسی دار و گیر میں علی بن عیسٰی کے گلے میں ایک تیر نے ترازو ہو کر اس کا کام تمام کر دیا۔ علی بن عیسٰی کے گرتے ہی تمام لشکر فرار ہوا اور طاہر کے ہمراہیوں نے علی بن عیسٰی کا سر کاٹ لیا۔ طاہر کے فتح مند لشکر نے دو فرسنگ تک فراریوں کا تعاقب کیا اور لشکرِ بغداد

قتل و گرفتار کرتے ہوئے چلے گئے۔ رات کی تاریکی نے حائل ہو کر بقیہ فراریوں کو قتل و گرفتاری سے بچایا۔ طاہر بن حسین رے میں واپس آیا اور فتح نامہ مامون کی خدمت میں روانہ کیا کہ

"بخدمت امیر المومنین گذارش ہے کہ یہ عریضہ ایسی حالت میں لکھ رہا ہوں کہ علی بن عیسیٰ کا سر میرے روبرو ہے اس کی انگوٹھی میری انگلی میں ہے اور اُس کا لشکر میرے زیر فرمان ہے۔"

تین دن کے عرصہ میں یہ خط مرو میں فضل بن سہل کے پاس پہنچا وہ لئے ہوئے مامون کی خدمت میں حاضر ہوا فتح کی مبارکباد دی۔ ارکینِ دولت نے بطور امیر المومنین سلام کیا۔ دو دن کے بعد علی کا سر بھی پہنچا جس کو تمام ملکِ خراسان میں تشہیر کیا گیا۔

بغداد میں علی بن عیسیٰ بن ماہان کے مقتول ہونے کی خبر پہنچی تو امین نے عبدالرحمن بن جبلہ انباری کو بیس ہزار سواروں کی جمعیت سے طاہر کے مقابلہ کو روانہ کیا۔ عبدالرحمن بن جبلہ کو ہمدان اور بلادِ خراسان کی سند گورنری بھی دی گئی کہ ان ملکوں کو فتح کر کے اپنی حکومت قائم کر لو۔ عبدالرحمن بن جبلہ نے ہمدان پہنچ کر قلعہ بندی کی۔ اس کا حال طاہر بن حسین کو معلوم ہوا تو وہ فوج لے کر ہمدان کی طرف گیا۔ عبدالرحمن بن جبلہ نے ہمدان سے نکل کر مقابلہ کیا۔ طاہر نے پہلے ہی حملہ میں شکست دے کر بھگا دیا۔ عبدالرحمن نے ہمدان میں جا کر پھر تیاری کر کے شہر سے نکل کر دوبارہ مقابلہ کیا اس مرتبہ بھی شکست کھا کر ہمدان میں داخل ہو کر پناہ گزین ہوا۔ طاہر نے فوراً بڑھ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ نے طول کھینچا۔ اس وقفہ میں طاہر نے قزوین کو فتح کر لیا۔ عاملِ قزوین فرار ہو گیا۔ طولِ محاصرہ سے اہلِ شہر کو اذیت ہوتی اور عبدالرحمن کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اہلِ شہر ہی شب خون نہ ماریں اس لئے اُس نے طاہر سے امان طلب کی۔ طاہر نے اُس کو امان دے دی اور ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ طاہر کے امان دینے کی وجہ سے عبدالرحمن بلا روک ٹوک ہمدان میں رہتا تھا ایک روز موقعہ پا کر عبدالرحمن نے اپنے ہمراہیوں کو مجتمع کر کے بحالتِ غفلت طاہر کے لشکر پر حملہ کیا۔ اس حملہ میں طاہر نے عبدالرحمن کو شکست دے کر قتل کیا۔ عبدالرحمن کے ہمراہی جو قتل ہونے سے بچے وہ بھاگ کر عبداللہ و احمد پسرانِ حرلیثی سے جو بغداد سے عبدالرحمن کی مدد کے لئے آ رہے تھے ملے۔ ان دونوں پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ بلا مقابلہ راستے ہی سے

بغداد کی جانب واپس چلے گئے۔ طاہر نے یکے بعد دیگرے شہروں پر قبضہ کرنا شروع کیا حلوان پہنچ کر مورچے قائم کئے اور خندقیں کھدوا کر خوب مضبوطی کر لیں۔ ان فتوحات کے بعد مامون نے حکم جاری کیا کہ ہر شہر میں بیعتِ خلافت لی جائے اور ممبروں پر ہمارے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ فضل بن سہل کو مامون نے ذوالریاستین (صاحب السیف والقلم) کا خطاب دے کر اپنا وزیرِ اعظم اور مدارالمہام خلافت بنایا۔ فضل بن سہل کی نیابت و ماتحتی میں علی بن ہشام کو وزیرِ جنگ اور نعیم بن خازم کو وزیرِ مال اور دفترِ انشاء کا مہتمم مقرر کیا۔ فضل بن سہل کے بھائی حسن بن سہل کو دیوان الخراج کی افسری سپرد کی گئی۔

خلیفہ امین کی حکومت میں اختلال

بغداد میں جب خبر پہنچی کہ عبدالرحمٰن بن جبلہ بھی طاہر کے مقابلہ میں مارا گیا تو تمام شہر میں ہلچل مچ گئی۔ خلیفہ امین نے اسد بن یزید بن مزید کو طلب کر کے طاہر کے مقابلے کے لئے روانگی کا حکم دیا۔ اسد بن یزید نے کہا کہ میرے لشکر کو ایک سال کا وظیفہ پیشگی دیا جائے۔ سامانِ حرب عطا فرمایا جائے اس بات کا وعدہ کیا جائے کہ جس قدر شہر میں فتح کروں اُن کا کوئی حساب مجھ سے نہ لیا جائے گا۔ تجربہ کار، بہادر سپاہی میرے ہمراہ کئے جائیں کمزوروں اور ناتوانوں کو الگ کر دیا جائے۔ ان شرطوں کو سُن کر امین برہم ہوا اور اسد بن یزید کو قید کر دیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن حمید بن قحطبہ کو طلب کر کے طاہر کے مقابلہ پر جانے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن حمید بن قحطبہ نے بھی اس قسم کی شرطیں پیش کیں۔ وہ بھی معتوب ہوا۔ اس کے بعد اسد بن یزید کے چچا احمد بن مزید کو طلب کر کے اسد کے قید کر دینے کی معذرت کی اور جنگ طاہر پر جانے کا حکم دیا۔ احمد بن مزید نے اسد کے آزاد کرنے کی سفارش کی خلیفہ امین نے اسد کو آزاد کر دیا اور احمد بن مزید بیس ہزار فوج لے کر بغداد سے روانہ ہوا۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن حمید بن قحطبہ بھی دوسری بیس ہزار فوج لے جانے پر آمادہ ہو گیا اور دونوں ساتھ ہی ساتھ حلوان کی طرف روانہ ہوئے۔ حلوان کے قریب مقام خانقین میں دونوں سردار یہ چالیس ہزار کا لشکر ہوئے ہوئے خیمہ زن ہوئے طاہر بھی یہ خبر سُن کر اپنا لشکر لئے ہوئے ان کے مقابلہ پر آ پہنچا اور جاسوسوں کو بہ تبدیلِ لباس لشکرِ بغداد میں پھیلا دیا۔ ان جاسوسوں نے پہنچ کر خبر اُڑائی کہ بغداد میں خزانہ خالی ہو چکا ہے اور لشکر کو تنخواہیں ملنی بند ہو گئی ہیں۔ لشکری

پریشان پھر رہے ہیں اور جہاں جو کچھ پاتے ہیں اُس پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ یہ خبر مشہور ہوتے ہی لشکر میں ہلچل مچ گئی۔ کوئی اس کی تردید کرتا تھا کوئی تصویب۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپس ہی میں ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے اور طاہر کا مقابلہ کئے بغیر ہی بغداد کی طرف روانہ ہو گئے۔ طاہر نے بڑھ کر حلوان پر قبضہ کر لیا۔ اسی اثنا میں ہرثمہ بن اعین ایک لشکرِ جرار کے ساتھ مرو سے مامون کا فرمان لئے ہوئے طاہر کے پاس حلوان میں پہنچا۔ اس فرمان میں لکھا تھا کہ تم نے اب تک جس قدر ملک فتح کر لیا ہے۔ وہ سب ہرثمہ کے سپرد کر دو اور تم اہواز کی جانب پیش قدمی کرو۔ طاہر نے اس حکم کی تعمیل کی اور خود اہواز کی طرف فوج لے کر بڑھا۔

خلیفہ امین کی معزولی و بحالی

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے عبدالملک بن صالح کو قید کر دیا تھا امین نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی اُس کو آزاد کیا۔ جب طاہر کے مقابلے میں بغداد کی فوجوں کو شکستیں ہونے لگیں تو عبدالملک بن صالح نے دربارِ خلافت میں حاضر ہو کر کہا کہ خراسانیوں کے مقابلہ پر اہلِ عراق کی بجائے شامیوں کو بھیجنا چاہیئے وہ خراسانیوں کا خوب مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور میں ان کی اطاعت اور وفاداری کا ذمہ دار ہوتا ہوں۔ یہ سُن کر خلیفہ امین نے عبدالملک کو شام و جزیرہ کی سندِ گورنری مرحمت فرما کر روانہ کیا۔ عبدالملک نے رقہ میں پہنچ کر رؤسا شام سے خط و کتابت شروع کی اور تھوڑے ہی دنوں میں اہلِ شام کا ایک بڑا لشکر فراہم کر لیا۔ حسین بن علی بن عیسیٰ بھی عبدالملک کے ساتھ تھا اور عبدالملک کی فوج میں اُس حصّہ فوج کا سردار تھا جو خراسانیوں پر مشتمل تھی۔ عبدالملک اسی عرصہ میں بیمار ہو کر فوت ہوا اور شامیوں اور خراسانیوں میں خانہ جنگی شروع ہوئی۔ شام کے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔ حسین بن علی تمام خراسانی لشکر کو لئے ہوئے بغداد کی طرف روانہ ہوا اہلِ شہر اور رؤسا بغداد نے اُس کا استقبال کیا۔ رات کے وقت خلیفہ امین نے حسین بن علی کو اپنے دربار میں طلب کیا حسین نے جانے سے انکار کیا اور صبح ہوتے ہی اپنے ہمراہیوں کو خلیفہ امین کی معزولی پر آمادہ کر کے بغداد کے پُل پر آیا۔ یہاں امین کی فوج نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ حسین بن علی نے قصرِ خلافت پر حملہ کر کے امین اور اُس کی والدہ زبیدہ خاتون کو

گرفتار کر کے "قصرِ منصور" میں لا کر قید کر دیا اور خلافتِ مامون کی لوگوں سے بیعت لی۔ اگلے دن لوگوں نے حسین بن علی سے اپنے روزینے طلب کیے۔ مگر حسب منشاء نہ پاتے اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ اہلِ بغداد امین کی معزولی اور گرفتاری پر افسوس کرنے لگے اور پھر متحد ہو کر حسین بن علی کے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔ حسین بن علی نے ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ بڑی خون ریز جنگ ہوئی جس میں حسین بن علی شکست کھا کر گرفتار ہوا اہلِ شہر نے قصرِ منصور میں جا کر امین اور زبیدہ کو آزاد کیا۔ امین کو لا کر تختِ خلافت پر بٹھایا اور دوبارہ بیعت کی حسین پا بہ زنجیر امین کے روبرو پیش کیا گیا۔ امین نے ملامت کر کے اُس کو آزاد کر دیا اور کہا کہ تم اب اپنی خطا کی تلافی اس طرح کرو کہ طاہر بن حسین کے مقابلے پر جاؤ اور اُس کو شکست دے کر ناموری حاصل کرو۔ حسین کو خلعتِ گراں بہا عطا ہوا اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ اہلِ بغداد اُس کو مبارک باد دیتے ہوئے پُل تک آئے جب لوگوں کا مجمع کم ہو گیا تو حسین بن علی پُل کو عبور کر کے وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور اپنی بغاوت کا اعلان کرتا گیا۔ امین نے اُس کے تعاقب میں سواروں کو بھیجا بغداد سے تین میل کے فاصلے پر سواروں نے حسین کو جا لیا۔ خفیف سی لڑائی کے بعد حسین بن علی مارا گیا اُس کا سر اُتار کر لوگ امین کے سامنے لائے یہ واقعہ ۱۵ رجب ۱۹۶ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ اسی روز حسین بن علی کے قتل ہونے پر فضل بن ربیع جو امین کا وزیر اعظم تھا۔ ایسا روپوش ہوا کہ کسی کو اُس کی اطلاع نہ ملی۔ فضل بن ربیع کے اس طرح غائب ہونے اور دھوکا دیئے جانے سے امین کو اور بھی زیادہ پریشانی کا سامنا ہوا۔

طاہر کی ملک گیری

بغداد میں مذکورہ بالا حالات رونما ہو رہے تھے۔ اُدھر طاہر بن حسین حلوان میں ہرثمہ بن اعین کو مفتوحہ ممالک کی حکومت سپرد کر کے مامون کے حکم کے موافق اہواز کی جانب بڑھا اپنی روانگی سے پیشتر اُس نے حسین بن عمر رستمی کو روانہ کر دیا تھا۔ ادھر بغداد سے خلیفہ امین نے عبداللہ و احمد کے واپس آنے پر محمد بن یزید بن حاتم کو اہواز کے بچانے کے لئے روانہ کیا تھا۔ طاہر نے یہ سُن کر کہ محمد بن یزید بغداد سے فوج لئے ہوئے آ رہا ہے چند دستے حسین بن عمر رستمی کی کمک کے لئے روانہ کر دیئے اور حکم دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو یلغار کر کے حسین بن عمر

رستمی سے جا ملو۔ مقام مکرم میں محمد بن یزید پہنچا تھا کہ طاہر کی فرستادہ فوج کے قریب آ جانے کا حال معلوم ہوا۔ محمد بن یزید نے یہاں مقابلہ مناسب نہ سمجھ کر اہواز پر اوّل قابض ہو جانا ضروری سمجھا اور اہواز تک پہنچ گیا وہاں طاہر کا لشکر بھی مقابلہ پر آیا۔ سخت لڑائی کے بعد محمد بن یزید مارا گیا۔ طاہر نے اہواز پر قبضہ کر لیا اور اپنی طرف سے یمامہ، بحرین اور عمان پر والی مقرر کر کے بھیجے۔ اس کے بعد واسط کا قصد کیا واسط کا عامل بھاگ گیا اور طاہر نے بآسانی واسط پر قبضہ کرنے کے بعد کوفہ کی طرف فوج بھیجی کوفہ میں عباس بن ہادی حاکم تھا اس نے فوراً خلیفہ امین کی معزولی کا اعلان کر کے خلافتِ مامون کی بیعت کر لی اور طاہر کے پاس اس اطلاع کا ایک خط بھیج دیا۔ منصور بن مہدی گورنر بصرہ نے بھی ایسا ہی کیا کوفہ اور بصرہ دونوں عراق کے مرکزی مقام تھے ان دونوں صوبوں کے گورنر خاندانِ خلافت سے تعلق رکھتے تھے۔ ان دونوں نے مامون کو امین پر ترجیح دے کر امین کی معزولی اور مامون کی خلافت کو تسلیم کر کے دوسروں کے لئے قابلِ تقلید مثال قائم کر دی۔ اُدھر داؤد بن عیسیٰ گورنر حجاز نے بھی جو خاندانِ خلافت سے تھا حجاز میں مامون کی خلافت کی بیعت لوگوں سے لی۔ جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے۔ گورنر موصل مطلب بن عبداللہ بن مالک نے بھی امین کی معزولی کا اعلان کر کے مامون کی خلافت کو تسلیم کر کے بیعت کر لی۔ طاہر نے ان سب کو ان کے عہدوں پر بحال رکھا۔ طاہر نے خود مقام جرجرایا میں خیمہ زن ہو کر حرث بن ہشام اور داؤد بن موسیٰ کو قصر ابن ہبیرہ کی جانب روانگی کا حکم دیا۔ یہ واقعہ رجب ۱۹۶ھ کا ہے جب کہ بغداد میں خلیفہ امین کی معزولی اور بحالی کا واقعہ پیش آ رہا تھا۔

خلیفہ امین نے معزولی کے بعد تختِ خلافت پر متمکن ہو کر محمد بن سلیمان اور محمد بن حماد بربری کو قصر ابن ہبیرہ کی جانب اور فضل بن موسیٰ کو کوفہ کی جانب روانہ کیا۔ حرث اور داؤد نے محمد بن سلیمان اور محمد بن حماد کا مقابلہ کیا اور سخت معرکہ آرائی کے بعد دونوں کی بغداد کی طرف بھگا دیا۔ فضل بن موسیٰ کے کوفہ کی طرف روانہ ہونے کا حال سُن کر طاہر نے محمد بن علاء کو فضل کے مقابلہ پر مامور کیا اثنائے راہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی تو فضل نے محمد بن علاء سے کہا کہ تم ناحق میرے مقابلے پر لشکر لے کر آئے ہو میں تو خلیفہ مامون کا مطیع ہو کر آیا ہوں۔ جب رات ہوئی تو فضل نے محمد کے لشکر پر شب خون مارا مگر چونکہ محمد بن علاء پہلے ہی اُس کے اس فریب کو تاڑ گیا تھا لہٰذا وہ شب خون سے بے فکر نہ تھا اُس نے خوب جم کر مقابلہ کیا اور فضل کو شکست

دے کر بغداد کی طرف بھگا دیا۔ اس کے بعد طاہر نے مدائن کا رُخ کیا۔ مدائن میں خلیفہ امین کی کافی فوج متعین تھی اور بغداد سے برابر سامان رسد اور کمک مدائن میں پہنچ رہی تھی مگر طاہر کے پہنچتے ہی وہ تمام فوج بغداد کی طرف بھاگ گئی۔ طاہر نے مدائن پر قبضہ کر کے نہر صرصر پر ڈیرہ جا ڈالا اور وہیں ایک پُل بندھوایا۔ خلیفہ امین نے جب قصر ابن ہبیرہ اور کوفہ کی طرف فوجیں روانہ کیں تو اسی عرصہ میں علی بن محمد بن عیسٰی بن نہیک کو ہرثمہ بن امین کی طرف روانہ کیا تھا۔ نہروان کے قریب لڑائی ہوئی ہرثمہ نے علی بن محمد کی فوج کو شکست دے کر بھگا دیا اور علی بن محمد کو گرفتار کر کے مامون کے پاس مرو بھیج دیا۔ اور خود بجائے حلوان کے نہروان میں آکر مقیم ہوا۔

قتلِ امین

امین کے ہر ایک لشکر کو مامون کے سپہ سالاروں کے مقابلے میں شکست پر شکست ہوتی رہی اور مامون کے دو زبردست سپہ سالار طاہر بن حسین اور ہرثمہ بن امین بغداد کی طرف دوسنوں سے بڑھتے چلے آرہے تھے اُدھر موصل۔ واسط، کوفہ، بصرہ، حجاز، یمن، حیرہ وغیرہ صوبے بھی سب قبضہ سے نکل چکے تھے۔ امین کی خلافت وحکومت صرف بغداد اور نواحِ بغداد تک محدود رہ گئی تھی۔ مسلسل ناکامیوں کے بعد اب رمضان ۱۹۶ھ سے امین کے لیے نہایت ہی نازک اور خطرناک زمانہ شروع ہوگیا تھا۔ امین نے مجبور ہو کر طاہر کی فوج میں لشکریوں کے پاس خفیہ مقامات بھیجے اور مال واسباب وانعامات کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانے کی سازش کی چنانچہ طاہر کے لشکر سے جو نہر صرصر کے کنارے مقیم تھا۔ پانچ ہزار آدمی امین کے پاس بغداد میں چلے گئے۔ اس کے بعد بعض فوجی سردار بھی امین سے جاملے۔ امین نے ان لوگوں کو جو طاہر کی فوج سے کٹ کر آگئے تھے حسب لیاقت انعام واکرام سے معزز کیا۔ اور ایک زبردست فوج مرتب کر کے طاہر کے مقابلہ کو روانہ کی۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی آخر امین کے لشکر کو ہزیمت ہوئی اور مفرور بھاگ کر بغداد میں امین کے پاس پہنچے۔ امین نے ایک اور لشکر نئے آدمیوں کا جن میں شکست یافتوں میں سے ایک شخص بھی نہ تھا۔ مرتب کر کے دوبارہ صرصر کی طرف روانہ کیا اُن کو بھی شکست حاصل ہوئی اب طاہر اپنی فوج لے کر صرصر سے اور ہرثمہ اپنا لشکر لے کر نہروان سے بغداد کی طرف

روانہ ہوئے۔ طاہر نے باب انبار پر ڈیرہ ڈالا۔ ہرثمہ نے نہر بین پر مورچہ جما دیا۔ عبداللہ بن وضاح نے شماسیہ کی جانب اور مسیب بن زہیر نے قصر کلواذی کی جانب پڑاؤ ڈالا۔ اس طرح مامون کے سرداران فوج نے بغداد کا محاصرہ کر کے اہل بغداد پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ ادھر امین نے بھی اپنے طلائی و نقرئی زیورات و ظروف اور قیمتی سامان فروخت کر کے فوج کے روزینے تقسیم کئے اور مدافعت پر پوری کوشش صرف کی۔ یہ محاصرہ قریباً سوا برس تک جاری رہا اس عرصہ میں اہل بغداد اور امین کے سپہ سالاروں نے جو جو مصائب برداشت کئے اور جس پامردی سے مقابلہ کیا وہ ضرور قابل تعریف ہے مگر یہ سب کچھ بے نتیجہ اور خلاف عقل کام تھے۔ سعید بن مالک بن قادم امن حاصل کر کے طاہر کے پاس چلا آیا۔ طاہر نے اس کو خندقیں کھدوانے اور مورچوں کے آگے بڑھانے کا کام سپرد کیا۔ محاصرین میں ہرثمہ اور طاہر دونوں بڑے سردار تھے۔ مگر طاہر اپنی فتوحات اور معرکہ آرائیوں میں بکثرت کامیاب ہونے کے سبب زیادہ شہرت حاصل کر چکا تھا اور اس لئے وہی اس تمام فوج کا افسر اعلیٰ اور سپہ سالار اعظم سمجھا جاتا تھا۔ امین کی طرف سے قصر صالح اور قصر سلیمان بن منصور میں جو بغداد سے باہر دجلہ کے کنارے پر تھے چند سردار متعین تھے جو محاصرہ فوج کے دمدموں اور مورچوں کو توڑنے کے لئے منجنیقوں سے آتش باری اور سنگ باری میں مصروف تھے۔ طاہر کی طرف سے بھی ترکی بہ ترکی سنگ باری اور آتش زنی کا کام ہو رہا تھا۔ رال کے جلتے ہوئے گولے اور پتھر طرفین سے پھینکے جاتے تھے محاصر فوج جس قدر آگے بڑھ آتی تھی۔ خندقیں کھود کر مورچے بنا لیتی تھی۔ اس طرح بیرون شہر سے دائرہ کو تنگ کرتے ہوئے فصیل شہر تک پہنچ کر اور دروازوں کے ذریعہ یا فصیل کو توڑ کر اندر داخل ہو پھر ہر محلہ اور ہر حصہ میں قدم قدم پر مقابلہ کرنا پڑا۔ حتیٰ کہ مدینۃ المنصور میں امین کو محصور کر لیا۔ غلہ اور ضروریات زندگی کا باہر سے شہر میں آنا بند ہو گیا تھا۔ جیل خانے سے قیدی چھوڑ دیئے گئے تھے۔ شہر کے اوباشوں اور بدمعاشوں کو فوج میں بھرتی کر دیا گیا تھا۔ لوٹ مار چوری ڈاکہ زنی کا بازار بھی شہر میں گرم تھا۔ با اثر سردار اور بہادر سپہ سالار طاہر کی ریشہ دوانیوں اور لالچوں کے ذریعہ بتدریج امین کے پاس سے جدا ہو کر طاہر کے پاس آتے جاتے تھے۔ شہری رفتہ رفتہ موقع پا کر شہر سے نکلتے جاتے تھے۔ بہت سے محلے ویران ہو گئے تھے۔ قحطبہ، محمد بن عیسیٰ، یحییٰ بن علی بن عیسیٰ بن ماہان، محمد بن ابی عباس طائی جیسے نامور سردار طاہر سے جا ملے۔ جن مقاموں پر یہ لوگ مدافعت پر مامور تھے وہ مقامات بھی طاہر کے سپرد کرتے گئے۔ امین نے مدافعت میں خوب استقلال دکھایا۔ آخر میں امین نے محمد بن عیسیٰ بن نہیک کے سپرد تمام جنگ کا اہتمام کر دیا تھا۔ جس طرف محمد [illegible] کی فوج

تھی اُس طرف اہلِ بغداد کی نئی بھرتی کی ہوئی فوج نے حملہ کرکے عبداللہ بن وضاح کو شکست دے کر شماسیہ پر قبضہ کر لیا۔ ہرثمہ یہ خبر سُن کر اُس طرف کمک کے لئے پہنچا۔ اتفاق سے ہرثمہ کو بھی شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو گیا۔ مگر اُس کے ہمراہیوں نے دھوکہ دے کر اُس کو چھڑا لیا۔ یہ حالت سُن کر طاہر خود اُس طرف پہنچا اور ایک زبردست حملہ کرکے امین کے لشکر کو پسپا کیا اور عبداللہ بن وضاح کو پھر اُس کے مورچہ پر قابض کرا دیا۔ طاہر نے بتدریج اپنے لشکر کو تمام شہر میں پھیلا دیا اور مدینۃ المنصور میں امین کو محصور کر لیا۔ امین نہایت صبر و استقلال سے محاصرہ کی سختیاں برداشت کرنے لگا۔ ارکینِ سلطنت میں سے صرف حاتم بن صقر، حسن حریشی اور محمد بن ابراہیم بن اغلب افریقی اس کے ہمراہ تھے محمد بن ابراہیم نے امین سے کہا کہ اس گئی گذری حالت میں بھی سات ہزار سوار امیر المومنین کے ہر ایک حکم کی تعمیل کو موجود ہیں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے اُمرا و اراکین کے لڑکوں کو منتخب کرکے ان کا افسر مقرر کریں اور کسی دروازے سے بحالتِ غفلت نکل کر جزیرہ و شام کی طرف چلے جائیں اور ایک جدید سلطنت کی بنیاد ڈالیں ممکن ہے کہ چند روز کے بعد عوام کا میلان طبع آپ کی جانب ہو جائے اور پھر کوئی اچھی صورت حصولِ مقصد کی پیدا ہو سکے۔ امین اس ارادے کی موافق عمل درآمد کر لیتا تو یقیناً اُس کا انجام اُس انجام سے بہتر ہوتا جو ہوا۔ طاہر کو جب امین کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو اُس نے سلیمان بن منصور اور محمد بن عیسیٰ بن نہیک کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تم نے امین کو اس ارادے سے باز نہ رکھا تو تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا ان لوگوں نے طاہر سے خائف ہو کر امین کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ امیر المومنین کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے آپ کو ابن اغلب اور ابن صقر کے قبضہ میں دے دیں یہ لوگ خائن اور غیر معتبر ہیں مناسب یہ ہے کہ آپ ہرثمہ بن اعین سے امن طلب کرکے اس کے پاس چلے جائیں۔ ابن صقر کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ خلیفہ امین ہرثمہ بن اعین سے امن طلب کرکے اپنے آپ کو اُس کے سپرد کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے تو اُس نے کہا کہ امیر المومنین آپ اگر امان ہی طلب کرتے ہیں تو طاہر سے طلب کریں۔ ہرثمہ کی امان میں نہ جائیں۔ مگر امین نے کہا کہ میں طاہر سے امان طلب نہ کروں گا۔ چنانچہ ہرثمہ کے پاس پیام بھیجا گیا۔ اُس نے بہ خوشی منظور کر لیا۔ مگر طاہر کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اُس کو بے حد ناگوار گذرا کہ آخری فتح یابی کا سہرا ہرثمہ کے سر بندھے گا۔ اُس نے نہایت سخت پہرہ مقرر کر دیا کہ امین محل سرائے سے نکل نہ سکے۔ ہرثمہ نے یہ تجویز کی تھی کہ رات کے وقت امین نکل کر اُس کشتی میں جو اُس کی محل سرائے کے نیچے ہرثمہ لئے ہوئے موجود ہوگا سوار ہو جائے اور ہرثمہ کی پناہ میں آجائے۔ طاہر کی طرف سے اس قسم کی تیاریاں دیکھ کر اُس نے امین کے پاس پیغام بھیجا

کہ آپ آج کی رات اور صبر کریں کیونکہ آج صبح دریا کے کنارے مجھے کچھ ایسے علامات نظر آئے ہیں جن سے خطرہ پیدا ہوگیا ہے امین نے جواباً کہلا بھیجا کہ میرے جس قدر ہواخواہ اور ہمدرد تھے وہ سب مجھ سے جدا ہو چکے ہیں، میں اب ایک ساعت بھی یہاں قیام نہیں کرسکتا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں طاہر کو اس کا علم نہ ہو جائے اور وہ مجھ کو گرفتار کر کے قتل نہ کر دے۔ آخر ۲۵ محرم ۱۹۸ھ کو وقت شب امین نے اپنے دونوں لڑکوں کو گلے لگایا پیار کیا اور اُن سے رخصت ہو کر روتا ہوا دریا کے کنارے آیا اور ہرثمہ کی جنگی کشتی پر سوار ہوگیا ہرثمہ نے جو کشتی میں موجود تھا۔ نہایت عزت و احترام سے کشتی میں سوار کرایا اور امین کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ اور کشتی چلانے والوں کو روانگی کا حکم دیا جوں ہی کشتی روانہ ہوئی سامنے سے طاہر کی جنگی کشتیوں کا بیڑا سامنے آگیا اور ہرثمہ کی کشتی کا محاصرہ کر کے لڑائی شروع کر دی غوطہ زنوں نے کشتی میں سوراخ کر دیا اور حملہ آوروں نے ہر طرف سے تیر باری کی آخر کشتی میں پانی بھر آیا اور وہ ڈوب گئی ہرثمہ کے بال پکڑ کر ملاح نے نکالا اور ڈوبنے سے بچا لیا۔ امین پانی میں تیرنے لگا۔ اس کو طاہر کے آدمیوں نے پکڑ لیا۔ احمد بن سالم تیر کر کنارے تک پہنچ گیا۔ جب دریا سے باہر نکلا تو وہ بھی طاہر کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ احمد بن سالم کا بیان ہے کہ مجھ کو گرفتار کر کے طاہر کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے مجھ کو قید خانہ میں بھجوا دیا۔ تھوڑی رات گذری ہوگی کہ طاہر کے سپاہیوں نے قید خانہ کا دروازہ کھولا اور امین کو اندر داخل کر کے پھر دروازہ بند کر دیا۔ اس وقت امین صرف ایک پاجامہ پہنے ہوئے تھا۔ سر پر عمامہ اور شانوں پر ایک بوسیدہ کپڑا تھا۔ میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر رونے لگا۔ امین نے مجھے پہچان کر کہا کہ تم مجھ کو اپنے گلے لگا لو میری طبیعت سخت متوحش ہو رہی ہے۔ میں نے اس کو گلے لگایا تھوڑی دیر کے بعد جب ذرا اس کے ہوش و حواس بجا ہوئے تو مجھ سے مامون کا حال دریافت کیا میں نے کہا وہ زندہ و سلامت موجود ہے۔ امین نے کہا اُس کا وکیل تو مجھ سے کہتا تھا کہ مامون مر گیا غالباً اس سے اُس کا مدعا یہ ہوگا کہ میں اس کی جنگ سے غافل ہو جاؤں۔ میں نے کہا خدا تعالیٰ آپ کے وزیروں سے سمجھے کہ انہوں نے آپ کو دھوکا دیا۔ پھر امین نے کہا کیا یہ لوگ وعدۂ امان کو ایفا کریں گے؟ میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ایفا کریں گے۔ ہم دونوں یہی باتیں کر رہے تھے کہ محمد بن حمید یا دوست کھڑا ہوا دیکھتا رہا اور امین کو پہچان [illegible] آدھی رات کے وقت چند عجمی ننگی تلواریں لئے ہوئے قید خانہ میں آئے امین ان کو دیکھ کر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا ان میں سے ایک نے لپک کر امین کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور ذبح کر کے سر اتار لیا۔ سر لے کر چلے گئے صبح ہوتی تو لاش کو بھی اٹھا کر لے گئے۔

طاہر نے امین کا سر منظرِ عام پر لٹکا دیا جب لوگوں نے اچھی طرح دیکھ لیا تو اپنے چچا زاد بھائی محمد بن حسن بن زریق بن مصعب کے ہاتھ خاتمِ خلافت۔ عصا چادر کے ہمراہ مامون کے پاس بھیج دیا اور شہر میں امان کی منادی کرادی جمعہ کے دن مسجد جامع میں مامون کے نام کا خطبہ پڑھا اور امین کی برائیاں بیان کیں موسٰی و عبداللہ پسرانِ امین کو مامون کے پاس بھیج دیا۔ اور زبیدہ خاتون مادر امین کو دریا تے زاب کے کنارے کسی مقام پر جلا وطن کر کے بھیج دیا۔ اس کے بعد طاہر کے لشکر نے اپنے روزینے طلب کئے۔ مگر جب وصول نہ ہوئے تو سرکشی اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے طاہر کو بغداد سے اپنی جان بچا کر بھاگنا پڑا۔ پھر اپنے خاص سرداروں کو بلا کر اور ایک جمعیت فراہم کر کے بغداد میں داخل ہوا اور اہلِ شہر و اہلِ لشکر کو اطاعت پر مجبور کیا۔

خلافتِ امین کا جائزہ

خلیفہ امین نے ۲۷ یا ۲۸ برس کی عمر پائی چار برس اور ساڑھے سات مہینے خلافت کی۔ یہ تمام زمانۂ فتنہ و فساد اور خون ریزی میں گذرا۔ ہزارہا مسلمانوں کا خون بلاوجہ بہایا گیا امین کا عہدِ خلافت عالمِ اسلام کے لئے مصیبت و نحوست کا زمانہ تھا۔ امین اگرچہ نحو و ادب میں دست گاہِ کامل رکھتا اور اچھے شعر کہتا تھا۔ اہلِ علم کا قدر دان بھی تھا مگر لہو و لعب کی طرف مائل اور مہماتِ سلطنت کے سرانجام کے ناقابل تھا۔ تختِ سلطنت پر بیٹھتے ہی قصرِ منصور کے قریب میدانِ چوگان کے بنانے کا حکم دیا۔ زیب و زینت اور آرائش کے کاموں میں اس کی خصوصی توجہ صرف ہوتی تھی۔ گانے بجانے کا شائق اور حسن پرستی کی لعنت میں گرفتار تھا۔

پھر سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ خود غرض وزرا میں ایسا کوئی نہ تھا جو کہتا کہ

توئی مردِ میدانِ این کارواں　　　چہ کارت بعشق پری پیکراں

غرض امین اپنی نوجوانی کے جذبات کا پورے طور پر مغلوب اور ملک گیری و ملک داری کی صفات سے معرا تھا۔ فضل بن ربیع جو اس کا وزیر اعظم تھا۔ خاندانِ عباسیہ کے لئے اچھا وزیر ثابت نہ ہوا۔ فضل بن ربیع نے ہی طوس سے اس لشکر اور اس سامان کو جو مامون کے پاس ہارون کی وصیت کے موافق رہنا چاہیے تھا۔ بغداد لانے اور مامون کو نقصان پہنچانے کی نامناسب حرکت سے امین و مامون دونوں بھائیوں میں عداوت و دشمنی کا بیج بو دیا۔ اتنی سی بات کو غالباً مامون برداشت کر لیتا اور امین اپنی عیش پرستی کے سبب مامون کے درپے نہ ہوتا

لیکن دوسرا نازیبا کام فضل بن ربیع نے امین سے یہ کرایا کہ مامون کو ولی عہدی سے معزول کرا کر امین کے شیر خوار بچے کو مامون کی جگہ ولی عہد بنوایا۔ اور اُس ملک میں سے جو ہارون کی وصیت اور تقسیم کے موافق مامون کا تھا۔ ایک حصہ کتر لینا چاہا۔ عہد نامے کو خانہ کعبہ سے منگوا کر چاک کر دینے کی حرکت بھی امین نے فضل بن ربیع کے مشورے سے کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندانِ عباسیہ کے تمام با اثر اراکین امین سے بدگمان بددل ہو گئے۔

اگر ذرا نظرِ غور سے دیکھا جاتے تو ان تمام مصائب اور تمام نقصانات کا جو رعالمِ اسلام کو پہنچے) سبب ہارون الرشید تھا۔ ہارون الرشید کے غلط اور قابلِ ملامت کاموں میں سب سے زیادہ اور قابلِ ملامت کام یہی تھا کہ اُس نے اپنے جانشین کے انتخاب میں غلط روی اختیار کی۔ اور یہ جانتے ہوتے کہ امین کے مقابلہ میں مامون زیادہ لائق اور مستحقِ خلافت ہے امین کو مامون پر مقدم رکھا۔ ہارون کی طرف سے یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ امین نجیب الطرفین اور خالص ہاشمی تھا۔ لیکن مامون کی ماں مجوسی النسل تھی۔ اس لئے مامون سے اندیشہ تھا کہ وہ عربی عنصر کو زیادہ کمزور کر کے ایرانیوں کے اقتدار و قوت کو اور زیادہ بڑھا دے گا۔

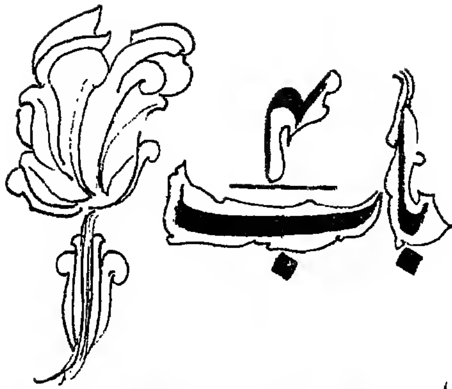
امین کو اس لئے اپنا جانشین منتخب کیا تھا کہ وہ خالص ہاشمی اور عربی ہونے کی وجہ سے ہارون الرشید کی اس پالیسی کو جو اُس نے آخر عمر میں اختیار کی تھی کہ ایرانیوں کے زور کو توڑ دیا جائے کامیاب بنا سکے گا۔ مگر اس پالیسی کے کامیاب بنانے کے لئے امین کا دل و دماغ موزوں نہ تھا اور ہارون کو اس کا اندازہ بخوبی تھا۔ کیونکہ اپنے آخر ایامِ حیات میں وہ مامون کی قابلیت اور امین کی نااہلیت سے بخوبی واقف ہو چکا تھا۔ اگر اور بھی زیادہ گہری نظر سے دیکھا جائے تو ہارون الرشید کی بھی کوئی خطا نہیں تھی۔ بلکہ شروع ہی سے عباسیوں نے جو طرزِ عمل اختیار کیا تھا اُس کا لازمی نتیجہ یہی تھا جو ظہور میں آیا۔ عباسیوں نے اوّل اہلِ خراسان کو حصولِ مقصد کا ذریعہ بنا کر عربوں کی مخالفت کی اور عربوں کے اثر و اقتدار کے مٹانے میں ساری طاقت صرف کر کے خراسانیوں کو جو نومسلم تھے۔ طاقتور بنایا۔ ابومسلم کو جو حکم عباسی مقتدا کی طرف سے دیا گیا تھا۔ اس کا ذکر اوپر آ چکا ہے کہ کسی عربی بولنے والے کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ ابومسلم نے چھ لاکھ عربوں کو خراسان و ایران میں موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ علویوں اور عباسیوں کی متفقہ کوششیں جو بنو امیہ کے خلاف جاری تھیں وہ شروع ہی سے اہلِ عرب کے اثر و قوت کم اور خراسانیوں، فارسیوں اور عراقیوں کو طاقتور بنانے والی تھیں۔ ہر ایک سازش جو بنو امیہ

کے خلاف کامیاب ہوئی اُس میں عراقیوں اور خراسانیوں ہی سے امداد لی گئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بنواُمیہ کی بربادی عمل میں آئی تو علوی دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور عباسی خلافت وحکومت کے مالک ہوگئے۔ اب علویوں نے عباسیوں کی مخالفت شروع کی اور سازشوں کا سلسلہ برابر جاری رہا تو علویوں کو بھی عراقیوں اور خراسانیوں ہی سے امداد ملی۔

جن لوگوں کو شروع میں بنواُمیہ کے خلاف عربوں کے قتل کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا وہی اب عباسیوں کے لئے موجب مشکلات بن گئے۔ منصور عباسی کے زمانے تک خراسانیوں کا عروج برابر ترقی پذیر رہا۔ صرف مہدی کے چند سالہ عہدِ حکومت میں مجوسی النسل لوگوں کی ترقی رُکی رہی اور عربوں کی کچھ کچھ قدردانی ہوئی۔ ہادی وہارون کے زمانے میں مجوسی النسل لوگ برابر ترقی کرتے اور اپنی قوت بڑھاتے رہے۔ ہارون نے اپنے آخر ایام حکومت میں اس بات کو محسوس کیا کہ عربوں کے کمزور کردینے سے ہم نے خود اپنا بھی بہت سا نقصان کرلیا ہے وہ اس کی تلافی کے درپے ہوا مگر اُس کو موت نے زیادہ مہلت نہ دی۔ امین کی خلافت میں عربوں کا مرکز قوت امین اور خراسانیوں کا مرکز قوت مامون بن گیا۔ یعنی امین ومامون کے ذریعہ مجوسی النسل اور عربی النسل گروہوں کا مقابلہ ہوا۔ امین چونکہ ذاتی طور پر ناقابل اور مامون اس کی نسبت زیادہ سمجھدار تھا۔ لہٰذا عربی گروہ کو شکست ہوئی اور مجوسی النسل لوگ حکومتِ اسلامیہ کے مالک بن گئے

انھیں خراسانیوں اور مجوسی النسل لوگوں نے مامون کو اپنا بنا کر اور سلطنت کی مشین کو اپنے قبضے میں لے کر چاہا کہ مامون کے بعد حکومت علویوں کے سپرد کردیں۔ مگر قدرتی طور پر ایسے اسباب پیش آگئے کہ وہ کامیاب نہ ہوسکے اور حکومت وخلافت عباسیہ خاندان ہی میں رہی آخر انھیں خراسانیوں اور نومسلم ترکوں نے زیادہ حوصلہ مند بن کر خود خلافتِ اسلامیہ کے ٹکڑے بوٹی کرکے الگ الگ اپنی حکومتیں قائم کیں جن کی تفصیل آئندہ ابواب میں آنے والی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ خلافتِ اسلامیہ میں باپ کے بعد بیٹے کے ولی عہد ہونے اور وراثت کے قائم ہونے کی لعنت تمام مفاسد، تمام مصائب، تمام معائب کی بنیاد ہے اور اسی بدعت نے مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا اور حکومتِ اسلامیہ کے روشن وخوبصورت چہرے کو ہمیشہ گرد آلود رکھا۔ امین کی خلافت کے زمانہ کی بدتمیزیاں بھی اسی وراثتِ خلافت کی لعنت کا نتیجہ تھیں۔

عجیب اتفاق کی بات ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت امام حسن علیہ السلام
امین الرشید بن خلیفہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی تھے۔ یعنی ان ہر سہ خلفا۔
کی مائیں بھی ہاشمیہ تھیں اور تینوں کے لئے خلافت بہ حسب ظاہر راس نہ آئی۔ یعنی حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کا تمام عہد خلافت اندرونی جھگڑوں اور مسلمانوں کی آپس کی لڑائیوں
میں گذرا اور انجام کار ایک شقی نے اُن کو شہید کر دیا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے
خلافت کو خود چھوڑ دیا تاہم وہ بھی زہر سے شہید ہوئے۔ امین کا بھی تمام زمانہ خلافت
لڑائی جھگڑوں میں بسر ہوا اور وہ بھی قتل کیا گیا۔



باب ۴

مامون الرشید

مامون الرشید بن ہارون الرشید کا اصل نام عبداللہ تھا۔ باپ نے مامون کا خطاب دیا۔ کنیت ابوالعباس تھی بروز جمعہ نصف ربیع الاول ۱۷۰ھ میں پیدا ہوا۔ جس رات مامون الرشید پیدا ہوا اسی رات ہادی کا انتقال ہوا۔ اس کی ماں کا نام مراجل تھا۔ جو مجوسی النسل اُم ولد تھی۔ اور چلہ ہی میں مر گئی تھی۔ مراجل باد غیس علاقہ ہرات میں پیدا ہوئی تھی۔ علی بن عیسیٰ گورنر خراسان نے اُس کو ہارون الرشید کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ مامون الرشید کو آغوشِ مادر میں پرورش پانے کا موقعہ نہیں ملا۔ ہارون الرشید نے اُس کی پرورش اور تربیت میں خصوصی توجہ مبذول رکھی۔ پانچ برس کی عمر میں کسائی نحوی اور یزیدی کی شاگردی میں دیا گیا۔ ان دونوں اُستادوں نے اُس کو قرآن مجید اور ادب عربی کی تعلیم دی۔

بارہ برس کی عمر میں جب کہ مامون اپنی ذہانت و ذکاوتِ خداداد کی بدولت اچھی دست گاہ پیدا کر چکا تھا۔ جعفر برمکی کی اتالیقی میں سپرد کیا گیا۔ اسی سال یعنی ۱۸۲ھ میں اُس کو ہارون نے امین کے بعد ولی عہد مقرر کیا۔ مندرجہ بالا اساتذہ کے علاوہ دربارِ ہارون میں علماء و فضلاء کی کمی نہ تھی اور وہ سب بھی وقتاً فوقتاً مامون کی اُستادی پر مامور ہوتے رہتے۔ مامون قرآن کریم کا حافظ اور عالمِ متبحر تھا۔ فصاحتِ کلام اور برجستہ گوئی میں اُس کو کمال حاصل تھا۔ اپنے بھائی امین سے عمر میں کسی قدر بڑا تھا۔ فقہ اور حدیث اُس نے بڑے بڑے ائمہ فن سے

پڑھی تھی۔ ہارون الرشید نے امین و مامون دونوں کو بڑے ہی شوق اور توجہ کے ساتھ تعلیم دلائی تھی۔ لیکن مامون پر اس تعلیم اور توجہ کا جو اثر ہوا وہ امین پر نہ ہوا۔

اگرچہ جمادی الثانی ۱۹۳ھ سے جبکہ ہارون الرشید کا انتقال ہوا تھا مامون الرشید خراسان وغیرہ ممالک مشرقیہ کا خود مختار فرماں روا تھا۔ لیکن اس کی خلافت کا زمانہ محرم ۱۹۸ھ سے جب کہ امین مقتول ہوا۔ شروع ہوتا ہے۔ امین ۲۵ محرم کو بوقت شب مقتول ہوا۔ اور مامون کی بیعت ۲۶ محرم ۱۹۸ھ بروزِ ہفتہ بغداد میں ہوئی۔

جب مامون کو امین کے مقتول ہونے کا حال معلوم ہوا اور بغداد میں اُس کی فوج کا تسلط قائم ہو کر اہلِ بغداد نے مامون کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ تو مامون نے اپنے وزیر فضل بن سہل کے حقیقی بھائی حسن بن سہل کو جبال، فارس، اہواز، بصرہ، کوفہ، حجاز، یمن وغیرہ نو مفتوحہ ممالک کی حکومت عطا کر کے بغداد کی جانب روانہ کیا۔ ہرثمہ بن اعین اور طاہر بن حسین نے یہ تمام علاقہ فتح کیا تھا اور انھیں ہر دو سپہ سالاروں کی پامردی سے یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ مامون کو اہلِ بغداد نے خلیفہ تسلیم کیا اور امین مقتول ہوا۔ طاہر جس نے سب سے زیادہ کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ اس بات کا متوقع تھا کہ اُس کو ان نو مفتوحہ صوبوں کی حکومت عطا ہوگی مگر خلافِ توقع حسن بن سہل کو یہ حکومت ملی اور طاہر بن حسین کو حسن بن سہل نے جزیرہ و موصل و شام کا گورنر مقرر کر کے نصر بن شیث بن عقیل بن کعب بن ربیعہ بن عامر کے مقابلہ پر روانہ کیا جس نے امین کی بیعت کے ایفا کا اظہار کر کے خلافت مامون کے خلاف موصل و شام میں گروہِ کثیر جمع کر لیا تھا اور عراق کے شہروں پر قبضہ و تصرف کرتا جاتا تھا حسن بن سہل کے حاکم اور نائب السلطنت مقرر ہو کر آنے سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ فضل بن سہل مامون پر پورے طور پر مستولی ہے اور اب ہر طرف ایرانیوں ہی کا دور دورہ ہوگا۔ عرب سرداروں کو اس تصور سے سخت اندیشہ ہوا اور اُن میں عام طور پر بے دلی پھیل گئی۔ ساتھ ہی یہ بھی یقین ہو گیا۔ کہ مامون اب فضل بن سہل کی خواہش کے موافق مرو ہی کو دارالخلافہ رکھے گا اور بغداد میں نہ آئے گا۔

طاہر کو حسن بن سہل نے نصر بن شیث کے مقابلے پر بھیجا تو وہاں اُس کو کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ ہوئی اور طاہر نے شہر رقہ میں قیام کر کے نصر بن شیث کے ساتھ معمولی چھیڑ چھاڑ جاری رکھی۔ رقہ ہی میں طاہر کے پاس خبر پہنچی کہ خراسان میں اُس کے باپ حسین بن زریق بن مصعب

نے انتقال کیا اور خلیفہ مامون اُس کے جنازہ میں خود شریک ہوا۔ ہرثمہ بن اعین کو حسن بن سہل نے خراسان کی طرف چلے جانے کا حکم دیا۔ نصر بن شیث کی بغاوت چونکہ محض اس وجہ سے تھی کہ اہلِ عرب پر اہلِ عجم کو کیوں مقدم کیا جاتا ہے۔ اس لئے طاہر نے اُس کے مقابلے میں زیادہ توجہ سے کام نہیں لیا کیونکہ طاہر خود اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ اہلِ عجم اہلِ عرب پر مستولی ہوتے جاتے ہیں۔ ہرثمہ بن اعین بھی جو خاندانِ عباسیہ کے قدیمی متوسلین میں سے تھا اہلِ عجم کے اقتدار کو اندیشہ ناک نگاہوں سے دیکھتا تھا۔

ابن طباطبا اور ابوالسرایا کا خروج

ابوالسرایا سری بن منصور قبیلہ بنو شیبان سے تعلق رکھتا تھا۔ خلافتِ امین کے زمانہ میں وہ عامل جزیرہ کی فوج میں تھا۔ وہاں اُس نے بنو تمیم کے ایک شخص کو قتل کر ڈالا۔ عامل جزیرہ نے قصاص کی غرض سے اُس کی گرفتاری کا حکم دیا تو وہ فرار ہو کر رہزنی کرنے لگا۔ آخر تیس آدمی اُس کے ساتھ اس رہزنی میں شریک ہو گئے چند روز کے بعد وہ معہ اپنے گروہ کے یزید بن مزید کے پاس ارمینیا چلا گیا۔ یزید بن مزید نے اُس کو سپہ سالاری کا عہدہ عطا کر دیا۔ یزید بن مزید فوت ہو گیا تو اُس کے لڑکے اسد بن یزید کے پاس رہنے لگا۔ جب اسد ارمینیا کی حکومت سے معزول ہوا تو ابوالسرایا احمد بن مزید کے پاس چلا گیا۔ امین نے احمد بن مزید کو جنگ ہرثمہ پہ مامور کیا تو احمد بن مزید نے ابوالسرایا کو اپنے لشکر کے مقدمۃ الجیش کی سرداری عطا کی۔ ہرثمہ نے اس سے سازش کر لی اور یہ ہرثمہ کے پاس چلا گیا۔

ہرثمہ کے پاس جا کر اُس نے جزیرہ سے اپنے قبیلہ بنو شیبان کے آدمیوں کو بلایا وہ دو ہزار کی تعداد میں جزیرہ سے آ کر ہرثمہ کے لشکر میں بھرتی ہو گئے ابوالسرایا نے ہرثمہ سے کہہ کر اُن کے بڑے بڑے روزینے مقرر کرائے۔ جب امین مقتول ہوا تو ہرثمہ نے بنو شیبان کے روزینے دینے سے انکار کیا۔ ابوالسرایا نے ناراض ہو کر ہرثمہ سے حج کی اجازت چاہی ہرثمہ نے اجازت دے دی اور بیس ہزار درہم سفر خرچ عطا کیا۔ ابوالسرایا نے یہ بیس ہزار درہم اپنے ہمراہیوں کو تقسیم کر دیئے اور کہا کہ تم لوگ بھی ایک ایک دو دو کر کے میرے پاس چلے آنا چنانچہ ابوالسرایا ہرثمہ سے رخصت ہو کر بظاہر حج کے ارادے سے روانہ ہوا راستے

میں قیام کر دیا اور وہیں دو سو آدمی آ آکر اُس کے پاس جمع ہو گئے۔ ان لوگوں کو مرتب کر کے ابو السرایا نے عین التمر پر حملہ کیا۔ اور وہاں کے عاملوں کو گرفتار کر کے عین التمر کو خوب لوٹا۔ مالِ غنیمت اپنے ہمراہیوں کو تقسیم کر دیا۔ پھر اُس نے اپنی لوٹ مار کے سلسلے کو جاری رکھ کر کئی مقامات سے سرکاری خزانے لوٹے۔

ہرثمہ نے اُس کی سرکوبی وگرفتاری کے لئے فوج بھیجی۔ ابو السرایا نے اُس کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اُس کے لقیہ ہمراہی بھی اُس سے آملے اور اُس کی جمعیت بڑھ گئی۔ اس کے بعد ابو السرایا نے دوقوقا کے عامل کو شکست دے کر وہاں کا خزانہ لوٹا پھر انبار کا قصد کیا وہاں کے عامل ابراہیم شروی کو قتل کر کے انبار کو خوب لوٹا اور مالِ غنیمت اپنے ہمراہیوں کو تقسیم کر کے چل دیا۔ انبار سے روانہ ہو کر طوق بن مالک تغلبی کے پاس گیا وہاں سے رقہ کی جانب روانہ ہوا وہاں اتفاقاً محمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ بن علی سے ملاقات ہو گئی جو مدعی خلافت بن کر اُٹھے اور اپنے گروہ کو لے کر رقہ سے نکلے تھے۔ ان کے باپ ابراہیم طباطبا کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ اس لئے یہ ابن طباطبا مشہور تھے۔

اب یہ وہ زمانہ تھا کہ حسن بن سہل عراق و حجاز و یمن وغیرہ کا حاکم مقرر ہو کر بغداد میں آچکا تھا اور عام طور پر اہلِ عرب اہلِ عجم کے اقتدار کو خطرے اور نفرت کی نظر سے دیکھ رہے تھے اور مامون کی خلافت کو اپنے لئے مُضر سمجھنے لگے تھے۔ علوی لوگ جا بجا اس حالت سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیاریوں میں مصروف تھے۔ اُدھر نصر بن شیث نے اعلان کر دیا تھا کہ میں خاندان عباسیہ کا مخالف اور دشمن نہیں ہوں بلکہ موجودہ حکومت کی اس لئے مخالفت کر رہا ہوں کہ اس حکومت نے اہلِ عجم کو اہلِ عرب پر مقدم کر دیا ہے اس اعلان کا یہ اثر تھا کہ نصر بن شیث کے مقابلہ میں مامون کے عرب سرداران فوج کی سرگرمیاں سست پڑ گئی تھیں۔

ہرثمہ کو بھی اسی زمانے میں حسن بن سہل نے ناخوش ہو کر خراسان کی جانب رخصت کیا تھا۔ ابو السرایا نے محمد بن ابراہیم (ابن طباطبا) کے وجود کو بہت غنیمت سمجھا اور فوراً اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ابن طباطبا نے ابو السرایا کو براہِ دریا کوفہ کی جانب روانہ کیا اور خود براہِ خشکی کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ قرارداد کے موافق ۱۰ جمادی الثانی ۱۹۹ھ کو ایک طرف سے ابو السرایا اور دوسری طرف سے ابن طباطبا کوفہ میں داخل ہوئے اور قصرِ عباس بن موسیٰ بن

عیسٰی کو کہ یہی گورنر کوفہ کی قیام گاہ تھا اور یہیں شاہی خزانہ بھی تھا لوٹ لیا۔ تمام شہر پر قبضہ حاصل ہو گیا اور اہلِ کوفہ نے ابنِ طبا طبا کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حسن بن سہل نے کوفہ پر ابو السرایا اور ابنِ طبا طبا کے قبضہ کا حال سُن کر زہیر بن مسیب کو دس ہزار کی جمعیت سے کوفہ کی جانب روانہ کیا۔ ابو السرایا اور ابنِ طبا طبا نے کوفہ سے نکل کر زہیر بن مسیب کا مقابلہ کیا۔ زہیر کی فوج کو شکست ہوئی۔ ابو السرایا نے زہیر کے لشکر گاہ کو لوٹا اور قتل و غارت میں بے رحمی سے کام لیا۔ ابنِ طبا طبا نے ابو السرایا کو بے رحمی اور قتل و غارت سے منع کیا۔ ابو السرایا جو شروع سے قتل و غارت اور آزادی کا عادی تھا۔ اس روک تھام اور دخلِ غیر کو برداشت نہ کر سکا۔ اُس نے ابنِ طبا طبا کو زہر دلوا دیا اگلے دن وہ مردہ پائے گئے اور اُن کی حکومت و مُلک گیری کا زمانہ بہت ہی جلد ختم ہو گیا۔ ابو السرایا نے فوراً ایک نو عمر لڑکے محمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کو ابنِ طبا طبا کا قائم مقام بنا کر بیعت کی اور خود تمام کاموں کو خود مختارانہ طور پر انجام دینے لگا۔

ابو السرایا کی حکمرانی اور اس کا انجام

زہیر بن مسیب شکست کھا کر قصر ابنِ ہبیرہ میں آکر مقیم ہو گیا۔ حسن بن سہل نے عبدوس بن محمد بن خالد مرو روزی کو چار ہزار فوج کے ساتھ زہیر کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ زہیر و عبدوس نے کوفہ کی طرف حملہ آوری کی مگر ۱۵ رجب ۱۹۹ھ کو ابو السرایا کے مقابلے میں شکست پا کر مقتول ہوتے۔ اس فتح کے بعد ابو السرایا نے کوفہ میں اپنے نام کا سکّہ جاری کیا اور متعدد علویوں کو صوبوں کی حکومت پر مامور کر کے روانہ کیا۔ اہواز کی حکومت پر عباس بن محمد بن عیسٰی بن محمد کو۔ مکہ کی حکومت پر حسین بن حسن بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب المعروف بہ افطس کو یمن کی حکومت پر ابراہیم بن موسٰی بن جعفر صادق کو۔ بصرہ کی حکومت پر زید بن موسٰی بن جعفر صادق کو روانہ کیا۔ عباس نے بصرہ پر وہاں کے عامل کو شکست دے کر قبضہ کر لیا۔ اور اسی طرح ابو السرایا کے ہر ایک عامل کو کامیابی حاصل ہوئی۔ ابو السرایا نے عباس بن محمد کو لکھا کہ تم اہواز سے فوج لے کر بغداد پر مشرقی جانب سے حملہ کرو اور خود فوج لے کر قصر ابنِ ہبیرہ میں آ ٹھہرا۔ حسن بن سہل نے بغداد سے علی ابن سعید کو مدائن اور واسط کی حفاظت کے لئے مدائن کی طرف روانہ کیا تھا۔ ابو السرایا کو اس کی خبر لگی تو اُس نے فوراً قصر ابنِ ہبیرہ سے ایک

فوج بھیج دی جس نے علی بن ابی سعید کے پہنچنے سے پہلے ہی ماہ رمضان ۱۹۹ھ میں مدائن پر قبضہ کر لیا خود ابوالسرایا قصر ابنِ ہبیرہ سے روانہ ہو کر نہر صرصر پر آکر مقیم ہوا۔ علی بن ابی سعید نے مدائن پہنچ کر ماہِ شوال ۱۹۹ھ میں ابوالسرایا کے لشکر پر محاصرہ ڈال دیا۔ ابوالسرایا یہ سُن کر کہ مدائن میں اُس کی فرستادہ فوج محصور ہوگئی ہے نہر صرصر سے قصر ابنِ ہبیرہ کی جانب روانہ ہوا۔

ماہ رجب ۱۹۹ھ میں جب حسن بن سہل کی فرستادہ فوجیں ابوالسرایا سے شکست پا چکیں اور حسن بن سہل کے سردار مقتول و گرفتار ہوگئے تو حسن بن سہل کو بڑی فکر پیدا ہوئی طاہر اس زمانہ میں شہر رقہ میں مقیم تھا اور نصر بن شیث کی وجہ سے وہ واپس نہیں آسکتا تھا۔ ہرثمہ بغداد سے رخصت ہو کر خراسان کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ ان دونوں سرداروں کے سوا اور کوئی ایسا سردار حسن بن سہل کے پاس نہ تھا۔ جو ابوالسرایا کے مقابلے پر بھیجا جا سکے ادھر ابوالسرایا نے بغداد کے فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ بصرہ۔ کوفہ۔ واسط، مدائن وغیرہ پر اُس کا قبضہ ہوچکا تھا۔ حسن بن سہل ہرثمہ سے اور ہرثمہ حسن سے ناراض تھا۔ حسن ہرثمہ سے کوئی امداد نہ لینا چاہتا تھا۔ مگر نہایت مجبور ہو کر اُس نے تیز رفتار قاصد ہرثمہ کے پاس بھیجا اور خط میں لکھا کہ تم فوراً راستے ہی سے واپس لوٹ آؤ اور ابوالسرایا کے فتنے کو چکاؤ۔ ہرثمہ یہ نہ چاہتا تھا کہ حسن بن سہل کے کاموں میں سہولت پیدا ہو مگر چونکہ حسن نے خود امداد و اعانت طلب کی تھی اس لئے ہرثمہ نے انکار مناسب نہ سمجھا اور فوراً بغداد کی جانب لوٹ پڑا ہرثمہ بغداد میں اُس وقت داخل ہوا جب کہ ابوالسرایا نہر صرصر سے قصر ابن ہبیرہ کی جانب مدائن کے محاصرے کی خبر سُن کر روانہ ہوا تھا۔ ہرثمہ نے بغداد سے بلاتوقف ابوالسرایا کے تعاقب میں کوچ کر دیا۔ راستے میں اوّل ابوالسرایا کے ہمراہیوں کی ایک جماعت ملی اُس کو ہرثمہ نے گھیر کر قتل کر ڈالا۔ پھر تیزی سے آگے آگے بڑھ کر ابوالسرایا کو جالیا۔ ابوالسرایا نے لوٹ کر مقابلہ کیا۔ اس معرکہ میں ابوالسرایا کے بہت سے ہمراہی مارے گئے۔ ابوالسرایا اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگ نکلا اور کوفہ میں پہنچ کر بنو عباس اور اُن کے ہواخواہوں کے مکانات کو چن چن کر خوب لوٹا اور سب کو مسمار و ویران کر دیا۔ اُن کا مال و اسباب اور امانتیں جو لوگوں کے پاس تھیں سب پر قبضہ کیا۔ ہرثمہ نے بڑھ کر کوفہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابوالسرایا نے کوفہ میں محصور ہو کر تقریباً دو مہینے تک مدافعت میں استقامت دکھائی۔ لیکن محاصرہ کی شدت سے مجبور و مایوس ہو کر محمد بن جعفر بن محمد کو ہمراہ لے کر آٹھ سو سواروں کے ساتھ کوفہ سے بھاگ نکلا۔ ۱۵ محرم ۲۰۰ھ کو ہرثمہ نے کوفہ میں داخل ہو کر وہاں اپنا عامل مقرر کیا [illegible]

قیام کے بعد بغداد کی طرف روانہ ہوگیا۔

ابوالسرایا کوفہ سے قادسیہ اور قادسیہ سے طوس کی جانب روانہ ہوا۔ مقام خوزستان میں ایک قافلہ مل گیا جو اہواز سے بہت سا مال واسباب لئے ہوئے جا رہا تھا۔ ابوالسرایا نے اُس کو لوٹ کر مال واسباب اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔

انھیں ایام میں حسن بن علی ماموتی نے اہواز سے ابوالسرایا کے عامل کو بھگا کر اہواز پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب حسن بن علی نے ابوالسرایا کی اس زیادتی کا حال سُنا تو وہ اہواز سے فوج لے کر ابوالسرایا کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ دونوں کا مقابلہ ہوا اور ابوالسرایا کو شکست فاش حاصل ہوئی۔ ابوالسرایا شکست پاکر موضع راس عین علاقہ جلولا میں آیا حسن بن علی نے خبر پاکر فوراً ابوالسرایا کو جا گھیرا اور ابوالسرایا کو معہ محمد بن جعفر بن محمد گرفتار کر کے حسن بن سہل کی خدمت میں بھیج دیا۔ حسن بن سہل نے ابوالسرایا کو قتل کرا کر اُس کی لاش کو بغداد کے پل پر لٹکا دیا اور اُس کے سر کو معہ محمد بن جعفر بن محمد کے مامون کی خدمت میں روانہ کیا۔ علی بن سعید نے مدائن کو فتح اور ابوالسرایا کی فوج کو قتل کر کے حسن بن سہل کے حکم کے موافق اوّل واسط کی طرف جا کر اُس پر قبضہ کیا پھر واسط سے بصرہ کی طرف کوچ کیا اور وہاں زید بن موسیٰ بن جعفر صادق کو بے دخل کر کے بصرہ پر قبضہ کیا۔

زید بن موسیٰ نے بصرہ میں تمام بنو عباس اور اُن کے ہوا خواہوں کے مکانات آگ لگوا کر خاک سیاہ کر دیئے تھے۔ اس لئے زید النار کے نام سے شہرت پائی تھی۔ علی بن سعید نے زید النار کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔ اس طرح محرم ۲۰۰ھ میں ابوالسرایا اور مُلکِ عراق کے فتنوں کا تو خاتمہ ہوا لیکن حجاز و یمن میں ابھی تک شورش و بدامنی بدستور باقی تھی۔

حجاز و یمن کی بدامنی

جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے ابوالسرایا نے آل ابی طالب ہی کو صوبوں اور ولایتوں کی حکومت پر مقرر کیا تھا ہر جگہ حکومتِ عباسیہ کے خلاف علوی ہی مصروفِ عمل تھے یہ ابوالسرایا کی دانائی تھی کہ اُس نے علویوں کو صوبوں اور ولایتوں کی حکومتیں دے کر بظاہر اپنی حکومت کو علوی حکومت بنا دیا تھا۔ ابوالسرایا کا خاتمہ ہوگیا۔ لیکن اکثر علوی جو صوبوں پر قابض و متصرف ہو چکے تھے۔ انھوں نے ہمت نہیں ہاری اور اپنی خلافت قائم کرنے کی جدوجہد میں برابر مصروف رہے۔ قتلِ امین کے بعد علویوں کو نہایت ہی زرین موقعہ ہاتھ آگیا تھا۔ کیونکہ خود مامون پر جن لوگوں نے قبضہ حاصل کر لیا تھا یعنی فضل و حسن ابنان

سہل بھی ایرانی النسل ہونے کے سبب آل ابی طالب کو آل عباس سے بہتر سمجھتے تھے اور اُن کا میلانِ خاطر علویوں کی طرف زیادہ تھا۔

مامون نے خود جعفر برمکی سے تربیت پائی تھی۔ اس لئے اُس کے دل میں بھی سادات کی عزت و عظمت بہت زیادہ تھی اور اُس کے وزیر اعظم کو بہترین موقع حاصل تھا کہ وہ امین کے قتل سے فارغ ہونے کے بعد سلطنت کا رُخ علویوں کی جانب پھیر دے۔ مگر ہرثمہ بن اعین کی فوجی قابلیت نے ابوالسرایا کا خاتمہ کر کے عراق کو صاف کر دیا اور علویوں کے طرزِ حکومت نے اُن کو حجاز و یمن میں ناکام رکھا جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب ابوالسرایا نے حسین افطس یعنی حسین بن حسن بن علی بن حسین کو مکہ کا حاکم بنا کر روانہ کیا تو اتفاقاً مکہ میں ہارون الرشید کا مشہور خادم مسرور مع سو ہمراہیوں کے گیا ہوا تھا اس زمانے میں مامون کی طرف سے مکہ کا عامل داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ عباسی تھا۔ مسرور اور داؤد نے مکہ میں حسین افطس کے آنے کی خبر سُن کر آل عباس اور ہمدردانِ آلِ عباس کا ایک جلسہ منعقد کر کے مشورہ کیا کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہیئے مسرور اور دوسرے لوگوں نے مقابلہ اور جنگ کرنے کی رائے دی مگر داؤد نے کہا کہ میں حرم شریف میں قتل و خون ریزی کو پسند نہیں کرتا۔ اگر حسین افطس مکہ میں ایک طرف سے داخل ہوا تو میں دوسری طرف سے نکل جاؤں گا۔

مسرور یہ سُن کر خاموش ہو گیا اور داؤد نے حسین افطس کے قریب پہنچنے کی خبر سُن کر عراق کی طرف کوچ کر دیا۔ یہ دیکھ کر مسرور بھی مکہ سے چل دیا حسین افطس مکہ سے باہر مقیم اور داخل ہونے میں متامل تھا اُس نے جب یہ سُنا کہ مکہ آلِ عباس سے خالی ہو گیا ہے تو وہ صرف دس آدمیوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا۔ طواف کیا اور ایک شب مکہ میں مقیم رہ کر اپنے اور ہمراہیوں کو بھی بُلا کر مکہ پر قبضہ کر لیا اور حکومت کرنے لگا۔ ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر صادق نے یمن میں پہنچ کر مامون کے عامل اسحٰق بن موسیٰ بن عیسیٰ کو یمن سے بھگا دیا اور یمن پر قابض و متصرف ہو کر حکومت شروع کی حسین افطس نے خانہ کعبہ کا غلاف اُتار کر دوسرا غلاف جو ابوالسرایا نے کوفہ سے بھیجا تھا چڑھایا۔ بنو عباس کے مال و اسباب اور گھروں کو لوٹ لیا اُن کی امانتوں کو بجبر لوگوں سے چھین لیا پھر عام مکہ والوں کے مال و اسباب پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ کعبہ شریف کے ستونوں پر جس قدر سونا چڑھا ہوا تھا اُس کو اُتار لیا۔ خانۂ کعبہ کے خزانہ میں جس قدر نقد و جنس تھی۔ سب کو نکال کر اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔

حسین افطس کے ہمراہیوں نے حرم شریف کی جالیوں کو توڑ ڈالا۔ اُدھر یمن میں ابراہیم نے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا اور بے گناہوں کو بکثرت قتل کرنے کی وجہ سے قصاب کا لقب پایا۔ جب ہم

ابراہیم قصاب کے نام سے اب تک تعبیر کیا جاتا ہے ۔علویوں کے دوسرے سرداروں نے بھی جو ابراہیم بن موسیٰ اور حسین افطس کی طرف سے فوجوں اور علاقوں کی سرداریاں رکھتے تھے لوٹ مار اور قتل و غارت میں کمی نہیں کی ۔زید بن موسیٰ کا حال اوپر پڑھ چکے ہو کہ بصرہ میں ظلم و ستم کا بازار گرم کر کے زید النار کا خطاب پایا تھا غرض علویوں نے ابوالسرایا کی طرف سے حکومتیں پا کر اپنی چند روزہ حکمرانی میں ایک اودھم مچا دی اور غالباً ان کا یہ ظالمانہ وسفاکانہ طرزِ عمل ہی ان کی ناکامی و نامرادی کا باعث ہوا۔ جب مکہ میں ابوالسرایا کے قتل کی خبر پہنچی تو اہل مکہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے حسین افطس نے محمد بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے پاس جا کر کہا کہ یہ موقعہ بہت مناسب ہے ۔لوگوں کے قلوب آپ کی طرف مائل ہیں ابوالسرایا مارا جا چکا ہے آپ اپنی خلافت کی لوگوں سے بیعت لیں ۔میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کیے لیتا ہوں پھر کوئی شخص آپ کی مخالفت نہ کرے گا۔ محمد بن جعفر ملقب بہ دیباچہ عالم نے انکار کیا مگر حسین افطس اور محمد بن جعفر کا لڑکا علی دونوں برابر اصرار کرتے رہے آخر محمد بن جعفر بیعت لینے پر آمادہ ہو گئے ۔لوگوں نے اُن کی بیعت کر لی اور وہ امیر المومنین کے لقب سے پکارے جانے لگے اس کے بعد حسین افطس اور محمد بن جعفر کے بیٹے علی نے بداعمالیوں پر کمر باندھی ۔دونوں نے یہاں تک زناکاری میں ترقی کی کہ مکہ کی عورتوں کو اپنی عصمت کا بچانا دشوار ہو گیا۔ سرِ بازار عورتوں اور مردوں کو بے عزت کرنے لگے ۔اوباش لوگوں کی ایک جماعت اُن کے ساتھ ہو گئی اور یہ رات دن ان افعالِ شنیعہ میں مصروف رہنے لگے ۔

مکہ کے قاضی محمد نامی کا لڑکا اسحٰق بن محمد ایک روز بازار میں جا رہا تھا ۔علی بن محمد بن جعفر یعنی امیر المومنین کے صاحبزادے نے اُس کو پکڑوا کر بلوا لیا اور اپنے گھر میں بند کر لیا ۔لوگوں نے یہ حالت دیکھ کر ایک جلسہ کیا اور سب اس بات پر متفق و آمادہ ہو گئے کہ محمد بن جعفر صادق کو معزول کیا جائے اور قاضی مکہ کے لڑکے کو علی بن محمد کے پاس سے واپس چھڑایا جائے لوگوں نے شور و غل مچاتے ہوئے محمد بن جعفر امیر المومنین کا گھر جا گھیرا تو انھوں نے لوگوں سے امان طلب کی اور خود اپنے بیٹے علی کے گھر میں گئے تو وہاں اُس لڑکے کو موجود پایا اور علی سے لے کر لوگوں کے حوالے کیا ۔اوپر پڑھ چکے ہو کہ ابراہیم بن موسیٰ کاظم المعروف بہ ابراہیم قصاب نے یمن کے عامل اسحٰق بن موسیٰ بن عیسیٰ کو بھگا دیا تھا۔

اسحٰق بن موسیٰ یمن ہی میں موقعہ کا منتظر روپوش رہا اب علویوں کی اس ظالمانہ حکومت اور لوگوں کی نفرت کو دیکھ کر اُس نے ایک لشکر بآسانی فراہم کرلیا۔ ابراہیم بھی یمن سے مکہ آیا ہوا تھا۔ اسحٰق نے یمن سے روانہ ہوکر مکہ پر حملہ کیا۔ علویوں نے اردگرد کے بدوؤں کو جمع کیا اور خندقیں کھود کر اسحٰق کے مقابلے پر مستعد ہوگئے اسحٰق نے اول تو صف آرائی کی مگر پھر کچھ سوچ کر وہاں سے سیدھا عراق کی جانب چل دیا۔ ادھر حسن بن سہل نے عراق سے فارغ ہوکر ہرثمہ بن اعین کو حجاز و یمن کے فسادات مٹانے کی طرف توجہ دلائی۔ ہرثمہ نے رجاء بن جمیل اور جلودی کو ایک فوج دے کر مکہ کی جانب روانہ کیا۔ ہرثمہ کا فرستادہ یہ لشکر ادھر سے جا رہا تھا ادھر سے اسحٰق آ رہا تھا۔ راستے میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ اسحٰق بھی ان لوگوں کے ساتھ مکہ کی جانب لوٹ پڑا وہاں پہنچ کر علویوں کو مقابلہ پر مستعد پایا۔ سخت معرکہ آرائی کے بعد علویوں کو شکست ہوئی اور عباسی لشکر فتح مند ہوکر مکہ میں داخل ہوا۔

محمد بن جعفر نے امان طلب کی اُن کو امان دی گئی محمد بن جعفر مکہ سے جحفہ اور جحفہ سے بلاد جہنیہ کی طرف چلے گئے وہاں اُنھوں نے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ جب ایک بڑا لشکر جمع ہوگیا تو مدینہ منورہ پر حملہ کیا۔ مدینہ کے عامل ہارون بن مسیب نے مقابلہ کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر دیباچہ عالم محمد بن جعفر صادق نے شکست فاش کھائی اور بلاد جہنیہ کی طرف واپس آئے۔ اسی لڑائی میں ایک آنکھ بھی جاتی رہی اور ہمراہی اُن کے بہت زیادہ مارے گئے۔ اگلے سال موسم حج میں رجاء بن جمیل اور جلودی سے جو ابھی تک مکہ کی حکومت پر مامور تھے امان حاصل کرکے مکہ میں آئے اور لوگوں کو جمع کرکے خطبہ دیا کہ میں جانتا تھا کہ مامون الرشید فوت ہوچکا ہے اسی لئے میں نے لوگوں سے بیعت لی تھی۔ اب صحیح خبر پہنچ گئی ہے کہ مامون زندہ ہے۔ لہٰذا میں تم لوگوں کو اپنی بیعت سے سبک دوش کرتا ہوں۔ حج ادا کرنے کے بعد سنہ ۲۰۱ھ میں حسن بن سہل کے پاس بغداد چلے گئے اُس نے مامون کے پاس بھیج دیا۔ مامون نے اُن کو عزت سے رکھا۔ جب مامون مرو سے عراق کی جانب روانہ ہوا تو راستے میں بمقام جرجان فوت ہوئے۔

ہرثمہ بن اعین کا قتل

فضل بن سہل نے ہارون الرشید کی وفات کے بعد مامون کی خوب ہمت بندھائی تھی

اور اسی نے امین کے مقابلے کے لئے سازو سامان کئے تھے مامون نے اُس کو وزیرِ اعظم اور صاحب السیف والقلم بنا دیا تھا ایرانی مامون کی طرف اس لئے مائل تھے کہ اُس کی ماں ایرانی تھی اُس نے جعفر سے تربیت پائی تھی۔ ایرانیوں کو چوتھائی خراج معاف کر دیا تھا۔ لہٰذا فضل کو اپنی وزارت اور خلیفہ پر قابو حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی سہولت حاصل تھی۔ اُس نے مامون کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ مرو ہی کو دارالخلافہ رکھے جو خراسان کا دارالصدر تھا۔ یہاں اہلِ عرب کو کوئی زور و قوت حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر مامون الرشید بغداد چلا جاتا تو فضل بن سہل کا یہ زور قائم نہیں رہ سکتا تھا اور یہاں اہلِ عرب خلیفہ کو اس طرح فضل کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ فضل بن سہل نے اپنے بھائی حسن بن سہل کو عراق و حجاز وغیرہ ممالک کا حاکم و وائسرائے بنا کر اہلِ عرب کے زور کو کم کرنے کا سامان کر دیا تھا ہرثمہ اور طاہر دو زبردست سپہ سالار تھے جنھوں نے مامون کی خلافت قائم کرنے کے لئے بڑے بڑے جنگی کارنامے دکھائے تھے طاہر کی شہرت اگرچہ ہرثمہ سے بڑھ گئی تھی۔ مگر ہرثمہ کی قدامت نے اس کمی کو پورا کر دیا تھا اور دونوں کو دربارِ خلافت سے برابر کے دعوے تھے۔

طاہر کو یہ محسوس ہو چکا تھا کہ امین کے قتل کرنے میں اُس نے مامون کی اُس فطری محبت کو جو بھائی کو بھائی کے ساتھ ہوتی ہے۔ صدمہ پہنچایا ہے اسی لئے اُس کو اُس کے مفتوحہ علاقہ کی حکومت نہ ملی بلکہ اُس کی جگہ حسن بن سہل کو فضل بن سہل بآسانی مامون کے حسبِ منشاء ممالک مغربیہ کا وائسرائے مقرر کر سکا۔ پس طاہر تو اہلِ عجم کا زور توڑنے اور مامون کو مرو سے بغداد کی طرف لانے کے لئے کوئی کوشش و حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ صرف ہرثمہ بن اعین ہی یہ جرأت کر سکتا تھا کہ وہ خلیفہ کو اہلِ عرب کے حسبِ منشا۔ توجہ دلاتے۔ ہرثمہ کو یہ بات بھی معلوم ہو چکی تھی کہ مامون الرشید کے پاس کوئی خط کوئی درخواست کوئی عرض داشت براہِ راست بلا توسط فضل بن سہل ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ اُس کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ خلیفہ کسی شخص سے بلا توسط فضل کے ملاقات نہیں کر سکتا یعنی کوئی شخص فضل کی اجازت کے بغیر خلیفہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس حالت میں مامون الرشید کی حالت قریباً ویسی ہی تھی جیسی کہ ہندوستان کے بادشاہ جہانگیر کی مہابت خاں کی قید میں۔

تاریخِ اسلامیہ میں یہ سب سے پہلی مثال تھی کہ خلیفہ کو اس کے وزیر نے گویا نظربند کر رکھا

تھا اور خلیفہ اپنے آپ کو شاید نظر بند نہیں سمجھتا تھا۔ اب ابوالسرایا کے قتل اور مکہ کی طرف فوج بھیجنے کے بعد ہرثمہ کو معلوم ہوا کہ مامون الرشید کو اب تک عراق و حجاز کی بغاوتوں کی کوئی حال معلوم نہیں اور وہ ملک کی عام حالت سے بالکل بے خبر ہے۔ چنانچہ ہرثمہ فوراً خراسان کی طرف اس ارادے سے روانہ ہوا کہ میں خود دربار میں حاضر ہو کر تمام حالات سے خلیفہ کو واقف کروں گا اور فضل بن سہل کی ان کارروائیوں کو کہ اُس نے خلیفہ کو اب تک بے خبر رکھا ہے افشا کر دوں گا۔ ہرثمہ حسن بن سہل سے رخصت ہوتے بغیر خراسان کی طرف روانہ ہو گیا۔ فضل بن سہل کو جب اس کی اطلاع ہوئی کہ ہرثمہ دربار خلافت کی طرف آرہا ہے تو اُس نے مامون الرشید سے یہ حکم لکھوا کر بھجوا دیا کہ تم راستے ہی سے شام و حجاز کی طرف چلے جاؤ وہاں تمہاری سخت ضرورت ہے ہمارے پاس خراسان میں آنے کی ابھی ضرورت نہیں۔

ہرثمہ چونکہ حقیقت سے پہلے ہی آگاہ تھا۔ اُس نے مامون کے اس فرمان کی کوئی پرواہ نہ کی اور اپنی خدمات جلیلہ اور حقوقِ قدامت پر بھروسہ کئے ہوئے مرو کی جانب گرم سفر رہا۔ حتیٰ کہ جب مرو کے قریب پہنچا تو اُس کو خیال آیا کہ مبادا فضل بن سہل مجھ کو دربار میں باریاب ہی نہ ہونے دے اور میرے آنے کا حال ہی مامون الرشید کو معلوم نہ ہو لہٰذا اُس نے شہر میں داخل ہوتے ہوتے نقارہ بجانے کا حکم دیا تاکہ خلیفہ کو معلوم ہو جائے کہ کوئی بڑا سردار شہر میں داخل ہو رہا ہے۔ اُدھر جب فضل کو معلوم ہوا کہ ہرثمہ نے حکم کی تعمیل نہیں کی اور برابر مرو کی طرف بڑھتا چلا آتا ہے اور میری شکایت کرنے کا قصد رکھتا ہے تو اس نے مامون الرشید سے کہا کہ مجھ کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ابوالسرایا کو ہرثمہ نے بغاوت پر آمادہ کیا تھا اور جب ہرثمہ کو اُس کی سرکوبی پر مامور کیا گیا تو اُس نے ابوالسرایا کو صاف بچ کر نکل جانے دیا اور حسن بن علی نے اُس کا کام تمام کیا۔ اب اُس کی نیت کا حال تو خدا کو معلوم ہے مگر اُس کی شوخ چشمی اور گستاخی کی انتہا ہو گئی ہے کہ آپ نے اُس کو شام کی طرف جانے کا حکم دیا اور اُس نے اُس حکم کو پڑھ کر ذرا بھی پرواہ نہ کی اور خود سرانہ طور پر مرو کی طرف آرہا ہے۔

جب ہرثمہ مرو میں داخل ہوا اور شور و غل اور نقارے کی آواز مامون کے کانوں تک پہنچی تو اُس نے دریافت کیا کہ یہ کیسا شور ہے فضل نے کہا کہ ہرثمہ آ پہنچا ہے اور وہی گستاخانہ اور فاتحانہ انداز میں داخل ہو رہا ہے۔ ان باتوں سے مامون کو سخت غصہ آیا۔ آخر ہرثمہ دربار میں داخل ہوا قبل اس کے کہ وہ اپنا مقصود اصلی اظہار بیان میں لائے مامون نے اُس سے جواب طلب کیا کہ حکم کی تعمیل کیوں نہیں کی۔

ہرثمہ اس کے متعلق معذرت کرنے لگا لیکن مامون کا غیظ و غضب اس درجہ بڑھ چکا تھا کہ اُس نے

فوراً اُس کو نہایت بے عزتی کے ساتھ دربار سے نکلوا کر جیل خانہ میں بھجوا دیا۔ غالباً اُس کی کارگذاریاں خود سفارشی بنتیں اور غصہ فرو ہونے کے بعد مامون جلدی یا دیر میں اُس کی طرف ملتفت ہوتا مگر فضل بن سہل نے اس موقعہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور جیل خانہ میں اُس کو قتل کرا کر مامون کو اطلاع دے دی کہ ہرثمہ جیل میں فوت ہو گیا۔ مامون کو ہرثمہ کے فوت ہونے کی خبر سُن کر کوئی ملال نہیں ہوا اور اُس کی وہ حالت جو پہلے سے قائم تھی اور جس کے تبدیل کرنے کے لئے ہرثمہ نے بیڑا اٹھایا تھا بدستور قائم رہی۔ اب بظاہر کوئی طاقت اور کوئی تدبیر ایسی نہ تھی جو اس کام کا بیڑا اٹھائے مگر قدرت نے خود ایسے سامان فراہم کر دیئے کہ فضل کو حسرتناک موت کا سامنا کرنا پڑا۔

شورشِ بغداد

ہرثمہ جب مرو کے جیل خانہ میں مقتول ہوا تو حسن بن سہل اُس زمانہ میں بجائے بغداد کے نہروان میں مقیم تھا بغداد میں جب ہرثمہ کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو یہاں ایک تلاطم برپا ہو گیا اور عام طور پر لوگوں کی زبان پر یہی تذکرہ آنے لگا کہ فضل بن سہل نے خلیفہ اور خلافت پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ چونکہ مجوسی ابنِ مجوسی ہے اس لئے اب اہلِ عرب کو ذلتیں اٹھانی پڑیں گی۔ چنانچہ محمد بن ابی خالد نے اہلِ بغداد کو یقین دلایا کہ میں حسن بن سہل کو عراق سے خارج کر دوں گا۔ اہلِ بغداد نے اُس کی اطاعت اختیار کی محمد بن خالد نے فوج ترتیب دے کر بغداد کے عامل علی بن ہشام کو جو حسن بن سہل کی طرف سے بغداد میں مامور تھا نکال دیا۔ حسن بن سہل نے نہروان سے بغداد کی طرف فوجیں بھیجیں محمد نے سب کو شکست دے دے کر بھگا دیا۔ حسن بن سہل واسط میں پہنچا۔ وہاں پہنچے ہوئے اُس کو زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ محمد بن ابی خالد بغداد سے واسط کی طرف فوج لے کر روانہ ہوا۔

حسن بن سہل یہ خبر سن کر واسط سے چل دیا۔ محمد بن ابی خالد نے واسط میں داخل ہو کر قبضہ کیا اور حسن بن سہل کے تعاقب میں فوراً روانہ ہو گیا۔ حسن بن سہل نے لوٹ کر مقابلہ کیا اتفاقاً محمد بن ابی خالد کو شکست ہوئی۔ محمد بن ابی خالد نے جرجرایا میں آکر قیام کیا اور اپنی حالت درست کر کے پھر حسن بن سہل کا مقابلہ کیا متعدد لڑائیاں ہوئیں ایک لڑائی میں محمد بن ابی خالد سخت زخمی ہو گیا اُس کا بیٹا اُس کو لے کر بغداد میں آیا۔ یہاں آتے ہی محمد بن ابی خالد فوت ہو گیا اس کے بعد اہلِ بغداد نے منصور بن مہدی بن منصور عباسی کو خلیفہ بنانا چاہا مگر منصور نے انکار کیا۔ آخر بڑے اصرار کے بعد منصور کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ خلیفہ مامون ہی رہے اُسی کا نام خطبہ میں لیا جائے مگر بجائے حسن بن سہل کے نائب السلطنت منصور

بن مہدی رہے۔ چنانچہ ماہ ربیع الاول ۲۰۱ھ میں منصور بن مہدی نے بغداد کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد سپہ سالارِ لشکر مقرر ہوا۔

حسن بن سہل نے اب اپنی حالت کو درست کر کے منصور بن مہدی کے مقابلہ پر فوجیں بھیجیں اور لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں یہ ہنگامہ آرائیاں ہو رہی تھیں۔ ادھر مرو میں مامون الرشید بالکل بے خبر اور مطمئن تھا کیونکہ فضل بن سہل نے اُس کے پاس براہِ راست خبر پہنچنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رکھا تھا۔ منصور بن مہدی اور حسن بن سہل کی معرکہ آرائیوں کے زمانے میں بغداد کے اوباشوں اور بدمعاشوں کو آزادی کے ساتھ بدمعاشیوں کے ارتکاب کا خوب موقعہ مل گیا۔ لوٹ کھسوٹ، ڈاکہ زنی، چوری، زنا، ظلم و تعدی کی وارداتیں بکثرت ہونے لگیں اور منہیاتِ شرعیہ کے علانیہ ارتکاب میں کوئی حجاب و تامل باقی نہ رہا۔ یہ بدعنوانیاں جب بڑھتے بڑھتے حد سے زیادہ بڑھ گئیں اور شرفائے بغداد کی زندگیاں وبالِ جان ہو گئیں تو بغداد میں خالد دریوش اور سہل بن سلامہ دو شخصوں نے لوگوں کو وعظ و پند کر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام شروع کیا ان دونوں کی اس کوشش سے ان بدعنوانیوں میں بہت کچھ کمی واقع ہوئی مگر سہل بن سلامہ کی طرف سے منصور بن مہدی اور عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو بغاوت و سرکشی کا خطرہ پیدا ہوا۔ آخر منصور و عیسیٰ دونوں نے حسن بن سہل سے اس شرط پر مصالحت کر لی کہ حسن بن سہل خلیفہ مامون کا دستخطی امان نامہ منگا دے اور بغداد کی حکومت پر ان دونوں کو اپنی طرف سے مامور رکھے۔

چنانچہ حسن بن سہل بغداد میں داخل ہوا اور دونوں کو حکومت بغداد پر اپنی طرف سے مامور کر کے نہروان کی طرف واپس چلا گیا۔ یہ واقعہ رمضان ۲۰۱ھ کا ہے یہاں یہ واقعات رونما ہو رہے تھے ادھر مرو میں اسی ماہ رمضان ۲۰۱ھ میں مامون الرشید علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کو اپنا ولی عہد مقرر کر رہا تھا اور بغداد کے واقعات سے قطعاً بے خبر تھا۔

امام علی رضا کی ولی عہدی

مامون الرشید اگرچہ فضل بن سہل کے ہاتھ میں حالاتِ سلطنت سے بالکل بے خبر تھا اور فضل بن سہل جس طرح چاہتا تھا انتظام سلطنت کرتا تھا مگر ساتھ ہی اُس کو یہ محسوس نہیں ہونے پایا تھا کہ میں نظر بندوں کی طرح زندگی بسر کر رہا ہوں۔ مامون کو شروع

ہی سے سادات و اہل بیت نبوی کے ساتھ بڑی محبت و عقیدت تھی جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔

مامون نے سنہ ۲۰۰ھ میں آلِ عباس کے اکثر افراد کو اپنے پاس مرو میں طلب کیا اور مہینوں اپنا مہمان رکھا۔ مگر مامون کی نظر انتخاب میں کوئی کامل العیار نہ نکلا آخر فضل بن سہل اور دوسرے محبان اہل بیت نے اس کی توجہ علی رضا بن موسیٰ کاظم کی طرف منعطف کی اور حقیقت یہ ہے کہ علی رضا اپنی قابلیت کے اعتبار سے بنی ہاشم میں سب پر فائق تھے چنانچہ مامون الرشید نے بلا تامل اپنی لڑکی کی شادی علی رضا سے کر دی۔ اور ماہِ رمضان المبارک سنہ ۲۰۱ھ میں علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے موتمن اپنے بھائی کو جو ہارون الرشید کی وصیت کے موافق مامون کا ولی عہد تھا ولی عہدی سے معزول کر دیا۔ موتمن کے معزول کر دینے کا اختیار خود ہارون نے مامون کو دے دیا تھا۔ لہٰذا موتمن کی معزولی کا کوئی الزام مامون پر نہیں لگایا جا سکتا۔ اس کے بعد مامون نے سیاہ لباس جو عباسیوں کا شعار تھا ترک کر کے سبز لباس جو علویوں کا شعار تھا پہننا شروع کیا اسی کی تقلید تمام اہلِ دربار نے کی۔

اس کے بعد مامون نے احکام جاری کئے کہ تمام سلطنت میں بجائے سیاہ لباس کے سبز لباس عمال و حکام اور لشکری استعمال کریں۔ عمال کے نام یہ حکم بھی بھیجا گیا کہ لوگوں سے علی رضا بن موسیٰ کاظم کی ولی عہدی کی بیعت لے لیں۔ یہ حکم جب فضل بن سہل کے توسط سے عمالِ سلطنت کے پاس پہنچا تو بعض نے خوشی سے بعض نے کراہت سے اس کی تعمیل کی۔ اسی حکم کو جب حسن بن سہل نے بغداد میں عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد اور منصور بن مہدی کے پاس بھیجا تو بغداد میں از سر نو ہلچل برپا ہو گئی اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ فضل بن سہل نے خلافت عباسیوں سے نکال کر علویوں کے اندر پہنچانے میں کامیابی حاصل کر لی۔ آلِ عباس اور ہمدردانِ آلِ عباس اس بات کو کسی طرح برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے وہ جانتے تھے کہ عباسیوں سے خلافت کے نکالنے اور علویوں میں پہنچانے کی کوشش سب سے پہلے ابو مسلم نے کی پھر بھی کوشش خاندانِ برامکہ نے کی جو مجوسی النسل تھے مگر وہ ناکام و نامراد رہے۔ اب ایک اور مجوسی النسل نے اس کوشش میں کامیابی حاصل کر لی چونکہ اب اہلِ عرب اور اہلِ عجم کی تفریق بہت نمایاں ہو چکی تھی اور عام اہلِ عرب فضل بن سہل کو

اپنا مخالف اور اہلِ عجم کا مربی یقین کرتے تھے۔ لہٰذا ہر ایک عربی النسل شخص نے علی رضا کی ولی عہدی کو اہلِ عجم کی کامیابی اور اپنی شکست تصور کیا۔

بغداد میں عربی عنصر زیادہ تھا اور آلِ عباس کا یہ خاص مقام تھا یہاں اس خبر نے لوگوں کو اضطراب وبے چینی میں مبتلا کر کے غور و فکر اور مشوروں کی طرف متوجہ کر دیا۔ ایک طرف وہ ابھی تازہ تجربہ کر چکے تھے کہ بغاوت و سرکشی میں کیسے کیسے مصائب برداشت کرنے پڑے دوسری طرف اُن کے خرم واحتیاط نے عالمِ اسلام یعنی دوسرے اسلامی صوبوں اور ملکوں کی خبریں سننی ضروری سمجھیں کہ لوگوں پر علی رضا کی ولی عہدی کا کیا اثر نمودار ہوا ہے۔ بغداد میں یہ خبر ماہِ رمضان ۲۰۱ھ میں پہنچی تھی اور پورے تین مہینے تک اہلِ بغداد نے کوئی اقدام نہیں کیا۔ اس عرصہ میں اس خیال کے اندر کہ خاندانِ عباسیہ سے نکل کر علویوں میں خلافت نہیں جاسکتی۔ ایک طاقت پیدا ہوتی گئی۔

ابراہیم بن مہدی کی خلافت

۲۵ ذوالحجہ ۲۰۱ھ کو آلِ عباس اور ہواخواہانِ آلِ عباس نے ابراہیم بن مہدی کو خلافت کے لئے منتخب کر کے خفیہ طور پر اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور یکم محرم ۲۰۲ھ کو علانیہ تمام اہلِ بغداد نے بیعت کر کے ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنایا اور مامون کو خلافت سے معزول کر دیا۔ ابراہیم نے خلیفہ بنتے ہی چھ چھ مہینے کی تنخواہ لشکریوں کو بطور انعام دینے کا وعدہ کیا اور کوفہ وسواد پر قبضہ کر کے مدائن کی طرف بڑھا اور لشکر کی آراستگی میں مصروف ہوا بغداد کی جانب غربی پر عباس بن موسیٰ کو اور جانب شرقی پر اسحٰق بن موسیٰ کو مامور کیا۔

حمید بن عبدالحمید حسن بن سہل کی طرف سے قصرِ ابنِ ہبیرہ میں مقیم تھا وہ وہاں سے حسن بن سہل کے پاس گیا اور ابراہیم نے عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو قصرِ ابنِ ہبیرہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ عیسیٰ بن محمد نے قصرِ ابن ہبیرہ پر قبضہ کر کے حمید کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ حسن بن سہل نے عباس بن موسیٰ کاظم برادر علی رضا کو سندِ گورنری عطا کر کے کوفہ کی جانب روانہ کیا۔ عباس بن موسیٰ کاظم نے کوفہ میں پہنچ کر اعلان کیا کہ میرا بھائی علی رضا مامون کے بعد تختِ خلافت کا مالک ہوگا۔ اس لئے اب تم لوگوں کو کہ محبانِ اہلِ بیت ہو ابراہیم بن مہدی کی خلافت تسلیم نہیں کرنی چاہیئے اور خلافت مامون الرشید کے خلاف

کوئی حرکت مناسب نہیں ہے

اہلِ کوفہ نے عباس بن موسیٰ کاظم کی گورنری کو تسلیم کر لیا اور خالی شیعوں نے یہ کہہ کر کہ ہم تمھارے بھائی علی رضا کے معاون ہیں مامون سے ہم کو کوئی واسطہ نہیں بے تعلقی اور خاموشی اختیار کی۔ ابراہیم بن مہدی نے عباس بن موسیٰ کاظم کے مقابلہ پر سعید اور ابو البط اپنے دو سپہ سالاروں کو مامور کیا۔ عباس نے علی بن محمد بن جعفر اپنے چچا زاد بھائی کو ان کے مقابلہ پر بھیجا دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور علی بن محمد کو شکست حاصل ہوئی۔ سعید نے حیرہ میں مقام کیا اور فوج کو کوفہ کی طرف بڑھایا۔ اہلِ کوفہ اور عباس نے مقابلہ کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں آخر اہلِ کوفہ اور عباس نے امان طلب کی۔ عباس بن موسیٰ کاظم مکان سے باہر آئے اور فتح مند لشکر کوفہ میں داخل ہونے لگا۔ اسی اثناء میں عباس کے ہمراہیوں کو پھر کچھ جوش آیا اور لڑائی پر مستعد ہو گئے۔ سعید کے لشکر نے عباس کے ہمراہیوں کو پھر شکست دی اور کوفہ پر قبضہ کر کے عباس کو قید کر لیا۔

سعید یہ خبر سُن کر خود حیرہ سے کوفہ میں آیا اور یہ تحقیق کر کے کہ عباس نے امان طلب کرنے کے بعد خود کوئی بدعہدی نہیں کی عباس کو آزاد کر دیا اور کوفہ میں بعض لوگوں کو قتل کرایا۔ اور کوفہ میں عامل مقرر کر کے بغداد کی طرف چلا آیا۔ حسن بن سہل نے حمید بن عبدالحمید کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ عامل کوفہ بلا مقابلہ کوفہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ابراہیم بن مہدی نے عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو حسن بن سہل پر حملہ کرنے کے لئے واسط کی طرف روانہ کیا۔ کیونکہ حسن بن سہل ان دنوں واسط میں مقیم تھا۔ عیسیٰ بن محمد کو حسن بن سہل نے شکست دے کر بغداد کی طرف بھگا دیا۔ غرض اسی قسم کے ہنگاموں میں ۲۰۲ھ ختم ہو گیا اور ۲۰۳ھ شروع ہوا۔

ابراہیم نے اپنی خلافت کے مستحکم و مضبوط بنانے کی امکانی کوشش میں کمی نہیں کی مگر ۲۰۳ھ کی ابتدائی تاریخوں میں بغداد کے اندر ایک ایسا ہنگامہ وقوع پذیر ہوا جس سے اُس کی حکومت و خلافت معرضِ خطر میں پڑ گئی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے حمید بن عبدالحمید نے کوفہ پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد ابراہیم بن مہدی سے لڑنے کے لئے بغداد کا قصد کیا۔ ابراہیم بن مہدی کا سپہ سالار عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد تھا۔

حمید نے خفیہ پیامات کے ذریعہ عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو اپنی طرف متوجہ کرکے سازش کرلی۔ عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد نے حمید کی مدافعت و مقابلے میں پہلو تہی اختیار کی۔ اس سازش کا حال عیسیٰ کے بھائی ہارون بن محمد کو معلوم ہوا اُس نے ابراہیم بن مہدی کو اس کی اطلاع کردی۔ ابراہیم بن مہدی خلیفہ نے عیسیٰ کو بلا کر دربار میں ذلیل کیا اور قید کردیا۔ عیسیٰ کے قید ہونے کا حال معلوم ہوا تو لشکر میں بے چینی پیدا ہوئی اور عیسیٰ کے نائب عباس نے ابراہیم بن مہدی کے خلاف اہل لشکر کو اپنے ساتھ ملا کر ابراہیم بن مہدی کے معزول کردینے کی تجویز کی۔ اہل بغداد میں سے بہت سے آدمی اس تجویز میں شریک ہوگئے۔ ادھر ابراہیم کے اہل کاروں کو قید کرلیا۔ اس کے بعد عباس نے حمید کو لکھا کہ تم فوراً بغداد چلے آؤ میں بغداد تمھارے حوالے کردوں گا۔ چنانچہ حمید معہ لشکر بغداد میں پہنچ کر شہر کے ایک حصہ پر قابض ہوگیا۔ دوسرے حصے پر ابراہیم قابض تھا۔ شہر میں چند لڑائیاں ہوئیں۔ آخر مایوس ہو کر ابراہیم بن مہدی روپوش ہوگیا اور تمام شہر پر حمید بن عبدالحمید اور علی بن ہشام وغیرہ سرداران حسن بن سہل نے قبضہ کرلیا۔ اس طرح ۱۷ ماہ ذوالحجہ ۲۰۳ھ کو ابراہیم بن مہدی کی خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔

فضل بن سہل کا قتل

اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ فضل بن سہل جو خبر چاہتا تھا مامون کے گوش گذار کرتا تھا اور جس واقعہ کو چاہتا تھا چھپا لیتا تھا۔ چنانچہ اُس نے ابراہیم بن مہدی کے بغداد میں خلیفہ ہو جانے کی خبر کو بھی مامون الرشید سے پوشیدہ رکھا اور کسی کی مجال نہ ہوئی کہ مامون الرشید کو ملک عراق کی حالت سے واقف کرسکے۔ طاہر بن حسین کو فضل نے رقہ میں بطور والی متعین کر رکھا تھا۔ طاہر ایک نامور سپہ سالار تھا اور اس قابل تھا کہ اُس سے عراق کی بدامنی رفع کرنے میں امداد لی جاتی مگر فضل بن سہل طاہر کو ہرثمہ کا ثانی سمجھتا تھا۔ اس لئے اُس کو ایک معمولی ولایت کی حکومت پر مامور و متعین رکھ کر معطل بنا رکھا تھا۔

ابراہیم بن مہدی کی نسبت مامون سے یہ کہہ دیا تھا کہ اہل بغداد نے اپنی خوشی اس میں ظاہر کی کہ اُن کے معاملات مذہبی کی نگرانی و انصرام کے لئے ابراہیم بن مہدی کو بغداد کا

امیر د عامل بنایا جائے لہٰذا ابراہیم کو بغداد کی حکومت سپرد کردی گئی ہے۔ ادھر عراق میں بدامنی اور بے چینی دم بدم ترقی کرتی گئی اور لوگ حسن بن سہل سے زیادہ متنفر ہوتے گئے تو بعض اشخاص نے ہمت کرکے اور اپنی جان پر کھیل کر مرو کا قصد کیا اور وہاں علی رضا بن موسیٰ کاظم ولی عہد خلافت کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ سوائے آپ کے اور کوئی شخص حالات اصلیہ سے مامون کو واقف و آگاہ نہیں کرسکتا۔ آپ اس کام کا بیڑا اُٹھائیں اور اس مرحلے کو طے کریں۔

علی رضا اگرچہ فضل بن سہل کو اپنا مخالف نہیں پاتے تھے بلکہ ہمدرد و معاون دیکھتے تھے۔ لیکن یہ اُن کی پاک باطنی اور نیک طینتی تھی کہ وہ جرأت کرکے اس کام پر فوراً آمادہ ہوگئے اور مامون الرشید کو فضل بن سہل اور حسن بن سہل کی نامناسب حرکات۔ قتل ہرثمہ طاہر کی معطلی، عراق کے فساد اور ابراہیم بن مہدی کی خلافت کے متعلق مفصل اطلاع دے کر کہا کہ لوگ عام طور پر بددل ہورہے ہیں اور آپ کی خلافت معرض خطر میں ہے امام علی رضا نے ان حالات سے مطلع کرنے میں یہ بھی صفائی کے ساتھ کہہ دیا کہ آپ نے جو مجھ کو ولی عہد بنایا ہے۔ اس سے بھی بنو عبّاس اور اُن کے ہواخواہ ناراض ہیں۔

ان تمام باتوں کو سُن کر مامون چونک پڑا اور اُس نے کہا کہ آپ کے سوا کوئی اور بھی ان باتوں سے باخبر ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ آپ کے فلاں فلاں سردار و مصاحب بھی واقف ہیں۔ لیکن وہ سب فضل بن سہل کے خوف کی وجہ سے دم بخود ہیں اور آپ سے کہنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ مامون نے اُن افسروں کو تنہائی میں اپنے پاس طلب کرکے اوّل دریافت کیا تو سب نے انکار کیا۔ لیکن جب مامون نے اُن کو یقین دلایا کہ فضل تم کو کچھ نہ کہہ سکے گا تو اُنھوں نے صاف صاف تمام باتیں بیان کردیں اور علی رضا کے بیان کی پورے طور پر تصدیق کی یہ سُن کر مامون نے مرو سے عراق کی جانب روانگی کا قصد کیا۔ فضل کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اُس نے اُن سرداروں کو جنھوں نے مامون کو حالات اصلیہ سے واقف کرکے علی رضا کے بیان کی تصدیق کی تھی تکلیفیں پہنچائیں۔ کسی کو قید کردیا۔ کسی کو بے عزت کرکے کوڑے لگوائے مگر اب کیا ہوسکتا تھا جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔ مامون نے یہ دانائی کی کہ فضل بن سہل کو اپنی طرف سے خائف و مایوس نہیں ہونے دیا اور فضل بن سہل کے چچا زاد بھائی غسان بن عباد کو خراسان کا گورنر بنا کر خود خراسان سے

عراق کی جانب روانہ ہوا۔ مقام سرخس میں وارد ہوا۔ یہاں فضل بن سہل کو حمام میں چار شخصوں نے حملہ کر کے قتل کر ڈالا اور خود فرار ہو گئے۔

مامون نے اعلان کرا دیا جو شخص قاتلینِ فضل کو گرفتار کر کے لائے گا اُس کو دس ہزار دینار انعام دیا جائے۔ قاتلینِ گرفتار ہو کر حاضر ہوئے۔ مامون نے اُن کے قتل کا حکم دیا چنانچہ وہ قتل کیے گئے اور اُن کے سر حسن بن سہل کے پاس بھیج دیئے گئے۔

مامون نے حسن بن سہل کو تعزیت کا خط لکھا اور بجائے فضل بن سہل کے اُس کو اپنا وزیر بنا یا۔ فضل بن سہل کی ماں کے پاس خود برسم تعزیت گیا اور کہا کہ جس طرح فضل آپ کا فرزند تھا۔ اسی طرح میں بھی آپ کا فرزند ہوں۔ چند روز کے بعد حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے شادی کر کے حسن کے مرتبے کو مامون نے اور بھی زیادہ بڑھا دیا تھا۔ غرض فضل بن سہل کا قتل بالکل اُسی طرح وقوع پذیر ہوا جس طرح جعفر برمکی کا قتل ظہور میں آیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فضل بن سہل کو مامون الرشید نے قتل کرایا اور وہ چاروں شخص مامون الرشید کے مامور کردہ تھے جنھوں نے فضل کو حمام میں قتل کیا۔ فضل اپنے آپ کو کشتنی وگردن زدنی ثابت کر چکا تھا۔ مامون نے اس معاملہ میں اپنے باپ ہارون الرشید کے نقشِ قدم پر عمل کیا لیکن فرق صرف اس قدر ہے کہ ہارون الرشید نے جعفر برمکی کو قتل کرا کر برامکہ کے تمام خاندان کو معتوب بنایا، اور قتلِ جعفر کا الزام اپنے اوپر لے لیا۔ مگر مامون الرشید نے فضل کو قتل کرا کر اُس کے خاندان پر اس قدر عنایتیں کیں کہ کسی کو جرأت نہ ہو سکی کہ مامون کو بدنام کر سکے اور ملزم ٹھہرا سکے حتیٰ کہ فضل کا بھائی اور ماں باپ بھی مامون کی شکایت زبان پر نہ لا سکے۔ فضل بن سہل مقام سرخس میں ۲ شعبان ۲۰۲ھ کو قتل ہوا۔

امام علی رضا بن موسیٰ کاظم کی وفات

خلیفہ مامون الرشید اپنی بیٹی ام حبیب کا عقد علی رضا سے پہلے کر چکا تھا اس سفر میں اُس نے اپنی دوسری بیٹی ام الفضل کا جو بہت ہی کم سن تھی۔ عقد علی رضا کے بیٹے محمد بن علی رضا سے کر دیا مگر رخصتی آئندہ زمانہ پر جب کہ لڑکی بالغ ہو جائے ملتوی رکھی گئی۔ چنانچہ یہ رخصتی ۲۱۵ھ میں ہوئی۔

مامون الرشید ماہ رجب ۲۰۲ھ میں مرو سے روانہ ہوا اور ۱۵ صفر ۲۰۴ھ کو بغداد پہنچا۔ یہ سفر مامون نے تقریباً ڈیڑھ برس میں طے کیا اور راستے میں ہر ایک مقام پر ہفتوں اور مہینوں ٹھہرتا ہوا بغداد کی طرف آیا اس سفر میں ملک کے حالات سے اُس کو خوب واقفیت حاصل ہوتی رہی اور بغداد میں اُس کے پہنچنے سے پہلے ہی حالات اُس کے موافق ہوتے گئے۔ اسی سفر میں مامون الرشید

نے ماہِ ذیقعدہ میں علی رضا کے بھائی ابراہیم بن موسیٰ کاظم کو امیر الحج مقرر کر کے بھیجا اور صوبہ یمن کی سندِ گورنری بھی اُن کو عطا کر دی۔ طوس میں پہنچ کر قیام کیا اور اپنے باپ ہارون الرشید کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔

طوس میں ایک مہینے سے زیادہ قیام رہا۔ یہیں ایسا اتفاق پیش آیا کہ ولی عہد خلافت امام علی رضا نے انگور کھانے کی وجہ سے یکا یک انتقال کیا۔ مامون کو اُن کی وفات کا سخت صدمہ ہوا۔ جنازہ کے ساتھ ننگے سر گیا اور رو رو کر کہنے لگا کہ "اے ابوالحسن تیرے بعد اب میں کہاں جاؤں اور کیا کروں"۔ تین دن تک قبر پر مجاور رہا ایک روٹی اور نمک اُس کی غذا تھی۔ اپنے باپ ہارون الرشید کی قبر اُس نے اکھڑوا کر اُسی قبر میں علی رضا کو بھی اپنے باپ کے پاس دفن کیا۔ تاکہ علی رضا کی برکت سے ہارون الرشید کو بھی فائدہ پہنچے۔ علی رضا کے ساتھ مامون الرشید کو بڑی عقیدت تھی۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ مامون الرشید نے خود علی رضا کو انگوروں میں زہر دلوایا۔ سراسر غلط اور نادرست معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ علی رضا کی ولی عہدی کے لئے مامون الرشید کو مجبور نہیں کیا گیا تھا۔ اُس نے اپنی خوشی سے اُن کو ولی عہد بنایا۔ اپنی خوشی سے اپنی دو بیٹیوں کی شادی علی رضا اور علی رضا کے بیٹے محمد کے ساتھ کی۔ بلا کسی دوسرے کی تحریک کے علی رضا کے بھائی کو یمن کی گورنری دی اور امیر الحج مقرر کیا۔ جس شخص کو وہ زہر دے کر مروا ڈالنا چاہتا تھا اُس کے ساتھ یہ احسانات نہیں کر سکتا تھا۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جس شخص کو اُس نے خود زہر دلوا کر مروا ڈالا تھا اُس کو اپنے باپ کی قبر میں دفن نہیں کر سکتا تھا۔ ہارون الرشید کی قبر میں اُن کو دفن کرنا مامون کی سچی عقیدت کا ایک زبردست ثبوت ہے جس میں کسی منافقت اور بناوٹ کو دخل نہیں ہو سکتا۔ اُن کی وفات پر مامون کا اظہارِ ملال بھی اس بات کا ایک ثبوت ہے۔ اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ مامون الرشید نے آئندہ اپنی حکومت و خلافت میں علویوں کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کیا اور اُن کو بڑے بڑے عہدوں پہ مامور کرتا رہا جو دلیل اس بات کی ہے کہ مامون الرشید کو علویوں سے کوئی نفرت نہ تھی اور وہ علویوں کو بہتر حالت میں لانا اور اُن پر احسان کرنا چاہتا تھا۔ اگر اُس نے علی رضا کو زہر دلوایا ہوتا تو وہ آئندہ علویوں کے ساتھ اس طرزِ عمل کو جاری نہیں رکھ سکتا تھا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ بنو عباس یا اُن کے ہوا خواہوں میں سے کسی نے امام علی رضا کو انگوروں میں زہر دیا ہو۔ کیونکہ بنو عباس علی رضا کی ولی عہدی کے معاملے میں مامون الرشید سے ناراض تھے۔ امام علی رضا نے بعمر ۵۵ سال ماہ صفر ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔ ۱۴۸ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے تھے۔

طاہر بن حسین کی باریابی

طاہر بن حسین بن مصعب بن زریق بن ماہان کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ زریق حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا غلام تھا۔ یہ وہی طلحہ بن عبید اللہ خزاعی تھے جو طلحہ الطلحات کے نام سے مشہور تھے۔ زریق کا بیٹا مصعب بن زریق بنو عباس کے نقیب سلیمان بن کثیر کا کاتب اور آخر میں ہرات کا امیر تھا۔

مصعب کا بیٹا طاہر بن حسین ۱۵۹ھ میں علاقہ مرو میں پیدا ہوا تھا۔ طاہر کو فضل بن سہل نے رقہ کی حکومت دے کر نصر بن شیث کے مقابلہ پر مامور کیا تھا۔ نصر بن شیث نے حلب اور اس کے شمالی علاقوں پر خود مختارانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ طاہر کو قتل امین اور فتح بغداد کے بعد چونکہ کوئی صلہ حسب توقع نہ ملا اور فضل بن سہل نے اس کی کوئی ہمت افزائی نہ ہونے دی۔ اس لئے وہ رقہ میں مقیم رہ کر نہایت بے دلی کے ساتھ نصر بن شیث کے مقابلہ میں مصروف رہا مگر کوئی توجہ اور سرگرمی نہیں دکھائی۔ نصر بن شیث خود اعلان کر چکا تھا کہ میں صرف اس لئے مامون کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا کہ اس نے عربوں پر عجمیوں کو ترجیح دی ہے۔ اس لئے بھی طاہر نصر بن شیث کو زیادہ برا نہیں جانتا تھا۔ اب جب کہ مامون کو حالات سے واقفیت حاصل ہوئی اور وہ بغداد کی طرف روانہ ہوا تو اس نے طاہر بن حسین کو بھی لکھا کہ بغداد پہنچنے سے پہلے مقام نہروان میں تم ہم سے آکر ملو۔

مامون طوس سے روانہ ہو کر جرجان پہنچا۔ یہاں بھی ایک مہینے سے زیادہ مقیم رہا۔ اسی طرح کوچ مقام کرتا ہوا نہروان پہنچا۔ یہاں طاہر بن حسین بھی رقہ میں اپنے بھتیجے اسحٰق بن ابراہیم بن حسین کو اپنا قائم مقام بنا کر آیا اور مامون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جوں جوں مامون بغداد سے قریب ہوتا گیا۔ ابراہیم بن مہدی کی حکومت و خلافت کو زوال آتا گیا۔ یہاں تک کہ اس کے بغداد میں داخل ہونے سے پہلے ہی ابراہیم بن مہدی کی خلافت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور وہ روپوش ہو کر بغداد میں چھپتا پھرتا تھا۔

نہروان سے روانہ ہو کر مامون بغداد میں ۱۵ صفر ۲۰۴ھ کو داخل ہوا۔ یہاں اس نے دربار کیا اور طاہر کی فتوحات اور جاں فشانیوں پر نظر کر کے اس سے کہا کہ تیری جو خواہش ہو اس کو ظاہر کر۔ طاہر نے کہا کہ آپ سبز لباس کو ترک کر کے وہی قدیمی سیاہ لباس پہننے کی اجازت دیں اور عباسیوں کا شعار خود بھی اختیار کریں۔ مامون نے سبز شعار کی جگہ سیاہ شعار کو اختیار کر لیا۔ اس سے بغداد میں

عام طور پر خوشی کا اظہار کیا گیا اور بنو عباس کی شکایات تمام دور ہو گئیں۔ یہ واقعہ ۲۳ صفر ۲۰۴ھ کو وقوع پذیر ہوا۔

عمال سلطنت کا تقرر اور قابل تذکرہ واقعات

۲۰۴ھ کے ماہ صفر میں مامون الرشید بغداد میں داخل ہو کر انتظام سلطنت کی طرف متوجہ ہوا۔ طاہر بن حسین کو صیغہ پولیس کی افسری اور بغداد کی کوتوالی جو اس زمانے میں بہت بڑا عہدہ تھا سپرد کی۔ ساتھ ہی جزیرہ و سواد کی حکومت و گورنری عطا کی۔ کوفہ کی گورنری اپنے بھائی ابو عیسیٰ کو اور بصرہ کی حکومت اپنے دوسرے بھائی صالح کو دی۔ حجاز کی گورنری عبداللہ بن حسین بن عباس بن علی بن ابی طالب کو عطا کی۔ موصل کی حکومت پر سید بن انس ازدی کو مامور کیا۔ عبداللہ بن طاہر بن حسین کو رقہ کی حکومت دی گئی۔ جزیرہ کی حکومت پر یحییٰ بن معاذ کو بھیجا گیا۔ ارمینیا و آذربائیجان کی حکومت عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو عطا ہوئی۔

اسی سال سری بن محمد بن حکم والی مصر کا انتقال ہوا اس کی جگہ اس کا بیٹا عبداللہ بن سری مقرر ہوا۔ اسی سال داؤد بن یزید گورنر سندھ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کی جگہ بشر بن داؤد کو حکومت سندھ عطا کی گئی اور بشر سے یہ شرط کی گئی کہ ہر سال ملک سندھ سے دس ہزار درہم بطور خراج بھیجا کرے۔ اسی سال حسن بن سہل کے دماغ میں خلل پیدا ہوا اور دیوانگی کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کو زنجیروں سے باندھنا پڑا۔ مامون الرشید نے اس کی جگہ احمد بن ابی خالد احول کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ خلیج فارس کے ساحل پر ایک گروہ قوم زط کے نام سے سکونت پذیر تھا جن کی تعداد پندرہ بیس ہزار کے قریب قریب تھی انھوں نے ڈاکہ زنی شروع کر کے بصرہ کے راستے کو مخدوش بنا دیا تھا۔ مامون الرشید نے جزیرہ کے عامل یحییٰ بن معاذ کو ان کی سرکوبی کا حکم دیا مگر ان لوگوں کا قرار واقعی علاج نہ ہوا۔

طاہر گورنر خراسان

۲۰۵ھ میں مامون الرشید نے عیسیٰ بن یزید جلودی کو مہم زط پر مامور فرمایا۔ اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز مامون کے پاس بے تکلف صحبت میں طاہر بن حسین حاضر ہوا۔ طاہر کی صورت دیکھ کر مامون کو اس وقت اپنا بھائی امین یاد آ گیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو

پھر آئے ساتھ ہی اُس کو طاہر کی وہ تمام ظالمانہ کارروائیاں یاد آ گئیں جو اُس نے امین کے گرفتار و ذلیل اور قتل کرنے میں روا رکھی تھیں۔ طاہر نے خلیفہ مامون کو چشم پُر آب دیکھ کر وجہ پوچھی۔ مامون نے کہا کہ کچھ ایسی ہی بات ہے جس کے ظاہر کرنے میں ذلت اور پوشیدہ رکھنے میں اذیت محسوس ہوتی ہے مگر دنیا میں ایسا کون شخص ہے جو اذیت و رنج سے محفوظ ہو' میں بھی اس اذیت کو برداشت کرتا ہوں۔

طاہر اُس وقت تو کچھ نہ بولا۔ مگر بعد میں اُس نے مامون کے ندیم حسین سے جو اُس صحبت میں موجود تھا۔ فرمائش کی کہ مامون سے اُس بات کو کسی طرح معلوم کرے اور حسین کے پاس اُس کے کاتب محمد بن ہارون کی معرفت ایک لاکھ درم بھجوا دیئے کہ یہ اُس بات کے معلوم کرنے کا صلہ ہے۔ حسین نے موقعہ پا کر مامون سے دریافت کیا اور مامون نے راز افشا نہ کرنے کا وعدہ لے کر کہا کہ میں اُس روز طاہر کو دیکھ کر اس لئے آب دیدہ ہو گیا تھا کہ یہی طاہر ہے جس نے میرے بھائی امین کو کس طرح ذلیل کر کے قتل کیا اور آج یہ میری کس قدر تعظیم و تکریم بجا لاتا ہے۔ حسین نے جب طاہر کو اس بات کی اطلاع دی تو وہ بہت پریشان ہوا اور اُس کو اپنی موت نظر آنے لگی کہ کسی نہ کسی دن مامون مجھ کو ضرور نقصان پہنچائے گا۔ اُس نے اس بات کو اپنے دل میں رکھ کر وزیر اعظم احمد بن ابی خالد سے کہا کہ میں اب بغداد سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھ کو کسی صوبہ کی حکومت پر بھجوا دیجئے۔ میں آپ کے اس احسان کو فراموش کرنے والا نہیں ہوں۔

مامون جب خراسان سے بغداد کی طرف روانہ ہوا تو غسان بن عباد کو خراسان کا گورنر بنا آیا تھا احمد بن ابی خالد مامون کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو آج غسان بن عباد اور خراسان کے تصور نے رات بھر نہیں سونے دیا کیونکہ اتراک سرحد کی نسبت ایسی خبریں سننے میں آئی ہیں کہ وہ علم بغاوت بلند کرنے والے ہیں اگر ایسا ہوا تو غسان بن عباد خراسان کو ہرگز نہیں بچا سکے گا وہاں کسی زیادہ قابل و تجربہ کار شخص کی ضرورت ہے مامون نے کہا کہ ہاں یہ بات ضرور قابل تشویش ہے اچھا تم بتاؤ کہ وہاں کس کو بھیجا جائے احمد بن ابی خالد نے کہا کہ طاہر بن حسین سے بہتر اور کوئی شخص میری نگاہ میں نہیں ہے۔ مامون نے کہا کہ طاہر بن حسین کی طرف سے کبھی بغاوت کا اندیشہ ہو سکتا ہے احمد بن ابی خالد نے کہا کہ طاہر کی طرف سے میں ضامن بنتا ہوں وہ ہرگز بغاوت نہ کرے گا۔

مامون نے اُسی وقت طاہر کو بُلا کر بغداد سے مشرق کی جانب کے تمام صوبوں کا نائب السلطنت بنا کر اور سندھ و بلخ و بخارا تک تمام خراسان کی حکومت دے کر مرو کی جانب رُخصت کر دیا۔ اور طاہر کے بیٹے عبداللہ کو بغداد کی کوتوالی اور انتظام پولیس سپرد کیا۔ رخصت کرتے وقت طاہر کو دس لاکھ درم عطا فرمائے اور ایک غلام بطور انعام اُس کو دیا کہ یہ تمہارے حسن خدمات کا صلہ ہے اس غلام کو مامون نے یہ سمجھا دیا تھا کہ اگر طاہر کو بغاوت پر آمادہ دیکھے تو فوراً کسی ترکیب سے اُس کو زہر دے کر مار دے طاہر آخر ذیقعدہ ۲۰۵ھ کو بغداد سے خراسان کی جانب روانہ ہوا۔

عبداللہ بن طاہر کی گورنری: ۲۰۶ھ میں خبر پہنچی کہ یحییٰ بن معاذ عامل جزیرہ اور سری بن محمد حکم والی مصر فوت ہو گئے اور مرتے وقت یحییٰ نے اپنے بیٹے احمد کو جزیرہ کا اور سری نے اپنے بیٹے عبیداللہ کو مصر کا حاکم بنا دیا ہے نصر بن شیث نے جزیرہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے اور عبیداللہ نے مصر میں علم بغاوت بلند کر دیا ہے مامون نے بغداد کے محکمۂ پلس کی افسری کو تو الی پر بجائے عبداللہ بن طاہر کے اسحٰق بن ابراہیم بن حسین بن مصعب کو مقرر کر کے عبداللہ بن طاہر کو جزیرہ کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ رقہ و مصر کے درمیان کسی مقام پر قیام کر کے اول نصر بن شیث کا مقابلہ کرو اور ادھر سے اطمینان حاصل ہو تو مصر کی طرف فوج روانہ کرو۔

عبداللہ بن طاہر فوج لے کر روانہ ہوا۔ اور رقہ و مصر کے درمیان مقیم ہو کر نصر بن شیث کو مجبور و محصور کرنے کے لیے فوجی دستے پھیلا دیئے طاہر بن حسین کو خراساں میں جب یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ کو جزیرہ کا گورنر اور اس طرف کے تمام صوبوں کا نگران بنا کر خلیفہ نے روانہ کیا ہے تو اس نے عبداللہ کے نام ایک خط لکھ کر روانہ کیا اس خط میں آداب ملک داری، اخلاق فاضلہ اور سیاست مدن کے وہ اصول بیان کئے گئے تھے کہ آج تک یہ خط علم اخلاق اور اصول ملک داری کے متعلق ایک بہترین تصنیف سمجھی جاتی ہے۔

مامون الرشید نے اس خط کے مضامین عالیہ سے واقف ہو کر اس کی نقلیں کرائیں اور ایک ایک نقل تمام عمال سلطنت کے پاس بھجوائی۔ امام ابن خلدون نے اپنے مقدمہ تاریخ میں اور ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل میں اس کو نقل کیا ہے۔ لوگوں نے اس خط کو علم اخلاق کے نصاب میں شامل کرنا ضروری سمجھا ہے اسی سال فضل بن ربیع جو مامون کے خوف سے چھپا چھپا پھرتا اور آخر میں ابراہیم بن مہدی کے پاس حاضر ہو کر اس کی مصاحبت میں داخل ہو گیا اور ابراہیم کے روپوش ہونے پر روپوش ہو گیا تھا عفو تقصیرات کا خواہاں ہوا اور مامون نے اس کی خطا کو معاف کر کے جاں بخشی فرما دی۔

عبداللہ بن طاہر اور نصر بن شیث کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ کئی برس تک جاری رہا اور مصر کی طرف کوئی فوجی مہم روانہ نہیں ہو سکی اسی سال یمن میں عبدالرحمٰن بن احمد نے علم بغاوت بلند کیا۔ مگر یہ بغاوت اسی سال فرو ہو گئی۔ یعنی مامون نے دینار بن عبداللہ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو عبدالرحمٰن بن احمد نے دینار سے امن طلب کر کے یمن سے بغداد کی حاضری کا قصد کیا اور یمن کی حکومت دینار بن عبداللہ کے قبضہ میں آئی۔

طاہر بن حسین گورنر خراسان کی وفات

طاہر بن حسین نے خراسان پہنچ کر اپنی حکومت و اقتدار کے قائم کرنے میں بآسانی کامیابی حاصل کر کے

وہاں کے تمام فتنوں کو فرو کردیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ خراسان کی گورنری و حکومت کے لئے بہت موزوں شخص تھا جیسا کہ اوپر مذکور ہوچکا ہے طاہر کو مامون الرشید کی طرف سے اطمینان حاصل نہ تھا۔ ممکن ہے کہ اُس نے مامون سے دور ہوکر اور ایک وسیع ملک پر قابض و متصرف ہوکر اپنی حفاظت کے لئے ایسے سامان کئے ہوں کہ مامون کی گرفت میں نہ آسکے۔ وہ فضل بن سہل کا انجام دیکھ چکا تھا اُس کو برامکہ کا انجام معلوم تھا سو وہ ابومسلم خراسانی کا حال سُن چکا تھا، وہ اپنی نسبت مامون کی اُس رائے کو بھی جانتا تھا جو اُس کو حسین ندیم کے ذریعہ معلوم ہوئی تھی۔ غرض ۲۰۷ھ کے ماہ جمادی الثانی میں طاہر نے جامع مسجد مرو میں جمعہ کے روز خطبہ دیا۔ اور اس خطبہ میں خلیفہ مامون الرشید کا نام نہیں لیا۔ نہ اُس کے لئے دعا کی صرف اصلاح اُمت کی دعا کرکے ممبر سے اُتر آیا۔

کلثوم بن ثابت خراسان کا پرچہ نویس موجود تھا۔ اُس نے فوراً اس واقعہ کی اطلاع لکھ کر مامون کے پاس بغداد روانہ کی۔ مامون نے جب اس عرض داشت کو پڑھا تو احمد بن ابی خالد وزیر اعظم کو طلب کرکے اطلاع دی اور حکم دیا کہ فوراً فوج لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوا اور چونکہ تم ہی طاہر کے ضامن بنے تھے۔ لہٰذا اب تم ہی جاکر خراسان کو اُس کے فتنے سے بچاؤ اور طاہر کو گرفتار کرکے لاؤ۔ احمد بن ابی خالد نے سفر خراسان کے لئے تیاری شروع کردی۔ اگلے دن بغداد میں مامون الرشید کے پاس دوسرا پرچہ پہنچا کہ طاہر نے ہفتہ کے روز انتقال کیا۔

طاہر کا انتقال دفعتہً ہوا جمعہ کے دن ہی اُس کو بخار چڑھا اور شنبہ کے روز جب دیر تک خواب گاہ سے برآمد نہ ہوا تو لوگ اندر گئے اور دیکھا کہ طاہر چادر اوڑھے ہوئے مُردہ پڑا ہے۔ غالباً اُسی غلام نے جو مامون الرشید نے رخصت کرتے وقت طاہر کو عطا کیا تھا طاہر کی نیت بدلی ہوئی دیکھ کر اُس کو زہر دے دیا۔

مامون الرشید نے طاہر کے مرنے کی خبر سُن کر کہا کہ الحمد للّٰہ الذی قدّمہ واخّرنا یعنی خدا کا شکر ہے کہ اُس نے طاہر کو مجھ سے پہلے وفات دی۔ اِس کے بعد مامون نے طاہر کے بیٹے طلحہ بن طاہر کو خراسان کی سند حکومت عطا فرمائی اور احمد بن ابی خالد کو خراسان اس لئے روانہ کیا کہ وہ جا کر طلحہ بن طاہر کو اچھی طرح خراسان پر قابض متصرف کردے اور کسی بغاوت و سرکشی کے امکان کو باقی نہ رہنے دے۔ مامون کی یہ خصلت خاص طور پر قابلِ تذکرہ ہے کہ وہ ہر ایک باغی یا سرکش کو اُس کی بداعمالی کی سزا دیتا یا قتل کرلینے میں دریغ نہیں کرتا تھا مگر اُس مجرم کے خاندان اور متعلقین کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ اور زیادہ احسان کرکے اپنا لیتا تھا۔ احمد بن ابی خالد نے خراسان جاکر اور ماوراء النہر کے علاقہ میں پہنچ کر وہاں کے سرکش لوگوں کو قرار واقعی سزائیں دیں۔ اور جب یہ خبر سُنی کہ طاہر کے بھائی حسین بن حسین بن مصعب نے کرمان میں علم بغاوت بلند کیا ہے تو کرمان پہنچ کر

اُس کو گرفتار کیا اور مامون کی خدمت میں لا کر اُس کو پیش کیا۔ مامون نے حسین بن حسین کی خطا معاف کر دی۔ احمد بن ابی خالد جب خراسان سے دارالخلافہ بغداد کی طرف واپس آنے لگا تو طلحہ بن طاہر نے تیس لاکھ درم نقد اور ایک لاکھ کا اسباب بطور نذر احمد بن ابی خالد کی خدمت میں پیش کیا اور اُس کے کاتب کو پانچ لاکھ درم دیئے۔

اسی سال مامون نے عیسیٰ بن یزید جلودی کو معزول کر کے داؤد بن منجور کو مہم زط پر مامور فرمایا اور مضافاتِ بصرہ و دجلہ اور یمامہ و بحرین اُس کی حکومت میں دیئے۔ اسی سال محمد بن حفظ کو طبرستان وغیرہ کی حکومت سپرد کی۔ اسی سال بنو شیبان نے علمِ بغاوت بلند کیا مامون الرشید نے سید بن انس کو اُن کی سرکوبی پر مامور کیا مقام دسکرہ میں بنو شیبان سے لڑائی ہوئی اور وہ اچھی طرح سے پامال و خستہ حال کر دیئے گئے۔

اسی سال مامون الرشید نے محمد بن جعفر عامری کو نصر بن شیث کے پاس جس کو عبداللہ بن طاہر متواتر لڑائیوں کے بعد دباتا اور ہٹاتا جاتا تھا۔ بطورِ سفیر روانہ کیا اور اطاعت قبول کر لینے کی ترغیب دی۔ نصر بن شیث نے کہا کہ میں مامون الرشید سے صلح کر لینے پر آمادہ ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ میں مامون کے دربار میں حاضر نہ ہوں گا۔ مامون کے پاس واپس آ کر محمد بن جعفر نے یہ شرطِ نصر کی طرف سے سُنائی تو اُس نے قسم کھائی کہ میں جب تک نصر کو اپنے دربار میں حاضری کے لئے مجبور نہ کر لوں گا چین سے نہ بیٹھوں گا۔ نصر نے اپنے ہمراہیوں سے جو سب کے سب عرب تھے کہا کہ مامون الرشید جو قوم زط کے بینڈکوں کو ابھی تک مغلوب نہیں کر سکا۔ بھلا ہم عربوں پر کہاں غلبہ پا سکتا ہے چنانچہ وہ پہلے سے زیادہ مستعدی کے ساتھ لڑائی اور زور آزمائی پر مستعد ہو گیا۔

بغاوتِ افریقہ

افریقہ یعنی وہ صوبہ جس میں تونس و قیروان بڑے بڑے مرکزی مقام تھے اور جو مصر و مراکش کے درمیان واقع تھا۔ ہارون الرشید کے زمانے میں ابراہیم بن اغلب کو ۱۸۴ھ میں چالیس ہزار دینار سالانہ خراج پر بطور ٹھیکہ کے دے دیا گیا تھا۔ ابراہیم نے نہایت عمدگی سے افریقہ پر حکومت کی آج کل مامون الرشید کے زمانہ میں افریقہ کا حکمران ابراہیم کا بیٹا زیادۃ اللہ بن ابراہیم بن اغلب تھا۔ ۲۰۸ھ میں تونس کے اندر بغاوت نمودار ہوئی۔ اس

بغاوت کا بانی منصور بن نصیر تھا۔ منصور بن نصیر نے افریقہ کے اکثر حصہ پر قبضہ کر لیا اور دارالحکومت قیروان میں زیادۃ اللہ کو محصور کر لیا۔ زیادۃ اللہ نے منصور کو شکست دے کر بھگا دیا مگر منصور بن نصیر پھر لشکر فراہم کر کے مقابلہ پر آیا اور دونوں کی زور آزمائیوں کا سلسلہ ۲۰۸ھ سے شروع ہو کر ۲۱۱ھ تک جاری رہا۔ آخر ۲۱۱ھ میں منصور بن نصیر اپنے ایک ہمراہی کے ہاتھ سے مارا گیا اور زیادۃ اللہ نے اطمینان سے افریقہ پر حکومت شروع کی۔

نصر بن شیث کی بغاوت کا خاتمہ

نصر بن شیث کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ امین بن ہارون سے دوستی و محبت رکھتا تھا قتلِ امین کی خبر سُن کر اور عربی عنصر کو مغلوب اور عجمیوں کو خلافتِ اسلامیہ پر حاوی دیکھ کر بغاوت و سرکشی پر آمادہ ہو گیا تھا اس کو علویوں سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ مگر عجمیوں کی مخالفت و نفرت نے اُس کو مامون کے مقابلہ پر آمادہ کر دیا تھا عبداللہ بن طاہر سے پہلے طاہر بن حسین اُس کے مقابلہ پر بے دلی کے ساتھ کام کرتا رہا۔ لہٰذا نصر بن شیث عقیلی کا تا دیر مقابلوں میں ثابت قدم و محفوظ رہنا اُس کی شہرت و حوصلہ کی ترقی کا سبب بن گیا۔ صوبہ جزیرہ کے تقریباً تمام اضلاع پر اُس نے قبضہ کر لیا تھا اور حلب کے شمال مقام کیسوم میں مقیم تھا۔ آخر ۲۰۹ھ میں عبداللہ بن طاہر نے ہر طرف سے اُس کو گھیر کر کیسوم میں محصور کر لیا اور نصر نے شدتِ محاصرہ اور اپنی سخت مجبوری کے عالم میں بالآخر ہتھیار رکھ کر اپنے آپ کو عبداللہ بن طاہر کے سپرد کر دیا۔ عبداللہ نے اُس کو مامون کے پاس بغداد کی طرف روانہ کیا۔ مامون کے دربار میں حاضر ہوا اور مامون نے صفر ۲۱۰ھ میں اُس کو مدینۃ المنصور میں نظر بند کر دیا۔

ابنِ عائشہ کا قتل اور ابراہیم کی گرفتاری

ابراہیم بن محمد بن عبدالوہاب بن ابراہیم امام بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب معروف بہ ابنِ عائشہ نے ابراہیم بن مہدی کی بیعت کی تھی۔ ابراہیم بن مہدی کے روپوش ہو جانے کے بعد ابراہیم ابنِ عائشہ بھی روپوش ہو گیا تھا اس کے ساتھ ابراہیم بن اغلب اور مالک بن شاہین بھی تھے۔ جس زمانے میں نصر بن شیث کو عبداللہ بن طا۔

نے گرفتار کرکے بغداد کی طرف روانہ کیا تو جاسوسوں نے یہ خبر مامون کو پہنچائی کہ جس روز نصر بن شبیث بغداد میں داخل ہوگا۔ اُسی روز بغداد میں ابن عائشہ اور ابراہیم بن اغلب اور مالک بن شاہین خروج کرکے علمِ بغاوت بلند کریں گے اور فتنۂ عظیم برپا ہوگا۔ اس سے پہلے بھی مامون کو یہ معلوم ہوچکا تھا کہ ابراہیم بن مہدی۔ ابراہیم بن عائشہ، ابراہیم بن اغلب اور مالک بن شاہین بغداد میں روپوش ہیں اور لوگوں کو اپنی سازش میں شریک کررہے ہیں۔

اس خبر کے سننے کے بعد بغداد کی پولیس کو حکم دیا گیا کہ ان بغاوت کے سرغنوں کو جس طرح ممکن ہو گرفتار واسیر کرو۔ چنانچہ پولس کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور یہ تینوں شخص یعنی ابراہیم بن مہدی کے سوا باقی تینوں شخص گرفتار ہوگئے۔ ان کو قید خانہ میں بھیج دیا گیا انھوں نے قید خانہ کا دروازہ بند ہونے پر دیوار میں نقب لگانا شروع کیا اور وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ یہ حال معلوم ہونے پر مامون خود قید خانہ میں پہنچا باقی دونوں کو قتل کراکر ابن عائشہ کو صلیب پر لٹکا دیا اسی حالت میں اُس کی جان نکل گئی۔ یہ پہلا عباسی تھا جو خلافتِ عباسیہ میں قتل کیا گیا۔ یہ قتل کا واقعہ ماہ صفر ۲۱۰ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ چند روز کے بعد ابراہیم بن مہدی عورتوں کا لباس پہنے ہوئے راستے پر جاتا ہوا گرفتار ہوا اور اُسی طرح زنانہ لباس میں حاضر دربار کیا گیا۔

مامون نے حاضرین دربار سے اُس کی نسبت مشورہ طلب کیا سب نے قتل کا مشورہ دیا مگر مامون کے وزیر اعظم احمد بن ابی خالد نے کہا کہ آپ اس کو معاف کردیں اور اس کے جرم بغاوت سے درگذر فرمائیں۔ مامون نے ابراہیم بن مہدی کو معاف کردیا اور سجدۂ شکر بجالایا کہ خدائے تعالیٰ نے اُس کو عفو و درگذر کی توفیق عطا فرمائی۔ ابراہیم بن مہدی نے مامون کی تعریف میں اشعار سنائے اور مامون نے اُس کے ساتھ عزت اور محبت کا برتاؤ کیا۔ ابراہیم کی گرفتاری ماہِ ربیع الاول ۲۱۰ھ میں ہوئی تھی۔

مصر و اسکندریہ کی بغاوت

اوپر ذکر ہوچکا ہے کہ مصر کے حاکم سری بن محمد بن حکم نے فوت ہوتے وقت اپنے بیٹے عبیداللہ کو اپنا جانشین بنادیا تھا۔ عبیداللہ نے حکومت مصر ہاتھ میں لیتے ہی علمِ بغاوت

بلند کردیا۔ نصر بن شیبث کی لڑائیوں کے سبب عبداللہ بن طاہر مصر کی متوجہ نہ ہوسکا اور مامون بھی اپنی سلطنت کے دوسرے حصوں کی طرف سے مطمئن نہ ہونے کے سبب کوئی نئی مہم مصر کی طرف روانہ نہ کرسکا اس عرصہ میں مصر کے صوبہ کا ایک بڑا حصہ عبیداللہ کے قبضے سے بھی نکل گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ امام مالک بن انس کے معتقدین نے جو قرطبہ دارالخلافہ اندلس میں رہتے تھے۔ اموی خلیفہ الحکم بن ہشام کے خلاف ایک بغاوت کی سازش کی حکم بن ہشام نے عین وقت پر مطلع ہوکر شہر قرطبہ کے مغربی حصہ کو جہاں سے یہ بغاوت شروع ہونے والی تھی برباد اور نیست ونابود کردیا۔

مالکیوں کو گرفتار کرکے سخت سزائیں دیں اور پھر اُن سب کو اُندلس یعنی اپنی حدود سلطنت سے خارج کردیا۔ ان جلاوطن ہونے والوں کے ایک حصہ نے تومراقش میں سکونت اختیار کی اور ایک حصہ براہ دریا مصر کی طرف متوجہ ہوکر اسکندریہ میں داخل ہوا۔ اسکندریہ میں عبیداللہ بن سری کی طرف سے ایک عامل رہتا تھا۔ ان نووارد مالکیوں نے موقع پاکر یہاں بھی بغاوت کی تیاری کی اور عاملِ اسکندریہ کو حملہ کرکے نکال دیا اور خود اسکندریہ اور اس کے اردگرد کے علاقہ پر قابض ومتصرف ہوکر ابوحفص عمر بلوطی کو اپنا امیر بنا لیا یہ وہ زمانہ تھا کہ عبداللہ بن طاہر جنگ نصر بن شیبث میں مصروف تھا۔

عبیداللہ بن سری اس علاقہ کو ان نووارد مالکیوں سے واپس نہیں لے سکا۔ عبداللہ بن طاہر نصر سے فارغ ہوتے ہی مصر کی طرف متوجہ ہوا۔ عبیداللہ بن سری نے مقابلہ کیا مگر عبداللہ بن طاہر نے شکست دے کر اُس کو محصور کرلیا۔ شدتِ محاصرہ سے تنگ آکر عبیداللہ نے امان طلب کی اور اپنے آپ کو عبداللہ کے حوالے کردیا۔ یہاں سے فارغ ہوکر عبداللہ نے اسکندریہ کا رُخ کیا۔ ابوحفص عمر بلوطی نے اپنے اندر مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر امان طلب کی۔ عبداللہ بن طاہر نے اس شرط پر اس درخواست کو منظور کیا کہ اسکندریہ اور ملک مصر کو خالی کرکے بحر روم کے کسی جزیرہ میں چلے جاؤ۔

چنانچہ عمر نے مع اپنے ہمراہیوں کے جہازوں میں سوار ہوکر جزیرہ اقریطش (کریٹ) کا رُخ کیا اور وہاں جاکر اس جزیرہ پر قابض ومتصرف ہوگیا۔ وہیں ان لوگوں نے مکانات بنائے اور مستقل سکونت اختیار کرکے حکومت قائم کی۔ یہ واقعہ ۲۱۲ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ ۲۱۲ھ سے تقریباً ایک سو ساٹھ برس تک ابوحفص عمر بلوطی کے خاندان میں جزیرہ کریٹ کی

حکومت قائم رہی آخر خاندان ابوحفص کے آخری فرماں روا عبدالعزیز سے آریٹاس پسر قسطنطین نے اس جزیرہ کو فتح کرکے حکومتِ یونان سے ملحق کر لیا۔

زریق و بابک خرمی

زریق جس کا اصلی نام علی بن صدقہ تھا ایک عربی النسل شخص تھا جس کو خلیفہ مامون الرشید نے ۲۰۹ھ میں ارمینیا و آذربائیجان کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ اُس نے ۲۱۲ھ میں چالیس ہزار کے قریب فوج جمع کرکے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور مامون الرشید سے باغی ہو گیا۔ مامون الرشید نے ابراہیم بن لیث بن فضل کو آذربائیجان کی حکومت پر بھیجا۔ صوبہ فارس کے شمال اور آذربائیجان کی سرحد کے قریب ہارون الرشید کے زمانے سے ایک جدید مذہب کی بنیاد مستحکم ہو رہی تھی یعنی جاویدان نامی مجوسی نے ایک نیا مذہب جاری کیا تھا۔ اس مذہب میں قتل و خوں ریزی اور زنا کوئی جرم نہ تھا یہ مذہب مزدک کی مذہب سے بہت مشابہ تھا۔ جب جاویدان فوت ہوا تو اُس کے ایک مرید بابک خرمی نے جاویدان کی بیوی پر خود قبضہ کرکے اپنے پیر کے تمام مریدوں کی سرداری حاصل کی بابک خرمی کے زمانے میں ان لوگوں نے جلد جلد قوت حاصل کی اور ان کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی۔ ان کی ڈاکہ زنی اور لوٹ کھسوٹ سے اُس طرف کے صوبوں کا امن و امان جاتا رہا۔

۲۰۱ھ میں انھوں نے شاہی فوجوں کا مقابلہ شروع کر دیا۔ صوبہ آذربائیجان کے گورنروں کو کئی مرتبہ بابک خرمی کے مقابلے میں ہزیمت حاصل ہوئی اور اُس کا رعب و اقتدار خوب ترقی کر گیا۔ ۲۰۹ھ میں بابک نے آذربائیجان کے عامل کو زندہ گرفتار کر لیا تھا اُس کے بعد زریق کو سندِ گورنری دے کر بھیجا گیا تھا۔

۲۱۲ھ میں زریق نے بغاوت اختیار کی تو بجائے ایک کے دو زبردست دشمن اُس طرف پیدا ہو گئے۔ مامون الرشید نے سید بن انس حاکم موصل کو زریق کے مقابلہ کا حکم دیا۔ سید بن انس نے ایک زبردست فوج لے کر زریق پر حملہ کیا مگر لڑائی میں مارا گیا اور فوج شکست کھا کر بھاگ آئی۔ مامون کو اس خبر کے سننے سے سخت صدمہ ہوا اور ۲۱۲ھ کے آخری ایام میں محمد بن حمید طوسی کو موصل کی سندِ گورنری دے کر زریق و بابک دونوں کی سرکوبی کا حکم دیا۔ محمد بن حمید طوسی بغداد سے فوج لے کر روانہ ہوا تو موصل پر زریق قابض و

متصرف ہوچکا تھا۔ چنانچہ موصل کے قریب دونوں کی لڑائی ہوئی زریق شکست کھا کر بھاگا اور محمد بن حمید موصل میں داخل ہوا۔

موصل کے عرب باشندوں کو فوج میں بھرتی کیا اور سامانِ لشکر کو درست کرکے زریق کی طرف بڑھا۔ نہرزاب پر زریق کے ساتھ صف آرائی اور زورآزمائی کی دوبارہ نوبت آئی۔ اس لڑائی میں بھی زریق نے شکست کھائی اور قید و گرفتاری کی ذلت اٹھائی۔ محمد بن حمید نے آگے بڑھ کر زریق کے تمام عاملوں اور اہل کاروں کو بے دخل کرکے تمام صوبہ آذربائیجان پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد محمد بن حمید بابک خرمی کی طرف متوجہ ہوا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں محمد بن حمید خرمیوں کو شکست دیتا اور پیچھے ہٹاتا ہوا دامنِ کوہ تک چلا گیا۔ خرمی لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ محمد بن حمید بھی اُن کے تعاقب میں پہاڑ پر چڑھا۔ وہاں خرمیوں نے لوٹ کر مقابلہ کیا تو محمد بن حمید کی فوج کو شکست ہوئی کمین گاہوں سے نکل نکل کر خرمیوں نے قتلِ عام شروع کر دیا۔ اسی معرکہ میں محمد بن حمید مارا گیا اور بابک خرمی کے حوصلے پہلے سے زیادہ بلند ہو گئے۔ یہ واقعہ ۲۱۲ھ میں وقوع پذیر ہوا۔

اسی سال موسیٰ بن حفص حاکمِ طبرستان فوت ہوا اُس کی جگہ مامون الرشید نے اُس کے بیٹے کو حاکمِ طبرستان مقرر کیا۔ اسی سال خلیفہ مامون نے حاجب بن صالح کو سندھ کی حکومت پر مامور فرما کر روانہ کیا سندھ کے پہلے حاکم بشر بن داؤد نے سندھ کی حکومت سپرد کرنے سے انکار کیا دونوں میں معرکہ آرائی کی نوبت پہنچی آخر بشر بن داؤد شکست کھا کر کرمان کی طرف بھاگ گیا۔

اسی سال یعنی ۲۱۲ھ میں مامون الرشید نے عبداللہ بن طاہر کو مصر سے واپس بلا کر حکم دیا کہ بابک خرمی کے فتنہ کو فرو کرو۔ عبداللہ بن طاہر مقام دینور میں اپنے لشکر کو ترتیب دے کر بابک خرمی کی طرف بڑھنا چاہتا تھا کہ خبر پہنچی کہ نیشاپور میں خوارج نے خروج کیا ہے کیونکہ طلحہ بن طاہر گورنر خراسان فوت ہو گیا ہے مامون الرشید نے فوراً عبداللہ بن طاہر برادر طلحہ کے پاس خراسان کی سند گورنری بھیج کر حکم دیا کہ تم خراسان پہنچ کر فتنہ خوارج کو فرو کرو۔ عبداللہ بن طاہر مقام دینور سے نیشاپور کی طرف متوجہ ہوا اور بابک خرمی عبداللہ بن طاہر کے حملے سے بچ گیا۔ اس کے بعد بابک خرمی پر خلیفہ کی طرف سے کوئی سپہ سالار حملہ آور نہ ہوا اور مامون الرشید کی وفات کے بعد اس فتنہ کا استیصال ہوا۔ عبداللہ بن طاہر نے خراسان پہنچ کر وہاں کی بغاوت فرو کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

متفرق حالات

مامون الرشید کے وزیر اعظم احمد بن ابی خالد نے جو نہایت عقلمند، نیک طینت اور پاک طبیعت شخص تھا اسی سال وفات پائی اور اس کی جگہ مامون الرشید نے احمد بن یوسف کو خلعتِ وزارت عطا کیا۔ احمد بن ابی خالد بنی عامر کا ایک شامی غلام تھا جو اعلیٰ درجہ کا ادیب اور منشی تھے۔

احمد بن یوسف ایک معمولی دفتر میں کاتب تھا مامون چونکہ اس کی قابلیت سے واقف تھا لہٰذا اس کو یک لخت وزارت عظمٰی کا عہدہ عطا کر دیا۔ ۲۱۲ھ میں احمد بن محمد عمری معروف بہ احمر العین نے یمن میں علم بغاوت بلند کیا خلیفہ مامون الرشید نے محمد بن عبد الحمید معروف بہ ابو الرازی کو یمن پر مامور فرمایا۔ ۲۱۳ھ میں مامون الرشید نے اپنے بیٹے عباس کو جزیرہ و ثغور و عواصم پر اور اپنے بھائی ابو اسحٰق معتصم کو شام و مصر پر مقرر کیا ابو اسحٰق معتصم نے اپنی جانب سے ابن عمیرہ باذ عیسٰی کو مصر کا والی مقرر کر کے روانہ کیا قیسیہ اور یمانیہ کے ایک گروہ نے ہنگامہ کر کے ۲۱۴ھ میں ابنِ عمیرہ کو مار ڈالنا چاہا اور علم بغاوت بلند کیا تو معتصم خود مصر میں گیا اور بزورِ تیغ باغیوں کو زیر کر کے مصر میں قیام کیا اور اپنی طرف سے عمال مقرر کئے اس طرح مصر میں امن و امان قائم ہو گیا۔

۲۱۳ھ میں مامون الرشید نے غسان بن عباس کو سندھ کی گورنری پر مامور فرمایا۔ اسی سال ابو الرازی والیِ یمن باغیوں کے ہاتھ سے یمن میں مقتول ہوا مجبور ہو کر مامون الرشید نے محمد بن ابراہیم زیادی کو جو زیاد بن ابی سفیان کی اولاد میں سے تھا یمن کی ولایت سپرد کی اس نے وہاں پہنچ کر شہر زبید کی بنیاد ڈالی اور اسی شہر کو اپنا مستقر قرار دے کر یمن پر حکومت شروع کی۔ خلیفہ کو وہ تحف و ہدایا بھیجتا رہتا تھا اور خطبہ میں اس کا نام لیتا تھا ۲۴۵ھ یعنی اپنی وفات تک یمن میں آزادی سے حکومت کرتا رہا اس کے بعد یمن کی حکومت اس کی اولاد اور غلاموں میں ۵۰۳ھ تک قائم رہی۔

۲۱۴ھ میں خلیفہ مامون نے علی بن ہشام کو جبل قم۔ اصفہان اور آذر بائیجان کو حکومت عطا فرمائی۔ ۲۱۴ھ میں ابو بلال صابی شاری نے خروج کیا۔ مامون الرشید نے اپنے بیٹے عباس کو مع سپہ سالاروں کے اس کی سرکوبی پر مامور فرمایا ابو بلال لڑائی میں مارا گیا اور یہ فتنہ فرو ہوا۔ ۲۱۵ھ میں قیصر میخائیل فوت ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا توفیل تخت نشین ہوا۔ رومیوں کی طرف سے

علامات سرکشی و دشمنی نمایاں ہونے پر مامون الرشید نے اسحٰق بن ابراہیم بن مصعب کو سواد حلوان دجلہ کی گورنری عطا کر کے بغداد میں اپنا نائب بنا کر چھوڑا اور خود فوج لے کر رومیوں پر حملہ آور ہوا۔ موصل، انطاکیہ، مصیصہ اور طرسوس ہوتا ہوا بلاد روم میں داخل ہوا۔ قلعہ قرہ کو فتح کر کے شہر پناہ کو منہدم کر دیا۔ پھر اشناس کو قلعہ سندس کی جانب اور عجیف و جعفر کو قلعہ سنان کی طرف فوجی دستوں کے ساتھ روانہ کیا چنانچہ یہ دونوں قلعے فتح ہو گئے عباس بن مامون الرشید نے شہر ملطیہ پر قبضہ کیا۔

معتصم جو مصر میں مقیم تھا۔ مصر سے واپس ہو کر مامون کی خدمت میں حاضر ہوا رومیوں نے اظہار عجز کر کے معافی طلب کی اور خلیفہ مامون مراجعت کر کے دمشق کی جانب روانہ ہوا ابھی خلیفہ راستے ہی میں تھا کہ رومیوں نے اپنی طاقت کو مجتمع کر کے یکایک طرسوس و مصیصہ پر حملہ کر دیا ان دونوں شہروں کے باشندے اس خیال سے کہ رومیوں نے مصالحت کر لی ہے۔ بے خبر تھے۔ لہٰذا نہایت بے رحمی سے قتل و غارت کیے گئے۔ مامون یہ سنتے ہی فوراً لوٹ پڑا اور بلاد روم میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ لشکر اسلام نے قلعوں پر قلعے اور شہروں پر شہر فتح کرنے شروع کیے ایک طرف خلیفہ مامون فتح کرتا ہوا بڑھ رہا تھا۔

دوسری طرف سے معتصم حملہ آور تھا جس نے تیس قلعے فتح کر لیے تھے۔ تیسری طرف یحییٰ بن اکثم شہروں کے فتح کرنے اور رومیوں کے گرفتار کرنے میں مصروف تھا۔ آخر قیصر روم نے اپنی گستاخی کی معافی مانگی اور خلیفہ مامون نے واپسی کا حکم دے کر دمشق کی جانب مراجعت کی اور یہاں سے مصر کی طرف متوجہ ہوا مصر میں باغیوں کو خوب سزائیں دے کر وہاں کے حالات کو درست کیا مصر سے پھر شام کی طرف واپس آیا۔ اس حملہ آوری و مراجعت میں پورا ایک سال صرف ہو گیا۔

سنہ ۲۱۷ھ میں رومیوں نے پھر متمردانہ حرکات کا اظہار کیا اور مامون الرشید نے پھر اُس طرف فوج کشی کی اس مرتبہ بھی رومیوں سے بہت سی لڑائیاں ہوئیں اور نوفل قیصر روم نے پھر عاجزانہ طور پر درخواست صلح پیش کی مامون نے اس مرتبہ بھی اُس کی درخواست منظور کر لی اور بلاد روم سے واپس ہوا۔

سنہ ۲۱۸ھ میں مامون الرشید کو پھر رومیوں کی گوشمالی کے لیے جانا پڑا وہاں سے واپسی میں اپنے بیٹے عباس کو بطور یادگار فتح شہر طوانہ کی تعمیر کا حکم دیا اُس نے ایک میل مربع کا قلعہ بنایا اور چار کوس کے محیط کی شہر پناہ تعمیر کرا کر مختلف شہروں کے لوگوں کو وہاں آباد کیا۔

وفات

سفر روم سے واپسی میں نہر بذندون کے کنارے ایک روز مقام ہوا۔ ۱۳ جمادی الثانی سنہ ۲۱۸ھ کو یہیں بخار میں مبتلا ہوا۔ اور یہیں ۱۸ رجب سنہ ۲۱۸ھ بروز پنجشنبہ فوت ہوا۔

مرنے سے پہلے امراو اراکین اور علماو فقہا کو اپنے روبرو بُلا کر وصیت کی اور اپنے کفن دفن کے متعلق ہدایات کیں۔ اپنے مرنے کے بعد لوگوں کو رونے اور ہائے وائے کرنے سے منع کیا۔ پھر اپنے بھائی ابواسحٰق معتصم کو جس کو ولی عہد سلطنت بنا چکا تھا بُلا کر نصیحتیں کیں اور اصولِ جہاں بانی کی طرف توجہ دلائی۔ پھر قرآن کریم کی آیات پڑھتا رہا۔ ایک مرتبہ بول اٹھا کہ اے وہ جس کی سلطنت کبھی زائل نہ ہوگی اُس پہ رحم کر جس کی سلطنت زائل ہو رہی ہے۔ اس کے بعد جاں بحق تسلیم ہو گیا۔ اُس کا بھائی ابواسحٰق معتصم اور اُس کا بیٹا عباس بذندون علاقہ رقہ سے مقام طرطوس میں لائے اور دفن کیا۔ مامون نے ۴۸ سال کی عمر پائی اور ساڑھے بیس سال حکومت کی۔

مامون کا تمام عہد خلافت لڑائیوں اور بغاوتوں کے فرو کرنے میں گذرا۔ ہم زط اور بابک خرمی کو اُس نے ناتمام چھوڑا۔ یعنی دونوں فتنے اُس کے عہدِ خلافت میں فرو نہ ہو سکے درحقیقت مامون کی حکومت و مُلک گیری کا زمانہ اب شروع ہوا تھا کہ اُس کو موت آ گئی اُس نے اپنے آخر ایام حیات میں اپنی بہادری و سپہ سالاری کی قابلیت کا ثبوت بھی دے دیا رومیوں کے مقابلے میں اُس نے پیہم کئی سال تک جہاد کیے اور اس میں ذرا شک نہیں کہ وہ حالتِ جہاد اور میدانِ جنگ ہی میں فوت ہوا۔

صوبوں اور ملکوں کی خود مختاری

خاندانِ بنو اُمیہ کے خلفا جب تک حکمران رہے۔ دمشق تمام عالمِ اسلام کا ایک ہی مرکز اور دارالخلافہ تھا بنو اُمیہ کی خلافت کے وارث عباسی ہوئے تو عبداللہ سفاح پہلا عباسی خلیفہ ۱۳۲ھ میں خلفاء بنو اُمیہ کا قائم مقام اور تمام عالم کا فرماں روا بنا لیکن صرف چھ سال کے بعد یعنی ۱۳۸ھ میں اندلس کا مُلک خلافت بنو عباس سے جدا ہو گیا اور وہاں ایک جُداگانہ خلافت بنو اُمیہ قائم ہو گئی۔ ۱۷۲ھ میں مراقش کے اندر ایک اور خود مختار سلطنت قائم ہو گئی جو سلطنت ادریسیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس طرح مراقش کا مُلک بھی بنو عباس کی حکومت کے دائرے سے ہمیشہ کے لئے خارج ہو گیا۔ چند روز کے بعد یعنی ۱۸۴ھ میں ٹیونس والجیریا کا علاقہ جس کو صوبہ افریقہ کہا جاتا تھا۔ برائے نام حکومت بنو عباس کا ماتحت رہ گیا ورنہ وہاں بھی ابراہیم بن اغلب کی خود مختار حکومت قائم ہو کر عرصہ دراز تک اُس کی اولاد

میں قائم رہی۔ ۲۰۵ھ میں مامون الرشید نے طاہر بن حسین کو خراسان کی صوبہ داری پر مامور کر کے بھیجا۔ اسی تاریخ سے خراسان کی حکومت طاہر کے خاندان میں رہی جس طرح افریقہ برائے نام دولتِ عباسیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی طرح خراسان کی دولت طاہریہ کا بھی برائے نام تعلق تھا یعنی معمولی خراج وہاں سے آجاتا تھا اور خطبہ میں عباسی خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا باقی امور میں طاہریہ سلاطین خود مختار تھے۔

۲۱۳ھ میں محمد بن ابراہیم زیادی کو یمن کی حکومت سپرد کی گئی اور اس کے بعد یمن کی حکومت اسی کے خاندان میں رہی۔ یمن بھی خراسان و افریقہ کی طرح آزاد ہو گیا۔ غرض ۱۳۸ھ سے ۲۱۳ھ تک صرف پچھتّر سال کے عرصہ میں دولتِ امویہ اندلس۔ دولت ادریسیہ مراقش۔ دولت اغلبیہ افریقہ۔ دولتِ طاہریہ خراسان۔ دولتِ زیادیہ یمن۔ یعنی پانچ آزاد سلطنتوں کی بنیاد مامون الرشید عباسی کے زمانے تک کہ اُس وقت تک بنو عباس کی دولت و حکومت ترقی پذیر سمجھی جاتی ہے قائم ہوئی۔

ترقیاتِ علمیہ

مامون الرشید کے عہدِ حکومت کا کوئی ایک سال بھی ایسا نہیں جو جنگ و پیکار اور زد و خورد کے ہنگاموں سے خالی ہو اور مامون الرشید کو ملکوں اور صوبوں کے انتظامات اور باغیوں کی سرکوبی کے اہتمام سے فراغت حاصل ہوئی ہو لہٰذا توقع نہیں کی جا سکتی کہ ایک ایسا مصروفِ افکار اور حالاتِ سلطنت سے ہمہ اوقات باخبر رہنے والا خلیفہ علوم و فنون کی طرف بھی توجہ کر سکا ہو گا۔ لیکن حیرت ہوتی ہے کہ مامون الرشید عباسی کے عہدِ خلافت میں علوم و فنون کے جس قدر دریا بہے اور مامون نے اس طرف توجہ کر کے جو جو کارہائے نمایاں علمی دنیا کے لئے انجام دیئے اس کی نظیر دوسری جگہ دستیاب نہیں ہو سکتی اور یہی وجہ ہے کہ اُس کی شہرت و عظمت نے غیر معمولی رتبہ بلند حاصل کر لیا ہے۔ ہارون الرشید نے بغداد میں بیت الحکمت کے نام سے ایک دارالترجمہ اور دارالتصنیف قائم کیا تھا۔ جس میں مختلف مُلکوں کے رہنے والے مختلف مذاہب کے پیرو اور مختلف زبانیں جاننے والے علماء مصروفِ کار رہتے تھے۔

مامون کو ارسطو کی کتابوں کے ترجمہ کرانے کا شوق ہوا تو اُس نے قیصرِ روم کو لکھا کہ

ارسطو کی تمام تصانیف جہاں تک دستیاب ہو سکیں فراہم کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ قیصر کو اس حکم کی تعمیل میں کچھ تامل ہوا اور اس نے اپنے عیسائی علماء سے مشورہ لیا تو انھوں نے کہا کہ فلسفہ کی کتابیں ہمارے ملک میں مقفل و محفوظ ہیں اور اُن کو پڑھنے پڑھانے کی کسی کو اجازت نہیں۔ کیونکہ اس سے مذہبی احترام لوگوں کے دلوں میں باقی نہیں رہ سکتا ان کتابوں کو آپ ضرور خلیفۂ اسلام کے پاس بھجوا دیں تاکہ وہاں فلسفہ کی اشاعت ہو اور مسلمانوں کا مذہبی جوش سرد پڑ جائے۔ قیصر نے پانچ اونٹ ان کتابوں سے لاد کر مامون الرشید کے پاس بھجوا دیئے۔ مامون الرشید نے یعقوب بن اسحٰق کندی کو ان کے ترجمہ پر مامور کیا۔ پھر مامون نے خود اپنی طرف سے عیسائی علماء کو جو اُس کے یہاں نوکر تھے بلادِ روم و یونان کی طرف روانہ کیا کہ وہاں سے علوم و فنون کی کتابیں تلاش کر کے لائیں۔ قسطا بن لوقا ایک عیسائی فلاسفر خود اپنے شوق سے روم کے ملک میں گیا اور وہاں سے کتابیں تلاش کر کے لایا۔ مامون الرشید نے اُس کو دارالترجمہ میں نوکر رکھ لیا۔

اسی طرح اُس نے مجوسی علماء کو بڑی بڑی بیش قرار تنخواہوں پر نوکر رکھ کر مجوسیوں کے علوم و فنون کے ترجمہ کی خدمت سپرد کی۔ ہندوستان کے راجاؤں کو معلوم ہوا تو انھوں نے مامون الرشید کی خدمت میں سنسکرت کے عالموں اور بڑے بڑے پنڈتوں کو بطور تحفہ بھیج کر خلیفہ کی خوشنودی حاصل کی۔ بیت الحکمت کے مترجموں کی تنخواہیں ڈھائی ڈھائی ہزار تک تھیں اور اُن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی تھی۔

جن میں یعقوب کندی۔ حنین بن اسحٰق۔ قسطا بن لوقا بعلبکی۔ ابو جعفر یحییٰ بن عدی جبرئیل بن بختیشوع وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ علاوہ تنخواہوں کے مترجموں کو ہر ایک کتاب کے ترجمہ کی برابر سونا یا چاندی تول کر دی جاتی تھی۔ فلسطین۔ مصر۔ اسکندریہ۔ سسلی۔ روم۔ ایران۔ ہندوستان وغیرہ ملکوں سے علوم و فنون کی کتابیں منگوا کر عربی میں ترجمہ کرائی جاتی تھیں اور بہت سے مترجمین علوم و فنون پر خود بھی کتابیں تصنیف کرتے تھے۔ بعض ذی علم مترجمین ترجموں کی اصلاح اور نظرثانی پر مامور تھے۔

مامون الرشید ہی کے عہد میں ایک مشہور عالم محمد بن موسیٰ خوارزمی نے مامون الرشید کی فرمائش سے علم جبر و مقابلہ پر ایک کتاب لکھی اور وہ اُصول قائم کئے کہ اُن اصولوں میں آج تک نہ ترمیم ہو سکی نہ اضافہ ممکن ہوا۔ زمین کے گول ہونے کا حال جب یونانی کتابوں میں

دیکھا تو مامون الرشید نے جغرافیہ و ہیئت کے علماء کو بلا کر حکم دیا کہ زمین کے محیط کی پیمائش معلوم کرنے کے لئے کوئی وسیع و ہموار میدان انتخاب کر کے ایک درجہ کی پیمائش کریں۔ چنانچہ سنجار کا سطح میدان انتخاب کیا گیا۔ ایک مقام پر قطب شمالی کی بلندی کے ساتھ زاویہ قائم کر کے ٹھیک شمال کی جانب جریب ڈالتے اور ناپتے ہوئے بڑھے ۶۶ ۲/۳ میل شمال کی جانب جانے سے قطب شمالی کی بلندی کے زاویہ میں پورا ایک درجہ بڑھ گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ جب ایک درجہ کی مسافت سطح زمین پر ۶۶ ۲/۳ میل ہے تو زمین کا کل محیط ۲۴ ہزار میل ہونا چاہیے کیونکہ ہر نقطہ پر تمام زاویوں کا مجموعہ ۳۶۰ درجہ ہوتا ہے اور ۳۶۰ کو ۶۶ ۲/۳ میں ضرب دینے سے ۲۴ ہزار میل کے قریب فاصلہ برآمد ہوتا ہے۔ دوبارہ یہی تجربہ صحرائے کوفہ میں بھی کیا گیا اور وہی نتیجہ برآمد ہوا۔

خالد بن عبدالملک مرو روزی اور یحییٰ بن ابی منصور وغیرہ کے ذریعہ شماسیہ کی رصدگاہ تعمیر و تکمیل کرائی اور اجرام سماویہ کے مطالعہ پر علماء ہیئت مامور کئے۔ فرامین بھیج کر ہر ایک شہر اور ہر ایک علاقے سے علماء فضلا طلب کئے گئے علمی مجلسیں اور مناظرے منعقد ہوتے مامون اس میں شریک ہو کر حصہ لیتا۔ ادیب، شاعر، متکلم طبیب غرض ہر علم و فن کے باکمال بغداد میں ایسے بلند پایہ موجود تھے جن میں سے کسی کا جواب دنیا میں ملنا دشوار تھا۔ اصمعی جو لغات عرب اور نحو و ادب کا امام تھا پیرانہ سالی کی وجہ سے کوفہ کو چھوڑ کر بغداد نہ آسکا اس کو وہیں وظیفہ ملتا تھا اور اہم مسائل حل کرنے کے لئے وہیں بھیجے جاتے تھے۔ فراء نحوی نے بغداد میں علم نحو کی تدوین کی اور کتابیں لکھوائیں۔ اس کے لئے ایوان شاہی کا ایک کمرہ خالی کر دیا گیا تھا جس میں علماء طالب علمانہ حیثیت سے استفادہ کرنے آتے تھے۔ فن خوش نویسی پر مامون ہی کے زمانے میں کتابیں لکھی گئیں اور اس فن کے اصول و قواعد مدون و مرتب ہوئے۔ غرض مامون الرشید کی توجہ اور سرپرستی علوم کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کے سامنے یونانیوں، ایرانیوں، مصریوں اور ہندیوں کے علوم و فنون سب یکجا بے نقاب ہو گئے۔

اگرچہ مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے کسی علم و فن کی ضرورت نہ تھی تاہم ان قدیم فلسفوں اور متفرق علوم کی طرف مسلمانوں کی توجہ نے مبذول ہو کر سب کو اس طرح مرتب و مہذب کر دیا کہ گویا نئے سرے سے ایجاد کیا۔ کامل آزادی سے کام لیا گیا اور بظاہر یہ مختلف قوموں کے حکمیہ علوم فلسفہ قرآن کے مقابلے پر آئے اور خدام اسلام کو موقعہ ملا کہ انھوں نے ان تمام فلسفوں اور تمام مخالف قرآن اصولوں کو غلط اور نادرست ثابت کیا۔ اس طرح مذاہب و علوم کی معرکہ آرائیوں کا سلسلہ جاری ہو کر اسلام کو جو علمی فتوحات حاصل ہوئیں وہ ان ملکی فتوحات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں جو عہد بنو امیہ میں حاصل

ہوئیں اور یہی علمی فتوحات ہیں جنھوں نے خلافتِ عباسیہ کے مرتبے کو خلافت بنواُمیہ کا ہمسر بنادیا ورنہ فتوحات مُلکی کے اعتبار سے خلافتِ عباسیہ ہرگز خلافتِ بنواُمیہ کی حریف وہمسر نہیں ہوسکتی بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ فتوحات مُلکی کے اعتبار سے بنوعباس کی خلافت سخت ناکام ثابت ہوئی کیونکہ وہ بنواُمیہ کے فتح کئے ہوئے مُلکوں کو سنبھال بھی نہ سکی۔

ایک بہتان کی تردید

ہندوستان کی تاریخوں کے نہایت ہی ناقص ونا تمام خلاصے جن کو تاریخ کہنا بھی غلطی ہیں شامل ہے۔ سرکاری مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ کتابیں غالبًا سیاسی اغراض کے مدِنظر رکھ کر لکھی جاتی ہیں اور ان کے مصنفین بعض اوقات ایسی بے بنیاد باتیں ان میں درج کر دیتے ہیں جس سے ہندوستانی بچے غلط فہمی میں مبتلا ہوکر حقیقت کے خلاف غلط عقیدہ قائم کر لیتے ہیں اسی قسم کی غلط بیانی کے ایک تیر کا مجروح مامون الرشید کو بھی بنایا گیا ہے۔ غالبًا تیس چالیس سال ہوئے۔ جب راجہ شیو پر شاد ستارۂ ہند کی لکھی ہوئی ایک کتاب سرکاری مدارس میں پڑھائی جاتی تھی اس میں لکھا تھا کہ راجپوتانہ کے ایک راجہ مسمی باپا راول پر مامون الرشید عباسی نے بائیس ۲۲ مرتبہ حملے کئے اور ہر مرتبہ باپا نے مامون کو شکست دے دے کر بھگا دیا۔ سُنا گیا ہے کہ یہی سفید جھوٹ بعض اور کتابوں میں بھی نقل کیا گیا ہے جو داخل نصاب تھیں یا اب مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔ جن لوگوں نے لڑکپن میں یہ پڑھا ہے کہ مامون نے باپا سے بائیس مرتبہ شکست کھائی وہ اپنے دل میں مامون الرشید عباسی کے متعلق کیسا حقیر تصور رکھتے ہوں گے کہ ایک معمولی زمیندار کو زیر کرنے کے لئے اس نے اپنی پوری طاقت اور تمام عہد خلافت صرف کر دیا اور ناکام رہا۔ اوپر کے صفحات میں مامون الرشید عباسی کے عہد حکومت کا حال درج ہوچکا ہے وہ خلیفہ ہونے سے پہلے جن جن مشاغل میں مصروف رہا اس کا بھی اجمالی ذکر آچکا ہے خراسان کی حکومت پر فائز ہوکر وہ مرو میں مقیم تھا کہ ہارون الرشید کا طوس میں انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد قریبًا چھ سال تک وہ مرو میں مقیم رہا اس نے مرو سے باہر قدم نہیں نکالا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ اس کی فوجوں نے کابل وقندھار کے باغیوں کو زیر کیا اور اس مُلک میں ۲۰۰ھ کے قریب عام طور پر اسلام شائع ومروج ہوگیا۔

اسی زمانے میں تبت کا پادشاہ مسلمان ہوا اور اُس نے اپنے سونے چاندی کے بُت خلیفہ مامون کے پاس مرو میں بھیج دیئے۔ سندھ اُس کی حکومت میں شامل تھا اور وہاں دربارِ خلافت سے عامل مقرر و مامور ہو کر آتے اور حکومت کرتے تھے۔ لیکن مامون خود کبھی اس طرف نہیں آیا۔ اُس نے مرو سے روانہ ہو کر بغداد کا سفر اختیار کیا۔ اس سفر کے تفصیلی حالات تاریخوں میں درج ہیں۔ لیکن سندھ کی طرف یا ہندوستان پر حملہ آور ہونے کا ذکر نہیں۔ بغداد پہنچ کر عرصۂ دراز تک وہ بغداد میں مقیم رہا۔ آخر ایامِ حیات میں وہ بغداد سے نکلا تو بلادِ روم پر حملے کرتا رہا، شام و مصر بھی گیا۔

اِن مغربی بلاد کے سفر سے واپسی میں فوت ہوا۔ سمجھ میں نہیں آتا اور عقل کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتی کہ مامون الرشید کی زندگی میں آخر وہ کونسا زمانہ ہے جس میں حملاتِ ہند کو درج کیا جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی گورنر سندھ نے کبھی کوئی دستۂ فوج راجپوتانہ کے زمینداروں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا ہو۔ مگر یہ ایسی بے حقیقت اور ناقابلِ تذکرہ مہم ہوگی کہ اس کا ذکر کرنا کسی نے بھی ضروری نہ سمجھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ عاملِ سندھ کی بھیجی ہوئی اُس فوج نے چونکہ باپا سے شکست کھائی۔ لہٰذا مسلمانوں نے اس کا ذکر نہیں کیا مگر ایسا کہنے میں معترض کی پست ہمتی اور بددیانتی کا پردہ فاش ہو جاتا ہے کیونکہ وہ خود تاریخ نویسی اور واقعہ نگاری میں ایسے دروغ و کذب کو جائز سمجھتا ہے ورنہ مسلمان مورخوں نے مامون کی فوجوں کے شکست کھانے اُس کے سپہ سالاروں کے ناکام رہنے کو کہیں بھی نہیں چُھپایا۔

قومِ زط کی غارت گری کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے اُس طعنہ کو بھی درج کر دیا جو نصر بن شیث نے دیا تھا کہ زط کے چند مینڈکوں پر فتح نہ پا سکا۔ بھلا اُن مورخین کو اگر وہ مامون کی حمایت و طرف داری میں ایسے ہی مجرمانہ حقیقت پوشی پر اُتر آتے تھے تو زط کا تذکرہ بڑی آسانی سے ہضم کر سکتے تھے۔ کیونکہ چند ہی روز کے بعد یہ قوم رومیوں کی بدولت صفحۂ ہستی سے فنا ہو گئی تھی۔ بہرحال باپا کی بہادری کا مبالغہ آمیز تذکرہ کرتے ہوئے یہ سفید جھوٹ جس کی کوئی بھی اصلیت نہیں ہے، تراشا گیا ہے۔ یہ اُسی قسم کا تمسخر انگیز جھوٹ ہے۔ جیسا کہ بکرماجیت کی نسبت ہندو مورخوں نے بلا کسی شرم و لحاظ کے لکھ دیا ہے کہ اُس نے ہندوستان سے ملک اٹلی کے شہر روما میں پہنچ کر جولیس سیزر شہنشاہ روم کو شکست دی تھی۔ یہ شاید انھوں نے اپنے زعم میں اسکندر یونانی کے حملۂ ہند کا جواب دے دیا ہے۔ دل خوش کرنے کے لئے اِس

قسم کی باتیں گاؤں کی چوپال میں بیٹھ کر تو شاید تھوڑی دیر کے لئے لطفِ صحبت کا موجب ہو سکتی ہوں لیکن اس کا نام تاریخ اور واقعہ نگاری ہرگز نہیں ہے

اخلاق و عادات

خلیفہ مامون الرشید تمام خاندان بنوعباس میں باعتبار حزم و عزم و حلم و علم و عقل و شجاعت سب سے بڑھ کر تھا۔ وہ خود کہا کرتا تھا کہ امیر معاویۃؓ کو عمرو بن العاص کی اور عبدالملک کو حجاج کی ضرورت تھی۔ مگر مجھ کو کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر شیعیت غالب تھی یعنی علویوں کو بہت قابلِ تکریم اور مستحقِ خلافت سمجھتا تھا اسی لئے اُس نے اپنے بھائی موتمن کو معزول کر کے علی رضا کو ولی عہد بنایا اور اپنی بیٹی کی شادی کی۔ اُس کا یہ بھی خیال تھا کہ وہ خود خلعِ خلافت کر کے علی رضا کو اپنے سامنے خلیفہ بنادے۔ مگر ابتدائی دس برس گذر جانے کے بعد آخر عہدِ خلافت میں علویوں کے خروج اور سرکشیوں سے تنگ آکر اس کے خیالات میں تغیر آگیا تھا۔ اُس نے یہ بھی حکم جاری کرنا چاہا تھا کہ کوئی شخص حضرت امیر معاویۃؓ کو بھلائی کے ساتھ یاد نہ کرے ورنہ مجرم قرار دیا جائے گا۔ مگر پھر اس حکم کو لوگوں کے سمجھانے سے جاری نہیں کیا۔

قرآن شریف کے پڑھنے کا بھی اُس کو بہت شوق تھا۔ بعض رمضانوں میں اُس نے روزانہ قرآن شریف ختم کیا ہے۔ مامون نے جب علی رضا کو ولی عہد بنایا تو بعض بنوعباس نے اُس سے کہا کہ آپ امرِ خلافت علویوں کے سپرد نہ کریں مامون نے جواب دیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہدِ خلافت میں بنوعباس کو اکثر صوبوں کی حکومت پر مامور فرمایا تھا میں اُس کا عوض کرنا چاہتا ہوں اور اُن کی اولاد کو حکومت و خلافت سپرد کرتا ہوں

مامون نے دارالمناظرہ میں جب ہر عقیدہ اور ہر مذہب کے لوگوں کو آزادانہ گفتگو کرنے کا موقعہ دیا اور علمی بحثیں آزادی کے ساتھ ہونے لگیں تو اُس کی توجہ متکلمین اور معتزلہ کی طرف زیادہ مبذول ہو گئی۔ انھیں آزادانہ مذہبی بحث مباحثوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ خلقِ قرآن کا مسئلہ جو درحقیقت بالکل غیر ضروری اور ناقابلِ توجہ مسئلہ تھا۔ زیر بحث آیا اور مامون خلقِ قرآن کا قائل ہو کر اُن لوگوں پر جو خلقِ قرآن کے قائل نہ تھے۔ تشدد کرنے لگا۔ اس تشدد و سختی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالف عقیدہ کے علماء نے اور بھی زیادہ سختی سے مخالفت شروع کی

اور طرفین کی اس مخالفت و عصبیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مامون کے بعد تک بھی علماء دین کو اس بے حقیقت اور غیر ضروری مسئلہ کی وجہ سے بڑی بڑی اذیتیں برداشت کرنی پڑیں۔

ابو محمد یزیدی کا بیان ہے کہ میں مامون کو بچپن میں پڑھایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ خدام نے مجھ سے شکایت کی کہ جب تم چلے جاتے ہو تو یہ نوکروں کو مارتا پیٹتا اور شوخی کرتا ہے۔ میں نے اس کے سات چھپیاں ماریں، مامون روتا اور آنسو پوچھتا جاتا تھا۔ اتنے میں وزیر اعظم جعفر برمکی آ گیا میں اٹھ کر باہر چلا گیا اور جعفر مامون سے بات چیت کر کے اور اس کو ہنسا کر چلا گیا۔ میں پھر مامون کے پاس آیا اور کہا کہ میں تو اتنی دیر ڈرتا ہی رہا کہ کہیں تم جعفر سے شکایت نہ کر دو۔ مامون نے کہا کہ جعفر تو کیا میں اپنے باپ سے بھی آپ کی شکایت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آپ نے تو میرے ہی فائدے کے لئے مجھ کو مارا تھا۔

یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مامون الرشید کے کمرہ میں سو رہا تھا۔ مامون بھی قریب ہی مصروفِ خواب تھا۔ مامون نے مجھ کو جگا کر کہا کہ دیکھنا میرے پاؤں کے قریب کوئی چیز ہے میں نے دیکھ کر کہا کہ کچھ نہیں ہے لیکن مامون کو اطمینان نہ ہوا اس نے فراشوں کو آواز دی۔ انھوں نے شمع جلا کر روشنی سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے بچھونے کے نیچے ایک سانپ بیٹھا ہے۔ میں نے مامون سے کہا کہ آپ کے کمالوں کے ساتھ آپ کو عالم الغیب بھی کہنا چاہیے مامون نے کہا معاذ اللہ یہ آپ کیا کہتے ہیں۔ بات صرف یہ تھی کہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی شخص مجھ سے کہتا ہے کہ اپنے آپ کو ننگی تلوار سے بچاؤ۔ میری فوراً آنکھ کھل گئی اور میں نے سوچا کہ کوئی حادثہ قریب ہی ہونے والا ہے۔ سب سے قریب بچھونا ہی تھا۔ لہٰذا میں نے بچھونے کو دیکھا اور سانپ نکلا۔

محمد بن منصور کا قول ہے کہ مامون کہا کرتا تھا کہ شریف آدمی کی ایک یہ علامت ہے کہ اپنے آپ سے برتر کے مظالم سہے اور اپنے آپ سے کمتر پر ظلم نہ کرے۔ سعید بن مسلم کہتے ہیں کہ مامون نے ایک مرتبہ کہا کہ اگر مجرموں کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں عفو کو کس قدر دوست رکھتا ہوں تو اُن سے خوف دور ہو جائے اور اُن کے دل خوش ہو جائیں۔

ایک مجرم سے مامون نے کہا کہ واللہ میں تجھ کو قتل کر ڈالوں گا۔ اس نے کہا کہ آپ ذرا تحمل کو کام میں لائیں۔ نرمی کرنا بھی نصف عفو ہے۔ مامون نے کہا اب تو میں قسم کھا چکا۔ اس نے کہا کہ اگر آپ خدا کے سامنے قسم توڑنے والے کی حیثیت سے پیش ہوں تو اس سے

لاکھ درجہ بہتر ہے کہ ایک خونی کی حیثیت سے پیش ہوں یہ سُن کر مامون نے اُس کا قصور معاف کر دیا۔ عبدالسلام بن صلاح کہتے ہیں کہ ایک روز میں مامون کے کمرے میں سویا۔ چراغ گُل ہونے لگا۔ دیکھا تو مشعلچی سو رہا ہے۔ مامون خود اٹھا اور چراغ کی بتی دُرست کرکے لیٹ گیا اور کہنے لگا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں غسل خانے میں ہوتا ہوں اور یہ خدمتگار مجھ کو گالیاں دیتے اور طرح طرح کی تہمتیں مجھ پر لگاتے رہتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے سُنا نہیں۔ لیکن میں سنتا ہوں اور معاف کرتا رہتا ہوں اور کبھی یہ بھی ظاہر نہیں کرتا۔ کہ میں نے تمھاری باتیں سُنی ہیں۔

ایک روز مامون الرشید دجلہ کی سیر کر رہا تھا۔ ایک پردہ پڑا ہوا تھا۔ اُس کے دوسری طرف کنارے پر ملاح بیٹھے ہوئے تھے۔ جن کو مامون کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ مامون یہ سمجھتا ہوگا کہ میرے دل میں اُس کی قدر ہے مگر وہ اتنا نہیں سمجھتا کہ جو شخص اپنے بھائی کا قاتل ہو اُس کی ذرا بھی قدر میرے دل میں نہیں ہو سکتی۔ مامون مسکرا کر کہنے لگا کہ یارو تم ہی کوئی تدبیر بتاؤ کہ اس جلیل القدر شخص کے دل میں میری قدر ہو جائے۔

یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے کہ میں مامون کے کمرہ میں لیٹا ہوا تھا۔ ابھی سویا نہ تھا۔ مامون کو کھانسی اٹھی اُس نے اپنی قمیص کے دامن سے اپنا منہ دبا لیا۔ تاکہ کوئی جاگ نہ اُٹھے۔ مامون کا قول ہے کہ مجھ کو غلبۂ حجت غلبۂ قدرت سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ غلبۂ قدرت زوال قدرت کے وقت زائل ہو جائے گا۔ مگر غلبۂ حجت کو کسی وقت زوال نہیں۔ مامون کہا کرتا تھا کہ بادشاہ کی خوشامد پسندی بہت ہی بُری ہے اُس سے بھی بُری قاضیوں کی تنگ دلی ہے۔ جب کہ وہ معاملہ سمجھنے سے پہلے سرزد ہو اس سے بھی بدتر معاملاتِ دین میں فقہا کی کم عقلی اس سے بدتر مالدار لوگوں کی کنجوسی۔ بوڑھے آدمیوں کا مذاق کرنا۔ جوانوں کا سستی کرنا اور جنگ میں بُزدلی دکھانا ہے۔

علی بن عبدالرحیم مروروذی کہتے ہیں کہ مامون کا قول ہے کہ وہ شخص اپنی جان کا دُشمن ہے جو ایسے شخص کی مقاربت کا خواہاں ہو جو اُس سے دُوری اختیار کرنا چاہتا ہے اور ایسے شخص کی تواضع کرے جو اُس کا اکرام نہ کرتا ہو اور ایسے شخص کی تعریف کرنے سے خوش ہو جو اُسے جانتا ہی نہ ہو۔ ہدبہ بن خالد کہتے ہیں کہ میں ایک روز مامون کے ساتھ کھانا کھانے میں شریک

تھا جب دسترخوان اٹھایا گیا تو میں فرش پر سے کھانے کے ریزے چن کر کھانے لگا مامون نے پوچھا کہ کیا تمھارا پیٹ نہیں بھرا ہے۔ میں نے کہا پیٹ تو بھر گیا ہے لیکن حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص دسترخوان اٹھانے کے بعد کھانے کے بچے ہوئے ریزے اُٹھا کر کھائے وہ مفلسی سے امن میں رہے گا۔ مامون نے یہ سُن کر مجھے ایک ہزار دینار عطا کئے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید حج کرنے کے بعد کوفہ میں آیا اور وہاں کے محدّثین کو بُلا بھیجا۔ تمام لوگ حاضر ہوگئے۔ مگر عبداللہ بن ادریس اور عیسٰی بن یونس دو شخصوں نے حاضری سے انکار کیا۔ ہارون الرشید نے اپنے بیٹوں امین و مامون کو اُن کی خدمت میں بھیجا۔ یہ دونوں جب عبداللہ بن ادریس کے پاس گئے تو اُنھوں نے امین کو مخاطب کرکے سو حدیثیں پڑھ دیں۔ مامون بھی بیٹھا ہوا سنتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوتے تو مامون نے کہا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان احادیث کو سُنادوں۔ چنانچہ اُنھوں نے اجازت دی اور مامون نے بلاکم وکاست تمام حدیثیں سُنا دیں۔

ابنِ ادریس مامون کی قوّتِ حافظہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ مامون الرشید نے ایک مرتبہ ذکر کیا کہ میں کسی شخص کے جواب سے ایسا بند نہیں ہوا جیسا ایک مرتبہ اہلِ کوفہ نے مجھ کو لاجواب کردیا۔ بات یہ تھی کہ اُنھوں نے آکر کوفہ کے عامل کی شکایت کی۔ میں نے کہا تم لوگ جھوٹ کہتے ہو وہ عامل نہایت عادل ہے۔ اُنھوں نے کہا بے شک ہم جھوٹے اور امیرالمومنین سچے ہیں۔ لیکن اس عامل کے عدل کے لئے ہمارا ہی شہر کیوں مخصوص کیا گیا ہے اس کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دیجئے تاکہ وہ شہر بھی اس کے عدل سے ویسا ہی فائدہ اٹھاتے جیسا ہمارا شہر اٹھا چکا ہے۔ مجبوراً مجھے کہنا پڑا کہ اچھا جاؤ میں نے اُسے معزول کیا۔

یحیٰی بن اکثم کا قول ہے کہ میں ایک رات مامون الرشید کے کمرے میں سویا۔ آدھی رات کے وقت مجھے پیاس لگی میں کروٹیں بدلنے لگا۔ مامون نے پوچھا کیا حال ہے۔ میں نے کہا پیاس لگی ہے۔ مامون اپنے بستر سے اُٹھا اور پانی لایا اور مجھے پلایا۔ میں نے کہا۔ آپ نے کسی خادم کو آواز کیوں نہ دی۔ مامون نے کہا کہ میرے باپ نے اپنے باپ سے اور اُنھوں نے اپنے دادا سے اور اُنھوں نے عقبہ بن عامر سے سُنا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ قوم کا سردار اُن کا خادم ہوتا ہے۔

خلیفہ مامون الرشید کے کاموں اور کارناموں میں سب سے زیادہ قابلِ تعریف اور

قابلِ تذکرہ یہ بات ہے کہ اُس نے ولی عہد بنانے میں نہایت نیک نیتی اور بلند ہمتی کا ثبوت دیا اور محبت پدری کے فریب میں نہیں آیا۔ جیسا کہ اُس سے پہلے خلفاء ولی عہدی کے معاملے میں غلطی کا ارتکاب کرتے اور حکومتِ اسلامیہ کے لئے ولی عہدی کے متعلق وراثت کی لعنت کو مضبوط و استوار بناتے رہے۔ مامون الرشید نے امام علی رضا کو ولی عہدِ خلافت بنا کر خاندانِ عباسیہ کو بالکل محروم رکھ کر نہایت آزادی کے ساتھ ایک بہترین شخص کا انتخاب اُسی نمونہ پر کیا تھا۔ جیسا کہ صدیق اکبرؓ نے حضرت عمر فاروق کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ مگر مامون الرشید کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ عباسی لوگ اس پر کسی طرح رضا مند نہ ہوں گے اور فتنہ و فساد پر آمادہ ہو کر عالمِ اسلامی کو مبتلائے مصیبت کر دیں گے۔ امام علی رضا کی وفات نے مامون کے اس منشاء کو پورا نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے خاندان میں سے اپنے بھائی ابو اسحٰق معتصم کو ولی عہد بنایا اور اپنے بیٹے عباس کو جو ہر طرح حکومت و خلافت کی قابلیت رکھتا تھا۔ محروم رکھا معتصم چونکہ عباس سے بھی زیادہ حکومت و سلطنت کی اہلیت رکھتا تھا۔ لہٰذا اُس نے معتصم ہی کو انتخاب کیا اور اپنے بیٹے کی مطلق پروا نہ کی۔ مامون کے پیش رو خلفاء صرف ایک ہی ولی عہد نہیں بلکہ دو دو ولی عہدوں کے تعین کی بدعت کے مرتکب ہوتے رہے تھے۔ مامون اگر اُن کی تقلید کرتا تو معتصم کے بعد اپنے بیٹے عباس کو نامزد کر سکتا تھا اور اس طرح اس کو اطمینان ہو سکتا تھا کہ معتصم کے بعد میرا بیٹا خلیفہ ہو گا۔ لیکن اُس نے اس نامعقول حرکت کو بھی پسند نہیں کیا۔ اس معاملے میں مامون الرشید کی جس قدر تعریف کی جائے وہ بہت کم ہے۔

معتصم باللہ

ابو اسحٰق معتصم بن ہارون الرشید ۱۸۰ھ میں جب کہ خلیفہ ہارون الرشید خود بلادِ روم کی طرف عازم ہوا مقام زبطرہ علاقہ سرحد روم میں ماردہ نامی ام ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ ہارون الرشید کو اس کے ساتھ بہت محبت تھی وہ اپنی اولاد میں جب کوئی چیز تقسیم کرتا تو سب سے زیادہ حصہ معتصم کو دیا کرتا تھا معتصم کو پڑھنے لکھنے کا مطلق شوق نہ تھا۔ لڑکپن میں اُس نے کھیل کود کے اندر اپنا تمام وقت صرف کیا۔ ہارون الرشید نے ایک غلام کو متعین کر دیا تھا کہ وہ معتصم کے ساتھ ساتھ رہے اور جب موقع ملے اُس کو پڑھائے۔ جب وہ

غلام مر گیا تو ہارون الرشید نے کہا اب تو تمہارا غلام بھی مر گیا۔ بتاؤ اب کیا ارادہ ہے معتصم نے کہا کہ امیر المومنین یاں غلام مر گیا اور میں کتاب کے جھگڑے سے چھوٹ گیا۔ معتصم کی نسبت مشہور ہے کہ وہ بالکل اُمی تھا مگر صحیح یہ ہے کہ وہ بہت ہی کم پڑھنا جانتا تھا اور اپنا نام وغیرہ لکھ سکتا تھا۔ مگر چونکہ شاہی خاندان اور علماء کی صحبت میں پرورش پائی تھی اور ہارون و مامون کے زمانے کی علمی مجلسوں کے تماشے خوب دیکھے تھے۔ اس لئے اس کی واقفیت بہت وسیع تھی۔ معتصم نہایت تنومند پہلوان اور بہادر شخص تھا ساتھ ہی وہ سپہ سالاری کی قابلیت اعلیٰ درجہ کی رکھتا تھا۔ ابن ابی داؤد کا قول ہے کہ معتصم اکثر اپنا بازو میری طرف پھیلا کر کہا کرتا تھا کہ اس میں خوب زور سے کاٹو۔

میں دانتوں سے کاٹتا اور معتصم کہتا کہ مجھ کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوا۔ میں پھر کاٹتا اور پھر بھی کوئی اثر نہ ہوتا۔ میرے دانتوں کا کیا اثر ہوتا۔ اس پر تو نیزہ کا بھی اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ معتصم اکثر اپنی دو انگلیوں سے آدمی کے پہنچے کی ہڈی دبا کر توڑ ڈالا کرتا تھا۔

معتصم کبھی کبھی خود بھی شعر کہتا اور شعراء کی خوب قدردانی کرتا تھا۔ مسئلہ خلق قرآن کے خبط میں وہ اپنے بھائی مامون الرشید کی طرح مبتلا تھا۔ جس طرح مامون نے علماء کو اس مسئلہ کے متعلق اذیتیں پہنچائیں اسی طرح معتصم باللہ عباسی نے بھی علماء کو تنگ کیا۔ حضرت امام احمد بن حنبل کو اسی مسئلہ خلق قرآن کے متعلق نہایت بے رحمی و بے دردی سے تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں۔

مامون الرشید کے عہد خلافت میں معتصم باللہ شام و مصر کا گورنر تھا۔ مامون الرشید نے جب بلادِ روم پر چڑھائی کی تو معتصم باللہ نے اپنی شجاعت کے جوہر خوب دکھائے اسی لئے مامون الرشید نے خوش ہو کر اس کو اپنا ولی عہد بنایا اور اپنے بیٹے عباس کو محروم رکھا۔ معتصم باللہ کی بیعتِ خلافت مامون کی وفات کے دوسرے دن ۱۹ رجب ۲۱۸ھ مطابق ۱۰ اگست ۸۳۳ء مقام طرسوس میں ہوئی۔

فضل بن مروان ایک عیسائی اس کا کارپرداز اور نائب تھا جب بغداد میں مامون الرشید کی وفات کی اطلاع پہنچی تو فضل بن مروان نے اہلِ بغداد سے معتصم کی خلافت کی بیعت لی۔ معتصم نے بغداد پہنچ کر فضل بن مروان ہی کو اپنا وزیر اعظم بنایا۔ مقام طرسوس میں جب معتصم کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو فوج کے اکثر ارکین نے عباس بن مامون کا نام لیا کہ وہ خلافت کا زیادہ مستحق ہے۔ معتصم نے عباس کو طلب کیا اور اس نے معتصم کے ہاتھ پر بیعت کی عباس کی بیعت کے بعد یہ شورش و مخالفت خود بخود فرو ہو گئی۔ معتصم نے یا تو عباس کے اثر کو مٹانے کے لئے کہ اس کے زیر اہتمام شہر طوانہ کی تعمیر و آبادی عمل میں آئی تھی یا اس لئے کہ سرحدِ روم پر ایک ایسا مضبوط مقام جس میں مسلمانوں کی آبادی تھی رومیوں کو

ہر وقت اپنی طرف متوجہ رکھے گا یا خدا جانے کس لئے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی حکم دیا کہ طوانہ کو مسمار و ویران کر دیا جائے اور اُس کے باشندوں کو حکم دیا کہ اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں اور جہاں سے آئے تھے وہیں جا کر آباد ہوں۔ اس شہر کو ویران کرا کر جو سامان ساتھ لا سکتا تھا اپنے ہمراہ بغداد لے آیا اور جو نہیں لا سکتا تھا اُس کو وہیں آگ لگا کر جلا دیا۔

محمد بن قاسم کا خروج

محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب مدینہ منورہ کی مسجد میں رہا کرتے اور زہد و عبادت میں اپنے اوقات بسر کرتے تھے۔ ایک خراسانی نے اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر ترغیب دینی شروع کی کہ آپ خلافت کے مستحق ہیں آپ کو لوگوں سے خفیہ طور پر بیعت لینی چاہیئے۔ چنانچہ اُس نے اُن لوگوں کو جو خراسان سے حج کرنے آتے اور مدینہ منورہ جاتے لا لا کر اُن کی خدمت میں پیش کرنا شروع کیا اور انھوں نے محمد بن قاسم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اس طرح جب ان لوگوں کی ایک معقول تعداد خراسان میں موجود ہو گئی تو محمد بن قاسم معہ اُس خراسانی کے جرجان چلے گئے اور مصلحتاً چند روز روپوش رہے وہاں بیعت کا سلسلہ خوب مخفی طور پر جاری رہا اور رؤسا و اُمرا آ آ کر ملاقات کرتے رہے بالآخر محمد بن قاسم علوی نے خروج کیا اور خراسان کے گورنر عبداللہ بن طاہر نے اس فساد کے مٹانے کی غرض سے فوج بھیجی نواح طالقان میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ ہر لڑائی میں محمد بن قاسم علوی کو شکست ہوئی آخر محمد بن قاسم تنہا اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگے۔ مقام نسا میں پہنچ کر گرفتار ہوئے اور عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں پیش کئے گئے عبداللہ بن طاہر نے معتصم باللہ کی خدمت میں بغداد بھیج دیا۔ معتصم باللہ نے مسرور الکبیر کے زیر نگرانی قید کر دیا ۱۵ ربیع الاول ۲۱۹ھ کو محمد بن قاسم بغداد پہنچے تھے۔ شوال ۲۱۹ھ کی پہلی شب یعنی شب عید الفطر کو وہ موقعہ پا کر قید سے نکل بھاگے اور کسی کو خبر نہ ہوئی۔

گروہ زط کا خاتمہ

جمادی الآخر ۲۱۹ھ کو خلیفہ معتصم نے اپنے ایک سپہ سالار عجیف بن عنبہ کو گروہ زط کی جنگ پر مامور کیا۔ عجیف نے سات مہینے تک اس غارت گر گروہ کے ساتھ ہنگامہ کارزار گرم رکھا۔ آخر اُن کو مجبور کر دیا کہ اُنھوں نے خود ماہ ذوالحجہ ۲۱۹ھ میں امان کی درخواست کی اور اپنے آپ کو عجیف کے سپرد کر دیا۔

عجیف ان سب کو جن کی تعداد معہ عورتوں بچوں کے سترہ ہزار تھی لے کر بغداد کی طرف آیا۔ ان سترہ ہزار میں بارہ ہزار لڑنے کے قابل مرد تھے۔ ۱۰ محرم ۲۲۰ھ کو عجیف بغداد میں داخل ہوا اور معتصم خود کشتی میں سوار ہو کر شماسہ کی جانب آیا اور گروہ زط کے اسیروں کا معائنہ کر کے حکم دیا کہ ان کو سرحدِ روم کی طرف مقام چشمہ زربہ کے قریب آباد کر دو۔ چنانچہ یہ اسی طرف پہنچا دیئے گئے۔ وہاں یہ اتفاق پیش آیا کہ رومیوں نے موقعہ پاکر ان پر شب خون مارا اور سب کو قتل کر کے چلے گئے۔ ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا اس طرح اس غارت گر گروہِ زط کا خاتمہ ہو گیا۔

شہر سامرا

خلیفہ معتصم ایک فوجی آدمی تھا اس کی توجہ فوج کی طرف زیادہ مبذول ہوئی۔ اس کے پیش رو خلفاء عباسیہ عام طور پر خراسانیوں کے زیادہ قدر دان تھے اور انھوں نے عربی فوج پر بہت ہی کم اعتماد کیا تھا۔ اگرچہ خراسانیوں کی طرف سے بھی ان کو بار بار خطرے پیش آئے لیکن پھر بھی بحیثیت مجموعی انھوں نے اہلِ عرب کے مقابلے میں خراسانیوں اور ایرانیوں ہی پر زیادہ اعتماد کیا۔ لہٰذا فوج میں سے عربی عنصر کم ہوتے ہوتے بہت ہی کم ہو گیا تھا۔ معتصم باللہ نے فوج کی ترتیب و تنظیم کی جانب شروع ہی میں توجہ مبذول کی۔ اس نے ہزارہا ترکی غلام خریدے اور ان کی فوج تیار کی۔ اس نے فرغانہ واشروسنہ کے علاقوں سے ترکوں کو بھرتی کرایا۔

ان ترکوں کی جنگ جوئی و صعوبت کشی اس کو بہت پسند تھی اب تک فوج میں عربی و ایرانی دو ہی قسم کے لوگ ہوتے تھے اور ترکوں سے برابر سرحد پر لڑائی جھگڑے برپا رہتے کبھی ترک سردار باج گذار بن جاتے کبھی باغی ہو کر مقابلہ پہ آتے اور فوجی طاقت سے مغلوب و محکوم بنائے جاتے ان پر یہ اعتماد نہیں کیا گیا تھا کہ ان کو فوج میں بھرتی کیا جاتا۔ معتصم نے ان کو اپنی فوج میں اس کثرت سے بھرتی کیا اور ترکوں کو اس قدر فوجی عہدے دیئے کہ تعداد کے اعتبار سے بھی ترکی فوج ایرانی فوج کی مدمقابل بن گئی۔ عربی قبائل کم ہوتے ہوتے صرف مصرویین کے قبائل خلیفہ کی فوج میں باقی رہ گئے تھے۔ خلیفہ نے تمام عربی النسل دستوں کو بلا کر ایک فوج الگ تیار کی اور اس کا نام مغاربہ رکھا۔

سمرقند و فرغانہ واشروسنہ کے ترکوں کی فوج جو سب سے زیادہ زبردست اور بڑی فوج تھی اُس کا نام فراغنہ تجویز کیا۔ خراسانی لشکر کو لشکر فراغنہ سے رقابت پیدا ہوئی۔ خلیفہ معتصم نے چونکہ بڑے شوق سے ترکوں کی جدید فوج قائم کی تھی۔ لہٰذا ہر قسم کی مراعات اسی فوج کو حاصل تھیں اُن کی وردی بھی زیادہ قیمتی اور خوبصورت تھی۔ ان کے گھوڑے بھی زیادہ اچھے تھے۔ اُن کی تنخواہیں اور وظیفے بھی دوسروں سے زیادہ تھے اس لئے خراسانیوں نے بغداد میں ان سے لڑائی جھگڑے شروع کر دیئے۔ معتصم باللہ نے یہ رنگ دیکھ کر بغداد سے نوّے (۹۰) میل کے فاصلے پر دجلہ کے کنارے نہر قاطون کے مخرج کے قریب لشکرِ فراغنہ کی چھاونی قائم کی۔ وہیں اُس نے ایک قصر اپنے رہنے کے لئے تعمیر کیا فوج کے لئے مکانات بنوائے۔ بازار و جامع مسجد وغیرہ تمام ضروری عمارات بنوا کر اور ترکوں کو آباد کر کے خود بھی اس نو تعمیر شہر میں چلا گیا۔

اس کا نام سرّمن رائے رکھا جو کثرت استعمال سے سامرا مشہور ہو گیا۔ اس شہر کی تعمیر ۲۲۰ھ میں ہوئی اور اسی سال بجائے بغداد کے سامرا دارالخلافہ بن گیا۔ دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے چند ہی روز میں سامرا کی رونق و آبادی بغداد کے مدمقابل بن گئی اور عربی و خراسانی عنصر کی بجائے ترکی عنصر دارالخلافہ اور خلیفہ پر مستولی ہو گیا۔ اسی سال محمد بن علی رضا بن موسیٰ بن کاظم بن جعفر صادق فوت ہو کر بغداد میں مدفون ہوئے۔

فضل بن مروان کی معزولی

اسی سال یعنی ۲۲۰ھ میں وزیراعظم فضل بن مروان کی نسبت خلیفہ کے کانوں میں بددیانتی کی شکایات پہنچیں۔ خلیفہ نے حسابات کی جانچ پڑتال کے لئے اہل کار مامور فرمائے تو دس لاکھ دینار کا غبن نکلا۔ خلیفہ نے یہ روپیہ فضل کے مال و اسباب سے وصول کیا اور اُس کو موصل کے قریب کسی گاؤں میں نظر بند کر دیا اور فضل کی جگہ محمد بن عبدالملک بن ابان بن حمزہ کو وزیراعظم مقرر کیا۔ محمد بن عبدالملک ابن زیات کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس کا دادا ابان ایک گاؤں میں رہتا اور وہاں سے تیل لا کر بغداد میں بیچا کرتا تھا۔ محمد بن عبدالملک نے بغداد میں تعلیم و پرورش پائی تھی اور اعلیٰ قابلیت کو پہنچ گیا تھا۔ اس کی وزارت کا زمانہ معتصم۔ واثق اور متوکل تک ممتد ہوا۔ خلیفہ مامون الرشید کے

زمانے میں جس طرح قاضی یحییٰ بن اکثم اگرچہ وزیر نہ تھے۔ مگر وزیر اعظم سے زیادہ اختیارات واثر رکھتے اور ہر وقت مامون کے ساتھ رہتے تھے اسی طرح معتصم کے پاس قاضی یحییٰ بن اکثم کے ایک شاگرد احمد بن ابی داؤد رہتے تھے وہ بھی اگرچہ وزیر اعظم نہ تھے۔ مگر وزیر اعظم کے برابر ہی اثر واقتدار رکھتے تھے۔ یہ دونوں اُستاد شاگرد متکلم و معتزلی تھے مسئلہ خلق قرآن کی نسبت جو مامون ومعتصم نے علماء پر زیادتیاں کی ہیں۔ وہ انھیں دونوں بزرگوں کی تحریک وخواہش کا نتیجہ بیان کی جاتی ہیں۔ مگر صرف ابن ابی داؤد ہی ایک شخص معتصم کے دربار میں تھے جو اہلِ عرب کے حامی وہوا خواہ تھے اور انھیں کی وجہ سے عرب تھوڑی بہت عزت دارالخلافہ میں رکھتے تھے ورنہ ہر طرف تُرکوں یا اُن کے بعد ایرانیوں کا غلبہ نظر آتا تھا۔

بابک خرمی اور افشین حیدر

بابک خرمی کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ مامون الرشید کے ہر ایک سپہ سالار کو جو اس کے مقابلہ پر گیا۔ بابک نے شکست دی اور کسی سے زیر نہ ہوا۔ شہر بَذ کو اس نے اپنا مستقر بنا رکھا تھا اور اردگرد کے تمام علاقہ پر اس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ قرب وجوار کے عُمّال و رؤسا سب اس سے ڈرتے اور اس کی خوشنودی کے لئے اس کے آدمیوں کی خاطر مدارات کرتے رہتے تھے۔ خلیفہ معتصم نے ابوسعید محمد بن یوسف کو بابک کی سرکوبی پر مامور کیا۔ ابوسعید نے اول اردبیل وآذربائیجان کے درمیان اُن تمام قلعوں کی مرمت کرائی جو بابک نے خراب ومسمار کردیئے تھے پھر سامانِ رسد اور آلاتِ حرب کی فراہمی کے بعد بابک کی طرف بڑھنے کی تیاری کی بابک خرمی کے ایک دستۂ فوج نے انھیں بلاد میں سے کسی ایک مقام پر شب خون مارا۔

ابوسعید کو اس شب خون کا حال معلوم ہوا تو وہ فوراً اپنی فوج لے کر تعاقب میں روانہ ہوگیا اور بابک کی اس فوج کے قریب پہنچ کر معرکہ آرا ہوا۔ اس لڑائی میں بابک کی فوج کو شکست ہوئی بہت سے آدمی اُس کے ابوسعید نے گرفتار اور بہت سے قتل کئے اور وہ تمام سامان جو شب خون مار کر لے گئے تھے چھین لیا۔ یہ پہلی ہزیمت تھی جو بابک خرمی کی فوج کو حاصل ہوئی۔ اس شکست کا یہ اثر ہوا کہ بعض سردار جو بابک کے خوف سے اُس کی

حمایت کا دم بھرتے تھے مگر بدل اُس سے ناراض تھے۔ لشکرِ اسلام کی ہمدردی پر آمادہ ہو گئے۔ بابک خرمی کا ایک سپہ سالار عصمت نامی علاقہ آذر بائیجان کے ایک قلعہ دار محمد بن بعیث کے قلعہ میں آکر ٹھہرا محمد بن بعیث نے حسب معمول اُس کی ضیافت اور اُس کے ہمراہیوں کے قیام و طعام کا انتظام کیا اور عصمت کو حسب معمول عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا اور رات کے وقت عصمت کو گرفتار کر کے خلیفہ معتصم کی خدمت میں روانہ کر دیا اور اُس کے ہمراہیوں کو تیغ کے گھاٹ اُتار دیا خلیفہ معتصم نے عصمت سے بابک کے شہروں اور قلعوں کے اسرار دریافت کئے عصمت نے بامید رہائی تمام اسرار معتصم کو بتا دیئے معتصم نے عصمت کو تو قید کر دیا اور بابک کے مقابلے پر کسی بڑے اور زبردست سپہ سالار کو بھیجنا ضروری سمجھا کہ اس فتنہ کا کلی استیصال ہو سکے۔

معتصم کے سپہ سالاروں میں حیدر بن کاؤس نامی سب سے بڑا سپہ سالار تھا۔ یہ اشروسنہ کے بادشاہ کا بیٹا تھا جس کا خاندانی لقب افشین تھا۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا اور حیدر اس کا اسلامی نام رکھا گیا تھا۔ اس لئے یہ افشین حیدر کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ تمام لشکر فراغنہ یعنی ترکی فوج کا سپہ سالار اعظم تھا۔ یہ مامون الرشید کے عہد خلافت میں معتصم کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر معتصم کی خدمت میں رہتا تھا۔ معتصم نے اپنی گورنری شام و مصر کے زمانے میں افشین حیدر سے فوجی خدمات لی تھیں اور اُس کو جوہر قابل پایا تھا۔ لہٰذا اب تختِ خلافت پر بیٹھ کر اُس نے لشکر فراغنہ کو مرتب کیا۔ تو افشین حیدر، ایتاخ اشناس۔ عجیب۔ وصیف۔ بغا کبیر وغیرہ کو جو سب ترک تھے اس ترکی لشکر کی سرداریاں عطا کیں۔ افشین حیدر کو سپہ سالار اعظم بنایا۔

ان سب سرداروں کے لئے سامرا میں محلات تعمیر کرائے۔ خلیفہ معتصم نے بابک کی قوت اور اُس ملک کے پہاڑوں کی دُشوار گذاری کا اندازہ کر کے افشین حیدر کو اُس طرف روانہ کیا اُس کی ماتحتی میں علاوہ ترکی فوجوں کے خراسانی اور عربی فوجوں کے دستے بھی بھیجے گئے۔ ایک معقول تعداد عام مجاہدین کی بھی بغرض جہاد روانہ ہوئی۔ افشین نے وہاں پہنچ کر نہایت ہوشیاری اور قابلیت کے ساتھ سلسلۂ جنگ شروع کیا۔ معتصم نے افشین کو اس سازوسامان اور لاؤلشکر کے ساتھ روانہ کرکے بعد میں ایتاخ کو اور تازہ دم فوج دے کر بطورِ کمکی روانہ کیا۔ چند روز کے بعد بغا کبیر کو سامان حرب اور ضروری سامان کے ساتھ روانہ کیا۔ فوج کے تمام مصارف۔ سامان رسد اور ہر قسم کی ضروریات کے علاوہ دس ہزار درہم روزانہ افشین کے مقرر تھے یعنی ایام خاصرہ اور ایام جنگ میں روزانہ دس ہزار درہم

اور جن ایام میں محاصرہ و جنگ نہ ہو اور افشین اپنے خیمہ میں رہے اس روز پانچ ہزار درم افشین کو خزانہ خلافت سے علاوہ تنخواہ و وظیفہ کے اس جنگ بابک میں دیئے جاتے تھے۔ جنگ بابک کا سلسلہ تقریباً ڈیڑھ سال تک جاری رہا۔

افشین اردبیل پہنچ کر ایک جنگی چوکی قائم کر کے پھر آگے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اسی طرح چوکیاں قائم کرتا گیا تاکہ سامان رسد کے پہنچنے خطوط و پیغامات کے آنے جانے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو پھر ان پہاڑوں میں جو بابک کے تصرف میں تھے اور ان کی حفاظت کر رہے تھے داخل ہو کر فوجوں کو مناسب مقامات پر تقسیم کر کے کہیں جھنڈیوں کے ذریعہ کہیں قاصدوں کے ذریعہ ایک دوسرے کی نقل و حرکت سے باخبر رہنے کا بندوبست کر کے بابک کی فوج کو ہٹاتے اور قلعہ بذ کی طرف پسپا کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ شب خون اور کمین گاہوں کا بڑا اندیشہ تھا اس کا بھی افشین نے کافی خیال رکھا۔ آب و ہوا اور موسم سرما کی شدت نے عربی و عراقی لوگوں کو زیادہ خراسانیوں اور ترکوں کو کسی قدر کم ستایا۔

جعفر بن دینار خیاط رضا کاروں اور مجاہدوں کا سپہ سالار تھا اس نے اور بغا آتیخ نے خوب خوب دادِ جواں مردی دی بابک اور اس کے سپہ سالاروں آذین و طرہ خان وغیرہ نے بھی قابلیت جنگ جوئی خوب دکھائی۔ ابو سعید جو افشین کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں بابک کی فوجوں سے برسر مقابلہ تھا معہ اپنے ہمراہیوں کے افشین کی ماتحتی میں کام کرنے لگا تھا۔ اس طویل سلسلۂ جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بابک خورمی مغلوب و مجبور ہو کر گرفتار ہوا اور خلیفہ معتصم کی خدمت میں سامرہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ بابک اور اس کے بھائی معاویہ کی گرفتاری ماہ شوال ۲۲۲ھ کو عمل میں آئی اور افشین ماہ صفر ۲۲۳ھ میں سامرہ واپس پہنچا۔ خلیفہ معتصم نے فتح اور بابک کی گرفتاری کا حال سن کر حکم جاری کر دیا کہ ہر منزل پر مقام برزند (آذربائیجان) سے سامرہ تک افشین کے لئے خلیفہ کی طرف سے ایک خلعت اور ایک گھوڑا معہ ساز و براق پیش کیا جائے اور اس کا استقبال شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ ہو۔ جب افشین دارالخلافہ سامرہ کے قریب پہنچا تو معتصم نے اپنے بیٹے واثق کو شہر سے باہر استقبال کے لئے بھیجا۔

جب خلیفہ کے سامنے دربار میں حاضر ہوا تو کرسئ زر پر بٹھا کر اس کے سر پر تاج رکھا گیا۔ نہایت قیمتی خلعت اور بیس لاکھ درم بطور انعام اس کو دیئے گئے۔ دس لاکھ درم اس کے

علاوہ اُس کی فوج میں تقسیم کرنے کے لئے عطا ہوئے۔ بابک کو خلیفہ معتصم کے حکم سے سامرہ میں قتل کیا گیا اور اُس کے بھائی کو بغداد میں بھیج دیا گیا وہ وہاں قتل ہوا۔ دونوں کی لاشوں کو صلیب پر لٹکا یا گیا۔ بابک کا دور دورہ تقریباً بیس سال تک رہا اس عرصے میں اُس نے ایک لاکھ پچپن ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ سات ہزار چھ سو مسلمان عورت و مرد اُس کی قید سے چھڑائے گئے بابک کے اہل و عیال سے سترہ مرد اور تیس عورتیں افشین نے گرفتار کیں۔

فتح عموریہ اور جنگ روم

بابک خورمی جب اسلامی لشکر کے محاصرہ میں آکر بہت تنگ اور مجبور ہوا تو اُس نے ایک خط نوفل بن میکائیل قیصر روم کے نام روانہ کیا۔ اُس میں لکھا کہ "معتصم نے اپنی تمام و کمال فوجیں میرے مقابلہ پر روانہ کر دی ہیں۔ بغداد و سامرہ اور تمام صوبے اس وقت فوجوں سے خالی ہیں اور تمام سردارانِ لشکر میرے مقابلہ میں مصروفِ پیکار ہیں۔ آپ کو اس سے بہتر کوئی دوسرا موقعہ نہیں مل سکتا۔ آپ اس موقع کو ہاتھ سے نہ دیں اور اسلامی علاقہ کو فتح کرتے ہوئے بغداد تک چلے جائیں"۔ بابک کا مدعا یہ تھا کہ اگر قیصرِ روم نے حملہ کر دیا تو اسلامی فوج کے دو طرف تقسیم ہونے سے میرے اوپر کا دباؤ کم ہو جائے گا۔ قیصر اس خط کو پڑھ کر ایک لاکھ فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مگر اُس وقت بابک کی جنگ کا خاتمہ ہو چکا تھا اور اسلامی لشکر پوری طاقت سے اُس کے سدراہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ نوفل نے سب سے پہلے زبطرہ پر شب خون مارا اور وہاں کے مردوں کو جو مقابلے پر آئے قتل کر ڈالا اور عورتوں بچوں کو گرفتار کر کے لے گیا۔ اس کے بعد ملطیہ کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں بھی یہی طرزِ عمل اختیار کیا۔

معتصم کے پاس ۲۹ ربیع الثانی ۲۲۳ھ کو زبطرہ اور ملطیہ کے مفتوح و برباد ہونے کی خبر پہنچی۔ اس خبر کو بیان کرنے والے نے یہ بھی کہا کہ ایک ہاشمیہ عورت کو رومی گشاں گشاں لئے جاتے تھے اور وہ معتصم معتصم پکارتی جاتی تھی یہ سنتے ہی معتصم لبیک لبیک کہتا ہوا تختِ خلافت سے اُٹھ کھڑا ہوا اور فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر کوچ کا نقارہ بجوا دیا۔ لشکر اور سردارانِ لشکر آ آ کر شامل ہوتے گئے۔ تمام شاہی لشکر اور مجاہدین کا ایک گروہ کثیر معتصم

کے ہمراہ رکاب تھا۔ معتصم نے عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی کو تیز رو سواروں کے دستے دے کر آگے روانہ کر دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو زبطرہ پہنچ کر وہاں کے لوگوں کو اطمینان دلائیں اور رومیوں کو مار بھگائیں یہ دونوں سردار زبطرہ میں پہنچے تو رومی ان کے پہنچنے سے پہلے ہی فرار ہو چکے تھے۔

ان کے بعد خلیفہ معتصم بھی مع لشکر پہنچ گیا۔ وہاں خلیفہ نے معلوم کیا کہ رومیوں کا سب سے زیادہ مشہور و مضبوط اور اہم شہر کونسا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ آج کل شہر عموریہ سے زیادہ مضبوط و مستحکم قلعہ و شہر دوسرا نہیں ہے اور وہ اس لئے بھی زیادہ اہم شہر ہے کہ قیصر روم توفل کی جائے پیدائش ہے۔ معتصم نے کہا کہ زبطرہ میری جائے پیدائش ہے اس کو قیصر نے غارت کیا ہے تو میں اس کے جواب میں اس کی جائے پیدائش یعنی عموریہ کو برباد کروں گا۔ چنانچہ اس نے اس قدر آلاتِ جنگ اور سامانِ حرب فراہم کیا کہ اس سے پہلے کبھی فراہم نہ ہوا تھا۔ پھر اس نے مقدمۃ الجیش کی افسری اشناس کو دی۔ محمد بن ابراہیم بن مصعب کو اس کا کمکی مقرر کیا۔ میمنہ پر ایتاخ کو اور میسرہ پہ جعفر بن دینار خیاط کو مقرر کیا۔ قلب کی افسری عجیف بن عنبسہ کو دی۔ اس انتظام کے بعد بلادِ روم میں داخل ہوا ان تمام افواج کی اعلیٰ سپہ سالاری عجیف بن عنبسہ کو سپرد کی۔ مقام سلوقیہ پہنچ کر نہر سن کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے یہ مقام طرطوس سے ایک دن کی مسافت کے فاصلہ پر تھا۔

یہاں یہ بات بھی ذکر کے قابل ہے کہ خلیفہ معتصم باللہ نے افشین کو ارمینیا و آذربائیجان کا گورنر بنا کر ارمینیا کی جانب بھیج دیا تھا۔ افشین ارمینیا سے اپنا لشکر لے کر بلادِ روم میں داخل ہوا۔ لشکر اسلام کے ایک دستے نے آگے بڑھ کر مقام انگورہ کو فتح کیا اور وہاں سے غلہ کا بہت بڑا ذخیرہ ان کے ہاتھ آیا۔ جس کی مسلمانوں کو سخت ضرورت تھی۔ قیصر روم نے لشکر اسلام کے آنے کی خبر سن کر مقام انگورہ پر ہی مقابلہ کرنا چاہا تھا اور یہیں ہر قسم کا سامان و غلہ فراہم تھا۔ لیکن یہاں کی متعینہ فوج میں اور اس کے افسریں اتفاقاً ناچاقی ہوئی اور فوج ناراض ہو کر پیچھے واپس چلی گئی۔ اس عرصہ میں قیصر خود سرحد ارمینیا کی طرف افشین کو روکنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ وہاں سے شکست کھا کر انگورہ کی طرف لوٹا تو یہاں مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا اس حالت میں وہ مجبوراً عموریہ کی طرف متوجہ ہوا اور وہیں ہر قسم کی تیاری اور معرکہ آرائی کا سامان فراہم کیا۔ چاروں طرف سے فوجوں کو فراہم کر کے ہر قسم کے آلاتِ حرب و سامانِ جنگ کی

فراہمی میں مصروف ہوگیا۔ ادھر خلیفہ معتصم نے انگورہ میں قیام کرکے افشین کا انتظار کیا یہیں افشین نے حاضر ہوکر خلیفہ کی ہم رکابی کا فخر حاصل کیا۔

ماہِ شعبان ۲۲۳ھ کی آخری تاریخوں میں خلیفہ معتصم نے معہ فوج مقام انگورہ سے کوچ کیا۔ یہاں سے بقصدِ جنگ روانہ ہوا تو افشین کو میمنہ پر۔ اشناس کو میسرہ پر مامور کیا اور خود قلب میں رہا۔ غرض لشکرِ اسلام نے آگے بڑھ کر شہر عموریہ کا محاصرہ کر لیا اور مورچے قائم کرکے ساباط اور دبابوں کے ذریعہ فصیل کی طرف بڑھنا شروع کیا غرض ۶ رماہِ رمضان ۲۲۳ھ سے آخر شوال ۲۲۳ھ تک یعنی ۵۵ روز عموریہ کا محاصرہ رہا۔ بالآخر مسلمانوں نے عموریہ کو فتح کرکے وہاں کے لوگوں کو گرفتار وقتل کیا۔ مالِ غنیمت کو معتصم نے پانچ روز تک فروخت کرایا پھر جو باقی بچا سب کو جلادیا۔ پھر فوج کو حکم دیا کہ عموریہ کو مسمار کرکے زمین کی برابر کردو۔ چنانچہ فوج نے اس کام کو انجام دے کر عموریہ کو برباد کردیا۔ قیصر نوفل بھاگ کر قسطنطنیہ چلا گیا اور خلیفہ معتصم نے قیدیوں کو اپنے سپہ سالاروں میں تقسیم کرکے طرطوس کی جانب کوچ کیا۔

عباس بن مامون کا قتل

عجیف و افشین دونوں سپہ سالاروں میں رقابت تھی۔ خلیفہ معتصم عجیف کے کاموں پر اکثر نکتہ چینی کیا کرتا تھا اور افشین کے مقابلہ میں اس کی بے قدری و بے عزتی ہوتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عجیف کی وفاداری میں فرق آگیا اور وہ خلیفہ معتصم کے خلاف منصوبے گانٹھنے لگا۔ چنانچہ بلادِ روم پر چڑھائی کے وقت اس نے عباس بن مامون سے جو اس سفر میں ساتھ تھا۔ کہا کہ آپ نے بڑی غلطی کی کہ معتصم کے ہاتھ پر بیعت کی اگر آپ خود خلیفہ بننے کی خواہش کرتے تو تمام سردارانِ فوج آپ کی حمایت پر آمادہ تھے۔ عباس کو اس تحریک و ترغیب سے کچھ خیال پیدا ہوا اور عجیف نے اسی قسم کے تذکرے بار بار کرکے عباس کو خروج پر آمادہ کر لیا۔ تجویز یہ ہوئی کہ پوشیدہ طور پر اول سردارانِ لشکر کو ہم خیال بنایا جائے اور پھر یک وقت معتصم، افشین اور اشناس کو قتل کرکے عباس کی خلافت کا اعلان کردیا جائے۔ اس تجویز پر کاربند ہوکر اول بہت سے لشکر کو عباس کی خلافت پر آمادہ کرلیا گیا۔ مگر فتح عموریہ کے بعد وہاں سے واپس ہوتے ہوئے راستے میں معتصم کو اس سازش کا حال معلوم ہوگیا۔

معتصم نے اوّل عباس کو بلا کر قید کر لیا اور افشین کے سپرد کر دیا۔ پھر مشار بن سہل عمر فرغانی اور عجیف کو بھی یکے بعد دیگرے گرفتار کر کے قید کر لیا۔ اوّل مشار بن سہل کو قتل کیا پھر مقام بنج میں پہنچ کر عباس بن مامون کو ایک بورہ میں بھر کر سی دیا۔ اسی حالت میں دم گھُٹ کر وہ مر گیا۔ پھر مقام نصیبین میں پہنچ کر ایک گڑھا کھدوایا اور عمر فرغانی کو اُس میں زندہ دفن کر دیا۔ پھر موصل میں پہنچ کر عجیف کو بھی ایک بورہ میں بھر کر سی دیا جس سے دم گھُٹ کر وہ مر گیا۔ سامرہ میں داخل ہو کر خلیفہ مامون الرشید کی بقیہ اولاد کو گرفتار کرا کر سب کو ایک مکان میں قید کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ سب وہیں مر گئے۔ غرض اس سفر میں خلیفہ معتصم نے چُن چُن کر ہر ایک اُس شخص کو جس پر ذرا بھی بغاوت کا شبہ ہوا قتل کر کے قصہ پاک کیا۔

بغاوت طبرستان

مازیار بن قارن رئیس طبرستان عبداللہ بن طاہر گورنر خراسان کا ماتحت اور خراج گذار تھا اُس کے اور عبداللہ بن طاہر کے درمیان کسی بات پر ناراضی پیدا ہوئی مازیار نے کہا کہ میں براہِ راست خراج دارالخلافہ میں بھیج دیا کروں گا۔ لیکن عبداللہ بن طاہر کو ادا نہ کروں گا۔ عبداللہ بن طاہر اس بات کو اپنے وقارِ گورنری کے خلاف سمجھ کر ناپسند کرتا تھا چند روز تک یہی جھگڑا رہا اور مازیار خراج براہِ راست دارالخلافہ میں بھیجتا اور وہاں سے عبداللہ بن طاہر کے وکیل کو وصول ہوتا رہا۔

جنگ بابک کے زمانے میں افشین کو آزادانہ خرچ کرنے کا اختیار تھا اور اُس کے پاس برابر معتصم ہر قسم کا سامان اور روپیہ بھجواتا رہتا تھا۔ افشین اپنی فوج کے لئے نہایت کفایت شعاری کے ساتھ سامان اور روپیہ خرچ کرتا تھا۔ باقی تمام روپیہ اور سامان اپنے وطن اشروسنہ (علاقہ ترکستان) کو روانہ کر دیتا تھا۔

یہ سامان جو آذربائیجان سے بھیجا جاتا تھا خراسان میں ہو کر گذرتا تھا۔ عبداللہ بن طاہر کو جب یہ معلوم ہوا کہ افشین برابر اپنے وطن کو سامانِ رسد، سامانِ حرب اور روپیہ بھجوا رہا ہے تو اُس کو شبہ پیدا ہوا۔ اُس نے ان سامان لے جانے والوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور تمام سامان و روپیہ چھین کر اپنے قبضے میں رکھا اور افشین کو لکھ بھیجا کہ آپ کے لشکر سے کچھ لوگ

اس قدر سامان لئے ہوئے جارہے تھے۔ میں نے اُن کو گرفتار کر کے قید کر دیا ہے اور سامان اپنی فوج میں تقسیم کر دیا ہے کیونکہ میں تُرکستان پر چڑھائی کی تیاری کر رہا ہوں۔ اگرچہ ان لوگوں نے یہ کہا کہ ہم چور نہیں ہیں اور اپنے آپ کو آپ کا فرستادہ بتایا۔ لیکن اُن کا یہ بیان قطعاً غلط اور جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ چور نہ ہوتے اور آپ کے بھیجے ہوئے ہوتے تو آپ مجھ کو ضرور اطلاع دیتے۔ اس خط کو دیکھ کر افشین بہت شرمندہ ہوا اور عبداللہ بن طاہر کو لکھا کہ وہ لوگ چور نہیں ہیں بلکہ میرے ہی فرستادہ تھے۔ عبداللہ بن طاہر نے افشین کے اس خط کو دیکھ کر اُن لوگوں کو چھوڑ دیا۔ مگر سامان جو اُن سے چھینا تھا وہ نہیں دیا۔

اس امر کی ایک خفیہ رپورٹ عبداللہ بن طاہر نے خلیفہ معتصم کے پاس بھی بھیج دی جس پر بظاہر خلیفہ معتصم نے کوئی التفات نہیں کیا۔ حقیقت یہ تھی کہ افشین اپنی ریاست و سلطنت اشروسنہ میں قائم کرنا چاہتا تھا اور اسی لئے وہ پیشتر سے تیاری کر رہا تھا۔ جب افشین جنگ بابک سے فارغ ہو کر سامرا میں واپس آیا تو اس کو توقع تھی کہ خلیفہ معتصم مجھ کو خراسان کی گورنری عطا کرے گا اور اس طرح مجھ کو بخوبی موقعہ مل جائے گا کہ میں اپنی حکومت و سلطنت کے لئے بخوبی تیاری کر سکوں لیکن خلیفہ معتصم نے اُس کو ارمینیا و آذربائیجان کی حکومت پر مامور کیا اور اُمیدِ خراسان کا خون ہو گیا۔

اس کے بعد ہی جنگ روم پیش آگئی افشین کو اس لڑائی میں بھی شریک ہونا پڑا مگر اس جنگ میں معتصم خود موجود تھا اور اُس نے ابتدا میں اگر کسی کو سپہ سالار اعظم بنایا تھا تو وہ عجیف تھا جو اپنے آپ کو افشین کا مدِّ مقابل اور رقیب سمجھتا تھا۔ عجیف کا جو انجام ہوا وہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اب افشین نے ایک اور تدبیر سوچی وہ یہ کہ مازیار حاکم طبرستان کو پوشیدہ طور پر ایک خط بھیجا اور عبداللہ بن طاہر کے مقابلے پر اُبھارا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا۔

> "دین زردشتی کا کوئی ناصر و مددگار میرے اور تمھارے سوا نہیں ہے بابک بھی اسی دین کی حمایت میں کوشاں تھا۔ لیکن وہ محض اپنی حماقت کی وجہ سے ہلاک و برباد ہوا۔ اور اُس نے میری نصیحتوں پر مطلق توجہ نہ کی۔ اس وقت بھی ایک زرّیں موقعہ حاصل ہے وہ یہ کہ تم علمِ مخالفت بلند کر دو۔ یہ لوگ تمھارے مقابلے کے لئے میرے سوا یقیناً کسی دوسرے کو مامور نہ

کریں گے۔اس وقت میرے پاس سب سے زیادہ طاقتور اور زبردست فوج ہے میں تم سے سازش کرلوں گا اور ہم دونوں متفق ہو جائیں گے اس کے بعد ہمارے مقابلے پر مغاربہ۔عرب اور خراسانیوں کے سوا اور کوئی نہ آئے گا۔مغاربہ کی تعداد بہت ہی قلیل ہے ان کے مقابلہ کے لئے ہماری فوج کا ایک معمولی دستہ کافی ہوگا۔عربوں کی حالت یہ ہے کہ ایک لقمہ ان کو دے دو اور خوب پتھروں سے ان کا سر کچلو خراسانیوں کا جوش دودھ کے ابال سے آٹھا اور فرو ہو گیا تھوڑے سے مقابلے میں ان کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔تم اگر ذرا ہمت کرو تو وہی دین مذہب جو ملوک عجم کے زمانے میں تھا پھر قائم و جاری ہو سکتا ہے۔"

مآزیار اس خط کو پڑھ کر خوش ہوا اور اُس نے علم بغاوت بلند کر دیا۔رعایا سے ایک سال کا پیشگی خراج وصول کر کے سامانِ حرب کی فراہمی اور قلعوں کی مرمت و درستی سے فارغ ہو کر بڑی سے بڑی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو بیٹھا عبداللہ بن طاہر کو جب مآزیار کی بغاوت وسرکشی کا حال معلوم ہوا تو اُس نے اپنے چچا حسن بن حسین کو ایک لشکر کے ساتھ اُس طرف روانہ کیا۔ادھر معتصم کو اس بغاوت کا حال معلوم ہوا تو اُس نے دارالخلافہ اور دوسرے مقامات سے عبداللہ بن طاہر کی امداد کے لئے فوجوں کی روانگی کا حکم صادر کیا مگر افشین کو اُس طرف جانے کا حکم نہیں دیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ مآزیار گرفتار ہو کر عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں پیش کیا گیا۔عبداللہ بن طاہر نے اُس کو معتصم کی خدمت میں روانہ کر دیا اور معتصم نے اُس کو جیل خانے بھیج دیا۔حسن بن حسین نے جب مآزیار کو گرفتار کیا تو اتفاق سے افشین کا مذکورہ خط اور اس کے علاوہ اسی مضمون کے اور بھی خطوط جو افشین نے مآزیار کے پاس بھیجے تھے مآزیار کے پاس سے برآمد ہوئے۔عبداللہ بن طاہر نے یہ خطوط بھی خلیفہ معتصم کے پاس بھیج دیئے۔مگر خلیفہ معتصم نے ان خطوط کو لے کر اپنے پاس بحفاظت رکھ لیا اور بظاہر کوئی التفات اس طرف نہیں کیا۔یہ واقعہ ۲۲۴ھ کا ہے۔

بغاوتِ کردستان

اُدھر طبرستان کی بغاوت ابھی فرو نہ ہونے پائی تھی کہ نواح موصل میں جعفر بن فہر نامی

ایک کُرو نے کردوں کا ایک گروہ کثیر اپنے گرد جمع کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس صوبہ کی سرحد اگرچہ صوبہ آذر بائیجان وار مینیا سے ملتی تھی مگر معتصم نے عبداللہ بن سید بن انس کو جعفر کی سرکوبی پر مامور کیا۔ اور افشین کو اس مہم پر نہیں بھیجا۔ عبداللہ بن سید نے پہنچ کر صف آرائی شروع کی ان لڑائیوں کا سلسلہ ۲۲۴ھ کے ختم ہونے پر بھی ختم نہ ہوا آخر معتصم نے اپنے ایک سپہ سالار ایتاخ کو نہایت زبردست لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور جعفر بن فہر لڑائی میں مارا گیا۔ اُس کے ہمراہی گرفتار و مقتول ہوئے۔ یہ بغاوت بھی غالباً افشین کے اشارے سے ظہور میں آئی جو ۲۲۵ھ میں ختم ہوئی۔

بغاوت ارمینیا و آذربائیجان

افشین اپنے ایک رشتہ دار کو جس کا نام منکجور تھا اپنا قائم مقام بنا کر اور آذربائیجان کی حکومت سپرد کر کے خود دار الخلافہ میں سکونت پذیر تھا۔ منکجور کو آذربائیجان کے کسی قصبہ میں بابک خرمی کا بہت سا خزانہ مل گیا۔ منکجور نے اس کی اطلاع خلیفہ کو نہیں کی اور خود اپنا قبضہ کر لیا۔ معتصم کے پرچہ نویس نے اس کی اطلاع معتصم کو دی منکجور کو اس کا حال معلوم ہوا تو وہ پرچہ نویس کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ پرچہ نویس نے باشندگانِ اردبیل سے پناہ طلب کی۔ اہلِ اردبیل نے منکجور کو اس حرکت سے باز رکھنا چاہا تو وہ اُن کے بھی درپئے قتل ہو گیا۔ معتصم کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے منکجور کی معزولی کا فرمان افشین کے پاس بھیج دیا اور بغا کبیر کو بجائے منکجور کے معہ فوج آذربائیجان کی طرف روانہ کر دیا۔ منکجور یہ سُن کر کہ میں معزول ہو گیا ہوں اور میری بجائے بغا کبیر آ رہا ہے، بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ اردبیل سے نکل کر معرکہ آرا ہوا۔ اس لڑائی میں منکجور کو شکست ہوئی اور بغا نے آگے بڑھ کر اردبیل پر قبضہ کیا۔ منکجور فرار ہو کر آذربائیجان کے کسی ایک قلعہ میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا۔ قریباً ایک مہینہ قلعہ بند رہا آخر اُس کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے بحالتِ غفلت اُس کو گرفتار کر کے بغا کبیر کے سپرد کر دیا۔ بغا کبیر اُس کو لئے ہوئے سامرا میں واپس آیا۔ اور خلیفہ معتصم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ خلیفہ نے اُس کو جیل خانے بھجوا دیا۔

افشین کی ہلاکت

مندرجہ بالا واقعہ سے افشین کے متعلق خلیفہ معتصم کا شبہ اور بھی زیادہ یقین سے بدل گیا اور افشین کو بھی اس بات کا احساس ہو گیا کہ خلیفہ مجھ سے بدگمان ہو گیا ہے۔ چنانچہ افشین نے دارالخلافہ سے نکلنے اور بھاگ جانے کی تدبیریں سوچنی شروع کیں۔ اوّل اُس نے ارادہ کیا کہ میں خود اپنے صوبہ آذربائیجان و ارمینیا کی طرف جا کر وہاں سے بلاد خزر کی طرف ہوتا ہوا اپنے وطن اشروسنہ (ماوراء النہر) چلا جاؤں لیکن اس ارادے میں اس لئے کامیابی نہ ہوئی کہ خلیفہ معتصم نے منکجور کی جگہ خود اپنی طرف سے افشین کا قائم مقام تجویز کر کے بھیج دیا تھا اور افشین جانتا تھا کہ میں آذربائیجان میں محفوظ نہیں رہ سکتا۔

آخر اُس نے ارادہ کیا کہ میں خلیفہ اور تمام ارکین و سرداران سلطنت کی ضیافت کروں تمام دن ان لوگوں کو کھانے پینے میں مصروف رکھوں شام ہوتے ہی یہ سب لوگ دن بھر مصروف و مشغول رہنے کے سبب سو جائیں گے اور میں موقعہ پا کر شام ہی سے نکل جاؤں گا اور پھر کسی کے ہاتھ نہ آؤں گا۔ ابھی وہ کوئی مستقل رائے قائم نہ کرنے پایا تھا کہ اتفاقاً اُس کو اپنے رازدار خادم پر کسی وجہ سے غصہ آیا اور اُس کو سخت سُست کہا اُس خادم نے فوراً ایتاخ کے پاس آ کر افشین کے تمام ارادوں کی اطلاع کر دی، ایتاخ اسی وقت اُس خادم کو لے کر خلیفہ معتصم کے پاس آیا اور کہا کہ افشین فرار ہونے کی تیاری کر رہا ہے۔ معتصم نے اسی وقت افشین کو طلب کیا اور درباری لباس اُتروا کر قید خانہ میں بھجوا دیا۔ اور کسی قسم کی کوئی بیتابی ظاہر نہیں کی۔ اس کے بعد خلیفہ معتصم نے فوراً عبداللہ بن طاہر گورنر خراسان کو لکھا کہ تم فوراً افشین کے بیٹے حسن بن افشین کو جو ماوراء النہر کے علاقے کا والی اور اشروسنہ میں مقیم ہے گرفتار کر کے بھیج دو۔ حسن بن افشین اکثر نوح بن اسد والی بخارا کی شکایت کیا کرتا تھا۔

عبداللہ بن طاہر نے حسن بن افشین کو لکھا کہ ہم نے بخارا کی حکومت بھی تم کو سپرد کی تم بخارا میں جا کر اور ہمارا یہ حکم دکھا کر نوح بن اسد سے بخارا کی حکومت کا چارج لے لو۔ حسن بن افشین اس تحریر کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور فوراً بخارا کی طرف چل دیا۔ عبداللہ بن طاہر نے نوح بن اسد والی بخارا کو پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ ہم نے اس بہانے سے حسن بن افشین کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔ تم اُس کو بخارا میں داخل ہوتے ہی گرفتار کر لینا اور گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیج دینا۔ چنانچہ اس ترکیب سے

حسن بن افشین گرفتار ہو کر مرو میں عبداللہ طاہر کے پاس آیا۔

عبداللہ بن طاہر نے اُس کو معتصم کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ جب حسن بن افشین گرفتار ہو کر آگیا تو خلیفہ معتصم نے اپنے وزیر اعظم محمد بن عبدالملک۔ قاضی احمد بن ابی داؤد۔ اسحاق بن ابراہیم اور دوسرے ارکین سلطنت کی ایک جماعت مرتب کر کے حکم دیا کہ تم سب مل کر افشین کے معاملہ کی تحقیقات کرو اور وہ جس سزا کا مستحق ثابت ہو وہی سزا اُس کو دو۔ اگرچہ خلیفہ معتصم اپنے حکم سے اُسے فوراً قتل کرا سکتا تھا۔ لیکن اس میں اندیشہ تھا کہ کہیں درپردہ بعض سردار اُس کے شریک سازش نہ ہوں۔ لہٰذا اُس نے یہ نہایت ہی عاقلانہ روش اختیار کی، اس طرح افشین کے قتل پر فوج میں کسی قسم کا جوش معتصم کے خلاف پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

معتصم افشین کی بدنیتی سے خوب واقف ہو چکا تھا اور جنگ بابک کے دوران ہی میں اُس کو اس بات کی اطلاع ہو چکی تھی کہ افشین اپنے بیٹے کے پاس جس کو وہ پہلے سے اپنے وطن اشروسنہ کا عامل مقرر کرا چکا تھا۔ شاہی مال واسباب چُرا کر اور چھپا کر بھجوا رہا ہے لیکن اُس وقت افشین ایک ایسے دشمن کے مقابلے پر معرکہ آرا تھا۔ جو بیس سال سے مغلوب نہ ہو سکتا تھا۔ لہٰذا معتصم بالکل خاموش رہا۔ جنگِ بابک کی کامیابی کوئی معمولی کارنامہ نہ تھا۔ لہٰذا جنگ بابک کے بعد افشین کو انعام واکرام سے محروم رکھنا اور اُس کی بددیانتی کا مواخذہ کرنا خود معتصم کے لئے زہر ہلاہل کا حکم رکھتا تھا اور اُس کی بدنامی و قدردانی کی شہرت کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔ نیز یہ کہ افشین کی نسبت اصلاح کی بھی توقع تھی۔ مگر جب افشین کے خطوط اور طرزِ عمل نے اُس کی غداری کو ثابت کر دیا تو معتصم کے لئے یہی مناسب تھا جو اُس نے کیا۔

وزیر اعظم اور دوسرے سرداروں کی مجلس نے افشین کے مقدمہ کو بڑی احتیاط اور باقاعدگی کے ساتھ سننا اور تحقیق کرنا شروع کیا۔ قید خانے سے روزانہ افشین اس کچہری میں لایا جاتا اور اُس کی موجودگی میں گواہوں کے بیانات ثبوت کے کاغذات پیش کئے جاتے تھے۔ مازیار جو اب تک قید میں تھا افشین کے سامنے لایا گیا افشین کے خطوط افشین کو دکھائے اور سنائے گئے۔ افشین نے سب کا اقرار کیا اور مازیار نے بھی صاف صاف حقیقت بیان کر دی۔ پھر افشین کے متعلق وہ باتیں پیش ہوئیں جن سے اُس کا منافق ہونا ثابت ہوا۔ مثلاً اُس کا قرآن۔ مساجد، اور آئمہ مساجد کی بے حرمتی کرنا۔ زردشتی صحیفوں کی

روزانہ تلاوت کرنا اور اُن کو ہمہ اوقات اپنے ساتھ رکھنا۔ اسلام اور آنحضرت صلعم کی شان میں گستاخی کرنا اور بظاہر مسلمانوں میں شامل رہ کر نمازیں بھی ادا کرنا اور تمام شعائرِ اسلامی پر عامل رہنا۔ غرض نہایت پختہ قطعی اور یقینی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ افشین دل سے مسلمان نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور حکومتِ اسلامیہ کا تختہ اُلٹ کر مجوسی سلطنت قائم کرنے کی تدابیر میں مصروف و منہمک تھا۔ اس مقدمہ کی سماعت نہایت اطمینان کے ساتھ ختم ہوئی اور آخری فیصلہ یہ ہوا کہ مازیار کے چار سو دُرّے لگائے جائیں اور افشین کو سزائے موت دی جائے۔ چنانچہ مازیار چار سو دُرّے برداشت نہ کر سکا اور اسی سزا سے مرگیا۔ افشین کو سولی دے دی گئی اور اس کی لاش عبرت دلانے کے لئے منظرِ عام پر لٹکائی گئی۔ یہ واقعہ ماہِ شعبان ۲۲۶ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ افشین کی جگہ اسحٰق بن یحییٰ بن معاذ کو سپہ سالاری کی خدمت سپرد کی گئی۔

معتصم کی وفات

افشین کے خطرے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد خلیفہ معتصم باللہ نے اپنے ممالک مقبوضہ کی سرحدات کی جانب سے اطمینان حاصل کیا اور جب تحقیق ہوگیا کہ اب کسی قسم کا خطرہ بدامنی و بغاوت کا باقی نہیں رہا تو اس نے کہا کہ جب تک بنو اُمیہ بادشاہ اور خلیفہ رہے۔ ہم کو مطلق بادشاہی اور حکومت سے حصہ حاصل نہ ہوا۔ لیکن ہم کو خلافت حاصل ہوئی تو بنو اُمیہ کی حکومت و سلطنت پھر بھی اندلس میں قائم ہے لہٰذا اب مجھ کو دیارِ مغرب کی طرف فوج کشی کرکے اندلس کی حکومت بنو اُمیہ سے چھین لینی چاہیے۔ چنانچہ اُس نے اپنے خزانہ اور اخراجاتِ جنگ اور خرچ سفر کا اندازہ کرایا اور اندلس پر فوج کشی کی تیاری شروع کی۔ انھیں ایام میں خبر پہنچی کہ ابو حرب یمانی نے جو فلسطین میں سکونت پذیر تھا اور اپنے آپ کو بنو اُمیہ کے خاندان سے بتاتا تھا اپنے گرد ایک لاکھ آدمی جمع کرلئے ہیں۔ اور علمِ بغاوت بلند کرنا چاہتا ہے۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ ابو حرب جو فلسطین میں رہتا تھا۔ ایک روز کہیں باہر گیا ہوا تھا کہ ایک لشکری اُس کے مکان میں آ ترنے اور قیام کرنے پر آمادہ ہوا عورتوں نے اُس کو منع کیا لشکری نے عورتوں کو مارا اور زبردستی مکان کے مردانہ حصہ میں قیام کرلیا۔

ابو حرب جب باہر سے آیا اور لشکری کی اس زیادتی کا حال سُنا تو لشکری پر حملہ آور ہو کر اُسے قتل کر دیا اور خود حکام وقت کے خوف سے بھاگ کر علاقۂ اردن کے پہاڑوں میں چلا گیا۔ اپنے چہرہ پر ایک نقاب ڈال لی اور دیہاتیوں میں وعظ و پند کا سلسلہ جاری کیا۔ لوگ اُس کے معتقد ہو گئے۔ اُس نے اپنے وعظ و نصیحت میں خلیفہ وقت کے معائب بھی بیان کرنے شروع کر دیئے اس طرح ایک لاکھ آدمی اُس کے معتقد ہو کر اور اُس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر خلیفہ وقت کے خلاف جنگ کرنے پر مستعد ہو گئے۔ معتصم نے رجاء بن ایوب کو ایک ہزار سوار دے کر اس کی سرکوبی پر مامور کیا۔ لیکن رجاء بن ایوب نے ابو حرب کے ہمراہیوں کی کثرت سے مرعوب ہو کر لڑائی کے چھیڑنے میں تامل کیا اور اس بات کا انتظار کرنا مناسب سمجھا کہ کاشت کاری و زراعت کے کاموں کا زمانہ آجائے اور ابو حرب کے ہمراہی جو عموماً زراعت پیشہ لوگ ہیں اپنی کھیتوں کی طرف متوجہ ہو کر منتشر ہو جائیں تو پھر حملہ کروں۔ اسی حالت میں ۱۸ ربیع الاوّل ۲۲۷ھ کو خلیفہ معتصم باللہ نے وفات پائی اور بنو امیہ کے ساتھ زور آزمائی کا ارادہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ خلیفہ معتصم کے بعد اُس کا بیٹا واثق باللہ عباسی سریر آرائے خلافت ہوا۔ اور لوگوں نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتصم کے جنازے کی نماز واثق باللہ نے پڑھائی اور سامرا میں اُس کو دفن کیا۔

خلافت معتصم کی خصوصیات

خلیفہ معتصم چونکہ خود پڑھا لکھا آدمی نہ تھا۔ اس لئے اُس کے عہد خلافت میں وہ علمی سرگرمیاں جو ہارون و مامون کے زمانے میں زور شور سے شروع ہو کر ترقی پذیر تھیں۔ مدھم پڑ گئیں۔ معتصم کو فتوحات ملکی اور جنگ و پیکار کا زیادہ شوق تھا۔ اُس کے زمانے میں روم و بلاد خزر و ماوراء النہر و کابل و سیستان وغیرہ کی طرف خوب فتوحات حاصل ہوئیں۔ قیصر روم پر اُس نے ایسی کاری اور زبردست ضرب لگائی کہ اب تک مسلمانوں کی طرف سے ایسی ضرب نہیں لگائی گئی تھی جنگ روم اور فتح عموریہ میں معتصم نے تیس ہزار رومیوں کو قتل اور تیس ہزار کو گرفتار کر کے رومیوں کو بے حد خوف زدہ بنا دیا تھا۔ جتنے بادشاہ معتصم کے دروازے پر جمع ہوئے اس قدر کسی خلیفہ کے دروازے پر جمع نہ ہوئے تھے معتصم کو عمارت بنانے کا بھی شوق تھا۔ ایک ہزار دینار روزانہ اُس کے باورچی خانے کا خرچ تھا۔

معتصم کو ترکی غلاموں کے خریدنے اور اُن کی جمعیت بڑھانے کا خاص شوق تھا اُس نے اپنے خاص خاص ترکی غلاموں کو بڑی بڑی سپہ سالاریاں سپرد کر رکھی تھیں۔ اُس کے زمانے میں ترکوں نے بہت ترقی کی اور وہ بہت جلد شائستہ و ذی حوصلہ بن کر اولوالعزمی دکھانے لگے۔ بظاہر معتصم نے ترکی فوجوں کے بڑھانے اور ترکوں کو ترقی دینے میں خراسانیوں کا زور گھٹانا چاہا تھا جو اس سے پہلے عربوں کے زور کو گھٹا اور مٹا چکے تھے۔ لیکن بعد میں یہی ترک خلافت عباسیہ کی بربادی کا موجب ہوئے۔ معتصم سے یہ غلطی ہوئی کہ اُس نے ایک تیسری قوم کو زندہ وطاقتور بنایا حالانکہ اُس کو چاہیئے تھا کہ وہ عربوں کو کسی قدر سہارا دے کر پھر خراسانیوں کا مدمقابل بنا دیتا لیکن چونکہ اُس کے باپ دادا شروع ہی سے عربوں کو اپنا دشمن سمجھتے اور خراسانیوں کو قابلِ اعتماد سمجھ کر عربوں کو ناقابل اعتماد سمجھتے رہے تھے۔ لہٰذا اُس کو جراَت نہ ہوئی کہ وہ اپنے خاندان کی قدیمی راہ عمل کو بکلی درہم برہم کر دے۔

معتصم خراسانیوں کی بغاوتوں اور سازشوں کے حالات بھی سُن چکا تھا اور جانتا تھا کہ اُس کے باپ دادا کو کس طرح خراسانیوں کی سازش کا بار بار مقابلہ کرنا پڑا ہے نیز یہ بھی جانتا تھا کہ علویوں کو جو ہمارے قدیمی رقیب ہیں خراسانیوں اور عربوں دونوں میں رسوخ حاصل ہے اور دونوں سے وہ ہمارے خلاف قوت وامداد حاصل کر لیتے ہیں اس لئے معتصم نے اگر ایک تیسری قوم کو جس پر علویوں کا اثر نہ تھا طاقتور بنایا تو اُس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس تیسری قوم یعنی ترکوں کو ابھی تک اسلام سے بوجہ اپنی جہالت ووحشت کے کوئی اُنس اور قوی تعلق پیدا نہ ہوا تھا ترکوں کو اگرچہ مغلوب ومحکوم تو عرصۂ دراز سے بنایا جا چکا تھا۔ لیکن اُن میں اسلام کی اشاعت کما حقہٗ نہیں کی گئی تھی۔ جس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ترکوں کے علاقے پر جس کو ماوراء النہر کہا جاتا تھا۔ عموماً ترک سردار ہی باختیار رئیسوں کی طرح حکومت کرتے اور حکومتِ اسلامیہ کو خراج ادا کرتے تھے۔

ان نومسلم ترکوں نے یکایک ترقی کر کے جب دیکھا کہ خلافت اسلامیہ کی سب سے زبردست فوج ہم ہی ہیں تو وہ خلافتِ اسلامیہ کا تختہ اُلٹ دینے کے خواب دیکھنے لگے جیسا کہ افشین کے حالات سے ثابت ہے۔ خلیفہ معتصم اگرچہ جاہل تھا مگر عاقل تھا اُس نے ترکوں کو فوج میں بھرتی کرنے اور طاقتور بنانے کا جو طرزِ عمل اختیار کیا تھا اُس کی خرابی کو دور کرنے اور خطرات کو مٹا دینے کی اُس میں پوری قابلیت موجود تھی۔ اسی لئے اُس کے سامنے ترکوں کے ہاتھ سے حکومتِ اسلامیہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکا اگر اُس کے جانشین بھی اسی قابلیت کے ہوتے یا معتصم کو زیادہ مدت تک خلافت وحکومت کا موقعہ ملتا تو یہ خرابیاں جو بعد میں پیدا ہوئیں پیدا نہ ہو سکتیں۔

اگر سچ پوچھا جائے تو یہ سب وہمی اور خیالی باتیں ہیں اصل خرابی اور سب سے بڑی غلطی یہ تھی مسلمانوں میں حکومت اسلامیہ کے لئے وراثت کی لعنت کو تسلیم کرلیا گیا تھا اور باپ کے بعد بیٹے کا حق دار خلافت ہونا مانا جاتا تھا اس بدعت سیۂ نے اسلام اور مسلمانوں کو ہمیشہ سخت نقصان پہنچایا اور صدیقؓ و فاروقؓ کی سنت کے بھلا دینے نے مسلمانوں کو یہ دن دکھایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔۔۔ بہرحال معتصم کی خلافت کے زمانے سے ترکوں کا دور زندگی شروع ہوجاتا ہے۔

معتصم کو خلیفہ مثمن بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس کے ساتھ آٹھ کے عدد کو خصوصی تعلق تھا معتصم خلیفہ ہارون الرشید کی آٹھویں اولاد تھا وہ ۱۸۰ھ یا بقول دیگر ۱۷۸ھ میں پیدا ہوا ان دونوں سنوں میں آٹھ کا عدد موجود ہے وہ ۲۱۸ھ میں تخت نشین ہوا یہاں بھی آٹھ کا عدد موجود ہے۔ معتصم خلفاء عباسیہ میں آٹھواں خلیفہ ہے۔ اس نے ۴۸ سال کی عمر پائی۔ آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں چھوڑیں۔ اس کا طالع پیدائش برج عقرب تھا جو آٹھواں برج ہے۔ اس نے آٹھ برس آٹھ مہینے اور آٹھ دن خلافت کی۔ اس نے آٹھ قصر تعمیر کرائے۔ آٹھ بڑی بڑی لڑائیاں فتح کیں۔ آٹھ بادشاہ اس کے سامنے دربار میں حاضر کیے گئے۔ افشین، عجیف، عباس، بابک، مازیار وغیرہ آٹھ بڑے بڑے دشمنوں کو اس نے قتل کرایا۔ آٹھ لاکھ دینار۔ آٹھ لاکھ درہم آٹھ ہزار گھوڑے۔ آٹھ ہزار غلام۔ آٹھ ہزار لونڈیاں اس نے ترکہ میں چھوڑیں۔ ماہ ربیع الاول کے آٹھ دن باقی تھے کہ فوت ہوا۔

مسئلہ خلق قرآن کا خبط اس کو بھی مثل مامون الرشید کے تھا اور اس غیر ضروری مسئلہ کی طرف خصوصیت کے ساتھ متوجہ رہنے سے اکثر علماء کو اس کے ہاتھ سے تکلیفیں پہنچیں، یہ عیب اس میں نہ ہوتا تو اس کو خاندان عباسیہ کا سب سے بڑا خلیفہ کہا جا سکتا تھا۔ اس کے زمانے میں خلافت عباسیہ کی شوکت اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی تھی جس کے بعد اس میں زوال و اضمحلال کے علامات نمایاں ہوتے گئے۔

واثق باللہ

واثق باللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید بن مہدی بن منصور عباسی کی کنیت ابو جعفر یا ابوالقاسم تھی۔ اس کا اصل نام ہارون تھا۔ یہ مکہ کے راستے میں قراطیس نامی ام ولد کے پیٹ سے ۲۰ شعبان ۱۹۶ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اس کو اس کے باپ معتصم باللہ نے اپنا ولی عہد بنایا تھا معتصم

کی وفات کے بعد تختِ خلافت پر بیٹھا۔ یہ نہایت خوبصورت گوری چٹی رنگت کا آدمی تھا۔ داڑھی گھنی اور خوبصورت تھی۔ اس کی رنگت میں سفیدی کے ساتھ زردی بھی جھلکتی تھی۔ آنکھوں کی سفیدی میں سیاہ تل بھی نمودار تھا۔ یہ بہت بڑا شاعر اور ادیب تھا۔ عربی ادب میں وہ مامون کا ہم پلہ بلکہ اس سے بھی فائق تھا۔ مگر فلسفہ اور علومِ حکمیہ میں مامون سے کمتر تھا۔ اس نے مامون الرشید کی علمی مجلسیں دیکھی تھیں۔ اس کو علم و فضل کا شوق تھا اسی لیے اس کو مامون صغیر یا مامون ثانی کہتے تھے۔

واثق کو عربی اشعار اس قدر یاد تھے کہ خلفاء عباسیہ میں کسی کو اتنے اشعار یاد نہ تھے۔ اپنے باپ کی طرح کھانے پینے کا اس کو بھی بہت شوق تھا۔ بہت پرخور و خوش خور تھا۔ شاعروں اور ادیبوں کو بڑے بڑے انعام و صلے دیتا تھا۔ اہلِ علم کی قدر کرتا تھا اور ان کے ساتھ تعظیم و تکریم کا برتاؤ ضروری سمجھتا تھا۔ مگر خلقِ قرآن کے مسئلہ کے خبط اپنے باپ سے وراثت میں پایا تھا اور اس معاملہ میں یہاں تک غلو اختیار کیا تھا کہ اکثر بڑے بڑے علماء کو ثواب سمجھ کر اس نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

آخر عمر میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ مسئلہ خلقِ قرآن کے متعلق اس نے اپنی سرگرمی کم یا بالکل موقوف کر دی تھی۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن محمد ازدی جو امام ابوداؤد اور نسائی کے اُستاد تھے مسئلہ خلقِ قرآن کے متعلق مخالف عقیدہ رکھنے کے سبب گرفتار ہو کر آئے اور دربار میں پیش ہوئے وہاں قاضی احمد بن ابی داؤد سے جو معتصم کے زمانے سے دربار میں وزیرِ اعظم کی برابر مرتبہ رکھتے اور خلقِ قرآن کے قائل تھے ابو عبدالرحمٰن نے ان سے سوال کیا کہ تم پہلے مجھ کو یہ تو بتا دو کہ آنحضرت صلعم کو بھی اس کا علم تھا یا نہیں کہ قرآن مخلوق ہے۔

قاضی احمد نے کہا کہ ہاں آنحضرت صلعم کو اس کا علم تھا۔ ابو عبدالرحمٰن نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے لوگوں کو قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدہ کی تعلیم دی یا نہیں۔ قاضی احمد نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے تو اس کے متعلق کوئی حکم نہیں فرمایا۔

ابو عبدالرحمٰن نے کہا کہ جس عقیدہ کی آنحضرت صلعم نے لوگوں کو تعلیم نہیں دی اور باوجود علم رکھنے کے لوگوں کو اس کے ماننے پر مجبور نہیں کیا۔ تم اس کے متعلق لوگوں کی خاموشی کو کیوں کافی نہیں سمجھتے اور اُن کو کیوں اس کے ماننے اور اقرار کرنے پر مجبور کرتے ہو۔ یہ سنتے ہی واثق باللہ چونک پڑا اور دربار سے اُٹھ کر اپنی محل سرائے میں چلا گیا اور چارپائی پر لیٹ کر بار بار یہ کہتا رہا کہ " جس معاملے میں آنحضرت صلعم نے خاموشی اختیار کی ہم اس میں

سختی کر رہے ہیں"۔ پھر حکم دیا کہ ابو عبدالرحمٰن کو آزاد کر کے اُس کے وطن میں بہ آرام واپس پہنچا دو۔ اور تین سو دینار سُرخ بطور انعام دے دو۔

ابو حرب واہلِ دمشق

خلیفہ معتصم کے حالات میں اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ رجاء بن ایوب کو معتصم نے ابوحرب یمانی کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا تھا۔ رجاء بن ایوب نے کچھ دنوں انتظار کرنے کے بعد ابوحرب سے لڑائی کا سلسلہ جاری کیا۔ اسی اثنا میں معتصم باللہ نے وفات پائی اور واثق باللہ تخت نشین ہوا۔ وفاتِ معتصم کی خبر سنتے ہی اہلِ دمشق باغی ہو گئے انھوں نے اپنے امیر کو دارالامارت میں محصور کر لیا اور لشکر کی فراہمی و ترتیب میں مصروف ہو کر جمعیتِ کثیر فراہم کر لی۔

یہ خبر سنتے ہی واثق باللہ نے رجاء بن ایوب کے پاس حکم بھیجا کہ پہلے اہلِ دمشق کی خبر لو اُس وقت رجاء بن ایوب مقام رملہ میں ابوحرب کے مقابل معرکہ آرائی میں مصروف تھا۔ اس حکم کی تعمیل میں اُس نے بہت تھوڑی سی فوج ابوحرب کے مقابلہ پر چھوڑی اور باقی فوج کو لے کر دمشق کی جانب متوجہ ہوا۔ یہاں اہلِ دمشق نے مقابلہ کیا اور بڑی خوں ریز جنگ ہوئی۔ جس میں ڈیڑھ ہزار آدمی اہلِ دمشق کے اور تین سو آدمی رجاء کی فوج کے مقتول ہوئے اہلِ دمشق نے ہزیمت پاکر امن کی درخواست کی اور یہ بغاوت بالکل فرو ہو گئی۔ یہاں سے فارغ ہو کر رجاء رملہ کی جانب گیا اور ابوحرب کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ ابوحرب کے ہمراہیوں میں سے بیس ہزار آدمی ان لڑائیوں میں مقتول ہوئے تھے۔

اشناس کا عروج وزوال

خلیفہ واثق باللہ نے تخت نشین ہو کر اشناس کو جو ترکی غلام تھا اپنا نائب السلطنت بنا کر تمام ممالک محروسہ اسلامیہ کے سیاہ و سفید کا اختیار کامل دے دیا۔ وزیر اعظم محمد بن عبدالملک بن زیات جو معتصم کے زمانے سے وزیر اعظم چلا آتا تھا واثق کے زمانے میں بھی وزیر اعظم رہا۔ یہ عہدہ جو اشناس کو سپرد کیا گیا اس کا نام نائب السلطنت تھا جو واثق باللہ نے نیا ایجاد کیا تھا۔

نائب السلطنت خلیفہ کے تمام اختیارات کا استعمال کرتا اور وزیر اعظم کا اسی طرح

افسر و حاکم تھا جیسے خلیفہ۔ اب تک کسی خلیفہ نے ایسے وسیع اختیارات کسی دوسرے کو نہیں دیئے تھے۔ ترکوں کو اگرچہ افشین کے قتل سے ایک قسم کا نقصان وصدمہ پہنچا تھا۔ لیکن اُن کی فوجیں، پلٹنیں، رسالے بدستور موجود تھے۔ اُن کی قدر و منزلت بدستور موجود تھی۔ اب واثق باللہ کے تخت نشین ہونے پر اشناس کو جب حکومتِ اسلامیہ میں سیاہ سفید کے اختیارات کامل عطا ہوئے تو یوں سمجھنا چاہیے کہ تمام عالمِ اسلامی میں ترکوں ہی کی حکومت قائم ہوگئی۔ اشناس کو یہ حکومت زیادہ دنوں راس نہ آئی اور جلد ہی اُس کے اختیارات پر بھی حد بندی قائم ہوگئی۔ مگر یہ ایک ایسی نظیر قائم ہوئی جو بعد میں دولتِ عباسیہ کے زوال وبربادی کا باعث ہوئی۔

واثق باللہ چونکہ مجالسِ علمیہ کا بھی شوقین تھا اس لئے وہ علماء وارکین سلطنت کی مجلسوں میں بیٹھ کر گھنٹوں مذاکراتِ علمیہ اور روایاتِ قدیمہ سُناکرتا تھا۔ علماء چونکہ اکثر عربی النسل لوگ تھے اُنھوں نے ہارون الرشید کے زمانے کے واقعات بھی موقع پاکر سُنانے شروع کئے۔ برامکہ کے علمی ذوق اور سخاوت کی حکایتوں کے ساتھ ہی اُن کے اقتدار واختیار کے قصے اور پھر خاندانِ خلافت کے خلاف اُن کی سازشوں کی کیفیت اور بربادی کے تمام واقعات مناسب اور موزوں انداز میں واثق باللہ کے گوش گذار کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ واثق باللہ کی کچھ آنکھیں سی کھل گئیں اور اُس نے ترکی وخراسانی اُمرا کی نگرانی اور دیکھ بھال شروع کردی اکثر لوگوں پر غبن کے الزامات پایۂ ثبوت کو پہنچے اور واثق باللہ نے اُن سے جرمانے وصول کرنے شروع کردیئے۔ اسی سلسلہ میں اشناس ترکی کے اختیارات بھی محدود کردیئے گئے اور وہ سنہ ۲۳۰ھ میں فوت ہوگیا۔

اہلِ عرب کے وقار کا خاتمہ

اب تک برابر سلطنتِ عباسیہ اہلِ عرب کی سیادت وعزت کے کم کرنے میں مصروف رہی تھی اور عجمیوں کو برابر فروغ حاصل ہوتا رہا تھا تاہم ملکِ عرب کی گہوارۂ اسلام ہونے کے سبب ایک خاص عزت اور دینِ اسلام کے اولین خادم ہونے کی وجہ سے عربوں کا ایک خصوصی احترام ہر ایک قلب میں موجود تھا۔ خود خاندانِ خلافت ایک عربی خاندان تھا۔ اس لئے عجمیوں کو یہ خواہش کبھی نہ ہوئی تھی کہ ہم عربوں کو ذلیل کرنے کا موقع پائیں نہ خلفاء

نے اب تک خراسانی و ترکی سپاہیوں کے دستوں کو عربی قبائل کی سرکوبی کے لئے حجاز و یمن وغیرہ میں بھیجا تھا۔ بلکہ جب کبھی حجاز و یمن وغیرہ کے خالص عربی صوبوں کے انتظام کے لئے ضرورت پیش آتی تھی تو عربی یا عراقی یا شامی سپاہی بھیجے جاتے تھے۔

اس احتیاط اور اس التزام کا نتیجہ یہ تھا کہ عربوں کا گو وہ بہت ہی کمزور کر دیئے گئے تھے ایک احترام دلوں میں باقی تھا اور عربی وقار سے کسی کو انکار نہ تھا۔ اب خلیفہ واثق باللہ کے زمانے میں عربوں سے یہ چیز بھی چھن گئی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نواحِ مدینہ میں قبیلۂ بنو سلیم کی ایک بڑی تعداد رہتی تھی۔ انھوں نے بنو کنانہ پر حملہ کیا اور اُن کا مال و اسباب لوٹ لیا۔

اس قسم کی لوٹ مار کے واقعات عربوں میں اس وجہ سے شروع ہو گئے تھے کہ وہ اب مُلک گیریوں اور فوجی خدمتوں سے برطرف و معزول کر دیئے گئے تھے اور خلفاء عباسیہ نے اُن کو اپنی فوجوں سے بتدریج خارج کر دیا تھا۔ اس حالت میں عربوں کا جنگی جذبہ لُوٹ مار اور ڈاکہ زنی میں تبدیل ہونے لگا تھا۔ مدینہ کے عامل محمد بن صالح نے جب بنو سلیم کی اس زیادتی کا حال سُنا تو اُن کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی۔ اس فوج کو بھی بنو سلیم نے شکست فاش دے دی۔ اور مکہ و مدینہ کے درمیان تمام علاقے میں بدامنی پیدا ہوگئی اور قافلوں کی آمد و رفت بند ہوگئی۔ خلیفہ واثق باللہ کو جب ان حالات سے آگاہی ہوئی تو اُس نے بغا کبیر اپنے ایک تُرکی سپہ سالار کو ترکی فوج کے ساتھ اُس طرف روانہ کیا۔ بغا کبیر شعبان ۲۳۰ھ میں مدینہ منورہ پہنچا۔ بنو سلیم سے لڑائیاں ہوئیں۔ اُن کو شکست دی ایک ہزار بنو سلیم کو گرفتار کرکے مدینہ منورہ میں قید کر دیا اور بہت سوں کو قتل کیا۔

بغا کبیر قریباً چار مہینے تک معہ اپنی ترکی فوج کے مدینہ میں مقیم رہا اور عربی قبائل کو طرح طرح سے ذلیل و مغلوب و خوف زدہ کرتا رہا۔ حج سے فارغ ہو کر بغا کبیر نے بنو ہلال کی طرف توجہ کی اور اُن کو بھی بنو سلیم کی طرح سزائیں دیں اور تین سو آدمیوں کو گرفتار کرکے قید کر دیا۔ پھر بنو مرہ کی طرف متوجہ ہوا اور مقام فدک میں جا کر چالیس روز تک مقیم رہا اور فزارہ و بنو مرہ کے بہت سے آدمیوں کو گرفتار کرکے لایا اور مدینہ میں قید کیا۔ پھر بنو غفار ثعلبہ اور اشجع کے رؤسا کو طلب کرکے اُن سے اطاعت و فرماں برداری کے حلف لئے پھر بنو کلاب کے تین ہزار آدمیوں کو گرفتار کرکے دو ہزار کو رہا اور ایک ہزار کو قید کر دیا۔ پھر

یمامہ میں جاکر بنو نمیر کے پچاس آدمیوں کو قتل کیا اور چالیس کو قید کیا۔

اہلِ یمامہ مقابلہ پر مستعد ہوئے بغا کبیر نے کئی لڑائیوں اور معرکہ آرائیوں میں ڈیڑھ ہزار اہلِ یمامہ کو قتل کیا۔ ابھی یمامہ میں لڑائی کے شعلے فرو نہ ہوئے تھے کہ واثق باللہ نے ایک اور ترک سردار کو تازہ دم ترکی فوج کے ساتھ یمامہ کی طرف بغا کبیر کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ بغا کبیر نے تمام ملک یمامہ میں قتل عام شروع کرادیا۔ اہلِ یمامہ وہاں سے بھاگے تو یمن تک اُن کا تعاقب کیا اور ہزارہا آدمیوں کو قتل کیا۔ غرض عربی قبائل کو اچھی طرح پامال و ذلیل کرکے اور دو ہزار دو سو شرفائے عرب کو قید کرکے اپنے ہمراہ بغداد کی طرف لے کر آیا۔

جو قیدی مدینہ میں پہلے قید کر آیا تھا وہ ان کے علاوہ تھے بغداد آکر محمد بن صالح کو لکھا کہ مدینہ کے تمام قیدیوں کو لے کر بغداد آؤ۔ چنانچہ محمد بن صالح اُن کو بغداد لے کر آیا اور وہ بھی سب جیل خانے میں ڈال دیئے گئے۔ بغا کبیر نے عرب میں دو برس تک ترکوں کے ہاتھ سے عربوں کو بے دریغ قتل کرایا اور طرح طرح سے اُن کو ذلیل و مغلوب کیا۔

۲۳۰ھ میں عبداللہ بن طاہر حاکم خراسان نے وفات پائی خلیفہ واثق باللہ نے اُس کے بیٹے طاہر بن عبداللہ بن طاہر کو خراسان۔ کرمان۔ طبرستان اور رَے کی حکومت پر عبداللہ بن طاہر کی وصیت کے موافق بحال رکھا۔

احمد بن نصر کا خروج و قتل

احمد بن نصر بن مالک بن ہیثم خزاعی کا دادا مالک بن ہیثم خزاعی دعوتِ عباسیہ کے نقیبوں میں سے تھا۔ احمد بن نصر اصحابِ حدیث کی صحبتوں میں اکثر رہتا تھا اور اسی لئے اُس کا شمار محدثین میں تھا۔ وہ مسئلہ خلق قرآن کا مخالف تھا۔ اسی وجہ سے ایک گروہ کثیر نے خلافت عباسیہ کے خلاف اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور شہر بغداد میں شب پنج شنبہ ۳ شعبان ۲۳۱ھ کو احمد بن نصر نے خروج کیا اور علمِ بغاوت بلند کرکے نقارہ بجا دیا۔ بغداد کی پولس کے افسر نے نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے کام لے کر احمد بن نصر کو گرفتار کر لیا۔

احمد بن نصر اور اُس کے ہمراہی جو گرفتار ہوتے تھے واثق باللہ کے پاس مقام سامرا میں بھیجے گئے۔ واثق نے نصر کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور اُس کا سر اور جسم جدا کرکے بغداد بھیجا

گیا۔جسم کو بغداد کے دروازہ پر لٹکا یا گیا اور سر کو جسر بغداد پر لٹکا کر ایک چوکیدار کو متعین کیا گیا کہ وہ نیزہ کی نوک سے منہ کو قبلہ کی طرف نہ ہونے دے اور کان میں ایک پرچہ دھاگے سے باندھ کر لٹکا دیا گیا۔ جس پر لکھا تھا کہ یہ" سر احمد بن نصر بن مالک کا ہے جس کو خلیفہ نے عقیدۂ خلق قرآن کی طرف بلایا مگر اس نے انکار کیا۔لہٰذا خدائے تعالیٰ نے بہت جلد اس کو آتش دوزخ کی طرف بلا لیا"۔احمد بن نصر کے قتل کا واقعہ ابو عبد الرحمٰن عبداللہ بن محمد ازدی کے واقعہ سے (جس کا اوپر ذکر آچکا ہے) پہلے کا ہے۔

اسیرانِ جنگ کا تبادلہ رومیوں سے

رومیوں کے ساتھ جنگ کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری چلا آتا تھا۔مسلمانوں نے ہمیشہ رومیوں کو شکست دی اور کبھی کبھی قسطنطنیہ تک بھی پہنچ گئے۔مگر رومیوں کی حکومت و سلطنت کا بکلی استیصال نہیں ہوسکا۔اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ خلافتِ راشدہ کے عہد میں ایرانی شہنشاہی برباد ہو چکی تھی مگر رومی شہنشاہی ابھی باقی رہ گئی تھی۔اگرچہ شام و فلسطین ومصر وغیرہ رومیوں سے چھین لئے گئے تھے۔مسلمانوں کے قسطنطنیہ پر قابض ہو کر یورپ کے اندر داخل ہونے میں کوئی قصر باقی نہ تھی کہ اسی حالت میں اندرونی فسادات کھڑے ہو گئے اور قسطنطنیہ و یورپ مسلمانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوتے ہوتے بچ گیا۔ان اندرونی جھگڑوں کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ کبھی بند ہی ہونے میں نہ آیا اور کسی خلیفہ کو بھی ایسا موقعہ اور کامل اطمینان میسر نہ ہوا کہ وہ اپنی تمام طاقت وسیع مدت کے لئے یورپ کی طرف متوجہ کر دے اور اپنے مقبوضہ ممالک میں بغاوت کا اندیشہ اور خروج کا خطرہ نہ ہو۔

غرض مسلمانوں کی آپس کی مخالفتوں نے قسطنطنیہ کے قیصر اور یورپ کے ملکوں کی حفاظت کی اور سرحدات پر عیسائیوں اور مسلمانوں کی لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔کبھی کوئی خلیفہ فوج لے کر رومیوں پر حملہ آور ہوا تو ان کو ڈرا دھمکا کر اور سزا دے کر فوراً دارالخلافہ کی طرف واپس چلا آیا یہ کبھی ممکن نہ ہوا کہ زیادہ مدت اور کئی برس کے لئے وہ مستقر خلافت سے جدا رہ سکے۔

واثق باللہ کے زمانے میں بھی رومیوں سے چھیڑ چھاڑ جاری رہی۔خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں دو مرتبہ عیسائی اور مسلمان قیدیوں کا تبادلہ ہو چکا تھا۔یعنی مسلمانوں نے عیسائیوں کو جو ان کی قید میں تھے چھوڑ دیا اور اس کے معاوضہ میں عیسائیوں نے ان مسلمان قیدیوں کو

جو اُن کی قید میں تھے۔ آزاد کر دیا۔ یہ تبادلہ پہلے بھی دریائے لامس کے کنارے ہوا تھا اور اب ۱۰ محرم ۲۳۱ھ کو تیسری مرتبہ واثق باللہ کے عہد میں اسی دریا کے کنارے ہوا جس کی صورت یہ تھی کہ دریائے لامس پر دو پُل ایک دوسرے کے متوازی بنائے گئے۔ ایک پُل سے عیسائی قیدی اُس طرف جاتا اور دوسرے پُل سے مسلمان قیدی اُس طرف سے آتا تھا۔ اس تبادلہ کے لئے واثق باللہ نے خاقان کو اپنی طرف سے عیسائی قیدیوں کے ساتھ دریائے لامس کے کنارے بھیج دیا تھا۔ برابر تعداد کے قیدیوں کا تبادلہ ہو چکا اور سب مسلمان قیدی جن کی تعداد چار ہزار چھ سو تھی اس طرف آ چکے تو رومی قیدی پھر بھی بہت سے مسلمانوں کے پاس بچ گئے۔

خاقان نے اُن بچے ہوئے قیدیوں کو بلا معاوضہ رومیوں کے پاس یہ کہکر بھیج دیا کہ اس تبادلہ میں بھی ہمارا درجہ بڑھا ہوا رہنا چاہیے یہ ہماری طرف سے رومیوں پر احسان ہے۔

واثق باللہ کی وفات

واثق باللہ مرض استسقا میں مبتلا ہوا۔ اُس کے تمام جسم پر ورم آ گیا تھا۔ علاج کی غرض سے اُس کو گرم تنور میں بٹھایا گیا۔ اس سے مرض میں کچھ کمی محسوس ہوتی اگلے دن تنور کو کسی قدر زیادہ گرم کیا گیا اور پہلے دن کی نسبت زیادہ دیر تک تنور میں بیٹھا رہا جس کی وجہ سے بخار ہو گیا۔ تنور سے نکال کر محافے میں سوار کر کے سیر و تفریح کے لئے لے چلے۔ جب محافہ کو زمین پر رکھ کر دیکھا گیا تو واثق باللہ فوت ہو چکا تھا۔ اُسی وقت قاضی احمد بن داود۔ محمد بن عبدالملک وزیر اعظم۔ ایتاخ وصیف۔ عمر بن فرج وغیرہ اراکین سلطنت قصر خلافت میں جمع ہوئے اور محمد بن واثق باللہ کو جو نوعمر لڑکا تھا تخت خلافت پر بٹھانے لگے۔ اُس وقت وصیف نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ

"کیا تم لوگ خدا سے نہیں ڈرتے کہ ایسے نوعمر لڑکے کو خلیفہ بناتے ہو۔"

یہ الفاظ سُن کر سب کو خیال ہوا اور اس کام سے رُک کر مستحق خلافت شخص کے متعلق گفتگو ہونے لگی آخر واثق باللہ کے بھائی جعفر بن معتصم کو طلب کیا اور خلعت پہنا کر تخت خلافت پر بٹھایا اور متوکل علی اللہ کا خطاب دیا۔ متوکل علی اللہ نے سب سے بیعت خلافت لے کر واثق کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کرنے کا حکم دیا۔

واثق باللہ مکہ کی سڑک پر بمقام ہارونی میں دفن کیا گیا۔ پانچ برس نو مہینے خلافت کی اور ۳۶ برس چار مہینے کی عمر میں بتاریخ ۲۴ ذوالحجہ ۲۳۲ھ بروز چہارشنبہ فوت ہوا۔ بہت مستقل مزاج اور

برداشت کرنے والا شخص تھا مگر مسئلہ خلقِ قرآن کے متعلق اُس سے بہت زیادتیاں ہوئیں۔ آخر عمر میں یہ خبط اُس سے دور ہوگیا تھا۔

عبرت } مرنے کے بعد خلیفہ واثق باللہ کو تنہا چھوڑ دیا گیا اور تمام لوگ متوکل علی اللہ سے بیعت کرنے میں مصروف ہوگئے اس عرصہ میں ایک سوسمار آیا اور واثق باللہ کی آنکھیں نکال کر کھا گیا۔

متوکل علی اللہ

متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید کا اصل نام جعفر اور کنیت ابوالفضل تھی ۲۰۶ھ میں شجاع نامی ام ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا اور واثق باللہ کی وفات کے بعد ۲۴ ماہ ذوالحجہ ۲۳۲ھ کو تخت نشین ہوا۔ تخت نشین ہوتے ہی اُس نے لشکر کو آٹھ مہینے کی تنخواہ مرحمت فرمائی۔ اپنے بیٹے منتصر کو حرمین۔ یمن اور طائف کی حکومت عطا فرمائی۔

محمد بن عبدالملک کی معزولی و مرگ

محمد بن عبدالملک بن زیات معتصم کے عہدِ خلافت سے وزیراعظم چلا آتا تھا۔ واثق باللہ کے زمانے میں بھی وہ اسی عہدے پر فائز رہا۔ متوکل علی اللہ کے عہدِ خلافت میں ایک مہینے تک وزیراعظم رہنے کے بعد معزول و معتوب ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ واثق باللہ اپنے عہدِ خلافت میں کسی بات پر اپنے بھائی متوکل سے ناراض ہوگیا۔

متوکل وزیراعظم محمد بن عبدالملک کے پاس گیا اور عرض کیا کہ آپ میری سفارش کرکے امیرالمومنین کو خوش کر دیں۔ محمد بن عبدالملک عرصہ دراز تک وزیراعظم رہنے کے سبب کسی قدر مغرور اور بدمزاج وغیر متواضع ہوگیا تھا وہ نہایت کم التفاتی اور بداخلاقی سے پیش آیا۔ اور متوکل سے کہا کہ تم اپنی اصلاح کرو تو امیرالمومنین خود ہی تم سے خوش ہوجائیں گے۔ کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد واثق باللہ سے متوکل کی شکایت بھی کر دی کہ وہ میرے پاس سفارش کی غرض سے آیا تھا میں نے اُس کے بال عورتوں کی طرح بڑھے ہوئے دیکھ کر منہ نہیں لگایا۔ واثق نے متوکل کو دربار میں طلب کرکے وہیں سر دربار حجام سے بال کٹوا دیئے اور دربار سے نکال دیا چونکہ اس تمام بے عزتی کا باعث بھی محمد بن عبدالملک ہی ہوا تھا۔ لہٰذا متوکل نے تخت نشین ہوکر ایک مہینے کے بعد ایتاخ کو حکم دیا کہ محمد بن عبدالملک کو

اپنے مکان میں گرفتار کرلو اور تمام ممالک محروسہ میں گشتی فرمان بھیج دو کہ محمد بن عبدالملک کا تمام مال و اسباب جہاں کہیں ہو ضبط کرلیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں ایتاخ نے اُس کو قید کرلیا اور اُس کا مال و اسباب سب بغداد میں منگوا کر بیت المال شاہی میں داخل کردیا۔ محمد بن عبدالملک قید کی سختیوں کو برداشت نہ کرسکا اور ۱۵ ربیع الاول ۲۳۳ھ کو بحالت قید فوت ہوا۔ محمد بن عبدالملک کے بعد عمر بن فرح کو بھی ماہ رمضان ۲۳۳ھ میں اسی طرح گرفتار کرکے قید کردیا۔ مگر پھر گیارہ لاکھ درہم زرِ جرمانہ وصول کرکے رہا کردیا۔

ایتاخ کی گرفتاری و موت

ایتاخ ایک ترکی غلام تھا۔ اول یہ سلام بن ابرص کے پاس تھا اور باورچی کا کام کرتا تھا اسی لئے وہ آخر تک ایتاخ طباخ کے نام سے مشہور رہا۔ خلیفہ معتصم نے اُس کی دانائی و سلیقہ شعاری اور جسم کی مضبوطی و خوبصورتی دیکھ کر سلام ابرص سے ۱۹۹ھ میں خرید لیا تھا۔ آدمی چونکہ ادا شناس اور ہوشیار تھا۔ اس لئے جلد جلد ترقی کرتا ہوا معتصم ہی کے زمانے میں اس کی عزت و تکریم اور اختیار و اقتدار میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ شاہی معتوب عموماً اسی کے مکان میں قید کئے جاتے اور اسی کی نگرانی میں رکھے جاتے تھے۔ عجیف۔ اولادِ مامون الرشید۔ محمد بن عبدالملک۔ عمر بن فرح وغیرہ سب اسی کی نگرانی میں قید رکھے اور مقتول کئے گئے۔ محکمہ جنگ بھی اسی کی ماتحتی میں تھا۔ حجابت و سفارت کے عہدے بھی اسی کو حاصل تھے۔ ایتاخ ماہ ذیقعدہ ۲۳۴ھ میں بقصد حج روانہ ہوا اس کی روانگی کے بعد خلیفہ متوکل نے حجابت کے عہدے پر اپنے خادم وصیف کو مامور کیا۔ حج سے واپس ہوکر جب ایتاخ بغداد کے قریب پہنچا تو خلیفہ متوکل کے حکم کے موافق اسحاق بن ابراہیم نے اُس کو بغداد میں دعوت دے کر بلایا اور قید کردیا اور اُس کے دونوں لڑکوں منصور و مظفر کو بھی قید کرلیا۔ ایتاخ اسی حالتِ قید میں مرگیا۔ اور اُس کے دونوں لڑکے متوکل کے آخر زمانہ خلافت تک قید رہے۔ جب منتصر تخت نشین ہوا تو اُس نے اُن دونوں کو رہا کیا۔

بیعت ولی عہدی

۲۳۵ھ میں آذربائیجان میں محمد بن بعیث بن جلیس نے علمِ بغاوت بلند کیا مگر یہ بغاوت بغا صغیر نے فوج کشی کرکے جلد فرو کردی۔ اس کے بعد اسی سال خلیفہ متوکل نے

اپنے بیٹوں محمد۔ طلحہ اور ابراہیم کی ولی عہدی کے لئے لوگوں سے بیعت لی اور یہ قرار دیا کہ میرے بعد اوّل محمد تخت و تاج کا مالک ہوگا۔ بعد اس کے طلحہ تخت نشینِ خلافت ہوگا۔ محمد کو منتصر کا اور طلحہ کو معتز کا خطاب دیا۔ محمد کو ممالکِ مغربیہ اور معتز کو ممالک مشرقیہ بطور جاگیر عطا کئے۔ ان دونوں کو بعد میں تاج و تخت کا وارث قرار دیا اور شام کا ملک ان کی جاگیر میں مقرر فرمایا۔

اسی سال یعنی ۲۳۵ھ میں خلیفہ متوکل نے فوج کی وردی تبدیل کی اور کمبلوں کے جُبّے پہنا کر بجائے پیٹی کے ڈوری باندھنے کا حکم دیا۔ ذمیوں کو جدید عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی ممانعت کی۔ ممالک محروسہ میں حکم جاری کیا کہ کوئی شخص کسی حاکم کی دُہائی نہ دے۔ عیسائی ذمیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے جلوسوں میں صلیب نہ نکالیں۔ اسی سال حسن بن سہل اور اسحٰق بن ابراہیم بن حسین بن مصعب برادرزادۂ طاہر بن حسین جو بغداد کا افسر پولیس مامون الرشید کے زمانے سے چلا آتا تھا فوت ہوا۔ متوکل نے محمد بن اسحٰق کو محکمۂ پولس کی افسری عطا کی ساتھ ہی صوبۂ فارس کی گورنری بھی دی۔ یہ یاد رہے کہ صوبۂ فارس خراسان سے جُدا تھا۔ خراسان کی حکومت معہ طبرستان وغیرہ طاہر بن عبداللہ طاہر بن حسین کے قبضہ میں تھی۔ اسی سال خلیفہ متوکل نے حکم جاری کیا کہ تمام عیسائی گلوبند باندھا کریں۔ غالبًا کالر۔ نکٹائی اسی کی یادگار رہے۔ ۲۳۶ھ میں متوکل نے امام حسینؓ کے مزار پر لوگوں کو زیارت کے لئے جانے سے منع کیا اور قبر کے گرد جو مکانات بنائے گئے تھے اُن کو مسمار کرا دیا۔ اسی سال عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کو عہدۂ وزارت عطا ہوا۔

بغاوت ارمینیا

صوبہ ارمینیا کی حکومت پر یوسف بن محمد مامور تھا۔ بقراط بن اسواط نامی بطریق نے جو بطریقوں کا سردار تھا دارالامارت میں حاضر ہو کر یوسف بن محمد سے امن طلب کی۔ یوسف نے اُس کو معہ اُس کے بیٹے کے گرفتار کر کے خلیفہ متوکل کے پاس بھیج دیا۔ ارمینیا کے بطریقوں میں یوسف کے خلاف سخت اشتعال پیدا ہوا تھا۔ بقراط بن اسواط کے داماد موسیٰ بن زرارہ نے بطریقوں کو جمع کر کے اس مسئلہ میں مشورہ طلب کیا۔ سب نے قسمیں کھائیں کہ یوسف بن محمد کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ موسیٰ بن زرارہ کی سرکردگی میں عیسائیوں

نے خروج کیا یوسف بن محمد مقابلہ کو نکلا۔ رمضان ۲۳۷ھ میں یوسف بن محمد اور اُس کے ہمراہیوں کو باغیوں نے قتل کر ڈالا۔ یہ خبر سُن کر متوکل نے بغا کبیر کو آرمینیا کی طرف بھیجا بغا کبیر نے موصل اور جزیرہ میں ہوتے ہوئے مقام ارزن کے قریب جاکر قیام کیا۔ ارزن کے قریب جاکر قیام کیا۔ ارزن کو فتح کرکے موسیٰ بن زرارہ کے ہمراہیوں میں سے قریباً تیس ہزار آدمی مارے گئے اور ایک گروہ کثیر گرفتار ہوا۔ اس کے بعد ۲۳۸ھ تک بغا کبیر نے ارمینیا کے باغی بطریقوں کو چُن چُن کر سزائیں دیں اور گرفتار کرکے بغداد کی جانب سب کو بھیج دیا۔

قاضی احمد بن ابی داؤد کی معزولی و وفات

قاضی احمد بن ابی داؤد واثق باللہ کے عہد خلافت میں وزیر اعظم سے بھی بڑھ کر رسوخ و اقتدار رکھتا تھا۔ متوکل کے ابتدائی زمانے میں بھی اُس کی یہی حالت قائم رہی۔ خلیفہ متوکل ۲۳۷ھ میں قاضی احمد بن داؤد سے ناخوش ہوگیا اور اُس کے مال واسباب اور جاگیروں کے ضبط کرنے کا حکم دیا۔ قاضی احمد کے بیٹے ابوالولید نے ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم اپنا مال واسباب بیچ کر خلیفہ کی خدمت میں پیش کئے۔ متوکل نے قاضی احمد کو معزول کرکے قید کر دیا اور اُس کی جگہ یحییٰ بن اکثم کو قاضی القضات کا عہدہ سپرد کیا۔ قاضی احمد ان دنوں عارضہ فالج میں مبتلا تھا۔ قاضی اکثم کو بھی متوکل نے ۲۴۰ھ میں معزول کر دیا تھا۔ اور اُس کی جگہ جعفر بن عبدالواحد کو یہ عہدہ ملا تھا۔ قاضی احمد بن ابی داؤد نے اسی سال یعنی ۲۳۷ھ میں اپنے بیٹے ابوالولید کی وفات کے بیس روز بعد وفات پائی۔ اسی سال حمص میں عیسائیوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ اور عامل حمص کو نکال کر خود قابض ہوگئے۔ خلیفہ متوکل نے دمشق ورملہ کی فوجوں کو حمص کی طرف جانے کا حکم دیا چنانچہ ان فوجوں نے عیسائیوں کی اس بغاوت کو فرو کیا اور بہت سے عیسائیوں کو شہر بدر کر دیا۔ اسی سال متوکل نے مصر کے قاضی ابوبکر بن محمد بن ابواللیث کو معزول کرکے کوڑوں سے پٹوانے کا حکم دیا اور اُس کی جگہ حارث بن مسکین شاگرد امام مالک کو قاضی القضات مصر مقرر کیا۔ اسی سال محمد بن عبداللہ بن عبداللہ بن طاہر بن حسین بن مصعب کو خلیفہ نے پولیس بغداد کی افسری عطا فرمائی اُس کا بھائی طاہر بن عبداللہ بن طاہر خراسان کا گورنر تھا۔

رومیوں کا حملہ

۲۳۸ھ میں رومیوں کا ایک بیڑہ جس میں سو جہاز تھے. ساحل دمیاط کی متعینہ فوج کو عنبسہ بن اسحاق والی مصر نے کسی ضرورت سے مصر میں طلب کیا تھا. رومیوں نے میدان خالی پاکر دمیاط کو خوب لوٹا. وہاں کی جامع مسجد کو جلادیا اور مال واسباب اور قیدیوں کو اپنے جہازوں میں سوار کرکے ٹیونس کی طرف گئے. وہاں بھی یہی برتاؤ کیا. علی بن یحییٰ ارمنی لشکر صائفہ کے ساتھ ممالک روم پر حملہ آور ہوا اور بہت سے عیسائیوں کو قید کرلایا. ۲۴۱ھ میں ملکہ تدورہ قیصرہ روم نے مسلمان قیدیوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کی جس نے عیسائی ہونے سے انکار کیا اُس کو قتل کردیا. بہت سے بخوفِ جان عیسائی ہوگئے. پھر کچھ سوچ کر ملکہ نے درخواست کی کہ قیدیوں کا تبادلہ کرلیا جائے. چنانچہ متوکل نے اپنے خادم سیف نامی کو بغداد کے قاضی جعفر بن عبدالواحد کے ہمراہ عیسائی قیدیوں کے ساتھ روانہ کیا اور نہر لامس پر ان قیدیوں کا تبادلہ مسلمان قیدیوں کے ساتھ عمل میں آیا۔

بلادِ رُوم پر حملہ

مذکورہ بالا تبادلہ اسیران کے بعد رومیوں نے پھر بدعہدی کی اور اسلامی شہروں پر اچانک حملہ کرکے بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کرکے لے گئے. مسلمان سرداروں نے رومیوں کا تعاقب کیا. مگر ناکام واپس آئے. اس کے بعد خلیفہ متوکل نے علی بن یحییٰ کو لشکر صائفہ کے ساتھ بلادِ روم پر جہاد کرنے کو روانہ کیا اور ۲۴۴ھ میں خود دارالخلافہ کو چھوڑ کر دمشق میں آیا اور دمشق میں قیام کرکے بلادِ روم پر فوجیں بھیجنے اور حملۂ روم کو کامیاب بنانے میں مصروف ہوا. خلیفہ کے ہمراہ دمشق میں تمام ارا کین سلطنت آگئے اور دفاتر شاہی بھی دمشق میں آگئے کیونکہ خلیفہ کا ارادہ مستقل طور پر دمشق ہی میں قیام کرنے کا تھا. ابھی خلیفہ کو دمشق میں آئے ہوئے صرف دو ہی مہینے گذرے تھے کہ وہاں وبا پھوٹ نکلی اور خلیفہ کو مجبوراً دمشق سے بغداد آنا پڑا. دمشق سے روانگی کے وقت متوکل علی اللہ بغا کبیر کو ایک لشکرِ عظیم کے ساتھ بلادِ روم پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کر آیا بغا کبیر نے بلادِ روم

میں داخل ہو کر ہر طرف قتل کا بازار گرم کر دیا۔ بہت سے قلعے فتح کئے اور رومیوں کو بے دریغ تہِ تیغ کرنے اور اسیر بنانے میں کمی نہیں کی۔

جب رومیوں نے الامان الامان کی آوازیں بلند کیں اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی تو بغا کبیر خلیفہ کے حکم سے واپس آیا۔ ۲۴۵ھ میں رومیوں نے پھر بد عہدی کی اور موقعہ پاکر مسلمانوں کے شہروں کو لوٹ کر بھاگ گئے اس کے جواب میں علی بن یحییٰ نے بلادِ روم پر حملہ کیا اور خوب لوٹ مار کرکے واپس ہوا۔ ۲۴۶ھ میں رومیوں نے پھر مسلمانوں کو تنگ کیا اور سرحدی مقامات کو لوٹ کر ویران کر دیا۔

اب کی مرتبہ خلیفہ متوکل نے خشکی اور تری کی راہوں سے مختلف مقامات اور مختلف سمتوں سے بلادِ روم پر حملہ آوری کے لئے فوجیں متعین کی۔ ان بحری و بری فوجوں نے بلادِ روم میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا۔ رومیوں نے پھر معافی چاہی اور صلح کے خواہشمند ہوئے۔ مسلمانوں نے بخوشی اس درخواست صلح کو منظور کر لیا اور نہر لامس پر پھر قیدیوں کا تبادلہ عمل میں آیا۔ اس مرتبہ دو ہزار تین سو قیدی ۲۴۶ھ میں چھڑائے گئے۔

تعمیر جعفریہ

۲۴۵ھ میں متوکل نے ایک جدید شہر موسوم بہ جعفریہ آباد و تعمیر کرایا۔ اس کی تعمیر میں دو لاکھ دینار صرف ہوئے وسطِ شہر میں ایک بہت بڑا محل جس کا نام لولوہ رکھا تھا تعمیر کرایا اس کی بلندی تمام شاہی محل سراؤں سے زیادہ تھی اس شہر کو کوئی جعفریہ کوئی متوکلیہ کو ماخورہ کہتا تھا۔ اسی سال جعفر بن دینار خیاط نے وفات پائی۔ اسی سال نجاح بن سلمہ کو متوکل نے اس قدر پٹوایا کہ وہ مر گیا۔ نجاح بن سلمہ بڑے رعب داب کا آدمی تھا اور متوکل کے دفتر خراج کا افسر تھا اس کی نسبت رشوت کا الزام ثابت ہو گیا تھا اسی لئے اس کو ایسی سخت سزا دی گئی۔

قتل متوکل

خلیفہ متوکل نے اپنے بیٹے منتصر کو ولی عہد اول بنایا تھا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے منتصر پر شیعیت غالب تھی اور اعتزال میں وہ واثق و معتصم کا ہم عقیدہ تھا۔ لیکن متوکل پابندِ

سنت اور علمائے اہل سنت کا بڑا قدردان۔ وہ خلق قرآن کے مسئلہ کا سخت مخالف تھا اور شرک و بدعت کے مٹانے میں ہمت کے ساتھ مصروف رہتا تھا۔ باپ بیٹوں یعنی متوکل و منتصر کے عقائد کا یہ اختلاف آپس کی کشیدگی کا باعث ہوا۔ متوکل نے ارادہ کیا کہ بجائے منتصر کے اپنے دوسرے بیٹے معتز کو ولی عہدِ اوّل بنا دے۔ منتصر اور معتز چونکہ دو جُدا جُدا عورتوں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے دونوں میں رقابت پہلے ہی سے موجود تھی۔ اب جب کہ خلیفہ متوکل نے معتز کو منتصر پر ترجیح دینی چاہی تو منتصر اپنے باپ متوکل کا دشمن بن گیا۔

اس سے چند روز پہلے خلیفہ متوکل نے بغا کبیر، وصیف کبیر وصیف صغیر اور دواجن اشروسنی وغیرہ ترک سپہ سالاروں کی بعض حرکات کے سبب اُن سے ناراض ہو کر بعض کی جاگیریں ضبط کر لی تھیں اس لئے ترک متوکل سے ناراض تھے۔ منتصر اور ترکوں نے مل کر متوکل کے قتل کرنے کی سازش کی بغا کبیر اگرچہ بلادِ روم کی طرف رخصت کر دیا گیا تھا مگر اُس کا بیٹا موسیٰ بن بغا محل سرائے شاہی کی حفاظت و پاسبانی پر مامور تھا۔

بغا صغیر نے منتصر کو اپنا ہم خیال پاکر اپنے چاروں بیٹوں کے ساتھ چند ترکوں کی ایک جماعت کو متوکل کے قتل پر مامور کیا۔ ایک روز رات کو منتصر اور تمام درباری ایک ایک کرکے جب اُٹھ آئے اور خلیفہ معہ فتح بن خاقان اور چار دوسرے مصاحبوں کے رہ گیا تو دجلہ کی سمت کے دروازے سے قاتلوں کی مذکورہ جماعت شاہی دربار میں داخل ہو کر خلیفہ پر حملہ آور ہوئی۔ فتح بن خاقان بھی متوکل کے ساتھ مارا گیا۔ ان دونوں لاشوں کو وہیں چھوڑ کر قاتل اپنی خون آلود تلواریں لئے ہوتے رات ہی کو منتصر کے پاس پہنچے اور خلافت کی مبارکباد دی اُسی وقت منتصر سوار ہو کر محل سرائے شاہی میں داخل ہوا اور لوگوں سے بیعت لی۔ وصیف اور دوسرے ترکی سرداروں نے حاضر ہو کر بیعت کی۔ یہ خبر عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان وزیر تک پہنچی تو وہ رات ہی کو معتز کے مکان پر آیا۔ مگر معتز کو اس سے ذرا دیر پہلے منتصر اپنے پاس طلب کرکے بیعت لے چکا تھا اور معتز مکان پر موجود نہ تھا۔ عبیداللہ وزیر جب معتز کے مکان پر پہنچا تو فوراً دس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ جن میں ازدی۔ ارمنی اور عجمی تھے ان لوگوں نے متفق اللفظ ہو کر کہا کہ آپ ہم کو اجازت دیں تو ابھی منتصر اور اُس کے ہمراہیوں کا خاتمہ کر دیں۔ عبیداللہ نے ان لوگوں کو روک دیا اور کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔ صبح ہوئی تو منتصر نے متوکل اور فتح کے دفن کرنے کا حکم دیا۔ یہ واقعہ ۴ شوال ۲۴۷ھ کو وقوع پذیر ہوا۔

خلیفہ متوکل چالیس سال کی عمر میں چودہ برس دس مہینے تین دن خلافت کرکے مقتول ہوا۔

متوکل کے بعض ضروری حالات و اخلاق

متوکل علی اللہ نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی اپنا میلان احیاء سنت کی طرف ظاہر کیا۔ ۲۳۴ھ میں تمام محدثین کو دارالخلافہ سامرہ میں مدعو کیا اور بے حد تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اس سے پیشتر واثق و معتصم کے عہد میں محدثین علانیہ درس نہیں دے سکتے اور رویت الٰہی کے متعلق احادیث نہیں بیان کر سکتے تھے۔ متوکل نے حکم دیا کہ محدثین مساجد میں آزادانہ حدیث کا درس دیں اور صفات باری تعالیٰ اور رویت باری تعالیٰ کے متعلق احادیث بیان کریں۔ متوکل کے اس طرز عمل سے مسلمان متوکل سے بہت ہی خوش ہوئے مساجد میں درس حدیث جاری ہوئے۔ متوکل نے گورپرستی کو مٹایا۔ اس لئے شیعہ اُس کے دشمن ہو گئے۔ کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر جو شرکیہ مراسم لوگوں نے شروع کر دیئے تھے اُن کو اُس نے موقوف کرا دیا۔

۲۴۰ھ میں اہلِ خلاط نے ایک ایسی آواز آسمان سے سُنی کہ بہت سے آدمی اُس کے صدمہ سے مر گئے۔ عراق میں بیضہ مُرغ کے برابر اولے پڑے اور مغرب میں تیرہ گاؤں زمین میں دھنس گئے۔ ۲۴۲ھ میں شمالی افریقہ، خراسان۔ طبرستان۔ اصفہان میں سخت زلزلہ آیا۔ اکثر پہاڑ پھٹ گئے اکثر آدمی زمین میں سما گئے۔ مصر کے گاؤں میں پانچ پانچ سیر وزنی پتھر برسے۔ حلب میں بماہ رمضان ۲۴۲ھ لوگوں نے ایک پرند کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ لوگو! خدا سے ڈرو۔ پھر اللہ اللہ چالیس مرتبہ کہا اور اُڑ گیا۔ دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا۔ اس کی اطلاع حلب والوں نے دارالخلافہ میں کی اور پانچ سو آدمیوں نے اس کی شہادت دی۔ ۲۴۵ھ میں تمام دنیا میں سخت زلزلے آئے۔ بہت سے شہر و قلعے مسمار ہو گئے۔ انطاکیہ میں ایک پہاڑ سمندر میں گر پڑا۔ مکہ معظمہ کے چشموں کا پانی غائب ہو گیا۔ متوکل نے عرفات سے پانی لانے کے لئے ایک لاکھ دینار دیئے۔ آسمان سے ہولناک آوازیں سُنائی دیں۔

متوکل نہایت سخی تھا۔ شعراء کو اُس نے اس قدر انعام دیا کہ اب تک کسی خلیفہ نے نہ دیا تھا۔ اسی کے زمانے میں حضرت ذوالنون مصری نے احوال و مقامات اہلِ ولایت کو ظاہر کیا تو عبداللہ بن عبدالحکیم شاگرد امام مالک نے اُن سے انکار کیا اور ذوالنون مصری کو اس لئے زندیق کہا کہ انہوں نے وہ علم ایجاد کیا جو سلف صالحین نے نہ کیا تھا۔ حاکم مصر نے ذوالنون مصری کو طلب کر کے اُن کے عقائد دریافت کئے تو وہ مطمئن ہو گیا اور متوکل کو ان کا حال لکھ بھیجا۔ متوکل نے ذوالنون کو دارالخلافہ میں

طلب کیا۔ اور اُن کی باتیں سُن کر بہت خوش ہوا اور بڑی عزت و تکریم سے پیش آیا۔ متوکل کے مقتول ہونے کے بعد کسی نے اُس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟ متوکل نے جواب دیا کہ میں نے جو تھوڑا سا احیار سُنت کیا ہے۔ اُس کے صلے میں خُدا نے مجھ کو بخش دیا۔ ابنِ عساکر کا قول ہے۔ کہ متوکل نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک شکر پارہ گرا ہے اُس پر لکھا ہے کہ "جعفر المتوکل علی اللہ" جب وہ تخت نشین ہوا تو لوگوں نے اُس کے لئے خطاب سوچا کسی نے منتصر تجویز کیا۔ کسی نے اور کچھ۔ لیکن جب متوکل نے علماء کو اپنا خواب بیان کیا تو سب نے متوکل علی اللہ ہی خطاب پسند کیا۔

ایک مرتبہ متوکل نے علماء کو اپنے یہاں طلب کیا جن میں احمد بن معدل بھی تھے۔ جب سب علماء آکر جمع ہوگئے تو اُس جگہ متوکل بھی آیا۔ متوکل کو آتا ہوا دیکھ کر سب علماء تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔ مگر ایک احمد بن معدل بدستور بیٹھے رہے اور کھڑے نہیں ہوئے۔ متوکل نے اپنے وزیر عبیداللہ سے دریافت کیا کہ کیا اس شخص نے بیعت نہیں کی ہے۔ عبیداللہ نے کہا کہ بیعت تو کی ہے۔ مگر ان کو کم نظر آتا ہے۔ احمد بن معدل نے فوراً کہا کہ میری آنکھوں میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ مگر میں آپ کو عذابِ الہٰی سے بچانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص لوگوں سے یہ اُمید رکھے کہ وہ اُس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

متوکل یہ سُن کر احمد بن معدل کی برابر آبیٹھا۔ یزید مہلبی کہتے ہیں کہ ایک روز مجھ سے متوکل نے کہا کہ خلفاء رعایا پر محض اپنا رُعب قائم کرنے کے لئے سختی کرتے تھے۔ مگر میں رعایا کے ساتھ اس لئے نرمی کا برتاؤ کرتا ہوں کہ وہ بہ کشادہ پیشانی میری خلافت کو قبول کرکے میری اطاعت کریں۔ عمرو شیبان کہتے ہیں کہ میں نے متوکل کے مقتول ہونے سے دو مہینے کے بعد متوکل کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ متوکل نے کہا کہ میں نے احیار سنّت کی جو خدمت انجام دی تھی۔ اُس کے صلے میں مجھ کو خدا نے بخش دیا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ کے قاتلوں کے ساتھ کیا ہوگا تو متوکل نے کہا کہ میں اپنے بیٹے محمد (منتصر) کا انتظار کر رہا ہوں جب وہ یہاں پہنچے گا تو میں خدا کے سامنے فریادی ہوں گا۔ خلیفہ متوکل علی اللہ شافعی تھا۔ اور یہ سب سے پہلا خلیفہ تھا۔ جس نے شافعی مذہب اختیار کیا تھا۔

منتصر باللہ

منتصر باللہ بن متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید کا اصل نام محمد اور کنیت ابو جعفر یا ابو عبداللہ تھی۔ ۲۲۳ھ میں بمقام سامرہ رو، یہ حبشیہ نامی ام ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اپنے باپ متوکل کو قتل کرا کر ۴ شوال ۲۴۷ھ کو تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اپنے دونوں بھائیوں معتز اور موید کو جو اُس کے باپ متوکل کے ولی عہد مقرر کئے ہوئے تھے۔ ولی عہدی سے معزول کیا۔

ترک دربار خلافت پر قابو پاتے ہوئے تھے اور روز بروز اُن کی طاقت ترقی پذیر تھی منتصر کو تو ترکوں ہی نے تخت خلافت پر بٹھایا تھا۔ اس لئے وہ اور بھی زیادہ آزادی سے سب پر مستولی ہو گئے تھے۔ منتصر یہ دیکھ کر کہ ترکوں کی طاقت حد سے زیادہ بڑھتی جاتی ہے اور کسی دن میرے لئے موجب اذیت ہوں گے اُن کی طاقت و اقتدار کے مٹانے پر مستعد ہو گیا۔

اُس نے اپنی شش ماہہ خلافت کے مختصر زمانے میں شیعوں پر بہت احسانات کئے۔ امام حسین علیہ السلام کی قبر پر لوگوں کو زیارت کے لئے جانے کی اجازت دے دی اور علویوں کو ہر قسم کی آزادی عطا کر دی۔ اس نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی احمد بن خصیب کو خلعت وزارت عطا کیا اور بغا کبیر کو سپہ سالار اعظم بنایا۔ بغا کبیر اور دوسرے ترکوں کی ترغیب ہی سے اس نے اپنے بھائیوں کو ولی عہدی سے معزول کیا تھا۔ ترکوں کے استیلا کو دیکھ کر جب اُن کا زور کم کرنے کی طرف متوجہ ہوا تو ترک اس لئے کہ خلیفہ منتصر عقلمند بھی تھا اور بہادر بھی اُس سے خائف ہوئے اور سمجھے کہ وہ اپنے ارادے میں ضرور کامیاب ہو جائے گا۔ لہٰذا انھوں نے اُس کے طبیب ابن طیفور کو تیس ہزار دینار رشوت دی کہ زہر آلود نشتر سے اُس کی فصد کھولے۔ چنانچہ مسموم نشتر سے اُس کی فصد طبیب مذکور نے کسی بیماری کا علاج کرتے ہوئے کھول دی۔

۵ ربیع الآخر ۲۴۸ھ کو چھ مہینے سے بھی کم خلافت کر کے فوت ہوا۔ مرتے وقت کہتا تھا کہ اے میری ماں مجھ سے دین و دنیا دونوں جاتے رہے میں اپنے باپ کی موت کا باعث ہوا ہوں اور اب میں اُس کے پیچھے جاتا ہوں۔ خاندانِ کسریٰ میں ایک شخص

شیرویہ نامی نے اپنے باپ کو قتل کیا تھا۔ وہ بھی چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہا تھا۔

مستعین باللہ

مستعین باللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید کا اصل نام احمد اور کنیت ابوالعباس تھی۔ خوبصورت گورے رنگ کا آدمی تھا۔ چہرے پر چیچک کے داغ اور توتلا تھا۔ مخارق نامی ام ولد کے پیٹ سے ۲۲۱ھ میں پیدا ہوا تھا۔ جب منتصر فوت ہوگیا تو ارکانِ سلطنت جمع ہوئے کہ اب کس کو خلیفہ بنایا جائے۔ اولادِ متوکل میں معتز اور موید موجود تھے۔ لیکن ترک ان کی جانب سے اندیشہ مند تھے۔ اور ترکوں ہی نے ان کو ولی عہدی سے معزول بھی کرایا تھا۔ لہٰذا معتصم باللہ کے بیٹے احمد کو تخت پر بٹھایا گیا اور مستعین باللہ اس کا خطاب تجویز ہوا۔ مستعین باللہ نہایت نیک۔ فاضل ادیب اور فصیح و بلیغ شخص تھا۔ ۷ ربیع الآخر ۲۴۸ھ کو تخت نشین ہوا۔ جب مستعین باللہ کو تخت نشین کرنے کے لئے قصر خلافت کی طرف چلے تو محمد بن عبداللہ بن طاہر اور اس کے ہمراہ اور عام لوگوں نے شور و غوغا مچا کر خروج کیا اور معتز کی خلافت کا مطالبہ پیش کیا آخر ترکوں نے ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔

لڑائی میں بہت سے غوغائی مارے گئے بہت سے ہزیمت خوردہ اپنی جان بچا کر لے گئے۔ ادھر لڑائی ہو رہی تھی ادھر ترک مستعین باللہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے ہنگامہ فرو ہوا اور انعام و عہدے تقسیم ہونے لگے۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس بیعت کے لئے پیغام بھیجا گیا۔ اس نے بھی آکر بیعت کر لی۔ تکمیلِ بیعت کے بعد خبر پہنچی کہ طاہر بن عبداللہ بن طاہر گورنر خراسان کا انتقال ہوگیا۔ خلیفہ مستعین باللہ نے محمد بن طاہر بن عبداللہ کو گورنر خراسان مقرر کیا۔

اسی عرصہ میں حسین بن طاہر بن حسین کا بھی انتقال ہوگیا جو خراسان کے شرقی حصہ کا حکمران تھا۔ اس کی جگہ محمد بن عبداللہ بن طاہر کو مامور کیا اس کے چچا طلحہ کو نیشاپور کی اور اس کے بیٹے منصور کو سرخس اور خوارزم کی حکومت سپرد کی۔ حسین بن عبداللہ کو ہرات کی حکومت عطا کی۔ اور اس کے چچا سلیمان بن عبداللہ کو طبرستان کی اور اس کے چچا زاد بھائی

عباس کو جرجان وطالقان کی حکومت پر روانہ کیا۔

۲۴۸ھ میں عبداللہ بن یحییٰ بن خاقان نے ادائے حج کی اجازت چاہی۔ خلیفہ نے اجازت مرحمت فرمائی مگر اُس کے روانہ ہونے کے بعد ہی ایک سردار کو عبداللہ بن یحییٰ کے گرفتار و جلا وطن کرنے پر مامور کیا جس نے اُس کو گرفتار کر کے رقہ میں جلا وطن کر دیا۔ انھیں ایام میں ترکوں نے معتز اور موید کے قتل کرنے کا ارادہ کیا احمد بن خصیب نے اُن کو اس فعل ناروا سے منع کیا۔ خلیفہ مستعین نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی ترکوں کے ایک سردار تامش نامی کو وزارت کا عہدہ عطا کیا تھا اور احمد بن خصیب کو نائب وزیر بنایا تھا معتز اور موید کو خلیفہ مستعین نے مقام جوسق میں نظر بند کر دیا۔ چند روز کے بعد احمد بن خصیب کو بھی معزول کر کے نظر بند کر دیا۔ تامش کو وزارت کے علاوہ مصر و مغرب کی حکومت و نیابت بھی سپرد کی۔ بغا صغیر کو حلوان و ماسبذان کی سندِ حکومت دی اشناس کو سپہ سالاری اور عمال سلطنت کی نگرانی کا کام سپرد ہوا۔ غرض تمام بڑے بڑے عہدے ترکوں کو دیئے گئے۔

۲۴۹ھ میں رومیوں نے ممالکِ اسلامیہ پر حملہ کیا۔ رومیوں کے مقابلے میں عمر بن عبداللہ اور علی بن یحییٰ دو مشہور سردار معہ بہت سے مسلمانوں کے شہید ہوئے ان دونوں سرداروں کی شہادت کا حال سُن کر بغداد میں لوگوں کو سخت ملال و افسوس ہوا اور ترکوں کی نسبت شکایات زبانوں پر آنے لگیں کہ انھوں نے طاقت پا کر خلفا کو قتل اور شرفا کو ذلیل کرنے کا تو کام کیا۔ لیکن کفار کے مقابلے میں جہاد کرنے کی طرف سے غفلت برتی اسی لئے دو خادمِ اسلام سردار شہید ہو گئے اور رومیوں کی جرأت مسلمانوں کے مقابلہ میں بڑھ گئی۔

اس قسم کی باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد میں ایک قسم کی شورش سی برپا ہو گئی اور لوگوں نے جہاد کے لئے تیاریاں شروع کر دیں اطراف وجوانب سے بھی مسلمان بعزمِ جہاد آ آ کر شریک ہونے لگے۔ مسلمان اُمرا نے روپیہ بھی جمع کر دیا۔ ایک جمِ غفیر بغداد سے بغرضِ جہاد نکل کھڑا ہوا۔ مستعین اور اُس کے اراکین دولت سامرہ میں خاموش بیٹھے رہے اور کوئی دخل نہیں دیا۔ آخر مسلمانوں نے سامرہ پہنچ کر بھی اسی قسم کی شورش برپا کر دی اور جیل خانہ توڑ کر قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد ترکی سردار بغا۔ وصیف اور اتامش ترکی فوج لے کر

ان مسلمانوں کے مقابلے پر آئے۔ عوام الناس کا ایک گروہ کثیر مقتول ہوا اور جوش وخروش فرو ہوگیا۔ اتامش چونکہ زیادہ قابو یافتہ اور خزانہ شاہی میں تصرف کرنے کا بھی اختیار رکھتا تھا۔ لہٰذا بغا اور وصیف اُس سے رقابت رکھتے تھے۔ اُنھوں نے اتامش کے بعد عبداللہ بن محمد بن علی کو عہدۂ وزارت عطا کیا۔ چند روز کے بعد بغا صغیر اور ابوصالح عبداللہ بن محمد بن علی وزیر میں ناراضی پیدا ہوئی۔

ابوصالح عبداللہ بغا صغیر کے خوف سے سامرہ چھوڑ کر بغداد بھاگ گیا اور خلیفہ مستعین نے محمد بن فضل جرجانی کو وزیر بنایا۔ غرض خلیفہ مستعین بالکل ترکوں کے ہاتھ میں تھا سامرہ میں سب ترک ہی آباد تھے۔ اس لئے ترکوں کے قبضہ سے نکلنے کی کوئی کوشش بھی خلیفہ نہیں کرسکتا تھا۔ انھیں حالات میں یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید شہید نے جن کی کنیت ابوالحسین تھی کوفہ میں خروج کیا۔ کوفہ میں محمد بن عبداللہ بن طاہر کی جانب سے ایوب بن حسین بن موسیٰ بن جعفر بن سلیمان بن علی والی کوفہ تھا۔ ابوالحسین نے ایوب کو کوفہ سے نکال دیا اور شاہی بیت المال لوٹ لیا اور کوفہ پر قابض ومتصرف ہوگئے۔

ابوالحسین نے کوفہ سے واسط کی طرف کوچ کیا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر نے حسین بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسین بن مصعب کو روانہ کیا۔ راستے میں لڑائی ہوئی۔ ابوالحسین حسین بن اسمٰعیل کو شکست دے کر کوفہ میں واپس آگئے اور اہل بغداد بھی اُن کی امداد پر آمادہ ہوگئے حسین بن اسمٰعیل اپنا لشکر مرتب کرکے دوبارہ ابوالحسین یحییٰ بن عمر پر حملہ آور ہوا کوفہ سے نکل کر یحییٰ نے مقابلہ کیا سخت لڑائی کے بعد ابوالحسین یحییٰ بن عمر مارے گئے۔ اُن کا سر کاٹ کر سامرہ میں خلیفہ مستعین کے پاس بھیجا گیا۔ جس کو مستعین نے ایک صندوق میں بند کرا کر اسلحہ خانہ میں رکھوا دیا۔ ابوالحسین یحییٰ ۱۵ رجب ۲۵۰ھ کو مقتول ہوئے۔

ابوالحسین پر فتح پانے کے صلہ میں خلیفہ مستعین نے محمد بن عبداللہ بن طاہر کو طبرستان میں جاگیریں عطا فرمائیں جن میں ایک جاگیر حدود دیلم کے قریب تھی۔ اس جاگیر پر قبضہ کرنے کے لئے جب محمد بن عبداللہ کا عامل گیا تو رستم نامی ایک شخص نے مخالفت کی آخر دیلم والے اس مخالفت میں رستم اور اُس کے دونوں بیٹوں محمد وجعفر کے طرف دار ہوگئے طبرستان میں اُس زمانہ میں محمد بن ابراہیم علوی موجود تھے۔ محمد وجعفر دونوں بھائیوں نے اُن کے پاس آکر کہا کہ آپ امارت کا دعویٰ کیجئے ہم آپ کے حامی ہوں گے

اُنھوں نے کہا کہ تم رَے میں جاکر حسن بن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن بن زید بن حسن سبط کی خدمت میں یہ درخواست پیش کرو وہ ہمارے سردار اور مقتدا ہیں۔

محمد و جعفر نے اپنے باپ رستم سے آکر کہا اُس نے ایک آدمی رَے بھیجا وہاں سے حسن بن زید طبرستان چلے آئے یہاں دیلم ور یان وغیرہ سے لوگ آآکر بیعت ہونے شروع ہوئے ایک جمِ غفیر فراہم ہوگیا اور حسن بن زید نے علاقہ طبرستان پر قبضہ کرلیا اس کے بعد رَے بھی قبضہ میں آگیا۔ یہ خبر سُن کر مستعین نے ہمدان کے بچانے کو ایک لشکر بھیجا۔ جس کو شکست ہوئی اس کے بعد موسیٰ بن بغا کبیر کو دارالخلافہ سے مع فوج روانہ کیا گیا۔ اُس نے طبرستان کو تو حسن بن زید کے قبضہ سے نکال لیا۔ مگر دیلم پر حسن بن زید کا قبضہ رہا۔ موسیٰ وہاں سے رَے کی طرف واپس چلا آیا۔ انھیں ایام میں خلیفہ مستعین نے دلیل بن یعقوب نصرانی کو اپنا وزیر بنایا۔ چند روز کے بعد باغر نامی ایک ترک کو دلیل نصرانی وزیر سے کوئی شکایت پیدا ہوئی۔ اس معاملہ میں بغا صغیر اور وصیف نے باغر کو مجرم بتایا خلیفہ نے اُس کو قید کردیا۔ ترکوں نے شورش برپا کی۔ ترکوں کی اس شورش کو دیکھ کر بغا صغیر نے باغر کو قتل کرادیا۔ اس سے بجائے فرو ہونے کے شورش اور بھی ترقی کر گئی۔ تمام سامرا باغی ہوگیا۔ اور ہر طرف سے بلوائیوں کے جھنڈے نظر آنے لگے۔ مجبوراً خلیفہ مستعین۔ بغا۔ وصیف۔ شاہک اور احمد بن صالح بن شیرزاد سامرا سے نکل کر بغداد چلے آئے اور محرم ۲۵۱ھ میں بغداد کے اندر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے مکان میں فروکش ہوئے۔ خلیفہ کے آنے کے بعد دفتر کے آدمی بھی دفاتر لے کر بغداد ہی آگئے۔

خلیفہ کے بغداد چلے جانے کے بعد ترکوں کو پشیمانی ہوئی اور سامرا سے چند ترک سردار بغداد میں خلیفہ کے پاس آکر ملتجی ہوئے کہ آپ سامرا ہی تشریف لے چلیں۔ ہم سب اپنی حرکاتِ ناشائستہ سے پشیمان اور معافی کے خواہاں ہیں۔ خلیفہ مستعین نے ترکوں کو اُن کی بے وفائیاں اور گستاخیاں یاد دلاکر سامرہ جانے سے انکار کیا۔ ترکوں نے سامرہ واپس جاکر معتز بن متوکل کو جیل سے نکالا اور اُس کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کرلی۔ ابواحمد بن۔ ہارون الرشید بھی اُس زمانے میں سامرہ میں موجود تھا۔ ابواحمد سے جب بیعت کے لئے کہا گیا تو اُس نے کہا کہ میں چونکہ مستعین کے ہاتھ پر بیعت کرچکا ہوں اور معتز اپنی معزولی ولی عہدی سے خود تسلیم کرچکا تھا۔ لہٰذا میں بیعت نہیں کروں گا۔ معتز نے ابواحمد

کو اُس کے حال پر چھوڑ دیا اور زیادہ اصرار نہیں کیا۔

بغا کبیر کے دونوں بیٹوں موسٰی و عبداللہ نے بھی معتز کی بیعت کرلی۔ اسی طرح جو لوگ معتز کی خلافت کو پسند کرتے تھے۔ وہ معتز کے پاس سامرا چلے گئے جو مستعین کو پسند کرتے تھے وہ سامرا سے بغداد چلے آئے۔ یہی حالت صوبوں کے عاملوں اور گورنروں کی ہوئی کچھ اس طرف ہوگئے کچھ اُس طرف۔ بغداد و سامرہ دونوں جگہ دو الگ الگ خلیفہ تھے مستعین کی طرف خاندان طاہریہ اور خراسانی لوگ زیادہ تھے۔ معتز کی جانب قریباً تمام ترک اور بعض دوسرے سردار بھی تھے۔ گیارہ مہینے تک جنگ و پیکار کا ہنگامہ دونوں خلیفوں میں برپا رہا۔ باہر کے صوبہ داروں سے دونوں خط وکتابت کرتے اور اپنی اپنی طرف اُن کو مائل کرتے تھے یہ جنگ سامرا و بغداد تک ہی محدود نہ رہی۔ بلکہ باہر کے صوبوں میں بھی اس کے شعلے مشتعل ہونے لگے مگر زیادہ زور بغداد کے نواح میں رہا کیونکہ باہر والے دارالسلطنت کے نتائج کا انتظار کرتے تھے۔

آخر ماہ ذیقعدہ ۲۵۱ھ میں محمد بن عبداللہ بن طاہر نے جو بغداد میں مستعین کی فوجوں کا سپہ سالار تھا۔ ترکوں پر جو بغداد کا محاصرہ کئے ہوئے تھے ایسا سخت و شدید حملہ کیا۔ کہ وہ ہزیمت پاکر فرار ہوگئے بغا اور وصیف بغداد میں مستعین کے ساتھ تھے اس حملہ میں یہ بھی محمد بن عبداللہ بن طاہر کے ساتھ اپنے چھوٹے چھوٹے دستوں کو لئے ہوئے موجود تھے یعنی ترکوں کی بہت ہی قلیل تعداد جو ان دونوں ترک سرداروں کے مخصوص آدمیوں پر مشتمل تھی مستعین کی فوج میں شامل تھی۔ بغا اور وصیف نے جب ترکوں کو شکست پاکر خراسانیوں اور عراقیوں کے مقابلے سے بھاگتا ہوا دیکھا تو اُن کی قومی عصبیت میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ فوراً جدا ہوکر ترکوں کی منہزم فوج سے جا ملے ان کے پہنچنے سے ترکوں کی ہمت بندھ گئی اور وہ اپنی جمعیت کو درست کرکے پھر لوٹ پڑے اور دوبارہ بغداد کا محاصرہ کرلیا۔

ادھر شہر والوں نے محمد بن عبداللہ بن طاہر کے متعلق خبریں اُڑانی شروع کردیں کہ یہ دیدہ و دانستہ خلیفہ مستعین کو مشکلات میں مبتلا کر رہا ہے جس سے محمد بن عبداللہ بھی کچھ سست ہوگیا۔ آخر محرم ۲۵۲ھ کو مستعین باللہ نے معتز باللہ کے پاس ایک محضر بھیج دیا جس میں معتز باللہ کی خلافت کو تسلیم کرکے خود خلافت سے دست برداری

ظاہر کی تھی۔ خلیفہ معتز نے بغداد میں داخل ہو کر معزول خلیفہ مستعین کو واسط کی طرف نظر بند کر کے بھیج دیا۔ وہاں مستعین نو مہینے تک ایک امیر کی حراست میں رہا۔ پھر سامرہ میں واپس چلا آیا اور ۳ شوال ۲۵۲ھ کو خلیفہ معتز کے اشارے سے قتل کیا گیا۔

معتز باللہ

معتز باللہ بن متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید ۲۳۲ھ میں بمقام سامرہ ایک رومیہ ام ولد قبیحہ نامی کے بطن سے پیدا ہوا۔ محرم ۲۵۱ھ سامرہ میں خلیفہ بنایا گیا۔ ایک سال مستعین باللہ سے جنگ آزما رہ کر مستعین کو خلع خلافت پر مجبور کرنے میں کامیاب ہوا۔ نہایت خوبصورت شخص تھا جس سال یہ تخت نشین ہوا اسی سال اشناس ترکی مرا تھا اس نے پچاس ہزار دینار چھوڑے تھے جو معتز نے ضبط کر کے اپنا کاروبار چلایا۔ معتز جب تخت خلافت پر بیٹھا ہے تو اس کی عمر انیس سال کی تھی۔ اس نے احمد بن اسرائیل کو وزیر بنایا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر کو بدستور بغداد کی پولیس پر مامور رکھا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر خراسان کا گورنر تھا مگر خراسان میں اس کا نائب رہتا تھا اور وہ خود بغداد میں مقیم تھا معتز کو ترکوں ہی نے تخت خلافت پر بٹھایا تھا۔ وہ بالکل ترکوں سے دبا ہوا تھا۔ بغداد میں جو لشکر رہتا تھا اس میں خراسانی اور عراقی لوگ تھے۔ اس لشکر کو وظیفے اور تنخواہیں محمد بن عبداللہ تقسیم کیا کرتا تھا۔ معتز نے اس تمام لشکر کو تنخواہیں اور وظیفے دینے بند کر دیئے۔

ماہ رجب ۲۵۲ھ میں خلیفہ معتز نے اپنے بھائی موید کو ولی عہدی سے معزول کر دیا اور جیل خانے بھجوا کر قتل کرا دیا۔ رمضان ۲۵۲ھ میں لشکر بغداد نے تنخواہ و وظائف نہ ملنے کے سبب بغاوت کی اور محمد بن عبداللہ بن طاہر کے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے بڑی مشکل سے یہ فساد محمد بن عبداللہ نے فرو کیا۔ اسی سال فوج کے ترکوں اور عربوں میں فساد ہوا۔ طرفین سے خوب خانہ جنگی برپا رہی عربوں کا ساتھ اہل بغداد نے دیا۔ مگر ترکوں نے آخر دھوکے سے عربوں اور ان کے سرداروں کو قتل و جلا وطن کیا۔ اسی سال خلیفہ معتز نے حسین بن ابی شوارب کو قاضی القضاۃ کا عہدہ عطا کیا۔ چونکہ رعب خلافت اب اٹھ چکا تھا۔ اس لئے جا بجا صوبہ داروں نے اپنے آپ کو خود مختار سمجھنا شروع کر دیا اور خارجیوں اور علویوں نے

خروج شروع کر دیئے۔ مساور بن عبد اللہ بن مساور بجلی خارجی نے ولایت موصل پر قبضہ کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا۔ اور جو سردار خلیفہ کی طرف سے اُس کے مقابلہ کو گیا شکست دے کر بھگا دیا۔

۲۵۳ھ میں ترکوں نے وصیف و بغا اور سیما طویل اپنے سپہ سالاروں سے کہا کہ ہم کو چار چار مہینے کی پیشگی تنخواہیں دلوا دو اُنھوں نے کہا کہ خزانہ خالی پڑا ہے۔ تم کو تنخواہیں کہاں سے دی جائیں۔ ترکوں نے شورش برپا کی۔ ان سرداروں نے خلیفہ معتز سے عرض کیا۔ معتز خود مجبور تھا کیا کر سکتا تھا۔ ترکوں نے وصیف کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ چند روز کے بعد بابکیال اور بغا صغیر میں رقابت پیدا ہو گئی۔ خلیفہ معتز بابکیال کے حال پر زیادہ مہربان رہنے لگا۔ بغا نے خلیفہ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس ارادے کی اطلاع معتز کو ہو گئی اور بابکیال کے آدمیوں نے بغا صغیر کو قتل کر دیا۔

محمد بن عبداللہ بن طاہر کی وفات

محمد بن عبد اللہ بن طاہر گورنر خراسان نے ۲۵۳ھ میں بغداد کے اندر وفات پائی۔ محمد بن عبد اللہ نے مرنے سے پیشتر اپنی قائم مقامی اور گورنری خراسان کے لئے اپنے بیٹے عبید اللہ کی نسبت وصیت کی تھی۔ مگر عبید اللہ کے دوسرے بھائی طاہر بن محمد بن عبد اللہ بن طاہر نے بھائی کی مخالفت کی۔ محمد بن عبد اللہ کی نمازِ جنازہ پڑھانے پر ہی آپس میں لڑ پڑے۔ آخر وصیت کے موافق عبید اللہ ہی باپ کا قائم مقام تسلیم کیا گیا۔ لیکن خلیفہ معتز نے پھر سلیمان بن عبد اللہ بن طاہر کو محمد بن عبد اللہ بن طاہر کا قائم مقام بنایا اور اُس نے بغداد میں قیام کر کے مہماتِ متعلقہ کو انجام دینا شروع کیا۔

احمد بن طولون

ترکی سرداروں میں بابکیال نامی سردار بھی تھا۔ وصیف اور سیما طویل کی طرح ایک سر برآوردہ اور نامی سردار تھا۔ اسی سال یعنی ۲۵۳ھ میں خلیفہ معتز باللہ نے بابکیال کو مصر کی سند گورنری عطا کی۔ بابکیال نے اپنی طرف سے احمد بن طولون کو بطور نائب حکومت مصر پر مقرر کر کے بھیجا۔

طولون ایک ترک تھا جو لڑکپن میں فرغانہ کی لڑائی میں گرفتار ہو کر آیا تھا اُس نے خاندانِ خلافت میں پرورش پائی تھی اور غلامانِ شاہی میں شامل تھا۔ اُس کے بیٹے احمد نے بھی دار الخلافہ میں پرورش پاکرامورِ سلطنت سے واقفیت حاصل کی تھی۔ باکیال کو جب مصر کی سند گورنری ملی تو اُس کو یہ فکر ہوئی کہ اپنی طرف سے کس کو مصر کی حکومت پر مامور کر کے بھیجوں اُس کے مشیروں نے احمد بن طولون کا نام لیا چنانچہ اُس نے احمد بن طولون کو مصر بھیج دیا اور احمد نے مصر پر قبضہ کر کے وہاں کا انتظام کیا۔ جب معتز کے بعد خلیفہ مہتدی نے باکیال کو قتل کر کے یار کوج ترکی کو مصر کی گورنری عطا کی تو یار کوج نے بھی اپنی طرف سے احمد بن طولون کو مصر کی حکومت پر مامور رکھا۔ اس طرح احمد بن طولون کو حکومتِ مصر پر خوب مضبوطی سے قائم ہو گیا اور پھر اُس کی اولاد وراثۃً مصر پر قائم رہی اور اپنا سکہ مصر میں چلایا۔ غرض ۲۵۳ھ سے مصر کو بھی خلافتِ عباسیہ سے خارج ہی سمجھنا چاہیے یا کم از کم یہ سمجھنا چاہیے کہ ۲۵۳ھ سے مصر میں حکومت طولونیہ کی ابتدا ہوتی۔

یعقوب بن لیث صفار

یعقوب بن لیث اور اُس کا بھائی عمرو بن لیث دونوں سجستان میں تانبے اور پیتل کے برتنوں کی دوکان کرتے تھے چونکہ اس زمانے میں خلافت کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے جا بجا بغاوتیں اور سرکشیاں نمودار ہو رہی تھیں۔ اس لئے خوارج نے بھی خروج شروع کیا اُن کے مقابلے میں اہلِ بیت یعنی علویوں کے طرف دار بھی نکل کھڑے ہوئے انھیں میں ایک شخص صالح بن نضر کنعانی بھی ہوا خواہیِ اہلِ بیت کا دعویٰ کر کے خروج پر آمادہ ہوا۔ اُس کے گرد اُمرا و رؤسا، اور عوام الناس کا ایک گروہ جمع ہو گیا۔ یعقوب بن لیث بھی اسی گروہ میں شامل ہو گیا۔ صالح نے لڑ بھڑ کر سجستان پر قبضہ کر لیا۔ اور خاندانِ طاہریہ کے ارکان کو وہاں سے نکال دیا۔ اس کامیابی کے بعد ہی صالح کا انتقال ہو گیا۔ اُس کے بعد درہم بن حسن ایک شخص صالح کا جانشین و قائم مقام ہوا۔ مگر گورنرِ خراسان نے اُس کو کسی حیلہ سے گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا۔ صالح کی جماعت نے یعقوب بن لیث کو اپنا امیر بنایا یعقوب نے نہایت ہوشیاری اور شجاعت سے کام لے کر سجستان پر اپنا قبضہ مکمل کیا اور محمد بن عبداللہ بن طاہر کے عامل محمد بن اوس انباری کو جو ہرات کی حکومت پر متعین تھا

نکال دیا اور ہرات پر قبضہ کر کے خراسان کے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔

اسی اثنا میں فارس کے گورنر علی بن حسین بن شبل نے کرمان پر قبضہ کرنا چاہا ادھر سے یعقوب بن لیث نے بھی کرمان کو اپنے تصرف میں لانا چاہا۔ علی بن حسین کے سپہ سالاروں کو یعقوب بن لیث نے شکست دے کر بھگا دیا اور آخر فارس کے دارالسلطنت شیراز پر حملہ آور ہو کر ۲۵۵ھ میں شیراز پر بھی قبضہ کر لیا اس کے بعد فوراً سجستان کی طرف واپس چلا گیا اور دربارِ خلافت میں ایک درخواست اس مضمون کی بھیج دی کہ اس علاقہ میں بڑی بدامنی پھیل رہی تھی یہاں کے لوگوں نے مجھ کو اپنا امیر بنا لیا ہے۔ میں امیرالمومنین کا فرماں بردار ہوں۔ اس کے بعد خاندان طاہریہ سے یعقوب بن لیث نے بتدریج تمام خراسان کو خالی کرا لیا اور خود قابض و متصرف ہو کر اپنی مستقل حکومت قائم کی۔ طاہر بن حسین کی اولاد نے خراسان پر اب تک مسلسل حکومت کی تھی۔ اس لیے خراسان کی مستقل اسلامی سلطنتوں کے سلسلہ میں سب سے پہلے خاندانِ طاہریہ کا نام لیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ خاندانِ طاہریہ کا تعلق برابر دربارِ خلافت سے رہا اور اس خاندان کا کوئی نہ کوئی شخص بغداد کا افسر پولیس بھی ضرور رہا۔

خلفاء عباسیہ میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ خاندانِ طاہریہ کی حکومت سے خراسان کو نکال لے مگر طاہریہ خاندان ہمیشہ اپنے آپ کو خلفاء عباسیہ کا نوکر اور محکوم سمجھتا اور خلفاء عباسیہ سے سند گورنری حاصل کرتا اور خراجِ مقررہ بھی برابر بھیجتا رہا۔ لیکن یعقوب بن لیث نے جو حکومت قائم کی یہ اپنی نوعیت میں طاہریہ سلطنت سے جداگانہ اور خود مختارانہ تھی۔ جو دولتِ صفاریہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے تفصیلی حالات آئندہ اپنے مقام پر بیان ہوں گے۔

معتز باللہ کی معزولی اور موت

خلیفہ معتز ترک سرداروں کے قبضہ میں تھا وہ جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ خزانہ بالکل خالی ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے سرداروں نے خزانہ پر خود تصرف کر لیا تھا۔ فوج کے آدمی خلیفہ پر اپنے وظائف کا تقاضا کرتے تھے۔ خلیفہ سخت مجبور تھا۔ آخر ایک روز ترکوں نے جمع ہو کر امیرالمومنین کے دروازے پر جا کر شور و غل مچایا اور کہا کہ ہم کو کچھ دلوائیے ورنہ ہم صالح

بن وصیف کو جو آج کل آپ پر قبضہ کئے ہوئے ہے قتل کر ڈالیں گے۔

صالح بن وصیف ایک ترک سردار تھا۔ خلیفہ اُس سے بہت ہی ڈرتا تھا۔ اس شورش کو دیکھ کر معتز اپنی ماں قبیحہ رومی کے پاس گیا کہ کچھ مال ہو تو اس ہنگامہ کو فرو کردوں۔ قبیحہ کے قبضے میں بہت سا مال تھا۔ مگر اُس نے دینے سے انکار اور ناداری کا عذر کیا۔ ترکوں نے صالح بن وصیف اور محمد بن بغا صغیر اور بابکیال کو اپنا شریک بنا لیا اور ان سرداروں کی معیت میں مسلح ہو کر قصرِ خلافت کے دروازے پر آئے اور معتز کو بُلایا۔ خلیفہ معتز نے کہلا بھیجا کہ میں نے دوا پی ہے بیمار اور بہت کمزور ہوں باہر نہیں آ سکتا۔ یہ سُن کر ترک قصرِ خلافت میں زبردستی گھس گئے اور خلیفہ معتز کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لائے۔ اُس کو مارا۔ گالیاں دیں اور صحنِ مکان میں برہنہ سر دھوپ میں کھڑا کر دیا۔ پھر ہر ایک شخص جو گذرتا تھا۔ اُس کے منہ پر طمانچہ مارتا تھا۔ یہاں تک کہ جب خلیفہ کی بے عزتی حد کو پہنچ گئی تو اس سے کہا کہ اب اپنی خلافت سے دست برداری لکھ دو۔ معتز نے اس سے انکار کیا تو قاضی القضات حسین بن ابی شوراب کو بُلایا اور ارکینِ سلطنت طلب کیے گئے۔ ایک محضر لکھا اُس پر قاضی صاحب اور تمام ارکینِ سلطنت سے دستخط کرائے اور معتز کو معزول کر کے ایک تہ خانہ میں بے آب و دانہ بند کر دیا وہیں اُس کا دم نکل گیا۔

یہ واقعہ ۲۷ رجب ۲۵۵ھ کا ہے۔ اور معتز کی موت ۸ / شعبان ۲۵۵ھ کو واقعہ ہوئی۔ اس کے بعد لوگوں نے بغداد سے معتز کے چچا زاد بھائی محمد بن واثق کو بُلا کر تختِ سلطنت پر بٹھایا اور مہتدی باللہ کا خطاب دیا۔ خلیفہ معتز کی ماں اپنے بیٹے کی گرفتاری و بے حُرمتی کا حال دیکھ کر ایک سُرنگ کے راستے فرار ہو گئی اور سامرا میں کسی جگہ چُھپ گئی تھی۔ جب مہتدی خلیفہ ہو گیا تو وہ رمضان ۲۵۵ھ میں صالح بن وصیف سے جو خلیفہ مہتدی کا نائب السلطنت بنا ہوا تھا امان طلب کر کے ظاہر ہوئی صالح نے اُس کے مال و دولت کا سُراغ لگایا تو اُس کے پاس سے ایک کروڑ تین لاکھ دینار اور اس سے بہت زیادہ کے جواہرات نکلے حالانکہ پچاس ہزار دینار معتز مانگتا تھا اور اتنے ہی میں فوج کی شورش اُس وقت فرو ہو سکتی تھی۔ صالح نے قبیحہ کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر کے کہا کہ اس کمبخت عورت نے پچاس ہزار دینار کے عوض اپنے بیٹے کو قتل کرا دیا حالانکہ اس کے قبضے میں کروڑوں دینار تھے۔ اس کے بعد صالح نے قبیحہ کو مکہ کی طرف بھیج دیا وہ معتمد کے تخت نشین ہونے تک مکہ میں رہی پھر سامرہ میں چلی آئی اور ۲۶۴ھ میں مر گئی۔

مہتدی باللہ

مہتدی باللہ بن واثق باللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید کا اصل نام محمد اور کنیت ابواسحٰق تھی اپنے دادا کے عہدِ خلافت ۲۱۸ھ میں پیدا ہوا اور ۲۷ سال کی عمر میں بتاریخ ۲۹ رجب ۲۵۵ھ تخت نشین ہوا۔ گندم گون۔ دُبلا پتلا۔ خوبصورت۔ عابد زاہد۔ عادل اور بہادر شخص تھا۔ احکام الٰہی کی پابندی کے رواج دینے میں بہت کوشاں تھا۔ تخت نشین ہونے کی تاریخ سے مقتول ہونے تک برابر روزہ رکھتا رہا۔ مگر اُس کو کوئی مددگار نہ ملا۔ اُس نے ایسا خراب زمانہ پایا کہ خلافتِ اسلامیہ کے عزت و وقار کو دوبارہ واپس لانا سخت دُشوار تھا۔ ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ رمضان میں شام کے وقت مہتدی کے پاس بیٹھا تھا جب میں چلنے لگا تو مہتدی نے کہا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ پھر ہم نے افطار کیا۔ نماز پڑھی اور مہتدی نے کھانا طلب کیا تو ایک بید کی ڈبیا میں کھانا آیا اس میں پتلی پتلی روٹیاں تھیں۔ ایک پیالی میں تھوڑا سا نمک۔ دوسری میں سرکہ اور تیسرے برتن میں زیتون کا تیل تھا۔ مجھ سے بھی کھانے کو کہا میں نے کھانا شروع کیا اور دل میں سوچا کہ کھانا ابھی اور آتا ہوگا۔ اس لئے بہت آہستہ آہستہ کھانا شروع کیا مہتدی نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ کیا تمھارا روزہ نہ تھا میں نے کہا تھا۔ پھر پوچھا کہ کیا کل روزہ نہ رکھو گے۔ میں نے کہا رمضان کا مہینہ ہے روزہ کیوں نہ رکھوں گا۔ کہا۔ پھر اچھی طرح کھاؤ اور یہ اُمید نہ رکھو کہ اور کھانا آتا ہوگا۔ کیونکہ اس کے سوا اور کھانا ہمارے یہاں نہیں ہے۔

میں نے تعجب سے کہا کہ امیرالمومنین یہ کیا معاملہ ہے خدائے تعالیٰ نے تو آپ کو تمام نعمتیں عطا کی ہیں۔ مہتدی نے کہا "ہاں یہ سچ ہے مگر میں نے غور کیا تو بنو اُمیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کو پایا کہ وہ کم کھانے اور رعایا کی راحت رسانی کی فکر سے بہت ہی لاغر ہو گئے تھے۔ پھر میں نے اپنے خاندان پر غور کیا تو مجھ کو بڑی شرم آئی کہ ہم لوگ بنی ہاشم ہو کر اُن کی مانند بھی نہ ہوں۔ اسی لئے میں نے یہ طرز اختیار کیا جو تم دیکھ رہے ہو۔" مہتدی نے لہو و لعب کو سختی سے رُوک دیا تھا۔ گانے بجانے کو حرام قرار دیا تھا۔ عاملانِ سلطانی کو ظلم کرنے سے سخت ممانعت کر دی تھی۔ دفتر کے معاملات میں سختی سے کام لیتا تھا۔ خود روزانہ اجلاس کرتا اور

دربارِ عام میں انفصال مقدمات کا کام کرتا۔ منشیوں کو اپنے سامنے بٹھا کر حساب کتاب کرتا تھا۔

مہتدی باللہ کو بھی جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے ترکوں ہی نے خلافت پر بٹھایا تھا۔ صالح بن وصیف نے جو ترکوں میں سب سے زیادہ قابو یافتہ ہو رہا تھا مہتدی باللہ کو تخت نشین کرنے کے بعد ہی احمد بن اسرائیل۔ زید بن معتز باللہ۔ ابو نوح کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور اُن کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ پھر حسن بن مخلد کو بھی گرفتار کر کے اُس کا مال و اسباب ضبط کر لیا۔ خلیفہ مہتدی باللہ کو جب ان حالات سے اطلاع ہوئی تو بہت رنجیدہ ہوا اور کہا کہ ان لوگوں کے لئے قید ہی کی مصیبت کیا کم تھی جو ان کو ناحق قتل کیا گیا۔ اس کے بعد خلیفہ مہتدی باللہ نے سامرا سے تمام لونڈیوں اور مغنیوں کو نکلوا دیا محل سرائے شاہی میں جس قدر درندے پلے ہوتے تھے۔ سب کے مارڈالنے اور کتوں کے نکلوا دینے کا حکم دیا۔ قلم دانِ وزارت سلیمان بن وہب کے سپرد کیا مگر صالح بن وصیف نے اپنی حکمتِ عملی اور خوش تدبیری سے سلیمان بن وہب کو بھی اپنے قابو میں کر لیا اور خود حکومت کرنے لگا۔ معتز کی معزولی اور مہتدی کی تخت نشینی کے وقت موسیٰ بن بغا دارالخلافہ میں موجود نہ تھا۔ وہ رَے کی طرف گیا ہوا تھا۔ اُس نے جب یہ سُنا کہ صالح نے معتز کو معزول کر کے مہتدی کو خلیفہ بنا دیا ہے تو وہ معتز کے خون کا بدلہ لینے کا اعلان کر کے دارالخلافہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں آ کر دربارِ خلافت میں حاضری کی درخواست بھجوائی۔ صالح موسیٰ کے آنے کی خبر سُن کر رُوپوش ہو گیا تھا۔

موسیٰ کو خلیفہ نے اندر آنے کی اجازت دی۔ اُس نے آتے ہی خلیفہ کو گرفتار کر کے اور ایک خچر پر سوار کرا کر قید خانہ میں لے جانا چاہا مہتدی نے کہا کہ موسیٰ خدا سے ڈر۔ آخر تیری نیت کیا ہے موسیٰ نے کہا کہ میری نیت بخیر ہے۔ آپ یہ حلف کیجئے کہ صالح کی طرف داری نہ کریں گے۔ خلیفہ نے یہ حلف کر لیا موسیٰ نے اُسی وقت خلیفہ کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد موسیٰ نے صالح کی تلاش شروع کی خلیفہ نے یہ کوشش کی کہ موسیٰ اور صالح میں صلح ہو جائے۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ موسیٰ اور اُس کے ہمراہیوں کو یہ شبہ گذرا کہ صالح کا پتہ خلیفہ کو معلوم ہے اور اُسی نے صالح کو چھپا رکھا ہے۔ چنانچہ موسیٰ بن بغا کے مکان پر ترکوں کا جلسہ مشورت منعقد ہوا اور خلیفہ مہتدی کے قتل یا معزولی کی تدبیریں سوچی گئیں۔ اس مجلس کا حال خلیفہ کو معلوم ہو گیا۔ اگلے دن سب کو دربار عام میں بلوایا اور مسلح ہو کر دربار میں غضب آلود چہرہ کے ساتھ آیا ترکوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھ کو تمہارے مشوروں کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ تم مجھ کو دوسرے خلفا کی طرح نہ سمجھنا۔ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ تم میں سے بہت سوں کی جان لے لوں گا۔ میں وصیتیں کر آیا ہوں اور مارنے مرنے پر آمادہ ہوں۔ تم یاد رکھو کہ میری دشمنی تمہارے لئے

باعثِ وبال ہوگی۔ میں قسمیہ کہتا ہوں کہ مجھ کو صالح کا کوئی حال معلوم نہیں کہ کہاں روپوش ہے۔ یہ سُن کر لوگ خاموش رہے اور اس شورش میں سکون پیدا ہوگیا۔ اس کے بعد موسیٰ نے مُنادی کرادی کہ جو شخص صالح کو گرفتار کر کے لائے گا۔ وہ دس ہزار انعام پائے گا۔ اتفاقاً ایک جگہ صالح کا پتہ چل گیا۔ موسیٰ نے اُس کو قتل کرا کر اُس کا سر نیزہ پر رکھ کر شہر میں تشہیر کرایا۔ مہتدی کو یہ حرکت ناگوار گذری مگر ترکوں کی طاقت کے مقابلہ میں خلیفہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ سخت مجبور تھا۔ آخر خلیفہ نے بابکیال نامی ترک سردار کو خط لکھا کہ موقعہ پاکر موسیٰ کو قتل کردو۔ بابکیال نے یہ خط موسیٰ کو دکھا دیا موسیٰ فوج لے کر قصرِ خلافت پر چڑھ آیا۔ ادھر اہلِ مغرب اور اہلِ فرغانہ نے خلیفہ مہتدی کی طرف سے مدافعت کی۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔

بابکیال اس عرصہ میں مقید ہو کر خلیفہ مہتدی کے قید خانہ میں آچکا تھا خلیفہ مہتدی نے بابکیال کو قتل کرا کر اُس کا سر ترکوں کی طرف پھینک دیا۔ اس سے مخالف ترکوں کا جوش اور بھی بڑھ گیا اور وہ ترک جو فرغانہ وغیرہ کے خلیفہ کی فوج میں شامل تھے۔ بابکیال کے قتل سے ناراض ہو کر موسیٰ کی فوج میں جا ملے۔ جس زمانے میں ترکوں نے خلیفہ مہتدی کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ بغداد و سامرا اور دوسرے مقامات کی رعایا خلیفہ مہتدی کے لئے دعائیں مانگ رہی تھی کیونکہ رعایا اس خلیفہ کے عدل وداد سے بہت ہی خوش تھی اور خلیفۂ صالح کے لقب سے یاد کیا کرتی تھی۔ مگر نتیجہ اس کا مہتدی کے خلاف نکلا خلیفہ کو شکست ہوئی اور ترکوں نے اُس کو گرفتار کر کے خصیتیں دبا کر مار ڈالا۔ یہ حادثہ ۱۴؍ رجب ۲۵۶ھ کو وقوع پذیر ہوا خلیفہ مہتدی باللہ نے پندرہ دن کم ایک سال خلافت کی اور ۳۸ سال کی عمر میں مقتول ہوا۔ اس کے بعد ترکوں نے ابوالعباس احمد بن متوکل کو جو مقام جوسق میں قید تھا قید سے نکال کر تخت نشین کیا اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور معتمد علی اللہ کا لقب تجویز کیا۔

معتمد علی اللہ

معتمد علی اللہ بن متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید ۲۲۹ھ میں ایک رومیہ اُمِ ولد فتیان نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ خلیفہ معتمد نے عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو وزارت کا عہدہ عطا کیا۔ یہ عبید اللہ ۲۶۳ھ میں گھوڑے سے گر کر مرا اور قلمدانِ وزارت

محمد بن مخلد کو ملا۔

علویوں کا خروج

۲۵۶ھ میں ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن محمد بن حنفیہ بن علی بن ابی طالب معروف بہ ابن صوفی نے مصر میں اور علی بن زید علوی نے کوفہ میں دولت عباسیہ کے خلاف خروج کیا۔ ابن صوفی کو مصر میں کئی ہنگاموں اور لڑائیوں کے بعد ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مصر سے بھاگ کر مکہ میں آیا وہاں عامل مکہ نے گرفتار کر کے احمد بن طولون کے پاس مصر میں بھیج دیا اُس نے قید کر دیا۔ کچھ مدت کے بعد قید سے رہا کر دیا۔ ابن صوفی مصر سے چھوٹ کر مدینہ میں آیا۔ اور یہیں وفات پائی۔ علی بن زید نے کوفہ میں خروج کر کے وہاں کے عامل کو نکال دیا اور خود کوفہ پر متصرف ہو گیا۔ خلیفہ معتمد نے شاہ بن میکال نامی سردار کو کوفہ کی طرف بھیجا مگر اُس نے علی بن زید کے مقابلے میں شکست کھائی۔ تب خلیفہ نے کیجور نامی سردار کو بھیجا اُس نے علی بن زید کو شکست دے کر شوال ۲۵۶ھ میں کیجور نے علی بن زید پر دوبارہ چڑھائی کی۔ لڑائی ہوئی اس لڑائی میں علی بن زید شکست پا کر گرفتار ہوا اور کیجور اُس کو لے کر دارالخلافہ کی طرف آیا۔ حسین بن زید علوی نے رَے پر قبضہ کر لیا اور موسیٰ بن بغا اُس کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔

علی نامی ایک شخص نے اپنے آپ کو اس سے چند روز پیشتر علوی ظاہر کر کے اول بحرین میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ پھر احسا چلا آیا وہاں بھی اپنے آپ کو علوی بتایا گو سلسلہ نسب جو پہلے بتایا تھا اُس کو تبدیل کر دیا چونکہ جابجا علوی لوگ خروج کر رہے تھے اس کے دل میں بھی اُمنگ پیدا ہوئی اور اپنے آپ کو علوی بتا کر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے میں مصروف رہا۔ مگر ہر جگہ اُس کے نسب کا راز فاش ہو جاتا کہ یہ علوی نہ تھا آخر بغداد میں اُس نے چند غلاموں کو اپنے ساتھ ملایا اور اُن کو ہمراہ لے کر بصرہ میں وہاں پہنچ کر اُس نے اعلان کیا کہ جو زنگی غلام ہمارے پاس چلا آئے گا وہ آزاد ہے۔ اس اعلان کو سن کر زنگی غلاموں کا انبوہ کثیر اس کے گرد جمع ہو گیا۔

ان غلاموں کے آقا جب علی کے پاس آئے اور اپنے غلاموں کی نسبت اُس سے گفتگو کرنی چاہی تو علی نے اشارہ کر دیا زنگیوں نے اپنے آقاؤں کو فوراً گرفتار کر لیا۔ پھر علی

نے اُن کو چھوڑ دیا۔ علی کے جھنڈے کے نیچے زنگی غلاموں کی جمعیت ہر روز ترقی کرتی رہی اور علی اُن کو مُلک گیری اور تیغ زنی کی ترغیب اپنی پُرجوش تقریروں سے دیتا رہا۔ پھر قادسیہ اور اُس کے نواح کو لوٹ کر بصرہ کی طرف آیا۔ اہلِ بصرہ نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اس کے بعد بصرہ والوں نے بار بار مقابلہ کی تیاری کی اور ہر مرتبہ شکست ہی کھائی۔

زنگیوں کی فوج نے بصرہ پر قبضہ کر لیا دربارِ خلافت سے ابو ہلال ترکی چار ہزار کی جمعیت سے مامور ہوا نہر ریان پر مقابلہ ہوا زنگیوں نے اُس کو بھی شکست دے کر بھگا دیا۔ غرض زنگیوں نے نہ صرف بصرہ بلکہ ایلہ واہواز اور دوسرے مقامات پر بھی تصرف کر لیا۔ بار بار دربارِ خلافت سے ترکی سردار فوجیں لے لے کر آئے اور ہر مرتبہ شکست کھا کر واپس گئے۔ آخر سعید بن صالح نے زنگیوں کو شکست دے کر بصرہ سے نکالا مگر زنگیوں نے ۱۵ ر شوال ۲۵۷ھ کو بزورِ تیغ بصرہ پر قبضہ حاصل کر کے تمام بصرہ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ بڑی بڑی قیمتی اور خوبصورت عمارتیں جل کر خاکستر اور مٹی کا ڈھیر بن گئیں۔ لوٹ مار کی انتہا نہ تھی۔ جو سامنے آیا وہ قتل کیا گیا۔

یہ حالات سُن کر خلیفہ معتمد نے محمد معروف بہ مولد کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ روانہ کیا اس کا مقابلہ زنگیوں نے بصرہ سے نکل کر نہر معقل پر کیا لشکرِ مولد کو شکست دے کر بھگا دیا اور تمام مال واسباب کو لوٹ کر بھاگتے ہوؤں کو قتل کیا پھر نہر معقل کی طرف واپس آ گئے۔ اس کے بعد خلیفہ معتمد نے منصور بن جعفر خیاط کو زنگیوں کے مقابلہ پر مامور کیا زنگی اپنے سردار علی بن ابان کی ماتحتی میں مقابلہ پر آئے سخت معرکہ ہوا۔ صبح سے دوپہر تک برابر تلوار چلی آخر منصور بن جعفر کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس خبر کو سُن کر خلیفہ معتمد باللہ نے اپنے بھائی ابواحمد موفق کو جسے وہ مکہ معظمہ کی گورنری پر مامور کر چکا تھا مکہ معظمہ سے بُلایا اور اُس کو مصر وقنسرین وعواصم کی سندِ گورنری دے کر زنگیوں کے مقابلہ پر مامور کیا اور اُس کے ساتھ مفلح کو بھی ایک فوج دے کر بھیجا۔ یہ دونوں زنگیوں کے مقابلہ کو روانہ ہوئے۔

زنگیوں سے لڑائی ہوئی مفلح مارا گیا اور اُس کے ہمراہی فرار ہونے لگے اس سے موفق کے ہمراہیوں میں بھی پریشانی اور بے ترتیبی نمودار ہوئی۔ آخر موفق نے طرح دے کر اپنے لشکر کو بچایا اور ترتیب دے کر نہر ابوخصیب کے کنارے آ کر زنگیوں سے نبرد آزما ہوا زنگیوں

کو شکست دی اور اُن کی جمعیت کو پریشان کر کے بہت سوں کو گرفتار و قید کر کے اور بہت سے قیدیوں کو اُن کی قید سے چھڑا کر واپس سامرا میں آیا۔ مگر اس شکست سے زنگیوں کا فتنہ فرو نہیں ہوا اُنھوں نے اپنی جمعیت فراہم کر کے پھر قتل و غارت کا بازار گرم رکھا اور ۲۷۰ھ تک اسی طرح بصرہ اور عراق کے اکثر حصہ پر مستولی رہے۔

یعقوب بن لیث کی گورنری

معتمد کی تخت نشینی کے پہلے ہی سال یعنی ۲۵۶ھ میں محمد بن واصل بن ابراہیم تمیمی نے جو اصل میں عراق عرب کا باشندہ تھا اور بہت دنوں سے فارس میں رہتا تھا بعض کُردوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے فارس کے گورنر حرث بن سیما کو قتل کیا اور صوبہ فارس پر قابض و متصرف ہو گیا۔ اُدھر یعقوب بن لیث صفار کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ فارس پر حملہ آور ہوا موفق نے اس وقت فارس کو یعقوب صفار کے پنجے سے بچانا ضروری سمجھ کر یعقوب بن لیث کے پاس طخارستان و بلخ کی سندِ گورنری معتمد سے لکھا کر بھجوا دی اور کہلا بھیجا کہ تم فارس کا خیال ترک کر دو اور بلخ و طخارستان میں اپنی حکومت قائم کرو۔ یعقوب بن لیث نے اس کو بہت غنیمت سمجھا اور بلخ و طخارستان کا بخوبی بندوبست کر کے کابل پہنچا اور رتبیل کو گرفتار کیا۔ اس کے بعد خلیفہ کی خدمت میں تحف و ہدایا روانہ کیے۔

پھر سجستان آیا سجستان سے ہرات اور ہرات سے خراسان کے شہروں کو قبضہ میں لانے لگا ۲۵۹ھ میں یعقوب بن لیث نے خراسان پر قبضہ کر کے وہاں سے خاندانِ طاہریہ کے افراد کو خارج کر دیا خلیفہ معتمد نے ایک تہدید آمیز فرمان بھیجا کہ تم انھیں شہروں پر قانع رہو جن کی سندِ گورنری تم کو دی گئی ہے خراسان پر تصرف نہ کرو مگر یعقوب نے اس فرمان پر کوئی التفات نہ کیا۔ ۲۶۰ھ میں حسن بن زید علوی نے دیلم سے فوج لے کر یعقوب پر حملہ کیا سخت لڑائی کے بعد حسن بن زید شکست پا کر دیلم کی طرف واپس گیا۔ اور یعقوب نے ساریہ اور آمل پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سجستان کی طرف چلا گیا۔

بغاوتِ موصل

معتمد نے موصل کی گورنری پر ایک ترک سردار اساتگین کو مامور فرمایا۔ ترکوں نے اہلِ

موصل پر ظلم و زیادتی شروع کی نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ موصل نے یحییٰ بن سلیمان کو اپنا امیر و حاکم بنا لیا۔ اور ترکوں کو مار کر نکال دیا خلیفہ کو اس بغاوت کا حال ہوا۔ ترکوں کی فوج بھیجی گئی سخت سخت معرکے ہوتے۔ مگر انجام یہ ہوا کہ خلیفہ کی فوج یعنی ترکوں کو ناکامی ہوئی اور موصل میں یحییٰ بن سلیمان کی حکومت قائم ہو گئی۔ یہ واقعہ ۲۶۰ھ اور ۲۶۱ھ کا ہے۔

ابنِ مفلح۔ ابنِ واصل۔ ابنِ لیث صفار

۲۵۶ھ میں جب یعقوب بن لیث نے محمد بن واصل سے صوبۂ فارس کے چھین لینے کے لئے چڑھائی کی تو خلیفہ نے بلخ و طخارستان کی گورنری اس کو دے کر واپس کر دیا تھا۔ کہ یعقوب کا قبضہ فارس کے صوبہ پر نہ ہوا اور خود عبدالرحمٰن بن مفلح کو فوج دے کر روانہ کیا کہ محمد بن واصل سے صوبۂ فارس چھین کر قبضہ کرو۔ عبدالرحمٰن اور محمد کی لڑائیاں شروع ہو گئیں ... عبدالرحمٰن بن مفلح کی کمک پر خلیفہ نے طاشتمر ترکی کو بھی مامور کیا نتیجہ یہ ہوا کہ طاشتمر ترکی میدانِ جنگ میں مارا گیا اور ۲۶۱ھ میں محمد بن واصل نے عبدالرحمٰن بن مفلح کو گرفتار کر لیا۔ اب خلیفہ معتمد نے محمد بن واصل سے خط و کتابت شروع کی اور عبدالرحمٰن بن مفلح کی رہائی کے متعلق تحریک کی محمد بن واصل نے خلیفہ کے خطوں کا تو کوئی جواب نہیں دیا۔ مگر عبدالرحمٰن بن مفلح کو قتل کر کے شہر واسط پر حملہ کی تیاری کر دی۔ جہاں موسیٰ بن بغا معہ فوج مقیم تھا۔ محمد بن واصل واسط کی طرف چلا تو راستے میں ابراہیم بن سیما اہواز میں سدراہ ہوا۔

ادھر سے ابوالساج نے جس کو خلیفہ نے صوبہ فارس کی سندِ گورنری انھیں ایام میں دی تھی۔ اپنے داماد عبدالرحمٰن کو محمد بن واصل کے مقابلہ اور صوبۂ فارس پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ابوالساج خود زنگیوں کی جنگ میں مصروف تھا جنھوں نے بصرہ اور اس کے نواح میں قیامت برپا کر رکھی تھی۔ ابوالساج کا داماد عبدالرحمٰن جب فوج لے کر چلا تو رستے میں زنگیوں کے سردار علی بن ابان سے اتفاقاً مڈبھیڑ ہو گئی علی بن ابان نے عبدالرحمٰن کو شکست دے کر مار ڈالا۔ محمد بن واصل اہواز میں ابراہیم سیما کے مقابلہ میں صف آرا ہوا اسی اثناء میں خبر پہنچی کہ یعقوب بن لیث صفار سجستان سے فوج لے کر فارس پر حملہ آور ہوا ہے۔ محمد بن واصل تمیمی ابراہیم بن سیما مقابلہ سے منہ موڑ کر فارس کی طرف لوٹا۔ آخر صفار اور محمد بن واصل کا مقابلہ ہو۔ ابنِ واصل کو شکست ہوئی وہ میدانِ جنگ سے اپنی جان بچا کر بھاگا اور یعقوب

صفار نے تمام صوبہ فارس پر قبضہ کر لیا۔ خراسان پہلے ہی اُس کے قبضہ میں آچکا تھا اب ۲۶۱ھ میں فارس پر بھی اُس کا قبضہ ہو گیا۔

دولتِ سامانیہ کی ابتدا

سامانی خاندان کا حال تو تفصیلی طور پر آگے بیان کیا جائے گا لیکن بغرض یاددہانی اور سلسلہ کے مربوط رکھنے کے لئے اس جگہ اُس کی ابتدا کا حال بیان کر دینا ضروری ہے۔ اسد بن سامان خراسان کے ایک نامور اور ذی عزت خاندان کا شخص تھا۔ اسد بن سامان کے چار بیٹے تھے۔ نوح۔ احمد۔ یحیی۔ الیاس۔ جس زمانہ میں مامون الرشید خراسان کے دارالسلطنت مرو میں مقیم تھا۔ اُسی زمانہ میں یہ چاروں بھائی مامون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوئے مامون الرشید نے اپنے وزیر اعظم فضل بن سہل کی تجویز کے موافق ان چاروں کو اچھے اچھے عہدوں پر مامور فرمایا۔ جب مامون الرشید خراسان میں غسان بن عباد کو اپنا نائب السلطنت اور حاکم خراسان بنا کر بغداد کی جانب روانہ ہوا تو غسان بن عباد نے نوح کو سمرقند کی، احمد کو فرغانہ کی یحیی کو شاش، واشروسنہ کی اور الیاس کو ہرات کی حکومت پر مامور کیا۔

جب مامون الرشید نے طاہر بن حسین اپنے مشہور سپہ سالار کو خراسان کی حکومت پر مامور کر کے بھیجا تو طاہر بن حسین نے بھی ان چاروں بھائیوں کو بدستور مامور رکھا۔ اس کے بعد نوح بن اسد کا جب انتقال ہوا تو طاہر بن حسین نے سمرقند کے علاقے کو یحیی اور احمد کے علاقوں میں شامل کر دیا۔ اس کے چند روز بعد الیاس نے عبد اللہ بن طاہر کے عہدِ گورنری میں وفات پائی تو عبد اللہ بن طاہر نے الیاس کے بیٹے ابو اسحاق محمد کو اُس کے باپ کی جگہ ہرات کی حکومت عطا کی۔ احمد بن اسد کے سات بیٹے تھے۔ نصر۔ یعقوب۔ یحیی۔ اسمٰعیل۔ ابوالاشعث۔ ابو غانم حمید۔ اسد۔ جب احمد بن اسد کا انتقال ہوا تو سمرقند کے صوبہ کی حکومت اُس کے بڑے بیٹے نصر کو ملی۔

نصر اس صوبہ پر خاندان طاہریہ کے خراسان سے بے دخل ہونے اور یعقوب بن لیث صفار کے قابض ومتصرف ہونے تک حکومت کرتا رہا اور قابض ومتصرف رہا۔ ۲۶۱ھ میں خلیفہ معتمد علی اللہ نے نصر کے پاس صوبہ سمرقند کی سند گورنری بھیج دی۔ اب تک اس صوبہ کے حاکم کو حاکم خراسان ہی کے یہاں سے سندِ حکومت ملا کرتی تھی۔ لیکن مُلک خراسان کے قبضہ سے

نکل جانے اور یعقوب صفار کے قبضہ میں چلے جانے کے باعث خلیفہ نے مناسب سمجھا کہ کم از کم علاقہ ماوراء النہر ہی میں ہماری سیادت قائم رہے۔ اس لئے براہ راست دربار خلافت سے نصر کے پاس سند حکومت بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ یعقوب صفار سے اُس ملک کی حفاظت کرو۔ نصر نے اپنے بھائی اسمٰعیل کو بخارا کی امارت عطا کی اور خود سمرقند میں حکومت کرتا رہا۔ ۲۷۵ھ میں ان دونوں بھائیوں میں ناراضی پیدا ہوئی لڑائی تک نوبت پہنچی اسمٰعیل نے فتح پائی نصر گرفتار ہوکر اسمٰعیل کے سامنے آیا تو اسمٰعیل نے دوڑ کر بھائی کی قدم بوسی کی اور اُس کو تخت پر بٹھا کر خود اُس کی فرماں برداری کا اقرار کیا اور پھر بدستور سابق دونوں بھائی حکومت کرنے لگے۔ اسی اسمٰعیل نے دولت سامانیہ کی بنیاد قائم کی۔ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

ولی عہدی کی بیعت

ماہ شوال ۲۶۱ھ میں خلیفہ معتمد نے ایک دربار عام کیا اور تمام ارکین دربار کے روبرو اس بات کا اعلان کیا کہ میرے بعد میرا بیٹا جعفر ولی عہد سلطنت ہے اور اُس کے بعد میرا بھائی احمد موفق مستحق خلافت ہے۔ لیکن اگر میری وفات تک جعفر بالغ نہ ہو تو پھر موفق ہی تختِ خلافت کا مالک ہوگا اور اُس کے بعد جعفر مستحق خلافت سمجھا جائے گا۔ چنانچہ اسی قرارداد پر سب سے بیعت لی گئی۔ جعفر کو مفوض الی اللہ کا خطاب دیا گیا اور افریقہ۔ مصر۔ شام۔ جزیرہ موصل۔ ارمینیا کی حکومت اُس کو دی گئی اور موسیٰ بن بغا کو اُس کا نائب مقرر کیا گیا۔ ابوأحمد کو الناصر الدین اللہ الموفق کا خطاب دے کر بلادِ شرقیہ۔ بغداد۔ کوفہ۔ طریق مکہ۔ یمن۔ کسکر۔ اہواز۔ فارس۔ اصفہان۔ رے۔ زنجان اور سندھ کی حکومت عطا کی۔ ان دونوں ولی عہدوں کے لئے دو سفید جھنڈے بنائے گئے۔ اس بیعت ولی عہدی کے بعد خلیفہ معتمد نے اپنے بھائی موفق کو زنگیوں کی سرکوبی پر مامور کیا۔

جنگِ صفار

موفق ابھی زنگیوں کی جانب روانہ نہیں ہونے پایا تھا کہ خلیفہ کے پاس خبر پہنچی کہ یعقوب صفار خراسان کے قبضہ وانتظام سے فارغ دارالخلافہ کی طرف فوجیں لئے ہوئے بڑھ رہا ہے یہ سن کر سب پریشان

ہو گئے۔ موفق برادر خلیفہ کا ارادہ بھی زنگیوں کی طرف جانے کا ملتوی ہو گیا۔ خلیفہ نے خود دارالخلافہ سے کوچ کر کے مقام زعفرانیہ میں قیام کیا اور اپنے بھائی موفق کو صفار کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ موفق کے میمنہ میں موسیٰ بن بغا اور میسرہ میں مسرور بلخی افسر تھا۔ قلب کی سرداری خود موفق کے ہاتھ میں تھی۔ صبح سے عصر کے وقت تک نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ کبھی صفار کی فوج پیچھے ہٹ جاتی تھی کبھی موفق کی۔ فتح و شکست کا کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا تھا کہ اتنے میں خلیفہ نے موفق کی کمک کے لئے ایک اور فوج بھیج دی۔ اس تازہ دم امداد کے آجانے سے یعقوب بن لیث کی فوج پر آثار ہزیمت نمودار ہو گئے۔ یعقوب صفار اور اس کی فوج میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ موفق کی فوج نے اس کے لشکر گاہ کو خوب لوٹا۔ صفار میدانِ جنگ سے شکست کھا کر خوزستان کی طرف روانہ ہوا اور مقام جندی سابور میں جا کر قیام کیا۔ موفق صفار کا تعاقب نہیں کر سکا۔ بلکہ واسط میں آ کر مقیم ہوا اور وہاں سے بیمار ہو کر بغداد چلا آیا۔

ادھر موفق اور صفار مصروف جنگ تھے اُدھر محمد بن واصل نے جو پہلے صفار سے شکست کھا کر اور صوبہ فارس چھوڑ کر بھاگا ہوا تھا۔ موقعہ مناسب سمجھا اور اس نے خروج کر کے میدان خالی پا کر فارس پر قبضہ کر لیا۔ صفار جب شکست کھا کر جندی سابور میں گیا تو زنگیوں نے صفار کے پاس خط بھیجا اور اُس کو خلیفہ کے خلاف جنگ کرنے کی ترغیب دے کر اپنی امداد کا وعدہ کیا۔ صفار نے اس خط کے جواب میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ آخر سورت لکھ کر بھیج دی اور ایک لشکر عمر بن سری کی افسری میں محمد بن واصل کے مقابلہ پر روانہ کر دیا۔ عمر بن سری نے محمد بن واصل کو فارس سے نکال کر فارس پر قبضہ کر لیا۔ معتمد نے یعقوب صفار کی لڑائی کے بعد موسیٰ بن بغا کو زنگیوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ اُدھر صفار نے ایک سردار کو اہواز کی طرف روانہ کیا۔ مقام اہواز پر خلیفہ بغداد، صفار اور زنگیوں کے تینوں لشکر آپس میں معرکہ آرا ہوتے۔ کوئی کسی کا طرف دار نہ تھا۔ یعقوب صفار جندی سابور سے سجستان کی طرف روانہ ہوا اور نیشاپور پر عزیز بن سری کو اور ہرات پر اپنے بھائی عمر بن لیث کو حاکم مقرر کر گیا۔ یہ سب ۲۶۲ھ کے واقعات ہیں۔

واسط پر زنگیوں کا قبضہ

یعقوب صفار جندی سابور پر قبضہ کر کے اور اپنا ایک عامل مقرر کر کے سجستان کی جانب گیا تھا۔ ایک سردار کو اہواز کی جانب بھیج گیا تھا۔ آخر اہواز پر زنگیوں نے صفار کا قبضہ

تسلیم کر لیا۔ اور صفار کے لشکر سے صلح کر کے وہ واسط کی طرف متوجہ ہوتے وہاں خلیفہ کی طرف سے ایک ترک سردار مامور تھا۔ زنگیوں نے اُس کو شکست دے کر واسط پر قبضہ کر لیا اور شاہی فوجیں زنگیوں کے مقابلے پر نہ ٹھہر سکیں۔ یہ واقعہ ۲۶۳ھ کا ہے۔

شام پر احمد بن طولون کا قبضہ

۲۶۴ھ میں ماجور نامی ایک ترک شام کی حکومت پر مامور تھا اس کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے نے شام کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ احمد طولون یہ خبر سُن کر مصر میں اپنے بیٹے عباس کو اپنا قائم مقام بنا کر خود دمشق کی طرف متوجہ ہوا ترک زادے نے اطاعت اختیار کی اور ابنِ طولون نے ۲۶۴ھ میں دمشق اور اس کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا اور دو برس تک مُلکِ شام میں قیام کر کے اس مُلک کا ہر طرح اطمینان بخش انتظام کیا اور ۲۶۶ھ میں شام سے مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اس طرح احمد بن طولون کی حکومت میں مصر و شام دونوں مُلک آ گئے۔

یعقوب بن لیث صفار کی وفات

یعقوب بن لیث صفار کی طاقت بہت بڑھ چکی تھی اگرچہ خراسان و طبرستان و فارس میں احمد بن عبداللہ نجستانی سعید بن طاہر۔ علی بن یحییٰ خارجی۔ حسن بن زید علوی رافع بن ہرثمہ وغیرہ کئی دعوے دارانِ حکومت مصروف زور آزمائی تھے۔ اور ہر ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتا تھا۔ اور نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کون غالب اور کون مغلوب ہوگا۔ مگر بظاہر یعقوب بن لیث صفار ان میں سب سے زیادہ لائق۔ عالی حوصلہ اور طاقتور تھا۔ یعقوب بن لیث کے قبضہ میں مُلک بھی بہت وسیع تھا۔ خلیفہ معتمد نے یہ دیکھ کر کہ شام کا مُلک بھی نکل گیا۔ عراق کے بھی ایک بڑے حصے پر زنگیوں نے قبضہ کر رکھا ہے اور کسی طرح زیر ہونے میں نہیں آتے۔ اُدھر خراسان و فارس وغیرہ کے مشرقی صوبے بھی قبضے سے نکل گئے یہ مناسب سمجھا کہ یعقوب بن لیث کو خراسان وغیرہ صوبوں کی باقاعدہ سندِ حکومت دربارِ خلافت سے بھیج دی جائے تاکہ وہ اطاعت و فرماں برداری کے اقرار سے منحرف نہ ہو۔ اور مُلک میں انتظام قائم ہو جائے۔ اس کے متعلق بذریعہ خط و کتابت سلسلہ جنبانی شروع ہو چکی تھی کہ

۹ شوال ۲۶۵ھ کو یعقوب بن لیث صفار نے بعارضہ قولنج وفات پائی۔ یعقوب صفار کے پاس صوبہ فارس کی گورنری خلیفہ نے روانہ کردی تھی جو اُس وقت پہنچی جب یعقوب صفار کا دم نکل رہا تھا۔ یعقوب کے بعد اس کا بھائی عمرو بن لیث صفار تخت نشین ہوا اور اُس نے خلیفہ کی خدمت میں اطاعت و فرماں برداری کے اقرار کی عرضی روانہ کی۔ خلیفہ اس عرضی کو پڑھ کر بہت خوش ہوا۔ اور عمرو بن لیث کے نام خراسان، اصفہان، سندھ، سجستان کی سند گورنری روانہ کرکے پولیس بغداد و سامرا کی افسری بھی عطا کی۔ ساتھ ہی خلعت بھی روانہ کیا۔ اس فرمان اور خلعت کا اثر یہ ہوا کہ عام طور پر لوگوں نے بطیب خاطر عمرو بن لیث کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ اور اس کی طاقت بڑھ گئی۔

موفق و معتضد کے ہاتھوں زنگیوں کا استیصال

زنگیوں کی چیرہ دستی اور لشکرِ خلافت کا بار بار اُن کے مقابلے میں شکست پانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ تقریباً دس سال ہو گئے تھے کہ زنگی برابر شاہی لشکر اور نامور سرداروں کو نیچا دکھا رہے تھے اور شہروں کے امن و امان کو غارت کر چکے تھے۔ ایک ایک زنگی نے دس دس اور پندرہ پندرہ علوی و ہاشمی عورتیں اپنے تصرف میں رکھ چھوڑی تھیں۔ بہبود اور خبیث نامی اُن کے سردار ممبروں پر چڑھ کر خلفاء راشدین، اہلِ بیت اور ازواجِ مطہرات سب کو گالیاں دیتے تھے۔ بہبود نے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ رسالت کا بھی مدعی تھا۔ تقریباً ایک کروڑ مسلمانوں کو قتل کر چکے تھے۔ پیہم فتح مندی نے ان کی ہیبت دلوں پر طاری کر دی تھی۔ ترکوں کے غرور بہادری کو بھی انھوں نے خاک میں ملا دیا تھا۔ ترک اُن کے نام سے لرزتے تھے۔ آخر خلیفہ معتمد کے بھائی موفق نے اپنے بیٹے ابوالعباس معتضد کو جو کہ بعد میں معتضد باللہ کے لقب سے خلیفہ ہوا، زنگیوں کی جنگ پر ماہ ربیع الثانی ۲۶۶ھ میں مامور کیا۔ ابوالعباس معتضد نے واسط کے قریب ایک سخت لڑائی کے بعد زنگیوں کو شکست فاش دی۔ یہ پہلی قابلِ تذکرہ شکست تھی جو زنگیوں نے لشکرِ خلافت کے مقابلہ میں کھائی۔ اس کے بعد موفق خود بھی بیٹے سے جا ملا۔ اور باپ بیٹے نے مل کر زنگیوں کو پیہم شکستیں دینی شروع کیں حتیٰ کہ چار سال تک برابر مصروفِ جنگ رہنے کے بعد ۲۷۰ھ کے ماہِ صفر کی پہلی تاریخ کو زنگیوں کا سردار خبیث مارا گیا

ہر رفتہ کا بکلی استیصال ہوا۔ بغداد میں جب یہ خبر پہنچی ہے کہ زنگیوں کا سردار مارا گیا اور ان کا استیصال بکلی ہو گیا تو شہر میں چراغاں کیا گیا۔ اور بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ ادھر موفق اور معتضد دونوں باپ بیٹے زنگیوں کے مقابلہ میں مصروف تھے۔ اُدھر موصل میں خوارج نے اُدھم مچا رکھی تھی۔ مساور خارجی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ۲۶۳ھ میں مارا جا چکا تھا۔ اس کے بعد اس کے مریدین وتبعین نے جمعیت فراہم کی اور ان کے دو گروہ ہو گئے یہ دونوں گروہ آپس میں ۲۷۶ھ تک مصروف جنگ رہے۔ مگر دربارِ خلافت سے اس علاقہ میں امن و امان قائم کرنے کی کوشش عمل میں نہیں آئی۔ اسی سے تمام ممالک محروسہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

خراسان کی طائف الملوکی

یعقوب صفار کا جب انتقال ہوا تو خلیفہ معتمد نے اس کے بھائی عمرو بن لیث کو سندِ حکومت عطا کر دی۔ مگر خراسان میں خاندان طاہریہ کے ہمدرد و ہواخواہ موجود تھے انھیں میں ایک شخص ابوطلحہ اور دوسرا رافع بن ہرثمہ تھا۔ یہ حسین بن طاہر کے نام سے جمعیت فراہم کر کے شہروں پر قبضہ کرنا اپنی حکومت کی بنیاد قائم کرنا چاہتے تھے۔ یہ کبھی عمرو بن لیث کے عاملوں کو نکال کر شہروں پر قبضہ کرتے اور کبھی آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے تھے۔ ان معرکوں اور لڑائیوں میں اسمٰعیل بن احمد بن اسد بن سامان حاکم بخارا سے کبھی مدد طلب کرتے تھے۔

اسمٰعیل سامانی کبھی ایک کا مددگار ہوتا کبھی دوسرے کا اور کبھی عمرو بن لیث صفار کی مدد کے لئے موجود ہو جاتا۔ غرض ان ممالک میں ایک طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ انھیں حالات میں ۲۷۱ھ میں موفق نے اپنی طرف سے صوبہ خراسان کی گورنری پر محمد بن طاہر کو مقرر کیا۔ خلیفہ معتمد جو اس سے پہلے عمرو بن لیث صفار کو خراسان کی گورنری دے چکا تھا۔ اس نے عمرو صفار کو خراسان کی حکومت سے معزول کر دیا۔ محمد بن طاہر خود تو بغداد ہی میں رہا۔ اپنی طرف سے رافع بن ہرثمہ کو جو پہلے ہی سے مصروف زور آزمائی تھا حکومت خراسان عطا کر کے اپنا نائب بنا دیا گیا۔ اس سے خراسان اور اس کے ملحقہ صوبوں کی بدامنی اور طائف الملوکی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ابنِ طولون کی وفات

احمد بن طولون کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ اس کے قبضہ میں مصر و شام کے ملک تھے۔ خلیفہ معتمد برائے نام خلیفہ تھا اس کا بھائی موفق اپنی عقلمندی اور تجربہ کاری کے سبب تمام کاروبار خلافت پر حاوی تھا۔ معتمد نے ابن طولون سے خط و کتابت کرکے یہ چاہا کہ اس کی حمایت میں مصر چلا جائے۔ یہ ۲۶۹ھ کا واقعہ ہے۔ جب کہ موفق زنگیوں کی جنگ میں مصروف تھا۔ موفق نے دوسرے سرداروں کی معرفت معتمد کو بغداد میں بلا لیا اور اس ارادے سے باز رکھا مگر ابنِ طولون سے ناراض ہوگیا۔

۲۷۰ھ میں جب موفق زنگیوں سے فارغ ہوا تو اسی سال احمد بن طولون انطاکیہ میں علیل ہوکر فوت ہوگیا اور اس کا بیٹا خمارویہ بجائے اپنے باپ کے شام و مصر کا حاکم ہوا۔ موفق نے اسحاق بن کنداج اور محمد بن ابوالساج کو ملک شام پر قبضہ کرنے کے لئے بھیج دیا چنانچہ ان دونوں سرداروں نے ملکِ شام کے شہروں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ خمارویہ نے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی۔ ان دونوں سرداروں نے لڑائی چھیڑنے میں تامل کیا اور مدافعت پر آمادہ رہے۔ یہ حال معلوم کرکے موفق نے اپنے بیٹے ابوالعباس معتضد کو شام کی طرف روانہ کیا۔ معتضد مصری فوج کو پیچھے ہٹاتا دمشق کو فتح کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ خمارویہ خود مقابلہ پر آیا۔ ابوالعباس معتضد کو شکست ہوئی اور لوٹ کر دمشق آیا تو اہل دمشق نے شہر کا دروازہ نہ کھولا۔ مجبوراً طرسوس کی طرف گیا۔ خمارویہ دمشق میں آیا اور شام کے شہروں میں پھر اس کا سکہ و خطبہ جاری ہوگیا۔ اہلِ طرسوس نے ابوالعباس معتضد کو بغاوت کرکے نکال دیا اور خمارویہ کا خطبہ جاری کیا۔ ابوالعباس بحالتِ پریشان و تباہ بغداد میں واپس آیا۔

طبرستان کے حالات۔ علوی۔ رافع۔ صفار

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اہل دیلم کی امداد و اعانت سے طبرستان میں حسن بن زید علوی کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ ماہ رجب ۲۷۰ھ میں حسن بن زید کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد محمد بن زید اس کا بھائی حاکم طبرستان ہوا۔ ۲۷۷ھ میں قزوین کے ایک ترکی رافع نے چار ہزار فوج کے ساتھ طبرستان پر چڑھائی کی۔ محمد بن زید نے آٹھ ہزار فوج سے کر مقابلہ

کیا مگر شکست کھائی اور جرجان میں جاکر پناہ گزین ہوا اور فتح مند فوج کے واپس جانے پر پھر طبرستان پر قبضہ کرلیا۔ ۲۷۵ھ میں رافع بن ہرثمہ نے جرجان پر فوج کشی کی محمد بن زید نے مقابلہ کیا اور ایک طویل مدت کے مقابلہ اور معرکہ آرائی کے بعد ۲۷۷ھ میں طبرستان سے بالکل بے دخل ہوگیا۔ آخر ۲۸۳ھ میں رافع بن ہرثمہ عمرو بن لیث کے مقابلہ میں مقتول ہوا تو محمد بن زید نے پھر طبرستان پر قبضہ کیا۔ مگر عمرو بن لیث صفار نے اس کو طبرستان سے بے دخل کر دیا۔ ۲۸۸ھ میں اسمٰعیل سامانی نے عمرو بن لیث صفار کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا تو محمد بن زید نے پھر دیلم سے خروج کر کے طبرستان پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد اسمٰعیل سامانی محمد بن ہارون کو طبرستان کی طرف روانہ کیا اور محمد بن زید مقابلہ کر کے مارا گیا۔ اس کا بیٹا زید بن محمد بن زید گرفتار ہو کر بخارا کے قید خانے میں بھیج دیا گیا۔

عمرو بن لیث صفار

عمرو بن لیث صفار کو دربارِ خلافت سے خراسان، سجستان وغیرہ کی سندِ گورنری مل چکی تھی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ فارس بھی اس کے قبضہ میں آچکا تھا۔ ۲۷۱ھ میں دربارِ خلافت سے عمرو بن لیث کی معزولی کا فرمان جاری ہوا اور احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف حاکمِ اصفہان کو حکم دیا گیا کہ عمرو بن لیث کا مقابلہ کر کے فارس کا صوبہ آزاد کرالو۔ چنانچہ دونوں کی لڑائی ہوئی اور عمرو بن لیث صفار کو شکست حاصل ہوئی مگر صوبہ فارس پر عمرو بن لیث کا قبضہ رہا۔

آخر ۲۷۴ھ میں موفق نے خود فارس پر فوج کشی کی اور اس صوبہ کو عمرو بن لیث کے قبضے سے نکال کر بغداد کی جانب واپس آیا۔ عمرو بن لیث کرمان و سجستان کی طرف چلا گیا۔ اور سجستان و خراسان پر کامیابی کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ عمرو بن لیث نے دربارِ خلافت میں تحف و ہدایا بھیج کر پھر اپنا رسوخ بڑھایا اور ۲۸۰ھ میں دربارِ خلافت سے علاقہ ماوراء النہر یعنی بخارا و سمرقند وغیرہ کی سندِ حکومت حاصل کرلی۔

ماوراء النہر میں اسمٰعیل بن احمد سامانی کامیابی کے ساتھ حکومت کر رہا تھا۔ عمرو بن لیث سندِ ماوراء النہر حاصل کرنے کے بعد لشکر اور سامانِ حرب کی فراہمی میں مصروف ہوا جب اسمٰعیل بن احمد سامانی کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے عمرو بن لیث کو لکھا کہ "میں ایک گوشہ

میں سرحدی مقام پر پڑا ہوا ہوں۔ آپ کے پاس بہت وسیع ملک ہے۔ مجھ کو آپ یہاں پڑا رہنے دیں اور اس ملک سے میرے بے دخل کرنے کے درپے نہ ہوں۔ عمرو بن لیث نے کوئی التفات نہیں کیا۔ اور فوج لے کر ماوراء النہر پر حملہ کیا اسمٰعیل سامانی مقابلہ پر آیا لڑائی ہوئی عمرو بن لیث گرفتار ہوا اور سمرقند کے جیل خانے میں قید کیا گیا۔ ۲۸۸ھ میں اسمٰعیل سامانی نے اس کو خلیفہ کے پاس بغداد بھیج دیا۔ خلیفہ معتضد کی وفات تک بغداد کے جیل خانے میں رہا۔ اس کے بعد مکتفی باللہ نے تخت نشین ہوکر اس کو قتل کرا دیا۔

مکّہ و مدینہ کے حالات

مدینہ میں محمد بن حسن بن جعفر بن موسیٰ کاظم اور ان کے بھائی علی بن حسن نے ایک دوسرے کے خلاف رقیبانہ خروج کیا حکومت کا رعب اٹھ چکا تھا۔ ہر جگہ خانہ جنگیوں کا بازار گرم تھا۔ اسی سلسلہ میں مدینہ منوّرہ کے اندر ان دونوں بھائیوں نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ بہت سے آدمی طرفین سے مقتول ہوئے۔ ایک مہینہ تک ۲۷۱ھ میں مدینہ منورہ کے اندر نماز جمعہ ادا نہیں ہوسکی۔ اسی قسم کی حالت مکۃ معظمہ کی بھی تھی۔ مکہ معظمہ میں یوسف بن ابی الساج عامل تھا۔ اس کی جگہ دربار خلافت سے احمد بن محمد طائی کو سندِ حکومت مل گئی۔ احمد طائی نے اپنی طرف سے اپنے غلام بدر کو امیرِ حجاج بنا کر بھیج دیا۔ یوسف نے مقابلہ کیا۔ مسجد بیت الحرام کے دروازہ پر جنگ ہوئی۔ یوسف نے بدر کو گرفتار کر لیا۔ بدر کے لشکریوں اور حاجیوں نے مل کر حملہ کیا اور یوسف کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا اور بدر کو آزاد کرا لیا۔ غرض جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا مضمون تھا۔

موفق کی وفات

خلیفہ معتمد باللہ برائے نام خلیفہ تھا۔ اس کا بھائی موفق اپنی بہادری و دانائی کے سبب تمام امور سلطنت پر حاوی اور قابض و متصرف ہوگیا تھا۔ اور یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ موفق ہی خلافت کر رہا تھا۔ اگرچہ وہ باقاعدہ خلیفہ نہ تھا۔ موفق ولی عہد بھی تھا جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ اس سے پیشتر ترک سردار دربار خلافت پر قابض و متصرف اور عرصہ دراز سے سیاہ و سفید کے مالک چلے آتے تھے۔ موفق نے قابو پا کر ان ترک فوجی سرداروں کے زور کو توڑ دیا

اور خود فالج میں متصرف ہو گیا۔ چونکہ موفق نے زنگیوں کا زور توڑ کر اُن کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ اس سے اس کی اور اس کے بیٹے معتضد کی قبولیت عام مسلمانوں میں بہت بڑھ گئی تھی۔ ترک سردار زنگیوں کے مقابلے میں ہمیشہ ناکام و مغلوب ہوتے رہے تھے۔ اس لئے ان کو بھی موفق کی مخالفت کا حوصلہ نہ رہا تھا۔ گرچہ نکہ سلطنت کی چول چول پہلے ہی ڈھیلے ہو چکی تھی اور آب دہوا بگڑ چکی تھی لہٰذا طائف الملوکی کا بازار زیادہ ہی زیادہ گرم ہوتا گیا اور ان طاقتوں کو جو عرصہ سے پرورش پا رہی تھیں اور اب اپنی اپنی جگہ خود مختاری کا اعلان کرتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں دبایا نہ جا سکا۔ تاہم موفق کا وجود دار الخلافہ میں بہت غنیمت تھا اور کسی کو اتنی جرأت نہ ہو سکی تھی کہ خود خلیفہ کی سیادت سے انکار کر سکے۔ یا خطبہ میں خلیفہ کا نام نہ لے۔ موفق جب فارس و اصفہان سے بغداد واپس آیا تو وہ نقرس میں مبتلا ہو گیا ہر چند علاج کیا آرام نہ ہوا ۲۲ صفر ۲۷۸ھ کو فوت ہو کر رصافہ میں مدفون ہوا۔ اگرچہ خلیفہ معتمد موجود تھا۔ مگر اس کی حیثیت ایک قیدی سے زیادہ نہ تھی۔ اصل خلیفہ موفق ہی تھا۔ اب موفق کے فوت ہونے کے بعد ارکینِ سلطنت اور سپہ سالارانِ لشکر نے متفق ہو کر موفق کے بیٹے ابو العباس معتضد کو موفق کی جگہ ولی عہد بنایا اور خلیفہ معتمد نے معتضد کی ولی عہدی کا اعلان کر کے معتضد کو موفق کا قائم مقام بنایا۔ معتضد چونکہ خوب تجربہ کار اور بہادر شخص تھا۔ لہٰذا وہ تمام امورِ سلطنت پر حاوی ہو گیا اور خلیفہ معتمد پھر اپنی اسی حالت میں مجبور و معطل رہا۔

قرامطہ ۲۷۸ھ میں سرزمین کوفہ میں ایک شخص حمدان نامی عرف قرامطہ نے ایک نیا مذہب جاری کیا۔ یہ ایک غالی شیعہ تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ امام صرف سات ہیں اوّل امام حسین، دوم علی زین العابدین، سوم باقر بن علی، چہارم جعفر صادق، پنجم اسمٰعیل بن جعفر، ششم محمد بن اسمٰعیل، ہفتم عبید اللہ بن محمد، اپنے آپ کو وہ عبید اللہ بن محمد کا نائب کہتا تھا۔ حالانکہ عبید اللہ نامی کوئی بیٹا محمد بن اسمٰعیل کا نہیں تھا۔ محمد بن الحنفیہ بن علی بن ابی طالب کو وہ رسول کہتا تھا۔ چنانچہ اذان میں یہ الفاظ پڑھا کرتے تھے کہ اشهد ان محمد بن الحنفية رسول الله .... بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا تھا۔ دن رات میں صرف دو نمازیں رکھی تھیں یعنی دو رکعت قبل طلوع آفتاب اور دو رکعت بعد غروب آفتاب۔ وہ کہتا تھا کہ بعض سورتیں محمد بن الحنفیہ پر نازل ہوئی ہیں۔ جمعہ کی بجائے دوشنبہ کے دن کو ہفتہ میں وہ بابرکت سمجھتا تھا اور اس دن کوئی کام نہ کرتا تھا۔ سال بھر میں دو روزے فرض سمجھتا تھا۔ نبیذ کو حرام اور شراب کو حلال کہتا تھا۔ غسلِ جنابت کو غیر ضروری سمجھتا تھا۔ بعض جانوروں کو اس نے حلال اور بعض کو حرام قرار دیا تھا۔ جو شخص قرامطہ کا مخالف ہو

اس کا قتل کرنا واجب ٹھہرایا تھا۔ اپنا لقب اس نے قائم بالحق رکھا تھا۔

زنگیوں کے سردار خبیث اور بہبود سے بھی اس نے اپنے اس نئے مذہب کے متعلق گفتگو کی تھی اور اُن کو اپنا ہم خیال بنانا چاہا تھا۔ مگر انھوں نے اس طرف کوئی التفات نہیں کیا۔ ان کی بربادی کے آٹھ برس بعد اس نے کوفہ میں اپنے عقائد کی اشاعت شروع کی اور بہت سے لوگ اس کے معتقد ہو گئے۔ یہ رنگ دیکھ کر کوفہ کے عامل نے اس کو گرفتار کر کے جیل خانے بھیج دیا۔

اتفاقاً جیل خانے کے محافظوں نے غفلت کی اور قرمط وہاں سے نکل بھاگا۔ اس کے معتقدوں نے یہ مشہور کر دیا کہ قرمط کو جیل خانہ آنے جانے سے نہیں روک سکتا۔ غرض رفتہ رفتہ اس مذہب کا چرچا زیادہ ہونے لگا اور لوگ اس میں شریک ہونے لگے۔ آج کل ہم اپنے زمانے کے گور پرستوں، پیر پرستوں کو دیکھ دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ کس طرح وہ جاہل بے نماز چانڈو باز لوگوں کو خدا رسیدہ اور ولی اللہ سمجھ کر ان کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اور ان کے ہر ایک حکم کی تعمیل کو ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے احمقوں کی ایک جماعت ہر ایک زمانے میں موجود رہتی ہے۔ ہمارے شہر نجیب آباد میں ایک شخص رہتا ہے۔ شہر کی پیشہ ور فاحشہ عورتیں جو ناچنے گانے کا پیشہ کرتی ہیں ہر جمعرات کو اس کے مکان میں آکر اپنا گانا سناتی ہیں اور آوارہ مزاج ناہموار نوجوانوں کو وہاں اس حیا سوز عاشقانہ کش جلسہ میں بدچلنی کی تحریک کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ خدا اور رسول کی شان میں گستاخانہ الفاظ علانیہ وہ زبان سے نکالتا رہتا ہے۔ نماز روزہ کا تو جب ذکر ہی کہاں ہو سکتا ہے۔ اس شخص کو کثیر التعداد لوگوں نے خدائی کا مرتبہ دے رکھا ہے اس کی خدمت میں مودبانہ اپنی حاجات عرض کرتے ہیں اور قیمتی تحفے ہدیہ دے اس کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لذیذ کھانے اور نایاب چیزیں پیش کرتے رہتے ہیں۔

ان معتقدین کے زمرہ میں بڑے بڑے اہل کار، ڈاکٹر، تاجر اور تعلیم یافتہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ ہر چند کوشش کی گئی کہ کوئی ایسی بات معلوم ہو جس کو اس عقیدت کا سبب قرار دیا جا سکے۔ مگر کوئی بات ثابت نہیں ہوئی۔ لہٰذا مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انسانوں میں کچھ تعداد خدائے تعالیٰ ایسی بھی پیدا کرتا ہے کہ آنکھیں رکھتے ہوئے نابینائی کے شیدا اور دماغ ہوتے ہوئے بھی مسخری پر مفتون ہوتے ہیں۔ یہی لوگ جو آج کل بھی ہر جگہ موجود نظر آتے ہیں اور یہی لوگ تھے جنھوں نے قرمط کے نو ایجاد مذہب کو قبول کیا اور انھیں لوگوں کی موجودگی نے ہمیشہ سیاہ قلب لوگوں کو اپنی اپنی دوکان داریاں چلانے کی جرأت دلائی اور دین اسلام کے مقابلہ میں ہمیشہ مشکلات پیدا کر کے سچے مسلمانوں کے لیے جہادِ سیفی و لسانی کا موقعہ بہم پہنچایا۔ لہٰذا ان لوگوں کے وجود کو بھی حکمت الٰہی سے

خلاف ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو سچے مومنوں کو وہ مراتب کس طرح میسر ہوتے جو ان کے خلاف کوشش کرنے سے اُن کو میسر ہوئے اگر نفسِ امارہ اور شیطانِ رجیم نہ ہوتا تو طاعتِ الٰہی پر اجر کیسے مرتب ہوتا۔

معتضد کی ولی عہدی

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے موفق کی وفات کے بعد معتضد کو ولی عہد بنایا گیا تھا لیکن یہ ولی عہدی جعفر بن معتمد کے بعد تھی۔ جعفر بن معتمد ولی عہد اول اور معتضد ولی عہد دوم تھا۔ جیسا کہ اس کا باپ موفق بھی ولی عہد دوم تھا۔ لیکن ۲۷۹ھ میں معتمد نے معتضد کے اقتدار و اثر سے مرعوب ہو کر بجائے اپنے بیٹے جعفر کے معتضد اپنے بھتیجے کو ولی عہدی میں مقدم کر دیا اور اس مضمون کا فرمان ممالکِ محروسہ میں عاملوں کے نام جاری کرا دیا کہ میرے بعد معتضد تختِ خلافت پر بیٹھے گا۔

جنگِ روم

خلیفہ معتمد کے عہدِ خلافت کے حالات پریشان میں ابھی تک رومیوں کا ذکر نہیں آیا۔ ۲۵۳ھ میں میخائیل بن روفیل قیصر قسطنطنیہ کو اس کے ایک رشتہ دار نے جو صقلبی کے نام سے مشہور تھا، قتل کر کے خود تختِ سلطنت پر جلوس کیا۔ ۲۵۹ھ میں رومیوں نے ملطیہ پر فوج کشی کی۔ مگر شکست کھا کر واپس گئے۔ ۲۶۳ھ میں رومیوں نے قلعہ کرکرہ متصل طرسوس کو مسلمانوں سے چھین لیا۔ ۲۶۴ھ میں عبیداللہ رشید بن کاؤس نے چالیس ہزار سرحدی شامی فوجوں کے ساتھ بلادِ روم پر چڑھائی کی اول فتح حاصل ہوئی مگر بعد میں عبداللہ بن رشید گرفتار ہو کر قسطنطنیہ پہنچا۔

۲۶۵ھ میں رومیوں نے عام اذنہ پر حملہ کیا چار سو مسلمان شہید اور چار سو گرفتار ہوئے۔ اسی سال قیصر روم نے عبداللہ بن رشید، معہ چند جلد قرآن مجید کے احمد بن طولون کے پاس بطور ہدیہ روانہ کیا۔ ۲۶۶ھ میں جزیرہ صقلیہ کے متصل رومیوں اور مسلمانوں کے جنگی بیڑوں میں لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ان کی کئی جنگی کشتیاں رومیوں نے گرفتار کر لیں باقی ماندہ نے ساحل صقلیہ میں جا کر قیام کیا۔

احمد بن طولون کے نائب شام نے اسی بلاد روم پر ایک کامیاب حملہ کر کے بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا۔ ۲۷۰ھ میں رومیوں نے ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقام قلمیہ پر جو طرطوس سے چھ میل کے فاصلے پر ہے حملہ کیا۔ ماز یار والیٔ طرسوس نے رومیوں پر شب خون مارا ستر ہزار رومی مقتول ہوئے۔ بطریق اعظم گرفتار ہوا اور صلیب اعظم بھی مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی ۲۷۱ھ میں مازیار والیٔ طرسوس نے رومیوں پر حملہ کیا اور کامیاب واپس آیا۔ ۲۷۲ھ میں مازیار والیٔ طرسوس اور احمد جعفی نے رل کر بلادِ روم پر حملہ کیا۔ حالتِ جنگ میں منجنیق کا ایک پتھر مازیار کے لگا وہ زخمی ہو کر لڑائی موقوف کر کے واپس ہوا راستے میں مر گیا۔ مسلمانوں نے طرسوس میں لا کر دفن کیا۔ اگرچہ عالمِ اسلام میں تخت ہلچل مچی ہوئی تھی اور ہا بجا خانہ جنگی برپا تھی تاہم رومیوں کو مسلمانوں کے مقابلے میں کوئی عظیم الشان کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

وفاتِ معتمد

خلیفہ معتمد علی اللہ بن متوکل علی اللہ نے ۱۹ رجب ۲۷۹ھ میں وفات پائی سامرا میں مدفون ہوا۔ معتصم باللہ بن ہارون الرشید کے وقت سے خلفاء عباسیہ کا دارالخلافہ سامرا چلا آتا تھا۔ معتمد علی اللہ نے سامرا کو چھوڑ کر بغداد میں رہنا اختیار کیا اور پھر بغداد ہی دارالخلافہ ہو گیا۔ سامرا کو چھوڑنے اور بغداد کو دارالخلافہ بنانے ہی کا نتیجہ تھا کہ ترک سردار جو خلافت اور دربارِ خلافت پر حاوی و متسلط تھے ان کا زور یک لخت ٹوٹ گیا۔ دارالخلافہ کی تبدیلی بھی معتمد کے بھائی موفق کی عقل و تدبیر کا نتیجہ تھا۔

معتمد کے زمانے میں دولت و حکومت کی قوتیں بالکل کمزور ہو چکی تھیں۔ امرائے سلطنت میں جیسا کہ ایسی حالت میں ہونا چاہیے تھا نا اتفاقی۔ عداوت اور ایک دوسرے کی مخالفت خوب زوروں پر تھی۔ ممالکِ محروسہ کے ہر حصے اور ہر سمت میں فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ لوگوں کے دلوں سے خلیفہ کا رعب بالکل مٹ چکا تھا۔ جہاں جس کو موقعہ ملا اس نے ملک دبا لیا صوبہ داروں نے خراج بھیجنا بند کر دیا۔ کوئی آئین اور کوئی قانون تمام ملک میں رائج نہ تھا ہر شخص نے جس ملک پر قبضہ کیا اپنا ہی قانون جاری کیا۔ رعایا پر بڑے بڑے ظلم ہونے لگے۔ عاملوں نے آزادانہ جس طرح چاہا رعایا کو تختۂ مشقِ ظلم بنایا۔ بنو سامان نے ماوراءالنہر پر۔ بنو صفار نے سجستان و کرمان خراسان اور ملک فارس پر حسن بن زید نے طبرستان و جرجان پر

زنگیوں نے بصرہ و ابلہ و واسط پر۔ خوارج نے موصل و جزیرہ پر۔ ابن طولون نے مصر و شام پر۔ ابنِ اغلب نے افریقہ پر قبضہ کر کے اپنی اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے سردار تھے جو اسی طرح ملکوں اور ولایتوں پر قبضہ کرنے کی فکر میں مصروف اور ایک دوسرے سے نبرد آزما تھے۔ خلیفہ کی حکومت وسیادت کا صرف یہ نشان تھا کہ سب جمعہ کے خطبوں میں خلیفہ کا نام لیتے تھے۔ باقی کوئی حکم خلیفہ کا کوئی نہیں مانا جاتا تھا۔ موفق نے اپنی تمام طاقت اور ساری عمر فتنہ و فساد کے فرو کرنے میں صرف کر دی۔ مگر بجز زنگیوں کا استیصال کرنے کے اور کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

اسی زمانے میں قرامطہ وغیرہ کے آئندہ فتنوں کی بنیاد رکھی گئی۔ اسی زمانے میں عبیداللہ بن عبید نے جو سلاطینِ مصر اور شیعان یمن کا مورث ہے مہدویت کا دعویٰ کیا اور قبیلہ بنو کنانہ کے اکثر افراد کو ہمراہ لے کر ملکِ مغرب کی طرف گیا اور وہیں ترقی کر کے رفتہ رفتہ مصر و افریقہ میں ایک خود مختار سلطنت کی بنیاد قائم کر سکا۔ اسی زمانہ میں علم حدیث کے مشہور و نامور اماموں نے مثلاً امام بخاریؒ۔ امام مسلمؒ۔ ابوداؤدؒ۔ ترمذیؒ۔ ابنِ ماجہؒ نے وفات پائی۔ غرض معتمد کی خلافت کے ۲۳ سال اسی انتشار و پریشانی اور بدنصیبی و ناکامی کے عالم میں بسر ہو گئے۔

ہدایت و تبصرہ

خاندان بنو عباس کی حکومت و خلافت کو اب تک ڈیڑھ سو برس گذر چکے ہیں۔ خلافتِ عباسیہ کی شان و شوکت اور عروج کا زمانہ پورے سو برس تک رہا اور معتصم باللہ کی وفات یعنی ۲۲۷ھ سے زوال کے علامات شروع ہو گئے اور خلافت پر کحولت کا زمانہ آ گیا۔ پورے بیس سال یعنی متوکل علی اللہ کے قتل تک یہ کحولت کا زمانہ طاری رہا۔ اس بیس سال کے عرصہ میں یہ توقع تھی کہ خلافتِ عباسیہ پھر اپنی اُسی صد سالہ شان و شوکت اور قوت و عظمت کو واپس لا سکتی ہے۔ لیکن ۲۴۷ھ میں متوکل علی اللہ کے قتل ہو نے پر یک لخت اُس کے تمام اعضا مضمحل ہو گئے اور اُس پر اس طرح بڑھاپا چھا گیا کہ عظمتِ رفتہ کے واپس آنے کی کوئی توقع نہ رہی۔ اس ضعیفی و پیری کے ۲۳ سال بھی

ہم مطالعہ کر چکے ہیں۔ ابھی یہ ضعیف و ناتواں خلافت کئی سو برس تک زندہ رہنے والی ہے۔ حکومت اسلامیہ کے بہت سے مرکز الگ الگ قائم ہو چکے ہیں۔ اور بہت سے قائم ہونے والے ہیں۔ بہت جلد ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ خلافتِ بغداد یا خلافتِ عباسیہ میں نام کی ایک عظمت باقی رہ جائے گی۔ اور وہ خود کوئی طاقت نہ ہو گی۔

اندریں صورت اگر آئندہ خلافت خلفاء عباسیہ کے حالات اسی تناسب اور اسی مذکورہ وسعت کے ساتھ بیان ہوئے تو تاریخ کی دلچسپی غائب ہو جائے گی اور پڑھنے والوں کے دماغ پر ایک نامناسب بوجھ پڑ جائے گا۔ لہٰذا باوجود اس کے کہ اب تک جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس میں اختصار کو بہت مدنظر رکھا گیا ہے آئندہ اس سے بھی زیادہ اختصار و ایجاز سے کام لیا جائے گا۔ خلیفہ معتمد باللہ کے عہد خلافت کا جو حال اوپر لکھا جا چکا ہے اس کی بے ترتیبی خود اس امر کی شاہد ہے کہ ان خلفاء کے ذاتی حالات میں قابل تذکرہ اور اہم واقعات بہت ہی کم ہو سکتے ہیں۔ ہاں ان کے عہد خلافت میں دوسروں کے واقعات اور کارنامے لاتعداد ہیں۔ کیونکہ نئے نئے سلسلے اور نئے نئے خاندان حکومت نمایاں ہو رہے ہیں ان تمام خاندانوں اور تمام سلسلوں کا متواتر بیان لکھنا محال اور غیر ممکن ہے۔ مگر ان کی ابتدا کا کہ کس طرح خاندانِ عباسیہ کے تعلق سے وہ برسرِ اقتدار آئے تذکرہ اشارۃً کر دینا ضروری تھا تاکہ جب ان کا حال مستقل طور پر الگ شروع کیا جائے تو اس ابتدائی تذکرہ کی طرف اشارہ کیا جا سکے۔ آئندہ بھی جو جو نئے خاندانِ حکومت خلافتِ عباسیہ کے تعلق سے پیدا ہوں گے۔ ان کا تذکرہ ان شاء اللہ تعالیٰ حسب موقعہ لیا جائے گا۔

خاندانِ بنو امیہ کی سب سے بڑی خطا یہ ہے کہ اس نے ولی عہدی کو وراثت میں داخل کر کے حکومت اسلامیہ کی بربادی کا سامان کیا اور اس رسم بد کا مسلمانوں کو عادی بنا دیا۔ خاندانِ بنو عباس کی خطا بھی ان سے کسی طرح کم نہیں ہے کہ انہوں نے بنو امیہ کی ہر ایک چیز کو مٹایا اور ان کی یادگاروں کو فنا کیا۔ مگر اس رسم بد کی خوب حفاظت کی اور مسلمانوں کی بربادی کے اس سامان کو مضبوط سے مضبوط تر بناتے رہے۔ دوسری غلطی ان کی یہ تھی کہ شروع ہی سے اہلِ عرب کے مخالف اور غیر مسلم ایرانیوں کے ہمدرد رہے۔ سفاح سے لے کر مامون الرشید تک بجز ایک مہدی کے ہر ایک خلیفہ نے عربوں کی طاقت کو گھٹایا اور مجوسی النسل لوگوں کو ابھارا اور آگے بڑھایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندانِ عباسیہ

کو بنو امیہ کے فتوحات کے دائرے سے آگے قدم رکھنا نصیب نہ ہوا اور دم بدم اُن کی حکومت وسلطنت کا رقبہ محدود ہی ہوتا چلا گیا۔ اسلام کی حقیقی شان اور اسلامی اخلاق پر مجوسیت کا ایک ہلکا سا غبار چھا گیا۔ یہی مجوسی النسل لوگ خلفاءِ عباسیہ کے لئے باعثِ مشکلات رہے۔ مگر ذی حوصلہ عباسی خلفاء ان مشکلات پر غالب آتے رہے۔ معتصم باللہ نے مجوسیوں کی قابو یافتہ اور زبردست جماعت کے مقابلہ میں ماوراءالنہر کے ترکوں کی جن کا آبائی مذہب تو مجوسیت ہی تھا مگر قوم اور نسل کے اعتبار سے جُدا اور خراسانیوں کے غیر تھے۔ ایک نئی جماعت تیار کی۔ معتصم باللہ کی یہ تدبیر ضرور مفید ثابت ہوتی۔ اگر وہ ترکوں کی نئی جماعت کو خراسانیوں سے زیادہ طاقتور نہ بناتا اور عربوں کو بھی ترقی دے کر ان دونوں جماعتوں کا ہمسر بنا دیتا۔ مگر عربوں کا تعلق خاندانِ خلافت سے بدستور کم اور منقطع ہوتا رہا اور معتصم باللہ کا سامرہ یعنی ترکی بستی میں سکونت پذیر ہونا ترکوں کی حد سے زیادہ ترقی کا موجب ہوا۔ معتصم باللہ نے غالباً ترکوں کو اس لئے پسند کیا تھا کہ وہ علویوں کے اثر سے پاک تھے عربوں سے اسی لئے اس خاندان نے نفرت کی تھی کہ علوی بھی عرب تھے۔ مگر علویوں کا اثر مجوسی النسل یعنی ایرانیوں پر جن سے بنو عباس نے کام لیا تھا۔ عربوں کی نسبت بھی زیادہ تھا۔ اسی لئے مشکلات کا سامنا رہتا تھا۔ معتصم نے دونوں گروہوں کو چھوڑ کر ایک خالی الذہن تیسرے گروہ کو منتخب کیا۔ مگر ترک ایرانیوں کی طرح شائستہ اور انتظامِ سلطنت سے واقف نہ تھے۔ اُن کے لئے ضرورت تھی کہ ایک زبردست اور چوکس ہاتھ اُن سے کام لے اور اپنے کام کا بناتے۔ معتصم کے جانشینوں میں اگر ہارون و مامون کا دل و دماغ رکھنے والے چند شخص ہوتے تو خلافتِ عباسیہ کی عظمت و شوکت اور بھی ترقی کر جاتی۔ اور معتصم کا سامرہ کو دارالسلطنت بنانا بڑی ہی عاقلانہ تدبیر سمجھی جاتی۔ مگر معتصم کے جانشینوں کی کمزوری اور عربی عنصر کے ضعیف تر ہو جانے اور سامرہ کے دارالسلطنت ہونے نے ایک طوفانِ بے تمیزی برپا کر دیا اور معتصم کے جانشینوں کی کمزوری و نالائقی کا کوئی علاج کسی سے ممکن نہ ہوا۔ ترک ایک خالص فوجی قوم تھی جس کے پاس دماغ نہ تھا۔ لہٰذا وہ نہ تو اپنی حکومت و سلطنت قائم کر سکے۔ نہ علویوں کی خلافت قائم کرنے کی طرف متوجہ ہوتے۔ علوی لوگ اب تھک کر اور مایوس ہو کر بیٹھ چکے تھے اور بظاہر کسی ایسے ہی عظیم الشان خطرے کا کوئی اندیشہ خلافتِ عباسیہ کے لئے باقی نہ رہا تھا۔ جب معتصم کے بعد خود دارالخلافہ میں ہنگاموں اور بدتمیزیوں کا

طوفان برپا ہوا تو مرکز خلافت کی اس حالت کا اثر تمام صوبوں پر ہوا اور جہاں جو عامل یا والی تھا۔ وہ اپنی خود مختاری اور جداگانہ سلطنت قائم کرنے کی تدبیروں میں مصروف ہو گیا۔ اندلس۔ مراقش اور افریقہ کی مثالیں اُن کے سامنے موجود تھیں۔ قلب کے ماؤف ہوتے ہی تمام اعضا کا دوران خون بند ہو گیا اور ان صوبہ داروں اور عاملوں کی خود مختاری وافراتفری، کچھ کر علوی، خارجی، زنگی۔ قرمطی وغیرہ بھی قسمت آزمائی کے لئے کھڑے ہو گئے اب وہ حالت پیدا ہو گئی کہ منصور و ہارون و مامون بھی اگر ہوتے تو شاید کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔ متوکل کا قتل خلافتِ عباسیہ کے لئے نہایت منحوس واقعہ تھا۔ متوکل کے بعد ہی اگر موفق تخت نشین ہو جاتا تو ممکن تھا کہ وہ حالات کو سنبھال لیتا۔ مگر موفق کو بحیثیت خلیفہ کام کرنے کا موقعہ نہ ملا اور اُس کے بیٹے معتضد کو جو اپنے باپ ہی کی طرح ذی حوصلہ و باہمت تھا اُس وقت خلافت ملی جب کہ مرض لاعلاج ہو چکا تھا۔

باب ۵

معتضد باللہ

معتضد باللہ بن موفق باللہ بن متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید کا اصل نام احمد اور کنیت ابوالعباس تھی۔ ربیع الاول ۲۴۳ھ میں صواب نامی ام ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا اور اپنے چچا معتمد باللہ کے بعد ماہ رجب ۲۷۹ھ میں تخت نشین ہوا۔ خوبصورت بہادر، اور عقلمند شخص تھا۔ سخت گیری و خون ریزی سے بھی اگر ضرورت ہوتی تھی تو درگذر نہیں کرتا تھا۔ با ہیبت اور معاملہ فہم تھا۔ منجموں اور افسانہ گو لوگوں کا دشمن تھا۔ مامون کے زمانے سے فلسفہ کا بہت چرچا ہو گیا تھا۔ معتضد نے فلسفہ اور مناظرہ کی کتابوں کو اشاعت سے روک دیا تاکہ مذہبی فتنوں اور لڑائی جھگڑوں کا سدِ باب ہو۔ رعایا کے خراج میں اُس نے کمی کر دی تھی۔ عدل کا شائق تھا۔ رعایا پر سے ظلم و ستم کو دور کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

مکہ میں دارالندوہ کی عمارت اب تک موجود تھی۔ معتضد نے اُس کو گرا کر مسجد بیت الحرام کے پاس ایک مسجد بنا دی۔ مجوسی النسل لوگوں کی کثرت نے بغداد میں نوروز کے دن عید منانے اور آگ جلانے کی رسم بھی جاری کر دی تھی۔ معتضد نے اس مجوسی رسم کو حکماً بند کر دیا۔ خمارویہ بن احمد طولون حاکم مصر کی لڑکی سے اس نے عقد کیا۔ اس نے دفترِ میراث قائم کیا اور ذوی الارحام کو بھی میراث میں سے حصہ دلانے کا اہتمام کیا۔ اس سے لوگوں نے اُس کو بہت دعائیں دیں اور اُس کی مقبولیت رعایا میں بڑھ گئی۔

معتضد نے ایک مرتبہ قاضی ابوحازم کے پاس کہلا کر بھجوایا کہ آپ نے فلاں شخص

سے لوگوں کا مال دلوایا ہے۔ میرا بھی کچھ مال اُس کے پاس ہے۔ مجھ کو بھی دلوا دو۔ قاضی نے جواباً کہلا بھیجا کہ آپ گواہ پیش کریں تو آپ کو بھی ڈگری دی جائے۔ معتضد کے گواہوں نے قاضی ابو حازم کے سامنے پیش ہونے سے انکار کیا کہ کہیں قاضی ہم کو ناقابل شہادت نہ ٹھہرا دے۔ اس لئے معتضد کو اس کا مال نہیں ملا۔ معتضد نے خلافت عباسیہ کا بہت نازک اور خراب زمانہ پایا تھا مگر اُس نے بہت کوشش کی کہ خلافت عباسیہ کی حالت منظم درست ہو جائے۔ چنانچہ اس کی وجہ سے کچھ کچھ ترقی کے آثار نمایاں بھی ہوئے مگر اس کے جانشینوں میں یہ قابلیت نہ تھی کہ رفتار ترقی کو قائم رکھ سکتے۔

معتضد کے تخت نشین ہونے کے چند روز بعد ہی نصر بن احمد سامانی فوت ہو گیا تھا اُس کی جگہ اُس کا بھائی اسمٰعیل بن احمد سامانی ماوراء النہر کا حکمران ہوا۔ موصل کے علاقے میں خوارج کے دو گروہ آپس میں لڑ رہے تھے۔ ایک گروہ کا سردار ابوجوزہ ۲۸۰ھ میں گرفتار ہو کر بغداد میں آیا۔ معتضد نے اُس کو بڑی تکلیفوں سے قتل کرایا۔ دوسرے گروہ کا سردار ہارون شاری بدستور مصروف بغاوت و سرکشی رہا۔ ۲۸۰ھ میں معتضد نے جزیرہ پر خود فوج کشی کی اور قبائل بنی شیبان کو قرار واقعی سزا دے کر اور بہت سامان غنیمت لے کر بغداد واپس آیا۔ معتضد نے اپنے غلام بدر نامی کو پولیس کی افسری اور عبید اللہ بن سلیمان بن وہب کو قلمدانِ وزارت عطا کیا۔ ۲۸۱ھ میں حمدان بن حمدون کو جو قلعہ ماردین پر قابض اور ہارون شاری خارجی سے دوستی پیدا کر چکا تھا، خلیفہ معتضد نے گرفتار کیا اور قلعہ ماردین کو مسمار کرا کر زمین کے برابر کر دیا۔

۲۸۱ھ میں خلیفہ معتضد نے اپنے بیٹے علی المعروف بہ مکتفی کو رے، قزوین، زنجان، قم، ہمدان کی حکومت پر مامور فرمایا۔ ماہ ربیع الاول ۲۸۳ھ میں خلیفہ معتضد نے اطراف موصل میں پہنچ کر ہارون شاری خارجی کے استیصال کی کوشش میں کامیابی حاصل کی۔ ہارون کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور بغداد کی طرف واپس آیا۔ بغداد میں ہارون کو تشہیر کر کے قتل کرا دیا۔ ۲۸۵ھ میں معتضد نے آذربائیجان پر چڑھائی کی، قلعہ آمد کو فتح کر کے احمد بن عیسیٰ بن شیخ کو گرفتار کیا اور ماہ ربیع الثانی ۲۸۶ھ میں بغداد واپس آیا۔

قرامطہ کا خروج

۲۸۱ھ میں قرمط کے معتقدین میں سے ایک شخص یحییٰ بن مہدی نامی نے مقام قطیف از من مضافات بحرین میں وارد ہو کر علی بن معلی بن حمدان کے مکان میں قیام کیا اور کہا کہ مجھ کو مہدی امام زمان نے بھیجا ہے اور وہ بھی عنقریب خروج کرنے والے ہیں۔ علی شیعہ تھا۔ اُس نے تمام شیعوں کو فراہم کیا اور امام زمان کا خط جو یحییٰ نے پیش کیا تھا پڑھ کر سنایا۔ شیعوں نے نہایت خلوص کے ساتھ بوقتِ ظہور مہدی خروج کا وعدہ کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد یحییٰ چند روز کو غائب ہو گیا اور پھر آ کر امام زمان کا ایک دوسرا خط پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ ہر شخص یحییٰ کو چھتیس چھتیس دینار نذر کرے۔ شیعوں نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی۔ چند روز کے بعد یحییٰ پھر آیا اور تیسرا خط لایا جس میں لکھا تھا کہ تم لوگ اپنے مال کا پانچواں حصہ امام زمان کے لئے یحییٰ کے حوالے کرو۔

۲۸۶ھ میں ابو سعید جنابی نے بحرین میں آ کر مذہبِ قرامطہ کی لوگوں کو علانیہ دعوت دی۔ اس نواح میں جو لوگ پہلے سے خفیہ طور پر اس مذہب میں شامل ہو چکے تھے۔ وہ اب علانیہ آ آ کر جھنڈے کے نیچے جمع ہونے لگے۔ ابو سعید نے سب کو لے کر مقام قطیف میں قیام کیا اور ساز و سامان سے درست ہو کر بصرہ کا قصد کیا۔ بحرین کے یہ تمام حالات خلیفہ معتضد کو معلوم ہوئے تو اُس نے بصرہ کے عامل احمد بن محمد بن یحییٰ واثقی کو لکھا کہ بصرہ کی شہر پناہ تعمیر کرا لو۔ چنانچہ چودہ ہزار دینار کے صرفہ سے شہر پناہ تیار ہو گئی۔

جس وقت ابو سعید بصرہ کے قریب پہنچا تو دارالخلافہ بغداد سے عباس بن عمر غنوی دو ہزار سواروں کے ساتھ بصرہ کی حفاظت کے لئے آ پہنچا۔ بصرہ سے باہر ہی عباس اور ابو سعید کی لڑائی ہوئی۔ دو روز کی سخت لڑائی کے بعد ابو سعید نے عباس کو گرفتار کر لیا۔ اور جس قدر آدمی عباس کے ہمراہیوں میں سے گرفتار ہوئے سب کو ابو سعید نے آگ میں ڈال ڈال کر جلا دیا۔ یہ واقعہ ۲۸۷ھ کے شعبان مہینہ کا ہے۔ ابو سعید قرمطی نے اس فتح کے بعد بصرہ کو چھوڑ کر علاقہ ہجر کا قصد کیا۔ اہل ہجر کو امن دے کر ہجر پر قبضہ کر لیا اور پھر بصرہ کی طرف آیا۔

اہل بصرہ پر بہت خوف طاری ہوا۔ مگر بصرہ کے عامل احمد بن محمد واثقی نے سب کو تسکین وتشفی دی۔ ابوسعید اس مرتبہ بھی بصرہ کو چھوڑ کر اور عباس کو قید سے آزاد کر کے مضافات بحرین کی طرف چلا گیا۔ ۲۸۸ھ میں ایک شخص ابوالقاسم یحییٰ المعروف بہ ذکرویہ بن مہرویہ کوفہ میں گیا اور قبیلۂ قلیص بن ضمضم بن عدی اس مذہب قرامطہ کی جانب مائل ہو گیا۔ رفتہ رفتہ یہ جمعیت بڑھنے لگی تو شبل نامی ایک سردار نے ان پر حملہ کیا۔ اس لڑائی میں قرامطہ کا ایک سردار ابوالفوارس نامی گرفتار ہوا باقی بھاگ کر دمشق کی جانب چلے گئے ابوالفوارس کو شبل نے خلیفہ معتضد کے پاس بغداد بھیج دیا معتضد نے اُس کو قتل کرا دیا۔ قرامطہ نے دمشق میں جا کر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی اس وقت دمشق کا حاکم طغج تھا، اُس نے قرامطہ کا مقابلہ کیا۔ کئی مرتبہ لڑائی ہوئی ہر لڑائی میں قرامطہ نے فتح پائی۔ یہ ۲۸۹ھ کا واقعہ ہے۔ یعنی اس زمانہ میں معتضد باللہ کا عہدِ حکومت ختم ہو جاتا ہے۔ قرامطہ کا باقی حال بعد میں ذکر کیا جائے گا۔

۲۸۶ھ میں خلیفہ معتضد نے اپنے بیٹے علی کو جس کا آئندہ لقب مکتفی ہوا جزیرہ اور عواصم کی سندِ گورنری عطا کی اور حسن بن عمرو نصرانی کو رقہ سے طلب کر کے مکتفی کا میر منشی یا وزیر مقرر کیا۔

۲۹۸ھ میں طاہر بن محمد بن عمرو بن لیث صفار نے ایک لشکر فراہم کر کے فارس کے صوبہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ مگر اسمٰعیل سامانی نے اُس کو ٹوکا کہ اس صوبہ پر اگر تم نے تصرف کا ارادہ کیا تو میں آتا ہوں۔ طاہر تو رُک گیا۔ مگر خلیفہ معتضد کے غلام بدر نے جا کر فارس پر قبضہ کر لیا۔ وزیر عبیداللہ بن سلیمان بن وہب کے انتقال پر خلیفہ معتضد نے اُس کے بیٹے ابوالقاسم کو وزیر اعظم بنایا تھا۔ خلیفہ معتضد کے زمانے میں رومیوں پر ۲۸۵ھ۔ ۲۸۶ھ ۲۸۸ھ میں مسلمانوں نے چڑھائیاں کیں۔ کبھی رومیوں کا زیادہ نقصان ہوا۔ کبھی مسلمانوں کا۔

وفات معتضد باللہ

۲۸۹ھ میں خلیفہ معتضد باللہ کثرتِ جماع کی وجہ سے بیمار ہو گیا۔ مختلف امراض اُس پر مستولی ہو گئے تھے۔ نزع کی حالت میں ایک طبیب اُس کی نبض دیکھ رہا تھا کہ معتضد نے اُس کے ایک لات ماری۔ ادھر طبیب گرتے ہی مر گیا۔ اُدھر معتضد کی جان نکل گئی۔

معتضد نے چار لڑکے اور گیارہ لڑکیاں چھوڑیں۔ معتضد کی وفات آخر ماہ ربیع الثانی ۲۸۹ھ میں ہوئی۔

مکتفی باللہ

مکتفی باللہ بن معتضد باللہ بن موفق باللہ بن متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید کا اصل نام علی اور کنیت ابو محمد تھی۔ ایک ترکیہ اُم ولد جیجک نامی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ علی نام کے صرف دو ہی خلیفہ ہوئے۔ ایک حضرت علی کرم اللہ وجہ اور دوسرا مکتفی باللہ۔ معتضد باللہ نے اس کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ جب معتضد کا انتقال ہوا تو مکتفی رقہ میں تھا اور بدر غلام فارس میں وزیر اعظم قاسم بن عبید اللہ نے مکتفی کے نام پر لوگوں سے بیعت لی اور مکتفی کے پاس رقہ میں خبر بھیجی۔ مکتفی ۷ رجمادی الاول کو بغداد میں داخل ہوا اور قاسم وزیر کو سات خلعت عطا کئے۔ مکتفی عادل، خوش خُلق اور خوبصورت شخص تھا۔ وزیر قاسم بن عبید اللہ یہ چاہتا تھا کہ معتضد کی اولاد میں سے کوئی خلیفہ نہ ہو۔ بلکہ اس خاندان کے کسی اور شخص کو خلیفہ بنایا جائے۔

بدر ابن عبید اللہ اسکے ارادے میں سدِّراہ ہوا اور وزیر کو مجبوراً اپنے اس ارادے سے باز رہنا پڑا۔ اب مکتفی کے تخت نشین ہونے کے بعد وزیر کو یہ فکر ہوئی کہ اگر بدر نے حاضر دربار ہو کر خلیفہ سے میرے اس ارادے کا تذکرہ کر دیا تو خلیفہ میرا دشمن ہو جائے گا۔ اس لئے وہ اس کوشش میں مصروف ہوا کہ بدر کے آنے سے پہلے خلیفہ کو بدر کی جانب سے بدگمان کردے۔ چنانچہ جو بڑے بڑے سردار بدر کے ساتھ فارس میں تھے اُن کو بُلا لیا گیا۔ بدر فارس سے واسط میں آیا تو واسط کی طرف ایک فوج روانہ کردی۔ بدر چاہتا تھا کہ میں خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بے گناہی کا ثبوت پیش کروں۔ وزیر نے خلیفہ کو بدر کی طرف سے اور بھی برہم کر دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ بدر کو بغداد پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا گیا۔

بدر نہایت عقلمند، بہادر اور مدبر شخص تھا۔ اس کا قتل بالکل اُسی قسم کا قتل تھا۔ جیسا ہرثمہ بن اعین کا قتل مامون الرشید کے ابتدائی عہد خلافت میں ہوا۔ ۲۸۹ھ ماہ رجب ۲۸۹ھ میں محمد بن ہارون نے جو اسمٰعیل سامانی کا ایک باغی سردار تھا۔ رے پر قبضہ کیا۔ خلیفہ مکتفی نے فوج

بھیجی اُس کو محمد بن ہارون نے شکست دے کر بھگا دیا۔ تب خلیفہ مکتفی نے رے کا علاقہ بھی اسمٰعیل سامانی کو دے دیا۔ اسمٰعیل سامانی نے آکر رے پر قبضہ کیا۔ محمد بن ہارون شکست کھا کر بھاگا۔ پھر گرفتار ہو کر آیا۔ اُس کو اسمٰعیل سامانی نے جیل خانہ میں قید کر دیا۔ جہاں وہ شعبان ۲۹۰ھ میں مرگیا۔

قرامطہ کا ہنگامہ شام میں

اوپر ذکر آچکا ہے کہ صوبہ بحرین پر قرامطہ نے تسلط کر لیا تھا۔ اُس کے بعد وہ کوفہ میں نمودار ہوئے مگر وہاں شکست کھائی تو دمشق میں پہنچ کر طغج نامی عامل دمشق کو بار بار شکستیں دے کر اُس کا محاصرہ کر لیا۔ مکتفی باللہ نے دمشق میں قرامطہ کی یہ چیرہ دستی دیکھ کر خود بغداد سے کوچ کیا اور ۲۹۰ھ میں رقہ پہنچ کر قیام کیا اور محمد بن سلیمان کو ایک زبردست لشکر دے کر دمشق کی جانب قرامطہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ محمد بن سلیمان نے بڑی ہوشیاری اور بہادری کے ساتھ قرامطہ کا مقابلہ کیا۔ قرامطہ کا سردار ابوالقاسم یحیی المعروف بہ ذکرویہ ۶ محرم ۲۹۱ھ کو گرفتار ہوا۔ بہت سے قرامطہ مقتول۔ بہت سے مقید اور بہت سے مفرور ہوئے۔ ذکرویہ گرفتار ہو کر رقہ میں مکتفی کے سامنے پیش ہوا اُس نے اُس کو قتل کر دیا۔ ذکرویہ کے بعد اُس کے بھائی حسین نے قرامطہ کو فراہم کر کے بدامنی پیدا کی وہ بھی مقتول ہوا۔ اس حسین قرمطی نے اپنا خطاب امیرالمومنین مہدی رکھا تھا۔ اُس کے چچیرے بھائی عیسٰی نے اپنا لقب مدثر رکھا اور یہ ظاہر کیا کہ سورہ مدثر میں میرا ہی نام آیا ہے اُس نے اپنے غلام کا نام مطوق بالنور رکھا تھا۔ غرض ۲۹۱ھ میں سب کے سب یکے بعد دیگرے مقتول ہوئے۔ اور ملک شام میں یہ فتنہ فرد ہوا۔ مگر یہاں سے قرامطہ نے یمن میں جا کر فتنہ برپا کر دیا۔

مصر میں بنی طولون کا خاتمہ

جب قرامطہ کی جنگ سے فراغت حاصل ہو گئی تو مکتفی رقہ سے بغداد آیا اور محمد سلیمان بھی دمشق سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ شام کا اکثر حصہ ہارون بن خمارویہ بن احمد بن طولون کی حکومت میں شامل تھا اور اُس سے لڑائی کرنے کا خلیفہ ارادہ رکھتا تھا۔ محمد بن سلیمان بلکہ قرامطہ کے استیصال کے واسطے خلیفہ کا خود حرکت کرنا اور اپنی فوجوں کو بھیجنا جہاں اتفاق

سلطنت کی حفاظت تھی وہاں ہارون شاہ مصر کی بھی حمایت تھی۔ محمد بن سلیمان پہلے خاندان طولون کے یہاں ایک کارگذار سردار تھا۔ پھر کسی بات پر ناراض ہوکر خلیفہ کے پاس آ کر متوسلین خلافت میں شامل ہوگیا تھا۔ بغداد کی طرف آتے ہوئے راستے میں محمد بن سلیمان کو بدر حمامی کا جو ہارون بن خماریہ کا غلام تھا۔ ایک خط ملا۔ بدر حمامی نے لکھا تھا کہ آج کل بنی طولون کی سلطنت کا شیرازہ کمزور اور قوائے حکمرانی مضمحل ہو گئے ہیں اگر اس وقت آپ معہ فوج اس طرف چلے آئیں اور مصر پر حملہ آور ہوں تو میں بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آپ کی مدد کو تیار رہوں۔

محمد بن سلیمان یہ خط لئے ہوئے بغداد آیا اور خلیفہ مکتفی کی خدمت میں پیش کیا۔ خلیفہ مکتفی نے محمد بن سلیمان کو ایک زبردست فوج دے کر فوراً مصر کی جانب روانہ کر دیا۔ محمد بن سلیمان نے مصر پہنچ کر لڑائیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بدر حمامی محمد بن سلیمان کے پاس چلا آیا۔ ہارون بن خماریہ مارا گیا۔ مصر پر محمد بن سلیمان کا قبضہ ہو خاندانِ طولون کے تمام افراد گرفتار کرکے بغداد بھیج دیتے گئے۔ یہ واقعہ ماہِ صفر ۲۹۲ھ کا ہے دربار خلافت سے عیسیٰ نوشری کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ محمد بن سلیمان حکومتِ مصر اس کے سپرد کرکے بغداد چلا آیا۔ وہاں ہی طولون کے حامی سرداروں میں سے ایک سپہ سالار ابراہیم خلجی نامی نے عیسیٰ نوشری کو بے دخل کرکے خود مصر پر قبضہ کر لیا۔ بغداد سے فوج بھیجی گئی۔ اول اس کو شکستِ فاش ہوئی۔ مگر بعد میں ابراہیم شکست پا کر گرفتار ہوگیا اور بغداد کے جیل خانے میں قید کر دیا گیا اسی سال خلیفہ نے مظفر بن حاج کو یمن کی شورش فرو کرنے کے لئے جو قرامطہ نے وہاں برپا کر رکھی تھی۔ سندِ گورنری دے کر روانہ کیا۔

بنی حمدان

۲۹۲ھ میں خلیفہ مکتفی نے ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان بن حمدون عدوی تغلبی کو صوبہ موصل کی گورنری عطا کی۔ یکم محرم ۲۹۳ھ کو وہ وارد موصل ہوا اس کے موصل پہنچتے ہی کردوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ ابوالہیجا مصر سے فوج لے کر کردوں کے مقابلے کو نکلا۔ مگر شکست کھائی موصل میں آکر خلیفہ سے مدد طلب کی۔ یہاں سے فوج گئی اور ماہِ ربیع الاول ۲۹۴ھ میں ابوالہیجا نے کردوں پر فوج کشی کی وہ خوف زدہ ہوکر کوہ سلیق میں جا کر پناہ گزین ہوئے بہت دنوں تک محاصرہ اور لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔

آخر کردوں کے سردار محمد بن بلال نے امن کی درخواست کی جو قبول ہوئی ابوالہیجا کا تمام صوبہ میں سکہ بیٹھ گیا اور تمام کرد مطیع و منقاد ہو گئے۔ ۳۰۳ھ میں ابوالہیجا نے خلیفہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا خلیفہ مقتدر نے مونس نامی اپنے خادم کو بھیجا وہ ابوالہیجا کو گرفتار کر کے بغداد لایا اس کا قصور معاف ہو۔ اور بغداد میں رہنے لگا ابوالہیجا کے بھائی حسین و ابوالہیجا دونوں بھائیوں کو معہ دوسرے رشتہ داروں کے جیل خانہ میں قید کر دیا گیا جو ۳۰۵ھ میں رہا ہوئے۔

ترکوں اور رومیوں کے حملے

۲۹۱ھ میں رومیوں نے ایک لاکھ فوج سے بلادِ اسلامیہ پر حملہ کیا، مگر اس حملہ میں ان کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی سرحدی سرداروں نے مار کر بھگا دیا۔ ۲۹۳ھ میں ایک نئے حملہ آور گروہ کا ظہور ہوا یعنی ترکوں نے جو ماوراء النہر کے شمالی پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے تھے، ماوراء النہر پر حملہ کیا اس طرف سے یہ سب سے پہلا حملہ تھا جو ماوراء النہر پر ہوا۔ ان وحشی اور جنگی حملہ آوروں کی تعداد بے شمار تھی اور ایک سیلاب تھا جو امنڈ آیا تھا مگر اسمٰعیل سامانی حاکم ماوراء النہر نے بڑی ہمت و استقلال کے ساتھ تمام فوجوں کو یکجا فراہم کر کے ان حملہ آوروں کو اچھی طرح سبق دیا۔ ہزارہا گرفتار اور ہزارہا مقتول ہوئے، باقی بھاگ گئے۔ اسی سال رومیوں نے مسلمانوں سے صلح کی درخواست کی اور حسب دستور سابق قیدیوں کا تبادلہ عمل میں آیا۔ مگر اس صلح کے بعد ہی رومیوں نے شہر قورس پر شب خون مارا ہزارہا مسلمان بے خبری میں شہید اور گرفتار ہوئے، جامع مسجد کو رومیوں نے جلا دیا اور واپس چلے گئے اسی سال اسمٰعیل سامانی نے بلادِ دیلم اور ترکوں کے بعض علاقے پر بزور شمشیر قبضہ کیا۔ ۲۹۴ھ میں مسلمانوں نے طرطوس کی طرف سے بلادِ روسیہ پر حملہ کر کے بہت سے رومیوں کو گرفتار کیا جن میں ایک بطریق بھی تھا۔ اس بطریق نے بطیب خاطر اسلام قبول کیا۔

مکتفی باللہ کی وفات

ماہ جمادی الاول ۲۹۵ھ میں ساڑھے چھ برس حکومت کر کے مکتفی باللہ بغداد میں فوت ہو کر محمد بن طاہر کے مکان میں مدفون ہوا۔ وفات سے پہلے اپنے بھائی جعفر کو اپنا ولی عہد بنا گیا تھا۔ مکتفی نے مرتے وقت بیت المال میں ڈیڑھ کروڑ دینار چھوڑے۔ جعفر بن معتضد کی عمر اس وقت تیرہ برس کی تھی اس نے تخت نشین ہو کر اپنا لقب مقتدر باللہ تجویز کیا۔

مقتدر باللہ

مقتدر باللہ بن معتضد باللہ کا اصل نام جعفر اور کنیت ابوالفضل تھی۔ ماہ رمضان ۲۸۲ھ میں ایک رومیہ اُم ولد غریب نامی کے بطن سے پیدا ہوا۔ مکتفی باللہ نے مرنے سے قبل جب اپنے ولی عہد کی نسبت لوگوں سے مشورہ کیا تو لوگوں نے اُس کو یقین دلایا کہ مقتدر باللہ بالغ ہو گیا ہے تب اُس نے مقتدر کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ اس سے پہلے ایسی چھوٹی عمر میں کوئی خلیفہ تخت نشین نہیں ہوا تھا۔ مقتدر کی تخت نشینی کے بعد لوگوں میں اُس کے خلع کی نسبت چرچا ہونے لگا۔ وزیراعظم عباس بن حسن کے اختیارات چونکہ بہت وسیع ہو گئے تھے اور خزانہ پر تصرف کرنے کا بھی اختیار چونکہ وزیراعظم ہی کو حاصل تھا۔ اس لئے اور بھی ارکین سلطنت کو مقتدر کی خلافت ناگوار تھی۔ ادھر وزیراعظم بھی اس لڑکے کی خلافت سے خوش نہ تھا۔ چنانچہ ابو عبداللہ محمد بن معتز کو خلافت پر آمادہ کیا۔ ابھی مقتدر کے معزول اور محمد بن معتز کے تخت نشین کرنے کے مشورے اور تیاریاں ہو رہی تھیں کہ ابو عبداللہ محمد بن معتز کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ابوالحسین بن متوکل کو تخت نشین کرنے کا انتظام کیا گیا۔ اتفاق کی بات ابوالحسین بھی فوت ہو گیا۔ اس کے اور ابو عبداللہ محمد بن معتز کی وفات کی وجہ سے خلیفہ مقتدر کی حکومت کو ایک قسم کا استحکام حاصل ہو گیا۔ چند روز کے بعد پھر سرگوشیاں شروع ہوئیں اور ارکین سلطنت نے عبداللہ بن معتز کو تخت خلافت کے لئے آمادہ کرنا چاہا۔ عبداللہ بن معتز نے اس شرط کے ساتھ منظور کیا کہ خوں ریزی نہ ہو۔ اور تمام ارکین سلطنت اس تجویز میں شریک تھے۔ مگر وزیراعظم عباس بن حسین اس میں شریک نہ تھا۔ ۲۰ ربیع الاول ۲۹۶ھ کو سب سے پہلے وزیراعظم کو جب کہ وہ اپنے باغ کو جا رہا تھا۔ دفعتہً حملہ کر کے قتل کر دیا گیا۔ اگلے دن ۲۱ ربیع الاول ۲۹۶ھ کو مقتدر کی معزولی کا اعلان کر کے عبداللہ بن معتز کی بیعت سب نے کر لی۔ اس وقت خلیفہ مقتدر چوگان کھیل رہا تھا اپنی معزولی کا حال سنتے ہی فوراً محل سرائے میں چلا گیا اور دروازے بند کر لئے۔ عبداللہ بن معتز نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنا لقب المرتضیٰ باللہ تجویز کیا اور مقتدر کو لکھ بھیجا کہ تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ دارالخلافہ چھوڑ کر باہر آ جاؤ اور خلافت کی ہوس ترک کر دو۔ مقتدر نے لکھا کہ مجھ کو آپ کے ارشاد کی تعمیل بسر و چشم منظور ہے مگر شام تک کی مہلت عطا کر دو۔

رات کو مونس خادم نے دوسرے خدام نے مشورہ کیا کہ کوئی ہنگامہ برپا کرنا چاہیئے۔ صبح کو حسین بن حمدان قصرِ خلافت کے دروازہ پر پہنچا تو انھوں نے تیروں کا مینہ برسایا۔ شام تک مقتدر کے غلاموں نے یہی سلسلہ جاری رکھا۔ رات کو بتدریج اور لوگ بھی مقتدر کی جمعیت میں شامل ہوتے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ عبداللہ بن معتز جدید خلیفہ کو معہ اپنے چند ہواخواہوں کے روپوش ہونا پڑا۔ مقتدر نے مونس خادم کو پولس کی افسری عطا کر کے فتنہ کے فرو کرنے کا حکم دیا۔ ابوالحسن بن فرات کو وزیرِاعظم بنایا۔ عبداللہ بن معتز گرفتار ہو کر مقتول ہوا۔ اسی سال یعنی ربیع الثانی ۲۹۶ھ میں عبیداللہ مہدی کی بیعت افریقیہ میں ہوئی۔ اور دولتِ عبیدیہ شیعیہ۔ امامیہ کی ابتدا ہو کر افریقیہ میں دولت اغالبہ کا خاتمہ ہوا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دولتِ عبیدیہ کے آغاز اور دولتِ اغالبہ کے اختتام کا حال اس جگہ بیان کر دیا جاتے۔

دولتِ عبیدیہ کا آغاز

عبیداللہ مہدی سب سے پہلا بادشاہ اپنے آپ کو محمد بن جعفر بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر صادق کا بیٹا بتاتا تھا۔ لیکن اس کے نسب میں لوگوں نے سخت اختلاف کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ مجوسی تھا۔ بعض نے اس کو نصرانی کہا ہے۔ شیخ المناظرین قاضی ابو بکر باقلانی نے بھی عبیداللہ مہدی کے سید یعنی عالی نسب ہونے سے انکار کیا ہے مشاہیر علماء نے خلیفہ قادر باللہ کے عہد میں جب کہ اس کے نسب کا مسئلہ زیر غور تھا صاف طور پر عبیداللہ مہدی کو اپنے دعوئ علویت میں کاذب قرار دیا تھا۔ ان علماء میں ابو العباس ابیوردی۔ ابو حامد اسفرائنی ابو جعفر نسفی۔ قدوری وغیرہ شامل ہیں۔ علویوں میں سے مرتضیٰ ابن بطحاوی۔ ابن ازرق نے بھی عبیداللہ مہدی کو دعوئ نسب میں دروغ گو اور مفتری قرار دیا ہے۔

عبیداللہ مہدی غالی شیعہ تھا۔ مگر علمائے شیعہ نے بھی اس کے علوی ہونے سے انکار کیا ہے۔ مثلاً ابو عبداللہ ابن نعمان نے بھی عبیداللہ مہدی کو علویت کے دعوے میں کاذب قرار دیا ہے۔ امام المؤرخین حضرت علامہ شیخ جلال الدین سیوطی نے بھی بڑے زور کے ساتھ عبیداللہ مہدی کو اپنے نسب کے دعوٰی میں جھوٹا اور مجوسی النسل ثابت کیا ہے۔

مگر علمِ تاریخ کے ایک اور بہت بڑے امام یعنی ابنِ خلدون نے عبیداللہ کو علوی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے مقدمہ ابنِ خلدون میں بھی اور اپنی تاریخ میں بھی عبیداللہ کو نسب کے دعویٰ میں سچا تسلیم کیا ہے لیکن ابن خلدون نے اس معاملے میں جو دلائل پیش کئے ہیں۔ وہ نہایت ہی کمزور اور امام ابنِ خلدون کے مرتبے کا تصور کرتے ہوئے تو بہت ہی مضحکہ انگیز معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں کہ عبیداللہ کے خاندان میں ایک زبردست سلطنت قائم ہوگئی۔ اگر وہ علوی نہ ہوتا تو لوگ اُس کی بادشاہت کو تسلیم نہ کرتے اور اُس کے جھنڈے کے نیچے اپنے سر نہ کٹاتے۔ کسی کے نسب کی نسبت ثبوت پیش کرتے ہوئے اس قسم کی دلیل کا پیش کرنا یقیناً ایک تمسخر انگیز چیز ہے اور حقیقت یہ ہے کہ امام ابنِ خلدون کے پاس اس معاملہ میں دلیل ایک بھی نہیں ہے۔ وہ چونکہ خود مغربی ہیں۔ اس لئے ایک مغربی حکمران خاندان کے نسب کا مجہول ہونا اُن کو بالطبع ناپسند ہے۔ اسی طرح وہ مراقش کی سلطنت، ادریسیہ کو بھی علوی ہی ثابت کرنے میں پورا زور لگاتے ہیں اور ادریس ثانی کو ادریس اول کا بیٹا ثابت کرنے اور ایک بربری عورت کی عصمت و عفت کو بلا ضرورت زیر بحث لانے میں پورا زور صرف کرتے ہیں کیونکہ وہ بھی ایک مغربی سلطنت تھی۔ ممکن ہے کہ یہ بدگمانی امام موصوف کی نسبت ایک معصیت ہو... استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ بہرحال ان سلطنتوں کی تاریخ مسلسل طور پر جس مقام سے شروع ہوگی۔ وہاں پورے طور پر بہ لنسب کی بحث درج کی جائے گی۔

ابنِ حوشب تھا۔ ایک کوفی شخص یمنی نے جو قرمطی اور شیعہ تھا۔ علوانی و سفیانی نام کے دو منادی ملک افریقہ میں بھیجے کہ وہاں جاکر محبتِ اہلِ بیت کی دعوت لوگوں کو دیں اور بتدریج اپنی تحریک کو پھیلائیں۔ ان دونوں نے افریقہ کے ایک مقام کتامہ نامی میں قیام کرکے لوگوں کو اس طرف بُلایا اور ایک معقول تعداد کو اپنا ہم خیال بنالیا اور اس بات کا یقین دلایا کہ شیخین رضوان اللہ علیہما غاصبِ خلافت تھے۔ اس لئے اُن سے تبرا کرنا واجب ہے اور خلافت و امامت صرف اولادِ علیؓ کا حق ہے۔ مقام کتامہ اس تحریک کا مرکز بن گیا۔ وہاں سے جب یہ خبر آئی کہ علوانی و سفیانی دونوں مرگئے تو عبیداللہ مذکور نے ایک شخص ابو عبداللہ حسین بن احمد بن محمد بن زکریا شیعی کو جو صنعاء کا رہنے والا تھا۔ یہ یقین دلاکر کہ میں امام جعفر صادق کی اولاد سے ہوں۔ اپنا داعی بناکر افریقہ کی طرف روانہ کیا اور سمجھا دیا کہ اسمٰعیل

بن جعفر صادق کے بیٹے محمد معروف بہ محمد مکتوم میرے پردادا تھے اس لیے تم کتامہ میں جاکر قیام کرنا کیونکہ کتامہ اور مکتوم دونوں کتمان سے مشتق ہیں۔

ابو عبداللہ اوّل یمن میں ابن حوشب کے پاس گیا وہاں سے حجاج کے ایک قافلہ کے ساتھ مکۂ معظمہ میں آیا۔ یہاں اس نے کتامہ کے حاجیوں کا قافلہ تلاش کر کے اُن کے ساتھ خلا ملا پیدا کیا۔ اُنھوں نے اس کے زہد و ورع کو دیکھ کر خوب خدمت و تعظیم کی۔ حج سے فارغ ہو کر جب وہ لوگ افریقہ کی جانب روانہ ہوئے تو ابو عبداللہ بھی اُن کے ساتھ ہی ہو لیا۔ اُنھوں نے بہت ہی غنیمت سمجھا۔ کتامہ میں جا کر اُنھوں نے اُس کے قیام کے لیے کوہ انکجان پہ ایک مکان بنا دیا جس کا نام فج الاخیار رکھا۔ وہاں ابو عبداللہ مصروفِ عبادت رہنے لگا اور لوگ اُس کے پاس بڑی گرویدگی کے ساتھ آنے جانے لگے۔ ابو عبداللہ نے وہاں ظاہر کیا کہ مہدی عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں اور اُنھوں نے ہم کو اسی مقام پر قیام کرنے کی ہدایت کی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ہمارے انصار کا نام مشتق ہے کتمان سے وہ اہلِ کتامہ ہی ہوں گے۔ رفتہ رفتہ ابو عبداللہ کی حکومت و سیادت کتامہ میں قائم ہو گئی۔

یہ خبر جب ابراہیم بن احمد بن اغلب والیِ افریقہ کے پاس دارالسلطنت قیروان میں پہنچی تو اُس نے ولایتِ میلہ کے عامل کو لکھا کہ ابو عبداللہ جو کتامہ میں مقیم ہے۔ اُس کے حالات سے اطلاع دو۔ عامل نے لکھ کر بھیج دیا کہ وہ ایک تارک الدنیا شخص ہے لوگوں کو نماز روزہ کی نصیحت کرتا رہتا ہے۔ ابراہیم یہ سُن کر خاموش ہو گیا۔ چند ہی روز کے بعد ابو عبداللہ نے اپنی جمعیت کو مضبوط کر کے شہر میلہ پر حملہ کیا اور بعد محاصرہ وہاں کے عامل کو بے دخل کر کے میلہ پر قابض و متصرف ہو گیا۔ یہ سُن کر ابراہیم بن احمد اغلبی نے اپنے بیٹے احول کو ایک لشکر کے ساتھ اُس طرف روانہ کیا۔ ابو عبداللہ شہر میلہ سے شکست کھا کر کتامہ کی جانب فرار ہوا اور کوہ انکجان میں جا کر دم لیا۔ احول وہاں سے قیروان کو لوٹ گیا۔ اسی عرصہ میں ابراہیم بن احمد بادشاہِ افریقہ نے وفات پائی۔ اُس کا بیٹا ابو العباس تخت نشین ہوا۔

ابو عبداللہ نے انکجان میں ایک شہر آباد کیا جس کا نام دار الہجرۃ رکھا۔ احول اُس کی سرکوبی کے لیے انکجان کی طرف آیا۔ اُدھر ابو العباس کا انتقال ہو گیا۔ اُس کے بعد اُس کا

بیٹا زیادۃ اللہ تخت نشین ہوا زیادۃ اللہ نے احول کو بلا کر کسی وجہ سے قتل کر دیا۔ ابوعبداللہ کو دم بدم طاقت حاصل ہوتی چلی گئی۔ اُس نے اہلِ کتامہ کا ایک وفد عبیداللہ مہدی کے پاس علاقہ حمص کی طرف جہاں عبیداللہ مقیم تھا روانہ کیا اور اپنی کامیابی اور فتوحات سے اطلاع دے کر لکھا کہ اب آپ اس طرف تشریف لائیں۔ اس وفد کے آنے اور اس خبر کے لانے کا حال جاسوسوں کے ذریعہ خلیفہ مکتفی باللہ کو معلوم ہوا اس نے فوراً عبیداللہ کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا اور مصر کے گورنر عیسیٰ نوشری کو بھی (اس زمانہ میں عیسیٰ نوشری بنی طولون کی بربادی کے بعد مصر کا گورنر تھا) لکھا کہ عبیداللہ کو جو مصر میں ہو کر گذرے گا گرفتار کر لو۔ خلیفہ مکتفی کے اس حکم کو بھی ابنِ خلدون نے عبیداللہ کے سید ہونے کی دلیل ٹھہرایا ہے۔ یعنی اگر عبیداللہ خاندان اہلِ بیت سے نہ ہوتا تو مکتفی اس کی گرفتاری کا حکم جاری نہ کرتا۔ حالانکہ یہ بہت ہی کمزور دلیل ہے۔ اس لئے کہ ہر ایک ہنگامہ پسند اور خواہانِ سلطنت شخص کو جو خفیہ طور پر کوششوں میں مصروف ہو گرفتار کرنا ہر ایک سلطنت کا فرض ہوتا ہے۔ چاہے اس کی سازش اور ریشہ دوانی کا مقام اس سلطنت کے حدود سے باہر ہی کیوں نہ ہو اور ظاہر ہے کہ شاہانِ افریقہ یعنی خاندانِ اغلب کے فرماں روا عباسیہ خلافت کی سیادت کو تسلیم کرتے اور خطبوں میں عباسی خلیفہ کا نام لیتے تھے۔ نیز یہ کہ افریقہ کی سرحد مصر سے ملی ہوتی تھی۔ لہٰذا مکتفی یہ کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ افریقہ میں کوئی فتنہ برپا ہو۔

عبیداللہ حمص سے اپنے لڑکے اور متعلقین کو لے کر چلا۔ اُس نے سوداگروں کی وضع اختیار کر رکھی تھی اور بھیس بدلے ہوئے سوداگروں کے قافلہ کے ساتھ تھا۔ وہ مصر میں گرفتار ہوا مگر پھر اُس کو نوشری نے دھوکا کھا کر چھوڑ دیا۔ مصر سے گذر کر وہ افریقہ کی حدود میں داخل ہوا۔ یہاں بھی زیادۃ اللہ کے جاسوس اس کی فکر میں تھے مگر وہ سب سے بچتا بچاتا ریاست سلجماسہ میں پہنچا۔ وہاں کے حاکم نے اُس کو پکڑ کر معہ اس کے لڑکے کے قید کر دیا۔ زیادۃ اللہ عیش و عشرت میں مصروف تھا۔ سلطنت کے کاموں کی طرف اُس کو مطلق توجہ نہ تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوعبداللہ شیعی کی طاقت دم بدم ترقی کرتی گئی اور اُس کی کوئی روک تھام نہ کی گئی جب زیادۃ اللہ نے دیکھا کہ ابوعبداللہ شیعی نے افریقہ کے بہت سے علاقے پر قبضہ کر لیا ہے اور دم بدم ملک کو دباتا چلا آتا ہے تو اُس نے

ایک زبردست لشکر فراہم کرکے ابو عبد اللہ کی سرکوبی کے لئے مامور کیا۔

ابو عبد اللہ تابِ مقاومت نہ لاکر ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ چھ مہینے اس پہاڑ پر محصور رہا ساتویں مہینے ایک کامیاب شب خون مار کر لشکرِ افریقیہ کو بھگا دیا اور پھر یکے بعد دیگرے شہروں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ زیادۃ اللہ نے ایک دوسرے سردار کو پھر مقابلہ پر بھیجا۔ اُس کو بھی شکست ہوئی۔ تب ۲۹۵ھ میں زیادۃ اللہ نے خاص اہتمام کے ساتھ فوجوں اور سپہ سالاروں کو ابو عبد اللہ کی سرکوبی پر مامور کیا۔ مگر اب ابو عبد اللہ کا رُعب قائم ہو چکا تھا۔ سال بھر تک برابر لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ کبھی ابو عبد اللہ کو شکست ہوئی کبھی لشکرِ افریقیہ کو۔ اس عرصہ میں ابو عبد اللہ کی جمعیت بڑھتی چلی گئی اور لوگ آ آ کر اُس کی فوج میں شامل ہوتے گئے۔ زیادۃ اللہ کی فوج کم ہو رہی تھی۔ ایک کے بعد دوسرا شہر ابو عبد اللہ کے قبضہ میں آتا گیا۔ یہاں تک کہ زیادۃ اللہ کے سردارانِ فوج بھی یکے بعد دیگرے ابو عبد اللہ کے پاس آ آ کر حاضر ہونے لگے۔

عروبہ بن یوسف اور حسن بن ابی خنزیر نے حاضر ہو کر ملازمت حاصل کی ماہ رجب ۲۹۶ھ میں ابو عبد اللہ نے دار السلطنت قیروان پر قبضہ کرکے زیادۃ اللہ کو بھگا دیا اور شاہی محلات میں اہلِ کتامہ کو قیام کا موقعہ دیا۔ پھر سلجماسہ پر چڑھائی کرکے وہاں کے حاکم الیسع بن مدرار کو شکست دے کر گرفتار و قتل کیا اور عبید اللہ مہدی مذکور کو جیل خانہ سے نکال کر گھوڑے پر سوار کیا اور اُس کے پیچھے یہ کہتا ہوا ھذا مولاکم ھذا مولاکم لشکرگاہ میں آیا۔ وہاں سے کوچ کرکے شہر رقادہ میں آیا۔ عبید اللہ کے ہاتھ پر ابو عبد اللہ اور تمام لوگوں نے بیعت خلافت کی اور "المہدی امیر المومنین" کے لقب سے ملقب کیا۔ یہ بیعت آخر عشرہ ماہ ربیع الثانی ۲۹۶ھ میں ہوئی اور اسی روز سے دولت عبیدیہ کی ابتدا ہوئی۔

مہدی عبید اللہ نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے داعیوں اور واعظوں کو تمام مُلک میں پھیلا دیا۔ لوگوں نے اُس کے مذہب کو قبول کرنے سے انکار کیا تو اُن کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اہلِ کتامہ کو بڑی بڑی جاگیریں اور مناصب عطا کئے۔ جزیرہ صقلیہ کی حکومت پر حسن بن احمد بن ابی خنزیر کو مامور کرکے بھیجا جو ارذالحجہ ۲۹۶ھ کو اس جزیرہ میں پہنچا اور ظلم و تعدی سے جزیرہ کی تمام رعایا کا ناک میں دم کر دیا۔ اسی طرح تمام مُلک افریقیہ

میں عامل و والی مقرر کرکے باقاعدہ حکومت شروع کردی۔

۲۹۹ھ میں اہلِ صقلیہ نے حسن بن احمد بن ابی خنزیر کی شکایت عبیداللہ مہدی کو لکھ کر بھیجی اُس نے اُس کی جگہ علی بن عمر کو صقلیہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ اہلِ صقلیہ اُس سے بھی ناخوش ہوئے اور اُس کو معزول کرکے انھوں نے خود ہی احمد بن موہب کو اپنا امیر منتخب کرلیا۔ احمد بن موہب نے لوگوں کو مقتدر باللہ عباسی خلیفہ کی اطاعت پر آمادہ کیا اور مہدی کا نام خطبہ سے نکال کر مقتدر باللہ کا نام خطبہ میں داخل کردیا اور ایک بیڑہ جنگی جہازوں کا مرتب کرکے ساحل افریقہ کی طرف روانہ کیا۔

عبیداللہ مہدی نے مقابلہ کے لئے ایک جنگی بیڑہ حسین بن علی بن خنزیر کی ماتحتی میں مقابلہ پر روانہ کیا۔ دونوں بیڑوں میں بحری جنگ ہوئی۔ ابن خنزیر مارا گیا اور عبیداللہ مہدی کے بیڑے کو اہلِ صقلیہ نے جلا کر ڈبو دیا۔ ان حالات کی خبر جب بغداد میں پہنچی تو خلیفہ مقتدر باللہ نے احمد بن موہب کے پاس سیاہ خلعت اور جھنڈے روانہ کئے اور اس طرح قریباً ایک سال کے لئے جزیرۂ صقلیہ میں عباسی خلیفہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ عبیداللہ مہدی نے ایک زبردست جنگی بیڑہ تیار کرکے صقلیہ کی طرف روانہ کیا جس سے احمد بن موہب کی طاقت ٹوٹ گئی اور اہلِ صقلیہ نے اُس کو گرفتار کرکے معہ اُس کے ہمراہیوں کے عبیداللہ مہدی کے پاس بھیج کر خود عفو تقصیرات کی درخواست کی۔ عبیداللہ مہدی نے حکم دیا کہ احمد بن موہب اور اُس کے ہمراہیوں کو ابن خنزیر کی قبر پر لے جا کر قتل کردو۔ یہ واقعہ ۳۰۰ھ میں وقوع پذیر ہوا۔

بیعت ولی عہدی

۳۰۱ھ میں مقتدر نے اپنے چہار سالہ بیٹے ابوالعباس کو جو بعد میں قاہر باللہ کے بعد راضی باللہ کے لقب سے تختِ خلافت پر بیٹھا تھا اپنا ولی عہد بنایا اور مصر و مغرب کی گورنری اُس کے نام لکھ کے مونس خادم کو اُس کی نیابت میں مصر کی طرف روانہ کیا۔

اسی سال حسن بن علی بن حسین بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے جو اطروش کے نام سے مشہور ہیں صوبۂ طبرستان پر قبضہ کرلیا۔ اطروش نے طبرستان و دیلم میں اسلام کی خوب اشاعت کی اور اس علاقے کے رہنے والوں کو اپنے وعظ و پند سے دائرہ اسلام میں داخل کرکے قوت حاصل کی اور طبرستان پر قبضہ کیا۔ اطروش مذہباً زیدی شیعہ تھا۔ اس لئے ان لوگوں کا جو اطروش

کی کوشش سے مسلمان ہوئے تھے یہی مذہب ہوا۔ اطروش کے تمام سرداران لشکر دیلمی تھے ۳۰۴ھ میں والیِ خراسان نے طبرستان پر حملہ کرکے اطروش کو قتل کردیا۔

۳۰۲ھ میں عبیداللہ مہدی نے اپنے سپہ سالار خفاشہ کتامی کو اسکندریہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا مونس خادم نے جو مصر پہنچ چکا تھا مقابلہ کیا۔ سخت معرکہ آرائیوں کے بعد مہدوی فوج سات ہزار آدمیوں کو مقتول کراکر افریقہ کی طرف بھاگ گئی۔

۳۰۷ھ میں عبیداللہ مہدی نے اپنے بیٹے ابوالقاسم کو ایک عظیم الشان لشکر دے کر مصر پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا جو مونس کے مقابلہ میں شکست کھاکر اور بہت سے سرداروں کو گرفتار کراکر واپس گیا۔ اسی سال قیصر روم نے مقتدر باللہ سے صلح کی اور دوستی ومحبت کے تعلقات قائم کرنے کے لئے اپنے سفر بغداد میں روانہ کئے جن کے استقبال میں بڑی شان وشوکت کا اظہار کیا گیا ۳۰۹ھ میں عبیدی لشکر نے مصر کے ایک حصہ پر قبضہ کرلیا۔

قرامطہ کی شورش عراق میں

قرامطہ کا ایک گروہ صوبہ بحرین پر قابض ومتصرف تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔

۳۱۱ھ میں قرامطہ کے سردار ابوطاہر سلیمان بن ابی سعید جنابی نے ایک روز رات کے وقت ایک ہزار سات سو آدمیوں کے ساتھ بصرہ پر حملہ کیا۔ شہرپناہ کی دیواروں پر سیڑھیاں لگاکر چڑھ گئے اور محافظوں کو قتل کرکے دروازے شہرپناہ کے کھول دیئے اور قتلِ عام شروع کردیا۔ بصرہ کا عامل سبک مفلحی مطلع ہوکر مقابلہ پر آیا اور قرامطہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ابوطاہر نے بصرہ پر قبضہ کرلیا۔ سترہ روز تک بصرہ میں قیام کیا۔ مال واسباب اور عورتوں بچوں کو گرفتار کرکے اٹھارہویں روز ہجر کی طرف کوچ کرگیا۔ خلیفہ مقتدر نے اس حادثہ کی خبر سن کر محمد بن عبداللہ فاروقی کو بصرہ کی سندِ گورنری دے کر بصرہ کی جانب روانہ کیا۔ محمد بن عبداللہ اس وقت بصرہ میں پہنچا۔ جب ابوطاہر یہاں سے روانہ ہوچکا تھا۔

۳۱۲ھ میں ابوطاہر قرمطی نے فوج لے کر مکہ سے واپس آنے والے حاجیوں کے قافلوں کو لوٹا اور ابوالہیجا بن حمدانی اور مقتدر باللہ کے ماموں احمد بن بدر کو جو انھیں قافلوں میں تھے گرفتار کرکے لے گیا۔ چند روز کے بعد ان دونوں کو رہا کردیا اور خلیفہ مقتدر سے اہواز کو طلب کیا۔ خلیفہ نے انکار کیا تو ابوطاہر نے پھر قافلوں کو لوٹنا شروع کردیا۔ خلیفہ نے فوج بھیجی۔

ابوطاہر نے اس شاہی فوج کو شکست دے کر کوفہ تک اُس کا تعاقب کیا اور کوفہ پر قبضہ کر کے چھ روز تک کوفہ میں قیام کیا اور وہاں سے بے حد مال و اسباب لے کر ہجر کی طرف روانہ ہوا۔

۳۱۳ھ میں قرامطہ کے خوف سے کسی نے حج نہیں کیا ۳۱۴ھ میں خلیفہ مقتدر نے یوسف بن ابی الساج کو آذربائیجان سے طلب کر کے بلادِ شرقیہ کی حکومت سپرد کی اور ابوطاہر قرمطی کے مقابلہ کا حکم دیا۔ اس سال کوئی مقابلہ نہ ہوا رمضان ۳۱۵ھ میں ابوطاہر کوفہ کی طرف فوج لے کر روانہ ہوا اُدھر واسطے سے کوفہ کے بچانے کو یوسف چلا۔ مگر ابوطاہر نے یوسف سے ایک روز پہلے پہنچ کر کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف نے آ کر لڑائی شروع کی یوسف کی فوج ابوطاہر سے شکست کھا کر فرار ہوئی اور یوسف زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا۔ ابوطاہر نے یوسف کے علاج پر ایک طبیب کو مامور کیا۔ بغداد میں یہ خبر پہنچی تو وہاں سے خلیفہ نے مونس کو روانہ کیا۔ مونس کے پہنچنے سے پہلے ابوطاہر کوفہ چھوڑ کر عین التمر کی جانب روانہ ہو چکا تھا۔ ابوطاہر نے کوفہ سے روانہ ہو کر انبار پر قبضہ کیا اور وہاں کی فوج کو شکست دے کر بھگا دیا۔ آخر نصر حاجب بغداد سے چلا اور مونس کے ساتھ مل کر دونوں نے چالیس ہزار فوج سے قرامطہ پر حملہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ ابوطاہر نے یوسف کو جو اُس کی قید میں تھا قتل کر دیا۔ اس شکست کا حال سن کر اہلِ بغداد سخت پریشان ہوئے اور بغداد چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ شروع ۳۱۶ھ میں ابوطاہر نے انبار سے کوچ کر کے مقام رحبہ کو لوٹا اور ایک شب و روز اپنے لشکریوں کے لئے اہلِ رحبہ کا خون مباح کر دیا۔

اہل قرقیسا نے اس قتلِ عام کا ہیبت ناک منظر دیکھ کر امن کی درخواست کی جس کو ابوطاہر نے منظور کر لیا۔ پھر فوجی دستے شب خون مارنے کے لئے اِدھر اُدھر روانہ کئے۔ تین روز کی مسلسل جنگ کے بعد رقہ کو فتح کر لیا اور صوبہ جزیرہ پر قابض و متصرف ہو گیا۔ بغداد سے فوجیں روانہ ہوئیں مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ۳۱۶ھ ماہِ شوال میں قرامطہ ہجر کی طرف چلے گئے۔ پھر چند روز کے بعد انھوں نے سواد۔ واسط۔ عین التمر میں مختلف جماعتوں کی شکل میں ہنگامہ آرائیاں برپا کیں۔ خلیفہ مقتدر نے ہارون بن غریب۔ صافی بصری اور ابن قیس وغیرہ سرداروں کو قرامطہ کی سرکوبی پر مامور کیا۔ قرامطہ کی جماعتیں شکست کھا کھا کر اور اپنے علم چھنوا کر فرار ہوئیں اور ان علاقوں میں امن و امان قائم ہوا۔ اسی

اسی سال ابوطاہر نے ایک مکان بنوایا اس کا نام دارالہجرت رکھا۔

رومیوں کی چیرہ دستی

۳۱۴ھ میں اہلِ روم نے ملطیہ کو فتح کر لیا۔ ۳۱۵ھ میں دمیاط پر قابض ہو گئے اور شہر کو غارت کر کے جامع مسجد میں ناقوس بجوایا۔ اسی سال اہلِ دیلم نے رّے اور جبال کے علاقہ پر حملہ کر کے ہزارہا آدمی قتل کئے۔ اسی سال رومیوں نے خلاط پر قبضہ کیا اور وہاں کی جامع مسجد میں سے منبر نکال کر اُس کی جگہ صلیب قائم کر کے گرجا بنا لیا۔

مقتدر کا معزول و بحال ہونا

۳۱۷ھ میں مونس المعروف بہ مظفر نے مقتدر کو معزول کیا۔ بات یہ تھی کہ مقتدر مونس کی بجائے ہارون بن غریب کو عرض بیگی یعنی حاجب بنانا چاہتا تھا۔ مونس کو اس کا حال معلوم ہوا تو فوج اور اکثر اراکین کو ہمراہ لے کر قصرِ خلافت پر چڑھ آیا اور مقتدر کو گرفتار کر کے محمد بن معتضد کو القاہر باللہ کے لقب سے تخت نشین کیا۔ سب نے اُس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی اور عاملوں کے پاس اطلاعی فرامین بھیج دیئے گئے۔ اگلے روز فوج نے آ کر انعام اکرام کا مطالبہ کیا۔ اس مطالبہ کے پورا ہونے میں توقف ہوا تو لوگوں نے غل مچا دیا اور مقتدر کی تلاش میں مونس کے گھر گئے وہاں سے مقتدر کو کندھوں پر اُٹھا کر قصرِ خلافت میں لے آئے پھر اُس کے سامنے قاہر باللہ کو پکڑ کر لے آئے مقتدر نے قاہر باللہ کو دیکھ کر کہا کہ تم ذرا خوف نہ کرو اس میں تمہاری کوئی خطا نہ تھی۔ لوگوں میں سکون پیدا ہوا اور پھر عاملوں کے پاس اطلاعی فرامین بھیجے گئے کہ مقتدر باللہ بدستور خلیفہ ہے۔ مقتدر نے لوگوں کو انعام و اکرام دے کر خوش کیا۔

قرامطہ کی تعدی مکہ میں

قرامطہ کی حکومت بحرین میں مضبوط و مستقل ہو چکی تھی قرامطہ کا سردار ابوطاہر تھا گو خطبہ میں یہ لوگ عبید اللہ مہدی والیٔ افریقیہ کا نام لیتے۔ اُس کو اپنا خلیفہ مانتے تھے ۳۱۷ھ میں ابوطاہر قرمطی فوج لے کر مکہ معظمہ کی طرف گیا۔ یہ حج کا زمانہ تھا بغداد سے

منصور دیلمی امیرِ حجاج بن کر روانہ ہوا تھا وہ ۸ ذالحجہ کو بخیریت مکہ میں پہنچ گیا۔ ۹ ذالحجہ کو ابوطاہر پہنچا اور مکہ میں جاتے ہی حاجیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ مال و اسباب سب کا لوٹ لیا۔

خانہ کعبہ کے اندر بھی لوگوں کو قتل کرنے سے باز نہ رہا۔ مقتولوں کی لاشیں چاہِ زمزم میں ڈال دیں۔ حجرِ اسود کو گرز مار کر توڑ ڈالا اور دیوارِ کعبہ سے جدا کر کے گیارہ روز تک یوں ہی پڑا رہنے دیا۔ خانہ کعبہ کا دروازہ توڑ ڈالا۔ محمد بن ربیع بن سلیمان کا قول ہے کہ میں اس ہنگامہ میں مکہ کے اندر موجود تھا۔ میرے سامنے ایک شخص خانہ کعبہ کی چھت پر محرابِ کعبہ اُکھیڑنے کے لئے چڑھا۔ میں نے کہا الٰہی یہ ظلم مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اُس شخص کا پاؤں پھسلا سر کے بل گرا اور گرتے ہی مر گیا۔ ابوطاہر نے گیارہ روز تک مکہ کے باشندوں کو خوب لوٹا۔ پھر حجرِ اسود کو اونٹ پر لاد کر ہجر (دار السلطنت بحرین) کی طرف لے چلا۔ مکہ سے ہجر تک سنگ اسود کے نیچے چالیس اونٹ ہلاک ہوئے۔ بیس برس تک حجرِ اسود قرامطہ کے قبضہ میں رہا۔ پچاس ہزار دینار اُس کے عوض قرامطہ کو دینے منظور کئے۔ لیکن انھوں نے نہیں دیا۔ آخر زمانہ خلافت مطیع للہ میں حجر اسود اُن سے واپس لے کر خانہ کعبہ میں نصب کیا گیا۔ واپسی کے وقت ہجر سے مکہ تک اُس کو صرف ایک اونٹ لے آیا تھا اس ظلم و زیادتی کا حال عبیداللہ حاکمِ افریقہ کو معلوم ہوا تو اُس نے ابوطاہر کو بڑی لعنت ملامت کا خط لکھا اور اہلِ مکہ کے مال و اسباب کو واپس کر دینے کی تاکید کی۔ ابوطاہر نے کچھ حصہ اہلِ مکہ کے مال و اسباب کا واپس کر دیا۔ مگر حجرِ اسود کو واپس نہیں کیا وہ ۳۲۹ھ میں واپس مکہ میں آکر اپنی جگہ پر نصب ہوا۔

مقتدر باللہ کا قتل

مونس خادم نے ماہِ صفر ۳۲۰ھ میں موصل پر قبضہ کر لیا اور سعید و داؤد ابنان عبداللہ بن حمدان اور اُن کے بھتیجے ناصر الدولہ حسین بن عبداللہ بن حمدان کو جو خلیفہ کی طرف سے موصل کی حفاظت پر مامور تھے۔ شکست دے کر بھگا دیا اس کے بعد بغداد و شام اور مصر کی فوجیں بھی مونس کے پاس چلی آئیں کیونکہ مونس کی داد و دہش سے لشکری خوش تھے۔ ناصر الدولہ بن عبداللہ بن حمدان بھی مونس کے پاس چلا آیا اور اُس کے ساتھ

ہی موصل میں قیام پذیر ہوا۔ فتح موصل سے نو روز کے بعد مونس نے بغداد پر چڑھائی کا قصد کیا۔ مونس اور وزرائے خلافت میں سخت ناچاقی پیدا ہو گئی تھی اسی لئے یہ تمام واقعات ظہور پذیر ہوئے۔

سعید بن عبداللہ شکست کھا کر بغداد چلا آیا تھا۔ مونس کے حملہ کی خبر سن کر بغداد سے سعید بن عبداللہ بن حمدان۔ ابوبکر محمد بن یاقوت اور دوسرے سرداروں کی ماتحتی میں فوجیں روانہ ہوئیں جب مونس کا لشکر قریب پہنچا تو لشکری بغداد کی طرف بھاگ آئے۔ مجبوراً سرداروں کو بھی بغداد واپس آنا پڑا۔ مونس نے بغداد کے قریب پہنچ کر باب شماسیہ پر قیام کیا۔ یہاں طرفین کے مورچے قائم ہوئے۔ لڑائی شروع ہوئی مقتدر قصرِ خلافت سے نکل کر ایک ٹیلہ پر کھڑا تھا اور آگے فوج لڑ رہی تھی۔ بغداد والوں کو شکست ہوئی۔ خلیفہ کے ہمراہیوں نے عرض کیا کہ اب آپ یہاں نہ کھڑے ہوں واپس چلیں۔ خلیفہ وہاں سے چلا۔ راستے میں بربریوں کے ایک دستۂ فوج نے آ لیا جو مونس کی فوج میں شامل تھا۔ ایک بربری نے تیر چلایا جو مقتدر کے لگا اور وہ گھوڑے سے گرا اسی بربری نے آگے بڑھ کر مقتدر کا سر اُتار لیا۔ جسم کو ننگا کر کے اور تمام کپڑے اُتار کر وہیں چھوڑ دیا۔ سر کو نیزے پر رکھ کر مونس کے پاس لے گئے۔

یہ واقعہ روز چہار شنبہ ۲۷ شوال ۳۲۰ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ مونس نے ابومنصور محمد بن معتضد کو تختِ سلطنت پر بٹھا کر قاہر باللہ کے لقب سے ملقب کیا۔ علی بن مقلہ کو قلمدانِ وزارت سپرد ہوا۔ اور عہدۂ حجابت پر علی بن بلیق مامور ہوا۔ مقتدر کی ماں کو گرفتار کر کے اس سے روپیہ طلب کیا گیا اور اتنا پٹوایا کہ وہ مر گئی۔ اسی طرح لوگوں کو زبردستی پکڑ پکڑ کر روپیہ فراہم ہوا۔

قاہر باللہ

قاہر باللہ بن معتضد باللہ بن موفق باللہ بن متوکل ایک اُمِ ولد فتنہ نامی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اس کا نام محمد اور کنیت ابومنصور تھی۔

خلیفہ مقتدر باللہ کے قتل کے بعد اس کا بیٹا عبدالواحد ہارون بن غریب۔

محمد بن یاقوت اور ابراہیم بن رائق کے مدائن کی طرف چلا گیا تھا وہاں سے واسط اور سوس ہوتا ہوا اہواز پہنچا۔ قاہر باللہ نے علی بن بلیق اپنے حاجب کو فوج دے کر عبدالواحد اور اس کے ہمراہیوں کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سردارانِ لشکر کی کوشش اور خط وکتابت کے ذریعہ عبدالواحد اور اس کے ہمراہیوں نے مونس اور خلیفہ قاہر باللہ سے امن طلب کی جو فوراً دی گئی اور یہ سب لوگ بغداد چلے آئے۔ محمد بن یاقوت کو خلیفہ نے اپنی مصاحبت میں داخل کر لیا۔ وزیر السلطنت علی بن مقلہ کو محمد بن یاقوت کا مصاحب ہونا سخت ناگوار تھا اس نے مونس کو بہکایا کہ تمہاری مخالفت وبربادی کے لئے محمد بن یاقوت کوشاں ہے۔ مونس نے بلیق اور اس کے بیٹے علی بن بلیق حاجب کو خلیفہ کی نگرانی کا حکم دیا۔ خلیفہ کے پاس محل سرائے میں آنے جانے والی عورتوں تک کی بھی تلاشی لے جانے لگی اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ خلیفہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ مجھ کو نظر بند اور معطل کیا جارہا ہے تو اس نے بھی بعض فوجی سرداروں سے خفیہ سازش مونس وغیرہ کے خلاف شروع کر دی ادھر مونس اور اس کے ہمراہیوں نے خلیفہ کے معزول کرنے اور ابو احمد بن مکتفی کے خلیفہ بنانے کی تیاری شروع کی۔ ان کوششوں میں قاہر باللہ کو کامیابی ہوئی۔ علی بن بلیق حاجب۔ بلیق مونس دھوکے سے گرفتار ہو کر قاہر باللہ کے حکم سے قتل کئے گئے۔ محمد بن یاقوت کو حاجب اور ابو جعفر محمد بن قاسم بن عبیداللہ کو وزیر بنایا گیا۔ یہ واقعہ شعبان ۳۲۱ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ انھیں ایام میں احمد بن مکتفی کی تلاش شروع ہوئی وہ روپوش ہو گیا تھا۔ آخر گرفتار ہوا اور قاہر باللہ نے اس کو دیوار میں چنوا دیا۔ ان تمام مقتولوں کے مکانات مسمار کرا دیئے گئے۔ مال واسباب خلیفہ نے ضبط کر لیا۔ ساڑھے تین مہینے وزارت کرنے کے بعد ابو جعفر وزیر بھی معتوب ومقید ہوا اور اٹھارہ روز قید رہ کر بحالتِ قید فوت ہو گیا۔

خاندانِ بویہ دیلمی کا آغاز

چونکہ اب تاریخ میں خاندانِ بویہ کے افراد کا تذکرہ خلفائے عباسیہ کے حالات میں بار بار آنے والا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ اس خاندان کی ابتدائی تاریخ بیان کر دی جائے۔ اطروش یعنی حسن بن علی بن حسین بن علی زین العابدین کا ذکر

اوپر آچکا ہے کہ محمد بن زید علوی کے مقتول ہونے کے بعد اطروش نے دیلم میں جا کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور تیرہ برس تک برابر دیلم و طبرستان میں مصروفِ تبلیغ اسلام رہ کر اس علاقہ کے لوگوں کو مسلمان بنایا۔

اس زمانے میں دیلم کا حکمران حسان نامی ایک شخص تھا۔ حسان نے اطروش کے بڑھتے ہوئے اثر کو روکنے کی کوشش کی مگر اطروش کا اثر ترقی پذیر ہی رہا۔ اس نے مسجدیں بنوائیں اور لوگوں کو اسلام پر عامل بنا کر عشر بھی وصول کرنا شروع کر دیا۔ آخر اطروش نے ان نو مسلموں کی ایک جمعیت مرتب و مسلح کر کے قزوین و سالوس وغیرہ سرحدی شہروں پر حملہ کیا اور ان سب کو اسلام کی دعوت دے کر اسلام میں داخل کر لیا۔ طبرستان کی ولایت سامانی حکمران کے علاقہ میں شامل تھی۔ طبرستان کے سامانی عامل نے ظلم و ستم پر کمر باندھی اطروش نے اہل دیلم کو ترغیب دی کہ طبرستان پر حملہ کرو۔ چنانچہ ۳۰۱ھ میں اطروش نے اہل دیلم کی ایک فوج مرتب کر کے طبرستان پر حملہ کیا اور محمد بن ابراہیم بن صعلوک حاکم طبرستان کو شکست دے کر بھگا دیا اور خود طبرستان پر قابض ہو گیا۔ اطروش کے بعد اس کا داماد حسن بن قاسم اور اس کی اولاد طبرستان جرجان۔ ساریہ۔ آمد اور استر آباد پر قابض و متصرف ہوئی۔ مگر ان سب کے فوجی سردار و سپہ سالار دیلمی لوگ تھے۔ ان دیلمیوں میں ایک شخص لیلیٰ بن نعمان تھا جس کو حسن بن قاسم نے جرجان کی حکومت سپرد کی تھی۔ یہ لیلیٰ بن نعمان ۳۰۹ھ میں سامانیوں سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کے بعد سامانیوں نے بنی اطروش پر متعدد حملے کیے۔ ان حملوں کی مدافعت بنی اطروش کی طرف سے سرخاب نامی ایک دیلمی سپہ سالار نے کی اور اسی میں وہ مارا گیا۔ سرخاب کا چچا ماکان ابن کانی دیلمی بنی اطروش کی طرف سے استر آباد کی حکومت پر مامور تھا

ماکان نے اپنے ہم وطن دیلمیوں کو اپنے گرد جمع کر کے ایک فوج مرتب کی اور جرجان پر قبضہ کر لیا۔ ان دیلمیوں میں جو ماکان کے معاون ہوئے تھے ایک نامور سردار اسفار بن شیرویہ دیلمی تھا۔ ماکان نے اپنی خود مختار حکومت قائم کر کے طبرستان کے اکثر حصہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اسفار بن شیرویہ کو کسی بات پر ناراض ہو کر نکال دیا۔ اسفار ماکان سے جدا ہو کر بکر بن محمد بن الیسع کے پاس نیشاپور چلا گیا جو سامانیوں کی طرف سے نیشاپور کا عامل تھا۔ بکر بن محمد نے اسفار کو ایک فوج دے کر جرجان کے فتح کرنے کو روانہ کیا۔ ان دنوں ماکان طبرستان

میں تھا اور اُس کا بھائی ابوالحسن بن کالی اپنے بھائی کی طرف سے جرجان میں مامور تھا۔

یہاں ابو علی بن اطروش بھی مقیم تھا اور اُس کے قبضہ میں کوئی حکومت باقی نہ رہی تھی۔ ابو علی نے موقعہ پاکر ایک دن ابوالحسن کالی کو قتل کر دیا اور دیلمیوں کی اُس فوج نے جو جرجان میں متعین تھی ابو علی کے ہاتھ پر بیعت کر لی ابو علی نے اپنی طرف سے علی بن خورشید دیلمی کو جرجان کی حکومت پر مامور کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اسفار رسامانیوں کی طرف سے فوج لئے ہوئے جرجان کے قریب پہنچ چکا تھا۔ علی بن خورشید نے اسفار کو لکھا کہ تم بجائے اس کے کہ ہم پر حملہ کرو۔ ہمارے ساتھ مل کر ماکان پر جو طبرستان میں ہے حملہ کیوں نہیں کرتے۔ اسفار نے بکر بن محمد سے اجازت حاصل کر کے اس بات کو منظور کر لیا۔ یہ خبر سن کر ماکان بن کالی طبرستان سے فوج لے کر جرجان کی طرف چلا۔ علی بن خورشید اور اسفار بن شیرویہ نے مل کر اُس کا مقابلہ کیا اور ماکان کو شکست دے کر بھگا دیا اور طبرستان پر قابض ہو گئے چند روز کے بعد علی بن خورشید اور ابو علی بن اطروش دونوں فوت ہو گئے اور طبرستان پر اسفار بن شیرویہ بلا مزاحمت حکومت کرنے لگا۔ ماکان نے اس موقعہ کو مناسب سمجھ کر اسفار پر حملہ کیا اور طبرستان پر قابض ہو گیا۔ اسفار بکر بن محمد بن الیسع کے پاس جرجان چلا گیا۔

۳۱۵ھ میں بکر بن محمد بن الیسع فوت ہوا تو سامانی بادشاہ نے اس کی وفات کے بعد اپنی طرف سے اسفار بن شیرویہ کو جرجان کی حکومت پر متعین فرما دیا۔ اسفار بن شیرویہ کے سرداروں میں ایک شخص مرداویج نامی تھا اُس کو اسفار نے فوج دے کر جرجان سے طبرستان پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ماکان بن کالی اپنا لشکر آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ ماکان کو شکست ہوئی اور مرداویج نے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ ماکان بھاگ کر حسن بن قاسم داماد اطروش کے پاس مقام رے میں پہنچا وہاں سے حسن بن قاسم مارا گیا اور ماکان بھاگ کر رے سے چلا گیا۔

اسفار نے طبرستان و جرجان پر قابض و متصرف ہو کر نصر بن احمد بن سامان والی خراسان و ماوراء النہر کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ اس کے بعد رے کی طرف بڑھا اور رے کو بھی ماکان کے قبضہ سے نکال لیا۔ ماکان آوارہ ہو کر جبال طبرستان کی طرف چلا گیا۔ اب اسفار بن شیرویہ کا قبضہ صوبہ رے۔ قزوین۔ زنجان۔ ابہر قم اور کرخ پر ہو گیا اور وہ بڑی کامیابی کے ساتھ ایک وسیع ملک پر حکومت کرنے لگا۔ اب اسفار کے دل میں خود مختاری کا خیال آیا اُس نے سامانی سلطان سے

بغاوت اختیار کرکے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ یہ سُن کر خلیفہ مقتدر نے ہارون بن غریب کو فوج دے کر روانہ کیا کہ اسفار سے اس ملک کو چھین لے مگر ہارون کو اسفار کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ اس کے بعد نصر بن احمد بن سامان نے اسفار کی سرکوبی کے لئے بخارا سے خود معہ فوج حرکت کی۔ اسفار نے اپنے قصور کی معافی چاہی اور خراج گذاری کا وعدہ کیا۔ نصر نے اُس کی درخواست منظور کرکے صوبہ رَے کی حکومت اُس کے پاس رکھی اور خود بخارا کو لوٹ گیا۔ اسفار کے سرداروں میں مرداویج نے اور سرداروں کو اپنے ساتھ شامل کرکے علم بغاوت بلند کیا۔ اسفار کو پکڑ کر قتل کر دیا اور ہمدان و اصفہان وغیرہ کو بھی فتح کرکے ایک وسیع ملک پر حکومت کرنے لگا۔ اور ماکان بن کاکی کو بلا کر طبرستان و جرجان کی حکومت پر مامور کر دیا۔ پھر ماکان کو اس حکومت سے معزول کر دیا۔ ماکان دیلم چلا گیا اور وہاں سے جمعیت فراہم کرکے طبرستان پر حملہ کیا۔ مگر مرداویج کے عامل سے شکست کھا کر نیشاپور کی طرف بھاگ گیا۔

۳۱۹ھ میں مرداویج نے مناسب سمجھا کہ اپنے تمام مفتوحہ و مقبوضہ ملک کی سند حکومت خلیفہ سے حاصل کر لینی چاہیئے۔ چنانچہ اُس نے ایک درخواست دربار خلافت میں بھیجی کہ مجھ کو ان بلاد کی سند حکومت عطا فرمائی جائے۔ میں دو لاکھ دینار سالانہ خراج دربار خلافت میں بھیجتا رہوں گا۔ خلیفہ نے یہ درخواست منظور کرکے سند بھیج دی اور اپنی طرف سے جاگیر بھی عطا فرمائی ۳۲۰ھ میں مرداویج نے گیلان سے اپنے بھائی وشمگیر کو بھی بلوایا۔ مرداویج کی حکومت و سلطنت میں ابوشجاع بویہ نامی کے تین بیٹوں نے بسلسلۂ ملازمت سرداریاں حاصل کیں اور انھیں کی وجہ سے یہ تمام داستان سُنانی پڑی۔

ابوشجاع بویہ دیلمی ایک نہایت مفلس ماہی گیر تھا۔ مچھلیاں پکڑ کر اپنی اور اپنے عیال کی روزی بڑی محنت و مشکل سے حاصل کرتا تھا۔ ایک روز اُس نے خواب میں دیکھا کہ میں پیشاب کرنے بیٹھا ہوں اور میری پیشاب گاہ سے آگ کا ایک شعلہ نکلا جس نے پھیل کر دنیا کو روشن کر دیا۔ اس خواب کی اُس نے یہ تعبیر کی کہ میری اولاد بادشاہ ہوگی اور جہاں تک اس شعلہ کی روشنی گئی ہے وہاں تک اُس کی حکومت ہوگی۔ اس کے بعد بویہ ماہی گیر کے تین بیٹے ہوئے جن کے نام علی۔ حسن۔ احمد تھے۔ چونکہ بعد میں ان تینوں بھائیوں نے بڑی ترقی کی اور عمادالدولہ، رکن الدولہ، معزالدولہ کے نام سے صاحب حکومت و عزت ہوئے لہٰذا کسی نے ان کا نسب یزدجرد شاہِ ایران سے ملا دیا۔ اور کسی نے ان کو بہرام گور کی اولاد میں بتایا۔ دولت و حکومت کے ساتھ ہی عالی نسبی کی بھی کوشش

عام طور پر لوگ کیا کرتے ہیں۔ اور خوشامدی لوگ اس کام کی سرانجام دہی میں سب سے زیادہ مفید ثابت ہوا کرتے ہیں۔

ہمارا شہر نجیب آباد پٹھانوں کا آباد کیا ہوا شہر ہے۔ یہاں پٹھان ایک معزز قوم سمجھی جاتی ہے جن کو ہر قسم کی دولت و حکومت و عزت حاصل تھی۔ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد جب پٹھانوں پر تباہی آئی تو بہت سے رام پور، بریلی، شاہجہان پور کی طرف جا کر آباد ہو گئے۔ بہت سوں کی نسلیں منقطع ہو کر نام و نشان گم ہو گیا۔ بہت ہی تھوڑے باقی رہ گئے جن پر افلاس نے طاری ہو کر ایسے ستم ڈھائے کہ وہ اب کسی قطار شمار میں نہیں آتے۔ اُن کے غلاموں اور نوکروں کو چونکہ [illegible] کے قانون کے موافق اب خوب دولت و ثروت حاصل ہے۔ لہٰذا بہت سے غلام اپنے آپ کو پٹھان بتاتے ہیں۔ بہت سے جوگی بچوں نے اپنا سلسلۂ نسب نواب نجیب الدولہ سے ملا دیا ہے۔ بہت سے تیلیوں، سقوں، حجاموں، جلاہوں، مراسیوں، دھوبیوں، بانسپھوڑوں اور ماہی گیروں نے علی الاعلان اپنے آپ کو پٹھان اور خان کہلانا شروع کر دیا ہے اور مال و دولت کی فراوانی نے اُن کو اپنے اصلی نسب پر قانع نہیں رہنے دیا۔

چنانچہ کسی نجیب الطرفین پٹھان کی اب یہ مجال نہیں ہے کہ اُن کو اُن کا اصلی شجرۂ نسب سنائے اور آج کل کی نئی پود کو سمجھائے کہ نجیب آباد میں کون اصلی پٹھان ہے اور کون نقلی۔ جب کہ ہم اپنی آنکھوں سے لوگوں کو اپنے نسب تبدیل کرتے اور دوسرے نسبوں میں شامل ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں تو بویہ ماہی گیر کے بیٹوں کا دولت و حکومت کے مقام رفیع تک پہنچ کر اپنا سلسلۂ نسب شاہانِ ایران سے ملا دینا ہم کو حیرت میں نہیں ڈال سکتا۔

ماکان بن کالی نے جب اہلِ دیلم کو اپنی فوج میں بھرتی کیا تو بویہ کے تینوں بیٹے بھی اُس کی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ جب ماکان کو ناکامی ہوئی اور اُس کا کام بگڑ گیا تو اُس کے بہت سے آدمی جدا ہو کر مرداویج کے پاس چلے آئے۔ مرداویج نے ان لوگوں کی خوب قدردانی کی اور ہر ایک کو اُس کے مرتبہ سے زیادہ مناصب عطا کئے۔ انھیں لوگوں میں بویہ کے تینوں بیٹے بھی شامل تھے۔ اُنھوں نے اپنی خدمت گذاری، مستعدی اور ہوشیاری سے مرداویج کی خدمت میں رسوخ حاصل کر لیا اور مرداویج نے علی بن بویہ

کو کرخ کی حکومت پر مامور کرکے روانہ کیا۔ علی بن بویہ کے ہمراہ اس کے دونوں چھوٹے بھائی حسن اور احمد بھی روانہ ہوئے ان دنوں مرداویج کی جانب سے رے میں اس کا بھائی وشمگیر حکومت کر رہا تھا۔

وشمگیر نے حسین بن محمد عرف عمید کو اپنا وزیر بنا رکھا تھا۔ علی بن بویہ جب رے میں پہنچا تو اس نے عمید سے ملاقات کی اور ایک خچر بطور نذر پیش کیا۔ اس کے بعد کرخ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں جا کر حکومت کرنے لگا۔ مرداویج کو جب علی بن بویہ کے اس طرح عمید سے ملنے اور نذر پیش کرنے کا حال معلوم ہوا تو اس کو شبہ گذرا کہ کہیں ماکان کے پاس سے آئے ہوئے سردار جن کو اچھے عہدے اور شہروں کی حکومت دی گئی ہے آپس میں کوئی سازش کرکے باعث تکلیف نہ ہوں چنانچہ اس نے اپنے بھائی وشمگیر کو لکھا کہ ماکان کے پاس سے آئے ہوئے جن لوگوں کو تم نے شہروں پر مامور کیا ہے سب کو گرفتار کر لو۔ چنانچہ بعض کو گرفتار کر لیا گیا مگر علی بن بویہ کو جو کرخ پہنچ چکا تھا [illegible] فساد برپا ہونے کے اندیشہ سے گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

علی بن بویہ نے کرخ کے نواح میں کئی قلعوں کو فتح کر لیا ان میں سے جو مال ہاتھ آیا وہ لشکریوں کو تقسیم کر دیا اس سے سپاہیوں کو اس کے ساتھ محبت ہو گئی اور اس کا رعب وداب ترقی کرنے لگا۔ ۳۲۱ھ میں مرداویج نے ان سرداروں کو جو [illegible] نظر بند تھے رہا کر دیا وہ سب کرخ میں علی بن بویہ کے پاس چلے گئے۔ اس نے ان کی بہت خاطر مدارات کی۔ انھیں ایام میں ایک دیلمی سردار شیرزاد نامی مع اپنی جمعیت کے علی بن بویہ کے پاس آیا اور اس کو اصفہان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ مرداویج کو جب معلوم ہوا کہ تمام دیلمیوں کا جماؤ علی بن بویہ کے پاس ہو گیا ہے تو اس نے لکھا کہ ان نامی سرداروں کو جو [illegible] ہو کر گئے ہیں ہمارے پاس واپس بھیج دو۔

علی بن بویہ نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور شیرزاد کی ہمراہی میں اصفہان پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ اصفہان میں ان دنوں مظفر بن یاقوت اور ابو علی بن رستم حکومت کر رہے تھے یہ دونوں خلیفہ سے ناراض اور بغاوت کا اعلان کر چکے تھے۔ علی بن بویہ نے اصفہان پر چڑھائی کرکے مظفر بن یاقوت کو بھگا دیا ابو علی بن رستم فوت ہو گیا اور اصفہان پر علی بن بویہ نے قبضہ کر لیا۔ یہ خبر سن کر مرداویج کو بڑی فکر پیدا ہوئی۔ کیونکہ اب

علی بن بویہ کی طاقت بہت ترقی کرچکی تھی۔ اُس نے اپنے بھائی وشمگیر کو فوج دے کر اصفہان کی طرف علی بن بویہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ علی بن بویہ نے مطلع ہوکر اصفہان کو تو چھوڑ دیا اور جرجان پر جاکر قابض ہوگیا یہ واقعہ ماہ ذالحجہ ۳۲۱ھ کو وقوع پذیر ہوا وشمگیر نے اصفہان پر قبضہ کرلیا۔ مگر پھر مظفر بن یاقوت کو اصفہان کی حکومت سپرد کردی۔ علی بن بویہ نے اپنے بھائی حسن کو گازرون کی طرف خراج وصول کرنے کے لئے بھیجا وہاں راستے میں مظفر بن یاقوت کی ایک فوج سے مقابلہ ہوا حسن نے اُس کو شکست دی اور روپیہ وصول کرکے بھائی کے پاس لایا۔

علی بن بویہ اصطخر کی طرف روانہ ہوا ابنِ یاقوت نے ایک زبردست فوج سے تعاقب کرکے علی بن بویہ کو مقابلہ کے لئے للکارا لڑائی ہوئی علی بن بویہ کے بھائی احمد نے اس لڑائی میں بڑی بہادری دکھائی مظفر بن یاقوت شکست کھاکر فرار ہوا۔ اور واسط میں جاکر دم لیا۔ علی بن بویہ نے شیراز آکر اُس پر قبضہ کیا اور اس طرح تمام صوبہ فارس اُس کے قبضہ وتصرف میں آگیا۔ یہاں لشکریوں نے جن کی تعداد بھی زیادہ ہوگئی تھی تنخواہوں کا مطالبہ کیا۔ علی بن بویہ کے پاس اتنا روپیہ نہ تھا کہ بے باق کرے۔ اسی فکر میں ایک مکان کے اندر چھت پر لیٹ گیا۔ چھت میں سے ایک سانپ گرا۔ ابنِ بویہ نے حکم دیا کہ اس مکان کی چھت گرادی جائے۔ چھت کو توڑنے لگے تو اُس میں سونے کے بھرے ہوئے صندوق برآمد ہوئے۔ یہ تمام مال اُس نے لشکر میں تقسیم کردیا۔ اس طرح اس فکر سے نجات ملی اس کے بعد اُس نے کوئی کپڑا سینے کے لئے ایک درزی بلوایا۔ سپاہی درزی کو بلا کر لائے تو درزی یہ سمجھا کہ اب مجھ کو گرفتار کیا جائے گا۔ اُس نے ڈر کے مارے چھوٹتے ہی یہ کہا کہ میرے پاس صندوقوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور میں نے ابھی تک اُن کو کھول کر بھی نہیں دیکھا ہے کہ اُن میں کیا ہے چنانچہ اُس سے وہ صندوق منگوائے گئے تو اُن میں سے اشرفیاں برآمد ہوئیں۔ علی بن بویہ نے اس پر بھی قبضہ کیا۔

یہ تمام مال مظفر بن یاقوت کا جمع کیا ہوا تھا جو وہ اپنے ساتھ نہیں لے جا سکا تھا اتفاق کی بات انھیں ایام میں اُس کو دولتِ صفار یہ کا جمع کیا ہوا خزانہ بھی مل گیا جس کی تعداد پانچ لاکھ دینار سرخ تھی۔ اسی اثنا میں علی بن بویہ ایک روز چلا جارہا تھا کہ اُس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ کھدوا کر دیکھا تو ایک بڑا خزانہ برآمد

ہوا۔ اس طرح علی بن بویہ کے پاس بڑا خزانہ جمع ہو گیا اور اُس نے صوبۂ فارس پر کامیابی کے ساتھ حکومت شروع کر کے اپنی طاقت کو دم بدم ترقی دینی شروع کی اور مرداویج کا مدِ مقابل بن کر اُس کے لیے خوف و خطر کا باعث ہو گیا۔

خلع قاہر

قاہر باللہ خوں ریز، جلد باز، متلوّن مزاج اور دائم الخمر تھا مگر رعایا کو شراب نوشی و شراب فروشی کی سخت ممانعت کر دی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ سال حکومت کرنے کے بعد ۲ جمادی الثانی ۳۲۲ھ میں فوج کے بلوائیوں نے اُس کو گرفتار کر لیا اور ابو العباس محمد بن مقتدر کو تختِ خلافت پر بٹھا کر راضی باللہ کے لقب سے ملقب کیا۔ راضی باللہ نے تخت نشین ہو کر قاہر باللہ کو اندھا کرا دیا۔

علی بن محمد خراسانی کا قول ہے کہ ایک روز قاہر باللہ نیزہ ہاتھ میں لیے ہوئے میرے پاس آیا اور کہا کہ ہر ایک عباسی خلیفہ کے عادات و خصائل مجھ سے بیان کرو۔ میں نے کہا کہ سفاح خوں ریزی میں جلدی کیا کرتا تھا اُس کے عمال بھی اُسی کے قدم بقدم چلتے تھے بہادر شخص تھا اور مال جمع کرنے والا ا۔ منصور نے سب سے پہلے آل عباس اور آلِ ابی طالب کے درمیان تفرقہ ڈالا۔ اور اتفاق قائم نہ رہنے دیا۔ سب سے پہلے اسی نے منجمین کو مقرب بنایا سریانی اور عجمی کتابیں مثلاً اقلیدس۔ کلیلہ دمنہ اور یونانی کتابیں اس کے لئے ترجمہ کی گئیں۔ مہدی نہایت سخی عادل۔ منصف مزاج شخص تھا۔ اُس کے باپ نے جو کچھ زبردستی لوگوں سے چھینا تھا وہ اُس نے واپس دے دیا۔ زندیقوں کو قتل کرایا۔ مسجد الحرام۔ مسجد مدینہ اور مسجد اقصیٰ کو تعمیر کرایا۔ ہادی جبار و متکبر تھا اور اُس کے عامل بھی اسی کی پیروی کرتے تھے۔

ہارون الرشید نے جہاد اور حج کئے۔ مدینہ کے راستے میں مکانات اور حوض بنوائے طرسوس۔ مصیصہ۔ مرعش وغیرہ آباد کئے۔ عام لوگوں کو ممنونِ احسانات کیا۔ خلفا میں سب سے پہلے اسی نے چوگان کھیلا۔ نشانہ بازیاں کیں اور شطرنج کھیلی۔ امین سخی تھا مگر لذات میں مشغول ہو گیا۔ مامون نجوم و فلسفہ سے مغلوب ہو گیا تھا۔ نہایت حلیم و سخی شخص تھا۔ معتصم بھی اسی کے طریقہ پر چلا۔ مگر اُس کو شہسواری اور بادشاہانِ عجم کے تشبہ کا شوق تھا۔

غزوات وفتوحات اُس نے خوب کیے۔ واثق اپنے باپ کے طریق پر چلا۔ متوکل۔ مامون معتصم اور واثق کے بالکل خلاف چلا۔ اُن کے اعتقادات سے بھی اُس نے مخالفت کی۔ سماعتِ حدیث کا حکم دیا۔ لوگ اُس سے عام طور پر خوش رہے۔ غرض اسی طرح وہ اور خلفاء کا حال پوچھتا جاتا تھا اور میں بیان کرتا جاتا تھا۔ سب کچھ سن کر خوش ہوا اور چلا گیا۔"

راضی باللہ

راضی باللہ بن مقتدر باللہ کا نام محمد اور کنیت ابوالعباس تھی ۲۹۷ھ میں ایک ام ولد موسومہ ظلوم کے پیٹ سے پیدا ہوا قاہر کے معزول ہونے کے بعد جمادی الثانی ۳۲۲ھ میں تختِ خلافت پر بیٹھا۔ یہ جیل خانہ سے لاکر تخت پر بٹھایا گیا تھا۔ اُس نے علی بن مقلہ کو وزیر اعظم بنایا۔ محمد بن یاقوت کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ یاقوت ان دنوں واسط میں تھا وہ فوج آراستہ کر کے علی بن بویہ کے مقابلہ پر گیا مگر شکست کھائی اسی سال عبید اللہ مہدی مجوسی والیِ افریقہ پچیس سال سلطنت کرنے کے بعد فوت ہوا اور اس کی جگہ اُس کا بیٹا ابوالقاسم بامر اللہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔

قتل مرداویج

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے مرداویج نے تمام صوبہ رے۔ اصفہان اور اہواز وغیرہ پر قابض و متصرف ہو کر دربار خلافت سے سند بھی حاصل کر لی تھی مگر چند روز کے بعد اُس نے بادشاہی کا دعویٰ کر کے سونے کا ایک تخت بنوایا۔ سپہ سالاروں اور سرداروں کے لئے چاندی کی کرسیاں تیار کرائیں۔ کسریٰ کی طرح تاج مرصع سر پر رکھا اور شاہنشاہ کے لقب سے اپنے آپ کو ملقب کیا۔ پھر عراق و بغداد پر فوج کشی کی تیاری کی اور کہا کہ میں کسرائے فارس کے محلوں کو از سرِ نو تعمیر کراؤں گا اور عربوں کی حکومت نیست و نابود کر کے از سرِ نو مجوسیوں کی حکومت قائم کروں گا اُس کی اس قسم کی تعلی کی باتیں اُس کے بعض سرداروں کو ناگوار گذریں اور لوگوں نے ۳۲۳ھ میں اُس کو اصفہان کے باہر قتل کر ڈالا۔

صوبجات کی حالت

خلیفہ راضی باللہ کی حکومت بغداد اور اس کے مضافات کے سوا اور کہیں نہ تھی۔ نہ کسی صوبہ سے خراج آتا تھا۔ ہر جگہ خود مختار حکومتیں لوگوں نے قائم کر لی تھیں۔ جن لوگوں نے خراج مقررہ بھیجنے کے وعدے پر سندیں حاصل کی تھیں انہوں نے بھی اپنے وعدوں کا پورا کرنا غیر ضروری سمجھ رکھا تھا۔ بصرہ پر محمد بن رائق کا قبضہ خوزستان اور اہواز پر ابو عبداللہ بریدی کا قبضہ تھا۔ فارس کی حکومت علی بن بویہ ملقب بہ عماد الدولہ کے قبضے میں تھی۔ کرمان میں ابو علی محمد بن الیاس حکمران تھا۔ اصفہان اور جبل کے صوبوں میں حسن بن بویہ ملقب بہ رکن الدولہ اور وشمگیر برادر مرداویج ایک دوسرے کے مقابل مصروف پیکار تھے۔ موصل، دیار بکر، دیار ربیعہ، دیار مضر پر بنی حمدان کے قبضے میں تھے۔ مصر و شام پر محمد بن طغج قابض و متصرف تھا۔ ماوراء النہر اور خراسان کے صوبوں پر بنی سامان حکمران تھے۔ بحرین اور یمامہ کے صوبوں پر ابو طاہر قرمطی کی حکومت قائم تھی۔ طبرستان کے صوبوں پر دیلمی سردار قابض و حکمران تھے۔ اندلس و مغرب و افریقہ میں تو عرصہ سے خود مختار سلطنتیں قائم ہی تھیں۔

راضی باللہ کی تخت نشینی کے پہلے ہی سال میں عماد الدولہ علی بن بویہ نے درخواست بھیجی کہ صوبہ فارس کی سند حکومت مجھ کو عطا فرمائی جائے میں ایک کروڑ درہم سالانہ خراج اس صوبہ سے دربار خلافت میں بھیجا کروں گا۔ خلیفہ نے سند و خلعت مع پرچم روانہ کر کے عماد الدولہ کا خطاب دیا اور اس کے بھائی حسن کو رکن الدولہ اور احمد کو معز الدولہ کا خطاب مرحمت ہوا۔ مرداویج کے مقتول ہونے کے بعد اس کی فوج کے دو حصے ہو گئے ایک حصہ تو عماد الدولہ کے پاس فارس میں چلا آیا اور ایک حصہ اس کے ایک سردار بجکم کے زیر فرمان رہا۔ بجکم نے دارالخلافت میں پہنچ کر رسوخ حاصل کیا اور جو ترک سردار باقی تھے ان سب سرداروں پر جو دربار خلافت پر قابو یافتہ تھے غالب آیا۔ امیر الامرا کا خطاب حاصل کر کے خلیفہ اور دربار خلافت پر مستولی ہو گیا اور بغداد میں حکمرانہ انداز سے رہنے لگا۔ وشمگیر برادر مرداویج نے رکن الدولہ بن بویہ کے مقابلہ میں اصفہان کو چھوڑ کر جبل و آذربائیجان پر قبضہ کر لیا۔ رکن الدولہ بن بویہ اصفہان پر قابض ہو گیا۔ معز الدولہ بن بویہ نے

اہواز پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن رائق نے محمد بن طغج سے شام کا ملک چھین لیا۔ اُس کے قبضہ میں صرف مصر کا ملک رہ گیا۔ راضی کے عہد میں خلافت برائے نام تھی آخر عہد میں بجکم خلیفہ اور دربارِ خلافت پر ہر طرح قابض و مستولی تھا اور کسی کو اُس کی مخالفت کی جرأت نہ تھی۔ بجکم خود واسط میں رہتا تھا اور اُس کا میر منشی بغداد میں خلیفہ کے پاس وزارتِ عظمیٰ کی خدمات انجام دیتا تھا۔

وفات راضی باللہ

ماہ ربیع الاول ۳۲۹ھ میں چند مہینے کم سات سال تخت نشین رہ کر خلیفہ راضی باللہ نے بعارضۂ استسقا وفات پائی۔ بجکم نے یہ خبر سُن کر اپنے میر منشی کو ہدایات لکھ بھیجیں انھیں کے موافق ابراہیم بن معتضد باللہ کو متقی للہ کے لقب سے ملقب کر کے ۲۹ ربیع الاول ۳۲۹ھ تخت خلافت پر بٹھا دیا گیا۔

خلیفہ راضی باللہ کے عہدِ خلافت میں محمد بن علی سمعانی معروف بہ ابن ابی القراقر نے ظاہر ہو کر خدائی کا دعویٰ کیا۔ بہت سے لوگ اُس کے بھی معتقد ہو گئے مگر خلافتِ راضی کے پہلے ہی سال اُس کو پکڑ کر قتل کیا گیا۔ اُس کے ہمراہی بھی جنھوں نے توبہ نہ کی مقتول ہوئے۔ اسی سال قرامطہ نے بغداد اور مکہ کے درمیان ایسی لوٹ مار مچائی کہ بغداد والے حج نہ کر سکے اور ۳۲۷ھ تک حج کا ارادہ کوئی اہلِ بغداد نہ کر سکا۔ ۳۲۷ھ میں ابو طاہر قرمطی نے حاجیوں پر فی شتر پانچ دینار محصول قائم کیا اور لوگوں کو حج کی اجازت دی۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ حاجیوں کو حج کرنے کا محصول ادا کرنا پڑا۔ اہلِ بغداد نے اطمینان سے یہ محصول ادا کر کے حج ادا کیا۔ راضی آخری خلیفہ تھا جس نے خطبہ جمعہ لوگوں کو سُنایا۔ اس کے بعد عام طور پر خلفا نے یہ کام بھی دوسروں کے سپرد کر دیا۔

متقی للہ

متقی للہ بن معتضد باللہ بن موفق بن متوکل ایک اُمِ ولد زہرہ نامی کے پیٹ سے

پیدا ہوا تھا بعمر ۳۴ سال تخت نشین ہوا۔ ۲۶ رجب ۳۲۹ھ کو یحکم کردوں کے ہاتھ سے نواح واسط میں مارا گیا۔ دو برس آٹھ مہینے امیر الامرائی کی اُس کے مرنے کے بعد گیارہ لاکھ دینار کا مال ضبط ہو کر خزانۂ خلافت میں داخل ہوا۔ شعبان ۳۳۰ھ میں ابو عبداللہ بریدی نے بصرہ سے فوج لے کر بغداد کا رُخ کیا۔ خلیفہ متقی نے اُس کو واپس جانے کو لکھا۔ جب وہ نہ مانا تو فوج بھیجی۔ فوج اُس کے مقابلہ سے بھاگ آئی۔ بریدی بغداد میں داخل ہوا اور خلیفہ سے پانچ لاکھ دینار طلب کئے اور کہلا بھجوایا کہ اگر آپ نے یہ فرمائش پوری نہ کی تو آپ کو معزول اور قتل کر دیا جائے گا۔ خلیفہ نے یہ رقم مجبوراً بھجوادی۔

۲۴ روز کے بعد رمضان ۳۲۹ھ میں بریدی کی فوج نے تنخواہ نہ ملنے کے سبب بغاوت کی بریدی بھاگ کر واسط چلا گیا۔ بریدی کے بھاگ جانے کے بعد کورتکین نامی سردار خلیفہ اور دربار خلافت پر مستولی ہو گیا۔ اُس کو امیر الامرا کا خطاب ملا بغداد میں اب علاوہ تُرکوں کے دیلمیوں کا بھی ایک بڑا گروہ موجود ہو گیا تھا۔ یحکم کے زمانے سے دیلمیوں کا اثر بغداد میں ترقی کرنے لگا تھا دیلمیوں نے کورتکین کے خلاف شورش برپا کی۔ تُرکوں اور دیلمیوں میں جنگ ہوئی۔ مگر کورتکین کا اثر بدستور قائم رہا۔ محمد بن رائق جو شام پر قابض ہو گیا تھا یہ حالات سُن کر خود امیر الامرائی حاصل کرنے کے لئے شام سے بغداد کی طرف چلا۔ کورتکین نے بغداد سے باہر نکل کر مقابلہ کیا۔ ابن رائق بزور بغداد میں داخل ہوا کورتکین گرفتار ہو کر قید ہوا۔ خلیفہ نے ابن رائق کو امیر الامرا بنا دیا۔ محمد بن رائق نے ابو عبداللہ بریدی سے واسط کا خراج زبردستی وصول کیا۔

ماہ ربیع الثانی ۳۳۰ھ میں ابن بریدی نے بغداد پر فوج کشی کی ابن رائق کو شکست ہوئی بریدی کے لشکر میں ترک اور دیلمی شامل تھے شہر میں داخل ہو کر لشکریوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ خلیفہ معہ ابن رائق اور اپنے بیٹے ابو منصور کے موصل کی طرف بھاگ گیا۔ قصر خلافت اور اہل بغداد کے مکانوں کو لوگوں نے خوب لوٹا۔ اس لوٹ مار میں بعض قرمطی بھی آکر شامل ہو گئے شرفائے شہر کو سخت اذیت و ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ موصل میں ناصر الدولہ بن حمدان حکمران تھا خلیفہ کے پہنچنے پر وہ شہر چھوڑ کر باہر چلا گیا خلیفہ اور ابن رائق نے اُس کو تسلی دے کر بلایا۔ ناصر الدولہ نے محمد بن رائق کو قتل کر دیا۔

خلیفہ نے ناصر الدولہ کو امیر الامرا کا خطاب دیا اور ناصر الدولہ کے بھائی ابو الحسین کو سیف الدولہ کے خطاب سے مخاطب فرمایا۔ موصل سے فوج مرتب کر کے ناصر الدولہ اور خلیفہ بغداد کی جانب چلے۔ ابن بریدی نے جو بغداد پر قابض و متصرف تھا۔ مقابلہ کیا۔ شوال ۳۳۰ھ میں بریدی کو شکست ہوئی اور ناصر الدولہ معہ خلیفہ بغداد میں داخل ہوا ناصر الدولہ اور سیف الدولہ بغداد میں خلیفہ کے پاس گیارہ مہینے تک رہے پھر ان کو اپنے صوبہ موصل کی فکر ہوئی یہ دونوں بھائی موصل کی طرف روانہ ہوئے۔ ماہ رمضان ۳۳۱ھ میں توزون نامی سردار نے بغداد میں غلبہ و تسلط حاصل کیا اور خلیفہ نے توزون کو امیر الامرائی کا خطاب دیا۔ چند روز کے بعد یعنی محرم ۳۳۲ھ کو ابو جعفر بن شیرزاد داخل بغداد ہوا جب کہ توزون واسط کی طرف گیا ہوا تھا۔ خلیفہ متقی ابو جعفر کے داخل ہونے سے خوف زدہ ہو کر بغداد سے موصل کی طرف بھاگ گیا۔ توزون اور ابو جعفر نے مل کر موصل پر چڑھائی کی وہاں ناصر الدولہ اور سیف الدولہ دونوں بھائیوں کو شکست ہوئی وہ معہ خلیفہ نصیبین کی طرف چلے گئے۔ نصیبین سے خلیفہ متقی رقہ میں آیا اور توزون کو خط لکھا۔ توزون نے بنو حمدان سے صلح کر لی اور بغداد کو لوٹ گیا خلیفہ معہ بنو حمدان رقہ میں مقیم رہا۔

انھیں ایام میں معز الدولہ احمد بن بویہ نے جو اہواز پر قابض و متصرف تھا۔ واسط پر چڑھائی کی توزون نے موصل سے واپس ہو کر مقابلہ کیا۔ ۷ ذیقعدہ ۳۳۲ھ کو توزون و معز الدولہ میں جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں تو معز الدولہ کو شکست ہوئی مگر اس نے دوبارہ حملہ کر کے واسط پر قبضہ کر لیا ۳۳۲ھ میں رومیوں نے سرحد آذربائیجان کے شہر بردعہ پر حملہ کیا۔ مرزبان ویلم نے یہ خبر سن کر اس طرف فوج بھیجی۔ رومیوں نے مسلمانوں کو خوب قتل و غارت کیا۔ مسلمانوں نے مجتمع ہو کر ان کا مقابلہ کیا۔ عرصۂ دراز تک لڑائی جاری رہی آخر سخت معرکوں کے بعد رومیوں کو مار مار کر ان کے ملک کی طرف بھگا دیا گیا۔

خلیفہ متقی کی معزولی

خلیفہ متقی آخر ۳۳۲ھ تک بنی حمدان کے پاس رہا اس عرصہ میں خلیفہ اور بنی حمدان کے درمیان کچھ کدورت پیدا ہوئی۔ خلیفہ نے ایک طرف بغداد میں اور دوسری طرف مصر میں اخشید بن محمد بن طغج کے پاس خطوط بھیجے۔ ۱۵ محرم ۳۳۳ھ کو اخشید بمقام رقہ

خود خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ مصر میں تشریف لے چلیں اور وہیں قیام کریں۔ وزیر نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور مصر کے دارالسلطنت بنانے کے منافع بیان کئے۔ مگر خلیفہ نے اس بات کو پسند نہ کیا۔ اتنے میں بغداد سے توزون کا خط آگیا جس میں خلیفہ اور اس کے وزیر ابن شیرزاد کو امن دی گئی تھی۔ خلیفہ نے اس خط کو پڑھ کر خوشی کا اظہار کیا اور اخشید کو چھوڑ کر آخر محرم ۳۳۳ھ کو بغداد کی جانب روانہ ہو گیا۔

توزون نے مقام سندیہ میں استقبال کیا اور اپنے خیمہ میں ٹھہرایا۔ اگلے دن خلیفہ کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا کر اندھا کر دیا۔ اس کے بعد ابوالقاسم عبداللہ بن خلیفہ مکتفی باللہ کو بلا کر اس کے ہاتھ پر ارکینِ دولت نے بیعت کی اور مستکفی باللہ کے لقب سے ملقب کیا۔ سب سے آخر میں معزول خلیفہ متقی کو دربار میں پیش کیا گیا اس نے بھی خلیفہ مستکفی کی بیعت کی۔ متقی کو جزیرہ میں قید کر دیا گیا۔ پچیس برس اسی مصیبت میں گرفتار رہ کر ۳۵۷ھ میں فوت ہوا۔ جب قاہر باللہ کو متقی کے اندھا ہونے کی خبر پہنچی تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اب ہم دو تو اندھے ہو گئے تیسرے کی کسر ہے عجیب اتفاق تھا کہ چند ہی روز کے بعد مستکفی کا بھی یہی حشر ہوا۔

مستکفی باللہ

ابوالقاسم عبداللہ مستکفی باللہ بن مکتفی باللہ ایک اُمِ ولد موسومہ املح الناس کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ صفر ۳۳۳ھ کو بعمر اکتالیس سال تخت نشین ہوا۔ ابوالقاسم فضل بن مقتدر باللہ بھی دعوے دارِ خلافت تھا وہ روپوش ہو گیا۔ مستکفی نے اس کو بہت تلاش کرایا مگر وہ ہاتھ نہ آیا اور مستکفی کے عہد میں روپوش ہی رہا۔ مستکفی جب اُس کی جستجو میں کامیاب نہ ہوا تو اس کا مکان منہدم کرا دیا۔

خلیفہ مستکفی کے تخت نشین ہوتے ہی توزون فوت ہو گیا۔ مستکفی نے ابوجعفر ابنِ شیرزاد کو امیرالامرا کا خطاب دیا۔ ابنِ شیرزاد نے تمام انتظام و اختیارات اپنے ہاتھ میں لے کر بے دریغ روپیہ خرچ کرنا شروع کیا۔ خزانہ خالی ہو گیا۔ تمام انتظام درہم برہم ہو گیا اور چند ہی روز کے بعد بغداد میں چوریوں اور ڈاکہ زنیوں کی کثرت نے یہاں تک نوبت پہنچا دی

کہ لوگ شہر چھوڑ چھوڑ کر جلاوطنی اختیار کرنے لگے۔

انتباہ

سلطنت اسلامیہ کا رقبہ اور وسعتِ مملکت عہد بنو امیہ تک برابر ترقی پذیر رہا۔ حکومتِ اسلامیہ کا ایک ہی مرکز تھا اور دمشق کے دربارِ خلافت سے جو حکم جاری ہوتا تھا اُس کی تعمیل اندلس و مراقش کے مغربی ساحل سے چین و ترکستان تک یکساں ہوتی تھی خلافتِ اسلامیہ جب بنو عباس کے قبضہ میں آئی تو چند ہی روز کے بعد اندلس میں بنو اُمیہ کی ایک خود مختار سلطنت الگ قائم ہو گئی اور مسلمانوں کی سلطنت کے بجائے ایک کے دو مرکز ہو گئے۔ پھر چند روز کے بعد مراقش میں ایک تیسرا مرکز حکومت قائم ہوا۔ اس کے بعد افریقہ و مصر میں ایک اور حکومت قائم ہوئی اسی طرح ماوراء النہر خراسان۔ فارس وغیرہ میں حکومتیں خلیفہ بغداد کی ماتحتی سے آزاد ہوتی گئیں۔ اب جس زمانہ کے حالات بیان ہو رہے ہیں یہ وہ زمانہ ہے کہ خلیفہ بغداد کی حکومت شہر بغداد میں بھی باقی نہیں رہی ہے چند روز پہلے دجلہ و فرات کا دوآبہ خلیفہ کی حکومت میں شامل تھا۔ لیکن جب سے امیر الامراء کا عہدہ ایجاد ہوا اُس وقت سے اس دوابہ کی حکومت امیر الامرا کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور برائے نام وہ اپنے آپ کو خلیفہ کا محکوم اور نائب کہتا تھا۔

خاص شہر بغداد میں خلیفہ کے احکام کی قدر و منزلت تھی اور بغداد میں وہ سب سے بڑی طاقت سمجھی جاتی تھی۔ ہر ایک وہ شخص جو دوسروں کو مغلوب کر کے اپنی طاقت کا اظہار کر سکتا تھا۔ اپنے زور [illegible] سے امیر الامرا بن سکتا اور خلیفہ کو مجبوراً اسے امیر الامرا کا خطاب دینا پڑتا تھا۔ خلیفہ کے ہاتھ میں طاقت اگرچہ کچھ نہ تھی مگر پھر بھی اس کو تھوڑی بہت آزادی ضرور حاصل تھی۔ اور ایک قسم کا رعب و جلال بھی باقی تھا۔ لیکن اب معز الدولہ احمد بن بویہ [illegible] بغداد [illegible] خلیفہ مستکفی [illegible] کا خطاب [illegible] اور [illegible] بہت [illegible] بعد [illegible] ہو گئے [illegible] معز الدولہ نے خلیفہ کو نظر بند کر کے ایک [illegible] سے [illegible] تھا اور شہر بغداد [illegible] خلیفہ کو حاصل [illegible] لیے خلیفہ کا نام صرف [illegible]

سے آئے تو وہ خلیفہ کے دربار میں حاضر کیا جائے اور اس مصنوعی دربار میں خلیفہ کی پرشوکت نمائش کر کے حسب منشا اُس سے کام لیا جائے۔ کسی شخص کو خطاب دینا۔ کسی کو کوئی سند عطا فرمانا یہ سب خلیفہ کے ہاتھ سے ہوتا تھا لیکن خلیفہ کے اختیار سے نہیں ہوتا تھا اختیار ہر ایک کام میں ملک ہی کا ہوتا تھا

خلیفہ کی حیثیت شاہِ شطرنج سے زیادہ نہ تھی۔ ملک خلیفہ کی ایک تنخواہ مقرر کر دیتا تھا۔ یہ تنخواہ جب خلیفہ کو دیر سے ملتی تھی یا نہیں ملتی تھی تو اُسے مجبوراً اپنا سامان فروخت کر کے اپنی گذر کرنی پڑتی تھی۔ پس جب کہ خلفاء عباسیہ کی یہ حالت ہو چکی ہے تو اب ظاہر ہے کہ حکومت و سلطنت کی تاریخ لکھنے والے کے لئے ان کا تذکرہ غیر ضروری ہو چکا ہے کیونکہ سوائے صرف لفظ خلیفہ کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ مگر چونکہ ہم کو حکومتِ اسلامیہ کی تاریخ پوری کرنی ہے اور اس میں اُن حکمرانوں کا حال بھی بیان ہونا ضروری ہے جنھوں نے بغداد میں ملک کے نام سے نہ صرف بغداد بلکہ دوابہ فرات و دجلہ اور دوسرے صوبوں پر بھی حکومت کی ہے۔ لہٰذا ان ملوک کے حالات بیان کرنے میں ہم کو ابھی تھوڑی دور تک اور انھیں خلفائے عباسیہ کے سہارے سے چلنا چاہیئے جو اگرچہ شاہِ شطرنج سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتے مگر خلیفہ ضرور کہلاتے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ کہ اب ہم خلفائے عباسیہ کے حالات مطالعہ نہیں کر رہے۔ بلکہ حکومتِ بغداد کے حالات مطالعہ کر رہے تھے۔ ساتھ ہی اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے کہ اگرچہ جا بجا صوبوں میں الگ الگ خود مختار حکومتیں اور سلطنتیں قائم ہو چکی ہیں۔ مگر خلیفہ کے نام کی تکریم سب بجا لاتے اور خطبوں میں اُس کا نام ضرور لیتے تھے۔ اندلس میں بجائے خود خلافت قائم تھی۔ عبیدیین جو شیعہ بلکہ قرامطہ تھے۔ خلافت و امامت کے مدعی تھے۔ اس لئے اندلس و افریقہ میں خلیفہ بغداد کا نام خطبوں میں نہیں لیا جاتا تھا۔ مگر باقی تمام ممالک اسلامیہ میں بغداد کے عباسی خلیفہ کو سب خلیفہ مانتے اور اپنا مذہبی پیشوا جانتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ضرور ہوا ہے کہ خاص بغداد میں کسی ملک نے خلیفہ کا نام خطبہ سے خارج کر دیا اور صرف اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا مگر دوسرے ملکوں میں خلیفہ کا نام خطبوں میں ضرور شامل رہا۔

خاندان بویہ کی حکومت بغداد میں

خاندانِ بویہ کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ بویہ کے تینوں بیٹے علی۔ حسن۔ احمد حکومت و سرداری حاصل کر چکے ہیں۔ علی (عماد الدولہ) فارس پر قابض و متصرف تھا۔ حسن (رکن الدولہ) اصفہان و طبرستان کی طرف حکومت و سرداری حاصل رکھتا تھا۔ احمد (معزالدولہ) اہواز پر قابض تھا۔ جب ابن شیرزاد کی امیر الامرائی میں بغداد کے اندر فتنہ و فساد برپا ہو گیا تو معزالدولہ نے جو بغداد سے نسبتاً قریب تھا بغداد پر حملہ کیا۔ شیرزاد بھاگ کر بنو حمدان کے پاس موصل چلا گیا۔ اور معزالدولہ بغداد پر بآسانی قابض و مستولی ہو گیا۔ خلیفہ مستکفی کی خدمت میں حاضر ہوا اُس نے معزالدولہ کو ملک کا خطاب دیا۔

معزالدولہ نے اپنے نام کے سکے مسکوک کرائے اور بغداد پر پورے قہر و غلبہ کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ چند روز کے بعد معزالدولہ کو معلوم ہوا کہ خلیفہ مستکفی اُس کے خلاف کوئی سازش کر رہا ہے۔ انھیں ایام میں والیِ خراسان کا سفیر آیا اور اس تقریب میں دربار عام منعقد کیا گیا معزالدولہ نے سرِ دربار دو دیلمیوں کو اشارہ کیا وہ آگے بڑھے خلیفہ نے سمجھا کہ دست بوسی کے لئے آگے بڑھے ہیں اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا دیلمیوں نے وہی ہاتھ پکڑ کر خلیفہ کو تخت سے نیچے کھینچ کر ڈال دیا اور گرفتار کر لیا کسی کی مجال نہ تھی کہ اُف کر سکے معزالدولہ اسی وقت سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا اور دیلمی خلیفہ کو کھینچتے اور بے عزت کرتے ہوئے معزالدولہ کے سامنے لائے اُس کی آنکھیں نکال کر قید کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ جمادی الآخر ۳۳۴ھ کا ہے۔ خلیفہ مستکفی نے ایک برس چار مہینے برائے نام خلافت کی اور ۳۳۸ھ میں بحالتِ قید فوت ہوا۔

مطیع للّٰہ

معزالدولہ بن بویہ دیلمی۔ بویہ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا یہ لوگ چونکہ اطروش کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ اس لئے تمام دیلمی شیعہ تھے۔ خاندان بویہ شیعیت کی عصبیت میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ مستکفی کو ذلیل و معزول و مقید اور اندھا کر دینے کے بعد معزالدولہ نے چاہا کہ کسی علوی کو تختِ خلافت

پر بٹھائے مگر اُس کے کسی مشیر نے اُس کو اس ارادے سے باز رکھا اور سمجھایا کہ اگر آپ نے کسی علوی کو خلیفہ بنا دیا تو چونکہ آپ کی تمام قوم اُس کو مستحق خلافت سمجھے گی اس لئے وہ بجائے آپ کے اُس علوی خلیفہ کی خدمت واطاعت کو مقدم سمجھے گی اور دیلمیوں پر جو آپ کا اثر اب ہے یہ ہرگز باقی نہیں رہے گا اور نہ آپ کی یہ حکومت وشوکت برقرار رہے گی۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ اسی عباسی خاندان سے کسی شخص کو تختِ خلافت پر بٹھاؤ تاکہ تمام شیعہ اُس کو غیر مستحق خلیفہ سمجھ کر آپ کی اطاعت وفرماں برداری کے لئے مستعد رہیں اور اس طرح شیعیت بغداد میں قائم رہے۔ چنانچہ معزالدولہ نے ابوالقاسم فضل بن مقتدر کو طلب کیا اور مطیع اللہ کے لقب سے تخت پر بٹھا کر رسم بیعت ادا کی اور سو دینار روزانہ اُس کی تنخواہ مقرر کر دی۔ مطیع للہ ۳۰۱ھ میں ایک اُم ولد موسومہ مشغلہ کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور جمادی الثانی ۳۳۴ھ میں تخت نشین کیا گیا۔

معزالدولہ نے خلیفہ کی وزارت پر ابو محمد حسن بن محمد مہلبی کو مامور کیا سو وزیر درحقیقت ملک ہی کا وزیر ہوتا تھا کیونکہ خلیفہ تو برائے نام خلیفہ تھا۔ اوپر ذکر آ چکا ہے کہ موصل پر ناصر الدولہ بن حمدان اور شام پر سیف الدولہ بن حمدان قابض تھا۔ مصر پر اخشید محمد بن طغج فرغانی فرماں روا تھا۔ ناصرالدولہ نے جب معزالدولہ کے اس طرح بغداد پر مستولی ہونے کا حال سُنا تو موصل سے فوج لے کر چلا اور ماہ شعبان ۳۳۴ھ میں سامرا پہنچا۔ معزالدولہ یہ خبر سُن کر مطیع للہ کو ہمراہ لے کر بغداد سے نکلا معزالدولہ کو شکست ہوئی بغداد میں واپس آیا۔

معزالدولہ معہ مطیع للہ بغداد غربی میں آ اترا اور بغداد شرقی میں ناصرالدولہ نے آ کر قیام کر دیا۔ طرفین سے لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر دونوں میں صلح ہوگئی۔ معزالدولہ نے اپنی پوتی کی شادی ناصرالدولہ کے بیٹے ابوتغلب سے کر دی۔ ناصرالدولہ موصل کو روانہ ہوا۔ ۳۳۵ھ میں ابوالقاسم بریدی نے بصرہ میں معزالدولہ کی مخالفت کا علم بلند کر کے تیاری شروع کی ۳۳۶ھ میں معزالدولہ نے خلیفہ مطیع کو ہمراہ لے کر بصرہ پر چڑھائی کی۔ ابوالقاسم کی فوج کو شکست ہوئی ابوالقاسم بھاگ کر بحرین میں قرامطہ کے پاس چلا گیا اور معزالدولہ نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ ابوجعفر صہیری کو بصرہ میں چھوڑ کر معزالدولہ معہ خلیفہ مطیع للہ بغداد چلا آیا۔ ۳۳۷ھ میں معزالدولہ نے ناصرالدولہ بن حمدان والیٔ موصل پر چڑھائی کی ناصرالدولہ تابِ مقابلہ نہ لا کر نصیبین چلا گیا۔ اسی اثنا میں معزالدولہ کے بھائی رکن الدولہ نے خبر بھیجی کہ لشکرِ خراسان نے جرجان اور رے پر چڑھائی کی ہے۔ جس قدر جلد ممکن ہو فوجیں مدد کے لئے بھیجو معزالدولہ نے ناصرالدولہ سے صلح کر کے موصل سے بغداد کی جانب کوچ

کیا اور ناصر الدولہ موصل میں واپس آ گیا۔

ناصر الدولہ سے یہ صلح اس شرط پر کی گئی تھی کہ ناصر الدولہ خراج برابر بھیجتا رہے اور خطبہ میں معز الدولہ، رکن الدولہ اور عماد الدولہ تینوں بھائیوں کا نام لیا کرے۔ ۳۳۸ھ میں معز الدولہ نے خلیفہ مطیع سے اس مضمون کا ایک فرمان لکھوایا کہ علی بن بویہ المخاطب بہ عماد الدولہ اپنے بھائی معز الدولہ کے ساتھ بطور مددگار کام کرے اور عہدۂ سلطانی میں شریک رہے مگر عماد الدولہ اسی سال فوت ہو گیا اس کی جگہ رکن الدولہ کو معز الدولہ کا مددگار بنایا گیا۔ ۳۳۹ھ میں حجر اسود پھر اپنی جگہ خانۂ کعبہ میں لاکر نصب کیا گیا اس کے گرد سونے کا ایک حلقہ جس کا وزن تین ہزار سات سو ستتر درہم تھا لگایا گیا۔

۳۴۱ھ میں ایک نئے گروہ کا ظہور ہوا جو تناسخ کا قائل تھا۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ مجھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح حلول کر آئی ہے۔ اس کی بیوی کا دعویٰ تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح مجھ میں منتقل ہوئی ہے ایک دوسرا شخص کہتا تھا کہ مجھ میں جبریل کی روح ہے۔ ان دعووں کو سن کر لوگوں نے ان کو مارا پیٹا۔ لیکن معز الدولہ نے بوجہ شیعہ ہونے کے لوگوں کو ایذا رسانی سے باز رکھ کر ان کا ادب کرنے اور تعظیم سے پیش آنے کا حکم دیا کیونکہ وہ اپنے آپ کو اہل بیت سے نسبت کرتے تھے۔ ۳۴۶ھ میں رے اور نواح رے میں زلزلۂ عظیم آیا۔ طالقان خسف ہو گیا کل تیس آدمی بچ سکے۔ باقی سب ہلاک ہو گئے۔ رے کے نواح میں ڈیڑھ سو گاؤں زمین میں دھنس گئے۔ شہر حلوان کا اکثر حصہ زمین میں غرق ہو گیا۔ ۳۴۷ھ میں دوبارہ اسی شدت کا زلزلہ آیا۔ اسی سال معز الدولہ نے موصل پر چڑھائی کی کیونکہ ناصر الدولہ سے خراج بھیجنے میں تاخیر ہوئی تھی۔ ماہ جمادی الاول ۳۴۷ھ میں موصل پر قبضہ کیا۔

ناصر الدولہ نصیبین چلا گیا۔ معز الدولہ نے موصل میں سبکتگین اپنے حاجب کبیر کو چھوڑ کر خود نصیبین کا قصد کیا ناصر الدولہ وہاں سے اپنے بھائی سیف الدولہ کے پاس حلب چلا گیا۔ سیف الدولہ نے معز الدولہ سے خط و کتابت کر کے صلح کی کوشش کی اور ماہ محرم ۳۴۸ھ میں صلح نامہ لکھا گیا اور معز الدولہ عراق کی جانب واپس آیا۔ ۳۵۰ھ میں معز الدولہ نے بغداد میں اپنے لئے ایک بہت بڑا قصر تعمیر کرایا جس کی بنیادیں چھتیس گز رکھی گئی تھیں اسی سال رومیوں نے جزیرہ اقریطش (کریٹ) کو مسلمانوں کے قبضے سے چھین لیا یہ جزیرہ ۲۳۰ھ سے مسلمانوں کے قبضے میں چلا آتا تھا۔

معز الدولہ کی ایک اور لعنتی کارروائی

۳۵۱ھ میں معز الدولہ نے جامع مسجد بغداد کے دروازے پر نعوذ باللہ نقلِ کفر کفر نباشد۔ یہ عبارت لکھوادی "لعن اللّٰہ معاویۃ بن سفیان ومن غصب فاطمۃ فدکا ومن منع عن دفن الحسن عند جدہ ومن نفی اباذر ومن اخرج العباس عن الشوریٰ"۔

عیدِ غدیر کی ایجاد

معز الدولہ نے ۱۸ ذالحجہ ۳۵۱ھ کو بغداد میں عید منانے کا حکم دیا اور اس عید کا نام عیدِ خم غدیر رکھا۔ خوب ڈھول بجائے گئے اور خوشیاں منائی گئیں۔ اسی تاریخ کو یعنی ۱۸ ذالحجہ ۳۵ھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ شہید ہوئے تھے۔ لہٰذا اس روز شیعوں کے لئے خم غدیر کی عید منانے کا دن تجویز کیا گیا۔ احمد بن بویہ دیلمی یعنی معز الدولہ کی اس ایجاد کو جو ۳۵۱ھ میں ہوئی۔ شیعوں نے یہاں تک رواج دیا کہ آج کل کے شیعوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ عید غدیر کا مرتبہ عید الاضحیٰ سے بھی زیادہ بلند ہے۔

تعزیہ داری کی ایجاد

۳۵۲ھ کے شروع ہونے پر ابنِ بویہ مذکور نے حکم دیا کہ ۱۰ محرم کو حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے غم میں تمام دکانیں بند کر دی جائیں۔ بیع و شرا بالکل موقوف رہے۔ شہر و دیہات کے تمام لوگ ماتمی لباس پہنیں اور علانیہ نوحہ کریں۔ عورتیں اپنے بال کھولے ہوئے۔ چہروں کو سیاہ کئے ہوئے کپڑوں کو پھاڑے ہوئے سڑکوں اور بازاروں میں مرثیے پڑھتی۔ منہ نوچتی اور چھاتیاں پیٹتی ہوئی نکلیں۔ شیعوں نے اس حکم کی بخوشی تعمیل کی۔ مگر اہلِ سنت دم بخود اور خاموش رہے۔ کیونکہ شیعوں کی حکومت تھی۔ آئندہ سال ۳۵۳ھ میں پھر اسی حکم کا اعادہ کیا گیا اور سُنیوں کو بھی اس کی تعمیل کا حکم دیا گیا۔ اہلِ سنت اس ذلت کو برداشت نہ کر سکے چنانچہ شیعہ سُنیوں میں فساد برپا ہوا بہت بڑی خونریزی

ہوتی۔ اس کے بعد شیعوں نے ہر سال اس رسم کو زیرِ عمل لانا شروع کر دیا۔ اور آج تک اس کا رواج ہندوستان میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہندوستان میں اکثر سُنّی لوگ بھی تعزیے بناتے ہیں۔

عمان پر قبضہ اور معزالدولہ کی وفات

عمان پر قرامطہ قابض و متصرف تھے ۳۵۵ھ میں معزالدولہ نے عمان پر براہِ دریا فوج کشی کی اور ۹ رذالحجہ ۳۵۵ھ کو عمان پر قابض ہو گیا اور قرامطہ کو وہاں سے بھگا دیا ہزارہا قرامطہ مارے گئے نواسی کشتیاں اُن کی جلا کر غرق کر دی گئیں۔ عمان سے فارغ ہو کر واسط آیا یہاں آکر علیل ہوا پھر بغداد کی طرف آیا۔ وزیر مہلبی نے اس سے پہلے عمان پر ۳۵۲ھ میں چڑھائی کی تھی مگر وہ بھی بیمار ہو کر آیا بغداد میں پہنچ کر ہر چند علاج کیا مگر آرام نہ ہوا بائیس سال حکومت کر کے ربیع الآخر ۳۵۶ھ میں فوت ہوا۔

عزالدولہ کی حکومت

معزالدولہ نے مرتے وقت اپنے بیٹے بختیار کو اپنا ولی عہد بنایا تھا وہ معزالدولہ کے بعد عزالدولہ کا خطاب خلیفہ سے حاصل کر کے حکمرانی کرنے لگا۔ دیلمی لوگ اب اس قدر غالب و تسلّط ہو گئے تھے کہ اصل حکمران وہی سمجھے جاتے تھے۔ خلیفہ کی کوئی حقیقت و حیثیت باقی نہ تھی چنانچہ وہ اپنے بعد اپنے ولی عہد بھی خود ہی تجویز کرنے لگے۔ ایک طرف خلیفہ اپنا ولی عہد خود تجویز کرتا تھا۔ دوسری طرف یہ حکمران سلطان اپنے ولی عہد مقرر کرتے تھے۔ خلیفہ کے ہاتھ میں کوئی حکومت نہ تھی بلکہ وہ خود محکوم تھا اور ان سلطانوں کے ہاتھ میں حکومت وطاقت تھی۔ اسی لئے بغداد میں ان کی ولی عہدی وجانشینی زیادہ اہم سمجھی جاتی تھی۔ کیونکہ اس کا تعلق حکومت وسلطنت سے تھا۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ بغداد میں دیلمیوں کا پہلا بادشاہ معزالدولہ تھا اب اُن کا دوسرا بادشاہ عزالدولہ تخت نشین ہوا۔

عزالدولہ نے ابوالفضل عباس بن حسین شیرازی کو اپنا وزیر بنایا۔ اسی سال حبشی بن معزالدولہ نے بصرہ میں اپنے بھائی عزالدولہ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔ ابوالفضل

عباس اُس کی سرکوبی کو گیا اور مقید کرکے عزالدولہ کے پاس لایا اُس نے اُس کو قید کر دیا۔

۳۶۲ھ میں عزالدولہ نے ابوالفضل عباس کو وزارت سے معزول کرکے محمد بن بقیہ کو عہدۂ وزارت عطا کیا۔ محمد بن بقیہ ایک ادنیٰ درجہ کا آدمی تھا عزالدولہ کے باورچی خانہ کا مہتمم تھا۔ اسی سال ابوتغلب بن ناصر الدولہ بن حمدان نے موصل میں اپنے باپ ناصر الدولہ کو قید کرلیا اور خود حکومت کرنے لگا۔ ابوتغلب کی شادی عزالدولہ کی لڑکی سے ہوئی تھی جس کا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ابوتغلب کے دو بھائی ابراہیم و حمدان موصل سے بھاگ کر بغداد میں عزالدولہ کے پاس آئے اور ابوتغلب کی شکایت کرکے اُس کے خلاف عزالدولہ سے امداد طلب کی۔ عزالدولہ نے اپنے وزیر محمد بن بقیہ اور سپہ سالار سبکتگین کو ہمراہ لے کر موصل پر چڑھائی کی ابوتغلب موصل سے معہ وفاتر سنجار چلا گیا۔

عزالدولہ موصل میں داخل ہوا اور ابوتغلب نے سنجار سے بغداد کا قصد کیا یہ سُن کر عزالدولہ نے ابن بقیہ اور سبکتگین کو بغداد کے بچانے کے لئے بغداد کی طرف بھیجا اور خود موصل میں رہا۔ ابن بقیہ ابوتغلب کے پہنچنے سے پہلے بغداد میں پہنچ گیا۔ اور سبکتگین نے بغداد کے باہر ابوتغلب کا مقابلہ کرکے اُس کو روکنا چاہا۔ اِدھر ابوتغلب اور سبکتگین کی لڑائیاں شروع ہوئیں اُدھر بغداد میں شیعوں اور سُنّیوں کے درمیان فساد برپا ہوا اس فساد کی خبر سُن کر سبکتگین اور ابوتغلب نے آپس میں صلح کرلی اور یہ ارادہ کیا کہ عزالدولہ اور تمام شیعوں کو بے دخل کرکے نئے خلیفہ کو تخت نشین کرنا چاہیئے مگر بعد میں کچھ سوچ کر اس ارادے سے باز رہے اور ابن بقیہ کو بغداد سے بُلا کر ابوتغلب سے سبکتگین نے شرائط صلح طے کرالیں ان شرائط کی موافق عزالدولہ کو ابن بقیہ نے لکھا کہ آپ موصل سے بغداد آجائیں اور ابوتغلب کو موصل کی حکومت سپرد کردیں۔

ابوتغلب موصل پہنچا اور عزالدولہ اپنے خسر سے بغل گیر ہو کر ملا۔ عزالدولہ بغداد کی طرف آ گیا۔ بغداد آکر عزالدولہ روپیہ وصول کرنے کے ارادے سے اہواز گیا وہاں ترکوں اور دیلمیوں میں جو عزالدولہ کے ہمراہ تھے فساد ہوا۔ عزالدولہ نے ترکوں کو سخت سزائیں دیں اس کا حال سُن کر سبکتگین نے جو بغداد میں تھا علم بغاوت بلند کیا اور عزالدولہ کے مکان کو لوٹ کر اُس کے خاندان والوں کو قید کرکے واسط بھیج دیا یہ واقعہ ذیقعدہ ۳۶۳ھ میں ہوا۔

اب بغداد میں سُبکتگین کی حکومت قائم ہوگئی جو سُنّی حکومت تھی شیعوں کو بغداد سے نکال دیا اس کے بعد خلیفہ مطیع کو اس امر پر مجبور کیا کہ اپنے آپ کو خلافت سے معزول کرلو کیونکہ فالج کے

مرض سے بیکار اور ناقابلِ خلافت ہو گئے ہو چنانچہ ماہِ ذیقعدہ ۳۶۳ھ میں خلیفہ مطیع نے اپنے آپ کو معزول کر لیا اور اُس کے بیٹے عبدالکریم کو طائع للہ کے لقب سے تختِ خلافت پر بٹھایا گیا۔ خلیفہ مطیع نے ساڑھے انتیس برس برائے نام خلافت کی جب سے ناصرالدولہ بن حمدان نے صوبۂ موصل کو دبا لیا تھا اُس وقت سے رومیوں کے حملوں کی مدافعت اور رومیوں پر حملہ کرنا اُسی سے متعلق ہو گیا تھا۔ پھر ۳۳۳ھ میں جب کہ ناصرالدولہ کے بھائی سیف الدولہ بن حمدان نے حلب و حمص پر قبضہ کیا تو رومیوں کی لڑائیوں اور چڑھائیوں کا تعلق سیف الدولہ سے ہو گیا سیف الدولہ نے بڑی قابلیت اور مستعدی سے رومیوں کے حملوں کو روکا اور اُن کو ترکی بترکی جواب دیا۔

۳۶۲ھ میں عزالدولہ نے خلیفہ مطیع للہ کا نام خطبہ سے نکال دیا تھا اس پر خلیفہ نے بہت رنج و ملال کا اظہار کیا عزالدولہ نے ناراض ہو کر خلیفہ کی تنخواہ بند کر دی۔ خلیفہ کو اپنا اثاث البیت فروخت کر کے اپنی گذر کرنی پڑی۔ خلع کے بعد مطیع للہ کا خطاب شیخ الفاضل تھا۔ مطیع نے محرم ۳۶۴ھ میں بمقام واسط وفات پائی۔ ابوبکر شبلیؒ ابونصر فارابی متنبی شاعر نے اسی خلیفہ کے عہد میں وفات پائی تھی۔

طائع للہ

ابوبکر عبدالکریم طائع للہ بن مطیع للہ ایک اُمِّ ولد موسومہ ہزار کے بطن سے پیدا ہوا اور بعمر انتالیس سال بعد از خلع مطیع بروز چہار شنبہ بتاریخ ۲۳ ذیقعدہ ۳۶۳ھ تختِ خلافت پر بیٹھا۔ سبکتگین کو نصرالدولہ کا خطاب اور پرچم عطا کیا اور بجائے عزالدولہ کے نائب السلطنت اور سلطان بنایا۔ اسی سال مکہ اور مدینہ میں معز عبیدی فرماں روائے مغرب کے نام کا خطبہ پڑھا جانا شروع ہوا۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جب خلیفہ مطیع نے خلع خلافت کیا ہے تو بغداد میں سبکتگین کی حکومت تھی اور عزالدولہ بن معزالدولہ اہواز میں تھا۔ سبکتگین نے عزالدولہ کی ماں اور بھائیوں کو واسط بھیج دیا تھا۔ یہ خبر سُن کر عزالدولہ اپنی والدہ کی ملاقات کو واسط آیا اور اپنے چچا حسن بن بویہ الملقب بہ رُکن الدولہ کو جو فارس میں حکومت کر رہا تھا سبکتگین اور ترکوں کے خلاف امداد بھیجنے کے لیے لکھا۔

رکن الدولہ نے اپنے وزیر ابوالفتح بن عمید کو ایک فوج دے کر اپنے بیٹے عضدالدولہ کے پاس اہواز میں بھیجا اور عضدالدولہ کو خط لکھا کہ تم بھی فوج لے کر اور ابوالفتح کے ساتھ مل کر اپنے چچازاد بھائی عزالدولہ کی مدد کو پہنچو۔ ادھر سبکتگین نے خلیفہ طائع للہ اور اُس کے باپ مطیع دونوں کو ہمراہ لے کر ترکی فوج کے ساتھ واسط کی طرف کوچ کیا ۔۔۔ ابو تغلب حاکم موصل نے یہ سُن کر موصل سے روانہ ہو کر بغداد پر قبضہ کر لیا۔ واسط کے قریب پہنچ کر سبکتگین اور مطیع دونوں کا انتقال ہو گیا۔ ترکوں نے افتگین کو اپنا سردار بنا لیا اور واسط کا محاصرہ کر لیا۔ افتگین معزالدولہ بن بویہ کا آزاد ترکی غلام تھا۔ افتگین نے پچاس روز تک نہایت سختی سے محاصرہ جاری رکھا۔

عضدالدولہ معہ اپنے باپ کے وزیر ابوالفتح بن عمید کے واسط پہنچا۔ عضدالدولہ کے قریب پہنچنے کی خبر سُن کر افتگین واسط سے محاصرہ اٹھا کر بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ افتگین کے قریب پہنچنے کی خبر سُن کر ابو تغلب بغداد چھوڑ کر موصل کو چل دیا۔ عزالدولہ اور عضدالدولہ دونوں نے چند روز واسط میں قیام کیا پھر دونوں بھائیوں نے چاروں طرف سے بغداد کا محاصرہ کر لیا اور ہر طرف سے رسد کا آنا بند کر دیا۔ اہلِ شہر کو سخت تکلیف ہونے لگی۔ تُرکوں نے افتگین کے مکان کو لوٹ لیا اور آپس میں فتنہ و فساد برپا کرنے لگے۔ آخر افتگین خلیفہ طائع للہ کو اپنے ہمراہ لے کر اور محاصرہ توڑ کر صاف نکل گیا اور تکریت میں جا کر دم لیا۔

جمادی الاول ۳۶۴ھ میں عضدالدولہ اور عزالدولہ بغداد میں داخل ہوئے۔ عضدالدولہ نے ترکوں سے خط و کتابت کر کے ماہ رجب ۳۶۴ھ میں خلیفہ طائع للہ کو بغداد واپس بلا لیا اور قصرِ خلافت میں فروکش کر کے بیعت کی۔ اور عزالدولہ کو گرفتار کر کے خود حکومت کرنے لگا۔ محمد بن لقیہ کو عضدالدولہ نے واسط کی حکومت پر مامور کر کے بھیج دیا۔ عزالدولہ کا بیٹا مرزبان نامی بصرہ میں حکومت کر رہا تھا۔ اُس نے عضدالدولہ کی شکایت اور عزالدولہ کے گرفتار کر کے قید کر دینے کا حال لکھ کر رکن الدولہ کے پاس بھیج دیا۔ رکن الدولہ کو سخت ملال ہوا اور عضدالدولہ کو عتاب آمیز فرمان لکھا۔ عضدالدولہ نے اس کے جواب میں اپنے نائب رکن الدولہ کو خط لکھا کہ

"عزالدولہ میں ملک داری کی قابلیت اور طاقت نہ تھی۔ اگر میں

دست اندازی نہ کرتا تو بنی بویہ کے قبضہ سے بغداد کی حکومت نکل جاتی
میں صوبۂ عراق کا خراج تیس لاکھ درہم سالانہ ادا کرنے کا وعدہ کرتا
ہوں۔ اگر آپ خود صوبۂ عراق کی نگرانی و حکومت اپنے ہاتھ میں لینا
چاہتے ہوں تو شوق سے تشریف لائیں میں فارس چلا جاؤں گا۔"

اس خط سے صاف ظاہر ہے کہ صوبۂ عراق اور بغداد دیلمی حکومت کا ماتحت تھا اور دیلمیوں کا سب سے بڑا حاکم اُس زمانہ میں رکن الدولہ تھا جو خراسان میں تھا اور خلیفۂ بغداد صوبہ دار عراق کی نگرانی و ماتحتی کے اندر بغداد میں قیدیوں کی طرح تھا آخر رکن الدولہ کے حکم کے موافق عضد الدولہ نے عز الدولہ کو قید سے نکال کر عراق کی حکومت سپرد کی اور یہ اقرار لیا کہ عراق میں خطبہ عضد الدولہ کے نام کا پڑھا جائے گا۔ اور عز الدولہ اپنے آپ کو عضد الدولہ کا نائب سمجھے گا۔ ابو الفتح کو عز الدولہ کے پاس چھوڑا اور خود فارس کی طرف چلا گیا۔ افتگین ان واقعات کے بعد دمشق کی طرف گیا اور وہاں معز عبیدی کے عامل کو نکال کر خود دمشق پر قابض و متصرف ہو گیا۔ اہلِ دمشق افتگین کی حکومت سے خوش ہوئے کیونکہ وہاں روافض اپنے اعتقادات کو زبردستی لوگوں سے منوانے اور تنگ کرتے تھے۔ افتگین کے پہنچنے سے اُن کو نجات ملی۔ افتگین نے بجائے عبیدی سلطان کے خلیفہ طائع کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ یہ واقعہ شعبان ۳۶۴ھ میں وقوع پذیر ہوا۔

عضد الدولہ کی حکومت

۳۶۶ھ میں رکن الدولہ کا انتقال ہو گیا اُس کے بعد عضد الدولہ باپ کا جانشین ہوا۔ عضد الدولہ کے خلاف عز الدولہ نے لشکر کی فراہمی کی تدبیریں کیں۔ عضد الدولہ کے ارادوں سے مطلع ہو کر بغداد پر چڑھ آیا بغداد پر قبضہ کرنے کے بعد بصرہ پر بھی قابض ہو گیا۔ یہ واقعہ آخر ۳۶۶ھ کا ہے۔ ۳۶۷ھ کے شروع ہونے پر عضد الدولہ نے اپنے باپ کے وزیر ابو الفتح بن عمید کو جو عز الدولہ کا ہمنوا ہو گیا تھا پکڑ کر اندھا کر دیا اور قید میں ڈال دیا۔ عز الدولہ نے اپنے وزیر محمد کو جو عضد الدولہ کا ہمسانہ ہو گیا تھا اندھا کر دیا اور موصل و شام کی طرف چلا گیا۔ وہاں سے ابو تغلب والیِ موصل کو اپنا

ہمدرد بنا کر اور فوج لے کر بغداد پر حملہ آور ہوا۔ عزالدولہ کو عضد الدولہ نے لڑائی میں گرفتار کر کے قتل کر دیا اور ابو تغلب کے تعاقب میں جا کر موصل و جزیرہ پر قبضہ کر لیا ابو تغلب آوارہ ہو کر قیصر روم کے پاس چلا گیا۔ وہاں قیصر نے اپنی لڑکی کی شادی ابو تغلب سے کر دی۔ بہر حال صوبہ موصل سے چند روز کے لئے بنو حمدان کی حکومت منقطع ہو گئی۔ ۳۷۲ھ میں عضد الدولہ نے اپنی حکومت کے پانچ برس چھ مہینے بعد وفات پائی اور امراء دولت نے اس کے بیٹے کالیجار کو عضد الدولہ کی جگہ مسند حکومت پر بٹھا کر صمصام الدولہ کے لقب سے ملقب کیا۔ خلیفہ طائع للہ بھی رسم تعزیت ادا کرنے اور حکومت کی مبارکباد دینے صمصام الدولہ کے پاس آیا۔

صمصام الدولہ کی حکومت

صمصام الدولہ کے کئی بھائی تھے۔ منجملہ ان کے ایک شرف الدولہ تھا اس نے صمصام الدولہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے فارس پر قبضہ کر لیا۔ ۳۷۵ھ میں شرف الدولہ نے بغداد پر حملہ کیا۔ رمضان ۳۷۶ھ میں شرف الدولہ نے صمصام الدولہ کو گرفتار کر کے بغداد پر قبضہ کیا۔ خلیفہ طائع للہ نے شرف الدولہ کو کامیابی پر مبارکباد دی۔ صمصام الدولہ کو فارس بھیج دیا گیا وہاں پہنچ کر صمصام الدولہ آزاد کر دیا گیا۔

شرف الدولہ کی حکومت

شرف الدولہ جب بغداد عراق پر قابض ہوا ہے تو موصل میں فتنہ و فساد برپا تھا۔ بنو حمدان میں سے سیف الدولہ کے بعد اس کا بیٹا سعد الدولہ حلب وغیرہ پر حکمران تھا۔ شرف الدولہ بن عضد الدولہ دو برس آٹھ مہینے کی حکومت کے بعد ۳۷۹ھ میں مرض استسقا فوت ہوا۔ شرف الدولہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی بہاؤ الدولہ حکمران ہوا۔

بہاء الدولہ کی حکومت

بہاؤ الدولہ کو خلیفہ طائع نے حسب دستور خلعت دیا اور مبارکباد دینے خود آیا۔ بہاؤ الدولہ نے ابراہیم و حسین پسران ناصر الدولہ بن حمدان کو موصل کی حکومت پر مامور

کر کے بطورِ عامل اپنی طرف سے بھیج دیا۔ مگر پھر اس انتظام پر پشیمان ہو کر موصل کے سابق عامل کو لکھا کہ ان کو حکومت سپرد نہ کی جائے لیکن ابراہیم و حسین نے زبردستی موصل پر قبضہ کر لیا۔ ۳۸۰ھ میں بہاؤالدولہ نے اپنے بھتیجے ابو علی بن شرف الدولہ کو جو فارس میں حکومت کر رہا تھا دھوکے سے بلا کر قتل کر ڈالا اور خود فارس کی طرف روانہ ہوا کہ وہاں کے خزائن پر قبضہ کرے چنانچہ وہاں پہنچا اور فارس پر قبضہ کیا۔ اسی اثنا میں صمصام الدولہ نے جو فارس میں موجود تھا۔ اپنے گرد لوگوں کو جمع کر کے مُلک پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ بہاؤالدولہ کو صمصام الدولہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کرنی پڑی کہ فارس پر صمصام الدولہ کا قبضہ رہے۔ اس صلح نامہ سے فارغ ہو کر بہاؤالدولہ بغداد کی طرف آیا۔ یہاں آکر دیکھا تو شیعہ سنیوں میں لڑائی برپا تھی۔

بہاؤالدولہ نے دونوں کو مصالحت کرا کر خاموش کر دیا۔ ماہ رمضان ۳۸۱ھ میں خلیفہ طائع للہ نے دربارِ عام کیا۔ بہاؤالدولہ تخت کے قریب ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اُمرادولت آرہے تھے اور خلیفہ کی دست بوسی کرنے کے بعد اپنی اپنی جگہ بیٹھتے جاتے تھے۔ اسی اثنار میں ایک دیلمی سردار داخل ہوا۔ دست بوسی کے لئے بڑھا۔ خلیفہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا دیلمی نے ہاتھ پکڑ کر خلیفہ کو کھینچ لیا اور تخت سے نیچے گرا کر باندھ لیا۔ دربارِ خلافت اور قصرِ خلافت لُٹنے لگا۔ بہاؤالدولہ اپنے مکان پر آیا اور دیلمی لوگ خلیفہ کو کھینچتے اور بے عزت کرتے ہوئے بہاؤالدولہ کے مکان پر لائے۔ بہاؤالدولہ نے مجبور کر کے خلیفہ طائع سے خلع خلافت کا اعلان کرایا اور ابوالعباس احمد بن اسحاق بن مقتدر کو بُلا کر قادر باللہ کے لقب سے تختِ خلافت پر بٹھایا۔ طائع کو قصرِ خلافت کے ایک حصہ میں قید و نظر بند کر دیا اور اُس کی ضروریات کا بندوبست کر دیا۔ ۳۹۲ھ تک طائع اسی حالت میں رہا پھر فوت ہو گیا۔

قادر باللہ

ابوالعباس احمد قادر باللہ اسحاق بن مقتدر ۳۳۶ھ میں ایک ام ولد موسومہ تمنی کے بطن سے پیدا ہوا اور ۱۲ رمضان ۳۸۱ھ میں تختِ خلافت پر بیٹھا۔ صاحب دیانت و سیاست تھا۔ نماز تہجد کبھی قضا نہیں کی۔ اعلیٰ درجہ کا فقیہ تھا۔ تخت نشینی کے چند روز

بعد ماہ شوال ۳۸۱ھ میں قادر باللہ نے ایک دربار منعقد کیا۔ اس میں بہاؤ الدولہ اور خلیفہ قادر باللہ ایک دوسرے کے وفادار رہنے کی قسمیں کھائیں۔ قادر باللہ نے اُس تذلیل و تحقیر کو جو طائع للہ کے زمانے میں خلیفہ بغداد کی ہو چکی تھی کم کرنے کی کوشش کی اور وقارِ خلافت کو قائم کرنے کا خواہشمند رہا مگر دیلمی اس طرح قابو یافتہ ہو چکے تھے اور خلافت کا مرتبہ اس قدر پست ہو چکا تھا کہ قادر باللہ کوئی بہت بڑا تغیر پیدا نہیں کر سکا۔ تاہم اُس نے طائع کے مقابلہ میں اپنے مرتبہ کو ضرور ترقی دی۔

۳۸۰ھ میں جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے صمصام الدولہ اور بہاؤ الدولہ کے درمیان اس بات پر صلح ہو گئی تھی کہ فارس پر صمصام الدولہ کی اور عراق پر بہاؤ الدولہ کی حکومت رہے مگر بہاؤ الدولہ نے ۳۸۳ھ میں فارس پر فوجیں بھیجیں کہ صمصام الدولہ کے عاملوں کو بے دخل کر کے فارس پر قبضہ کر لیں۔ صمصام الدولہ نے ان فوجوں کو شکست دے کر بھگا دیا ۳۸۴ھ میں بہاؤ الدولہ نے طغان ترکی کی ماتحتی میں ایک زبردست فوج فارس کی طرف روانہ کی صمصام الدولہ سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ صمصام الدولہ اور بہاؤ الدولہ کی لڑائیوں کا سلسلہ ۳۸۸ھ تک جاری رہا کبھی یہ کامیاب ہوتا کبھی وہ۔ آخر ماہ ذوالحجہ ۳۸۸ھ میں نو برس فارس میں حکومت کرنے کے بعد صمصام الدولہ گرفتار ہو کر مقتول ہوا۔ اور فارس پر بہاؤ الدولہ کا قبضہ ہو گیا۔ ۳۸۹ھ میں بہاؤ الدولہ خود فارس کے مُلک میں گیا اور عراق کی حکومت ابو جعفر حجاج بن ہرمز کو سپرد کر کے بغداد میں چھوڑ گیا۔ خلیفہ قادر باللہ نے ابو جعفر کو عمید الدولہ کا خطاب دیا۔ اسی سال یعنی ۳۸۹ھ میں خاندان سامانیہ کے قبضہ سے ماوراء النہر کا بھی تمام علاقہ نکل گیا اور اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ ۳۸۴ھ میں خراسان ان کے قبضے سے نکل چکا تھا۔ بنو سامان کی سلطنت کے نصف حصہ پر تو بنی سبکتگین نے قبضہ کر لیا اور بقیہ نصف پر ترکوں کا قبضہ ہو گیا تھا جس کا مفصل حال بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ چند روز کے بعد بغداد میں شیعوں اور سُنیوں کے درمیان فساد برپا ہوا۔ بہاؤ الدولہ نے فارس میں یہ خبر سُن کر عمید الدولہ کو عراق و بغداد کی حکومت سے معزول کر کے ۳۹۰ھ میں ابو علی حسن بن ہرمز کو عنانِ حکومت دے کر عمید الجیوش کا خطاب دیا۔ عمید الجیوش نے شیعہ سُنیوں کے فساد کو مٹایا اور اچھا انتظام ملک کا کیا۔ ۳۹۱ھ میں عمید الجیوش کو معزول کر کے ابو نصر بن سابور کو عراق و بغداد کی حکومت سپرد کی۔ شیعہ سنیوں میں پھر

فساد برپا ہوا مگر چند روز کے بعد مصالحت ہو گئی۔ ۴۰۳ھ میں بہاؤ الدولہ کا انتقال ہوا اور اُس کی جگہ اُس کا بیٹا سلطان الدولہ حکومت کرنے لگا۔ خلیفہ قادر باللہ نے اُس کو سلطان الدولہ کا خطاب دیا۔

سلطان الدولہ کی حکومت

سلطان الدولہ نے جو اپنے باپ بہاؤ الدولہ کی وفات کے بعد مسندِ حکومت پر متمکن ہوا اپنے بھائی ابو الفوارس کو کرمان کی حکومت پر مامور کیا۔ کرمان میں ابو الفوارس کے پاس بہت سے دیلمی جمع ہوئے اور اُس کو مشورہ دیا کہ تم اپنے بھائی سلطان الدولہ سے حکومت و ریاست چھین لو۔ چنانچہ ابو الفوارس نے کرمان سے فوج مرتب کر کے شیراز پر حملہ کر دیا۔ ادھر سے سلطان الدولہ نے مقابلہ کیا جنگِ عظیم کے بعد ابو الفوارس کو شکست ہوئی۔ سلطان الدولہ نے اُس کا تعاقب کیا وہ کرمان واپس آ کر کرمان میں بھی نہ ٹھہر سکا۔ کیونکہ سلطان الدولہ نے کرمان تک اُس کا تعاقب کیا۔ کرمان سے ابو الفوارس سلطان محمود غزنوی بن سُبکتگین کے دربار میں پہنچا۔ سلطان محمود غزنوی نے اُس کی تشفی و تسلی کی اور اپنے ایک سردار ابو سعید طائی کو فوج دے کر اُس کے ساتھ کر دیا۔ ابو الفوارس یہ امداد لے کر دوبارہ فارس پر حملہ آور ہوا۔ اس مرتبہ بھی سلطان الدولہ نے شکست دے کر بھگا دیا۔ اس مرتبہ شکست کھا کر ابو الفوارس سلطان محمود کے پاس اس لئے نہیں گیا کہ اُس نے ابو سعید طائی کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا تھا چنانچہ بعد شکست وہ مہذب الدولہ حاکم بطیحہ کے پاس گیا۔ پھر خط و کتابت کر کے سلطان الدولہ سے اپنی خطا معاف کرا کر کرمان کی حکومت پر دوبارہ مامور ہوا۔

ترکوں کا خروج

چین اور علاقہ ماوراء النہر کے درمیان ایک درۂ کوہ سے تُرکوں کے قبائل نے جو مُلکِ خطا کے رہنے والے تھے خروج کیا اور طغا خان والیِ ترکستان کے علاقہ میں لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ طغا خان نے بلادِ اسلامیہ سے فوجیں جمع کر کے ایک لاکھ بیس ہزار کے لشکر سے ان کا مقابلہ اور تعاقب شروع کیا اپنے علاقے سے نکل کر پہاڑوں کے درے اور تنگ گذرگاہیں تین مہینے کی مسافت پر پہنچ کر اُن کو جا لیا اور دو لاکھ آدمیوں کو قتل کر کے واپس ہوا۔ اس طرح

ان تُرکوں کو جنھیں مغل کہنا چاہیئے۔ اچھی طرح نصیحت ہوگئی یہ واقعہ ۴۰۸ھ میں وقوع پذیر ہوا۔

سلطان الدولہ نے اپنے بھائی مشرف الدولہ کو عراق کا گورنر بنادیا تھا۔ مشرف الدولہ نے عراق میں سلطان الدولہ کے خطبے کو موقوف کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کر دیا اور سلطان الدولہ کو معزول کر دیا۔ یہ واقعہ ۴۱۱ھ میں واقع ہوا۔

مشرف الدولہ کی حکومت

مشرف الدولہ کی حکومت و امارت کو جب سب دیلمی سرداروں نے جو عراق میں موجود تھے منظور کر لیا تو سلطان الدولہ نے اپنے بیٹے ابو کالیجار کو فوج دے کر روانہ کیا ابو کالیجار نے اہواز پر قبضہ کر لیا۔ چند معرکہ آرائیوں کے بعد ۴۱۲ھ میں یہ فیصلہ ہوا کہ عراق پر مشرف الدولہ کی حکومت رہے اور فارس سلطان الدولہ کے قبضہ میں رہے ۴۱۴ھ میں کوفہ کے اندر شیعوں اور سنیوں میں سخت فساد ہوا۔ اس فساد کے شعلے بغداد تک بھی پہنچے یہاں بھی فساد برپا ہو گیا۔ دیلمی جو تا بویافتہ تھے شیعہ تھے خلیفہ جو کوئی طاقت نہ رکھتا تھا سُنی تھا۔ ترکوں کی آبادی بغداد و سامرا میں کافی تھی ترک بھی سب سُنی تھے اور اسی بنا پر وہ خلیفہ کے احکام کی تعمیل ضروری سمجھتے تھے۔ خلیفہ قادر باللہ نے ان تمام حالات پر خوب غور کر کے سُنیوں کی امداد و حمایت میں کئی مرتبہ جُرأت سے کام لیا اور شیعوں کو اُن کی ناشُدنی حرکات سے روکا اس طرح ترکوں اور بغداد کے سنیوں کی ایک معقول تعداد خلیفہ قادر باللہ کی حامی تھی اور یہی وجہ تھی کہ خلیفہ قادر باللہ نے کچھ نہ کچھ رعب و وقار حاصل کیا۔ ماہ ربیع الاول ۴۱۶ھ میں مشرف الدولہ نے اپنی حکومت کے پانچویں سال وفات پائی اور اُس کی جگہ اُس کا بھائی ابو طاہر جلال الدولہ والی بصرہ مسند نشین ہوا۔

جلال الدولہ کی حکومت

مشرف الدولہ کی وفات کے بعد بغداد میں جلال الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ جلال الدولہ بصرہ سے روانہ ہو کر بجائے بغداد آنے کے واسط چلا گیا۔ اس پر بغداد والوں نے اُس کا نام خطبہ سے خارج کر کے اُس کے بھتیجے ابو کالیجار بن سلطان الدولہ کا نام خطبہ میں داخل کر دیا۔ ابو کالیجار اس زمانہ میں اپنے چچا ابو الفوارس سے کرمان میں جنگ آزما تھا۔ اہل بغداد نے ابو کالیجار کو بغداد طلب کیا۔ لیکن وہ بغداد نہ آسکا۔ یہ سُن کر جلال الدولہ

واسط سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ بغداد کی فوجوں نے اُس کو بغداد میں داخل نہیں ہونے دیا اور شکست دے کر واپس کر دیا جلال الدولہ پھر بصرہ چلا گیا۔ جب اہلِ بغداد کو ابو کالیجار کے آنے سے مایوسی ہوئی تو خراسانیوں، تُرکوں اور دیلمیوں نے مل کر یہ مشورہ کیا کہ جلال الدولہ کے واپس کر دینے کے بعد اب بہت زیادہ ممکن ہے کہ کوئی کرد یا عرب سردار بغداد پر مستولی ہو جائے۔ اگر کوئی عرب مستولی ہو گیا تو پھر ترکوں یا دیلمیوں کا بغداد پر قبضہ غیر ممکن ہو جائے گا اور عربوں کی حکومت بصرہ۔ شام۔ حجاز۔ یمامہ۔ بحرین موصل وغیرہ صوبوں سے بہت جلد امداد حاصل کر کے مضبوط ہو جائے گی۔

یہ سوچ کر جلال الدولہ کے پاس خطوط روانہ کئے گئے اور اُس کو بلا تامل بغداد کی طرف آنے کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ جلال الدولہ وارد بغداد ہوا اور حکومت کرنے لگا۔ اُس کا نام خطبوں میں داخل ہوا۔ ۴۱۸ھ میں جلال الدولہ نے حکم دیا کہ نماز پنج وقتہ میں نقارہ بجایا جائے خلیفہ قادر باللہ نے اس کو بدعت ہونے کی وجہ سے سخت ناپسند کیا اور اس حکم کے واپس لینے کی تاکید جلال الدولہ کو کی۔ جلال الدولہ نے اپنا یہ حکم منسوخ تو کر دیا مگر خلیفہ سے بہت کبیدہ خاطر ہو گیا۔ چند روز کے بعد پھر خلیفہ نے اجازت دے دی اور جلال الدولہ نے نقارہ بجنے کا حکم جاری کر دیا۔

۴۱۹ھ میں تُرکوں نے جلال الدولہ کے خلاف بغاوت کی مگر خلیفہ قادر باللہ نے درمیان میں پڑ کر مصالحت کرا دی۔ اس کے بعد ابو کالیجار نے عراق پر حملہ کیا جلال الدولہ نے اُس کے مقابلہ پر فوجیں روانہ کیں اس طرح لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا دونوں ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔ ابھی سلسلۂ جنگ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ خلیفہ قادر باللہ نے ۴۲۲ھ میں انتقال کیا اور اُس کی جگہ اُس کا بیٹا ابو جعفر عبداللہ قائم بامر اللہ کے لقب سے تختِ خلافت پر بیٹھا۔ شیخ تقی الدین صلاح نے خلیفہ قادر باللہ کو فقہائے شافعیہ میں شمار کیا ہے۔

قائم بامر اللہ

ابو جعفر عبداللہ قائم بامر اللہ بن قادر باللہ ۱۸ ذیقعدہ ۳۹۱ھ میں ایک ارمنی اُم الولد

موسومہ بدرالدجی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ خوبصورت عابد، زاہد، صابر، ادیب، خوش خط، سخی، صدقہ دینے والا احسان کرنے والا شخص تھا۔ جلال الدولہ کے قوائے حکمرانی خود کمزور ہوگئے تھے۔ اس کی فوج میں آئے دن بغاوت برپا رہتی تھی۔ ۴۲۵ھ میں جلال الدولہ نے خود بغداد کے محلہ کرخ میں اقامت اختیار کی اور ارسلان ترکی المعروف بہ بساسیری کو بغداد کے حصۂ غربی پر مامور کیا۔ بساسیری نے غلبہ و تسلط حاصل کرکے اہل بغداد کو بہت ستایا اور خلیفہ کو بھی تنگ رکھا۔ اور انواع واقسام کی گستاخیاں کرکے خلیفہ کو بالکل بے دست و پا اور مثل قیدی کے بنا دیا۔

شیعہ سنیوں میں فسادات برپا ہوتے بساسیری بھی چونکہ شیعوں کا حامی تھا۔ اس لئے سنیوں کو بڑے بڑے نقصانات برداشت کرنے پڑے ۴۲۷ھ میں فوج نے بغاوت کی اور جلال الدولہ کے مکان کا محاصرہ کرکے لوٹ لیا جلال الدولہ تکریت چلا گیا۔ خلیفہ قائم بامراللہ نے بیچ میں پڑ کر فوج کے ترکوں اور جلال الدولہ میں مصالحت کرا دی۔ ۴۲۸ھ میں جلال الدولہ اور اس کے بھتیجے ابوکالیجار میں مصالحت ہوگئی اور ایک دوسرے نے اتحاد و اتفاق کے قائم رکھنے کی قسمیں کھائیں۔

۴۲۹ھ میں جلال الدولہ نے خلیفہ قائم بامراللہ سے درخواست کی کہ مجھ کو "ملک الملوک" کا خطاب دیا جائے۔ خلیفہ نے علماء و فقہاء سے اس خطاب کے جواز کی نسبت استفتا کیا بعض نے جواز کا فتویٰ دیا۔ بعض نے اس کو ناجائز بتایا۔ آخر خلیفہ نے جلال الدولہ سے مجبور ہو کر مجوزین کی رائے پر عمل کیا اور جلال الدولہ کو "ملک الملوک" کا خطاب دے دیا۔ ۴۳۱ھ میں ابوکالیجار نے بصرہ پر فوج کشی کرکے وہاں کے عامل کو بے دخل کرکے قبضہ کر لیا اور اپنے بیٹے عزالملوک کو بصرہ کی حکومت سپرد کرکے خود اہواز کی جانب چلا گیا۔ اسی سال طغرل بیگ سلجوقی نے خراسان میں سلطان مسعود بن محمود بن سبکتگین کے سپہ سالار کو شکست دی اور نیشا پور پر قابض ہوگیا اور خراسان پر مستولی ہو کر سلطان اعظم کے لقب سے مشہور ہوا۔

اسی سال طغرل بیگ اور جلال الدولہ کے درمیان صلح نامہ لکھا گیا اور خلیفہ نے اپنے خاص ایلچی قاضی ابوالحسن کو طغرل بیگ کے پاس روانہ کیا۔ ماہ شعبان ۴۳۵ھ میں جلال الدولہ نے وفات پائی اور لوگوں نے اس کے بیٹے ابومنصور ملک العزیز کو جلال الدولہ کا قائم مقام بنایا مگر ملک العزیز لشکریوں کو ان کے حسب منشا انعام و وظائف نہ دے سکا۔ لشکر میں بددلی پیدا ہوئی۔ اسی موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ابوکالیجار نے بہت سا مال سرداران فوج کے پاس بغداد میں بھیج دیا۔

اور اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ماہِ صفر ۴۳۶ھ میں وہ بغداد میں داخل ہوا اور خلیفہ نے اُس کو "محی الدین" کا خطاب عطا کیا۔ ۴۳۹ھ میں ابو کالیجار المخاطب بہ محی الدین بن سلطان الدولہ بن بہاؤ الدولہ بن عضد الدولہ بن رکن الدولہ بن بویہ دیلمی نے سلطان طغرل بیگ سے اپنی بیٹی کا عقد کر کے مصالحت کی۔

ابو کالیجار کی حکومت

ابو کالیجار نے نائب السلطنت بن کر اصفہان و کرمان کے علاقوں پر اپنی تدبیر و رائے چالاکی و فوج کشی وغیرہ کے ذریعہ قبضہ کیا اور سوا چار برس حکومت کر کے ۴۴۰ھ میں فوت ہوا۔ اُس کی جگہ بغداد میں اُس کا بیٹا ابو نصر فیروز مسند نشین ہوا اور "ملک الرحیم" اپنا لقب رکھا۔

ملک الرحیم کی حکومت

ملک الرحیم نے بغداد و عراق میں حکومت شروع کی اور اُس کے دوسرے بھائی نے شیراز پر قبضہ کیا۔ اسی سال اہلِ بغداد میں سخت فساد برپا ہوا۔ بنائے فساد وہی شیعہ سُنی کا جھگڑا تھا۔ اس کے بعد ملک الرحیم نے اپنے بھائی ابو منصور خسرو پر جس نے شیراز پر قبضہ کر لیا تھا۔ چڑھائی کی لڑائیاں ہوئیں۔ اس کے بعد ملک الرحیم کے دوسرے بھائیوں اور رشتہ داروں نے عراق میں علم بغاوت بلند کیے۔ ۴۴۱ھ میں شیعوں سُنیوں کے درمیان بغداد میں فساد ہوا اور سینکڑوں آدمی طرفین سے مارے گئے۔

اسی سال سلطان طغرل بیگ نے اصفہان پر قبضہ کر لیا اور اپنے بھائی ارسلان بن داؤد کو بلادِ فارس کی جانب روانہ کیا۔ ارسلان بن داؤد نے ۴۴۲ھ میں صوبہ فارس پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ قائم بامر اللہ نے سلطان طغرل بیگ کے پاس اُن تمام صوبوں کی سندِ حکومت بھیج دی جو اُس نے فتح کرنے تھے ۴۴۳ھ میں عید کے موقعہ پر سلطان طغرل بیگ بغداد میں آیا اور خلیفہ کی دست بوسی کا فخر حاصل کیا اور خلعت و اعزاز سے مشرف ہو کر واپس چلا گیا۔ ۴۴۵ھ میں بغداد کے اندر شیعہ سُنیوں میں ایک بڑا فساد برپا ہوا بغداد کے کئی محلے اس فساد میں جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔ خلیفہ قائم بامر اللہ نے اس فساد کو

بہ مشکل فرو کیا۔ ملک الرحیم شیراز اور بصرہ وغیرہ میں اپنے بھائی بھتیجوں سے مصروف جنگ رہا۔ یہاں تک کہ ۴۴۷ھ کا زمانہ آ گیا۔

اس عرصہ میں سلطان طغرل بیگ نے آذربائیجان و جزیرہ پر قبضہ کیا۔ رومیوں پر جہاد کیا وہاں سے بے قیاس مال و دولت حاصل کرنے کے بعد خراسان و فارس کے قبضہ کو مکمل کرکے موصل و شام پر قبضہ کیا۔ حج ادا کرنے کے لئے بیت اللہ شریف گیا۔ وہاں سے واپس ہو کر رے و خراسان کے انتظام و اہتمام کی طرف متوجہ ہوا بغداد اور اس کے نواح میں اوباشوں اور بدمعاشوں نے بڑی بدامنی برپا رکھی ۴۴۷ھ میں طغرل بیگ نے خلیفہ قائم بامر اللہ کی خدمت میں اطاعت و عقیدت کا ایک خط بھیجا۔ اسی زمانہ میں ملک عبدالرحیم بصرہ سے بغداد آیا اور خلیفہ کو مشورہ دیا کہ طغرل بیگ سے مراسم اتحاد کا قائم رکھنا ضروری ہے خلیفہ نے ماہ رمضان المبارک ۴۴۷ھ میں حکم دیا کہ سلطان طغرل بیگ کا نام خطبوں میں لیا جائے۔ سلطان طغرل بیگ یہ سن کر خوش ہوا۔ اور خلیفہ سے حاضری کی اجازت طلب کی۔ خلیفہ نے اجازت دی اور سردارانِ لشکر بغداد نے سلطان طغرل بیگ کے پاس اپنی اطاعت و فرماں برداری کے اظہار میں عریضے روانہ کئے۔ ۲۵ رمضان ۴۴۷ھ کو بغداد میں سلطان طغرل بیگ کے استقبال کا اہتمام کیا گیا۔

بساسیری چونکہ شیعہ تھا اور حاکم مصر عبیدی سے سازش رکھتا تھا اُس نے بغداد میں فساد برپا کرا دیا۔ طغرل بیگ نے واردِ بغداد ہو کر ہر طرح کا انتظام کیا۔ دیلمیوں کے زور و قوت کو توڑا۔ ۴۴۸ھ کے شروع ہونے پر سلطان طغرل بیگ نے اپنی بھتیجی خدیجۃ المخاطب بہ ارسلان خاتون بنت داؤد کا نکاح خلیفہ قائم بامر اللہ سے کرکے خاندان خلافت سے رشتہ داری قائم کی۔ آخری شوال ۴۴۸ھ کو سلطان طغرل بیگ کے چچا زاد بھائی قطلمش نے بساسیری سے مقام سنجار کے قریب لڑائی کی قطلمش کو ہزیمت ہوئی۔

بساسیری نے صوبہ موصل پر قبضہ کرکے مستنصر عبیدی حاکم مصر کے نام کا خطبہ جاری کیا اور صوبہ جزیرہ کا والی بھی باغی ہو گیا۔ سلطان طغرل بیگ نے موصل پر چڑھائی کی اور اُس کو فتح کرکے باغیوں کو قرار واقعی سزا دے کر ۴۴۹ھ کے شروع ہونے پر بغداد کی جانب لوٹا۔ خلیفہ نے بڑی عزت و تکریم کی۔ ایک دربار منعقد کیا گیا۔ خلیفہ نے طغرل بیگ کو "ملک المشرق والمغرب" کا خطاب دے کر تمام ملکوں کی حکومت و انتظام کی سند عطا کی۔

اس عرصہ میں بساسیری اور والیٔ مصر عبیدی نے سلطان طغرل بیگ کے بھائی ابراہیم کو بہکا کر ہمدان میں بغاوت کرادی۔ سلطان طغرل بیگ ہمدان کی بغاوت فرو کرنے کے لئے بغداد سے روانہ ہوا۔ بساسیری نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر بغداد پر قبضہ کرلیا اور جامع بغداد میں مستنصر عبیدی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ یہ واقعہ ۸ر ذیقعدہ ۴۵۰ھ کا ہے بغداد کے شیعوں نے بساسیری کی ہر طرح مدد کی۔ بساسیری نے بغداد کے اندر اذانوں میں "حی علیٰ خیر العمل" کا اضافہ کرایا بساسیری کے مظالم سے تنگ آکر بغداد کے سنیوں نے بغاوت کی مگر بساسیری کی فوج سے شکست کھا کر مقتول ہوئے بساسیری نے خلیفہ کے وزیر اعظم معروف بہ رئیس الروسار کو پکڑ کر صلیب پر چڑھادیا۔ یہ واقعہ آخر ذوالحجہ ۴۵۰ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ بساسیری نے مستنصر عبیدی کے پاس مصر میں بشارت نامہ روانہ کیا اور امداد طلب کی مگر مصر سے کوئی امداد اس کو نہ پہنچی۔ ادھر بساسیری کے پاس خبر پہنچی کہ سلطان طغرل بیگ کو اپنے بھائی ابراہیم کے مقابلے میں فتح حاصل ہوچکی ہے۔ خلیفہ قائم بامراللہ اور اس کی بیوی ارسلان خاتون کو گرفتار کرکے بغداد سے باہر کسی مقام پر نظر بند کردیا اور قصر خلافت کو لٹوادیا گیا تھا۔ طغرل بیگ یہ تمام خبریں سن کر بغداد کی طرف متوجہ ہوا۔

بساسیری یہ خبر سن کر ۶ر ذیقعدہ ۴۵۱ھ کو پورے ایک سال کے بعد بغداد سے چل دیا طغرل بیگ بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ کو بغداد میں بلوایا اور تخت خلافت پر بٹھا کر معذرت کی کہ میری غیر حاضری کی وجہ سے آپ کو اس قدر اذیت پہنچی۔ اس عرصہ میں داؤد برادر طغرل بیگ کا خراسان میں انتقال ہوگیا تھا۔ ۲۵ر ذیقعدہ ۴۵۱ھ کو خلیفہ قائم بامراللہ بغداد میں داخل ہوا۔

دولت بنی بویہ پر نظر

بویہ ماہی گیر دیلمی کی اولاد کا حال اوپر مذکور ہوچکا ہے۔ انھیں لوگوں نے خلافت پر مستولی ہوکر خلافت کی عزت کو خاک میں ملایا سو برس سے زیادہ عرصہ تک یہ لوگ خلیفہ بغداد اور عراق وفارس پر قابض ومتصرف رہے۔ یہ لوگ شیعہ تھے۔ اس لئے سنیوں کو اس سو سال کے عرصہ میں جو جو اذیتیں پہنچی ہیں ان کا تصور بہت ہی دردانگیز ہے مگر ان کے دورِ حکومت

ہیں علویوں کو کوئی خاص نفع نہیں پہنچا۔ یہ لوگ اگرچہ محبِ اہلِ بیت ہونے دعویٰ کرتے تھے مگر انھوں نے کسی علوی کو طاقتور بنانے اور برسرِ حکومت لانے کی کوشش نہیں کی۔ ان میں بعض شخص علم دوست بھی مشہور ہیں اور اُن کے زمانے میں بعض مدارس بھی جاری ہوئے مگر ان سب پر مجوسیت غالب تھی اور انھوں نے حکومتِ عباسیہ کو مٹا کر اپنی قوم و خاندان کی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی۔

ان کے زمانے میں عربی سیادت کے تمام نقوش مٹ گئے ان کے کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے سو برس سے زیادہ عرصہ تک شیعہ سُنیوں کو برسرِ جنگ رکھا اور مذہبِ اسلام میں بعض ایسی شرکیہ مراسم جاری کیں جو آج تک مسلمانوں کے گلے میں طوقِ لعنت بنی ہوئی پڑی ہیں۔ ان کی حکومت کا دائرہ فارس و عراق سے باہر تک نہیں پہنچا۔ خراسان و ماوراءالنہر پر ان کو حکومت کرنی نصیب نہیں ہوئی۔ شام و حجاز بھی ان کے اثر سے پاک رہا۔ ان کی حکمرانی کے سو سوا سو برس بدنظمی۔ لوٹ مار اور فتنہ فساد سے لبریز ہیں لہٰذا خاندان بویہ مسلمانوں کے لئے کوئی مبارک خاندان نہ تھا۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کے رُعب و وقار اور اسلامی سلطنت کی عظمت کو برباد کرنے میں سب سے زیادہ کام کیا اور ایسی کوئی یادگار نہ چھوڑی جس پر آج مسلمان فخر کر سکیں۔ بہرحال ۴۴۸ھ میں اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور اس کی جگہ حکومتِ سلجوقیہ قائم بامراللہ کے عہدِ خلافت میں قائم ہو گئی۔

دولتِ سلجوقیہ کی ابتدا

دولتِ سلجوقیہ کا حال خلفاء عباسیہ کے سلسلہ میں اس طرح بیان نہ ہو گا جیسا کہ دولتِ بنو بویہ کا حال اوپر ہو چکا۔ دولتِ سلجوقیہ کی تاریخ علیحدہ کسی باب میں لکھی جائے گی اس وقت یہ بتا دینا ضروری ہے کہ دولتِ سلجوقیہ کی ابتدا کس طرح ہوئی اس کے بعد سلسلہ خلفاء بنو عباس میں کسی اور خاندانِ حکومت کی تاریخ بیان کرنے کی کبھی ضرورت غالباً پیش نہ آئے گی۔ خاندانِ سامان اور خاندان سبکتگین غزنوی کو بھی ابھی نہیں چھیڑا گیا ہے۔

ترکوں کی قوم سرحدِ چین سے خوارزم۔ تاشقند۔ فرغانہ۔ بخارا۔ سمرقند۔ ترمذ تک آباد

تھی۔ مسلمانوں نے ان لوگوں کو شکستیں دے کران کے سرداروں کو اپنا باج گذار بنا لیا تھا۔ لیکن انھیں کی قوم کے بعض قبائل سرحد چین کے قریب پہاڑوں کے دشوار گذار دروں میں ایسے بھی باقی تھے جو ابھی تک مسلمانوں کی فرماں برداری سے آزاد اور چین وترکستان وغیرہ سے بالکل بے تعلق زندگی بسر کرتے تھے۔ ان لوگوں نے ۳۸۰ھ کے قریب اپنے دروں سے نکل نکل کر ماوراء النہر کے اُن علاقوں پر چھاپے مارنے شروع کئے جو سامانی خاندان کی بربادی کے بعد وہاں کے ترک سرداروں کے قبضے میں تھے۔

ان علاقوں میں اسلام پھیل چکا تھا۔ سب سے بڑا سردار ایلک خان اُس طرف حکمران تھا۔ لُوٹ مار کی چاٹ نے بار بار اُن ترکوں کو جو ابھی تک اسلام سے ناآشنا زندگی بسر کررہے تھے ترکستان وماوراء النہر پر حملہ آور کیا۔ ۴۱۰ھ تک یہ ترک اپنے پہاڑی دروں سے نکل نکل کر آذربائیجان تک پہنچ گئے تھے اور ملک کی عام بدنظمی اور خلافت اسلامیہ کی کمزوری نے اُن کو دور دُور تک پہنچنے اور آباد علاقوں کے لوٹنے کا موقعہ دیا۔

۴۱۸ھ میں ان لُٹیرے ترکوں کا ایک شریف ومعزز قبیلہ جو ابھی تک اپنی جگہ سے نہ ہلا تھا ترکستان کی طرف متوجہ ہوا اور بخارا سے بیس فرسنگ کے فاصلہ پر ایک سبزہ زار میں سرِ رہ گذر مقیم ہوا۔ اس قبیلے کے سردار کا نام سلجوق تھا۔ یہ لوگ اپنے پیش رو ترکوں کی نسبت مہذب اور شریف الطبع تھے ان کے مویشی ان کے ہمراہ تھے۔ ان کی جمعیت کثیر تھی۔ ان کے جسم زیادہ مضبوط اور یہ لوگ شریف ومعزز ہونے کی وجہ سے زیادہ بہادر بھی تھے۔ سلطان محمود غزنوی کے عامل طوس نے محمود غزنوی کو اس نئے قبیلے کے آنے سے اطلاع دی اور لکھا کہ ان لوگوں کا بخارا کے متصل خیمہ زن ہونا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ سلطان محمود غزنوی نے اُس طرف خود توجہ کی اور وہاں پہنچ کر ان ترکوں کے پاس پیام بھیجا کہ اپنا ایک نمائندہ ہمارے دربار میں بھیجو، وہاں سے ارسلان بن سلجوق یا اسرائیل بن سلجوق دربارِ محمودی میں حاضر ہوا۔

محمود غزنوی نے اُس کو بطور یرغمال اور بطور ضمانت امن وامان گرفتار کرکے ہندوستان کے قلعہ کالنجر میں بھیج دیا۔ دوتین سال کے بعد محمود غزنوی فوت ہوگیا اور ترکوں کا یہ قبیلہ اپنے سامنے خراسان کے میدانوں کو سہل الحصول دیکھ کر خراسان میں پھیل گیا۔ جو قبائل ان سے پہلے آکر خراسان میں مصروفِ غارت گری تھے وہ بھی سب آآکر ان میں شامل ہونے شروع ہوگئے۔ محمود غزنوی کے بیٹے مسعود غزنوی نے ان کو روکا ٹوکا اور متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ مگر بالآخر انھوں نے غزنویوں کو خراسان سے

بے دخل کرکے خراسان پر قبضہ کرلیا۔ محمود غزنوی کی اولاد دم بدم کمزور ہوتی گئی اور انھوں نے اس قبیلے یعنی سلجوقیوں سے صلح کرکے خراسان سے دست بردار ہوجانے کو غنیمت سمجھا۔ بویہ کی اولاد آپس کی خانہ جنگی میں مبتلا تھی۔ نیز اُس میں سلجوقیوں کے مقابلہ کی قابلیت و ہمت بھی نہ تھی۔ لہٰذا سلجوقیوں نے حیرت انگیز طور پر ترقی کے مدارج طے کئے۔ بغداد میں چونکہ عباسی خلیفہ موجود تھا اس لئے سلجوقیوں کے دلوں میں اُس کا ادب بہت زیادہ تھا۔

سلجوقی قبیلہ اپنی ملک گیری کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے ہی نواحِ بخارا کے سبدالزاں میں اسلام کو قبول کرچکا تھا اور شیعوں کے اثر سے متاثر نہ ہوا تھا کیونکہ ماوراء النہر اور بخارا وغیرہ میں تمام مسلمان سُنّی مذہب رکھتے تھے اور یہی سلجوقیوں کا مذہب تھا۔ جو لوگ بنو بویہ کے مظالم سے تنگ آچکے تھے انھوں نے بھی سلجوقیوں کو اپنے لئے فرشتۂ رحمت سمجھا۔ سلجوقیوں کے سردار طغرل بیگ نے خراسان آذربائیجان۔ جزیرہ وغیرہ کو اول فتح کرکے اپنی طاقت کو بڑھایا اُس کے بعد جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے بغداد کی طرف متوجہ ہوا۔ اس طرح دیلمیوں کو بے دخل کرکے بغداد میں خود نائب السلطنت کا مرتبہ پایا۔ اور ایک عرصہ دراز تک اُس کے خاندان میں حکومت رہی اور اُس کے جانشین الپ ارسلان سلجوقی نے دریائے ڈینیوب سے دریائے سندھ تک ایک عظیم الشان سلطنت جو ہر طرح نہایت مضبوط و باہیبت تھی قائم کی۔ بہرحال اب ہم کو خلیفہ قائم بامراللہ کے بقیہ حالات کی طرف ملتفت ہونا چاہیے۔

۴۵۱ھ میں سلطان طغرل بیگ کے بھائی چغری بیگ داؤد والیِ خراسان نے غزنوی سلطان سے صلح کی اور اسی سال ابوالفضل بیہقی نے جو سلطان مسعود غزنوی کا میر منشی تھا بعہدِ سلطان ابراہیم غزنوی تاریخ بیہقی تصنیف کی۔ چغری بیگ داؤد کے انتقال پر سُلطان طغرل بیگ نے اپنی بھاوج والدہ سلیمان سے نکاح کرلیا۔ اسی سال یعنی ماہ ذالحجہ ۴۵۱ھ میں سلطانِ طغرل بیگ نے بساسیری کو جب کہ وہ کوفہ میں پہنچ کر قتل و غارت میں مصروف تھا۔ حملہ کرکے گرفتار و قتل کیا اور اُس کا سر کاٹ کر بغداد بھیج دیا جہاں وہ قصرِ خلافت کے دروازہ پر لٹکایا گیا۔

محرم ۴۵۲ھ میں سلطان طغرل بیگ نے بغداد کے انتظام سے فارغ ہوکر واسط کی طرف کوچ کیا وہاں کے انتظام سے فارغ ہوکر ربیع الاول ۴۵۲ھ میں بلادِ جبل و آذربائیجان کی طرف روانہ ہوا۔ ۵ ربیع الثانی ۴۵۲ھ کو ابوالفتح بن احمد اہواز سے

بغداد میں آیا اور خلیفہ نے اُس کو قلمدانِ وزارت عطا کیا چند ہی روز بعد ابو نصر بن جہیر بن مروان کو فخر الدولہ کا خطاب دے کر عہدۂ وزارت دیا گیا اور ابو الفتح معزول ہو کر اہواز چلا گیا۔

۴۵۳ھ میں سلطان طغرل بیگ نے اپنی بیوی یعنی والدۂ سلیمان کے فوت ہونے پر ابو سعد قاضی رے کی معرفت خلیفہ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اپنی بیٹی سیدہ کا نکاح مجھ سے کر دیجئے۔ خلیفہ نے انکار کیا اس کے بعد طغرل بیگ نے اپنے وزیر عمید الملک کندری کو بھیجا۔ عمید الملک نے جمادی الآخر ۴۵۴ھ تک بغداد میں مقیم رہ کر خلیفہ کو آمادہ کرنے کی ہر طرح کوشش کی۔ مگر ناکام رہا اور طغرل بیگ کی خدمت میں واپس گیا۔ طغرل بیگ نے بغداد کے قاضی القضا اور شیخ ابو منصور بن یوسف کے نام عتاب آمیز خطوط روانہ کئے ان لوگوں نے بارگاہِ خلافت میں حاضر ہو کر خلیفہ کو لڑکی کے نکاح کر دینے کی ترغیب دی۔ خلیفہ نے یہ دیکھ کر کہ اب یہ معاملہ طول کھینچے گا اسی کو مناسب سمجھا کہ طغرل بیگ کے ساتھ لڑکی کی شادی کر دی جائے علاوہ ازیں خلیفہ کی بیوی ارسلان خاتون بھی جو طغرل بیگ کی بھتیجی تھی خلیفہ کو آمادہ کر رہی تھی۔ بہر حال خلیفہ قائم بامر اللہ نے طغرل بیگ کی درخواست کو منظور کر لیا اور طغرل بیگ کے وزیر عمید الملک کو شاہزادی سیدہ کے نکاح کا وکیل مقرر کیا اور اس کے پاس اطلاع بھیج دی۔ چنانچہ ماہِ شعبان ۴۵۴ھ میں تبریز کے کیمپ میں خلیفہ کی بیٹی اور طغرل بیگ کا نکاح ہو گیا۔

اس نکاح کے بعد طغرل بیگ نے خلیفہ اور خلیفہ کی بیٹی کے لئے مال و اسباب اور زر و جواہر ہدیتہً بھیجے اور اپنی فوت شدہ بیوی کی تمام جاگیریں سیدہ بنت خلیفہ قائم بامر اللہ کے نام منتقل کر دیں۔ اس کے بعد ماہ محرم ۴۵۵ھ میں سلطان طغرل بیگ ارمینیا سے بغداد کی جانب روانہ ہوا اور شاہزادی کی رخصتی عمل میں آئی۔ طغرل بیگ ماہِ ربیع الاوّل تک بغداد میں رہا۔ اس کے بعد بلاد جبل کی طرف مع اپنی بیوی سیدہ خاتون کے روانہ ہوا جس وقت رے میں پہنچا بیمار ہو گیا اور ۸ رمضان ۴۵۵ھ کو فوت ہو گیا۔

طغرل بیگ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ سلیمان بن داؤد چغری بیگ طغرل کا بھتیجا بھی تھا اور ربیب بھی تھا اُسی کو عمید الملک نے تخت نشین کیا مگر لوگوں نے اُس کی مخالفت کی اور خطبہ میں سلیمان کے بھائی الپ ارسلان بن داؤد چغری بیگ کا نام پڑھا جو خراسان

کا والی اور مَرو میں مقیم تھا۔ الپ ارسلان نے یہ سُن کر مَرو سے رَے پر چڑھائی کی۔۔ عمید الملک نے حاضر ہو کر اظہارِ اطاعت کے بعد بیعت کی۔ مگر الپ ارسلان عمید الملک کی طرف سے اندیشہ مند ہی رہا۔ آخر اُس نے ۴۵۶ھ میں عمید الملک کو قید کر دیا اور اپنے وزیر نظام الملک طوسی کو وزیر اعظم بنایا۔ رَے میں داخل ہو کر الپ ارسلان نے سیدہ بنت خلیفہ کو بڑی احتیاط اور تکریم کے ساتھ بغداد کی جانب روانہ کیا بغداد میں سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

نظام الملک طوسی سلطان الپ ارسلان کی طرف سے ۷ جمادی الاول ۴۵۶ھ کو بغداد میں خلیفہ کی بیعت کے لئے حاضر ہوا۔ خلیفہ نے دربارِ عام کیا۔ نظام الملک کو کرسی پر بٹھایا اور ضیاءُ الدولہ کا خطاب دیا اور سلطان الپ ارسلان کو "الولدالموید" کا خطاب عطا ہوا۔ ۴۶۰ھ میں خلیفہ نے فخر الدولہ بن جہیر کو وزارت سے معزول کیا۔ مگر ماہ صفر ۴۶۱ھ میں دوبارہ قلمدانِ وزارت عطا ہوا۔ ۴۶۲ھ میں محمد بن ابی ہاشم والیِ مکہ نے عبیدی مصری کا نام خطبہ سے نکال کر خلیفہ قائم بامر اللہ اور سلطان الپ ارسلان کا نام خطبہ میں داخل کیا۔ اور اذان سے "حی علیٰ خیر العمل" کو خارج کیا۔ اور اپنے بیٹے کو بطورِ وفد سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں روانہ کیا۔ سلطان نے خوش ہو کر خلعت عطا کیا تیس ہزار دینار بطور انعام دیئے اور دس ہزار سالانہ تنخواہ مقرر فرمائی۔

۴۶۳ھ میں حلب کے اندر بھی خلیفہ قائم بامر اللہ اور سلطان الپ ارسلان کا خطبہ پڑھا گیا۔ ۴۶۳ھ میں قیصر رُوم ارمانوس نے دو لاکھ فوج سے صوبہ خلاط پر حملہ کیا۔ قیصر ارمانوس کے ہمراہ فرانس اور روس کے بادشاہ بھی تھے سُلطان الپ ارسلان نے صرف پندرہ ہزار فوج سے اس دو لاکھ کے لشکرِ عظیم کو شکست دی۔ روس کے بادشاہ کو گرفتار کر کے اُس کے کان اور ناک کاٹ لئے۔ ارمانوس کو گرفتار کر کے اور اطاعت و فرماں برداری کا اقرار لے کر چھوڑ دیا۔ رومیوں کو ایسی عظیم الشان شکست دینے کے بعد سلطان الپ ارسلان نے ۴۶۵ھ میں ماوراء النہر کا قصد کیا۔ دریائے جیحون کا پل باندھا گیا۔ بیس دن میں سلطانی لشکر نے اس پُل کے ذریعہ دریا کو عبور کیا۔ ایک قلعہ دار یوسف خوارزمی مجرمانہ حیثیت سے سلطان کے دربار میں پیش کیا گیا۔ سلطان نے [illegible] اس کو چھوڑ دو میں اس کو تیر کا نشانہ بناؤں گا اتفاقاً تیر خطا گیا۔ یوسف نے دوڑ کر سلطان کے خنجر مارا۔ سلطان زخمی ہوا اتنے میں دربار کے

یوسف کو مار ڈالا مگر سلطان اس زخم کے صدمہ سے ۱۰ ربیع الاول ۴۶۵ھ کو فوت ہوگیا۔ اُس کی لاش مرو میں لا کر دفن کی گئی اُس کا بیٹا ملک شاہ باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ خلیفہ قائم بامر اللہ نے ملک شاہ کے پاس عہد نامہ اور لوائے سلطنت بھیج دیا ۱۵ شعبان ۴۶۷ھ کو خلیفہ قائم بامر اللہ نے فصد کھلوائی اس کے بعد سو گیا۔ اتفاقاً رگِ نشتر زدہ سے پھر خون جاری ہوگیا اور اس قدر خون جسم سے خارج ہوگیا کہ اُمید زیست منقطع ہوگئی۔ اُسی وقت ارا کین سلطنت بلوائے گئے اور خلیفہ قائم بامر اللہ کے پوتے ابو القاسم عبداللہ بن ذخیرۃ الدین محمد بن قائم بامر اللہ کی ولی عہدی کی بیعت لی گئی۔ دوسرے دن خلیفہ کا انتقال ہوا۔ قائم بامر اللہ کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام ذخیرۃ الدین محمد تھا وہ باپ کے سامنے ہی فوت ہوگیا تھا اُس کی وفات کے چھ ماہ بعد اُس کا بیٹا ابو القاسم عبداللہ پیدا ہوا تھا۔ ابو القاسم نے تختِ خلافت پر جلوس کیا اور "مقتدی بامر اللہ" کا لقب اختیار کیا۔ خلیفہ قائم بامر اللہ نے ۴۵ سال خلافت کی۔

مقتدی بامر اللہ

ابو القاسم عبداللہ مقتدی بامر اللہ بن محمد بن قائم بامر اللہ ایک اُم ولد ارغوان نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اُنیس سال تین ماہ کی عمر میں تختِ خلافت پر بیٹھا۔ تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی لہو و لعب اور گانے بجانے کی ممانعت کے احکام جاری کئے۔ اس کے زمانے میں خلافت کے رعب و اقتدار نے ترقی کی۔ یہ خلیفہ نہایت متقی دین دار اور عالی ہمت تھا شعبان ۴۶۷ھ میں تخت نشین ہوا۔ سلطان ملک شاہ کے ایک سردار اتسز بن آبق خوارزمی نے ذیقعدہ ۴۶۸ھ میں دمشق کو فتح کر کے خلیفہ مقتدی اور سلطان ملک شاہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اذانوں سے حی علی خیر العمل کو خارج کیا اور رفتہ رفتہ تمام ملک شام پر قبضہ کر لیا۔ ۴۶۹ھ میں بغداد کے اندر اشاعرہ اور حنابلہ کے درمیان سخت فساد برپا ہوا۔ بہت سے آدمی طرفین سے مجروح و مقتول ہوتے پھر یہ فساد فرو ہوگیا۔ ۴۷۰ھ میں ملک شاہ نے اپنے بھائی تاج الدولہ تتش کو شام کا ملک جاگیر میں دیا اور یہ بھی اجازت دی کہ جس قدر ملک حاکم مصر کے قبضے سے نکال کر اپنے قبضہ میں لاؤ وہ بھی اپنی جاگیر میں

شامل سمجھو۔

۴۷۱ھ میں تاج الدولہ نے حلب کا محاصرہ کیا۔ مصری فوج نے آکر دمشق کا محاصرہ کرلیا۔ اتسز نے محصور ہو کر تتش سے امداد طلب کی وہ حلب سے محاصرہ اٹھا کر دمشق آیا۔ مصری یہ خبر سُن کر بھاگ گئے۔ تاج الدولہ تتش نے اتسز کو اُس کی غفلت کے الزام میں قتل کرادیا۔ ۴۷۶ھ میں خلیفہ مقتدی نے عمید الدولہ بن فخر الدولہ بن جہیر کو وزارت سے معزول کرکے ابو شجاع محمد بن حسن کو وزیر بنایا۔ ملک شاہ نے عمید الدولہ کو طلب کرکے دیار بکر کی حکومت پر مامور کیا۔

شعبان ۴۷۷ھ میں سلیمان بن قتلمش سلجوقی والیِ قونیہ نے انطاکیہ کو رومیوں کے قبضہ سے چھین لیا۔ انطاکیہ ۳۵۸ھ سے رومیوں کے قبضے میں چلا آتا تھا۔ ۴۷۹ھ میں یوسف بن تاشفین والیِ مراقش نے خلیفہ مقتدی کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ جس قدر ملک میرے قبضہ میں ہے اُس کی سند مجھ کو دے کر سلطان کا لقب عطا کیا جائے خلیفہ مقتدی نے اس درخواست کو منظور کرکے اُس کے پاس خلعت و علم روانہ کیا اور امیر المسلمین کا خطاب عطا فرمایا۔ اسی یوسف بن تاشفین نے شہر مراقش کی بنیاد رکھی تھی۔ ماہ ذالحجہ ۴۷۹ھ میں سلطان ملک شاہ پہلی مرتبہ داخلِ بغداد ہوا۔ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خلعت حاصل کیا۔ اگلے روز خلیفہ کے ساتھ چوگان کھیلا۔

وزیر نظام الملک نے اپنے مدرسہ نظامیہ کا معائنہ کیا۔ سلطان ملک شاہ ایک مہینہ بغداد میں رہ کر اصفہان کی طرف روانہ ہوا۔ ۴۸۱ھ میں ابراہیم بن مسعود بن محمود بن سبکتگین غزنوی فوت ہوا اُس کی جگہ جلال الدین مسعود تخت نشین ہوا۔ ۴۸۴ھ میں فرنگیوں نے تمام جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کرلیا یہ جزیرہ سب سے پہلے مسلمانوں نے ۲۱۲ھ میں فتح کیا تھا۔ اس جزیرہ پر اوّل بنو اغلب حکمران رہے پھر عبیدیوں کا قبضہ ہوا۔ عبیدیوں سے فرنگیوں نے چھین لیا۔ اسی سال یعنی ۴۸۴ھ کے ماہ رمضان میں سلطان ملک شاہ دوبارہ واردِ بغداد ہوا۔

مجلسِ مولود

۴۸۵ھ میں ملک شاہ سلجوقی نے بغداد میں مجلسِ مولود بڑی دھوم دھام سے

منعقد کی۔ اسی سال مقام نہاوند میں بماہ رمضان ۴۸۵ھ وزیر نظام الملک طوسی ایک قرمطی کے ہاتھ ستتر برس کی عمر میں مقتول ہوا۔

اسی سال یعنی ۱۵ شوال ۴۸۵ھ کو ملک شاہ سلجوقی نے وفات پائی اور اس کے بعد سلطان ملک شاہ کی بیوی "ترکان خاتون" اور اس کے بیٹے برکیارق میں لڑائیاں شروع ہوگئیں ۴۸۶ھ میں برکیارق لڑائیوں سے فارغ ہوکر بغداد آیا۔ خلیفہ مقتدی نے رکن الدولہ کا خطاب دے کر خلعت نیابت وسلطانی عطا فرمایا۔ کہتے ہیں کہ ملک شاہ کی موت خلیفہ مقتدی کی بددعا کا نتیجہ تھا یعنی ملک شاہ نے خلیفہ سے یہ کہا تھا کہ آپ بغداد چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں تاکہ بغداد کو میں بلا شرکت غیرے اپنا دارالسلطنت بناؤں۔ خلیفہ نے بمشکل آٹھ روز کی مہلت حاصل کی اور رات دن ملک شاہ کے لئے بددعا میں مصروف رہا۔ آٹھ دن پورے نہیں ہونے پائے تھے کہ ملک شاہ فوت ہوا اور خلیفہ اس مصیبت سے بچ گیا۔

۵ محرم ۴۸۷ھ کو خلیفہ مقتدی بامر اللہ نے یکایک وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ ایک پرستار شمس النہار نامی نے اس کو زہر دیا تھا۔ خلیفہ مقتدی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابوالعباس احمد تخت نشین ہوا اور مستظہر باللہ کا لقب اختیار کیا۔

مستظہر باللہ

ابوالعباس احمد مستظہر باللہ بن مقتدی باللہ ماہ شوال ۴۷۰ھ میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کے بعد بعمر سولہ سال تخت نشین ہوا۔ مقتدی کی وفات کے وقت برکیارق بغداد میں موجود تھا اس نے بطیب خاطر مستظہر باللہ کی بیعت کی۔

خلیفہ مقتدی کی وفات کے تیسرے روز مجلس عزا منعقد ہوئی اور سلطان برکیارق معہ اپنے وزیر عزالملک بن نظام الملک اور اس کے بھائی بہاؤالملک کے حاضر دربار خلافت ہوا اور دوسرے ارکین بھی ماتم پرسی کو آئے ۴۸۷ھ میں مستنصر عبیدی والی مصر فوت ہوا اس کا بیٹا مستعلی تخت نشین ہوا۔ ۴۸۸ھ میں احمد خاں والی سمرقند اپنی بد مذہبی کی وجہ سے گرفتار ہوکر مقتول ہوا اور اس کی جگہ اس کا چچیرا بھائی تختِ سلطنت پر بیٹھا۔

اسی سال تتش اور برکیارق میں رے کے قریب جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں برکیارق کے ہاتھ

سے تنتش مارا گیا اور برکیارق کی حکومت کو خوب استحکام حاصل ہو گیا۔ برکیارق کے بھائی محمد نے قوت حاصل کر کے خراسان پر قبضہ کر لیا۔ برکیارق اس کے مقابلہ کو گیا۔ ۴۹۲ھ کو مقام رے جنگ ہوئی برکیارق شکست کھا کر خوزستان چلا گیا محمد بن ملک شاہ نے بغداد میں داخل ہو کر ۵ ذی الحجہ ۴۹۲ھ کو خلیفہ مستظہر باللہ سے غیاث الدنیا والدین" کا خطاب حاصل کیا۔ پھر خراسان کی طرف چلا گیا۔ برکیارق نے خوزستان سے واسط پہنچ کر لشکر جمع کیا اور ۱۵ صفر ۴۹۳ھ کو وارد بغداد ہوا خلیفہ نے مبارک بادی، خلعت عطا کیا اور پھر برکیارق کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اس کے بعد برکیارق نے محمد بن ملک شاہ پر حملہ کیا ہمدان کے قریب نہر ابیض کے کنارے لڑائی ہوئی اور برکیارق کو شکست ہوئی اس کے بعد ۱۵ رجب ۴۹۳ھ کو پھر بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا برکیارق نے شکست پا کر رے میں قیام کیا یہاں سے اصفہان پھر وہاں سے خوزستان گیا۔ وہاں سے فوج فراہم کر کے یکم جمادی الثانی ۴۹۴ھ کو محمد سے پھر جنگ آزمائی کی اس کو شکست دے کر رے میں آیا محمد اپنے حقیقی بھائی سنجر کے پاس جرجان چلا گیا۔ آخر ۱۵ ذیقعدہ ۴۹۴ھ کو برکیارق بغداد میں پہنچا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

غرض سلطان برکیارق اور اس کے بھائی سلطان محمد کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ کبھی بغداد میں ایک کی حکومت ہوتی کبھی دوسرے کی۔ کبھی صلح ہو جاتی اور پھر فوراً ہی لڑائی ہونے لگتی۔ اس مسلسل و پیہم لڑائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام عراق وفارس وجزیرہ وغیرہ ممالک کا امن و امان جاتا رہا اور لوگوں کو اپنی عزتوں اور جانوں کا بچانا دشوار ہو گیا۔ جمادی الاول ۴۹۷ھ میں دونوں بھائیوں کے درمیان ایک صلح نامہ امرائے لشکر کی کوششوں سے مرتب ہوا اور دونوں کے درمیان ملک تقسیم ہو گئے ساتھ ہی یہ شرط بھی دونوں نے منظور کر لی کہ دونوں کے مقبوضہ ممالک میں دونوں کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ اس صلح نامہ کی رو سے بغداد کی حکومت سلطان برکیارق کے پاس رہی۔ اس صلح نامہ کے بعد چند روز برکیارق اصفہان میں مقیم رہا وہاں سے بغداد کی طرف آرہا تھا کہ راستے میں بمقام یزدجرد علیل ہو کر ماہ ربیع الثانی ۴۹۸ھ میں انتقال کیا۔ مرتے وقت اس نے اپنے بیٹے ملک شاہ بن برکیارق کو اپنا ولی عہد اور امیر ایاز کو اس کا اتالیق یعنی اتابک بنایا۔

ملک شاہ کی عمر اس وقت صرف پانچ سال کی تھی۔ برکیارق کے جنازہ کو اصفہان میں لے جا کر دفن کیا گیا۔ امیر ایاز ملک شاہ کو لے کر ۱۵ ربیع الثانی ۴۹۸ھ میں داخل بغداد ہوا خلیفہ نے ملک شاہ کو تمام وہ خطابات جو اس کے دادا ملک شاہ بن الپ ارسلان کو حاصل تھے۔ عطا کئے اور اس کے

نام کا خطبہ بغداد میں پڑھا گیا۔ اس کے بعد سلطان محمد نے موصل پر قبضہ کر کے بغداد کا رُخ کیا۔ ۵۰۱ھ میں داخلِ بغداد ہوا امیر ایاز کو قتل کیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ ۵۰۲ھ میں سلطان محمد نے بغداد میں اپنے لئے ایک قصر تیار کرایا۔ اب سلطان محمد بن ملک شاہ کی حکومت پورے طور پر اپنے آبائی ممالک پر قائم ہو گئی اور فتنہ و فساد دُور ہوئے۔ ماہِ شعبان ۵۱۱ھ میں سلطان محمد بیمار ہوا مرض نے طول کھینچا۔ آخر ذوالحجہ ۵۱۱ھ میں سلطان محمد بن ملک شاہ نے وفات پائی اور اُس کا بیٹا سلطان محمود باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔

خلیفہ نے اُس کی تخت نشینی کو قبول و منظور فرما کر خلعت عطا کیا اور ۵ ارمحرم ۵۱۲ھ کو مسجدوں میں اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد ۵ اربیع الآخر ۵۱۲ھ کو خلیفہ مستظہر باللہ نے چوبیس سال تین مہینے خلافت کرنے کے بعد وفات پائی اور اُس کا بیٹا ابو منصور فضل تخت نشین ہوا اور اپنا لقب مسترشد باللہ رکھا۔

مسترشد باللہ

مسترشد باللہ بن مستظہر باللہ ربیع الاول ۴۸۵ھ میں پیدا ہوا اور بعمر ۲۷ سال اپنے باپ کے بعد ۵۱۲ھ ۵ اربیع الآخر کو تخت نشین ہوا۔ خلیفہ مسترشد کے بھائی امیر ابوالحسن بن مستظہر نے بیعت نہیں کی اور بغداد سے واسط چلا گیا۔ سال بھر کے بعد گرفتار ہو کر آیا اور خلیفہ نے اُس کا قصور معاف کر کے قصرِ خلافت میں ٹھہرایا خلیفہ مسترشد کی تخت نشینی کے دوسرے مہینے مسعود بن سلطان محمد سلجوقی برادرِ سلطان محمود نے جو موصل میں مقیم تھا۔ خروج کیا اور اپنے ساتھ قسیم الدولہ زنگی بن آقسنقر والی سنجار اور ابوالہیجا والیٔ اربل کو بھی ملا یا اور بغداد میں آ کر اپنا عمل دخل بٹھایا۔ ادھر سلطان محمود کا تیسرا بھائی سلطان طغرل بن سلطان محمد اپنے باپ کے زمانے سے زنجان کا حاکم تھا۔ سلطان محمود نے ملک طغرل پر چڑھائی کی ملک طغرل زنجان سے بھاگ گیا۔ سلطان محمود نے زنجان کو لوٹ لیا۔

جب سلطان محمد کا انتقال ہوا اور سلطان محمود تخت نشین ہوا تو اُس وقت سلطان محمد کا بھائی یعنی سلطان محمود کا چچا سنجر ماوراء النہر کا حاکم تھا۔ سلطان سنجر کا لقب پہلے ناصر الدین تھا۔ سلطان محمد کے انتقال کے بعد سلطان سنجر نے ماوراء النہر سے سلطان محمود پر حملہ کیا اور مقام ساوہ پر بماہ جمادی الاول ۵۱۳ھ چچا بھتیجوں کا مقابلہ ہوا سلطان سنجر کے ہمراہ امیر ابوالفضل والیٔ سجستان

خوارزم شاہ محمد۔ امیرانز وا روز علاء الدولہ والی یزد وغیرہ سردار بھی تھے اس معرکہ میں سلطان محمود کو شکست اور سلطان سنجر کو فتح حاصل ہوئی اور اس نے بڑھ کر ہمدان پر قبضہ کیا یہ خبر جب بغداد میں پہنچی تو یہاں سلطان سنجر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

سلطان محمود نے بعد شکست اصفہان میں جاکر دم لیا آخر سلطان سنجر کی ماں یعنی سلطان محمود کی دادی نے کوشش کرکے دونوں میں صلح کرادی۔ شرط یہ قرار پائی کہ سلطان سنجر سلطان محمود کو اپنا ولی عہد تسلیم کرے اور خطبوں میں سنجر کے بعد محمود کا نام لیا جائے چنانچہ اسی شرط کے موافق سلطان سنجر نے ماوراء النہر غزنہ، خراسان وغیرہ اپنے ممالک میں سلطان محمود کی ولی عہدی کے فرامین بھیج دیئے۔ صرف رَے کا علاقہ سلطان سنجر نے سلطان محمود کے مقبوضہ ممالک سے اپنے قبضہ میں لے کر باقی تمام ممالک پر اس کی حکومت کو تسلیم کیا اُدھر سلطان محمود نے اپنے بھائی سلطان مسعود سے صلح کرکے اُس کو موصل و آذر بائیجان کے صوبے دے دیئے اور اس نے موصل کو اپنا مستقر حکومت بنایا۔

۵۱۴ھ میں سلطان مسعود نے اپنی خود مختاری اور سلطان محمود کی مخالفت کا علم بلند کیا۔

۵ ار ربیع الاول ۵۱۴ھ کو دونوں بھائیوں میں لڑائی ہوئی مسعود کو شکست ہوئی اور موصل کے قریب جاکر پہاڑوں میں پناہ لی۔ امراء نے درمیان میں پڑ کر دونوں بھائیوں میں صلح کرادی۔ سلطان محمود ماہ رجب ۵۱۴ھ میں بغداد واپس آگیا۔ اور سلطان مسعود پھر موصل میں حکومت کرنے لگا۔ ۵۱۵ھ میں سلطان محمود نے موصل کی حکومت آقسنقر برسقی کو دی اور مسعود کے پاس آذر بائیجان کا صوبہ رہا...

سلطان طغرل کا ذکر اوپر آچکا ہے وہ سلطان محمود سے شکست کھا کر گنجہ میں چلا آیا تھا ۵۱۶ھ میں سلطان محمود اور سلطان طغرل کے درمیان صلح نامہ لکھا گیا۔ اس کے بعد سلطان محمود نے آقسنقر برسقی کو موصل کے علاوہ واسط کا علاقہ بھی جاگیر میں دے دیا۔ آقسنقر برسقی نے اپنی طرف سے قسیم الدولہ عماد الدین زنگی بن آقسنقر کو واسط کی حکومت پر مامور کیا۔ ۵۱۷ھ میں سلطان محمود نے اپنے وزیر شمس الملک کو قتل کرویا اور شمس الملک کے بھائی نظام الدولہ کو خلیفہ مسترشد نے اپنی وزارت سے معزول کیا۔ ماہ ذالحجہ ۵۱۷ھ میں خلیفہ مسترشد نے خود فوج تیار کرکے دبیس بن صدقہ کی سرکوبی کے لئے بغداد سے کوچ کیا۔ موصل و واسط کی فوجیں بھی خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ مقام مبارکہ میں لڑائی ہوئی اس لڑائی میں عماد الدین زنگی بن آقسنقر والی واسط نے بڑی بہادری اور جان فروشی دکھائی اور خلیفہ نے فتح پائی۔ ۱۰ محرم ۵۱۸ھ کو خلیفہ مظفر و منصور بغداد میں داخل ہوا۔ یہ غالباً پہلی جنگ تھی جو عرصہ دراز کے بعد عباسی خلیفہ کی سپہ سالاری میں ہوئی۔ اس کے بعد معلوم

ہوا کہ دبیس بن صدقہ بصرہ کو لوٹنا چاہتا ہے چنانچہ عماد الدین زنگی بن آقسنقر بصرہ کی حفاظت کے لئے مامور ہو کر روانہ ہوا اور دبیس وہاں سے ناکام و نامراد ہو کر ملک طغرل بن سلطان محمد کے پاس چلا گیا۔ اسی سال یعنی ۵۱۸ھ میں آقسنقر برسقی جو شحنۂ عراق مقرر ہو چکا تھا اور موصل میں رومیوں کے حملوں کے روکنے کی تدابیر میں مصروف تھا، عماد الدین زنگی بن آقسنقر کو بصرہ کی حکومت سے اپنے پاس موصل میں طلب کیا۔ عماد الدین زنگی بصرہ سے روانہ ہو کر موصل تو نہیں گیا بلکہ سلطان محمود کے پاس اصفہان پہنچا۔ سلطان محمود نے وہاں سے اس کو بصرہ کی سند حکومت دے کر بصرہ کی طرف واپس کر دیا۔ دبیس بن صدقہ جب سلطان طغرل کے پاس پہنچا تو اس نے اس کو اپنے مصاحبین میں داخل کر لیا۔

دبیس نے طغرل کو ابھار کر عراق پر چڑھائی کرا دی۔ ۵۱۹ھ میں طغرل نے معہ دبیس مقام دقوقا میں پہنچ کر قیام کیا۔ یہ خبر سن کر خلیفہ مسترشد باللہ نے ۵ صفر ۵۱۹ھ کو فوج لے کر بغداد سے بغرض مقابلہ کوچ کیا۔ نہروان میں مقابلہ ہوا۔ مگر دبیس اور طغرل دونوں خراسان میں سلطان سنجر کے پاس پہنچے۔ رجب ۵۲۰ھ میں یرنقش زکوی کوتوال بغداد سلطان محمود کے پاس اصفہان پہنچا اور کہا کہ خلیفہ مسترشد نے فوجیں مرتب کر لی ہیں سامانِ جنگ بھی کافی فراہم ہے اور مالی حالت بھی خلیفہ کی اچھی ہو گئی ہے اندیشہ ہے کہ خلیفہ قابو سے نہ نکل جائے۔ یہ سن کر سلطان محمود نے فوجیں آراستہ کر کے خود بغداد کی جانب کوچ کیا۔ خلیفہ مسترشد نے جب یہ سنا کہ سلطان محمود بغداد کی جانب آ رہا ہے تو اس کو لکھا کہ تمہارے اس طرف آنے کی ضرورت نہیں ہے تم دبیس وغیرہ کے سرکشوں کی سرکوبی کے لئے واپس جاؤ۔ اس سے سلطان محمود کا شبہ یقین کے درجہ کو پہنچ گیا اور اس نے سمجھا کہ خلیفہ ضرور میرے اثر و اقتدار سے آزاد ہونا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ اور بھی تیزی سے بغداد کی جانب سفر طے کرنے لگا۔ ۱۷ ذوالحجہ ۵۲۰ھ کو سلطان محمود بغداد میں داخل ہوا۔ اور خلیفہ غربی بغداد میں چلا گیا۔ یکم محرم ۵۲۱ھ کو سلطان محمود کے ہمراہیوں نے قصر خلافت کو لوٹا۔ اہل بغداد تیس ہزار کی تعداد میں خلیفہ مسترشد کے پاس جمع ہو گئے۔ دریائے دجلہ کے ساحل پر لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا۔ بہت سی لڑائیوں اور زور آزمائیوں کے بعد خلیفہ اور سلطان میں صلح ہو گئی۔ ربیع الثانی ۵۲۱ھ کو سلطان محمود بغداد سے ہمدان کی جانب روانہ ہوا اور عماد الدین زنگی کو بصرہ کی حکومت سے بلا کر بغداد

کی شحنگی پر مامور کیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ دبیس اور طغرل دونوں سنجر کے پاس خراسان پہنچ گئے تھے انھوں نے سنجر کو خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود کی طرف سے برافروختہ و بدگمان کرنے کی کوشش کی۔ آخر سلطان سنجر خراسان سے فوجیں لے کر رے کی جانب روانہ ہوا۔ رے پہنچ کر سلطان محمود کو ہمدان سے اپنے پاس ملاقات کے لئے بلوایا۔ مدعا اس طلبی سے یہ تھا کہ اگر سلطان محمود مخالف نہیں ہوا ہے تو چلا آئے گا ورنہ انکار کرے گا چنانچہ سلطان محمود اپنے چچا سنجر کے پاس بلاتوقف چلا گیا۔ سنجر نے بڑی عزت کا برتاؤ کیا اور دبیس کی سفارش کر کے محمود کے ساتھ کر دیا۔ محمود دبیس کو ہمراہ لے کر ہمدان واپس آیا اور ۹ محرم ۵۲۳ھ کو مع دبیس بغداد میں داخل ہوا دربار خلافت میں دبیس کو پیش کر کے عفو تقصیر کی سفارش کی۔ خلیفہ نے دبیس کی خطا معاف کر دی۔ سلطان محمود نے بغداد کی شحنگی پر بہروز کو مامور کیا اور عمادالدین زنگی کو موصل کی گورنری پر مامور کر کے بھیج دیا۔ جمادی الثانی ۵۲۳ھ میں سلطان محمود بغداد سے ہمدان کی جانب روانہ ہوا۔ دبیس کو موقعہ مل گیا اس نے بغداد سے روانہ ہو کر حلہ پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ کی مخالفت و بغداد کا علم بلند کیا۔ خلیفہ نے اس کے مقابلہ کو فوج روانہ کی۔ ابھی مقابلہ جاری تھا کہ ذیقعدہ ۵۲۳ھ کو سلطان محمود بھی دبیس کی سرکشی کا حال سن کر بغداد پہنچ گیا۔ دبیس حلہ چھوڑ کر بصرہ کی طرف روانہ ہوا بصرہ کو خوب لوٹ کر پہاڑوں میں جا چھپا۔ اور سلطان محمود ہمدان واپس چلا گیا۔ ۵۲۵ھ میں شوال کے مہینے سلطان محمود نے انتقال کیا اس کی جگہ اس کا بیٹا داؤد تخت نشین ہوا۔ بلاد جبل و آذربائیجان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ماہ ذیقعدہ ۵۲۵ھ میں داؤد نے ہمدان سے زنجان کی جانب کوچ کیا۔ اسی اثناء میں خبر سنی کہ سلطان مسعود نے جرجان سے آکر تبریز پر قبضہ کر لیا ہے۔ داؤد نے فوراً تبریز کی جانب کوچ کیا اور محرم ۵۲۶ھ میں تبریز کا محاصرہ کر لیا چچا بھتیجے میں لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ آخر دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ داؤد تبریز سے ہمدان چلا آیا۔ مسعود نے تبریز سے نکل کر لشکر فراہم کرنا شروع کیا اور جب ایک عظیم الشان لشکر فراہم ہو گیا تو خلیفہ مسترشد کے پاس بغداد میں پیغام بھیجا کہ میرے نام کا خطبہ پڑھوایا جائے خلیفہ نے جواب دیا۔ کہ فی الحال خطبہ میں سلطان سنجر کا نام لیا جاتا ہے تمہارا اور داؤد دونوں کا نام فی الحال نہیں لیا جائے گا۔ اسی عرصہ میں سلجوق شاہ ابن سلطان محمد نے فوج فراہم کر کے بغداد میں

آکر قیام کیا۔ خلیفہ نے اُس کے ساتھ عزت کا برتاؤ کیا۔ اُدھر سلطان مسعود نے عماد الدین زنگی والیٔ موصل کو اپنا ہمدرد و معاون بنا کر اُس سے مدد طلب کی عماد الدین زنگی سلطان مسعود کے پاس پہنچا۔ سلطان مسعود اور عماد الدین زنگی دونوں بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور مقام عباسیہ میں قیام کیا۔ سلجوق شاہ نے مقابلہ کی تیاری کی اور قراجا ساقی کو مقابلہ پر روانہ کیا اُدھر سے عماد الدین زنگی مقابلہ پر آیا۔ ایک خوں ریز جنگ کے بعد زنگی کے لشکر کو شکست ہوئی عماد الدین زنگی شکست کھا کر تکریت کی طرف گیا۔ تکریت میں ان دنوں نجم الدین ایوب (پدر سلطان صلاح الدین) حاکم تھا۔ اُس نے عماد الدین زنگی کے اُترنے کو کشتیاں بھی فراہم کر دیں اور پل بھی بندھوا دیا زنگی نے دریا کو عبور کر کے موصل کا راستہ لیا۔ سلطان مسعود نے خط و کتابت شروع کر کے سلجوق شاہ اور خلیفہ کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ عراق کی حکومت سلطان مسعود کے قبضہ میں رہے اور عراق کی حکومت و سلطنت کے علاوہ خطبہ میں سلطان مسعود کے بعد سلجوق شاہ کا نام لیا جائے۔ اس قرارداد کے موافق سلطان مسعود جمادی الاولیٰ ۵۲۶ھ میں داخل بغداد ہوا اور صلح نامہ لکھا گیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے سلطان طغرل اپنے چچا سلطان سنجر کے ہمراہ ہے۔ وہیں جو پہاڑوں میں جا چھپا تھا وہ بھی سلطان سنجر کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اب ان حالات سے مطلع ہو کر سلطان سنجر معہ طغرل و دبیس رَے کی طرف بڑھا وہاں سے ہمدان کی طرف چلا' ادھر سے مسعود شاہ اور سلجوق شاہ معہ قراجا ساقی سنجر کی روک تھام کے لئے بغداد سے روانہ ہوئے۔ سنجر نے استرآباد سے آگے بڑھ کر مسعود و سلجوق شاہ کا مقابلہ کیا اور دبیس نے بغداد پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کیا۔ ادھر مسعود سلجوق دونوں بھائیوں کو سنجر کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ اُدھر خلیفہ نے خود بغداد سے نکل کر دبیس کا مقابلہ کیا اور اُس کو شکست دے کر بھگا دیا۔ سلطان سنجر نے مسعود و سلجوق کی خطا معاف کر دی اور اُن کو اپنے پاس بلا کر عزت و احترام سے رکھا اور اپنے بھتیجے طغرل کو عراق کی حکومت سپرد کی اور اُس کے نام کا خطبہ جاری کیا اسی اثنا میں یعنی ذالحجہ ۵۲۶ھ میں خبر پہنچی کہ والیِ ماوراء النہر نے علمِ بغاوت بلند کر کے فوجی تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ ملک سنجر کو فوراً خراسان کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ اس زمانے میں سلطان داؤد بن محمود بلاد آذربائیجان کی طرف تھا۔ وہ فوجیں فراہم کر کے ہمدان کی طرف بڑھا۔ ادھر سے طغرل مقابلہ پر پہنچا۔ داؤد کو شکست ہوئی اور وہ شکست کھا کر بغداد کی طرف گیا۔ سلطان مسعود بھی سلطان سنجر سے رخصت ہو کر بغداد کو آیا۔ داؤد مسعود دونوں نے مل کر خلیفہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم کو صوبہ آذربائیجان

پر قبضہ کر لینے کی اجازت ہوئے اجازت ہوئی اور دونوں نے ملک طغرل کے اہل کاروں کو نکال کر آذر بائیجان پر قبضہ کر لیا۔ طغرل مقابلہ پر آیا۔ مگر شکست کھا کر بھاگا سلطان مسعود نے ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ اور سلطان داؤد آذر بائیجان پر متصرف رہا۔ سلطان مسعود کو ہمدان میں معلوم ہوا کہ سلطان داؤد نے آذر بائیجان میں خود مختاری و سرکشی کا اعلان کر دیا ہے۔ اس لئے وہ آذر بائیجان کی طرف روانہ ہوا۔ ملک طغرل نے موقعہ پا کر فوجیں فراہم کیں اور بلاد جبل کو فتح کرنا شروع کیا۔ سلطان مسعود مقابلہ پر آیا۔ طغرل نے مسعود کو ماہِ رمضان ۵۲۸ھ میں شکست دے کر بھگا دیا۔ سلطان مسعود شکست کھا کر بغداد آیا اور طغرل ہمدان میں آکر مقیم ہوا غرض سلجوقیوں کی آپس کی خانہ جنگیوں کا قصہ بہت طویل اور بے مزہ ہے۔ سلطان طغرل فوت ہوا اور سلطان مسعود عراق پر قابض و متصرف ہوا خلیفہ مسترشد اور سلطان مسعود کی اَن بَن ہو گئی۔ خلیفہ مقابلہ کے لئے نکلا دونوں فوجوں نے خوب جدال و قتال کیا۔ خلیفہ کے لشکر نے نمک حرامی کی اور خلیفہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ خلیفہ نے شکست کھائی اور ہمدان کے ایک قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ یہ خبر بغداد میں پہنچی تو اہلِ بغداد میں ماتم برپا ہو گیا۔ انھیں ایام میں متواتر عراق و خراسان میں زلزلے کئی روز تک آتے رہے سلطان سنجر نے اپنے بھتیجے سلطان مسعود کو لکھا کہ تم خود خلیفہ کے پاس جاؤ اور معافی مانگو یہ زلزلوں کا آنا اور لوگوں کا مسجدوں میں نمازوں کے لئے نہ آنا کوئی معمولی بات نہیں ہے امیر المومنین کو نہایت عزت و حرمت کے ساتھ دار الخلافہ بغداد میں پہنچاؤ۔ سلطان مسعود نے سلطان سنجر کے حکم کی تعمیل کی اور خلیفہ کی خدمت میں خود حاضر ہوا۔ جو لشکر سلطان مسعود کے ساتھ تھا اُس میں سترہ آدمی قرامطہ یا باطنی فرقہ کے بھی شامل ہو گئے تھے جن کی سلطان مسعود کو خبر نہ تھی ان باطنیوں نے خلیفہ کے خیمے کے قریب پہنچ کر خلیفہ پر حملہ کیا اور قتل کر ڈالا۔ خلیفہ کے اس طرح قتل ہونے کا حال جب یکایک لوگوں کو معلوم ہوا تو باطنیوں کو گرفتار کیا اور وہ سب کے سب قتل کئے گئے۔ سلطان مسعود کو سخت صدمہ ہوا۔ یہ واقعہ ۱۶ ذیقعدہ ۵۲۹ھ بروز پنجشنبہ وقوع پذیر ہوا۔ یہ خبر جب بغداد میں پہنچی تو اور بھی حشر برپا ہو گیا اور شہر میں بڑا کہرام مچا اور خلیفہ مسترشد کا بیٹا ابو جعفر منصور تختِ خلافت پر بیٹھا اور اُس نے اپنا لقب راشد باللہ مقرر کیا۔

راشد باللہ

راشد باللہ بن مسترشد باللہ ۵۰۲ھ میں ایک اُمّ ولد کے بطن سے پیدا ہوا۔ جب وہ پیدا ہوا تو اس کے پاخانہ کی جگہ نہ تھی طبیبوں نے ایک چاندی کے نشتر سے شگاف دے دیا اور وہ اچھا ہو گیا۔ راشد باللہ بغداد میں تخت نشین ہوا ہے تو سلطان مسعود موجود نہ تھا۔ راشد باللہ کے نام کا خطبہ شہروں میں پڑھا گیا۔ راشد باللہ نے تخت نشین ہونے کے بعد لوگوں سے مال و دولت کے لینے میں کسی قدر ظلم و زیادتی سے کام لیا۔ سلطان مسعود کو لوگوں نے شکایات لکھ کر بھیجیں۔ سلطان مسعود بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان مسعود کے بغداد کی طرف آنے کی خبر سن کر راشد باللہ موصل کی طرف چلا گیا۔ سلطان مسعود نے بغداد میں داخل ہو کر ایک محضر تیار کرایا۔ اس میں بہت سے لوگوں کی شہادت قلم بند کی گئی۔ جنھوں نے بیان کیا تھا کہ راشد نے فلاں فلاں اشخاص پر ظلم کیا۔ زبردستی مال چھینا۔ خون ریزی کی اور شراب بھی پی۔ یہ محضر فقہا و قضاۃ کی خدمت میں پیش کر کے استفتا کیا گیا کہ خلیفہ اگر ایسے حرکات کا مرتکب ہو تو نائب السلطنت کو اُس کی معزولی کا اختیار ہے یا نہیں؟ اس پر قاضی شہر نے فتویٰ لکھ دیا کہ نائب السلطنت ایسے خلیفہ کو معزول کر سکتا ہے۔ چنانچہ سلطان مسعود نے راشد باللہ کے چچا محمد بن مستظہر کو تخت خلافت پر بٹھا کر بیعت کر لی اور راشد کی معزولی کا اعلان کر دیا یہ واقعہ ۶ ذیقعدہ ۵۳۰ھ کا ہے راشد کی خلافت ایک سال رہی۔ محمد بن مستظہر نے تخت خلافت پر بیٹھ کر اپنا لقب مقتفی لامر اللہ تجویز کیا۔ راشد کو جب اپنے معزول ہونے کا حال معلوم ہوا تو وہ موصل سے بلاد آذربائیجان کی طرف چلا گیا اور اپنے لشکریوں کو مال و دولت تقسیم کیا۔ آذربائیجان کے شہروں کو لوٹ مار سے برباد کیا وہاں سے ہمدان آیا یہاں بھی خوب فتنہ و فساد برپا کیا۔ لوگوں کو پکڑ کر سولی چڑھایا قتل کیا علماء کی ڈاڑھیاں منڈوائیں پھر اصفہان پہنچ کر اُس کا محاصرہ کیا۔ اسی اثناء میں بیمار پڑا اور ۱۶ رمضان ۵۳۲ھ کو بعض عجمیوں نے آکر چھریوں سے اُسے قتل کر ڈالا۔ بغداد میں راشد کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو اُس کے ماتم میں ایک دن کے لئے دفاتر بند کئے گئے چادر اور عصا مرتے وقت راشد کے پاس تھے اُس کے قتل ہونے پر یہ دونوں چیزیں مقتفی

کے پاس بغداد پہنچائی گئی تھیں۔

مقتفی لامر اللہ

ابو عبداللہ محمد مقتفی لامر اللہ بن مستظہر باللہ ۱۲؍ ربیع الاول ۴۸۹ھ کو ایک حبشیہ اُمِ ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور ۱۲؍ ذوالحجہ ۵۳۰ھ کو تخت نشینِ خلافت ہوا۔ اس کے بعد سلطان مسعود نے سلطان داؤد کی سرکوبی و تعاقب کے لئے فوج روانہ کی۔ داؤد نے مقام مراغہ میں شکست کھائی اور خوزستان پہنچ کر فوجیں جمع کیں اور تستر کا محاصرہ کر لیا۔ سلجوق شاہ جوان دنوں واسط کا حکمران تھا سلطان مسعود کے حکم سے تستر کو بچانے کے لئے روانہ ہوا مگر داؤد سے شکست کھا کر واپس آیا۔ سلطان مسعود نے اس خیال سے بغداد کو نہ چھوڑا کہ کہیں راشد بغداد پر نہ چڑھ آئے۔ مسعود نے عماد الدین زنگی والی موصل کو لکھا کہ مقتفی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ عماد الدین نے جب مقتفی کے نام کا خطبہ پڑھا اور راشد کا نام خطبہ سے خارج کر دیا تو راشد ناراض ہو کر موصل سے رجب ۵۳۰ھ میں چلا گیا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ فارس میں بعض سرداروں نے راشد کی حمایت کا قصد کر کے راشد کے پاس جانے کا قصد کیا۔ سلطان مسعود نے یہ سن کر بغداد سے کوچ کیا اور ان لوگوں کو شعبان ۵۳۲ھ میں شکست دے کر پریشان و آوارہ کر دیا اور وہاں سے آذربائیجان کا قصد کیا۔ اُدھر داؤد و خوارزم شاہ اور راشد نے مل کر عراق کا قصد کیا۔ سلطان مسعود نے ان کو شکست دی۔ خوارزم شاہ اور داؤد دونوں راشد سے جدا ہو گئے۔ راشد نے اصفہان کا محاصرہ کیا۔ اسی اثنا میں راشد کو چند خراسانی غلاموں نے قتل کر دیا۔ راشد اصفہان کے مقام شہرستان میں مدفون ہوا۔ ادھر سلجوق شاہ نے واسط سے آکر بغداد پر قبضہ کیا بغداد میں بدامنی پیدا ہوئی۔ اہلِ بغداد نے سلجوق شاہ کو شکست دے کر بغداد سے نکال دیا۔ ملک میں ہر طرف طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی اور بدامنی یہاں تک ترقی کر گئی تھی کہ ۵۳۲ھ میں بغداد سے غلافِ کعبہ بھی نہیں بھیجا گیا۔ راستوں کا امن و امان بالکل جاتا رہا۔ ۵۳۳ھ میں سلطان مسعود نے بغداد میں آکر بہت سے ٹیکس جو اہلِ شہر سے وصول کئے جاتے تھے معاف کر دیئے چند سال اسی حالت میں گزرے۔ خاندانِ سلجوق نے متعدد ...

علاوہ دوسرے سرداروں نے بھی اپنی اپنی خود مختاری کی تدبیریں سوچنی شروع کیں۔ سلطان مسعود نے اپنے خاص سرداروں کو جن سے وہ صاف نہ تھا اور جن پر قابو پا سکتا تھا، قتل کرنا شروع کیا۔ کئی سرداروں کو دھوکے سے قتل کرادیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود بہت کمزور ہو گیا۔ بلادِ جبل میں جاکر اس نے اقامت اختیار کی اور بغداد و عراق کو بدامنی کے عالم میں چھوڑ دیا۔ خلیفہ مقتفی نے اس حالت سے فائدہ اٹھانے میں کوتاہی نہیں کی۔ یعنی خلیفہ نے اپنا اثر و اقتدار رفتہ رفتہ قائم کرنا اور اپنی طاقت کو بڑھانا شروع کیا۔ خلیفہ کی طاقت ادھر ترقی کر رہی تھی۔ اُدھر سلطان مسعود اور سلطان سنجر کا اثر بتدریج کم ہو رہا تھا۔ سلطان سنجر نے مسعود کو ملامت آمیز خطوط لکھے اور امیروں کے قتل کرنے اور بغداد کے قیام کو ترک کر دینے کی خرابیاں سمجھائیں۔ آخر ۵۴۴ھ میں سلطان سنجر خود مقام رَے میں آیا یہیں سلطان مسعود بھی اُس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رجب ۵۴۳ھ میں ملک شاہ بن سلطان محمود نے بعض سرداروں کو ہمراہ لے کر بغداد پر چڑھائی کی۔ خلیفہ مقتفی نے شہر کی قلعہ بندی کر کے مدافعت کی اور سلطان مسعود کو طلب کیا۔ مگر سلطان مسعود رَے میں اپنے چچا سنجر کے پاس تھا وہاں سے نہ آسکا۔ ملک شاہ بغداد میں تو داخل نہ ہو سکا مگر نہروان کو خوب لوٹا اور ویران کر دیا۔ اس کے بعد ۱۵ر شوال ۵۴۴ھ کو مسعود واردِ بغداد ہوا۔ پھر ۵۴۵ھ میں ہمدان چلا گیا۔ یکم ماہِ رجب ۵۴۷ھ کو سلطان مسعود نے وفات پائی اس کی جگہ سلطان مسعود کے وزیر خاص بیگ نے ملک شاہ بن سلطان محمود کو تخت نشین کیا مگر سلطان مسعود کے مرنے کے بعد خاندانِ سلجوقیہ کی حکومتِ بغداد سے جاتی رہی اور اس خاندان میں کوئی ایسا شخص نہ رہا جو امارت و سلطنت کے مرتبے کو قائم رکھ سکتا اسی لئے سلطان مسعود کو خاندانِ سلجوقیہ کا خاتم سمجھا جاتا ہے۔ سلطان ملک شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی ایک سردار کو حلہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے حلہ پر قبضہ کر لیا شحنۂ بغداد مسعود جلال نامی نے حلہ جاکر ملک شاہ کے سردار کو قتل کر کے خود حلہ پر خود مختارانہ حکومت شروع کر دی۔ خلیفہ مقتفی نے خود فوج لے کر حلہ پر حملہ کیا اور فتح کر کے اہلِ حلہ سے اپنی اطاعت و فرماں برداری کا اقرار لیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے واسط پر حملہ کر کے اس کو اپنے قبضہ میں لیا اور ذیقعدہ ۵۴۷ھ کو بغداد میں واپس آیا۔ ۵۴۸ھ میں خلیفہ نے اپنے وزیر زادہ اور امیر ترشک دونوں کو تکریت کی فتح کے لئے روانہ کیا ان دونوں

میں ناچاقی ہوئی امیر ترشک نے وزیر زادہ کو اہلِ تکریت کے ہاتھوں میں گرفتار کرادیا اور خود خراسان کی طرف راستے کے شہروں کو لوٹتا ہوا چل دیا۔ ۵۴۹ھ میں خلیفہ مقتفی نے خود تکریت پر چڑھائی کی شہر کو فتح کرلیا مگر قلعہ تکریت فتح نہ ہوا۔ خلیفہ نے بغداد میں واپس آکر اپنے وزیر کو قلعہ شکن منجنیقیں دے کر قلعہ تکریت کے فتح کرنے کو روانہ کیا۔ وزیر نے جا کر محاصرہ ڈالا۔ اُدھر ارسلان بن طغرل بن سلطان محمد نے ایک فوج لے کر وزیر پر حملہ کیا یہ خبر سنتے ہی خلیفہ مقتفی خود بغداد سے روانہ ہوا۔ مقام عقربہ بل پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اٹھارہ دن کی لڑائی کے بعد خلیفہ کے لشکر کا اکثر حصہ فرار ہوا مگر خلیفہ بڑی بہادری کے ساتھ لقبیہ لوگوں کو لئے ہوئے مقابلہ کرتا رہا حتی کہ خلیفہ کو فتح حاصل ہوئی ارسلان بن طغرل اور اُس کے ہمراہی سردار سب میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یکم شعبان ۵۴۹ھ کو خلیفہ بغداد واپس آیا۔ ۵۵۰ھ میں خلیفہ مقتفی نے دقوقا پر فوج کشی کی مگر چند روزہ محاصرہ کے بعد بغداد واپس آیا۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ۴۹۰ھ میں سلطان برکیارق نے سلطان سنجر کو خوزستان کی حکومت سپرد کی تھی جب سلطان محمد اور سلطان برکیارق میں مخالفت اور لڑائی ہوئی تو سلطان محمد نے اپنے حقیقی بھائی سنجر کو خراسان کی حکومت سپرد کر دی تھی۔ اُسی وقت سے سلطان سنجر کے قبضے میں خراسان کا مُلک برابر رہا اور اُس کو سلطان محمد کے بیٹے سلطان العراق کے نام سے یاد کرتے رہے۔ ۵۳۶ھ میں ترکوں کے ایک گروہ نے جو ترکانِ خطا کے نام سے موسوم تھا ماوراء النہر کے علاقہ کو خوانین ترکستان سے چھین لیا۔ سلطان سنجر نے اس گروہِ خطا کو ماوراء النہر سے نکالنے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا اور بہت سے کار آزمودہ سردار اس لڑائی میں مقتول ہوئے۔ سلطان سنجر کے کمزور ہو جانے کے سبب اُس کے ماتحت حکمرانوں نے زور پکڑا اور اسی سلسلہ میں خوارزم شاہ بھی خود مختار ہو گیا۔ ماوراء النہر میں جو ترک رہتے تھے اور ترکانِ غز کہلاتے تھے انہوں نے خراسان میں آکر لوٹ مار اور بدامنی پھیلادی۔ ۵۴۸ھ میں ان ترکوں اور سلطان سنجر کے درمیان لڑائی ہوئی جس میں سلطان سنجر کو شکست ہوئی اور گرفتار ہو گیا۔ ان فاتحین نے سلطان سنجر کو قید کر کے اپنے ساتھ رکھا اور خراسان کے شہروں کو لوٹتے ہوئے پھرنے لگے اور ماوراء النہر میں ترکانِ خطا کو بھی شکستیں دینے لگے۔ ترکانِ غز نے سلطان سنجر کو قید کر کے ایک سائیس کی برابر اُس کی تنخواہ مقرر

کی تھی اور لطف یہ کہ تمام بلادِ خراسان میں خطبہ سلطان سنجر ہی کے نام کا جاری رکھا تھا۔ ۵۵۱ھ میں سلطان سنجر قید سے نکل بھاگا اور ۵۵۲ھ میں بحالتِ ناکامی فوت ہوا۔ اس کے بعد خوارزم شاہ اور اُس کی اولاد نے تمام خراسان پر قبضہ کر لیا اور اصفہان ورے کے صوبوں اور آل سبکتگین کے زیرِ اثر صوبوں پر بھی متصرف ہو گئے اور چنگیز خان کے خروج تک قابض رہے۔ غرضکہ خلیفہ مقتفی لامر اللہ کے عہد میں دولتِ خوارزم شاہیہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ ۵۴۹ھ میں خلیفہ مقتفی نے نورالدین محمود بن عمادالدین زنگی والیِ حلب کو مصر کی طرف جانے کا حکم دیا کہ وہاں علبیدی حاکم مصر کے پُرانا نااہل کاموں میں دخیل ہو۔ اسی سال نورالدین محمود کو ملک العادل کا خطاب دیا۔

سلیمان شاہ بن سلطان محمد اپنے چچا سنجر کے پاس رہتا تھا اُسی کو سلطان سنجر نے اپنا ولی عہد بھی بنایا تھا۔ جب سلطان سنجر کو ترکوں نے گرفتار کر لیا تو سلیمان شاہ اُس کے بقیہ لشکر کی سرداری کرنے لگا اور خراسان میں اپنے لئے کوئی مامن نہ دیکھ کر بغداد چلا آیا۔ ماہِ محرم ۵۵۱ھ میں خلیفہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ خلیفہ کی بیعت کی اور نائب السلطنت مقرر ہوا۔ اُس کے نام کا خطبہ بغداد میں پڑھا گیا۔ ماہِ ربیع الاول ۵۵۱ھ میں سلیمان شاہ بغداد سے بلادِ جبل کی طرف روانہ ہوا۔ ماہِ ذالحجہ ۵۵۱ھ میں سلطان محمود نے والی موصل اور دوسرے سرداروں کو اپنے ساتھ شامل کر کے بغداد پر چڑھائی کی اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ لشکرِ موصل قطب الدین کو اُس کے بڑے بھائی نورالدین زنگی نے ملامتانہ خط لکھا کہ تم کو محاصرہ بغداد میں شریک نہیں ہونا چاہئے تھا اس لئے قطب الدین زنگی خلیفہ کے خلاف جنگ کرنے سے جی چرا رہا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ربیع الاول ۵۵۲ھ میں سلطان محمد محاصرہ اُٹھا کر ہمدان کی طرف چلا گیا اور قطب الدین نے موصل کی طرف کوچ کیا۔ سلطان محمد بن محمود بن ملک شاہ محاصرۂ بغداد کے بعد بعارضہ سل بیمار ہو کر ہمدان میں مقیم رہا اور ماہِ ذالحجہ ۵۵۴ھ میں بمقام ہمدان فوت ہوا۔ اس کے بعد سلجوقی شہزادوں میں تخت نشینی کے متعلق اختلاف رہا۔ آخر سلطان محمد کے چچا سلیمان شاہ کو جو ان کل موصل میں قطب الدین زنگی کی حراست میں تھا طلب کر کے تخت نشین کیا گیا۔ اس کے بعد سلیمان شاہ کو سلجوقی شہزادوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ آخر اس کی حکومت قائم ہو گئی۔ مگر سلیمان شاہ کے ایک سردار شرف الدین نے اُس کو اور اس کے وزیر کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اس کے بعد شرف الدین نے ارسلان شاہ

بن طغرل کے تخت نشین کرنے کی تجویز کی اور اُس کے اتابک ایلدکز کو لکھا کہ اپنے ہمراہ ارسلان شاہ کو لے آو چنانچہ ایلدکز معہ فوج ہمدان آپہنچا اور ارسلان شاہ کے نام کا خطبہ ہمدان میں پڑھوایا۔ ایلدکز سلطان مسعود کے غلاموں میں سے تھا اُس نے سلطان طغرل کی وفات کے بعد اُس کی بیوی یعنی ارسلان شاہ کی ماں سے نکاح کرلیا تھا۔ اب ارسلان شاہ کی تخت نشینی کی رسم ادا ہونے کے بعد وہی اتابک اعظم مقرر ہوا۔ اور بغداد میں خلیفہ کے پاس درخواست بھیجی کہ ارسلان شاہ کے نام کا خطبہ بغداد میں پڑھوایا جائے۔ خلیفہ نے ایلچی کو بے عزت کرکے نکلوادیا۔ خلیفہ کے وزیر نے محمود بن ملک شاہ بن محمود کے نام کا خطبہ جاری کرنے کی تحریک کی اس زمانے میں محمود بن ملک شاہ بن محمود کو جو لوعمر لڑکا تھا اُس کے باپ کے مصاحب فارس کی طرف لے کر گئے تھے۔ وہاں فارس کے حاکم زنگی بن وکلا سنقری نے ان لوگوں سے محمود کو چھین کر قلعہ اصطخر میں نظر بند کردیا تھا۔ خلیفہ کے وزیر عون الدین ابوالمظفر یحییٰ بن ہبیرہ نے زنگی بن وکلا حاکم فارس کو لکھا کہ تم محمود کو آزاد کرکے اُس کے ہاتھ پر بیعت کرکے اُس کے نام کا خطبہ اپنے بلاد مقبوضہ میں جاری کردو چنانچہ زنگی نے اُس کی تعمیل کی اُدھر ایلدکز نے زنگی کو لکھا کہ تم ارسلان شاہ کی بیعت سلطنت کرو۔ زنگی نے انکاری جواب دیا اور فوجیں فراہم کیں ایلدکز نے فارس پر فوجیں روانہ کیں۔ لڑائیاں ہوئیں مگر کوئی اہم نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں خلیفہ مقتفی لامراللہ نے ۲۴ برس ۳ مہینے خلافت کرکے وفات پائی۔ اور اُس کے بیٹے ابوالمظفر یوسف نے مستنجد باللہ کے لقب سے تخت خلافت پر جلوس کیا۔

مقتفی لامراللہ نے اپنے آپ کو سلجوقی سلطانوں کے اقتدار سے آزاد کرکے عراق و بغداد پر آزادانہ حکومت کی اسی لیے وہ خلفاء عباسیہ کے آخری کمزور خلفاء میں ایک نامور اور طاقتور خلیفہ شمار ہوتا ہے۔

دیلمیہ و سلجوقیہ

دیلمی یعنی بنی بویہ نے طاقت حاصل کرکے خاندان عباسیہ کے خلفاء کی عزت کو برباد کیا اور اپنے عہد حکمرانی میں خلافت عباسیہ کو سخت نقصان پہنچایا۔ ان لوگوں کے زمانے میں آئے دن شیعہ سنیوں کے جھگڑے فتنے برپا رہے اور سلطانوں کی طاقت دم بدم کمزور ہوتی رہی۔ ان کے بعد جب سلجوقیوں نے ان کی جگہ لی اور وہ برسراقتدار آئے تو خلافت

اور خلفا کی عزت و تعظیم نے ترقی کی۔ سلجوقیوں نے خاندانِ عباسیہ کے ساتھ عقیدت مندی کا برتاؤ کیا۔ سلجوقیوں کی طاقت بنی بویہ سے بدرجہا زیادہ تھی۔ سلجوقی سلطانوں نے بحیثیت مجموعی خلیفہ سے غداری و بے وفائی کا برتاؤ نہیں کیا۔ سلجوقیوں کے زمانے میں سلمانوں کی ضائع شدہ طاقت و عظمت پھر واپس آئی۔ سلجوقیوں میں قابلیتِ ملک گیری و ملک داری بنو بویہ کی نسبت بہت زیادہ تھی۔ اسی نسبت سے ان میں دین داری اور مذہبیت بھی زیادہ تھی۔ آخر زمانے میں آپس کی نا اتفاقی اور خانہ جنگی نے دولتِ سلجوقیہ کا خاتمہ کر دیا اور یہ وہ مرض ہے جس سے دنیا میں کوئی خاندان محفوظ نہیں نظر آتا۔ بہرحال خلیفہ مقتفی کے زمانے میں سلجوقیوں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اگرچہ سلجوقی سردار اس کے بعد عرصہ دراز تک چھوٹے چھوٹے قطعاتِ ملک پر حکمران نظر آتے رہے مگر نائب السلطنت اور سرپرست ہونے کی حیثیت سے وہ اپنا دور ختم کر چکے۔

مستنجد باللہ

مستنجد باللہ بن مقتفی لامر اللہ ماہ ربیع الثانی ۵۱۸ھ میں ایک گرجستانی اُم ولد موسومہ طاؤس کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ ۵۴۷ھ میں ولی عہد بنایا گیا اور اپنے باپ کی وفات کے بعد ربیع الاول ۵۵۵ھ میں تختِ خلافت پر بیٹھا۔ ۵۵۶ھ میں ترکمانوں، کردوں اور عربوں نے یکے بعد دیگرے بغاوت کی اور خلیفہ مستنجد نے ان بغاوتوں کو فرو کیا۔ مقام حلہ میں قبیلۂ بنی اسد کی آبادی زیادہ تھی۔ ان لوگوں سے سرکشی کے آثار نمایاں ہوئے اور ۵۵۸ھ میں خلیفہ نے تمام بنی اسد کے خلاف فوجیں روانہ کر کے اُن کو عراق سے نکال دیا۔ ۵۵۹ھ میں واسط کے اندر بغاوت ہوئی یہ بغاوت بھی فوجی قوت کی نمائش سے فرو کر دی گئی۔ ۵۶۰ھ میں خلیفہ کے وزیر عون الدین نے وفات پائی۔ ۵۶۲ھ میں مصر کے آخری عبیدی حاکم عاضد الدین اللہ کے وزیر شاور پر ابن سوار نامی ایک شخص نے غالب ہو کر اُس کو مصر سے نکال دیا۔ شاور مصر سے ملک العادل نورالدین زنگی کے پاس آیا۔ نورالدین زنگی سلاطینِ سلجوقیہ کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔ اس کے باپ عماد الدین زنگی کا اوپر ذکر آ چکا ہے نورالدین محمود زنگی نے حلب و شام وغیرہ ممالک پر قبضہ کر رکھا تھا اور خلیفہ بغداد کا فرماں بردار تھا۔ نورالدین محمود کے سرداروں میں نجم الدین ایوب (جس کا ذکر اوپر بھی آ چکا ہے) اور اُس کا بیٹا صلاح الدین یوسف بن نجم الدین ایوب اور نجم الدین ایوب کا بھائی اسد الدین شیر کوہ

معزز اور اعلیٰ عہدوں پر مامور تھے۔ ملک العادل نورالدین محمود نے امیر اسدالدین شیرکوہ کو دو ہزار سواروں کے ساتھ مصر کی طرف روانہ کیا۔ شیرکوہ نے ابن سوار کا کام تمام کیا مگر شاور نے اُن وعدوں کو جو دربار نورالدین میں کر کے آیا تھا پورا نہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ فرانسیسی سواحل شام و مصر پر حملے کیا کرتے تھے اور ساحلی مقامات پر قابض ہو گئے تھے۔ شیرکوہ سے فرمائش کی گئی کہ ان عیسائیوں کو بھی ملک سے خارج کرو۔ شیرکوہ اور اُس کے بھتیجے صلاح الدین نے فرنگیوں کو کئی مہینے کی لڑائیوں کے بعد مصر سے نکال دیا اور خود شام کی طرف چلا آیا ۵۶۴ھ میں فرانسیسیوں نے پھر مصر پر حملہ کیا۔ عاضد الدین اللہ نے پھر ملک العادل سلطان نورالدین محمود زنگی کی خدمت میں امداد و اعانت کی درخواست کی۔ نورالدین نے پھر شیرکوہ کو معہ صلاح الدین مصر کی جانب روانہ کیا فرانسیسی شیرکوہ کے آنے کی خبر سنتے ہی بھاگ گئے اور عاضد الدین اللہ نے شیرکوہ کو اپنا وزیر بنا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ شاور نے علمِ بغاوت بلند کیا۔ شیرکوہ نے فوراً اُس کا کام تمام کر دیا اور اطمینان سے خدماتِ وزارت انجام دینے لگا۔ سال بھر کے بعد ۵۶۵ھ میں شیرکوہ کا مصر میں انتقال ہو گیا۔ تو حاکم مصر عاضد الدین اللہ عبیدی نے شیرکوہ کے بھتیجے سلطان صلاح الدین یوسف کو وزارت کا عہدہ دیا۔ شیرکوہ اور صلاح الدین دونوں اپنے پرانے آقا سلطان نورالدین محمود کے بھی وفادار تھے۔ اس طرح شام اور مصر دونوں ملکوں کی اسلامی طاقت متحدہ طور پر عیسائیوں کے حملوں کی مدافعت پر متوجہ رہی۔ ادھر خلیفہ مستنجد باللہ کو بھی عراق کی تمام بغاوتوں کے فرو کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی اور خلیفہ کا اقتدار و رُعب پورے طور پر قائم ہو گیا۔ ملک العادل نورالدین زنگی خلیفہ مستنجد کا وفادار اور مستنجد کے ہر ایک حکم کی تعمیل کو تیار تھا۔ لہٰذا یہ زمانہ امن و امان اور عراق و شام و مصر کے مسلمانوں کے لئے اطمینان کا زمانہ تھا۔ ۹ ربیع الثانی ۵۶۶ھ میں خلیفہ مستنجد باللہ نے بیمار ہو کر وفات پائی۔ اسی خلیفہ کے عہدِ خلافت میں حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ مستنجد کے بعد لوگوں نے اُس کے بیٹے ابو محمد حسن کو تختِ خلافت پر بٹھا کر مستضئ بامراللہ کا لقب دیا۔

مستضئ بامراللہ

مستضئ بامراللہ بن مستنجد باللہ ۵۳۶ھ میں ایک ارمنی اُمِّ ولد کے بطن سے پیدا ہوا اس

نے تخت نشین ہوتے ہی عدل و انصاف قائم کیا۔ رعایا کے تمام ٹیکس معاف کر دیئے۔ اس کی تخت نشینی کے پہلے ہی سال میں مصر کے اندر عبیدیوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے صلاح الدین یوسف عبیدیوں کے آخری حاکم عاضد الدین لله کا وزیر اعظم ہو گیا تھا۔ صلاح الدین نے مصر کی بدامنی کو رفع کر کے ہر قسم کا انتظام کیا اور پورے طور پر ہر ایک محکمہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر حکومت کرنے لگا۔ نورالدین محمود زنگی فرماں روائے شام نے ۵۶۶ھ کے آخری ایام میں سلطان صلاح الدین کو لکھا کہ مصر میں خلیفہ مستضئی باللہ عباسی کے نام کا خطبہ جاری کرو۔ صلاح الدین یوسف اپنے آپ کو سلطان نورالدین کا نائب سمجھتا تھا اس نے اس حکم کی تعمیل ڈرتے ہی ڈرتے کی اور محرم ۵۶۷ھ کی ابتدائی تاریخوں میں یوم عاشورا سے پہلے جو جمعہ آیا اس جمعہ میں خلیفہ مستضئی بامر اللہ کے نام کا خطبہ پڑھا مگر مصر میں کسی نے اس کی مخالفت نہ کی اور خطبہ جمعہ میں خلیفہ مستضئی کے نام کو بہ نظر استحسان دیکھا گیا۔ ۱۰ محرم ۵۶۷ھ کو عاضد الدین اللہ فوت ہو گیا اور اگلے جمعہ کو تمام بلادِ مصر میں خلیفہ بغداد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس کی اطلاع سلطان صلاح الدین نے سلطان نورالدین کو دی اور سلطان نورالدین نے خلیفہ مستضئی کے پاس بغداد میں یہ خوش خبری بھیجی جب یہ خبر بغداد میں پہنچی تو خلیفہ نے خوشی کی نوبت بجوائی اور تمام بغداد میں چراغاں کیا گیا۔ خلیفہ نے اپنے خادم خاص صندل نامی کو جو خلیفہ کی محل سرائے کا داروغہ بھی تھا۔ نورالدین کے پاس بھیجا اور اس کے ہاتھ نورالدین و صلاح الدین کے لئے خلعت روانہ کئے اور سیاہ پھریرے بھیجے۔ صندل کے پہنچنے پر نورالدین نے بھی بڑی خوشی کا اظہار کیا اور صلاح الدین کے پاس خلیفہ کا خلعت روانہ کیا۔ مصر سے دولت عبیدیہ مستاصل ہو گئی اور دولت ایوبیہ مصر میں قائم ہوئی نورالدین کے قبضہ میں شام و جزیرہ و موصل کا تمام علاقہ تھا۔ اب خلیفہ نے اس کے پاس مصر، شام، جزیرہ، موصل، دیار بکر، خلاط، بلادِ روم سوادِ عراق کی سند حکومت لکھ کر بھیج دی اور اس کو ان ممالک میں اپنا نائب السلطنت بنا کر سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ نورالدین کی طرف سے صلاح الدین مصر کا حاکم اور بادشاہ رہا۔ جس طرح صلاح الدین نورالدین کا فرماں بردار تھا۔ اسی طرح نورالدین خلیفہ بغداد کا فرمان پذیر رہا۔ اب خلیفہ مستضئی سے تمام بادشاہ ڈرنے لگے اور دور دور تک اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ کسی کو خلیفہ کی مخالفت کی جرأت نہ رہی خلیفہ نے قطب الدین

قائماز کو سپہ سالار افواج بنایا تھا سنہ ۵۵۰ھ میں قائماز نے خلیفہ کے خلاف بغداد میں سرکشی کا اظہار کیا۔ خلیفہ نے قصر خلافت میں محصور ہوکر اور چھت پر چڑھ کر بلند آواز سے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ قطب الدین قائماز کا مال و اسباب تمہارے لیے معاف ہے یہ سنتے ہی لوگ اُس کے گھر پر ٹوٹ پڑے اور ذرا سی دیر میں سب کچھ لوٹ لیا۔ قائماز بغداد سے فرار ہوکر حلہ پر پہنچا وہاں سے موصل کی طرف جاتا تھا کہ راستہ میں مرگیا ۵۷۰ھ خلیفہ مستضئ کا وزیر عضد الدین ابوالفرج محمد بن عبداللہ حج کے ارادے سے ایک بڑے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا راستے میں ایک قرمطی نے دھوکے سے اُس کو قتل کردیا اس کے بعد خلیفہ نے ابو منصور ظہیر الدین بن نصر معروف بہ ابن عطار کو قلمدانِ وزارت عطا کیا۔ ماہ ذیقعدہ ۵۷۵ھ میں خلیفہ مستضئ بامر اللہ ساڑھے نو برس خلافت کرنے کے بعد فوت ہوا۔ وزیر ظہیر الدین بن عطار نے اُس کے بیٹے ابوالعباس احمد کو تختِ خلافت پر بٹھایا اُس نے ناصر الدین اللہ کا لقب اختیار کیا۔

ناصر الدین اللہ

ناصر الدین اللہ بن مستضئ بامر اللہ ۱۰ رجب ۵۵۳ھ ایک ترکی اُمِ ولد موسومہ زمرد کے بطن سے پیدا ہوا اور ذیقعدہ ۵۷۵ھ میں اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ بہت ذی ہوش دور اندیش اور چوکس رہنے والا خلیفہ تھا۔ تخت نشین ہوتے ہی ممالکِ محروسہ اسلامیہ میں قاصد روانہ کیے گئے کہ خلیفہ کی بیعت اُمراسے لیں۔ اُس زمانہ میں ہمدان، اصفہان اور رے میں بہلوان بن ایلدگز حکومت کر رہا تھا اُس کے پاس بیعت لینے کے لیے شیخ الشیوخ صدر الدین روانہ کیے گئے تھے۔ بہلوان نے اوّل بیعت کرنے سے انکار کیا مگر جب خود اُسی کے سرداروں نے دھمکی دی کہ اگر آپ خلیفہ کی بیعت نہ کریں گے تو ہم منحرف ہو جائیں گے تو بہلوان نے بیعت کرلی۔ ایلدگز اتابک ۵۶۸ھ میں بمقام ہمدان فوت ہوگیا تھا۔ ایلدگز جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے ارسلان شاہ بن سلطان طغرل کا اتالیق و نگران تھا ایلدگز نے ارسلان شاہ کی ماں سے چونکہ شادی کرلی تھی۔ اس لیے ارسلان شاہ ایلدگز کا ربیب یعنی سوتیلا بیٹا تھا ایلدگز کی وفات کے بعد ارسلان شاہ کا اتالیق ایلدگز کا بیٹا بہلوان ہوا۔

۵۷۳ھ میں ارسلان شاہ بھی فوت ہوا تو بہلوان نے ارسلان کے بیٹے طغرل بن ارسلان بن طغرل کو اُس کا جانشین کیا اور خود بلاد مذکورہ کی حکومت کرتا رہا۔ ۵۸۲ھ میں جب بہلوان بن ایلدکز نے وفات پائی ہے تو ہمدان۔ رے، اصفہان، آذربائیجان اور ارانیہ کے علاقے اُس کے زیر حکومت تھے اور طغرل بن ارسلان اس کی کفالت میں تھا۔ بہلوان کے مرنے پر اُس کا بھائی عثمان معروف بہ قزل ارسلان بن ایلدکز اُس کا قائم مقام ہوا طغرل بن ارسلان چند روز تو قزل ارسلان کی کفالت و نگرانی میں رہا۔ پھر اُس سے علیحدہ ہو کر اُمرا کو اپنے ساتھ ملا کر بعض شہروں پر قابض ہو گیا۔ چنانچہ قزل ارسلان اور طغرل میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ رفتہ رفتہ طغرل کی قوت بڑھتی گئی اور قزل ارسلان کمزور ہوتا گیا۔ قزل رسلان نے دربارِ خلافت میں عرضی بھیجی اور اطاعت و فرماں برداری کا اقرار کر کے طغرل کی طاقت کے بڑھتے جانے سے دربارِ خلافت کے لئے بھی اندیشہ پیدا ہو جانے کے امکان کا اظہار کیا۔ خلیفہ ناصرالدین اللہ نے سلاطینِ سلجوقیہ کے محلوں کو جو بغداد میں بنے ہوئے تھے مسمار و منہدم کرا دیا اور ابو المظفر عبیداللہ بن یونس کو قزل ارسلان کی مدد کے لئے مع لشکر روانہ کیا۔ عبیداللہ ابھی قزل ارسلان تک نہیں پہنچنے پایا تھا کہ ۱۸ ربیع الاول ۵۸۴ھ کو بمقام ہمدان طغرل سے مقابلہ ہو گیا۔ سخت لڑائی ہوئی طغرل نے فتح پائی اور عبیداللہ گرفتار ہو گیا بقیہ لشکر نے بغداد آ کر دم لیا۔ مگر اس کے بعد قزل ارسلان اور طغرل کی لڑائی ہوئی تو قزل ارسلان نے طغرل کے لشکر کو شکست دے کر طغرل کو گرفتار کر لیا اور ایک قلعہ میں نظربند کر دیا۔ اس کے بعد قزل ارسلان ہمدان، رے، اصفہان وغیرہ کل صوبوں پر استقلال کے ساتھ حکومت کرنے لگا اور اپنے نام کا سکہ خطبہ جاری کیا۔ ۵۸۷ھ میں طغرل بحالتِ قید قتل کر دیا گیا اور دولت سلجوقیہ کا خاتمہ ہو گیا جس سے حکومت و سلطنت کو طغرل بیگ نے قائم کیا تھا اُس کا خاتمہ بھی اسی نام کے سلطان یعنی طغرل بیگ پر ہوا۔

۵۸۵ھ میں امیر عیسیٰ والی تکریت فوت ہوا تو اُس کے بھائیوں نے تکریت پر قبضہ کیا۔ خلیفہ ناصر نے ایک فوج بھیج کر تکریت پر اپنا قبضہ کیا اور امیر عیسیٰ کے بھائیوں کو جاگیریں دے دیں۔ ۵۸۶ھ میں اسی طرح شرعانہ پر قبضہ کیا اور وہاں کے امیروں کو جاگیریں دیں۔ اس کے بعد ۵۹۱ھ میں خلیفہ ناصر نے خوزستان کی طرف فوجیں بھیج کر اُس ملک پر بھی قبضہ کیا اور اپنی طرف سے تاش تکین مجیر الدین کو خوزستان کی حکومت پر مامور کیا۔ ان

ایام میں رے پر قتلغ بن بہلوان بن ایلدگز حکومت کر رہا تھا۔خوارزم شاہ نے قتلغ کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اور اس علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ موید الدین ابو عبداللہ محمد بن علی جس نے خوزستان کو خلیفہ کے حکم کے موافق فتح کر کے طاش تگین کے سپرد کر دیا تھا اپنی فوج لئے ہوئے روانہ ہوئے کو تھا کہ قتلغ بن بہلوان اُس کے پاس پہنچا اور رے کی طرف فوج کشی کرنے کی ترغیب دی۔ موید الدین قتلغ کے ہمراہ ہمدان کی طرف گیا۔ جہاں خوارزم شاہ کا بیٹا لشکر لئے ہوئے پڑا تھا وہ موید الدین کی خبر سُن کر رے کی جانب چلا گیا اور موید الدین نے ہمدان پر بآسانی قبضہ کر لیا ہمدان سے رے کی طرف روانہ ہوا ابنِ خوارزم رے کو چھوڑ کر چل دیا۔ موید الدین نے رے پر بھی قبضہ کر لیا اور رفتہ رفتہ اُس تمام علاقے پر قابض ہو گیا جو قتلغ کے قبضہ میں پہلے تھا خوارزم شاہ نے اوّل ایک ایلچی موید الدین کے پاس بھیجا اور کہا کہ اس مُلک سے اپنا قبضہ اٹھا لو۔ مگر موید الدین نے کہا کہ یہ ملک خلیفہ ناصر الدین اللہ کی فوج نے فتح کیا ہے۔ ہرگز واپس نہ ہو گا۔ خوارزم شاہ نے ایک زبردست فوج لے کر ہمدان پر حملہ کیا اسی اثنار میں بہ ماہِ شعبان ۵۹۲ھ موید الدین کا انتقال ہو گیا مگر اُس کی فوج نے خوارزم شاہ کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا آخر بغداد کی فوج کو افسر کے نہ ہونے کی وجہ سے شکست ہوئی اور خوارزم شاہ نے ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد خوارزم شاہ اصفہان پہنچا اُس کو بھی اپنے قبضے میں لا کر اپنے بیٹے کی نگرانی میں دیا اور ایک زبردست فوج حفاظت کے لئے وہاں چھوڑی اس کے بعد خلیفہ ناصر الدین اللہ نے سیف الدین طغرل نامی ایک سردار کو فوج دے کر اصفہان کی طرف روانہ کیا سیف الدین نے ابنِ خوارزم شاہ کو بھگا کر اصفہان پر قبضہ کیا۔ پھر ہمدان۔ زنجان اور قزوین پر بھی قبضہ کر لیا اور یہ علاقے خلیفہ ناصر الدین اللہ کے قبضہ و تصرف میں آ گئے۔ ۶۰۲ھ میں طاش تگین امیر خوزستان نے وفات پائی خلیفہ ناصر نے اُس کی جگہ اُس کے داماد سنجر کو مامور فرمایا۔ ۶۰۶ھ میں خلیفہ کے دل میں سنجر کی طرف سے ناراضی پیدا ہوئی۔ اس زمانہ میں جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے فارس کی حکومت اتابک سعد زنگی بن دکلا کے ہاتھ میں تھی۔ خلیفہ نے سنجر کی سرکوبی کے لئے اپنے نائب وزیر کو فوج دے کر روانہ کیا کہ خوزستان پہنچ کر سنجر کو سزا دو۔ جس وقت نائب وزیر خوزستان کے قریب پہنچا سنجر خوزستان کو چھوڑ کر سعد زنگی کے پاس فارس چلا گیا۔ سعد نے سنجر کی خوب خاطر مدارات کی ماہِ ربیع الاوّل ۶۰۶ھ میں خلیفہ کی فوج نے خوزستان پر قبضہ

کر لیا اور سنجر کو طلب کیا سنجر نے انکار کیا۔ لہٰذا لشکر بغداد فارس کے دارالسلطنت شیراز کی طرف بڑھا اتابک سعد زنگی نے سنجر کی سفارش کے خطوط نائب وزیر کو لکھے آخر سنجر نائب وزیر کے پاس چلا گیا اور وہ ماہِ محرم ۶۰۸ھ میں سنجر کو ہمراہ لئے ہوئے بغداد واپس آیا۔ اور پابزنجیر دربار خلافت میں پیش کیا خلیفہ نے اپنے خادم یاقوت نامی کو خوزستان کی حکومت پر مامور کر کے بھیج دیا اور سنجر کو آزاد کر کے خلعت دیا۔ محرم ۶۱۳ھ میں خلیفہ نے اپنے پوتے موید بن علی بن ناصر الدین اللہ کو تستر (منضافات خوزستان) کی امارت پر روانہ کیا اس کا باپ علی ذیقعدہ ۶۱۲ھ میں فوت ہو چکا تھا۔ اغلمش پہلوان بن ایلدکز کے سرداروں میں سے تھا اس نے اپنی بہادری اور دانائی کے ذریعہ بلادِ جبل پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کی حکومت استقلال کے ساتھ قائم ہو چکی تھی ۶۱۴ھ میں اس کو فرقۂ باطنیہ (قرامطہ) نے قتل کر ڈالا۔ اغلمش کے قتل ہونے پر اس کے مقبوضہ ملک پر ایک طرف اتابک سعد بن وکلا حاکم فارس نے قبضہ کرنا چاہا۔ دوسری طرف خوارزم شاہ حاکم خراسان و ماوراء النہر نے قابض ہونا چاہا۔ اتابک سعد زنگی نے فوج لے جا کر اصفہان کو فتح کیا ادھر سے خوارزم شاہ مع فوج آرہا تھا۔ مقام رے میں دونوں کا مقابلہ ہوا سخت خوں ریز جنگ کے بعد اتابک سعد کو شکست ہوئی خوارزم شاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اغلمش کے تمام مقبوضہ ملک پر قابض ہو کر دارالخلافہ بغداد میں اپنا خطبہ بطور نائب السلطنت پڑھے جانے کی درخواست خلیفہ کے پاس بھیجی وہاں سے انکاری جواب آیا خوارزم شاہ نے فوج بغداد کی طرف روانہ کی مگر راستے میں اس قدر برف باری ہوئی کہ اس فوج کا اکثر حصہ ہلاک ہو گیا باقی کو ترکوں اور کردوں نے لوٹ لیا بقیہ لوگ بحالتِ زار خوارزم شاہ کے پاس واپس آگئے خوارزم شاہ نے اس کو بدفالی سمجھ کر خراسان کی جانب معاودت کی۔ تو مفتوحہ ملک پر اپنے بیٹے رکن الدین کو مامور کر کے عماد الملک ساوی کو اس کا مدار المہام بنایا اور اپنے ممالک مقبوضہ سے خلیفہ ناصر کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا۔ یہ ۶۱۵ھ کا واقعہ ہے۔

۶۱۶ھ میں قبیلۂ تاتار نے جو طمغاج علاقۂ چین کے پہاڑوں میں رہتا تھا خروج کیا۔ ان لوگوں کا وطن ترکستان سے چھ مہینے کی مسافت پر تھا۔ اس قبیلہ کے سردار کا نام چنگیز خاں تھا جو ترکوں کے قبیلۂ تمرجی سے تعلق رکھتا تھا۔ چنگیز خاں نے ترکستان و ماوراء النہر پر فوج کشی کی اور ترکانِ خطا سے ان ملکوں کو چھین کر خود قابض ہو گیا۔

اس کے بعد خوارزم شاہ پر حملہ آور ہوا اور خراسان و بلادِ جبل کو اُس کے قبضے سے نکال لیا۔ اس کے بعد ارانیہ اور شروان پر قابض ہوا۔ انھیں تاتاریوں کا ایک گروہ غزنی۔ سجستان کرمان وغیرہ کی طرف گیا۔ خوارزم شاہ ان تاتاریوں سے شکست کھا کر طبرستان کے کسی مقام میں جاکر ۶۱۷ھ میں اکیس سالہ حکومت کے بعد فوت ہوگیا۔ خوارزم شاہ کو شکست دینے کے بعد تاتاریوں نے اُس کے بیٹے جلال الدین بن خوارزم شاہ کو غزنی میں شکست دی اور چنگیز خاں دریائے سندھ تک اُس کا تعاقب کرتا ہوا چلا گیا۔ جلال الدین دریائے سندھ کو عبور کرکے ہندوستان میں داخل ہوگیا چند روز ہندوستان میں رہ کر ۶۲۲ھ میں خوزستان و عراق کی جانب چلا گیا۔ اور آذربائیجان وارمینیا پر قابض ہوگیا۔ یہاں تک کہ مظفر کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ چنگیز خاں اور اُس کی مُلک گیریوں کے حالات بعد میں مفصّل بیان کئے جائیں گے۔ آخر ماہِ رمضان ۶۲۲ھ ۴۷ سال کی خلافت کے بعد خلیفہ ناصرالدین اللہ نے وفات پائی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خوارزم شاہ نے چونکہ خلیفہ سے منازعت کی تھی اور خلیفہ کا خطبہ اپنے ممالک مقبوضہ میں موقوف کر دیا۔ اس لئے خلیفہ ناصرالدین اللہ ہی نے چنگیز خاں کو خراسان پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی تھی کیونکہ خوارزم شاہ کو خود سزا دینا اور اُس سے انتقام لینا خلیفہ کے لئے آسان نہ تھا۔ ناصرالدین اللہ اپنے جاسوس تمام ملکوں اور شہروں میں پھیلا رکھے تھے وہ لوگوں کے معمولی کاموں اور باتوں سے بھی واقف رہنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اکثر لوگوں کو اس کی نسبت شبہ تھا کہ جن اس کے تابع ہیں اور وہی اس کو خبریں دیتے ہیں۔ سیاسی چالیں چلنا خوب جانتا تھا۔ ملکوں میں اس کا رعب خوب قائم ہوگیا تھا۔ مگر رعایا اس سے خوش نہ تھی اور اس کی سخت گیریوں اور سخت سزاؤں سے نالاں تھی۔ اسی خلیفہ کے زمانے میں ۵۸۳ھ میں سلطان صلاح الدین نے رومیوں سے بہت سے شہر فتح کئے۔ بیت المقدس بھی ۹۱ سال کے بعد مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔۔۔

۵۸۹ھ میں سلطان صلاح الدین یوسف فاتح بیت المقدس نے وفات پائی۔ اسی خلیفہ کے عہد میں ابوالفرج ابن جوزی، امام فخر الدین رازی، نجم الدین کبریٰ، قاضی خان صاحب الفتاویٰ صاحب الہدایہ وغیرہ نے وفات پائی۔ خلیفہ ناصرالدین کے بعد اُس کا بیٹا ابونصر محمد تخت نشین ہوا اور اُس نے اپنا لقب ظاہر بامر اللہ اختیار کیا۔

ظاہر بامراللہ

ظاہر بامراللہ بن ناصر الدین اللہ ۵۷۱ھ میں پیدا ہوا۔ باون۵۲ سال کی عمر میں اپنے باپ کے بعد یکم شوال ۶۲۲ھ کو تخت نشین ہوا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی عدل و انصاف کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائی رعایا کو آرام پہنچایا تمام ٹیکس معاف کر دیئے۔ لوگوں کی جائدادیں جو پہلے خلفا نے ضبط کی تھیں۔ سب واپس کر دیں۔ مقروض لوگوں کے قرضے خود ادا کر دیتا تھا۔ اس خلیفہ کا قول تھا کہ میں نے شام کے وقت دوکان کھولی ہے مجھے نیکیاں کر لینے دو۔ ایک مرتبہ خلیفہ خزانہ کی طرف نکل آیا۔ ایک غلام نے کہا کہ یہ خزانہ آپ کے والد کے زمانے میں بھرا رہتا تھا۔ خلیفہ نے کہا مجھے ایسی کوئی تدبیر قابلِ عمل نہیں معلوم ہوئی کہ یہ پھر بھر جاتے۔ مجھ کو تو خزانہ خالی کرنا ہی آتا ہے۔ خزانہ کا جمع کرنا تو سوداگروں کا کام ہے۔ علماء کو خاص طور پر اس خلیفہ نے بہت مال و دولت دیا۔ اس خلیفہ کا زمانہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ سے بہت مشابہ تھا۔ ملک میں بھی امن و امان رہا اور رعایا اس کے عدل و انصاف سے بے حد مسرور اور خوش تھی۔ مگر اس کی عمر نے وفا نہ کی صرف ساڑھے نو مہینے خلافت کر کے ۵ ار رجب ۶۲۳ھ کو فوت ہوا اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابو جعفر منصور تخت نشین ہوا اور اپنا لقب مستنصر باللہ تجویز کیا۔

ابو جعفر مستنصر باللہ

مستنصر باللہ بن ظاہر بامراللہ ۵۸۸ھ میں ایک ترکیہ اُمِ ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد رجب ۶۲۳ھ میں تخت نشین ہوا۔ یہ خلیفہ اخلاقِ فاضلہ میں اپنے باپ سے بہت مشابہ تھا۔ اس نے عدل و انصاف کے قائم رکھنے میں اپنے باپ کی طرح کوشش کی۔ دین و مذہب کی پابندی کا اس کو خاص طور پر شوق تھا بغداد میں اس نے مدرسہ مستنصریہ بنایا اور بڑے بڑے علما مدرسی پر مقرر کیے۔ اس مدرسہ کی تعمیر کا کام ۶۲۵ھ میں شروع ہو کر ۶۳۱ھ میں ختم ہوا۔ اس مدرسہ میں ایک کتب خانہ قائم کیا جس

میں ایک سو ساٹھ اونٹوں پر لاد کر نہایت نفیس ونایاب کتابیں داخل کی گئیں۔ حدیث، نحو، طب اور فرائض کے اُستاد الگ الگ مقرر کئے گئے۔ ان سب کے کھانے پینے مٹھائی میوے اور دوسری چیزوں کا انتظام مدرسہ کی طرف سے ہوتا تھا۔ بہت سے گاؤں اس مدرسہ کے لئے وقف تھے۔ ۶۲۸ھ میں ملک اشرف نے دارالحدیث اشرفیہ کی بنیاد رکھی۔ ۶۳۰ھ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ ۶۲۹ھ میں محمد بن یوسف بن ہود نے اندلس میں دعوت عباسیہ کا اعادہ کیا۔ ۶۳۴ھ میں علاء الدین کیقباد بن قلیج ارسلان بن سلیمان بن قتلمش بن اسرائیل بن سلجوق جو ایشیائے کوچک کے اکثر حصے پر قابض ومتصرف تھا۔ فوت ہوا اور اُس کا بیٹا غیاث الدین کیخسرو تخت نشین ہوا۔ ۶۴۱ھ میں تاتاریوں نے غیاث الدین کیخسرو پر چڑھائی کر کے شکست دی اور غیاث الدین کیخسرو نے تاتاریوں کی اطاعت قبول کر کے باج گذاری منظور کی اس طرح سلاجقۂ روم کی دو صد سالہ حکومت کا خاتمہ ایشیائے کوچک میں ہوگیا۔ غیاث الدین کیخسرو تاتاریوں کی باج گذاری میں ۶۵۶ھ تک حکومت کر کے فوت ہوا۔ اسی زمانہ میں خاندانِ عثمانیہ کے مورثِ اعلیٰ نے سلطنتِ عثمانیہ کے ایوانِ رفیع کی بنیادی اینٹ رکھی تھی جس کا حال بعد میں مفصل بیان کیا جائے گا۔

خلیفہ مستنصر نے ملک کے انتظام اور عدل وانصاف کے قیام میں بہت کوشش کی مگر چونکہ ترکوں اور تاتاریوں نے یکے بعد دیگرے ولایتوں اور صوبوں پر قبضہ کرنا شروع کیا اور جلد جلد ایک کے بعد دوسرا ملک اُن کے قبضے میں آتا گیا لہٰذا خلیفہ کی آمدنی کم ہوگئی۔۔ صلاح الدین یوسف کی سلطنت جو شام ومصر پر مشتمل تھی۔ صلاح الدین کی اولاد کی نااتفاقیوں سے برباد ہورہی۔ تاتاریوں کے سیلاب نے ماوراء النہر سے بحر روم اور بحر اسود تک کے تمام ملکوں کو تاخت وتاراج کر ڈالا تھا۔ تاہم ملکِ عراق پر خلیفہ کا قبضہ تھا اور تاتاریوں (مغلوں) کے دلوں پر خلیفۂ بغداد کا اس قدر رعب قائم تھا کہ وہ خلیفہ کے مقبوضہ ملک کی طرف نگاہ نہیں کر سکتے تھے اور جس طرح خراسان، آذربائیجان، موصل، شام وغیرہ کے سلاطین خلیفہ کی ناراضی سے ڈرتے تھے اسی طرح مغل بھی خلیفۂ بغداد کی سیادت کو تسلیم کرتے اور کسی قسم کی گستاخی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ یہ تاتاری (مغل) چونکہ آفتاب پرست تھے اور سلجوقیوں کی طرح مسلمان ہو کر نہیں آئے تھے لہٰذا اُن کو اس کی پرواہ ہی نہ تھی کہ کس کے نام کا خطبہ مسجدوں میں پڑھا جاتا ہے۔ لہٰذا اُن کے مفتوحہ ممالک میں بدستور خلیفہ بغداد

کا خطبہ جاری تھا اور اسی لئے خلیفہ کو اطمینان تھا۔ تاتاریوں کے اس سیلاب کو دیکھ دیکھ کر خلیفہ مستنصر کا بھائی خفاجی نامی جو مستنصر سے زیادہ بہادر و اولوالعزم تھا کہا کرتا تھا کہ اگر میں خلیفہ ہو جاؤں تو دریائے جیحوں کے پار تک ان تاتاریوں کا نام و نشان مٹا کر چھوڑ دوں۔ ۶۴۰ھ میں خلیفہ مستنصر فوت ہوا تو لوگوں نے اس کے بھائی خفاجی کو تخت پر نہ بٹھایا جو ہر طرح قابل اور مستحق خلافت تھا۔ بلکہ مستنصر کے بیٹے ابو احمد عبداللہ کو اس لئے ترجیح دی کہ ابو احمد عبداللہ نرم مزاج، سادہ لوح تھا۔ اراکین سلطنت ایسے ہی خلیفہ کو پسند کرتے تھے تاکہ اُن کے اقتدار و حکومت میں ترقی ہو۔ چنانچہ ابو احمد عبداللہ نے مستعصم باللہ کے لقب سے تختِ خلافت پر جلوس کیا۔

مستعصم باللہ

مستعصم باللہ بن مستنصر باللہ ۶۰۹ھ میں ایک اُمِ ولد موسومہ ہاجر کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد تختِ خلافت پر بیٹھا۔ اس خلیفہ میں علو ہمت اور بیدار مغزی کی کمی تھی۔ اگرچہ خود دین داری اور اتباعِ سنت کی طرف مائل تھا۔ مگر اپنا وزیر موید الدین علقمی کو بنایا جو غالی شیعہ تھا۔ علقمی نے عہدۂ وزارت پر فائز ہوتے ہی خلیفہ کو کٹھ پتلی کی طرح اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اُس کو عضوِ معطل بنا کر سیاہ و سفید کا مالک و مختار بن گیا۔ علقمی نے شیعوں کو آگے بڑھانا اور ہر قسم کی رعایتوں سے مستفید کرنا شروع کیا۔ دیلمیوں کے زمانے میں جو بدعات جاری تھیں اُن کو پھر زندہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعہ سنیوں کے وہی فسادات پھر برپا ہونے لگے جو دیلمیوں کے عہد اقتدار میں برپا رہتے تھے ساتھ ہی علقمی اس کوشش میں مصروف ہوا کہ کسی طرح عباسیوں کا نام و نشان گم کر کے بغداد میں علویوں کی خلافت قائم کر دوں۔ بغداد میں بعض سمجھ دار اور علقمی کے ان فاسد خیالات سے خبردار لوگ بھی تھے انھوں نے خلیفہ کو علقمی کی غدارانہ کوششوں اور منصوبوں سے آگاہ کیا۔ خلیفہ اس قدر احمق اور پست ہمت تھا کہ اُس نے ان لوگوں کی تمام باتوں کو خود علقمی سے بیان کیا علقمی نے فوراً اپنی وفاداری اور فرماں برداری کا یقین دلا کر ان لوگوں کو غدار و فتنہ پرداز بتایا اور خلافت مآب کو اس کا یقین آ گیا۔ علقمی کا اقتدار اور بھی زیادہ بڑھ گیا

اور خیر خواہوں کی زبانیں نصیحت گری سے بالکل بند ہو گئیں۔ اس کے بعد علقمی نے خلیفہ کو لہو و لعب اور شراب نوشی کی طرف مائل کر دیا اور اندیشہ سے محفوظ ہو گیا۔ چند روز کے بعد خلیفہ کے بیٹے ابو بکر نے شیعوں کی دست درازیوں کے روکنے کو خود بغداد کے محلہ کرخ پر حملہ کیا، جو بالکل شیعوں کی آبادی تھی اور علقمی کی نسبت بھی سخت سست الفاظ کہے۔ اس سے علقمی کو سخت ملال ہوا اور خلیفہ سے شکایت کی مگر خلیفہ نے بیٹے کا لحاظ کیا اور علقمی کے حسب منشا ابو بکر کو سزا نہ دی۔ اس سے علقمی کی غداری میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ اُس نے چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں سے جو تاتاریوں کا سردار اعظم اور خراسان وغیرہ ممالک کا بادشاہ تھا۔ خط و کتابت شروع کی۔ ہلاکو خاں کے پاس جب علقمی کا پہلا خط پہنچا تو ہلاکو خاں نے اس پر زیادہ توجہ نہ کی۔ علقمی نے لکھا تھا کہ میں بڑی آسانی سے بلا جدال و قتال خلیفہ۔ بغداد اور عراق ملک پر آپ کا قبضہ کرا دوں گا۔ آپ اس طرف ضرور فوج کشی کریں۔ اس کے جواب میں ہلاکو خاں نے علقمی کے ایلچی سے صرف یہ کہا کہ "علقمی جو وعدہ کرتا ہے اس کے لئے کوئی کافی ضمانت نہیں ہے ہم اُس کی بات پر کس طرح یقین کر لیں" حقیقت یہ تھی خلیفہ کی کثرتِ افواج۔ عربوں کی بہادری اور اہلِ بغداد کی شجاعت سے مغل بہت مرعوب تھے اور شام کے ملک میں اُن کے لشکر کو عرب قبائل کے مقابلے میں شکستیں بھی حاصل ہو چکی تھیں علقمی نے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر محاصل کی کمی اور فوج کی تنخواہوں کے زیادہ ہونے کی شکایت کر کے تخفیف لشکر کی تجویز پیش کی اور خلیفہ نے منظور کر لی۔ لشکر بغداد کا بڑا حصہ دوسرے شہروں اور ولایتوں میں منتشر کر دیا گیا۔ جو تھوڑے سے آدمی بچے اُن کی تنخواہوں کی ادائیگی کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ بازار کا محصول وصول کرنے کی لشکریوں کو اجازت دے دی۔ اس سے شہر والوں کو سخت اذیت پہنچی اور لوٹ مار کا بازار شہر میں گرم ہو گیا۔ فوج کے بہت سے دستوں کو وزیر علقمی نے موقوف کر کے نکال اور خلیفہ سے کہہ دیا کہ ان کو تاتاریوں کی روک تھام کے لئے سرحد پر روانہ کیا گیا ہے مقام حلہ میں شیعوں کی آبادی زیادہ تھی حلہ کے شیعوں کو آمادہ کر کے ان سے ہلاکو کے پاس خطوط بھجوائے جن میں لکھا تھا کہ ہمارے بزرگوں نے بطور پیش گوئی ہم کو خبر دی تھی کہ فلاں سنہ میں فلاں تاتاری سردار بغداد اور عراق پر قبضہ کرے گا اُن کی پیش گوئی کے موافق آپ ہی وہ فاتح سردار ہیں اور ہم کو یقین ہے کہ آپ کا قبضہ اس ملک پر ہونے والا ہے۔ لہٰذا ہم

قبل از وقت اپنی فرماں برداری کا اقرار کرتے اور آپ سے اپنے لئے امن طلب کرتے ہیں ہلاکو خاں نے اُن کے قاصد کو بخوشی امن نامہ لکھ کر دے دیا۔ ہلاکو خاں کے دربار میں نصیرالدین طوسی کو بڑا رسوخ حاصل تھا اور وہ وزارت کی خدمات انجام دیتا تھا۔ نصیرالدین طوسی بھی علقمی کی طرح غالی شیعہ تھا اور علقمی کے اس مقصد میں کہ عباسیوں کو برباد کر کے شیعہ خلافت قائم کی جائے، بدل شریک و معاون تھا۔ علقمی نے نصیرالدین کو خط لکھا کہ جس طرح ممکن ہو ہلاکو خاں کو بغداد پر حملہ کرنے کی ترغیب دو اس وقت عباسیوں کی تباہی کے لئے بہترین موقعہ حاصل ہے۔ ساتھ ہی ہلاکو خاں کے نام عریضہ روانہ کیا اور لکھا کہ میں نے بغداد کو فوجوں سے خالی کر دیا ہے اور سامانِ حرب سب باہر بھیج دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ اور کیا ضمانت چاہتے ہیں۔ اس عریضہ کے ساتھ ہی والیٔ اربل سے ایک درخواست بھجوائی۔ اس میں بھی بغداد پر حملہ کرنے کی ترغیب دی گئی تھی۔ ہلاکو کے پاس یہ خطوط اس وقت پہنچے جب کہ وہ قرامطہ یعنی اسمٰعیلیوں سے قلعہ الموت فتح کر چکا تھا اور اسمٰعیلیوں کا آخری بادشاہ گرفتار ہو کر اُس کے سامنے آ چکا تھا۔ ہلاکو خاں نے نصیرالدین طوسی سے مشورہ طلب کیا۔ نصیرالدین نے کہا علم نجوم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ بغداد پر آپ کا قبضہ ہو جائے گا۔ بغداد پر حملہ آور ہونے میں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ چنانچہ ہلاکو خاں نے ایک زبردست فوج بطور مقدمۃ الجیش بغداد کی جانب کوچ کیا۔ جب اس لشکر کے قریب پہنچنے کی خبر مستعصم باللہ نے سُنی تو فتح الدین داؤد اور مجاہدین ایبک کو دس ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ اُس لشکر کا سپہ سالار فتح الدین تھا جو تجربہ کار سپہ سالار اور بہادر شخص تھا۔ مغلوں کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ میدانِ جنگ سے فرار ہوئے۔ فتح الدین نے اُسی جگہ قیام کرنا مناسب سمجھا مگر مجاہدین نے اپنی ناتجربہ کاری سے تعاقب کرنے پر اصرار کیا۔ فتح الدین نے مجبوراً مغلوں کا تعاقب کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغلوں نے لوٹ کر مقابلہ کیا پیچھے سے وہ مغل جو کمین گاہ میں چھپ گئے تھے حملہ آور ہوئے۔ لشکرِ بغداد بیچ میں گھر کر حواس باختہ ہو گیا۔ فتح الدین میدانِ جنگ میں مارا گیا اور مجاہدین نے بھاگ کر بغداد میں دم لیا۔ مجاہدین ہی کی بدتدبیری سے لشکرِ بغداد کی فتح شکست سے تبدیل ہو گئی۔ مگر خلیفہ مستعصم نے اپنی فطری حماقت سے اس بھگوڑے سردار کو دیکھ کر تین مرتبہ کہا الحمد للہ علیٰ سلامۃ مجاہد الدین۔ گو لشکرِ بغداد کو شکست ہوئی مگر ہلاکو خاں کا مقدمۃ الجیش بھی پریشان و مجروح ہو چکا تھا

اس لئے خلیفہ مستعصم مطمئن تھا کہ رسنیہ و بود بلاتے دے بخیر گذشت۔ مگر علقمی جس نے خلیفہ کو اب تک بالکل بے خبر رکھا تھا۔ اپنے دل میں خلیفہ کی حماقت پر ہنس رہا تھا کہ اتنے میں یکایک خبر مشہور ہوئی کہ ہلاکو خاں نے افواجِ کثیر کے ساتھ بغداد کا محاصرہ کرلیا ہے۔ اہلِ شہر نے مدافعت کی کوشش کی اور پچاس روز تک تاتاریوں کو شہر میں نہیں گھسنے دیا۔ شہر کے شیعوں نے ہلاکو خاں کے لشکر میں جاجا کر امن حاصل کی اور شہر کے حالات سے مطلع کیا۔ وزیر علقمی شہر کے اندر ہی رہا اور برابر ہلاکو خاں کے پاس دم بدم کی خبریں بھیجتا رہا۔ چونکہ وزیر کو اہلِ شہر سے ہمدردی نہ تھی۔ لہٰذا اہلِ شہر دم بدم کمزور و پریشان ہوتے گئے۔ آخر وزیر علقمی اوّلِ شہر سے نکل کر ہلاکو خاں سے ملا اور صرف اپنے لئے امن طلب کر کے واپس آیا اور خلیفہ سے کہا کہ میں نے آپ کے لئے بھی امن حاصل کرلی ہے آپ ہلاکو خاں کے پاس چلیں وہ آپ کو ملکِ عراق پر اسی طرح قابض و متصرف رکھے گا جیسا کہ غیاث الدین کیخسرو کو تاتاریوں نے اس کے ملک پر حاکم و فرماں روا رکھا ہے خلیفہ مع اپنے بیٹے کے شہر سے نکل کر ہلاکو خاں کے لشکر میں پہنچا۔ ہلاکو خاں نے خلیفہ کو دیکھ کر کہا کہ اپنے ارکینِ سلطنت اور شہر کے علماء و فقہا کو بھی آپ بلوائیں۔ خلیفہ کو ہلاکو خاں نے اپنے لشکر میں روک کے رکھا۔ خلیفہ کا حکم سن کر علماء و فقہا اور ارکینِ سلطنت شہر سے نکل کر لشکرِ تاتار میں آئے ان سب کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہلاکو نے خلیفہ سے کہا کہ تم شہر میں پیغام بھیج دو کہ اہل شہر ہتھیار رکھ کر سب خالی ہاتھ شہر سے باہر آجائیں۔ مستعصم نے یہ پیغام بھی شہر میں بھیج دیا۔ اہلِ شہر باہر نکلے تو تاتاریوں نے ان کو قتل کرنا شروع کیا۔ شہر کے تمام سوار و پیادے اور شرفا کھیرے ککڑی کی طرح کئی لاکھ کی تعداد میں مقتول ہوتے۔ شہر کی خندق ان لاشوں سے ہموار ہوگئی پھر دریائے دجلہ میں ان مقتولوں کے خون کی کثرت سے پانی سرخ ہوگیا۔ تاتاری لوگ شہر میں گھس پڑے عورتیں اور بچے اپنے سروں پر قرآن شریف رکھ رکھ کر گھروں سے نکلے مگر تاتاریوں کی تلوار سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ ہلاکو خاں نے اپنے لشکر کو قتلِ عام کا حکم دے دیا تھا بغداد اور اس کے مضافات میں تاتاریوں نے چن چن کر لوگوں کو قتل کیا بغداد میں صرف چند شخص جو کنوئیں یا اسی قسم کی کسی پوشیدہ جگہ میں چھپے ہوتے رہ گئے۔ بچ گئے باقی کوئی متنفس زندہ نہیں چھوڑا گیا۔ اگلے دن بروز جمعہ نہم صفر ۶۵۶ھ کو ہلاکو خاں خلیفہ

مستعصم کو ہمراہ لئے ہوئے بغداد میں داخل ہوا قصرِ خلافت میں داخل ہو کر اجلاس کیا، خلیفہ کو سامنے بُلوایا اور کہا کہ ہم تمھارے مہمان ہیں ہمارے لئے کچھ حاضر کرو خلیفہ پر اس قدر دہشت طاری تھی کہ وہ کنجیوں کو پہچان نہ سکا آخر خزانے کے تالے توڑے گئے دو ہزار نہایت نفیس پوشاکیں، ہزار دینار اور سونے کے زیورات ہلاکو کے سامنے پیش کئے گئے اُس نے کہا کہ یہ چیزیں تو تم نہ دیتے جب بھی ہماری ہی تھیں یہ کہکر اپنے درباریوں میں سب کو تقسیم کر دیا اور کہا کہ اُن خزانوں کا پتہ بتاؤ جن کا حال کسی کو معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں مدفون ہیں خلیفہ نے فوراً اُن خزانوں کا پتہ بتایا زمین کو کھود کر دیکھا گیا تو جواہرات اور اشرفیوں کی تھیلیوں سے بھرے ہوئے حوض نکلے۔ ہلاکو خاں کی فوج کے ہاتھ سے بغداد اور مضافات بغداد میں ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان مقتول ہوئے اور یہ تمام زہرہ گداز نظارے خلیفہ مستعصم کو دیکھنے پڑے ہلاکو خاں نے خلیفہ کو بے آب و دانہ نظر بند رکھا۔ خلیفہ کو بھوک لگی اور کھانا مانگا تو ہلاکو خاں نے حکم دیا کہ ایک طشت جواہرات کا بھر کر سامنے لے جاؤ اور کہو کہ اسے کھاؤ۔ خلیفہ نے کہا میں اِن کو کیسے کھا سکتا ہوں، ہلاکو خاں نے کہلا بھیجا کہ جس چیز کو تم کھا نہیں سکتے اُس کو اپنی اور لاکھوں مسلمانوں کی جان بچانے کے لئے کیوں نہ خرچ کیا۔ اور سپاہیوں کو کیوں نہ دیا کہ وہ تمھاری طرف سے لڑتے اور تمھارا موروثی ملک بچاتے اور ہماری دست بُرد سے محفوظ رکھتے۔ اس کے بعد ہلاکو خاں نے مستعصم کے قتل کرنے کا مشورہ اپنے اراکین سے کیا سب نے قتل کرنے کی رائے دی۔ مگر نصیر الدین طوسی و علقمی نے یہ ستم ظریفی کی کہ ہلاکو خاں سے عرض کیا کہ مستعصم مسلمانوں کا خلیفہ ہے اس کے خون سے تلوار کو آلودہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ نمدے میں لپیٹ کر لاتوں سے کچلوانا چاہیے۔ چنانچہ یہ کام علقمی کے سپرد ہوا۔ اور اُس نے اپنے آقا مستعصم باللہ کو نمدے میں لپیٹ کر اور ایک ستون سے باندھ کر اس قدر لاتیں لگوائیں کہ خلیفہ کا دم نکل گیا پھر اُس کی لاش کو زمین میں ڈال کر مغل سپاہیوں کے پاؤں سے کچلوا کر پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کرا دیا اور خود دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہا کہ میں علویوں کے خون کا بدلہ لے رہا ہوں۔ غرض خلیفہ کی لاش کو گور و کفن بھی نصیب نہ ہوا۔ اور خاندان عباسیہ کا کوئی شخص بھی جو مغلوں کے قبضے میں آیا زندہ نہ بچ سکا۔

اس کے بعد ہلاکو خاں نے شاہی کتب خانے کی طرف توجہ کی جس میں بے شمار کتابوں کا ذخیرہ تھا یہ تمام کتابیں دریائے دجلہ میں پھینک دی گئیں جس سے دجلہ میں ایک بند سا بندھ گیا اور بتدریج پانی سب کو بہا کر لے گیا۔ دجلہ کا پانی جو اس سے پہلے مقتولین کے خون سے سُرخ ہو رہا تھا اب

کتابوں کی سیاہی سے سیاہ ہو گیا اور عرصہ تک سیاہ رہا۔ تمام شاہی محلات لوٹ لینے کے بعد مسمار کر دیئے گئے۔ غرض یہ ایسی عظیم الشان خوں ریزی اور بربادی تھی جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ اسلام پر یہ ایسی مصیبت آئی تھی کہ لوگوں نے اُس کو قیامتِ صغریٰ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ علقمی نے جو اس تمام بربادی و خوں ریزی کا باعث ہوا تھا۔ اب کوشش کی کہ ہلاکو خاں بغداد میں کسی علوی کو حاکم مقرر کرے اور اُسی کو خلیفہ کا خطاب دے۔ ابتداءً جب ہلاکو خاں بغداد پر حملہ آور ہوا ہے تو علقمی کو بہتری کی توقع دلادی گئی تھی اور اُس کو یقین تھا کہ ہلاکو خاں کسی ہاشمی علوی کو خلیفہ بنا کر مجھ کو اُس کا نائب السلطنت بنادے گا۔ لیکن ہلاکو خاں نے عراق میں اپنے عامل مقرر کر دیئے۔ یہ دیکھ کر علقمی بہت پریشان ہوا۔ بڑی بڑی چالیں چلا اور اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ہلاکو خاں کی خدمت میں گڑگڑایا اور خوشامدانہ التجائیں کیں مگر ہلاکو خاں نے اُس کو اس طرح دھتکار دیا۔ جیسے کُتے کو دھتکار دیتے ہیں۔ چند روز تک علقمی ادنیٰ غلاموں کی طرح تاتاریوں کے ساتھ ساتھ اُن کی جوتیاں سیدھی کرتا پھرا آخر اسی ناکامی کے صدمہ سے بہت جلد مر گیا۔ خلیفہ مستعصم باللہ خلفاء عباسیہ کا آخری خلیفہ تھا جس نے بغداد میں خلافت کی۔ ۶۵۶ھ کے بعد بغداد دارالخلافہ نہیں رہا۔ خلیفہ مستعصم کے بعد تقریباً ساڑھے تین سال تک کوئی خلیفہ نہ تھا۔ اس کے بعد رجب ۶۵۹ھ میں مستعصم باللہ کے چچا ابوالقاسم احمد کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوئی۔

خلفائے عباسیہ مصر میں

سلطان صلاح الدین بن ایوب نے حکومت عبیدیہ کے بعد مصر میں دولت ایوبیہ کی بنیاد ڈالی تھی جس کا اجمالی تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ ۶۴۸ھ تک مصر، شام اور حجاز کی حکومت سلطان صلاح الدین کے خاندان میں رہی۔ سلطان صلاح الدین چونکہ قوم سے کُرد تھے اس لئے دولت ایوبیہ کو دولتِ کُردیہ بھی کہتے ہیں۔ دولت ایوبیہ کا ساتواں بادشاہ ملک صالح نجم الدین تھا جو سلطان صلاح الدین کے بھائی کا پڑپوتا تھا اُس نے اپنے خاندانی رقیبوں کے خطرے سے محفوظ رہنے کے لئے علاقہ کوہِ قاف یعنی صوبہ سرکیشیا کے بارہ ہزار غلام خرید کر اپنی حفاظت کے لئے ایک جدید [illegible]

فوج فاتح کی اس کے عہد سلطنت میں فرانس کے عیسائی بادشاہ نے مصر پہ جہازوں کے ذریعہ فوج لاکر حملہ کیا۔ مملوک فوج نے نہایت بُردباری کے ساتھ مقابلہ کرکے فرانس کے بادشاہ کو میدانِ جنگ میں گرفتار کرلیا۔ اس کارنامہ کے بعد مملوک فوج کا مرتبہ اور بھی بلند ہو گیا۔ ملک الصالح کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا ملک معظم توران شاہ تخت نشین ہوا۔ مگر دو ہی مہینے کے بعد تختِ سلطنت پر ملک الصالح کی محبوب کنیز شجرۃ الدر نامی قابض ہو گئی۔ اس ملکہ کے عہدِ حکومت میں بے چینی و سرکشی کے آثار نمایاں ہوئے ملکہ شجرۃ الدر تین مہینے سلطنت کرنے کے بعد گوشہ نشین ہو گئی اور برائے نام خاندان ایوبیہ کا ایک شخص ملک الاشرف موسیٰ بن یوسف تخت نشین ہوا۔ اس کے عہدِ حکومت میں مملوکوں کا زور اور بھی ترقی کر گیا۔ آخر ۶۵۲ھ میں مملوکوں نے اپنی جماعت میں سے ایک شخص عزیز الدین ایبک صالحی کو ملک المعز کے لقب سے تخت نشین کیا اور مصر میں خاندان ایوبیہ کی حکومت کا سلسلہ ختم ہو کر مملوکوں یعنی غلاموں کی حکومت شروع ہوتی جو عرصہ دراز تک رہی۔ ۶۵۵ھ میں ملک المعز کے بعد اس کا نوعمر بیٹا علی تخت نشین ہوا اور اُس کا لقب ملک المنصور رکھا گیا اور امیر سیف الدین مملوک اُس کا اتابک مقرر ہوا۔ ۶۵۷ھ میں علماء سے فتویٰ حاصل کرکے ملک المنصور کو اس لیے معزول کیا گیا کہ وہ ابھی بچہ تھا۔ اُس کی جگہ امیر سیف الدین تخت نشین ہوا اور ملک المظفر اُس کا خطاب تجویز ہوا۔ عام طور پر مملوک اپنے اندر سے بیس پچیس آدمیوں کو منتخب کرکے اُن کو حکومت کا اختیار دے دیا کرتے تھے۔ یہی بیس پچیس آدمی حکمران کونسل کے ممبر سمجھے جاتے اور اپنے اندر سے کسی ایک شخص کو منتخب کرکے اپنا صدر یا امیر بنا لیتے تھے یہ صدر منتخب ہو کر بادشاہوں کی طرح تخت نشین ہوتا اور سلطان یا ملک کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ سلطان تخت نشین ہونے کے بعد باقی ممبرانِ کونسل کو سلطنت کے بڑے بڑے فوجی و ملکی عہدے سپرد کرتا تھا۔ ان بیس یا پچیس عہدے داروں ہی میں سے کوئی وزیراعظم ہوتا تھا کوئی رئیس العسکر کوئی افسر پولیس ہوتا تھا، کوئی افسر مال۔ غرض اُن کے سوا باقی لوگوں کو ان سے کم درجے کے عہدے اور اختیارات ملتے تھے۔ ان کا مرتبہ سب پر فائق ہوتا تھا۔ مملوک فوج کے کچھ آدمی فوت ہو جاتے یا لڑائی میں مارے جاتے تو فوراً سرکاری خزانہ سے اُسی قدر سرکیسی غلام خرید کر تعداد کو پورا کر دیا جاتا۔ اس نظام پر چرا کیسہ یعنی مملکوں کے طبقہ دوم نے زیادہ عمل درآمد کیا۔ ہندوستان میں بھی غلاموں کا خاندان حکمران رہا ہے۔ مگر اس میں دو تین بادشاہوں کے سوا باقی سب بادشاہ شمس الدین التمش کی اولاد سے تھے اور اُس میں

وہی وراثتِ حکومت کی لعنت موجود تھی۔ لیکن مصر کے تخت پر متمکن ہونے والے ملوک اکثر زرخرید غلام ہی ہوتے تھے اور اپنی ذاتی قابلیت کے سبب تختِ حکومت تک پہنچتے تھے۔ مورخین نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی اور دولتِ ملوکیہ مصر کی اس خصوصیت کو نمایاں اور واضح تر الفاظ میں بیان نہیں کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دولتِ ملوکیہ مصر میں گو بعض باتیں قابلِ اصلاح ضرور تھیں مگر یہ بات بے حد قابلِ تعریف تھی کہ بادشاہ کے انتخاب کا اکثر آزادمونہ لوگوں کو مل جاتا تھا۔ اس سلطنت کے حالات ایک جداگانہ باب میں انشاء اللہ بالتفصیل بیان ہوں گے۔ اس وقت صرف اس قدر بیان کرنا ضروری ہے کہ ملک المظفر نے جب یہ سُنا کہ مغل یعنی تاتاری افواج نے بغداد و عراق اور خراسان و فارس و آذربائیجان و جزیرہ و موصل وغیرہ کو برباد و پامال کرنے کے بعد اپنی پوری طاقت سے شام کے علاقے کو برباد اور خاک سیاہ بنانا شروع کر دیا ہے تو وہ اپنا ملوک لشکر اور مصری افواج لے کر مصر سے شام کی طرف متوجہ ہوا اور ۵ا رمضان المبارک ۶۵۸ھ بروز جمعہ نہر جالوت پر ملوک فوج نے جس کا سپہ سالار رُکن الدین بیبرس تھا مغلوں یعنی تاتاریوں کے لشکرِ عظیم کو ایسی شکستِ فاش دی کہ آج تک مغلوں کو ایسی ذلت آمیز شکست کھانے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ ہزارہا مغل میدانِ جنگ میں کھیت رہے اور باقی ملوکیوں کے مقابلے سے اس طرح بھاگے جیسے شیروں کے سامنے سے گوسفند کا گلّہ فرار ہوتا ہے۔ ملوکیوں کے ہاتھ مغلوں کا بہت کچھ سازوسامان آیا اور اُن کی دھاک مغلوں کے دلوں پر اس قدر بیٹھ گئی کہ مُغلوں نے بیسیوں سلطنتوں کو تہ وبالا کر ڈالا۔ مگر ملکِ مصر کی طرف ملوکیوں کے خوف سے اُن کو نظر بھر کر دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ملوکیوں نے حلب تک مغلوں کا تعاقب کیا۔ پھر مصر کی جانب چلے گئے۔ ۱۶ ذوالقعدہ ۶۵۸ھ کو ملک المظفر کے مقتول ہونے پر رُکن الدین بیبرس تخت نشین ہوا۔ اور اپنا لقب ملک الظاہر تجویز کیا۔ ملک الظاہر کو تخت نشین ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ خاندانِ عباسیہ کے سینتیسویں آخری خلیفہ مستعصم باللہ کا چچا ابوالقاسم احمد جو بغداد میں عرصہ سے قید تھا بغداد کی بربادی اور مستعصم کے قتل ہونے کے وقت کسی طرح قید خانہ سے نکل کر اور چھپ کر بھاگ نکلا تھا اور وہ ملکِ شام کے کسی مقام میں روپوش اور موجود ہے چنانچہ ملک الظاہر نے دس معزز عربوں کا ایک وفد مصر سے ابوالقاسم احمد بن ظاہر بامر اللہ عباسی کی تلاش میں روانہ کیا۔ یہ لوگ ابوالقاسم احمد کو ہمراہ لے کر مصر پہنچے۔ ملک الظاہر ابوالقاسم کے قریب پہنچنے کی خبر سُن کر مصر کے تمام امراء و اراکین کو لیکر استقبال کے لئے اپنے دارالسلطنت قاہرہ سے نکلا اور نہایت عزت و احترام سے شہر میں لا کر اُس کے ہاتھ پر بتاریخ ۱۳ رجب ۶۵۹ھ بیعتِ خلافت کی اور المستنصر باللہ کا لقب تجویز کیا۔

اُس کے نام کا خطبہ پڑھوایا سکوں پر خلیفہ کا نام مسکوک کرایا جمعہ کے دن خلیفہ کے جلوس کے ساتھ جامع مسجد میں آیا بنی عباس کا شرف خطبہ میں بیان کیا اور خلیفہ کے واسطے دعا کی۔ بعد نماز خلیفہ نے سلطان ظاہر کو خلعت عطا کیا۔ ۱۳ر شعبان ۶۵۹ھ بروز دوشنبہ قاہرہ سے باہر خیمے نصب ہوئے۔ خلیفہ نے دربار کیا اور اپنی طرف سے ملک الظاہر کو نائب السلطنت قرار دے کر سلطنت مصر کے سیاہ و سفید کا اختیار دیا یعنی اس مضمون کا ایک فرمان لکھ کر لوگوں کو سُنایا ملک الظاہر نے خلیفہ کے واسطے خدمت گار۔ خزانچی آبدار اور ضروری اہل کار مقرر کر دیئے اور خزانۂ مصر کا ایک حصہ خلیفہ کے لئے مخصوص کر دیا جس میں اُس کو تصرف کا اختیار حاصل رہا۔ اس طرح ساڑھے تین سال مستنصر باللہ ابوالقاسم ۳ محرم ۶۶۰ھ کو جب کہ ملک الظاہر سے فوج لے کر تاتاریوں سے لڑنے کو ملک شام میں آیا ہوا تھا۔ ایک لڑائی میں گم یا مقتول ہو گیا خلیفہ کے مفقود الخبر ہونے کے بعد ایک سال تک پھر زمانہ فترت گذرا اور ملک الظاہر نے ایک اور عباسی شہزادے کا پتہ لگا کر بلوایا اور اُس کو خلیفہ بنایا۔ اس شہزادے کا نام ابوالعباس احمد بن حسن بن علی بن ابی بکر بن خلیفہ مسترشد باللہ بن مستظہر باللہ تھا اس کے پردادا تک کوئی خلیفہ نہ ہوا تھا۔ اس طرح خلیفہ مسترشد کی اولاد میں پھر خلافت عباسیہ شروع ہوئی اس خلیفہ کا لقب حاکم بامر اللہ تجویز ہوا اور ۸ محرم ۶۶۱ھ کو وہ تخت نشین ہوا۔ ۶۷۴ھ میں ملک الظاہر نے ملک سوڈان کو فتح کیا جو نہایت عظیم الشان فتح سمجھی جاتی ہے۔ محرم ۶۷۶ھ میں ملک الظاہر فوت ہوا ملک السعید تخت نشین ہوا ۶۷۸ھ میں ملک المنصور مصر کا سلطان مقرر ہوا۔ ۶۸۰ھ میں ملک المنصور نے تاتاریوں کو شام میں پہنچ کر شکست فاش دے کر بھگا دیا۔ ۶۸۹ھ میں ملک المنصور فوت اور ملک الاشرف تخت نشین ہوا ۱۸ر جمادی الاول ۷۰۱ھ کو خلیفہ الحاکم بامر اللہ چالیس سال ۵ مہینے دس دن کی خلافت کے بعد فوت ہو کر قاہرہ میں مدفون ہوا اور اُس کی جگہ اُس کا بیٹا ابوالربیع مستکفی باللہ خلیفہ بنایا گیا۔ خلاصہ یہ کہ مصر میں ۶۴۸ھ سے مملوکوں کی خود مختار سلطنت قائم رہی ۷۸۴ھ تک مصر میں ترکی مملوک جو مملوک بحریہ کہلاتے تھے حکمران ہوتے رہے اُس کے بعد مملوکوں کی ایک دوسری قوم جو چرکسی مملوک کہلاتے تھے بادشاہ ہونے لگے۔ بحریہ مملوکوں کا آخری سلطان ملک صالح رمضان ۷۸۴ھ میں معزول ہوا اس کے بعد برقوق چرکس ملک الظاہر کے لقب سے تخت نشین ہوا اس کے بعد ۹۲۲ھ تک یکے بعد دیگرے ۲۳ چرکسی یا گرجی ملوک مصر کے بادشاہ ہوتے رہے۔ گرجی یا چرکسی مملوکوں کے آخری سلطان طومان بے کو سلطان سلیم عثمانی کے مقابلہ میں شکست ہوئی

اور مصر کا ملک سلطنتِ عثمانیہ کے مقبوضات میں شامل ہوا۔ ملوکوں کی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں خلفاءِ عباسیہ کا دوسرا سلسلہ مصر میں شروع ہو گیا تھا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ یہ سلسلہ ملوکوں کی حکومت کے ساتھ ہی ۹۲۳ھ میں ختم ہوا۔ مصر میں خلفائے عباسیہ کی حالت اسی قسم کی تھی جیسے آج کل پیروں کی گدیاں نظر آتی ہیں۔ نام کے لئے تو یہ خلیفہ کہلاتے اور اپنے ولی عہد بھی مقرر کرتے تھے۔ ہندوستان اور دوسرے ملکوں کے مسلمان بادشاہ ان سے سندِ حکومت اور خطاب بھی حاصل کرتے تھے۔ مصر کے ملوک سلاطین بھی اپنے آپ کو ان خلفاء کا نائب السلطنت ہی کہتے تھے اور بظاہر تعظیم و تکریم کا برتاؤ کرتے اور خطبوں میں ان کا نام لیتے تھے مگر حقیقتاً ان کو کوئی قوت و شوکت حاصل نہ تھی۔ ان کی تنخواہ مقرر تھی۔ سلاطینِ مصر ان کو نہ آزادانہ کہیں آنے جانے کی اجازت دیتے تھے نہ کسی شخص کو ان سے ملنے کی اجازت تھی یہ خلفاء اپنے اراکینِ خاندان کے ساتھ گویا اپنے محدود قصر میں نظر بند رہتے تھے۔ ان کی حیثیت ایک سیاسی شاہی قیدی کی تھی۔ ان کو خلیفہ کہا جاتا۔ لیکن خلافتِ اسلامیہ کا مفہوم ان سے اسی قدر بُعد رکھتا تھا جس قدر زمین سے آسمان تک کا فاصلہ ہے۔ سلطان سلیم عثمانی نے مصر پر قبضہ کرنے کے بعد مصر کے عباسی خلیفہ محمد نامی پر بھی قبضہ کیا جو خلفائے مصر کے سلسلہ میں اٹھارہواں اور آخری خلیفہ تھا اس خلیفہ کے پاس جو عَلَم اور جُبّہ بطورِ نشانِ خلافت موجود تھا وہ سلطان سلیم نے اس کو رضامند کرکے لے لیا اور مصر سے چلتے وقت اس آخری عباسی خلیفہ کو بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ اس عباسی خلیفہ نے سلطان سلیم کو امرِ خلافت میں اپنا جانشین بنا دیا اور اس طرح ۹۲۳ھ میں عباسیوں کی وہ خلافت جو سفاح سے شروع ہو کر اب آٹھ سو برس کے بعد برائے نام اور اسم بے معنی ہو کر رہ گئی تھی ختم ہوئی اور خاندانِ عثمانیہ میں جو اس زمانے میں سب سے زیادہ حق دارِ خلافت تھا۔ شروع ہوئی۔ خاندانِ عباسیہ میں سینتیس خلیفہ بغداد و عراق میں ہوئے اور اٹھارہ مصر میں جن کی کُل تعداد پچپن ہوتی ہے۔

خاندانِ عباسیہ کے سلسلہ پر نظر ڈالتے ہوئے اس وقت ہم بہت دور آگے نکل آئے ہیں۔ اب ہم کو پھر اس سلسلہ کے شروع میں واپس جانا ہے۔ اور داہنی بائیں طرف جن ضروری اور اہم شاخوں کو چھوڑتے چلے آئے ہیں ان کا مطالعہ کئے بغیر ہم ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتے۔ شاید اس جگہ قارئینِ کرام کو خلافتِ عباسیہ سے متعلق کسی تبصرہ اور ریویو کی توقع ہو۔ لیکن میں کہنے کے قابل باتیں سب کہہ چکا ہوں اور اب اُس اثر کو جو اس عظیم الشان خاندانِ خلافت کا انتہائی نتیجہ لینے کے بعد فطری طور سے قلب پر طاری ہوا ہے ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ ہاں! اگلے باب میں بعض ضروری باتیں گوش گذار کرکے اس جلد کو ختم کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

باب ۶

پہلی فصل

خلافت بنو اُمیہ اور خلافتِ عباسیہ کے حالات ختم ہو چکے ہیں مگر ان حالات کے پڑھنے سے خلفاء کی حکومت، طاقت، فتوحات اور لڑائیوں کا مختصر سا خاکہ ذہن میں قائم ہوتا ہے اور عام طور پر مورخین بادشاہوں اور حکمرانوں کے اسی قسم کے حالات اپنی تاریخوں میں لکھتے ہیں اُنھیں کو بطور خلاصہ اوپر درج کیا گیا ہے۔ لیکن آج کل فنِ تاریخ نے جو ترقی کی ہے اُس کی وجہ سے کسی نئی مرتب کی ہوئی تاریخ میں یہ بھی تلاش کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ یا جس سلطنت کی تاریخ ہے اُس زمانے یا اُس سلطنت میں اُصولِ حکمرانی کیا تھے۔ معاشرت لوگوں کی کیسی تھی اور علمی ترقیات کی کیا کیفیت تھی وغیرہ۔ کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے کم از کم اس سے دُگنی تعداد کے صفحات اور درکار ہیں اور کماحقہٗ یہ خواہش اس مختصر کتاب کے ذریعہ پوری نہیں ہو سکتی۔ اس نقص کا اقرار کر لینے کے بعد ذیل میں چند اشارات بعض قابلِ قدر کتابوں کی مدد سے درج کرتا ہوں۔

سلطنت کے قابلِ تذکرہ اہلِ کار اور عہدے دار

خلافتِ بنو اُمیہ ایک فاتح و مُلک گیر سلطنت تھی اور اُس کے زمانہ میں عرب قوم فاتح اور تمام اقوام مفتوح سمجھی جاتی تھیں۔ عربوں میں مذہبی جوش موجود تھا اور قرآنِ کریم و سُنتِ رسول اللہ کے سوا کوئی قانون اُن کے لئے واجب التعمیل اور نافذالفرمان نہ ہو سکتا تھا

مسلمان آپس میں بھی لڑتے تھے مگر اُن لڑائیوں اور چڑھائیوں کے باوجود عرب وشام ومصر وعراق وغیرہ اسلامی ممالک میں باشندوں کی عام زندگی اور قیام امن کسی پیچیدہ نظام سلطنت کی خواہاں نہ تھی۔ خلیفہ اہم امور میں مشورے لیتا تھا۔ مگر مشورے لینے کے لئے مجبور بھی نہ تھا۔ خلیفہ کو بلا طلب بھی مشورے دیتے جاتے تھے اور بسا اوقات اُس کو وہ منظور بھی کرنے پڑتے تھے۔ حکومت میں عام طور پر عربی سادگی موجود تھی۔ معمولی بدوی خلیفہ تک پہنچ سکتے تھے اور ان بادیہ نشینوں کی طاقت لسانی کو خلیفہ کا رُعبِ حکومت مطلق کم نہیں کر سکتا تھا۔ خلیفہ صوبوں اور ولایتوں کی حکومت پر اپنے نائب مقرر کرکے بھیجتا تھا اور اُن کو اُس صوبہ یا ولایت میں کامل شاہانہ اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ خلیفہ جس طرح تمام عالمِ اسلام کا فرماں روا تھا اسی طرح وہ تمام عالمِ اسلام کا سپہ سالارِ اعظم بھی ہوتا تھا۔ صوبوں اور ولایتوں کے عامل اپنے صوبے کے بادشاہ بھی ہوتے تھے اور سپہ سالار بھی۔ وہی مذہبی پیشوا اور نمازوں کے امام ہوتے تھے اور وہی قاضی القضاۃ بھی۔ خلیفہ کو بھی جب کسی مذہبی مسئلہ کی نسبت شک ہوتا تھا تو علماء اور فقہاء سے دریافت کرنے میں مطلق عار نہ تھا۔ اسی طرح عاملوں اور والیوں کو بھی علماء وفقہا سے استمزاج کرنا پڑتا تھا۔ بعض اوقات صوبوں میں ایک عامل یعنی گورنر مقرر ہوتا تھا اور اُس کے ساتھ ہی دوسرا قاضی یا چیف جج دربارِ خلافت سے مقرر ہوتا تھا۔ عامل کا کام مُلک میں انتظام قائم رکھنا۔ فوج کشی کرنا۔ دشمن کی مدافعت کے لئے آمادہ رہنا۔ رعایا کی حفاظت کرنا اور محاصلِ مُلکی وصول کرکے خزانہ میں جمع کرنا ہوتا تھا اور قاضی کا کام حدودِ شرعیہ کو جاری کرنا۔ انفصال خصومات کی خدمت انجام دینا اور احکام شرع کی پابندی کرانا ہوتا تھا۔ قاضی عامل کا محکوم نہ ہوتا تھا۔ بعض اوقات عامل اور قاضی کے علاوہ محصل بھی دربارِ خلافت ہی سے جُدا مقرر ہوتا تھا جس کے متعلق تمام مالی انتظام ہوتا تھا۔ اس حالت میں عامل صرف سپہ سالار افواج ہوتا تھا۔ غرض خلافت بنو اُمیہ میں سادگی زیادہ تھی شرعی قوانین سے تمام دقتوں کو رفع کردیا جاتا تھا اور رعایا عدل وانصاف کی وجہ سے بہت خوش حال اور فارغ البال تھی نہ رعایا سے کوئی نامناسب ٹیکس یا محصول لیا جاتا تھا نہ سلطنت کو انتظام ملک کے لئے زیادہ روپیہ خرچ کرنا پڑتا تھا۔ خلیفہ تمام اسلامی دنیا کا روحانی پیشوا بھی سمجھا جاتا تھا اور دنیوی شہنشاہ بھی۔

اس لئے ملک میں امن وامان کے قائم رکھنے میں بڑی آسانی ہوتی تھی۔ کوئی باقاعدہ وزارت کا عہدہ نہ تھا اور ضرورت کے وقت ہر شخص وزارت کے کام انجام دے سکتا تھا۔

خلافتِ عباسیہ میں عربوں کے سوا ایرانیوں اور ترکوں کو بھی فاتح قوم کے حقوق ملنے لگے اور بتدریج مفتوح قوم کا اقتدار عرب فاتحین سے بھی بڑھ گیا اس لئے انتظام ملکی میں پیچیدگی واقع ہوئی۔ اگر عرب، ایرانی اور ترک سب کو احکام اسلام کے موافق مساوی درجہ میں رکھا جاتا اور حقیقی مساوات قائم ہوتی تو بنو امیہ کے زمانے سے بھی زیادہ سادگی اور خوبی انتظام سلطنت میں نمایاں ہوتی۔ مگر بدقسمتی سے ایسی صورتیں پیش آتی رہیں کہ ان قوموں میں مخالفت اور رقابت ترقی کرتی رہی جس کا بڑا سبب یہ تھا کہ ایرانیوں کو عربوں پر فضیلت دی گئی اور ایرانی وساسانی معاشرت کو دربارِ خلافت نے اختیار کرکے عربی راحت رسان سادگی کو حقارت کے ساتھ رد کردیا۔ اور اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ خلافتِ اسلامیہ کو ایسی پیچیدگیوں میں مبتلا ہونا پڑا جس سے اس کا اعتبار و اقتدار بتدریج کم ہوتے ہوتے فنا ہوگیا۔ بہرحال خلافتِ عباسیہ کے قابلِ تذکرہ عہدوں کی فہرست پیش کرنا مقصود ہے۔

وزیراعظم

ابتداءً خلیفہ کا ایک ہی وزیر ہوتا تھا اور وہ ہر ایک اعتبار سے خلیفہ کا نائب یا قائم مقام اور تمام صیغوں کا افسر ہوتا تھا۔ بعد میں جب یہ معلوم ہوا کہ ایک شخص تمام محکموں کی پوری ذمہ داری نہیں لے سکتا تو وزیراعظم کے ماتحت الگ الگ صیغوں کے وزیر بھی مقرر ہونے لگے۔ وزیراعظم کو ابتدائی خلفاء کے عہد میں صرف وہی اختیارات حاصل ہوتے تھے جو خلیفہ تفویض کردیتا تھا۔ بہت سے معاملات ایسے ہوتے تھے جن کو کرنے کا اختیار خلیفہ کے سوا کسی دوسرے کو نہ ہوتا تھا۔ ہاں وزیراعظم خلیفہ کو مشورہ دے سکتا تھا۔ اس قسم کے مشورے لینے میں صرف وزیراعظم ہی نہیں بلکہ دوسرے ارکانِ سلطنت کو بھی خلیفہ تکلیف دیا کرتا تھا۔ بعض خلیفہ مثلاً ہارون الرشید نے اپنے وزیراعظم کو سلطنت کے ہر ایک معاملہ میں کلی اختیارات عطا کردیئے تھے۔ وزیراعظم ہی ہر قسم کے احکام جاری کردیتا اور خلیفہ کو اپنے جاری کردہ اہم احکام کی صرف اطلاع دیتا تھا۔ ایسے بااختیار وزیروں کا مرتبہ بہت ہی بلند ہوتا تھا اور وہ درحقیقت خلیفہ سے بھی زیادہ سیاہ و سفید کے مالک سمجھے جاتے تھے۔ بعد میں جب خلفاء بہت کمزور ہونے لگے اور دیلمی امیرالامرا یا سلجوقی سلاطین خلافت پر مسلط ہوگئے

خلیفہ کا وزیراعظم الگ ہوتا اور ان سلاطین کا وزیر اعظم جدا ہوتا تھا۔اس زمانے میں خلیفہ کی وزارت کوئی بہت بڑی چیز نہیں سمجھی جاتی تھی۔اس دوعملی کے زمانے میں بعض اوقات خلیفہ کے وزیر کو رئیس الرؤسا اور سلطان کے وزیر کو وزیر کہتے تھے۔بعض اوقات خلیفہ کے وزیر کو خلیفہ سے زیادہ اختیارات حاصل ہوتے تھے اور جب کہ خلیفہ کا وزیر سلطان نے مقرر کیا ہو تو خلیفہ اپنے وزیر کا تبدیری ہوتا تھا۔

وزیراعظم کا انتخاب عموماً خلیفہ اپنی ذاتی واقفیت کی بناپر کرتا تھا اور بعض اوقات وہ نہایت معمولی طبقہ میں سے ایک شخص کو خلعت وزارت دے کر سب سے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیتا تھا اور کبھی ایک وزیر کے بعد اُس کے بیٹے کو وزارت کا عہدہ دیا جاتا تھا۔جعفر برمکی وزیر ہارون الرشید فضل وزیر مامون الرشید۔نظام الملک وزیر الپ ارسلان و ملک شاہ بہت مشہور وزیر ہیں۔

امیرالامرا

یہ عہدہ خلفاء عباسیہ کے دورِ انحطاط و تنزل میں قائم ہوا اور لوگوں نے خلیفہ پر مسلّط ہو کر امیرالامرا کا خطاب خود اپنے لئے تجویز کر کے خلیفہ سے حاصل کیا۔یہ امیرالامرا حقیقتاً عراق و فارس و خراسان کے فرماں روا تھے اور تمام عہدے دار انھیں کے ماتحت اور انھیں کے مقرر کئے ہوئے ہوتے تھے خلیفہ تو صرف برائے نام یا برائے بیعت ہی ہوتا تھا۔دیلمیوں کا زمانہ قریباً سو برس تک رہا اور وہ امیرالامرا کہلاتے تھے۔

سلطان

جس طرح دیلمیوں نے امیرالامرا اپنا خطاب تجویز کیا۔اسی طرح سلجوقیوں نے اپنے لئے سلطان کا خطاب پسند کیا۔یہ سلجوقی سلاطین دیلمیوں سے زیادہ طاقتور۔زیادہ دین دار اور دنیا کے زیادہ وسیع رقبہ پر حکمران تھے مگر دیلمیوں کی نسبت خلیفہ کے زیادہ فرماں بردار تھے۔دیلمیوں نے دربارِ خلافت کے تمام اثر و اقتدار کو سلب کر لیا تھا۔سلجوقیوں نے خلیفہ کی عظمت کو تسلیم کیا اور خلفاء کو حکومت و فرماں روائی کا بھی موقعہ دیا اور انھیں کے زمانے میں خلفاء نے اپنی شوکت و حکومت کے واپس لینے کی کوشش میں ایک حد تک کامیابی حاصل کی۔خلفاء عباسیہ کے ابتدائی عہدِ خلافت میں امیرالامرا اور سلطان کے عہدے نہ تھے۔

عامل یا والی

صوبوں اور ولایتوں کے حاکموں کو عموماً اختیارات حاصل ہوتے تھے اور ہر ایک عامل یا والی اپنے صوبہ کی آمدنی کا ایک مقررہ حصہ دربار خلافت میں بھیجتا رہتا تھا۔ کبھی کبھی کسی صوبہ کے لئے ایک متعین رقم خراج کی مقرر کر کے کسی عامل کو بھیج دیا جاتا تھا اُس کو اس صوبے کے اندرونی انتظام میں کامل آزادی حاصل ہوتی تھی اور وہ مقررہ رقم سال بسال خزانۂ خلافت میں داخل کرتا رہتا تھا۔ یہ صورت ٹھیکہ یا اجارہ کی مانند ہوتی تھی۔ اکثر حالتوں میں عامل کو اپنے صوبہ کے آمد و خرچ کا حساب سمجھانا پڑتا تھا اس حالت میں وہ کسی مقررہ رقم کے ادا کرنے کا ذمہ دار نہ ہوتا تھا۔ جس سال جس قدر روپیہ خرچ سے بچتا اُسی قدر بھیج دیتا تھا۔ سرحدی صوبوں کا جو دارالخلافہ سے زیادہ فاصلہ پر ہوتے تھے۔ مثلاً افریقیہ۔ یمن۔ ماوراء النہر وغیرہ کا عموماً ٹھیکہ دے دیا جاتا تھا۔ ان صوبوں سے بہت ہی کم خراج لیا جاتا تھا۔ اور بعض اوقات تو صرف خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا جانا ہی کافی سمجھا جاتا تھا۔ ان سرحدی صوبوں کے عاملوں کا تبدیل یا معزول کرنا اُس وقت ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جب تک کہ وہ بے وفائی۔ مخالفت اور بغاوت کا اعلان نہ کریں۔ لیکن باقی صوبوں کے عاملوں کو خلفاء جلد جلد تبدیل کرتے رہتے تھے۔

صاحب الشرطہ

شہروں میں امن و امان کے قائم رکھنے۔ بغاوتوں کا انسداد کرنے۔ چوروں اور ڈاکوؤں کو گرفتار کر کے سزا دینے کی ذمہ داری جس شخص سے متعلق ہوتی تھی اُس کو صاحب الشرطہ کہتے تھے ہم اُس کو محکمۂ پولیس کا اعلیٰ افسر کہہ سکتے ہیں۔ یہ صاحب الشرطہ بغداد میں قیام پذیر رہ کر عراق کے دوسرے شہروں میں اپنے نائب مقرر کرتا اور بعض اوقات افواج عراق کا سپہ سالار اعظم اور تصوبہ صوبہ کا عامل یا گورنر ہوتا تھا۔ طاہر بن حسین صاحب الشرطہ ہی تھا۔ اس کے بعد اُس کو خراسان کی گورنری ملی تھی۔ غرض کہ یہ بہت بڑا اور ذمہ داری کا عہدہ تھا اور اس پر کوئی معمولی شخص فائز نہیں ہو سکتا تھا۔

حاجب حاجب خلیفہ کی ذات کا محافظ اور خلیفہ کی ذات کے محافظ دستہ کا افسر ہونے کے علاوہ خلیفہ کی خدمت میں سب سے بڑھ کر رسوخ رکھنے والا

شخص ہوتا تھا۔ حاجب سفر و حضر میں ہمیشہ خلیفہ کے ساتھ رہتا اور ہر ایک تنہائی کے وقت خلیفہ کا مونس ہوتا تھا۔ قصر خلافت کے تمام خدام اور پہرہ چوکی کے سپاہی اُسی کے محکوم ہوتے تھے۔ دربار میں وہ ہر نئے داخلِ دربار ہونے والے شخص کو ادب آموز اور خلیفہ کے ہر ایک حکم کی تعمیل کے لئے ہمہ اوقات مستعد رہتا تھا۔ حاجب سے بسا اوقات وزیر اعظم کو بھی دبنا پڑتا تھا۔ حاجب خلیفہ کے رازوں سے واقف اور خلیفہ کا سب سے بڑا معتمد ہوتا تھا۔ ہارون الرشید نے اپنے حاجب مسرور ہی کے ذریعہ جعفر برمکی کو قتل کرایا تھا۔

قاضی القضاۃ

قاضی القضاۃ کا مستقل عہدہ ہارون الرشید نے قائم کیا تھا جو آخر عہدِ عباسیہ تک قائم رہا اس عہدہ کو آج کل شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ قاضی القضاۃ تمام صوبوں اور ملکوں میں اپنے اختیار سے اپنے نائب مقرر کرتا اور ہر صوبہ کا قاضی اپنے اختیار سے ایک شہر میں ایک قاضی مقرر کرتا تھا جس کا کام مذہبی احکام کی حفاظت و پابندی کرانا خصومات کا انفصال کرنا ہوتا تھا۔ یہ بہت بڑا عہدہ تھا۔ دربار میں قاضی کا مقام سپہ سالارِ اعظم اور وزیر اعظم سے کم نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ہر ایک تخت نشین ہونے والے خلیفہ کو باقاعدہ اُسی وقت خلیفہ سمجھا جاتا تھا۔ جب کہ قاضی القضاۃ بھی اُس کو خلیفہ تسلیم کرے۔ کسی خلیفہ کی معزولی کے لئے قاضی القضاۃ ہی سے فتویٰ لیا جاتا تھا۔ قاضی کو خلیفہ معزول کر سکتا تھا۔ لیکن نئے خلیفہ کی تخت نشینی کے وقت قاضی کی منظوری لازمی تھی۔ اہم معاملات میں مثلاً کسی ملک پر فوج کشی کرنے یا کسی صوبہ کا عامل مقرر کرنے میں قاضی سے بھی مشورہ لیا جاتا تھا۔ اگر خلیفہ خود سپہ سالار بن کر کسی ملک پر چڑھائی کرتا تھا۔ تو قاضی القضاۃ اُس کے ہمراہ ہوتا تھا۔ ورنہ ہر فوج کے ساتھ قاضی اپنا ایک نائب مقرر کرکے بھیجتا تھا۔ عہد ناموں، صلح ناموں، ملکوں کی سندِ حکومت، خلیفہ کے اہم فرامین اور وصیت نامہ وغیرہ پر قاضی کی مُہر ضرور ہوتی تھی۔

رئیس العسکر

اگرچہ ہر ایک خلیفہ، ہر ایک عامل، ہر ایک وزیر اور ہر ایک بڑا آدمی سپہ سالار ہو سکتا تھا۔ لیکن خلیفہ کی باقاعدہ افواج کا ایک رئیس العسکر یا سپہ سالارِ اعظم بھی ہوتا تھا۔ یہ کوئی مستقل اور دوامی عہدہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ ہر ایک دستۂ فوج کا ایک سپہ سالار ہوتا تھا۔ لڑائی کے وقت خلیفہ جس شخص کو چاہتا ذمہ دار اور سپہ سالارِ اعظم بنا دیتا۔ جو شخص ہمیشہ بڑی بڑی مہموں میں سپہ سالار بنایا جاتا وہ عام طور پر رئیس العسکر یا رئیس العساکر کہلاتا تھا۔

محتسب

محتسب کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ شہر میں گشت لگا کر لوگوں کو خلافِ قانون اور خلافِ شرع حرکات و افعال سے باز رکھ کر بداعمالیوں کی سزا دے محتسب کبھی قاضی القضاۃ اور کبھی صاحب الشرطہ کا ماتحت ہوتا تھا ہم آج کل کی اصطلاح میں اُس کو میونسپل انسپکٹر بھی کہہ سکتے ہیں۔ وہ سوداگروں اور دوکانداروں کے ناپ تول کے پیمانوں کا بھی معائنہ کرتا اور دھوکہ دینے والوں کو گرفتار کر کے سزا دے سکتا تھا۔ ہر ایک شہر اور ہر ایک قصبہ میں ایک محتسب معہ اپنے ماتحت عملہ کے مقرر ہوتا تھا۔

ناظر یا مشرف

خلیفہ سلطنت کے تمام محکموں کی نگرانی کے لئے ایک صدر ناظر مقرر کرتا تھا۔ جو ایک وزیر سمجھا جاتا تھا۔ اس کے ماتحت ہر ایک محکمہ کا الگ الگ ناظر یا انسپکٹر مقرر ہوتا۔ مشرفِ اعلیٰ تمام محکموں کی رپورٹیں حاصل کرنے کے بعد اُس کا ضروری خلاصہ خلیفہ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔

صاحب البرید یا رئیس البرید

ہر ایک صوبہ میں محکمۂ ڈاک کی حفاظت و نگرانی و اہتمام کے لئے خلیفہ کی طرف سے

ایک صاحب البرید یعنی پوسٹ ماسٹر جنرل مقرر ہوتا تھا۔ جس کا کام شاہی ڈاک کی روانگی اور قاصدوں کے لئے راستہ کی چوکیوں میں سواریوں کا بندوبست کرنا ہوتا تھا۔ اسی کے زیر اہتمام ہر ایک منزل پر گھوڑوں، خچروں یا اونٹوں کی ایک مناسب تعداد ہمہ اوقات موجود و مستعد رہتی تھی۔ صاحب البرید کا یہ بھی فرض ہوتا تھا کہ وہ اپنے صوبہ کے تمام اہم حالات اور ضروری واقعات کی خبریں بہم پہنچائے اور دربارِ خلافت کو اُس کی اطلاع دے۔ صاحب البرید کے ماتحت جاسوسوں کی بھی ایک جمعیت رہتی تھی جس کے ذریعہ وہ اُس صوبہ کی رعایا وہاں کے حکام اور صیغوں کے حالات سے خلیفہ کو اطلاع دیتے رہتے تھے۔ صاحب البرید ہر ایک شہر میں اپنا ایک نائب مقرر کرتا تھا۔ اسی محکمہ کے ذریعہ رعایا کے خطوط بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتے جاتے تھے۔ اسی صاحب البرید کے ماتحت نامہ بر کبوتروں کا بھی اہتمام رہتا تھا۔ صاحب البرید کے پاس ایک ایسا رجسٹر بھی رہتا تھا۔ جس میں ہر ایک ڈاک خانہ اور چوکی کا فاصلہ۔ سمت اور وہاں کے عملہ کی فہرست درج رہتی تھی۔

کاتب

خلیفہ ایک شخص کو اپنا کاتب یا میر منشی مقرر کرتا تھا۔ یہ بھی وزراء میں شمار ہوتا تھا۔ اس کا کام خلیفہ کو باہر کی آئی ہوئی تحریریں سُنانا۔ فرامین لکھنا اور خلیفہ کے حکم کے موافق احکام جاری کرنا اور ضروری دستاویزوں کو حفاظت سے رکھنا۔ اسی کے ماتحت مختلف صیغوں کے دفاتر ہوتے تھے مثلاً شاہی فرامین کی نقل محفوظ رکھنے کا دفتر۔ محکمہ رجسٹری دیوان الجیوش۔ دیوان النفقات وغیرہ۔

امیر المنجنیق

یہ فوجی انجنیئر کا کام دیتا تھا۔ سفر مینا کی پلٹن بھی اسی کے ماتحت ہوتی تھی۔ اسٹور کا بنانا۔ میدانِ جنگ اور کیمپ کے لئے جگہ کا انتخاب کرنا۔ دشمن کے قلعوں کو مسمار کرنا۔ قلعے دمدمے اور مورچے بنانا اس کا کام تھا۔ قلعوں کے محاصرہ کرنے میں اس کے مشوروں اور تجویزوں کو ہمیشہ خصوصی اہمیت حاصل ہوتی تھی۔

امیر التعمیر یا رئیس البنّا

یہ چیف انجنیر ہوتا تھا۔ محلات شاہی کی تعمیر و مرمت۔ شہروں کی آبادی کا تعمیری کام، نہروں کا نکالنا، پلوں کا بنانا، بند باندھنا وغیرہ سب اسی کا کام تھا۔

امیر البحر

جنگی جہازوں اور بحری فوجوں کے افسر کو امیر البحر کہتے تھے۔ امیر البحر کے ماتحت بہت سے قائد ہوتے تھے۔ ہر ایک قائد کے ماتحت ایک جنگی جہاز ہوتا تھا۔ قائد کو کپتان سمجھنا چاہیئے۔

طبیب

ایک سے زیادہ تجربہ کار و ہوشیار طبیب دار الخلافہ میں موجود اور دربار میں حاضر رہتے تھے علمی مجالس میں اُن کی شرکت ضروری تھی۔ ان کے ماتحت دار الشفا اور دواخانے سرکاری مصارف سے جاری تھے۔ ان میں ہر ملک اور ہر مذہب کے طبیب شامل تھے۔ ان میں سے اکثر دار التصانیف، دار الترجمہ اور بیت الحکمت کی رونق و عزت کا موجب تھے۔

سلطنت کے قابل تذکرہ صیغے اور دفتر

خلیفہ اگرچہ مطلق العنان فرماں روا سمجھا جاتا تھا مگر وہ اپنی حکمرانی و فرماں روائی میں بالکل خلیع الرسن اور آزاد نہ تھا۔ خلیفہ بناتے وقت جب اُس کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی تھی تو اُس میں اتباع قرآن و سُنّت کی شرط ضرور ہوتی تھی علما و فقہا خلیفہ کے خلافِ شرع کاموں پر اعتراض کرنے اور اُس کو روکنے ٹوکنے کا حق رکھتے تھے۔ اس حق کے استعمال کرنے میں اگر خلیفہ کی طاقت سدِ راہ ہو تو عوام اُس طاقت کا مقابلہ کرکے اور علماءِ شرع کی حمایت پر مستعد ہو کر خلیفہ کو نیچا دکھانے اور معزول کرنے پر فوراً آمادہ ہو جاتے تھے بعض اوقات علماء اپنے اس فرض اور حق کو ادا کرنے میں پہلو تہی کرتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ خرابیاں پیدا ہوئیں اور خلافت دم بدم کمزور ہوتی چلی گئی۔ خلیفہ کی ذات میں جو عظمت

و شوکت موجود ہوتی تھی اُس کے ذریعہ خلیفہ کبھی کبھی بلا مشورہ بھی احکام جاری کر دیتا اور اپنے احکام کی تعمیل کرا سکتا تھا لیکن عام طور پر دنیا کے سرد و گرم سے تعلق رکھنے والے کام سب مقررہ قوانین و آئین کے ماتحت انجام پذیر ہوتے تھے۔ اور بحیثیت مجموعی سلطنت کی مشین نہایت باقاعدگی کے ساتھ چلتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ باوجود سلاطین کی آپس کی لڑائیوں اور امراء کی نا اتفاقیوں کے عہد خلافت عباسیہ میں علوم و فنون میں ترقی کرنے اور مہذب و شائستہ ہونے کا لوگوں کو خوب موقعہ ملتا رہا۔ خلافت عباسیہ کے ابتدائی ایام میں مختلف علوم و فنون کی بنیاد قائم ہو چکی تھی قیمتی تصانیف شروع ہو گئی تھیں اس کے بعد حکومت عباسیہ کمزور ہوتی گئی مگر ان علمی ترقیات اور علوم و فنون کو نشو و نما اور ایجادات کی رفتار میں کوئی کمی اور سستی واقع نہیں ہوئی۔ اس کا بڑا سبب یہی تھا کہ نظام حکومت جو اسلامی اصولوں پر قائم ہوا تھا۔ وہ سلطنت کے ضعیف اور جنگ و جدل کے قوی ہو جانے کی حالت میں بھی بالکل زیر و زبر اور سراسر درہم برہم نہیں ہوا بلکہ بدامنی کے زمانے میں بھی اُس کی روح موجود رہتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ علمی و معاشرتی و اخلاقی ترقیات کو کبھی زبردست دھکا نہیں لگا۔ سامانیوں، صفاریوں، سلجوقیوں کی حکومتیں زیادہ مستقل اور پائدار نہ تھیں۔ مگر ان کے عہد حکومت اور حدود سلطنت میں بڑے بڑے زبردست عالم پیدا ہوئے اور علوم و فنون کے مشہور ناموں نے اپنے زندہ جاوید کارنامے چھوڑے۔

دیوان العزیز

دربار خلافت کا نام دیوان العزیز تھا۔ جو وزیر کا دربار سلطنت کے تمام صیغوں پر اختیار کلی رکھتے تھے اور انھیں کے ہاتھ میں نظام سلطنت سمجھی جاتی تھی اُن کے دفتر اور اُن کے محکمہ پر بھی دیوان العزیز کا لفظ بولا جاتا تھا تمام وفاتر اور تمام محکمے اور صیغے اسی کے ماتحت ہوتے تھے۔ وزیر اعظم کو متعلقہ صیغوں کے افسروں سے مشورہ کرنے کے بعد احکام جاری کرنے پڑتے تھے۔

دیوان الخراج

اس کو محکمہ مال سمجھنا چاہیئے یہ محکمہ کبھی براہ راست وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور کبھی اس کا مہتمم ایک جُدا وزیر ہوتا تھا جو وزیر اعظم کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔ کبھی کبھی خلیفہ

وزیر مال کا تعلق وزیر اعظم سے نہیں رکھتا تھا بلکہ براہ راست خود اپنے کاتب کے ذریعہ اُس کی نگرانی کرتا تھا۔ کبھی وزیر مال اپنے نائب صوبوں میں خود مقرر کرتا تھا اور وہ اُس صوبہ کے گورنر کی ماتحتی سے آزاد ہوتے تھے۔ عام طور پر وزیر مال صوبوں کے گورنروں کو انتظام مالی میں مختار قرار دے کر اُنھیں کو جواب دہ اور ذمہ دار سمجھتا تھا۔

دیوان الجزیہ یا دیوان الذمام

اس محکمے میں جزیہ اور ذمیوں کے متعلق کاغذات رہتے تھے جزیہ کی وصولی اُس کا تقرر جزیہ کی معافی وغیرہ سب اسی محکمے سے متعلق تھی۔ اسی محکمے کا مہتمم وزیر مال کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔ مگر قاضی القضاۃ کے احکام کی بھی اس کو تعمیل کرنی پڑتی تھی۔ قاضی القضاۃ کے احکام عموماً جزیہ کے کم یا موقوف کر دینے کے متعلق ہوتے تھے کہ فلاں صوبہ کے فلاں اشخاص سے جزیہ وصول نہ کیا جائے وغیرہ۔

دیوان العسکر

اس محکمہ میں فوجی رجسٹر رہتے تھے۔ اس محکمے کا تعلق براہِ راست وزیر اعظم یا خلیفہ سے ہوتا تھا۔ فوج کی تنخواہیں بھی اسی محکمے کے ذریعہ تقسیم ہوتی تھیں۔ سپہ سالار اعظم بھی اس محکمہ کا افسر سمجھا جاتا تھا۔ مگر اُس کا تعلق صرف اسی قدر ہوتا تھا کہ وہ اپنی موجودگی میں تنخواہیں تقسیم کرا دیتا تھا بار برداری کے جانوروں کی خریداری، اسلحہ کی فراہمی، وردیوں کی تیاری وغیرہ کے صیغے بھی اسی محکمے سے تعلق رکھتے تھے۔

دیوان الشرطہ

محکمہ پولیس کے دفاتر اور انتظام ایک الگ افسر کے ماتحت تھا۔ اسی کے ماتحت محتسب وغیرہ بھی ہوتے تھے۔ محکمۂ پولس کے سپاہیوں کی تنخواہیں عموماً فوجی سپاہیوں سے زیادہ ہوتی تھی اور پولیس کے سپاہیوں کو زیادہ احتیاط کے ساتھ بھرتی کیا جاتا تھا۔

دیوان الضیاع

اس محکمے کے متعلق اُن رقبوں اور اُن علاقوں کی آمدنی کا انتظام ہوتا تھا جو عموماً صوبۂ عراق میں خلیفہ کی جاگیریں سمجھی جاتی تھیں۔ ان شاہی املاک کی پیداوار کو بڑھانا، آباد و سرسبز رکھنا سب اسی محکمے سے متعلق تھا۔

دیوان البرید

اس محکمہ کا صدر دفتر بغداد میں تھا۔ اس دفتر میں ملکوں کے نقشے۔ ڈاک خانوں کی فہرستیں اور ہر منزل اور ہر راستے کے متعلق ضروری باتیں، ملازمین کے لئے ہدایات، ملازمین اور اہل کاروں کی خدمات کی رپورٹیں اور راستوں کے امن وامان کے لئے یادداشتیں غرض سب کچھ ہوتا تھا۔

دیوان النفقات

محل سرائے شاہی کے مصارف، انعامات، روزینے، عطیات وغیرہ کے رجسٹر اس محکمے سے تعلق رکھتے تھے۔

دیوان التوقیع

اس دفتر میں ہر ایک اُس حکم کی نقل رکھی جاتی تھی جو خلیفہ کے دستخط یا مُہر سے جاری ہوتا تھا۔ یہ محکمہ بھی جس کو محکمۂ رجسٹری کہہ سکتے ہیں کاتب کے ماتحت ہوتا تھا۔

دیوان النظر فی المظالم

یہ محکمہ مشرفِ اعلیٰ کے ماتحت ہوتا تھا۔ اس محکمہ کا کام شاہی اہل کاروں کے کام کا جانچنا دفتروں اور رجسٹروں کی غلطیاں نکالنا، دفاتر کا معائنہ کرنا، اور بے راہ روی سے اہل کاروں اور افسروں کو روکنا تھا۔

دیوان الانہار

اس محکمے کا کام نہروں کی مرمت ونگرانی کرنا۔ آب پاشی کے وسائل بڑھانا تھا۔ نئی نہریں نکالنے میں کاشت کاروں کے سوا امراء اور اہلِ خیر کو آزادی حاصل تھی۔ کاشت کار یا کسی علاقے کے باشندے اگر کوئی جدید نہر نکالنا چاہتے تھے تو اُس نہر کے نکالنے کا نصف خرچ سرکاری خزانہ سے ملتا تھا۔ اگر پانی کی تقسیم میں ایک گاؤں والوں کا دوسرے گاؤں والوں سے کوئی جھگڑا یا فساد ہو جاتا تھا تو اس محکمہ کے اہل کار دخل دے کر اُس کو فیصل کر دیتے تھے ورنہ عام طور پر گورنمنٹ کوئی دخل نہ دیتی تھی۔ کاشت کار آپس ہی میں سب باتیں طے کر لیتے تھے۔ جدید نہروں کے نکالنے سے حکومت کو صرف یہ فائدہ ہوتا تھا کہ محاصل کی وصولی میں آسانی ہو جاتی تھی اور کاشت کار مالدار و خوش حال ہو کر محاصل کی ادائیگی میں تامل نہ کرتے تھے۔

دیوان الرسائل

اس محکمہ کے اہل کاروں کا کام عہد ناموں کے مسودے تیار کرنا۔ شاہی فرامین کے مضامین لکھ کر مُہر ثبت کرانا اور لفافوں میں بند کر کے مُہر لگانا۔ اہم فیصلوں کی نقلیں رکھنا اور کسی منشور کی نقلیں کر کے صوبوں اور شہروں میں بھجوانا۔ عام لوگوں کی درخواستیں لے کر جس محکمے سے اُس کا تعلق ہو اُس محکمے میں بھجوا دینا اور دفاتر کے لئے مناسب فارم تجویز کرنا تھا۔

دار العدل

اس میں ہر ایک عدالت کے فیصلے کا اپیل ہو سکتا تھا۔ دار العدل میں قاضیِ بغداد یعنی قاضی القضاۃ۔ وزراء۔ شہر کے فقہاء علماء سب جمع ہو کر اہم مقدمات کی سماعت کرتے تھے۔ دار العدل میں خلیفہ بھی بطورِ صدر شریک ہوتا تھا اور اگر خود خلیفہ کی ذات کو اُس معاملے سے کوئی تعلق ہو تو وزیر اعظم یا قاضی القضاۃ کو صدارت کا منصب دیا جاتا تھا۔ صوبہ داروں پر بغاوت کا الزام لگایا جاتا یا سپہ سالاروں کو سازش سے متہم کیا جاتا تو وہ اسی عدالت میں پیش ہو کر اپنی صفائی اور برأت پیش کرنے کا موقعہ دیا جاتا تھا۔ اس عدالت میں وہی شخص بطور گواہ پیش ہو سکتا تھا جو اپنے نیک چلن ہونے کی تحریری سند جس پر قاضی اور محتسب کے دستخط ہوں پیش کر سکتا تھا۔ بڑے بڑے عالی رتبہ

اشخاص اس عدالت میں گواہی دیتے ہوئے ڈرتے تھے کہ کہیں ہماری نیپ چلنے پر کوئی اعتراض ہو کر ہماری شہادت مسترد نہ ہو جائے۔

دار القضا

ہر ایک شہر کا قاضی اُس شہر کا جج، مجسٹریٹ اور منصف ہوتا تھا۔ اگر اس شہر کے عامل یا گورنر پر بھی کوئی شخص دعویٰ دائر کر دیتا تھا تو اُس گورنر کو معمولی مدعا علیہ کی حیثیت سے قاضی کی عدالت میں حاضر ہونا اور ثبوت پیش کرنا پڑتا تھا۔ غیر مسلموں کے لئے انھیں کی قوم و مذہب کے منصف مقرر تھے جن کی کچہری میں اُن کے مقدمات فیصل ہوتے تھے۔ ان غیر مسلم منصفوں کی عدالت میں غیر مسلموں کے تمام دیوانی اور آپس کے فوجداری مقدمات طے ہو جاتے تھے۔ لیکن اگر ایک فریق غیر مسلم ہو تو اس حالت میں فریقین رضامندی سے جس عدالت میں چاہیں اپنا مقدمہ لے جائیں۔ لیکن ایسے مقدمات کا مرافعہ قاضی کے یہاں ہو سکتا تھا۔ عام طور پر غیر مسلم اپنے مقدمات بھی قاضی ہی کی عدالت میں فیصلہ کرانا چاہتے تھے اور اُن کو کسی قسم کی شکایت نہ ہوتی تھی۔

سلطنت کے عام حالات

حکومت کی طرف سے رعایا کے طرز زندگی اور آپس کے تعلقات میں قطعاً کوئی دخل نہیں دیا جاتا تھا۔ شہروں اور قصبوں کے اندرونی انتظامات بھی سب باشندگان شہر کے اختیار میں تھے۔ وہ خود ہی آپس میں آزادانہ اپنی حفاظت کی تدبیریں کرتے اور اگر ایک عامل سے ناراض ہو جاتے تو اُس کے وہاں سے تبدیل کرنے کی درخواست خلیفہ کی خدمت میں بھجواتے اور خلیفہ عموماً اُن کی درخواست منظور کر لیتا۔ اور کسی شہر کا عامل شہر والوں کی رضامندی کے بغیر مقرر نہ کیا جاتا۔ ہر ایک شہر کے باشندے اپنے جائے خود ایک فوجی طاقت رکھتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ کسی شہر کے عامل کا کسی فوج نے محاصرہ کر لیا ہے وہ اپنی سرکاری فوج سے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن شہر والوں نے محاصرہ دشمن سے مصالحت کر لی ہے تو اُس عامل کو مجبوراً شہر چھوڑ کر چلا جانا پڑا ہے۔

شہریوں کے حقوق کو پامال کرنے کی حکام کو عموماً جرأت نہ ہوتی تھی۔ مامون سے معمولی

آدمی بھی بڑے سے بڑے حاکم بلکہ خلیفہ تک پہنچ سکتا تھا۔ اور جو کچھ اُس کے جی میں آئے کہہ گذرتا تھا۔ خلفا۔ عموماً اپنے آپ کو ہردل عزیز اور نافع الناس ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ علوم وفنون کی قدر دانی عام طور پر خلفائے عباسیہ نے بہت کی ہے۔

سفر کے لئے سہولتیں

خلفاء عباسیہ نے عراق۔ حجاز، فارس، خراسان، موصل، شام وغیرہ میں راستوں کی حفاظت ونگرانی اور مسافروں کے امن وامان سے گذرجانے کے لئے معقول انتظام کئے تھے۔ فوجی دستے متعین تھے۔ جا بجا تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چوکیاں قائم تھیں۔ ہر ایک منزل پر شاہی گھوڑے اونٹ اور دوسری سواریاں موجود رہتی تھیں۔ ایک مکان ہر منزل پر مسافروں کے ٹھہرنے اور آرام کرنے کے لئے ہوتا تھا۔ شاہی سواریوں پر جو محکمۂ ڈاک کے ماتحت ہوتی تھیں۔ کرایہ دے کر عام لوگ بھی سفر کر سکتے تھے۔ کبھی کبھی اگر کسی زبردست ڈاکو یا باغی کی وجہ سے راستہ مخدوش ہو جاتے تو تجارتی قافلوں کے ساتھ شاہی فوج بھیجی جاتی تھی۔ حاجیوں کے قافلوں کے ساتھ جو شخص امیر حج ہو کر جاتا تھا اُس کے ساتھ ایک فوج بھی ہوتی تھی اور وہ حاجیوں کی حفاظت کرتا تھا۔

تجارت کے لئے سہولتیں

ہر ایک شہر میں سوداگروں کی ایک انجمن ہوتی تھی جس میں کسی سرکاری آدمی کا شامل ہونا ضروری نہ تھا سوداگر لوگ خود اشیاء کے نرخ قائم کرتے تھے۔ تجارتی مال پر چنگی بہت ہی کم لی جاتی تھی اور اس معاملہ میں تاجروں کو کبھی کوئی شکایت پیدا نہ ہوتی تھی۔ تاجروں کی عزت شاہی اہل کاروں سے زیادہ ہوتی تھی۔ تاجروں کو عموماً شاہی درباروں میں باریاب ہونے کا موقعہ دیا جاتا تھا۔ جو سوداگر باہر سے مال لاکر فروخت کرتے تھے اُن کو شہر کا حاکم خوش کر کے واپس کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ گویا ہر ایک تاجر جو باہر سے مال لے کر آیا ہے اُس نے اُس شہر کے حاکم پر ایک احسان کیا ہے۔ اگر تاجر کا مال فروخت نہیں ہوا ہے تو حاکم شہر یا سلطان یا خلیفہ بلاضرورت بھی اُس کے مال کو خرید لیتا اور سوداگر کو افسردہ خاطر واپس کرنا نہیں چاہتا تھا۔ جس عامل یا جس حاکم کی حدود حکومت

ہیں تاجروں کا کوئی قافلہ لٹ جاتے وہ انتہا درجہ کا غافل اور نالائق سمجھا جاتا تھا۔ تاجروں کو اُمرائے شہر اپنے یہاں مدعو کرتے اور عالی جاہ مہمان کی حیثیت سے اُس کی مدارات بجا لاتے تھے۔ اگر کوئی سوداگر کسی دوسرے ملک سے آیا ہے تو اس کے حالاتِ سفر سننے کے لئے خلفا۔ خود اس کی ضیافت کرتے اور انعام و اکرام سے مالا مال کر کے واپس کرتے تھے۔ چنانچہ اس طرزِ عمل نے تجارت کو خوب فروغ دے دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خلفاءِ عباسیہ کے زمانے میں ہر قسم کی صنعت و حرفت میں خوب ترقی ہوئی۔ اور ہر ایک شہر کسی نہ کسی صنعت کے لئے مشہور ہو گیا۔ اسی طرح ایک جگہ کی پیداوار دوسری جگہ جانے لگی۔ اہلِ عرب تو قدیم ہی سے تجارت پیشہ تھے۔ لیکن خلافتِ عباسیہ کے عہدِ حکومت میں ایرانیوں کو بھی تجارت کا شوق ہو گیا۔ اور اس شوق نے یہاں تک ترقی کی کہ مسلمان سوداگر شمال میں بحرِ شمالی کے ساحل تک اور جنوب میں افریقہ کے جنوب تک پہنچنے لگے جس کے ثبوت میں خلفاءِ عباسیہ کے عہد کی بغدادی مصنوعات سوئڈن اور نڈی غاسکر میں علمائے طبقات الارض نے تلاش کی ہیں۔ بعض خلفا۔ مثلاً واثق باللہ نے باہر سے آنے والے سوداگروں اور تمام اشیاء درآمد پر محصول معاف کر دیا تھا۔

سرکاری محاصل

زراعت اور غلہ کی پیداوار پر بجائے نقد روپیہ وصول کرنے کے عموماً بٹائی (مقاسمہ) کا قاعدہ جاری تھا۔ پیداوار کا ⅖ حصہ سرکاری خزانہ کے لئے لیا جاتا تھا اور ⅗ کاشت کار کو چھوڑ دیا جاتا تھا۔ جہاں کاشت کار کو آب پاشی کے لئے محنت کرنی پڑتی تھی وہاں کاشت کار کو ¾ چھوڑ دیا جاتا تھا اور لگان سرکاری صرف چوتھائی حصہ لیا جاتا تھا۔ بعض زمینوں کی پیداوار پر صرف ⅕ لیا جاتا تھا اور ⅘ کاشت کار کے قبضہ میں رہتا تھا۔ انگوروں اور کھجوروں وغیرہ کے باغات پر اسی مقاسمہ کے اصول کو مدِ نظر رکھ کر نقد لگان لگا دیا جاتا تھا اور نقدی کی شکل میں وصول ہوتا تھا۔ بعض صوبے مثلاً بحرین۔ عراق۔ جزیرہ وغیرہ میں بکثرت ایسے کاشت کار تھے کہ اُن کی زمینوں پر خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں بوقتِ فتح معاہدہ کے ذریعہ پیداوار پر محصول مقرر کر دیا گیا تھا وہ گویا استمراری بندوبست تھا اُن کاشت کاروں پر کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا تھا۔ محصول تشخیص کرنے کے وقت اکثر زمینیں بلا محصول چھوڑ دی جاتی تھیں اور کاشت کاروں کو ذرا ذرا سے بہانوں پر محصول معاف کر دیا جاتا تھا۔

حکومت کی نظر اس بات پر زیادہ رہتی تھی کہ کاشت کار خوش حال اور فارغ البال رہیں تاکہ علاقہ کی آبادی اور سرسبزی میں فرق نہ آنے پائے۔ ملک کا بہت بڑا رقبہ ایسا تھا کہ اُس پر پیداوار کا صرف دسواں حصہ مقرر تھا۔ ذمی جن سے فوجی خدمت نہیں لی جاتی تھی اور اُن کے جان و مال کی حفاظت سلطنت کے ذمہ تھی فوجی مصارف کے لئے نہایت معمولی ٹیکس ادا کیا کرتے تھے۔ جو اپنی خوشی سے فوجوں میں بھرتی ہوجاتے اُن پر ٹیکس یعنی جزیہ نہیں لگایا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے لئے فوجی خدمت لازمی تھی۔ ذمیوں میں سے بھی بوڑھوں، بچوں، ناداروں کو معاف کردیا جاتا تھا۔ مسلمانوں سے ایک اور ٹیکس صدقات کے نام سے وصول کیا جاتا تھا۔ مال دار مسلمانوں سے زکوٰۃ کے نام سے ایک ٹیکس وصول ہوتا تھا۔ اس کو انکم ٹیکس سمجھنا چاہیئے۔

سرکاری مصارف

سرحدِ روم پر جو فوجیں مستقل طور پر سرحدی چھاونیوں میں رہتی تھیں اُن کو دوسری فوجوں کے مقابلہ میں زیادہ تنخواہ ملتی تھی۔ ان فوجوں میں عموماً ہر ایک سپاہی کو پندرہ روپیہ سے تیس روپیہ تک تنخواہ دی جاتی تھی۔ ایک فوج دارالخلافہ میں ہمیشہ موجود رہتی تھی۔ فوج کا ایک حصہ راستوں کی حفاظت پر مقرر اور ہزارہا مرحلوں کی چوکیوں پر منقسم تھا۔ بڑے بڑے شہروں اور مرکزی مقاموں میں بھی فوج کی ایک تعداد موجود رہتی تھی۔ شہروں کی حفاظت کے لئے جو پولس محتسب کے ماتحت اور صاحب الشرطہ کی نگرانی میں رہتی تھی اُس کو بھی سرکاری خزانہ سے تنخواہ ملتی تھی۔ خزانہ کی ایک بہت بڑی مقدار فوج کے لئے صرف ہوجاتی تھی۔ محکمہ ڈاک کے سپاہی، سواری کے جانور اور اہل کارانِ ڈاک کا خرچ بھی اسی میں شامل سمجھنا چاہئے۔ رضاکار جو عموماً سرحدِ روم کی لڑائیوں میں شامل ہونے کے لئے بھرتی ہوکر جاتے تھے اُن کو کھانا، سواری اور تمام ضروری چیزیں سلطنت کی طرف سے ملتی تھیں۔ اُن کی غیر موجودگی میں اُن کے اہل و عیال کو نقد وظیفہ یا کھانے پینے کی اجناس سرکاری طور پر مہیا کی جاتی تھیں۔ جنگ کی حالت میں فوج کے خورد و نوش کا تمام اہتمام اور بوجھ سرکاری خزانہ پر پڑتا تھا۔ رومیوں کے ساتھ لڑائیوں کا سلسلہ برابر جاری رہا اس لئے خلفاء کو سرحدِ روم پر

بہت سے شہر آباد کرنے اور قلعے بنانے پڑے۔ صوبوں کی فوجوں کے تمام مصارف صوبوں کے خزانے پر پڑتے تھے مگر سرحدِ روم بغداد و عراق، محکمہ ڈاک راستوں کی حفاظت کرنے والی اور خلیفہ کی ذاتی فوج اور رضا کاروں کی افواج کے تمام مصارف خلیفہ کے مرکزی خزانہ سے پورے کئے جاتے تھے۔ ہر ایک نیا تخت نشین ہونے والا خلیفہ فوج کو انعام دیتا تھا۔

بڑے بڑے اہل کاروں کو جاگیریں بھی دی جاتی تھیں اور اُن کی تنخواہیں بھی مقرر ہوتی تھیں۔ شہروں اور قلعوں کی تعمیر کے علاوہ مدرسے، سرائیں، پُل، نہریں، کنویں، مسجدیں وغیرہ بھی ہمیشہ تعمیر ہوتے رہتے تھے۔ صناعوں، موجدوں اور کاریگروں کو بڑے بڑے انعامات اور وظیفے دیئے جاتے تھے جن سے اُن کی خوب ہمت افزائی اور دوسروں کو ترغیب ہوتی تھی۔ حکیموں، طبیبوں، شاعروں، عالموں، فقیہوں کو بے دریغ انعام و اکرام سے مالا مال کیا جاتا تھا۔ بعض عیسائی اور یہودی حبیب بغداد میں اس قدر مال دار ہو گئے تھے کہ خلیفہ کے سوا کوئی دوسرا شخص مال و دولت میں اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ بغداد میں بہت سے مدرسے تھے جن کے شاہانہ مصارف بڑی سیر چشمی سے ادا کئے جاتے تھے۔ اسی طرح دوسرے شہروں میں اعلیٰ درجہ کے دارالعلوم قائم تھے۔ اسلحہ سازی، پارچہ بافی، قند سازی، دوا سازی، عطر سازی کے کارخانے بڑے بڑے شہروں میں قائم تھے اور حکومت کی طرف سے اُن کی خوب ہمت افزائی ہوتی تھی۔ ریشمیں اور اونی کپڑوں کے کارخانے اور بلور کے برتن بنانے کی صنعت خلفا کی توجہ سے بہت ترقی پذیر ہوئی۔

خلیفہ کو اپنے خزانہ میں کئی کئی ہزار خلعت، دوشالے، اونی کپڑے، خوبصورت چادریں اور بیش بہا تلواریں، برچھے، ڈھالیں، کمانیں وغیرہ محض اس لئے موجود رکھنے پڑتے تھے کہ یہ چیزیں بطورِ انعام اور بطورِ نشانِ عزت اعلیٰ درجے کے بہادروں، عالموں، صناعوں اور موجدوں کو دیتا رہے۔ دوسرے ملکوں کی قیمتی اشیا جو اُن ملکوں کے سوداگر لے کر آتے تھے بڑی بڑی قیمتوں پر خلیفہ سب کو خرید لیتا اور اپنے خزانے اور توشہ خانہ میں داخل کرتا تھا۔ اور یہ سب چیزیں بطورِ انعام لوگوں کو دیتا رہتا تھا۔

فوجی انتظام

فوج کی مجموعی تعداد ہر زمانے میں کم وزیادہ ہوتی رہی۔ بہت سے جیش تھے، ہر ایک جیش میں تقریباً دس ہزار سپاہی ہوتے تھے۔ جیش کے افسر کو امیر الجیش کہتے تھے۔ امیر الجیش کے ماتحت دس قائد ہوتے تھے۔ ہر ایک قائد کے ماتحت ایک ایک ہزار سپاہی ہوتے تھے۔ ہر ایک قائد کے ماتحت دس نقیب ہوا کرتے تھے ہر ایک نقیب سو سو سپاہیوں کا افسر ہوتا تھا۔ ہر ایک نقیب کے ماتحت دس عارف ہوتے تھے۔ ہر ایک عارف دس دس آدمیوں پر افسر ہوا کرتا تھا۔ فوج کی وردی میں کبھی کبھی خلفا اپنے ذوق کے موافق تغیر و تبدل بھی کردیتے تھے۔ مثلاً معتصم نے ترکوں کی فوج کی وردی پر لیس ٹکوایا تھا۔ ہر ایک جیش کے ہمراہ ایک دستہ بان اندازوں کا ہوتا تھا۔ ایک کمپنی سفر مینا کی بھی ہوتی تھی جن کے پاس بیلچے اور کلہاڑیاں بھی ہوتی تھیں۔ بعض اوقات فوج کی وردی نہایت قیمتی کمخواب کی ہوتی تھی۔ باربرداری کے لئے اونٹوں اور خچروں کی کافی تعداد ہوتی تھی۔ پیدل فوج کے پاس نیزہ، تلوار اور ڈھال ہوتی تھی۔ یہ حربیہ کہلاتی تھی۔ جب پیدل فوج کے پاس تیغ و سپر کے علاوہ تیر کمان بھی ہوتی تھی۔ اس کو رامیہ کہتے تھے۔ ہر ایک سپاہی کے سر پر خود۔ جسم میں چار آئینہ ہاتھوں میں آہنی جوشن و دستانے اور پاؤں میں موزے ہوتے تھے۔ ہر ایک جیش کے ہمراہ انجنیروں کی بھی ایک معقول تعداد ہوتی تھی۔ چند طبیب اور جراح بھی ضرور ہمراہ ہوتے تھے۔ دواؤں کا ذخیرہ اور دوا سازی کا تمام سامان یعنی سفری شفا خانہ اور زخمیوں کے اٹھانے اور لانے کے لئے باربرداری کا سامان اور پالکیاں بھی ہوتی تھیں۔ ہر ایک جیش کے ہمراہ ایک رسالہ سواروں کا بھی ہوتا تھا۔ یہ سوار اعلیٰ درجہ کے نیزہ باز اور تیر انداز ہوتے تھے۔

جب خلافت میں ضعف آگیا اور بنو بویہ مسلط ہوئے تو فوجی سرداروں کو جاگیریں دینے کا قاعدہ ایجاد ہوا کہ فوجی افسر خود اس قطعۂ زمین کے محاصل سرکاری سے اپنی تنخواہیں وصول کرلیں اس قاعدے کے جاری ہونے سے کاشت کاروں پر مظالم ہونے لگے۔ جب ترک یعنی سلجوق خلافت پر مسلط ہوئے تو انھوں نے تمام سلطنتِ اسلامیہ میں اپنے یہاں کے دستور کے موافق یہ قاعدہ جاری کیا کہ ہر ایک عامل اور ہر ایک والی کو ایک ایک سپہ سالار قرار دے کر اس حصۂ ملک کی آمدنی کے اعتبار سے ایک معینہ تعداد کی فوج ہمہ اوقات تیار رکھنے کا ذمہ دار

قرار دیا۔ یعنی فوجی سرداروں کو قطعات ملک دے کر ان کی تمام و کمال حکومت اور ہر قسم کا انتظام سپرد کر دیا۔ جن کا فرض تھا کہ ضرورت کے وقت عند الطلب مقررہ تعداد کی فوج لے کر حاضر ہوں۔ اس طرح تمام ملک کی حکومت فوجی سرداروں کے قبضہ میں آگئی اور قدیمی عمال اور جاگیردار سب معطل ہو گئے۔ شاہی مرکزی خزانہ سے فوج کا تعلق نہ رہا۔ بلکہ فوجی سرداروں کو اپنی اپنی جاگیروں سے خود اپنی تنخواہیں وصول کر لینے اور اپنی کو کم و زیادہ کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا۔ خلیفہ کو مجبوراً اپنی فوجِ نظام کم کرنی پڑی جس سے خود بخود خلیفہ کی طاقت سلب ہو گئی۔ سلجوقیوں کے کمزور ہونے پر خلیفۂ بغداد نے صوبۂ عراق پر پھر براہِ راست اپنا قبضہ جمایا اور اپنی آمدنی کو بڑھا کر وہی پرانا قاعدہ کہ فوج کو انتظامی افسروں کے کام سے کوئی تعلق نہ ہو جاری کیا۔

علمی ترقیات

بغداد میں ہارون الرشید کے زمانے سے بیت الحکمتہ جاری تھا۔ عہدِ مامون میں یونانی و سریانی و عبرانی۔ سنسکرت، فارسی وغیرہ زبانوں کی کتابیں ترجمہ کرنے کے لئے ایک بہت بڑا محکمہ جاری ہوا خلیفہ علمی مباحثہ کی مجلس ترتیب دیتا اور بحث و مناظرہ میں خود حصہ لیتا۔ امیروں، وزیروں اور بڑے بڑے آدمیوں کے یہاں علماء کے جلسے ہوتے علمی مسائل پر خوب زور شور سے بحثیں ہوتیں اور سننے والے اپنے دماغ کو روشن کرتے۔ کتابوں کی تصنیف و تالیف و ترجمے میں جس طرح علماء کی ایک بڑی تعداد مصروف رہتی۔ اسی مناسبت سے کتابوں کی نقلیں تیار کرتے۔ کتب فروشوں کی بڑی قدر و منزلت تھی اور وہ کتابوں کی نقلیں تیار کرانے میں مصروف رہ کر محرروں کی ایک بڑی تعداد کو مصروفِ کار رکھتے تھے۔ علمی تحقیقات اور حصولِ علم کے لئے لوگ دور دراز ملکوں کے سفر اختیار کرتے اور واپس آکر اپنے ہم وطنوں اور شاہی درباروں کے لئے ایک قیمتی وجود ثابت ہوتے تھے۔ عہدِ خلافتِ عباسیہ میں علمِ نحو ایجاد ہوا اور اس پر بڑی کتابیں لکھی گئیں۔ لوگوں نے سفرنامے لکھے۔ علمِ احادیث مدون ہوا۔ اصولِ حدیث پر کتابیں لکھی گئیں۔ علمِ کلام۔ علمِ فقہ، علمِ عروض وغیرہ پر ہزارہا کتابیں تصنیف ہوئیں اور نہ صرف بغداد بلکہ ہر شہر و ملک میں مصنفین مصروفِ تصنیف تھے۔ طب۔ طبیعات۔

جراحی۔ تشریح الابدان پر بڑی بڑی قیمتی کتابیں تیار ہوکر شائع ہوئیں۔ دواخانے بھی اسی زمانے کی ایجاد ہیں۔ علم تاریخ کی تدوین وترتیب وتہذیب کا فخر بھی اسی زمانے کو حاصل ہے۔ علم ہیئت میں عباسیوں نے بڑی بڑی مفید ایجادات کیں... مامون الرشید نے دو مرتبہ ایک درجہ کا فاصلہ سطح زمین پر ناپ کر اس بات کو ثابت کیا کہ زمین کا محیط ۲۴ ہزار میل ہے۔ رصدگاہیں تعمیر کرائیں۔ فنِ تعمیر پر کتابیں لکھوائیں دوربین اور گھڑی بھی عہد عباسیہ کی ایجاد ہے۔ تصوف واخلاق علم الٰہیات پر بڑی بڑی معرکۃ الآراء تصانیف اسی عہد میں ہوئیں۔ ریاضی، کیمیا، طبقات الارض، علم حیوانات، علم نباتات، علم منطق وغیرہ علوم پر صدہا کتابیں تصنیف ہوئیں۔ بلکہ ان تمام علوم کو مسلمانوں نے ایجاد کیا جس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں ہے اس کے لئے ایک علیحدہ مستقل ضخیم کتاب کی ضرورت ہے ان علمی ترقیات میں خلافتِ امویہ اندلسیہ بھی خلافتِ عباسیہ سے کسی طرح کم نہیں رہی۔

دوسری فصل

ہم اب تک جو کچھ پڑھ چکے ہیں اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے حالاتِ زندگی مطالعہ کرنے کے بعد ہم نے خلافتِ راشدہ کے تفصیلی حالات مطالعہ کئے۔ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی اُن کے خاندان کا شخص جو قریبی رشتہ دار ہونے کے سبب اُن کی جائداد کا وارث قرار دیا جاتا۔ آنحضرت صلعم کی قائم کی ہوئی سلطنت کا حکمران یا خلیفہ نہیں ہوا۔ اور یہ فیصلہ تعلیمِ اسلام کے عین موافق ہوا تھا۔ خلفائے راشدین میں ہر ایک خلیفہ کی اولاد موجود تھی اور خلفاء کے ان بیٹوں میں ہر قسم کی قابلیت واہلیت بھی موجود تھی۔ مگر کسی خلیفہ نے اپنی اولاد کو اپنا جانشین بنانا نہیں چاہا اور نہ اُن کے خاندان میں حکومت وسلطنت متوارث ہوئی۔ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہ کے بعد اُن کے بیٹے امام حسن علیہ السلام کو کوفہ والوں نے خلیفہ بنایا۔ مگر حضرت امام حسن علیہ السلام نے کچھ ہی جینے کے بعد اس خلافت وحکومت کو حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ آنھوں نے خود اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد اور جانشین

بنایا اور حکومتِ اسلامیہ کو جو تمام مسلمانوں کی کثرتِ رائے سے کسی شخص کو سپرد ہو سکتی تھی اپنی ذاتی چیز کی مانند اپنے اختیار سے بطورِ ورثہ اپنی اولاد کے سپرد کیا۔ تاہم انھوں نے اس بات سے علانیہ انکار نہیں کیا کہ حکومتِ اسلامیہ کسی فردِ واحد یا کسی ایک خاندان کی ملکیت نہیں ہے۔ اسی لیے انھوں نے یزید کی بیعت کے لیے تمام مسلمانوں کو رضامند کرنے کی کوشش فرمائی۔ حضرت امیر معاویہؓ کی یہ غلطی بھی کچھ زیادہ اہم اور نقصان رساں نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ اُس زمانہ کے مسلمانوں نے اس کی اصلاح کے لیے زبردست کوشش شروع کی۔ اسی کوشش کے سلسلہ میں حادثہ کربلا پیش آیا اور اسی کوشش کی کامیابی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت تھی اور حضرت امیر معاویہؓ کا خاندان حکومتِ اسلامیہ سے محروم کر دیا گیا تھا۔ مگر حضرت امیر معاویہؓ کی مذکورہ غلطی کے ساتھ دوسری عبداللہ بن سبا یہودی کی سازش بھی ایک مخالفِ اسلام کوشش تھی۔ یعنی حکومتِ اسلامیہ کے نظام اسلامی کو درہم برہم کرنے کے لئے دو طاقتیں اثر انداز ہوئیں۔ ایک اندرونی لغزش جس کو حضرت امیر معاویہؓ کی غلطی کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسری بیرونی مخالفت جس کو سبائی سازش کہا گیا ہے۔ یہ دونوں چیزیں مل کر اور اسلامی جامہ پہن کر ایک فتنۂ عظیم بن گئیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف حکومتِ اسلامیہ کا ستون مرکزِ ثقل سے کسی قدر ہٹ گیا۔ دوسری طرف اُس کو آماج گاہِ حوادث بھی بننا پڑا۔ ولی عہدی اور وراثت کی رسمِ بد کو مروانی خلفاء نے پائدار بنا دیا اور ناقابل و نااہل لوگوں کو تختِ خلافت پر متمکن ہونے کا موقع ملنے لگا جس سے سلطنتِ اسلامیہ کے رعب و عظمت کو صدمہ پہنچا اور سبائی تحریک سے فائدہ اٹھانے کے لئے سلطنتِ اسلامیہ کے خلاف کوششوں کا سلسلہ بھی سلسلۂ حکومت کے متوازی جاری رہا۔ آخر اموی یا مروانی خلفاء کے بعد عباسی تختِ خلافت پر قابض ہوئے اور ان کے قابض ہوتے ہی حکومتِ اسلامیہ کی تقسیم شروع ہو گئی۔ عباسیوں کی حکومت سے پیشتر بنو اُمیہ تمام عالمِ اسلامی پر حکومت کرتے تھے اور مرکزِ خلافت ایک ہی تھا۔ لیکن عہدِ عباسیہ کے ابتدا ہی میں اندلس کا ملک جدا ہو گیا اور وہاں ایک الگ حکومت قائم ہوئی جس کو خلفاءِ عباسیہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اُس کے بعد مراکو، اُس کے بعد افریقیہ اور اسی طرح یکے بعد دیگرے بجائے ایک سلطنتِ اسلامیہ کے بہت سی اسلامی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ خلافتِ بنو امیہ کے بعد خلافتِ عباسیہ کا حال بھی ہم ختم کر چکے ہیں۔ لیکن دوسری سلطنتوں کو جو اس خلافت کے

ابتدائی زمانے سے کٹ کٹ کر الگ الگ قائم ہوتی رہی ہیں چھوڑتے چلے آتے ہیں۔ لہٰذا خلافتِ عباسیہ سے فارغ ہونے کے بعد اب تیسری جلد میں ہم کو اُن کے حالات مطالعہ کرنے ہیں۔ اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مضامین اور واقعات کے تسلسل کو ذہن نشین کرانے کے لئے حکمران خاندانوں کا ایک مجمل خاکہ پیش کر دیا جائے۔

ہسپانیہ

ہسپانیہ کو مسلمانوں نے فتح کر کے ۹۳ھ میں وہاں اپنی حکومت قائم کرلی تھی اور یہ ملک خلفاء بنو اُمیہ کا ایک صوبہ بن گیا تھا۔ ۱۳۸ھ تک وہاں خلفائے بنو اُمیہ کی طرف سے مثل اور صوبوں کے امیر و عامل مقرر ہوکر آتے اور حکومت کرتے رہے۔ جب عباسیوں نے اموی حکومت کو برباد کردیا اور خود قابض و متصرف ہو گئے تو امویوں کے دسویں خلیفہ ہشام کا پوتا عبدالرحمٰن کسی نہ کسی طرح عباسیوں کی تیغ خون آشام سے بچ کر اندلس پہنچ گیا اور ۱۳۸ھ میں وہاں پہنچ کر اپنی حکومت قائم کرلی۔ لشکرِ عباسیہ نے حملہ کیا تو اُس کو بھی شکست دی اور اندلس کے شہر قرطبہ (کارڈووا) کو دارالسلطنت بنا کر اپنی شان دار حکومت کی ابتدا کی۔ یہ حکومت اُس کے خاندان میں ۴۲۲ھ تک رہی۔ ان اندلسی خلفاء کی شان و شکوہ اور قوت و عظمت نے تمام برِّاعظم یورپ کو مبہوت کر دیا اور ان کی تہذیب و علمی دوستی نے تمام دنیا سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ ان کے کارنامے بنو عباس کے کارناموں سے زیادہ دلچسپ اور زیادہ سبق آموز ہیں ۴۲۲ھ اندلس میں طائف الملوکی شروع ہوئی اور اموی خاندان کی پُر شوکت خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔ اندلس کی اموی خلافت کے بعد اندلس کا ملک چھوٹی چھوٹی مسلمان ریاستوں میں تقسیم ہوگیا۔ جنھوں نے قرطبہ۔ اشبیلیہ، غرناطہ، بلنشیہ، طلیطلہ۔ مالقا وغیرہ شہروں کو اپنا اپنا دارالحکومت بنایا۔ چند روز کے بعد شمالی افریقہ کی مسلمان حکومتوں نے اندلس کے اکثر حصہ کو اپنے ماتحت بنایا اُدھر عیسائی سلاطین نے مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اُٹھایا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا لڑا کر جب خوب کمزور کرلیا تو پھر اُن کو اس طرح تختۂ مشقِ ستم بنایا کہ شاید آج تک کسی قوم نے کسی قوم کے ہاتھ سے ایسے مظالم نہ سہے ہوں گے اور عالمِ انسانیت کے چہرے پر کبھی ایسے سیاہ داغ نہ لگائے گئے ہوں گے۔ جیسے کہ اسپین کو فتح کرنے والے

عیسائیوں نے لگائے۔ اسپین یا ہسپانیہ کی تاریخ آج تک مسلمانوں کو خون کے آنسو رُلا رہی ہے اور ہسپانوی مسلمانوں کے برباد ہونے کی داستان دلوں کو فگار اور جگر کو زخم دار بنانے کی خاصیت رکھتی ہے۔

سلطنتِ اندلسیہ مراقش

۱۷۲ھ میں مراقش بھی خلافتِ عباسیہ کی حکومت سے جُدا ہو گیا۔ اور وہاں ایک الگ خود مختار حکومت قائم ہوئی۔ یہ سلطنت اگرچہ سلطنتِ ہسپانیہ کے پڑوس میں تھی مگر جس طرح خلفاء عباسیہ کی مخالفت تھی اسی طرح خلفاء اندلسیہ یعنی سلطنت ہسپانیہ کی بھی مخالف تھی۔ یہ قریباً دو سو سال تک قائم رہی۔ سو سوا سو برس تک تو ادریسی سلاطین خود مختار رہے۔ پھر عبیدیوں کی ابتدا افریقہ میں ہوئی تو انھوں نے ان کو اپنا باج گذار بنا لیا۔ اُس کے بعد اس سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور چند روز تک معمولی رئیسوں کی طرح حکمران رہ کر معدوم ہو گئے۔

حکومتِ اغلبیہ افریقیہ

۱۸۴ھ سے صوبہ افریقہ (ٹیونس) بھی خلافتِ عباسیہ سے آزاد ہو گیا اور ابراہیم بن اغلب کی اولاد نے سو سال سے زیادہ عرصہ تک بڑی شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی۔ ۲۱۹ھ میں سلطنت اغلبیہ نے جزیرہ صقلیہ کو عیسائیوں سے فتح کرکے اپنی حکومت میں شامل کیا اور آخر تک اُس پر قابض و متصرف رہی۔ اس خاندان میں بعض بڑے ذی حوصلہ اور لائق فرماں روا گذرے ہیں۔ جب اس مُلک میں عبیدیوں نے خروج کیا تو حکومتِ اغلبیہ ہی کی بنیادوں پر اپنی سلطنت قائم کی اور سلطنتِ ادریسیہ کی خود مختاری کو سلب کرکے حکومتِ اغلبیہ کے دارالسلطنت قیروان کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ یہاں تک کہ وہ مصر پر بھی قابض ہوئے اور پھر مصر میں اپنا دارالحکومت تبدیل کر لیا۔ سلطنتِ اغلبیہ کی تاریخ سلطنت ادریسیہ سے زیادہ دلچسپ ہے۔ ۲۹۶ھ میں اس سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس خاندان نے نہ صرف جزیرہ صقلیہ (سسلی) ہی کو فتح کیا۔ بلکہ مالٹا اور سارڈینیہ کو بھی فتح کر لیا تھا۔ ان کی بحری طاقت بہت زبردست تھی اور تمام بحیرۂ روم

پر سلاطینِ اغلبیہ کا قبضہ تھا۔ بعض اوقات اِن کے جہاز یونان و اٹلی و فرانس کے ساحلوں پر بھی تاخت و تاراج کر آتے تھے۔

حکومتِ زیادیہ یمن

۲۰۳ھ میں محمد بن زیاد جو زیاد بن ابی سفیان کی اولاد سے تھا۔ یمن کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کے خاندان میں ۴۰۲ھ تک یمن کی حکومت رہی۔ محمد بن زیاد نے زبید نامی شہر آباد کر کے اُس کو اپنا دار الحکومت بنایا یمن کے متصل صوبۂ تہامہ کو بھی اُس نے بزورِ شمشیر فتح کیا۔ حضر موت تک کا علاقہ بھی فتح کر لیا تھا۔ اس خاندان میں بعض بہت با اقبال وصاحب جبروت بادشاہ ہوئے۔ ۲۸۸ھ میں ان کی سلطنت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر علویوں نے زیدیہ حکومت قائم کی اس کے بعد بتدریج اس سلطنت کے حدود مختصر ہوتے گئے۔ زیادیہ سلطنت اگرچہ خود مختار تھی مگر خلفاء عباسیہ کے نام کا خطبہ اس میں پڑھا جاتا تھا زیادیہ کے علاوہ جب یمن کے ایک حصہ میں زیدیہ حکومت قائم ہوئی تو اُس نے اپنی حدودِ حکومت میں اس خطبہ کو بھی اُڑا دیا۔ سلطنتِ زیادیہ جب کمزور ہو گئی تو اُس کے غلاموں اور غلاموں کے غلاموں نے حکمرانی شروع کر دی۔ اس کے بعد یمن میں یکے بعد دیگرے بہت سے خاندانوں نے حکومت کی۔ خاندان زیادیہ کی تاریخ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ زیادیہ کے بعد یمن میں یعفوریہ، نجاحیہ، صلیحیہ، ہمدانیہ، مہدیہ، زوریہ، ایوبیہ، رسولیہ، طاہریہ وغیرہ خاندان یکے بعد دیگرے ۶۰۰ھ تک خود مختارانہ حکمران رہے۔ ان میں بعض خاندان شیعہ اور بعض سُنّی تھے۔ ان کی تاریخیں اپنے اندر کوئی نمایاں دلچسپی نہیں رکھتیں۔

حکومتِ طاہریہ خراسان

۲۰۵ھ میں مامون الرشید عباسی نے طاہر بن حسین کو خراسان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد خراسان کی حکومت پچاس سال سے زیادہ عرصہ تک اسی کے خاندان میں رہی۔ خاندانِ طاہرہ عملاً خراسان میں خود مختارانہ حکومت کرتے رہے اور اسی لیے خراسان کو اسی وقت سے خلافتِ بغداد سے الگ سمجھنا چاہیے۔ خاندان طاہریہ کے فرماں روا اپنے آپ کو خلیفۂ بغداد کا محکوم سمجھتے اور خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے لیکن دربارِ خلافت کو خراسان کے اندرونی انتظام میں کوئی دخل نہ تھا۔

دولتِ صفاریہ خراسان وفارس

۲۵۵ھ میں یعقوب بن لیث صفار نے فارس پر قبضہ کرکے اس صوبہ کو خلافتِ عباسیہ سے جدا کرلیا اور ۲۵۹ھ میں خراسان پر بھی قابض ہو کر دولتِ طاہریہ کا خاتمہ کردیا۔ خاندانِ صفاریہ نے تقریباً چالیس سال حکومت کی۔ پھر خاندانِ سامانیہ نے اس کا خاتمہ کردیا۔ طاہریہ وصفاریہ کے حالات جس قدر گذشتہ صفحات میں بیان ہوچکے ہیں وہی کافی ہیں اُن کی تاریخ علیحدہ بیان کرنے کی اب ضرورت نہیں ہے لہٰذا قارئینِ کرام ان دونوں خاندانوں کی تاریخ آئندہ جلدوں میں تلاش نہ فرمائیں۔

دولتِ سامانیہ ماوراء النہر وخراسان

سامانیوں کا حال بھی کسی قدر اوپر بیان ہوچکا ہے۔ ۲۹۰ھ میں جب سامانیہ حکومت ماوراء النہر نے صفاریوں سے خراسان، علویوں سے طبرستان چھین لیا تو ماوراء النہر یعنی سمرقند وبخارا سے لے کر خلیج فارس اور بحیرۂ قزوین تک اس حکومت کی حدود وسیع ہوگئیں۔ اسی زمانہ سے صوبہ ماوراء النہر بھی خلافتِ عباسیہ کی ماتحتی سے آزاد ہوگیا۔ سامانی خاندانوں نے سو سال تک حکومت کی۔ اس سلطنت نے علوم وفنون اور تہذیب وشائستگی کے فروغ دینے میں قابل قدر حصہ لیا۔ بخارا وسمرقند علوم وفنون کے مرکز بن گئے اور وہاں ایسے ایسے زبردست علماء پیدا ہوئے کہ آج تک دنیا میں اُن کی شہرت موجود ہے۔ تقریباً نصف صدی کے بعد خراسان وفارس وطبرستان حکومتِ سامانیہ کے قبضے سے نکل گئے اور دولت بنی بویہ نے ان علاقوں پر اپنی حکومت قائم کرکے سامانیوں کو بے دخل کردیا۔ پھر اس خاندان میں ترک غلاموں کے زور پاتے ہوئے جلد جلد زوال آنا شروع ہوا۔ ۳۵۰ھ میں اس خاندان کے ایک ترکی غلام الپتگین نے سلطنت سامانیہ کے اس حصہ پر جو دریائے جیحون کے جنوب میں تھا خود مختارانہ قبضہ کرلیا۔ ۳۸۰ھ سے ۳۸۹ھ تک ایلک خان ترک نے سامانی سلطنت کے باقی اس حصہ پر جو دریائے جیحون کے شمال میں تھا قبضہ کرکے اس خاندان کو نیست ونابود کردیا۔ خاندانِ سامانیہ کی تاریخ میں سب سے زیادہ دلچسپ یہ ہے کہ اسی سلطنت سے الپتگین کی سلطنت غزنی اور الپتگین کی سلطنت سے [illegible] سبکتگین ہوا جس کا بیٹا محمود غزنوی ملک ہندوستان کے بچے بچے کے لئے موجب دلچسپی اور جاذب توجہ

قرامطۂ بحرین

سنہ ۲۸۶ھ میں صوبہ بحرین خلافتِ عباسیہ سے جُدا ہو گیا اور اس میں قرامطہ نے اپنی خود مختار سلطنت قائم کی اور اپنے ظالمانہ طرزِ عمل سے مخلوقِ خدا کو بے حد پریشان رکھا۔ قرامطہ کے مظالم اور بدعنوانیاں ایک جُداگانہ مستقل باب میں بیان ہو سکیں گی۔ قرامطہ کی حکومت بحرین میں سنہ ۳۶۴ھ تک رہی اس کے بعد دوسرے خاندانوں نے بحرین پر قبضہ کیا اور بہت سی خود مختار ریاستیں بحرین اور اُس کے نواحی صوبوں میں حکومت کرنے لگیں۔

علویۂ طبرستان

سنہ ۲۵۰ھ سے سنہ ۳۱۶ھ تک علویۂ زیدیہ نے طبرستان کی ولایت میں اپنی حکومت کا سکہ چلایا دولت سامانیہ نے اس کو غارت کیا اس کے بعد پھر بھی کئی رقیب اس نواح میں ایک دوسرے سے دست و گریبان رہے اور انھیں سے بنی بویہ پیدا ہو گئے ان کا حال اجمالاً اوپر بیان ہو چکا ہے۔

صوبۂ سندھ

سنہ ۲۶۵ھ میں صوبۂ سندھ بھی خلافتِ عباسیہ سے بالکل بے تعلق اور آزاد ہو گیا۔ یہاں دو خود مختار ریاستیں مسلمانوں کی قائم ہو گئیں جن میں ایک کا دار الحکومت ملتان اور دوسری کا دار الحکومت منصورہ تھا۔ سلطنت منصورہ میں ملکِ سندھ کا جنوبی حصہ شامل تھا اور ملتان کی حکومت شمالی حصہ پر قائم تھی اس کے علاوہ توران۔ قصدار۔ کیکانان، مکران، مُشکی وغیرہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی عرب سرداروں نے قائم کر لی تھیں جو ان بڑی ریاستوں کی ماتحتی اور خراج گذاری تسلیم کر چکی تھیں اس طرح تمام صوبۂ سندھ خود مختار اور خلیفہ بغداد کی حکومت سے آزاد ہو چکا تھا مگر یہاں خطبہ ہر جگہ خلیفۂ بغداد کے نام کا پڑھا جاتا تھا۔ یہ ریاستیں بتدریج کمزور ہوتے ہوتے سو یا سوا سو سال کے عرصہ میں معدوم ہو گئیں۔ مگر ملتان کی ریاست اُس وقت تک قائم تھی جب کہ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ آوری شروع کی ہے اور ہندوؤں نے اُس کو ہندوستان آنے کی تکلیف دی ہے۔

دولت بنی بویہ دیلمیہ

دیلمیوں نے ۳۲۲ھ سے ۴۴۷ھ تک یعنی قریباً سوا سو سال فارس و عراق پر حکومت کی ان دیلمیوں نے بجائے اس کے کہ کسی بعید ترین صوبہ کو خلیفہ کی حکومت سے جدا کرتے خود خلیفہ اور صوبۂ عراق پر اپنا تسلط قائم کر کے حقیقتاً اور معناً خلافتِ عباسیہ کا خاتمہ کر دیا مگر خلیفہ کا نام اور نام کی خلافت باقی رکھی۔ ان کی وجہ سے خلافتِ عباسیہ کے وقار و اعتبار کو جو صدمہ پہنچا اُس کا حال گذشتہ اوراق میں مجملاً بیان ہو چکا ہے چونکہ یہ لوگ خلافتِ عباسیہ پر مسلط و متولی ہو گئے تھے اور خلیفہ انھیں کے ہاتھ میں مثل کٹھ پتلی کے تھا۔ لہٰذا خلفاء عباسیہ کے سلسلہ میں بنو بویہ کا حال اور اُن کی حکومت کی کیفیت مسلسل نام بنام بیان کر دی گئی ہے آئندہ اب ان کے تذکرہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

دولتِ طولونیہ مصر

ابنِ طولون کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ بنی طولون نے ۲۵۴ھ سے ۲۹۲ھ تک مصر پر حکومت کی یہ اگرچہ خود مختار تھے اور مصر کا صوبہ گویا ۲۵۴ھ میں خلافتِ عباسیہ سے جدا ہو چکا تھا مگر مصر میں خطبہ خلیفۂ بغداد کے نام کا پڑھا جاتا تھا۔ بنی طولون نے ملکِ شام کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا تھا۔ اس طرح شام و مصر میں ایک ایسی سلطنت قائم ہو گئی تھی جو اگرچہ اپنے آپ کو خلیفۂ بغداد کی فرماں بردار بتاتی تھی۔ مگر دربارِ بغداد کو شام و مصر کی حکومت سے بے تعلق کر دیا تھا۔

دولتِ اخشیدیہ مصر و شام

مصر و شام سے جب بنی طولون کی حکومت جاتی رہی تو چند روز کے لئے ان دونوں صوبوں کے حاکم دربارِ خلافت سے مقرر ہو کر آنے لگے اور بظاہر یہ دونوں صوبے پھر خلافتِ عباسیہ میں شامل ہو گئے۔ ۳۱۶ھ میں مقتدر باللہ خلیفۂ بغداد نے محمد بن طغج کو رملہ کا حاکم مقرر کیا۔ ۳۱۸ھ میں اُس کو دمشق کی حکومت سپرد کی گئی اور ۳۲۳ھ میں اُس کو

مصر کی حکومت دی گئی۔ محمد بن طغج ماوراء النہر کے علاقہ فرغانہ کے قدیمی حکمران خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ یعنی اُس کے بزرگ فرغانہ کے امیر تھے۔ اُس زمانہ میں فرغانہ کے اُمراء کو اخشید کے لقب سے پکارتے تھے۔ محمد بن طغج نے مصر کی حکومت پہ فائز ہو کر ۳۲۷ھ میں اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور اپنا لقب اخشید رکھا۔ ۳۳۲ھ میں اُس نے شام پر بھی قبضہ کر لیا اور ۳۳۲ھ میں ملکِ حجاز کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر کے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر لی۔ اور ایسا کرنے میں اُس کو اس لئے زیادہ دقت پیش نہیں آئی کہ دربارِ خلافت کو دیلمیوں نے بیکار و بے اثر بنا دیا تھا۔ خلیفہ کا رُعب اور خوف دلوں سے مٹ چکا تھا۔ خاندان اخشیدیہ نے ۳۵۶ھ تک اِن مُلکوں پر حکومت کی اس کے بعد عبیدیوں نے اوّل مصر کو پھر چند روز کے بعد شام کو بھی فتح کر لیا۔

دولتِ عبیدیہ مصر و افریقہ و شام

۲۹۶ھ میں افریقہ (ٹیونس) کے اندر دولت اغلبیہ کا خاتمہ ہوا اور اُس کی جگہ دولت عبیدیہ قائم ہوئی۔ دولتِ عبیدیہ نے ۳۵۶ھ میں خاندان اخشیدیہ کے ایک طفلِ خورد سال سے مصر کا مُلک چھین لیا اور قاہرہ کو اپنا دار السلطنت قرار دے کر اُس کی شہر پناہ تعمیر کرائی۔ ۳۸۱ھ میں عبیدیوں نے حلب پر قبضہ کیا اور بہت جلد اُن کی سلطنت سرحدِ مراقش سے شام کے مُلک تک وسیع ہو گئی۔ چونکہ عبیدیوں نے قیروان کو چھوڑ کر اپنا دار الحکومت قاہرہ بنا لیا اس لئے بحرِ روم کے جزیرے اور مغربی اضلاع اُن کے قبضے میں باقی نہ رہ سکے۔ لیکن بحرِ روم کے مشرقی حصّے میں اُن کی سیادت مسلم ہو گئی اور مشرقی مقبوضات سے مغربی نقصانات کی تلافی ہو گئی مگر مغربی علاقے جو اُن کے قبضے سے نکلے۔ اُن میں سے اکثر عیسائیوں کے قبضے میں پہنچے اور مشرقی علاقے اُنھوں نے مسلمانوں ہی سے چھینے۔ لہٰذا عبیدیوں کے مصر میں آنے سے عیسائیوں کو فائدہ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔ عبیدیوں نے خلافت کا دعویٰ بھی کیا۔ اور لوگوں سے جو اُن کے تحتِ حکومت تھے۔ اپنی خلافت کی بیعت لی اور اپنے آپ کو خلیفہ کہلوایا۔ اس طرح دنیا میں خلافت کے تین سلسلے قائم ہوتے پہلا اور سب سے بڑا سلسلہ تو وہی ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قائم ہو کر خاندانِ عثمانیہ کے آخری خلیفہ سلطان عبد المجید خان تک

قائم رہا یہ سلسلہ سب سے بڑا ہے اس کے پہلے حصے کا نام خلافتِ راشدہ دوسرے حصے کا نام خلافتِ بنو امیہ۔ تیسرے حصے کا نام خلافتِ عباسیہ بغداد، چوتھے حصے کا خلافتِ عباسیہ مصر، پانچویں حصے کا نام خلافتِ عثمانیہ ہے۔ ہم اس طویل سلسلہ کے چار حصے ختم کر چکے ہیں۔ اب پانچواں حصہ باقی ہے جو آئندہ جلدوں میں مذکور ہوگا۔ اس طویل سلسلۂ خلافت کے بعد دوسرا سلسلۂ خلافت وہ ہے جو اندلس میں عبدالرحمٰن ثالث کے زمانے سے شروع ہو کر اُسی خاندان پر ختم ہو گیا۔ اس سلسلۂ خلافت کو بھی علمائے اسلام نے خلافتِ حقہ تسلیم کیا ہے۔ اور خلفائے اندلس کو خلفائے اسلام تصور کرتے ہیں۔ یعنی اُن کی فرماں برداری اُن مسلمانوں کے لئے جو اُن کی حدودِ سلطنت میں رہتے تھے ضروری اور اُن کی بغاوت معصیت تھی۔ تیسرا سلسلہ جو عبیدیوں نے جاری کیا تھا اُس کو علمائے اسلام نے سلسلۂ خلافت تسلیم نہیں کیا، نہ اُن کو خلیفہ مانتے اور نہ اسلامی نقطۂ نظر سے اُن کو مستحق تکریم سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں نے شرک و بدعت کو رواج دیا۔ شعائرِ اسلام کی بے حرمتی کی اور انواع و اقسام کی بداعمالیوں کے مُرتکب ہوئے۔ بہرحال عبیدیوں کی حکومت مصر میں ۵۶۷ھ تک قائم رہی اس کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس سلطنت کا خاتمہ کر کے مصر میں ایوبی سلطنت قائم کی اور خلافتِ عباسیہ کا خطبہ مصر میں پھر جاری ہوا۔

دولتِ بنو حمدان در موصل و جزیرہ و شام

ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان بن حمدون بن حارث بن لقمان بن اسد بن حزیمہ نے ۳۱۷ھ میں صوبہ موصل کے اندر خود مختارانہ حکومت کی بنیاد ڈالی اور تقریباً سو برس تک بنو حمدان نے موصل و جزیرہ و شام میں حکومت کی۔ ان لوگوں نے خلفائے عباسیہ کا خطبہ اپنے حدودِ مملکت میں جاری رکھا۔ ان میں سیف الدولہ اور ناصر الدولہ بہت مشہور اور زبردست حکمران گذرے ہیں۔ سیف الدولہ شام میں اور ناصر الدولہ موصل میں حکومت کرتا تھا۔ بنو اخشید سے شام کا اکثر حصہ انھوں نے چھین لیا تھا۔ جزیرہ و موصل میں ان کا ہمسایہ بنو بویہ یعنی دیلمیوں سے بھی ان کی معرکہ آرائیاں ہوئیں اور ان معرکوں میں انھوں نے ہمسرانہ مقابلہ بنی بویہ کا کیا۔ کبھی کبھی خلیفۂ بغداد پر بھی اُن کا تسلط قائم ہو جاتا تھا۔ ان کے عہدِ حکومت میں رومیوں پر فوج کشی اور رومیوں کی فوج کشی کی مدافعت کرنے کا اتفاق بار بار

خلافت سے بالکل منقطع ہوگیا تھا۔ بنو حمدان ہی رومیوں پر فوج کشی کرتے اور اُن کے حملوں کا جواب دیتے تھے۔ ان میں سیف الدولہ نے رومیوں پر بڑے بڑے کامیاب جہاد کئے اور اس معاملہ میں خوب ناموری اور شہرت حاصل کی۔ آخر میں صوبہ شام اُن کے قبضے میں رہ گیا تھا۔ بعد میں بنو حمدان کی حکومت ان کے غلاموں کے قبضہ میں چلی گئی۔ جنھوں نے مُلکِ شام میں عبیدیوں کا خطبہ جاری کیا۔ آخر ۳۸۰ھ میں اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور موصل میں بنو عقیل بن کعب بن ربیعہ بن عامر نے اپنی حکومت قائم کی اور صوبہ جزیرہ پر قابض ومتصرف ہوگئے۔ اس کے بعد ملک شام کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر متعدد عربی سرداروں نے اپنی حکومتیں قائم کرلیں جو برائے نام کسی بڑی طاقت کے ماتحت ہوتے اور کبھی اپنی مطلق العنانی کا اعلان کرتے یہاں تک کہ سلجوقی بغداد پر قابض ومتصرف ہونے کے بعد شام کے علاقوں پر چھا گئے اور وہاں اُنھوں نے اپنی طرف سے عامل مقرر کئے یا خود اپنی حکومت قائم کی۔

ریاست بنو سلیمان در مکّہ

مکہ معظمہ کی حکومت پر دربارِ خلافتِ بغداد سے عاملوں کا تقرر ہوا کرتا تھا۔ مگر ۳۰۱ھ میں ایک شخص محمد بن سلیمان نے جو سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھا اپنی خود مختار حکومت قائم کی (محمد بن سلیمان کو سلیمان بن داؤد کا بیٹا نہیں سمجھنا چاہیئے ان دونوں سلیمانوں کے درمیان غالبًا دو تین شخص اور ہیں) محمد بن سلیمان کی قائم کی ہوئی یہ ریاست ۴۳۰ھ تک قائم رہی اس سوا سو سال سے زیادہ عرصہ میں مکہ معظمہ کے اندر بڑے بڑے فساد اور ہنگامے برپا رہے۔ چار پانچ شخصوں نے اس خاندان میں مکہ کی حکومت کی۔ مگر ان کی حکومت عجیب قسم کی تھی۔ ایامِ حج میں مصر اور بغداد کے قافلے آتے اور امارتِ حج اور خطبہ پڑھنے میں جھگڑا ہوتا۔ آپس میں لڑتے اور حاکمِ مکہ کوئی چیز نہ سمجھا جاتا اگر بغداد کا امیر حج غالب ہوا تو اُس نے بنو بویہ اور خلیفۂ بغداد کے نام کا خطبہ پڑھا اگر مصری امیر حج غالب ہوگیا تو اُس نے بنو اخشید کے نام کا خطبہ پڑھا۔ پھر جب عبیدی مصر پر غالب ومتصرف ہوگئے تو عبیدیوں اور عباسیوں کے خطبہ میں جھگڑا ہوتا۔ اُدھر قرامطہ آجاتے تو انھیں کا عمل دخل قائم ہوجاتا۔ وہ تمام حاجیوں کو قتل کرتے اور لوٹ مار مچا دیتے۔ کبھی

معری لوگ سنگِ اسود کی بے حرمتی کرتے پتھر مارتے اور سنگِ اسود کو گالیاں دیتے تو عراقی لوگ مشتعل ہو کر اُن کو قتل کرنا شروع کرتے۔ اسی زمانے میں قرامطہ سنگِ اسود کو اُکھیڑ کر بحرین لے گئے اور بیس یا زیادہ برسوں کے بعد مکہ میں واپس بھیجا۔ غرض ایامِ حج میں بنو سلیمان کی حکومت کا کوئی نشان مکہ میں نہیں پایا جاتا تھا۔ یہ لوگ زیدیہ شیعہ تھے اس لئے بالطبع عبیدیوں کی جانب مائل تھے مگر ان کی حالت یہ تھی کہ جس کو طاقتور دیکھتے اُسی کا کلمہ پڑھنے لگتے۔

ریاست ہواشم در مکّہ

سلیمانیوں کے بعد مکہ میں ابو ہاشم محمد بن حسن بن محمد بن موسیٰ بن عبد اللہ بن ابی الکرام بن موسیٰ جون کی اولاد نے اپنی حکومت قائم کی یہ لوگ بھی مثل بنو سلیمان کے مکہ کے حاکم رہے۔ دولتِ سلجوقیہ کے ابتدائی عہدِ حکومت میں ان لوگوں نے خلفاء بغداد کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ آخر میں جب سلاطین سلجوقیہ کمزور ہو گئے تو ہواشم نے پھر عبیدیوں کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ ۵۶۷ھ میں جب سلطان صلاح الدین ایوبی نے دولتِ عبیدیہ کا خاتمہ کر دیا تو ہواشم مکہ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ یعنی حجاز و یمن پر بھی صلاح الدین کا قبضہ ہو گیا اور مکہ میں سلطان کی طرف سے عامل مقرر ہو کر آنے لگے چند روز کے بعد مکہ پر بنو قتادہ نے اپنی حکومت قائم کی۔ ان کے بعد بنو نمی نے حکومت کی۔ ان کے بعد اور لوگ قابض و متصرف رہے۔ یہاں تک کہ سلیم عثمانی نے حجاز پر قبضہ کیا اُس وقت سے مکہ کے حاکم شریف مکہ کے نام سے سلاطین عثمانیہ مقرر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ہمارے زمانہ میں شریف حسین نے سلطنتِ عثمانیہ سے بغاوت کر کے حکومتِ اسلامیہ کو سخت نقصان پہنچایا اور عالمِ اسلام میں نہایت ذلت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا گیا بلکہ ہر اس نے عیسائیوں کی سیادت تسلیم کر کے خاندانِ سادات کو بدنام کیا اور ہاشمیوں کے نام پر دھبہ لگا دیا۔

دولتِ مردانیہ دیارِ بکر

کردوں کے قبیلہ کا ایک شخص ابو علی بن مروان تھا۔ اُس نے ولایتِ دیار بکر میں ایک

خود مختار حکومت قائم کی جو اُس کے خاندان میں ۳۸۰ھ سے ۴۸۹ھ تک یعنی سو برس سے زیادہ مدت تک قائم رہی۔ آمد۔ ارزن۔ میا فارقین اور کیفہ وغیرہ شہر اسی ریاست میں شامل تھے۔ یہ لوگ عبیدیین مصر کی اطاعت کا اقرار کرتے تھے اسی لئے عبیدیوں نے اِن کو حلب کی حکومت دے دی تھی۔ اس طرح وہ گویا حمدانیوں کے قائم مقام ہو گئے تھے یہ لوگ دولت بویہ کی اطاعت کا بھی اقرار کرتے تھے سلجوقیوں کے حملے سے اِن کا خاتمہ ہوگیا۔

دولتِ غزنویہ افغانستان

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ الپتگین نے سلطنت سامانیہ کے جنوبی حصہ پر قبضہ کر کے اپنی ایک الگ حکومت قائم کر لی تھی۔ الپتگین کے بعد اُس کا داماد سبکتگین اس سلطنت کا مالک ہوا۔ سبکتگین کا بیٹا محمود غزنوی تھا۔ اس خاندان نے ۳۵۱ھ سے ۵۵۲ھ تک حکومت کی۔ محمود غزنوی کے زمانے میں اس سلطنت کی وسعت وطاقت شباب پر تھی، پنجاب وملتان سے لے کر خراسان کے مغربی سرے تک اور خلیج فارس سے لے کر دریائے جیحون تک یہ سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ محمود غزنوی نے ایک طرف بخارا وسمرقند تک حملے کئے تو دوسری طرف کالنجر (بنگالہ) اور سومنات تک حملہ آور ہوا۔ اس سلطنت کو جب زوال آیا تو خراسان پر خوارزم شاہیوں نے قبضہ کر لیا اور افغانستان وپنجاب پر خاندان غوری قابض ومتصرف ہوگیا۔ غزنویوں کو ہمیشہ خلیفہ بغداد کی اطاعت وفرماں برداری کا اقرار رہا۔ سلطان محمود غزنوی کے عہد حکومت میں سلجوقیوں نے اپنے قدیمی مسکن یعنی مغربی چین کے پہاڑوں سے نکل کر بخارا کے میدانوں میں سکونت اختیار کی اور پھر بتدریج ایشیائے کوچک تک پھیل گئے۔ سلطان محمود غزنوی نے ماوراء النہر کا علاقہ بھی فتح کر لیا تھا اس خاندان کی تاریخ مفصل طور پر تاریخ ہند میں درج کی جائے گی۔

دولتِ سلجوقیہ

سلجوقیوں کی حکومت ۴۳۰ھ سے ۷۰۰ھ تک کم وبیش ڈھائی سو سال قائم رہی۔۔۔ ابتدائی زمانہ ان کا بڑا شان دار تھا۔ آخر میں ان کے بہت سے ٹکڑے ہو گئے اور شروع

ہی سے ان کے کئی طبقات قائم ہو چکے تھے۔ ان کا سب سے بڑا سلسلہ وہ تھا جس میں الپ ارسلان اور ملک شاہ سلجوقی جیسے مشہور آفاق سلاطین ہوئے ان کو سلاجقۂ ایران کہتے ہیں ان کا کسی قدر حال اوپر بیان بھی ہو چکا ہے اور آئندہ مفصل بیان کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے علاوہ سلاجقۂ کرمان، سلاجقۂ عراق، سلاجقۂ شام، سلاجقہ روم وغیرہ بھی مشہور ہیں۔ ان سب خاندانوں کی تاریخ دلچسپی سے خالی نہیں۔ پھر ان سلجوقیوں کے غلاموں اور اتابکوں کی سلطنتیں قائم ہوئیں وہ بھی بہت مشہور اور اسلامی تاریخ کی زینت کہی جا سکتی ہیں۔ سلجوقیوں کا ظہور ایسے وقت میں ہوا جب کہ دیلمیوں کی چیرہ دستی نے خلافت بغداد کو سخت بے عزت اور کمزور کر دیا تھا۔ سلطنت اسلامیہ کے لوگوں نے تکے بوٹی کر لئے تھے اور جُدا جُدا خود مختار ریاستیں اور بڑی بڑی بادشاہتیں قائم ہو چکی تھیں جیسا کہ اسی فصل میں اوپر بیان ہوتا چلا آتا ہے۔ سلجوقیوں نے خلافت عباسیہ کے مٹے ہوئے اقتدار کو پھر چمکایا اور بہت سے چھوٹے چھوٹے خاندانوں کو حکومت و فرماں روائی کی کرسی سے جُدا کر کے ایک عظیم الشان اور طاقتور سلطنت میں خلیفہ کی بزرگی اور وقار کو قائم کیا۔ مگر چونکہ سلجوقیوں کی طاقت تمام تر فوجی اور جنگی اجزا سے مرکب تھی اور سپہ سالاران افواج ہی کو انھوں نے مُلکی انتظام اور ملک داری کا کام سپرد کر دیا تھا۔ لہٰذا چند روز کے بعد اس طاقت کا شیرازہ بکھر گیا اور تمام سلجوقی سردار الگ الگ صوبوں اور ولایتوں پر خود مختارانہ قابض ہو کر اُسی گذشتہ طائف الملوکی کو پھر واپس لانے کا موجب ہوئے۔ سلجوقی لوگ نومسلم تھے مگر اُن میں خلوص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ علوی سازشوں، سبائی ریشہ دوانیوں سے بالکل پاک تھے۔ اُنھوں نے دینِ اسلام کی خدمت کے موقعے خوب پائے۔ جہاں تک اُن کے امکان میں تھا اُنھوں نے مذہبی علوم اور نیک لوگوں کی خوب خدمتیں کیں۔ وہ خلفائے عباسیہ کی تکریم محض اس لئے کرتے تھے کہ اُن کو پُرانی اسلامی روایات کے موافق مستحقِ تکریم جانتے تھے۔ لیکن وہ عباسیوں، امویوں، علویوں کی رقابتوں سے مطلق متاثر نہیں ہوئے نہ ان کو کسی ایک فریق سے عداوت تھی، نہ دوسرے سے بے جا محبت وہ سیدھے سادھے اور سچے پکے مسلمان تھے۔ انھوں نے خوب عیسائیوں کے مقابلے کئے اور اُن کے دلوں پر مسلمانوں کی شمشیر خارا شگاف کی دہشت وہیبت پھر قائم کر دی اور عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو ایسا دھکا دیا کہ وہ دور تک پیچھے ہٹ گیا۔ سلجوقیوں ہی کی حکومت

کا نتیجہ تھا کہ خلفاء عباسیہ کی حکومت صوبہ عراق پر آخر تک قائم رہی ۔ ان کے زوال کا سبب وہی چیز تھی جو ہر ایک قوم کے زوال کا سبب ہوا کرتی ہے۔ یعنی آپس کی نااتفاقی اور ایک دوسرے سے دست و گریبان ہونا۔

سلجوقیوں کی طاقت جیسا کہ بیان ہوا ایک جنگی طاقت تھی۔ فوج جس پر اس طاقت کا دارو مدار تھا اُس کے افسر ترکی غلام ہوتے تھے جو دشت قپچاق سے منگوا کر خریدے جاتے تھے ان زرخرید غلاموں پر سلاطینِ سلجوقیہ کا سب سے زیادہ اعتماد تھا۔ ان کی وفاداری میں اُن کو مطلق شبہ نہ تھا۔ اسی لئے فوجوں کی افسری ان غلاموں کو دی جاتی اور انھیں کو صوبوں اور ولایتوں کی حکومت سپرد ہوتی ۔ یہ غلام شائستہ ہو کر جب سرداری کے مرتبے پر پہنچتے تو بڑے وفادار اور بہادر ثابت ہوتے تھے۔ سلاطینِ سلجوقیہ اپنی نوعمر اور کم سن شہزادوں کی اتالیقی پر انھیں مملوک سرداروں کو مامور کرتے لہذا انھیں غلاموں کی نگرانی و اتالیقی میں سلجوقی شہزادوں کی ادب آموزی ہوتی ۔اس لئے ان مملوکوں یعنی تُرک غلاموں کو اتابک (اتالیق) کے نام سے پکارنے لگے اتابک کے معنی تُرکی زبان میں ایسے امیر کے ہیں جو باپ کا قائم مقام سمجھا جائے یعنی اتا بمعنی پدر اور بک مخفف بیگ کا ہے جس کے معنی سردار کے ہیں۔ جب سلاطین سلجوقیہ آپس میں لڑ لڑ کر کمزور ہو گئے تو ان مملوکوں یعنی اتابکوں نے موقعہ پاکر اپنی مستقل حکومتیں جا بجا قائم کر لیں ۔طغتگین جو سلجوقی تُتش کا مملوک تھا وہ تُتش کے نوعمر بیٹے دقاق سلجوقی کا اتالیق مقرر ہوا اور دقاق کے بعد تُتش سلجوقی کی سلطنت کا مالک ہو گیا اور دمشق میں حکومت کرنے لگا۔ عمادالدین زنگی سلطان مُلک شاہ سلجوقی کے مملوک کا بیٹا تھا اُس نے موصل اور حلب میں اتابکی سلطنت قائم کی ۔ عراق کے سلجوقی سُلطان مسعود کا ایک قپچاقی غلام تھا اُس نے آذربائیجان میں اتابکی سلطنت قائم کی ۔سلطان مُلک شاہ سلجوقی کا تشاقی انوشتگین نامی ایک مملوک تھا اُس کی اولاد میں شاہانِ خوارزم شاہیہ تھے ۔ اسی طرح سلغر ایک اتابک سردار تھا جس نے فارس میں اتابکی سلطنت قائم کی ۔غرض چھٹی صدی ہجری میں تمام سلجوقی سلطنت پر سلجوقیوں کے افسرانِ فوج قابض و متصرف ہو کر اپنی اپنی مستقل بادشاہتیں قائم کر چکے تھے ۔

آتابکانِ شام وعراق

ملک شاہ سلجوقی کا ترکی غلام آق سنقر تھا جو ملک شاہ کا حاجب بھی تھا۔ وہ حلب اور شام وعراق کی حکومت پر مامور تھا۔ ۵۲۱ھ میں آق سنقر کے بعد اس کا بیٹا عماد الدین عراق کا حاکم مقرر ہوا۔ اسی سال اس نے موصل، سنجار، جزیرہ اور حران کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ ۵۲۲ھ میں شام کے اکثر حصے اور حلب وغیرہ پر بھی قابض ہو گیا۔ عماد الدین نے عیسائیوں اور رومیوں کے مقابلے میں خوب جہاد کئے اور بڑی نیک نامی عالم اسلام میں حاصل کی۔ عماد الدین کے بعد شام کی حکومت اس کے بیٹے نور الدین محمود کو ملی اور موصل وعراق دوسرے بیٹے سیف الدین کے قبضے میں آیا۔ نور الدین محمود نے عیسائیوں کے مقابلے میں اپنے باپ سے بھی زیادہ جہاد کئے اور اس کام میں بڑی شہرت وناموری پائی۔ نور الدین محمود کے بعد اس خاندان کے اور بھی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو گئے۔ اسی خاندان کی ایک شاخ کی قائم مقام دولت ایوبیہ ہوئی۔ عماد الدین زنگی کے خاندان میں سوا سو برس تک حکومت و سرداری باقی رہی۔

آتابکانِ اربیلا

عماد الدین زنگی کے ترکی افسروں میں ایک افسر زین علی کوچک بن بکتگین تھا اس نے اس کو موصل میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ ۵۳۹ھ میں زین الدین علی کوچک نے سنجار۔ حران۔ تکریت۔ اربل یعنی اربیلا اپنی حکومت میں شامل کئے اور اربل کو اپنا دار الحکومت بنا کر اپنی الگ حکومت قائم کی۔ یہ حکومت زین الدین علی کوچک کے خاندان میں ۶۳۰ھ تک قائم رہی اس کے بعد خلیفہ بغداد کا اس پر براہِ راست قبضہ ہو گیا تھا۔

آتابکانِ دیار بکر

ارتق بن اکسب سلجوقی فوج کا ایک افسر تھا اس کے بیٹے ایل غازی نے ۴۹۵ھ

میں اپنی حکومت کی بنیاد ڈالی ۔ اس خاندان میں تیمور کے زمانے تک برائے نام حکومت باقی تھی ۔ سلطان صلاح الدین کے زمانے میں یہ لوگ سلطان موصوف کے فرماں بردار و ماتحت ہو گئے تھے ۔

اتابکانِ ارمینیا

قطب الدین سلجوقی کے غلام سکمان قطبی نے ۴۹۳ھ میں شہر خلاط کو دولتِ مردانیہ سے چھین کر اپنی حکومت قائم کی، اس کی اولاد میں ۶۰۴ھ تک جب کہ دولتِ ایوبیہ نے اسے فتح کیا ۔ حکومت باقی رہی ۔

اتابکانِ آذربائیجان

سلطان مسعود سلجوقی کے قبچاقی غلام ایلدکز نے آذربائیجان میں اپنی حکومت قائم کی جو ۵۳۱ھ سے ۶۲۲ھ تک ایک سو ایک برس قائم رہی ۔

اتابکانِ فارس

ترکوں کے ایک گروہ کا سردار سلغر نامی ایک ترک تھا وہ طغرل بیگ سلجوقیوں کے ہمراہیوں میں شامل ہو گیا اُس کی اولاد میں سنقر بن مودود نے ۵۴۳ھ میں فارس پر قبضہ کیا ۔ اس کے خاندان میں ۶۸۶ھ تک فارس کی حکومت رہی ۔ اسی خاندان کا ایک بادشاہ اتابک سعد خوارزم شاہ کا خراج گذار بن گیا تھا ۔ اسی کے نام پر شیخ مصلح الدین شیرازی نے اپنا تخلص سعدی رکھا تھا ۔ اتابک سعد کے بعد اتابک ابوبکر تخت نشین ہوا ۔ اُس نے اکتائی خان مغل کی اطاعت اختیار کر لی تھی ۔ اسی اتابک ابوبکر کا ذکر شیخ سعدی نے گلستان میں کیا ہے ۔

اتابق لرستان

اس خاندان کا بانی اتابک طاہر تھا جو اتابکانِ فارس کا ایک فوجی سردار تھا جس سال سنقر بن مودود نے فارس پر قبضہ کیا اُسی سال ابوطاہر کو لرستان پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا تھا ۔ چنانچہ ۵۴۳ھ میں ابوطاہر نے لرستان پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کی بنیاد قائم کی ۔ جو ۷۴۰ھ تک قائم رہی اسی خاندان کا ایک شعبہ لُرستانِ کوچک پر دسویں صدی ہجری تک حکومت کرتا رہا ۔

اتابکانِ خوارزم شاہیہ

بلکاتگین غزنوی کا ایک ترکی غلام انوشتگین تھا جو سلطان ملک شاہ سلجوقی کا آبدار ہو گیا تھا اُس کو ملک شاہ نے خوارزم یعنی خیوا کا حاکم مقرر کیا تھا اُس کے بعد

اُس کا جانشین اُس کا بیٹا ہوا۔ جس کا نام خوارزم شاہ تھا اُس نے اپنی حکومت کو ترقی دی دریائے جیحون کے کنارے تک اپنی حکومت کو وسعت دے کر خراسان و اصفہان کو بھی فتح کر لیا خوارزم شاہ کے بیٹے علاؤالدین محمد نے ۶۰۶ھ میں بخارا و سمرقند بھی فتح کر لیا۔ ۶۱۱ھ میں افغانستان کے ایک بڑے حصے کو غزنین تک فتح کر لیا۔ پھر اُس نے شیعہ مذہب اختیار کر کے یہ ارادہ کیا کہ خلافتِ عباسیہ کو بیخ و بُن سے اُکھیڑ کر نیست و نابود کر دے ابھی اس ارادے میں کامیاب نہ ہونے پایا تھا کہ چنگیز خاں نے حملہ کر کے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ آخر مغلوں نے اُس کو خوب پریشان کیا اور وہ اُن کے سامنے سے بھاگتا اور فرار ہوتا پھرا آخر بحیرہ قزوین کے ایک جزیرہ میں ۶۱۷ھ میں مر گیا اُس کے تین بیٹے تھے وہ بھی باپ کے بعد مغلوں کے آگے آگے بھاگتے پھرے ایک بیٹا جلال الدین خوارزمی بھاگ کر ہندوستان بھی آیا اور دو برس ہندوستان میں رہ کر پھر واپس چلا گیا۔ آخر ۶۲۸ھ میں مغلوں نے اس خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ خوارزم شاہیوں کی حکومت ۴۷۰ھ سے ۶۲۸ھ تک رہی مگر بارہ سال اس سلطنت پر ایسے عروج کے گذرے کہ وہ سلطنت سلجوق کی ہم پلہ سمجھی جاتی تھی۔

دولتِ ایوبیہ

اتابکانِ شام و عراق کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اُن میں عماد الدین زنگی نے کردستان کے رہنے والے ایک کُرد سردار مسمی ایوب بن شادی کو شہر بعلبک کا محافظ و حاکم اپنی طرف سے مقرر کیا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ بڑا سردار ہو گیا۔ ایوب کا ایک چھوٹا بھائی شیرکوہ تھا۔ عماد الدین کے فوت ہونے پر جب اُس کا بیٹا نور الدین محمود زنگی تخت نشین ہوا تو اس نے شیرکوہ کو حمص اور رحبہ کی حکومت عطا کی۔ شیرکوہ کی قابلیت و بہادری کا اندازہ کر کے نور الدین نے شیرکوہ کو اپنی فوج کا سپہ سالار بنایا۔ جب نور الدین نے شیرکوہ کو مصر کی طرف بھیجا تو اُس کے بھتیجے صلاح الدین بن ایوب کو بھی مصر کی جانب روانہ کیا۔ یہ تذکرہ پہلے بیان ہو چکا ہے صلاح الدین نے ۵۶۴ھ میں اپنی حکومت کی بنیاد قائم کی پھر بہت جلد اُس کی حکومت میں مصر و شام و حجاز وغیرہ شامل ہو گئے۔ صلاح الدین کی قائم کی ہوئی سلطنت کا نام دولتِ ایوبیہ ہے اس خاندان میں ۶۴۸ھ تک حکومت قائم رہی۔ صلاح الدین کے بعد اس خاندان کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔ حماۃ میں اس خاندان کی ایک شاخ ۷۴۲ھ تک قائم رہی۔ جو شاخ اس خاندان کی مصر میں حکمران تھی۔ اُس کو ایوبیہ عادلیہ کہتے ہیں۔ انھیں کے جانشین مصر

میں مملوک ہوئے۔

دولتِ مملوکیۂ مصر دولتِ ایوبیۂ مصر کے بعد مصر میں مملوک سلاطین کی حکومت ۶۵۶ھ سے شروع ہوئی ان کا ذکر بھی اوپر آچکا ہے۔ ان مملوکوں کے بھی دو سلسلے ہیں پہلا سلسلہ مملوک بحریہ اور دوسرا مملوک گرجیہ کہلاتا ہے۔ ۹۲۳ھ میں ان کا بھی خاتمہ ہوگیا اور بجائے ان کے مصر میں حکومتِ عثمانیہ قائم ہوئی۔

سلاطین سلجوقیہ کے جانشینوں کا ذکر کرتے ہوئے ہم بہت دور آگے نکل گئے ہیں۔ ترتیب زمانی کے اعتبار سے ابھی کئی مشہور و زبردست سلطنتوں کی طرف اشارہ کرنا باقی ہے جو اس سے بہت پہلے زمانہ میں قائم ہوئی تھیں۔ لہٰذا اب خراسان و عراق و شام وغیرہ مشرقی ممالک کو چھوڑ کر ہمیں پھر مغرب کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

دولتِ زیریہ ٹیونس جب دولتِ عبیدیہ نے قیروان سے قاہرہ میں اپنا دار الحکومت تبدیل کیا ہے۔ تو اُس زمانہ میں مصر سے مراقش تک تمام شمالی افریقہ اُن کے زیر حکومت تھا اور بحر رُوم میں دولت عبیدیہ کی بحری طاقت سب پر فائق سمجھی جاتی تھی مگر قاہرہ (مصر) میں دار الحکومت کے تبدیل ہو جانے کے بعد مغربی ممالک پر اس سلطنت کا رُعب قائم نہ رہ سکا۔ چنانچہ ٹیونس میں خاندانِ زیریہ کی مستقل حکومت ہوگئی جو ۳۶۲ھ سے ۵۴۳ھ تک قائم رہی۔

دولتِ صمادیہ الجیریا الجیریا میں خاندان صمادیہ کی مستقل حکومت قائم ہوگئی اور یہ حکومت ۳۹۵ھ سے ۵۴۷ھ تک قائم رہی۔

اسی طرح عبیدیوں کی دار السلطنت کے تبدیل ہونے پر مراقش میں بھی قبائل بربر خود مختار ہو گئے تھے جن کو خاندان مرابطین نے اپنا محکوم بنایا۔

دولتِ مرابطین عہدِ خلافت بنواُمیہ میں یمن کے بعض قبائل علاقہ بربر یعنی ٹیونس و الجیریا و مراکو میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ ان لوگوں نے بتدریج اپنے وعظ و پند اور اپنی اسلامی زندگی کے نمونہ سے بربریوں کو اسلام میں داخل کیا اور انھیں کی سعی و کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ بربری لوگوں نے اسلام کو قبول کیا۔ انھیں میں سے ایک قبیلہ جو مراقش میں قیام پذیر تھا۔ اُس نے ۴۴۸ھ میں قبیلہ لمتونہ کے فقیہ عبداللہ

بن یاسین کے وعظ و پند سے وہ بربری لوگ جو اب تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے مسلمان ہوگئے اور انھوں نے عبداللہ بن یاسین کو اپنا سردار بنانا چاہا مگر عبداللہ نے انکار کرکے ابو بکر بن عمر ایک شخص کی طرف اشارہ کیا چنانچہ نومسلم بربریوں نے ابو بکر بن عمر کو اپنا سردار بنا کر امیر المسلمین کے نام سے پکارنا شروع کیا۔ اس جمعیت کو دیکھ کر ارد گرد کے بہت سے قبائل آآ کر جمع ہونے شروع ہوئے۔ مراقش میں ان دنوں کوئی مستقل حکومت قائم نہ تھی۔ بلکہ الگ الگ قبائل کی حکومتیں قائم تھیں۔ اور کوئی کسی کا محکوم نہ تھا۔ اس طائف الملوکی کے زمانے میں ابو بکر بن عمر کی طاقت دم بدم ترقی کرنے لگی۔ ابو بکر بن عمر نے اپنے ہمراہیوں کو مرابطین کا خطاب دیا۔ یعنی سرحدِ اسلام کی حفاظت کرنے والی فوج۔ انھیں کو ملثمین بھی کہتے ہیں۔ ابو بکر نے بربری قبائل میں خدمتِ اسلام کا جوش پیدا کرکے ان کو خوب بہادر و اُلوالعزم بنا دیا اور مراقش سے مشرق کی جانب پیش قدمی کرکے سجلماسہ کو فتح کرلیا۔ اور اپنے چچازاد بھائی یوسف بن تاشقین المتونی کو سجلماسہ کا حاکم مقرر کیا۔ یہ یوسف بن تاشقین بڑا دین دار اور بہادر و عقلمند تھا۔ ۴۵۳ھ میں جب ابو بکر بن عمر کا انتقال ہوا تو یوسف بن تاشقین اس ملک کا بادشاہ ہوا۔ ۴۶۰ھ میں یوسف نے شہر مراقش آباد کیا اور اسی کو اپنا دار السلطنت بنایا۔ ۴۷۹ھ میں جب کہ عیسائیوں نے ہسپانیہ کے مسلمان رئیسوں کو اپنی حملہ آوریوں سے بہت تنگ کیا تو انھوں نے یوسف بن تاشقین سے مدد کی درخواست کی۔ یوسف بن تاشقین نے اندلس یعنی ہسپانیہ میں جا کر عیسائیوں کو ایک بڑے معرکہ میں شکستِ فاش دے کر اُن کی کمر توڑ دی اس کے بعد وہ تین ہزار بربری یعنی لشکرِ مرابطین کو اندلس میں حفاظت کے لئے چھوڑ کر خود افریقہ یعنی مراکش کو واپس چلا آیا۔ چار برس کے بعد عیسائیوں نے پھر اندلس کے مسلمانوں کو تنگ کیا اور انھوں نے یوسف سے امداد کی استدعا کی۔ اس مرتبہ اُس نے عیسائیوں کو شکستِ فاش دے کر اندلس کے اسلامی علاقہ کو اپنی سلطنت کا ایک صوبہ بنا لیا۔ غرض مرابطین کی حکومت میں بہت جلد اندلس۔ مراقش۔ ٹیونس، الجیریا، طرابلس شامل ہوگئے۔ بحری قوت کی جانب اس خاندان نے زیادہ توجہ نہیں کی۔ ۵۵۱ھ تک مرابطین کی حکومت قائم رہی۔ اپنے بہادرانہ کارناموں سے ایک سو سال تک انھوں نے عیسائی طاقتوں کا ناطقہ بند رکھا۔

دولتِ الموحدین

بربر کے قبیلۂ مصمودا کا ایک شخص ابو عبداللہ محمد بن تومرت جو جبل سوس کا باشندہ تھا۔ علمِ حدیث و اصول و فقہ کا جید عالم اور عربی علم و ادب کا خوب ماہر تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی وہ خوب مستعد تھا۔ نصیحت گری و حق گوئی میں اُس کے سامنے امیر و غریب کا مرتبہ یکساں تھا۔ اُس کے زُہد نے اُس کو سادہ لباس اور سادہ غذا پر قانع کر دیا تھا۔ ایک جماعت اُس کی تابع تھی اور اُس کو مہدی کے نام سے پکارتی تھی۔ اپنے متبعین میں اُس کو شاہانہ اختیارات حاصل تھے۔ ۵۲۲ھ میں جب اس کا انتقال ہوا تو وہ اپنے فرقہ کی جس کا نام موحدین رکھا تھا۔ امارت اپنے دوست عبد المومن کو سپرد کر گیا۔ عبد المومن نے سلطنت مرابطین کے خلاف خروج کر کے فتوحات شروع کر دیں آخر دو سال کے عرصہ میں اُس نے مرابطین سے بہت سا علاقہ چھین کر ۵۲۴ھ میں اپنی حکومت قائم کر لی ۵۴۱ھ میں اُس نے مرابطین کا دارالسلطنت مراکو فتح کر لیا اور چند روز کے بعد اُن کا خاتمہ کر کے اندلس میں فوج بھیجی۔ اندلس و مراقش پر قبضہ کر لینے کے بعد اپنا لقب امیر المومنین رکھا۔ اس کے بعد ۵۴۷ھ میں الجیریا کو فتح کر کے صمادیہ خاندان کا خاتمہ کیا۔ طرابلس کو فتح کر لینے کے بعد اُس کی سلطنت سرحدِ مصر سے بحر اطلانطک تک قائم ہو گئی جس میں اندلس کا مُلک بھی شامل تھا۔ ۶۳۲ھ میں موحدین کی فوج کو عیسائیوں کے مقابلہ میں ایسی سخت شکست ہوئی کہ وہ اندلس میں اپنی حکومت قائم نہ رکھ سکے مگر اندلس کے سلاطین غرناطہ برابر عیسائیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ اندلس کی حکومت کے نکل جانے سے خاندانِ موحدین میں ضعف و تنزل کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے طرابلس اُن سے چھین لیا پھر خاندان حفصیہ نے جو ٹیونس میں موحدین کی طرف سے بطور نائب حکمران تھا خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ پھر الجیریا میں خاندان زیانیہ بھی خود مختار ہو گیا۔ پھر مُلک مراقش میں کئی مدعیانِ سلطنت اُٹھ کھڑے ہوئے آخر ۶۶۷ھ میں اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور اس کی جگہ مراقش میں خاندانِ مرینیہ حکمران ہوا۔

دولتِ حفصیہ ٹیونس

موحدین نے اپنی جانب سے ٹیونس میں حفص نامی ایک شخص کو نیابت و حکومت پر مامور کیا تھا۔ اس کے خاندان میں یہ عہدہ نسلاً متوارث ہوا آخر ۶۲۵ھ میں اس خاندان نے خود مختاری اختیار کی

اس خاندان نے تقریباً تین سو سال تک ٹیونس میں نیک نامی کے ساتھ حکومت کی آخر ۹۸۱ھ میں عثمانی امیر البحر بار بروسا خیر الدین نے ٹیونس کو فتح کر کے مقبوضاتِ عثمانیہ میں شامل کیا۔ اور اس خاندان کا خاتمہ ہوا۔

دولتِ زیانیہ الجیریا موحدین کی جانب سے صوبہ الجیریا میں خاندان زیانیہ کا جو شخص حاکم مقرر تھا اُس نے خاندان حفصیہ کی تقلید میں ۶۳۳ھ میں اپنی خود مختاری کا اعلان کیا۔ اِن لوگوں کا دار السلطنت تلمسان تھا ۷۹۶ھ تک ان کی حکومت رہی پھر مراقش کے خاندان مرینیہ نے ان کے مُلک پر قبضہ کر کے ان کو نیست و نابود کر دیا۔

دولتِ مرینیہ مراقش خاندانِ مرینیہ ۵۹۱ھ سے مراقش کے پہاڑی علاقہ پر خود مختارانہ قابض و متصرف تھا۔ ۶۶۷ھ میں اُنھوں نے موحدین کے دار السلطنت پر قبضہ کر کے تمام مراقش پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ اور ۹۶۰ھ میں اس خاندان کو اسی خاندان کے ایک شعبہ نے برباد کر دیا اور خود اُس کا قائم مقام ہو گیا۔ اس کے بعد اس مُلک میں مسلمانوں کی دو چھوٹی چھوٹی رقیب حکومتیں قائم ہوئیں جن کا شغل آپس میں ہنگامہ کارزار گرم رکھنا ہوا۔

یہاں تک ممالکِ مغربیہ کی صرف اُن سلطنتوں کی فہرست بیان ہوئی ہے جو خلافتِ عباسیہ کی ہمعصر یعنی ۹۰۰ھ سے پہلے پہلے تھیں خلافت عباسیہ کے ختم اور خلافتِ عثمانیہ کے شروع ہونے کے بعد ممالکِ اسلامیہ کی جو حالت ہوئی یا جو کثیر التعداد نئی سلطنتیں دنیا کے ہر حصہ میں قائم ہوئیں اُن کا ذکر اس فصل میں نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ خلافتِ عباسیہ کی معاصر تھیں۔ اس کے بعد خلافتِ عثمانیہ اور اُس کی معاصر تمام اسلامی سلطنتوں کا حال بیان کیا جائے گا۔ اور چونکہ خلافتِ عثمانیہ اس سال یعنی ۱۳۴۲ھ تک قائم رہی ہے لہٰذا خلافتِ عثمانیہ اور اُس کی معاصر سلطنتوں کا حال لکھ لینے کے بعد تاریخ اسلام مکمل ہو جائے گی۔ اس فصل میں جن حکومتوں کی فہرست بیان ہو رہی ہے اُن میں سے بعض ایسی بھی ہیں کہ اُن کا تذکرہ صرف اسی قدر کافی ہے جو اس فہرست میں بیان ہوا لیکن اکثر ایسی ہیں کہ اُن کی تفصیلی تاریخ بیان ہونی چاہیئے اگرچہ وہ تفصیل بھی خلاصہ اور نہایت مختصر مگر مکمل خلاصہ ہوگا۔ انھیں حکومتوں کے حالات کا مجموعہ تاریخ اسلام

کی تیسری جلد ہوگی۔

اس فصل میں ممالک مشرقیہ کی بعض سلطنتوں کی طرف ابھی اور اشارہ کرنا باقی ہے۔ مثلاً:۔

دولتِ اسمٰعیلیہ حشاشین

حضرت امام جعفر صادق کے بیٹے موسٰی کاظم کو اثنا عشری شیعہ امام موصوف کا جانشین اور امام مانتے ہیں۔ لیکن امام موسٰی کاظم کے ایک بھائی امام اسمٰعیل تھے جو لوگ بجائے موسٰی کاظم کے اُن کے بھائی اسمٰعیل کو امام مانتے ہیں وہ شیعۂ اسمٰعیلیہ کہلاتے ہیں۔ دولتِ عبیدیین اسمٰعیلی شیعوں کی سب سے بڑی سلطنت تھی۔ اسمٰعیلیوں نے اپنے حصولِ مقصد کے لئے ہمیشہ پوشیدہ اور خفیہ کارروائیوں اور نہاں در نہاں سازشوں سے کام لیا۔ سلطنتِ عبیدیہ نے اپنے عقائد اور خیالات کی اشاعت کے لئے شروع ہی سے ایک خفیہ محکمہ قائم کر دیا تھا جس کے ذریعہ داعیوں کو اپنی مقبوضہ مملکت میں ہی نہیں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی بھیجا جاتا تھا۔ یہ داعی واعظوں، درویشوں اور تاجروں وغیرہ کی شکل میں تمام اسلامی ممالک کے اندر پھیلے ہوئے تھے اور لوگوں کو اسمٰعیلی عقائد کی تعلیم و ترغیب دیتے تھے ان کے کفریہ عقائد نہایت خطرناک تھے۔ قرآن شریف کو یہ لوگ قابلِ عمل نہیں جانتے تھے۔ اسمٰعیل بن جعفر صادق کو پیغمبر مانتے اور آنحضرت صلعم کا ہم رُتبہ خیال کرتے اور محمد مکتوم بن اسمٰعیل بن جعفر صادق کو بھی نبی یقین کرتے تھے۔ اُن کے نزدیک اماموں کی تعداد سات تھی۔ بانیٔ دولتِ عبیدیہ کو ساتواں امام قرار دیتے اور عبیدیہ سلاطین کی فرماں برداری و اطاعت کو ذریعۂ نجات ثابت کرتے وغیرہ۔ ان داعیوں کی کوششوں نے سلطنتِ عبیدیہ کو بہت فائدہ پہنچایا اور اُس کی قبولیت کو بڑھایا تھا۔

حسن بن صباح ایک شخص رَے کا باشندہ تھا اُس کے نسب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ عربی النسل تھا اُس کے آباواجداد یمن سے آئے تھے بعض کا قول ہے کہ وہ مجوسی النسل تھا۔ بہرحال حسن بن صباح کے باپ اور اہلِ خاندان کا عقیدہ شیعی تھا۔ حسن بن صباح نے نیشاپور میں تعلیم پائی تھی وہ عمر خیام اور نظام الملک طوسی وزیرِ اعظم الپ ارسلان و ملک شاہ کا ہم سبق رہ چکا تھا۔ نہایت ذہین اور خوددار شخص تھا۔ مستنصر عبیدی کے زمانے میں حسن بن صباح مصر پہنچا وہاں اُس کی بڑی عزت و تکریم ہوئی سال بھر سے زیادہ عرصہ تک وہ مصر میں شاہی مہمان اور مستنصر کے مصاحب کی حیثیت سے رہا۔

وہاں اُس نے عقائد اسمٰعیلیہ سے پوری واقفیت حاصل کرکے مستنصر کے ہاتھ پر بیعت کی اور دولتِ عبیدیہ کے اعلیٰ درجہ کے داعیوں میں شمار ہوا۔ جب حسن بن صباح اسمٰعیلیہ داعی بن کر روانہ ہوا تو اُس نے مستنصر سے پوچھا کہ آپ کے بعد کس کے احکام کی تعمیل کروں اور آپ کے بعد میرا امام کون ہوگا۔ مستنصر نے کہا کہ میرے بعد تمھارا امام میرا بیٹا نزار ہوگا۔ چنانچہ اسی وجہ سے حسن بن صباح کی قائم کی ہوئی جماعت کو نزاریہ بھی کہتے ہیں مصر سے عراق و ایران میں واپس آکر حسن بن صباح نے مختلف شہروں میں تھوڑے تھوڑے دنوں اقامت اختیار کی اور لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانا شروع کیا۔ یہاں پہلے ہی سے اسمٰعیلی داعیوں کی کوشش سے بہت سے شیعہ اور غیر شیعہ اسمٰعیلیہ خیالات کے پیرو ہو چکے تھے اس لئے حسن بن صباح کو بہت جلد بہت سے معاون و مددگار مل گئے۔ ملک شاہ کی طرف سے صوبۂ اصفہان و قہستان کا حاکم مہدی علوی تھا۔ حسن بن صباح نے دھوکہ دے کر مہدی علوی سے اپنی عبادت گاہ بنانے کے لئے قلعہ الموت کو خرید لیا۔ اس قلعہ میں بیٹھ کر اُس نے ہر قسم کی مضبوطی کرلی اور اپنے معتقدین کو جمع کر کے اور ارد گرد کے جاہل و جنگجو قبائل میں اپنا اثر قائم کرنے کے بعد اپنی حکومت کی بنیاد قائم کی اور شیخ الجبل کے نام سے مشہور ہوا۔ اُس نے بعض عجیب و غریب عقائد و اعمال ایجاد کرکے اُن کی تلقین لوگوں کو کی۔ اُس نے فدائیوں کا ایک گروہ تیار کیا۔ ان فدائیوں نے بڑے بڑے کام کئے۔ دُنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں، وزیروں عالموں کو حسن بن صباح قلعہ الموت میں بیٹھا ہوا اپنے فدائیوں کے ہاتھ سے قتل کرا دیتا تھا۔ حسن بن صباح نے اپنے مشہور داعی کیا بزرگ امید کو اپنا ولی عہد و جانشین بنایا۔ اس کے بعد کیا بزرگ اُمید کی اولاد میں کئی پشت تک حکومت قائم رہی۔ آخر ۶۵۵ھ میں ہلاکو خاں کے ہاتھ سے اس حکومت کا خاتمہ ہوا۔ یہ سلطنت جو حسن بن صباح نے قائم کی تھی قہستان میں ۴۸۳ھ سے ۶۵۵ھ تک پونے دو سو سال تک قائم رہی اس اسمٰعیلی حکومت کی دھاک ساری دنیا میں بیٹھی ہوئی تھی اور بڑے بڑے شہنشاہ فدائیوں سے ڈرتے تھے کیونکہ وہ ہمیشہ دھوکے سے اور دُشمن کو تنہا پاکر اچانک حملہ کرتے تھے۔

ملکِ شام پر عیسائیوں کے صلیبی حملے

یورپ کے عیسائیوں نے متفق و متحد ہو کر مسلمانوں پر ۴۹۰ھ سے حملے شروع کئے۔ عیسائیوں

کے مذہبی پیشواؤں یعنی پادریوں نے تمام یورپ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر دیوانہ بنا دیا تھا اور ملکِ شام کے مسلمانوں کے قبضے سے نکال لینے کو اعلیٰ درجہ کی مذہبی خدمت اور ذریعۂ نجات قرار دیا گیا تھا۔ عیسائیوں کے ان حملوں کا سلسلہ تین سو سال تک جاری رہا۔ یورپ کے تمام عیسائی بادشاہ اپنی ہر قسم کی متحدہ طاقت صرف کرنے اور بذاتِ خود عیسائی حملہ آوروں کے ساتھ ملکِ شام کی طرف آنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ ان تمام لڑائیوں اور چڑھائیوں کا سلسلہ تاریخ اسلام کا ایک دلچسپ باب ہے اور اس داستان کو ایک ہی جگہ مسلسل بیان کیا جائے گا۔ ان صلیبی لڑائیوں کا وہ حصہ جہاں سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں کا مقابلہ کیا ہے۔ نہایت اہم اور بہت دلچسپ ہے۔

دولتِ مغلیہ ایشیا

ملک چین کے شمالی پہاڑوں سے چنگیز خاں کی زیرِ قیادت مغلوں یا تاتاریوں کے گروہ نے مغرب کی جانب خروج کر کے ترکستان ماوراءالنہر، خراسان، آذربائیجان، اصفہان، افغانستان، فارس، عراق، شام، ایشیائے کوچک روس۔ آسٹریا تک کے تمام ملکوں کو اپنی لوٹ مار اور قتل و غارت کا آماج گاہ، ساتویں صدی ہجری کے شروع میں بنا لیا تھا۔ سینکڑوں حکومتوں کو برباد اور سینکڑوں حکمران خاندانوں کو متاصل کر دیا۔ ساتویں صدی ہجری کے وسط یعنی ۶۵۶ھ میں ہلاکو خاں نے بغداد کو لوٹا اور بغداد کے آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کو قتل کیا۔ اس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ۶۲۴ھ میں چنگیز خاں کے فوت ہونے پر مغلوں کی سلطنت کے کئی ٹکڑے ہو گئے تھے۔ چنگیز خاں کی اولاد کا ایک حصہ چین پر حکمران ہوا۔ ایک حصے نے ترکستان و ماوراءالنہر میں اپنی حکومت قائم کی۔ ایک حصہ نے خراسان و ایران پر اپنی حکومت قائم کی ایک حصہ بحرِ قزوین کے شمالی و مغربی حصہ پر فرماں روا ہوا۔ ان میں مغلوں کی وہ حکومت جو ایران و خراسان میں ہلاکو خاں نے قائم کی تھی۔ زیادہ قابلِ توجہ ہے۔ چند ہی روز کے بعد ان مغلوں کی اکثر حکومتیں اسلامی حکومتوں میں تبدیل ہو گئیں یعنی مغلوں نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام کے خادم بن گئے۔ دو سو یا پونے دو سو برس کے بعد براعظم ایشیا میں مغلوں کی حکومتیں کمزور ہوتے ہوتے نابود ہونے لگیں اور ان کی جگہ کثیر التعداد چھوٹی چھوٹی ریاستیں جا بجا ایران و خراسان و عراق و ماوراءالنہر میں قائم ہو گئیں۔

۷۷۰ھ کے قریب ان مغلوں کے تنزل و بربادی کے عالم میں ایک شخص تیمور سردار

ہوا۔ اُس نے اپنی مُلک گیریوں اور فتح مندیوں سے تمام برّاعظم ایشیا میں ایک تہلکہ برپا کردیا اور دنیا کو چنگیز خاں کی مُلک گیریوں کا تماشہ ایک مرتبہ پھر دکھا دیا۔ تیمور چونکہ مُسلمان تھا۔ اس لئے اگرچہ قتل و غارت کے ہنگامے اُس کے ذریعہ بھی بہت رونما ہوتے تاہم اُس کی ملک گیریاں چنگیزی حملوں کے مقابلے میں زیادہ باقاعدہ اور مہذبانہ تھیں تیمور کی اولاد اُن تمام مُلکوں کی وارث ہوئی جن پر چنگیز خاں کی اولاد نے حکومت کی تھی۔ جس طرح چنگیز خاں کی اولاد کا تنزل ہوا بالکل اسی طریقہ اور اُسی رفتار سے تیمور کی اولاد کا زوال ہوا۔ جتنے دنوں چنگیزی مغلوں نے ایشیا کے مُلکوں پر حکومت کی تھی تقریبًا اتنے ہی دنوں تیموری مغلوں کا دور دورہ رہا۔ جب ایران و تُرکستان وغیرہ سے تیموری خاندان کی حکومت مٹ گئی تو تیمور کی اولاد میں ایک شخص بابر پیدا ہوا اُس نے ہندوستان و افغانستان میں ایک زبردست حکومت کی نبیاد ڈالی جو عرصہ تک اُس کے خاندان میں باقی رہی۔

دولتِ عثمانیہ ترکی

ترکانِ غز کا تذکرہ اوپر کہیں آچکا ہے۔ ان ترکانِ غز کے اکثر قبائل کو سلجوقیوں نے دھکیل کر صوبہ ارمینیا اور بحیرہ قزوین کے ساحلوں کی طرف پہنچا دیا تھا۔ انھیں میں ایک وہ قبیلہ تھا جس کو سلطنتِ عثمانیہ قائم کرنے کا فخر حاصل ہوا۔ جب سلاطینِ سلجوقیہ کا دور دورہ ختم ہوا اور تاتاریوں نے ایشیا کے مُلکوں میں ہنگامے برپا کرنے شروع کردیئے تو اُس زمانے میں ایشیا ئے کوچک کے اُس حصے میں جو مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ دس بارہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں۔ ان ریاستوں میں اکثر سلجوقی شہزادے یا سلجوقیوں کے موالی حکومت کرتے تھے۔ انھیں میں ایک ریاست سرحد ارمینیا پر ترکانِ غز کے مذکورہ قبیلہ کے سردار سلیمان خاں کے قبضے میں تھی ۶۲۱ھ میں جب مغلوں نے علاؤ الدین کیقباد سلجوقی کی ریاست پر حملہ کیا تو سلیمان خاں اور اُس کے بیٹے ارطغرل نے اپنے ہم قوم ترکوں کو لے کر مغلوں کے خلاف علاؤالدین کیقباد کی مدد کی۔ یہ مدد عین وقت پر پہنچی اور اس سے مغلوں کو شکست کھا کر فرار ہونا پڑا۔ لہٰذا علاؤالدین کیقباد سلجوقی نے سلیمان کو خلعت دے کر اپنی فوج کا سپہ سالار بنایا اور اُس کے بیٹے ارطغرل کو شہر انگورہ کے قریب ایک وسیع جاگیر دی۔ علاؤالدین سلجوقی کا دارالسلطنت اُس زمانے میں شہر قونیہ تھا۔ ارطغرل کی جاگیر اور

ریاست قیصر روم کے علاقے کی سرحد پر واقع تھی۔ ارطغرل نے اپنے باپ کے فوت ہونے پر اپنی ریاست کو وسیع کیا کچھ علاقہ سلطان قونیہ سے انعام واکرام کے طور پر حاصل کیا اور کچھ عیسائی علاقے کو دبا لیا۔ اس طرح ارطغرل کی ایک قابل تذکرہ ریاست قائم ہو گئی۔ مغلوں نے ایشیائے کوچک کے ان چھوٹے رئو ساسے کچھ زیادہ تعرض نہیں کیا اور اُن کو اُن کے حال پر قائم رہنے دیا۔ ۶۴۱ھ میں علاؤ الدین کیقباد سلجوقی کے بیٹے غیاث الدین کیخسرو کو مغلوں کا خراج گذار ہونا پڑا۔ ۶۵۶ھ میں ارطغرل کا بیٹا عثمان خاں پیدا ہوا۔ ۶۸۷ھ میں ارطغرل فوت ہوا اور اُس کا بیٹا عثمان خاں بعمر تیس سال باپ کی جگہ ریاست کا مالک و فرماں روا ہوا۔ شاہ قونیہ یعنی غیاث الدین کیخسرو سلجوقی نے اپنی بیٹی کی شادی عثمان خاں سے کر دی اور اُس کو اپنی فوج کی سپہ سالاری کا عہدہ بھی عطا کیا۔ ۶۹۹ھ میں غیاث الدین کیخسرو سلجوقی جب مقتول ہوا تو تمام سلجوقی ترکوں نے سلطنت قونیہ کے تخت پر عثمان خاں کو بٹھایا اور اس طرح اپنی قدیمی ریاست کے علاوہ قونیہ کا علاقہ بھی عثمان خاں کے زیر تصرف آ گیا۔ عثمان خاں نے اپنے آپ کو سلطان کے لقب سے منسوب کیا۔ یہی پہلا سلطان ہے جس کے نام سے اُس کے خاندان میں سلطنت عثمانیہ قائم ہوئی۔ عثمانی سلاطین نے بہت جلد تمام ایشیائے کوچک پر قبضہ کر کے قیصر روم کی حکومت کو ایشیا سے بالکل مٹا دیا۔ ۷۶۳ھ میں سلاطین عثمانیہ نے ایڈریانوپل کو فتح کر کے اپنا دار السلطنت بنایا اور رفتہ رفتہ بر اعظم یورپ کے جنوبی و مشرقی حصہ میں اسلامی حکومت قائم کی۔ قیصر روم نے دب کر صلح کی اور عثمانیہ طاقت سے اپنے بقیہ ملک کو بچایا۔ اس کے بعد عثمانیوں نے عیسائیوں کو شکستیں دے دے کر یورپ میں اپنے مقبوضات کو وسیع کرنا شروع کیا۔ آخر ۷۹۲ھ میں آسٹریا۔ بلگیریا۔ بوسنیا۔ ہنگری وغیرہ کے عیسائی سلاطین نے متحد و متفق ہو کر ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ سلطنت عثمانیہ پر حملہ کیا۔ سلطان مراد خاں عثمانی نے اپنی قلیل التعداد فوج سے مقام کسووا پر عیسائیوں کے اس لشکر عظیم کا مقابلہ کیا اور سب کو شکست فاش دے کر تمام بر اعظم یورپ کو ہلا دیا۔ ۷۹۹ھ میں تمام بر اعظم یورپ نے مل کر جس میں فرانس و جرمنی وغیرہ کی افواج بھی شامل تھیں سلطنت عثمانیہ کو بیخ و بُن سے اُکھیڑ دینے کا تہیہ کیا اور مقام نکوپولس میں سلطان بایزید ابن سلطان مراد خاں سے معرکہ آرائی ہوئی اس لڑائی میں سلطان بایزید نے جو بایزید یلدرم کے نام سے مشہور ہے یورپ کی متفقہ افواج کو شکست فاش دی اس لڑائی میں بیس سے زیادہ ایسے عیسائی سردار قیدیوں میں بایزید کے سامنے پیش ہوئے

جو بادشاہ یا شہزادے تھے۔ اس شکست فاش نے تمام عیسائی دنیا میں خوف و ہراس پیدا کر دیا اور عیسائی سلاطین نے شکست خوردہ اپنے ممالک میں جاکر صلیبی جنگ کے اشتہار شائع کئے اور تمام عیسائی مذہبی جوش میں پھر پہلے سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ جمع ہوکر بایزید یلدرم سے نبرد آزمائی پر مستعد ہو گئے بایزید یلدرم نے اس مرتبہ بھی سب کو شکست فاش دے کر تمام یورپ سے فرماں برداری کا اقرار لیا اس زمانے میں قیصر روم قسطنطنیہ میں ڈرا اور سہا ہوا بیٹھا تھا اس نے عثمانیوں کے خلاف خفیہ طور پر عیسائی جہادیوں کو امداد پہنچانے میں کمی نہیں کی تھی۔ لہٰذا بایزید یلدرم نے ارادہ کیا کہ سب سے پہلے قیصر کو سزا دے کر جزیرہ نما بلقان سے عیسائی حکومت کا نام و نشان مٹا دے اور اس کے بعد تمام برّاعظم یورپ کو فتح کر کے دنیا سے عیسائیوں کا استیصال کر دے وہ ابھی قیصر پر حملہ کرنے نہ پایا تھا کہ برّاعظم ایشیا کی طرف سے خبر پہنچی کہ تیمور ایک زبردست فوج لے کر بایزید یلدرم کے ایشیائی مقبوضات پر حملہ آور ہوا ہے۔ چنانچہ بایزید کو فوراً ایشیائے کوچک میں آنا اور تیمور کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور ۸۰۴ھ میں جنگ انگورہ ہوئی اس لڑائی میں تیمور فتح مند اور بایزید یلدرم گرفتار ہوا اور برّاعظم یورپ پامالی سے بچ گیا۔ اس کے بعد یہ معلوم ہوتا تھا کہ سلطنتِ عثمانیہ کا اب خاتمہ ہو گیا ہے۔ لیکن چند برس کے بعد عثمانیہ سلطنت پھر اسی عروج و شوکت کی حالت میں دیکھی گئی جیسی کہ وہ بایزید یلدرم کے زمانے میں تھی۔ اور قریباً پچاس ہی سال کے بعد محمد خاں ثانی نے قسطنطنیہ کو فتح کر کے جزیرہ نما بلقان سے عیسائی حکومت کو مستاصل کر دیا۔ اس کے بعد سلطان سلیم خاں نے ایرانیوں کو شکست فاش دی مصر کو فتح کیا عراق اور عرب کو اپنے قبضہ میں لایا۔ اور ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت قائم کر کے ۹۲۲ھ میں خلافتِ عباسیہ کا خاتمہ کر کے عثمانیوں میں خلافت اسلامیہ کے سلسلے کو جاری کیا جیسا کہ اوپر اس کا ذکر آ چکا ہے اس خاندان کی تاریخ نہایت دلچسپ اور مسلمانوں کے لئے بے حد عبرت آموز ہے۔

ترکانِ کاشغر

فرغانہ کے مشرقی قطعات میں جو ترک قبیلے مسلمان ہو گئے تھے انھوں نے دولت سامانیہ کے زوال پذیر ہوتے ہی اپنی خود مختارانہ حکومت قائم کی جو ۳۲۰ھ سے ۵۶۰ھ تک قائم رہی ان میں ایلک خاں مشہور حاکم ترکستان ہوا ہے۔ ان کا دارالحکومت کاشغر تھا یہ ترکانِ غز میں سے تھے اور ترکانِ عثمانی انھیں کے ہم وطن تھے ترکانِ سلجوقی کے ظہور و خروج پر اکثر ترکانِ غز ارمینیا و آذر بائیجان کی طرف چلے گئے۔ ترکانِ سلجوقی بھی انھیں کے ہم وطن و ہم قوم

تھے۔ جو قبائل مغرب کی جانب آوارہ ہو کر چلے گئے انھوں نے بحیرۂ قزوین کے اِرد گرد اپنی حکومتیں قائم کر لی تھیں جو مشرق ہی کی جانب دھکیل دیے گئے تھے انھوں نے مشرقی ترکستان یعنی کاشغر میں حکومت کی بنیاد ڈالی تھی۔

شاہانِ ہندوستان

ہندوستان کا ایک صوبہ یعنی مُلکِ سندھ پہلی صدی ہجری میں خلافتِ اسلامیہ کی حدود میں شامل ہو گیا تھا۔ عرصہ دراز تک سندھ کے عامل دربارِ خلافت سے مقرر ہو کر آتے رہے اُس کے بعد جب خلافتِ عباسیہ میں ضعف و انحطاط پیدا ہوا تو سندھ میں کئی اسلامی خود مختار ریاستیں قائم ہو گئیں۔ رفتہ رفتہ ان اسلامی ریاستوں کے رقبے محدود ہوتے گئے۔ محمود غزنوی کے حملوں تک ایک ریاستِ سندھ میں موجود تھی۔ محمود غزنوی نے پنجاب و ملتان پر قبضہ کر کے اسلامی حکومت میں شامل کیا۔ جب غزنویوں کے قائم مقام غوری ہوئے تو انھوں نے تمام شمالی ہند کو فتح ہندوستان میں اسلامی حکومت اور مستقل بادشاہت قائم کی۔ پہلا مسلمان بادشاہ جو ہندوستان میں سریر آرائے حکومت ہوا قطب الدین ایبک تھا جو شہاب الدین غوری کا غلام تھا غلام خاندان کے بعد خلجی خاندان نے حکومت کی۔ خلجیوں کے بعد تغلق حکمران ہوئے۔ خاندانِ تغلق کے بعد خضر خاں کا خاندان فرماں روا ہوا اُس کے بعد لودی فرماں روا ہوئے لودیوں کے بعد مغل ہندوستان میں آئے مگر شیر شاہ نے اُن کو نکال کر اپنی سلطنت قائم کی مُغلوں نے دوبارہ ہندوستان کو شیر شاہ کے خاندان سے فتح کر کے اپنی حکومت قائم کی اُس کے بعد انگریز ہندوستان میں آئے۔ یہ مسلمان خاندان جن کا اوپر نام لیا گیا۔ دہلی و آگرہ میں رہتے تھے۔ انھیں کے معاصر اور بھی مسلمان سلاطین ہندوستان کے مختلف صوبوں میں فرماں روا ہوئے مثلاً بہمنی خاندان، شاہانِ گجرات، شاہانِ جونپور، شاہانِ بنگالہ، شاہانِ مالوہ وغیرہ ان سب کا حال اور ہندوستان کی پوری تاریخ ایک الگ کتاب میں بیان ہو گی۔ اُسی میں خاندان غزنین اور خاندان غوری کا تذکرہ کیا جائے گا۔

سلطنت جلائریہ عراق

مُغلوں یعنی تاتاریوں کی حکومت کو زوال آیا تو مُغلوں کے فوجی سرداروں نے جابجا اپنی حکومتیں قائم کر لیں منجملہ اُن کے خاندانِ جلائر نے ۷۳۶ھ سے ۸۱۴ھ تک عراق میں حکومت کی ان کا دارالسلطنت بغداد تھا۔ اس خاندان کی حکومت کا بانی شیخ حسن بزرگ جلائر تھا اُس کا بیٹا اویس خاں ۷۵۶ھ

میں اپنے باپ کی وفات پر تخت نشین ہوا اُس نے آذربائیجان اور تبریز کو ترکمانوں سے ۷۵۹ھ میں چھین لیا اور ۷۶۶ھ میں موصل اور دیار بکر کو بھی اپنی حکومت میں شامل کیا ۷۷۶ھ میں اُس کا انتقال ہوا تو کردستان اُس کے بیٹے بایزید کو ملا اور عراق و آذربائیجان وغیرہ پر اُس کے دوسرے بیٹے سلطان احمد جلائر کی حکومت قائم ہوئی ۷۹۶ھ میں تیمور نے سلطان احمد جلائر کا تمام مُلک فتح کرلیا اور احمد جلائر بھاگ کر مصر چلا گیا وہاں مملوک سلطنت میں کئی سال پناہ گزیں رہنے کے بعد جب کہ تیمور سمرقند کی طرف واپس گیا احمد جلائر پھر آکر اپنی مملکتِ قدیمہ پر قابض ہوگیا۔ ۸۱۳ھ میں احمد جلائر قرا یوسف ترکمان کی لڑائی میں مارا گیا اور اُس کا بھتیجا شاہ ولد بغداد میں تخت نشین ہوا آخر ۸۱۴ھ میں اس خاندان کا قراقونلی ترکمانوں نے خاتمہ کردیا۔

دولتِ مظفریہ مغلیہ سلاطین کے دربار میں امیر مظفر ... سانی ایک مشہور زبردست سردار تھا اُس کے بیٹے مبارز الدین کو ۷۱۳ھ میں مغل بادشاہ ابوسعید نے فارس کی گورنری عطا کی ۷۴۱ھ میں فارس پر کرمان کا بھی اضافہ ہوگیا۔ اُس نے فارس و کرمان پہ قابض و متصرف ہوکر خود مختاری کا اعلان کیا اس خاندان میں ۷۹۵ھ حکومت رہی۔ حافظ شیرازی مشہور شاعر اسی خاندان کے بادشاہ شجاع نامی کے دربار میں عزت کا مرتبہ رکھتے تھے۔

ترکمانانِ قراقونلی آذربائیجان

یہ بھی شل جلائر خاندان کے مغلیہ افواج کی سرداری رکھتے تھے اس خاندان نے آذربائیجان میں نہروان کے جنوبی مُلکوں میں اپنی حکومت قائم کی اور ۷۸۰ھ سے ۸۷۴ھ تک حکمران رہے ان میں قرا یوسف ترکمان بہت مشہور ہے۔ ان لوگوں سے آق قونلی ترکمانوں نے حکومت چھین لی تھی قراقونلی کے معنی سیاہ بھیڑ کے ہیں یہ لوگ اپنے جھنڈے پر سیاہ بھیڑ کی تصویر بناتے تھے اس لئے ان کو قراقونلی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح آق قیونلی کے معنی سفید بھیڑ کے ہیں جو لوگ سفید بھیڑ کی تصویر اپنے جھنڈے پر رکھتے تھے وہ آق قیونلی کہلاتے۔

آق قونلی خاندان آق قونلی ترکمانوں نے بھی دیار بکر کے نواح میں اپنی ریاست ۸۰۰ھ میں قائم کرلی تھی اُنھوں نے ۸۷۲ھ میں قراقونلی ترکمانوں کو آذربائیجان سے بالکل بے دخل کرکے اپنی حکومت تمام آذربائیجان و دیار بکر پہ قائم کرلی تھی مگر ۹۰۸ھ میں شاہ اسمٰعیل صفوی نے ان کی سلطنت کو مٹا کر تمام ممالک پر قبضہ کرلیا۔

دولتِ صفویہ ۸۰۴ھ میں جب بمقام انگورہ تیمور کو فتح حاصل ہوئی تو بہت سے ترک تیموری لشکر

نے گرفتار کر لئے۔ بعد فتح ان قیدیوں کو لئے ہوئے تیمور شیخ صفی الدین اردبیلی کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ صفی الدین اپنے آپ کو امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے بتاتے تھے مگر سنی مذہب رکھتے تھے تیمور نے جب شیخ سے کسی خدمت کے لئے اپنی آمادگی ظاہر کی تو شیخ نے کہا ان ترک قیدیوں کو آزاد کر دے تیمور نے اُسی وقت ترک قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ قیدیوں نے آزاد ہو کر شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی اور شیخ کی خدمت میں رہنے لگے تیمور تو اردبیل سے چلا گیا لیکن شیخ کے گرد سر فروش خدام کا ایک مجمع کثیر فراہم ہو گیا۔ اور نسلاً بعد نسلٍ شیخ کی اولاد کے ساتھ ان ترک مُریدوں کی اولاد نے وفاداری کا اظہار کیا حتیٰ کہ شیخ کی اولاد میں اسمٰعیل صفوی کو بادشاہ بنا کر چھوڑا۔ اسمٰعیل صفوی شیعہ عقیدہ رکھتا تھا سنہ ۹۰۶ھ میں وہ ایران کے بعض شہروں پر قابض و متصرف ہوا اور پھر رفتہ رفتہ تمام مُلک ایران پر قابض ہو گیا۔ سنہ ۹۲۰ھ میں سلطان سلیم عثمانی نے اُس کو مقام خالدران پر جو تبریز سے بیس فرسنگ کے فاصلہ پر ہے شکست فاش دی اور صفوی سلطنت کے بعض مغربی صوبوں کو اپنی حکومت میں شامل کر کے شام و مصر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اسمٰعیل صفوی اس شکست کے بعد دس سال تک زندہ رہا اُس کے بعد اُس کی اولاد میں ایران کی حکومت و سلطنت جاری رہی یہاں تک کہ سنہ ۱۱۴۸ھ میں نادر شاہ ایرانی نے اس خاندان کا خاتمہ کر کے اپنی حکومت قائم کی اُس کے بعد ایران و افغانستان پر پٹھانوں کی حکومت قائم ہوئی پھر ایران میں سلطنتِ قاچار شروع ہوئی افغانستان اب تک پٹھانوں کے قبضہ میں ہے۔

اجمالی نظر

حکمران خاندانوں اور اسلامی حکومتوں کی مندرجۂ بالا فہرست کے مطالعہ کرنے کے بعد یہ جلد دوم ختم ہو رہی ہے۔ جلد سوم کے مطالعہ کرنے والے کے دماغ میں سلطنتِ اسلامیہ کی نسبت ایک خاکہ قائم ہو سکے گا۔ اور وہ یہ اندازہ کر سکے گا کہ کس کس زمانے میں کون کون سا خاندان کہاں کہاں حکمران تھا۔ اس اجمالی علم و واقفیت کے بعد خلافتِ عباسیہ کے خاتمہ تک اُس کی پوری حالت اور رفتارِ تنزل کا صحیح اندازہ ہو سکے گا۔ اُدھر آئندہ جلد سوم میں انھیں خاندانوں کے جو حالات بیان ہونے والے ہیں اُن کے سمجھنے میں یہ فصل مطالعہ کرنے والے کی بے حد امداد کرے گی۔
